التفہیم الضروری

اردو شرح

التسہیل الضروری

کتابُ البیوع تا کتابُ النفقات

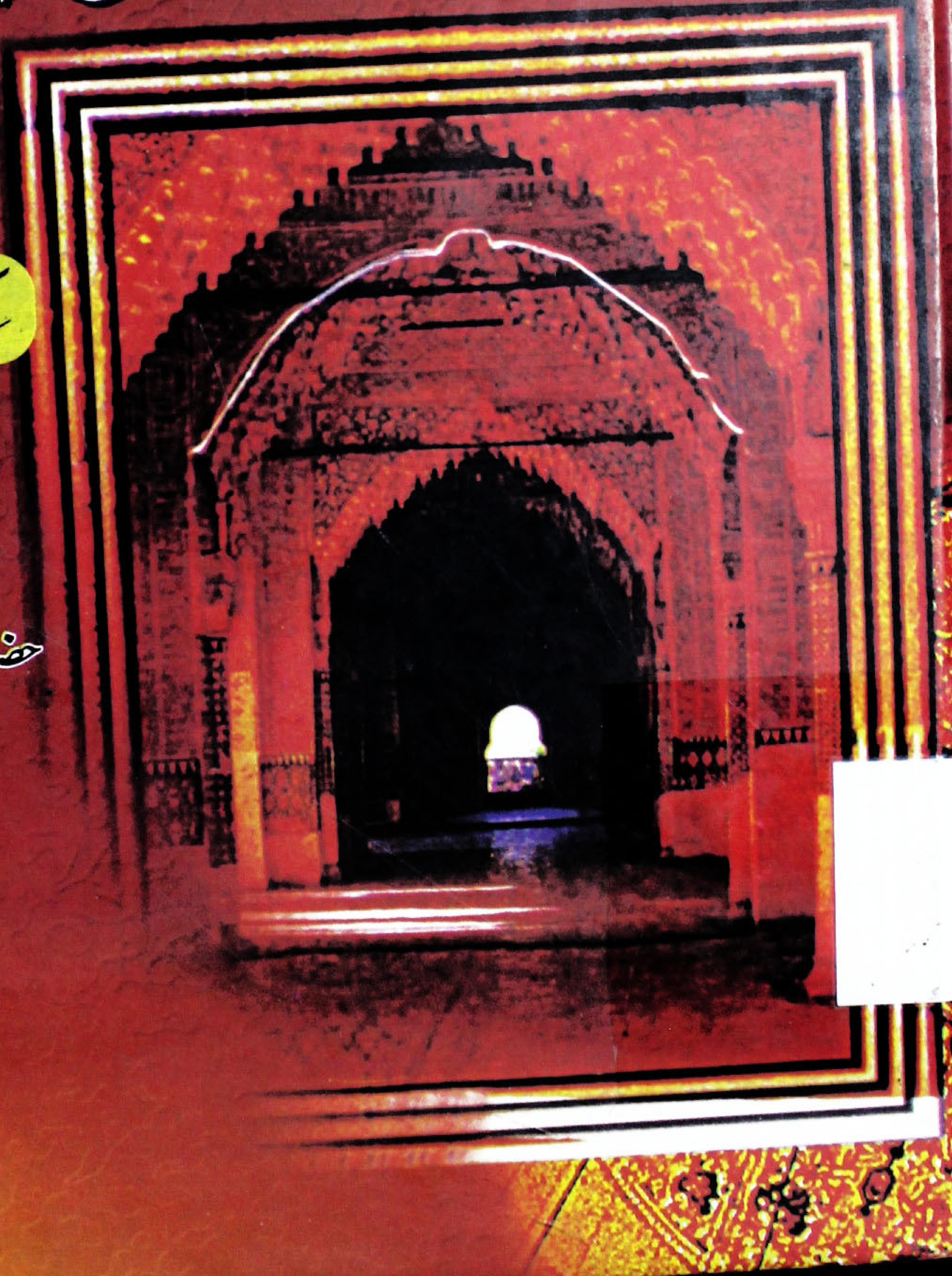

افادات

حضرت مولانا مفتی محمد اسد اللہ عمر نعمانی صاحب

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر۔ غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

فون: 042-7224228-7355743

Marfat.com

تفہیم الضروری

اردو شرح

التسہیل الضروری

کتاب البیوع تا کتاب النفقات

افادات

حضرت مولانا مفتی محمد اسد اللہ عمر نعمانی صاحب

مکتبہ رحمانیہ

اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون: 042-7224228-7355743

MAKTABA-E-REHMANIA

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ

جملہ حقوق ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں

۱۲۷۵۸۷۰

نام کتاب: ---------- التفہیم الضروری اُردو شرح التسہیل الضروری

افادات: ---------- حضرت مولانا مفتی محمد اسد اللہ عمر نعمانی صاحب

ناشر: ---------- مکتبہ رحمانیہ

مطبع: ---------- لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

Marfat.com

فہرست مضامین

حصہ اوّل

کتاب البیوع تا کتاب الخنثیٰ

پیش لفظ	۲۸
نبی کریم ﷺ کا ایک مزدور کا ہاتھ چومنا	۲۹
تجارت شروع کرنے سے پہلے مسائل تجارت سیکھنے کی اہمیت	۳۰
﴿کتاب البیوع﴾	۳۱
اقسام بیع باعتبار مبیع	۳۱
اقسام بیع باعتبار ثمن	۳۱
بیع کی لغوی تعریف	۳۲
بیع کی اصطلاحی تعریف	۳۲
نفس ایجاب سے بیع لازم نہیں ہوتی	۳۳
ایجاب کے بعد قبول سے پہلے مجلس سے اٹھ جانے سے ایجاب باطل ہوجائے گا	۳۳
عیب کی وجہ سے خریدا ہوا مال واپس کرنا	۳۴
اجل معلوم ہو تو نقد وادھار دونوں طرح بیع جائز ہے	۳۵
اشارہ پہچان کے ذرائع میں کامل ترین ذریعہ ہے	۳۵
مقدار ووصف کو بیان نہ کیا تو بیع کا حکم	۳۶
ثمن کو مطلق رکھا اور شہر میں مختلف سکے رائج ہوں تو بیع کا حکم	۳۷
مختلف مالیت کے سکے رائج ہوں تو بیع کا حکم	۳۷
گندم اور دیگر اناج کی بیع ماپنے اور اندازہ سے کرنے کا حکم	۳۸
معین برتن کے بھراؤ کے ساتھ بیع کرنے کا حکم	۳۸
معین پتھر کے وزن کے ساتھ بیع کرنے کا حکم	۳۹
گندم کے ڈھیر کی بیع کا حکم	۳۹
کپڑے کی بیع کی ایک صورت کا حکم	۴۰
بکری کے ریوڑ کی بیع کی ایک صورت کا حکم	۴۰
گندم کا ڈھیر سو قفیز ہونے کی شرط پر خریدا اور وہ کم نکلا تو بیع کا حکم	۴۱
بیان کردہ مقدار سے کپڑا اور زمین کم نکلی تو بیع کا حکم	۴۲
کپڑے کی بیع کی بعض صورتوں کے احکام	۴۲
مطلقاً مکان کا لفظ کہا تو بیع میں کون سی چیزیں داخل ہوں گی	۴۴
زمین کی بیع میں کھجور وغیرہ کے درخت داخل ہوں گے	۴۵
بغیر ذکر کے زمین کی بیع میں کھیتی داخل نہ ہوگی	۴۵
مشتری نے پھلوں کی شرط نہ لگائی تو وہ درخت کی بیع میں داخل نہ ہوں گے	۴۵
بدو صلاح سے پہلے پھلوں کی گئی بیع کا حکم	۴۶

Marfat.com

○اگر درخت پر پھل چھوڑنے کی شرط لگائی تو بیع کا حکم ۴۷
○درختوں کی شاخوں پہ لگے ہوئے پھلوں سے کچھ ارطال مستثنی کر کے بیچنے کا حکم ۴۷
○خوشوں میں گندم اور لوبیے کی بیع کرنے کا حکم ۴۸
○کیال اور وزان کی اجرت فروخت کنندہ کے ذمہ ہوگا ۴۸
○دراہم ودنانیر کو پرکھنے والے کی اجرت کا حکم ۴۹
○مبیع اور ثمن میں سے کیا چیز پہلے سپرد کی جائے گی ۴۹

﴿الخیار الشرط﴾ ۵۰

○خیار شرط میں مدت کی تعیین ۵۰
○بائع کے خیار کی صورت میں مبیع ہلاک ہونے کا حکم ۵۱
○مشتری کے خیار کی صورت میں مبیع ہلاک ہونے کا حکم ۵۲
○مشتری کے خیار کی صورت میں مبیع میں عیب پیدا ہو جانے کا حکم ۵۲
○صاحب خیار کو مدت خیار میں بیع توڑنے اور نافذ کرنے کا اختیار ہے ۵۳
○صاحب خیار دوسرے کی موجودگی میں ہی بیع توڑ سکتا ہے ۵۳
○صاحب خیار فوت ہو گیا تو خیار ختم ہو کر بیع مکمل ہو گئی ۵۴

﴿خیار الروءیة﴾ ۵۵

○خیار رویت بغیر مبطل کے ساقط نہیں ہوتا ۵۶
○بائع کے لئے خیار رویت نہیں ہے ۵۶
○خیار رویت کے بطلان کی بعض صورتیں ۵۶
○کمروں کے مشاہدہ کے بغیر رویت معتبر نہیں ۵۷
○نابینا کو بھی خیار رویت حاصل ہے ۵۸
○نابینا کیسے دیکھے گا ۵۸
○نابینا زمین خریدنا چاہے تو کیسے پہچان کرے ۵۸
○غیر کی مملوکہ چیز مالک کے حکم بغیر بیچنے کا حکم ۵۹
○دو کپڑوں میں سے ایک دیکھا تو خیار رویت کا حکم ۵۹
○پہلے کبھی دیکھی ہوئی چیز کو بغیر دیکھنے پر خیار رویت ۶۰
○خیار رویت ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوگا ۶۰

﴿خیار العیب﴾ ۶۰

○بائع کے پاس سے جو عیب ہو اس کی بنا پر مبیع کو واپس کرنے کا حکم ۶۱
○بقدر عیب قیمت کی واپسی کے لئے مشتری کو مبیع روکنا جائز نہیں ۶۱
○جس چیز سے تاجروں کے ہاں قیمت کم ہو جائے وہ عیب ہے ۶۲
○بعض وہ عیوب جن کی بنا پر مشتری مبیع واپس کر سکتا ہے ۶۲
○ایک عیب بائع کے پاس سے تھا دوسرا مشتری کے پاس پیدا ہو گیا تو رجوع بالنقصان کرے گا ۶۳
○غلام خریدا کہ آزاد کر دیا یا وہ فوت ہو گیا جب کہ وہ بائع کے پاس سے معیوب تھا تو مشتری رجوع بالنقصان ہی کرے گا ۶۴
○مشتری نے غلام کو قتل کر دیا تو کیا بائع کے پاس والے عیب کی وجہ سے رجوع بالنقصان کر سکتا ہے ۶۴
○عیب کی وجہ سے مبیع بائع ثانی کو لوٹائی گئی تو اس کا حکم ۶۵
○بائع نے ہر عیب سے بری ہوں کہہ دیا تو خیار عیب حاصل نہ ہوگا ۶۵

﴿البیع الفاسد والباطل والمکروہ﴾ ۶۶

○بیع فاسد، باطل اور مکروہ کا بیان ۶۶
○بیع باطل کی مثالوں سے اور اس کے حکم کا بیان ۶۷

Marfat.com

○ام ولد یا مدبر یا مکاتب کی بیع کا حکم	۶۸
○اس مرتبہ میں جتنا بھی شکار آجائے تو وہ تیرے لئے ہے، کہنے کا حکم	۶۸
○اپنے غلام اور دوسرے کے غلام یا مدبر اور غلام کی بیع کا حکم	۶۸
○بیع باطل کا حکم	۶۹
﴿امثلة البيع الفاسد و حكمه﴾	۶۹
○بیع فاسد کی بعض مثالیں	۶۹
○بیع کو فاسد کر دینے والی شروط	۷۰
○مشتری کا بائع سے کپڑا وغیرہ کاٹنے کی شرط لگانے کا حکم	۷۰
○مدت معروف نہ ہو تو بیع فاسد ہو جائے گی	۷۱
○کھیتی کاٹنے، گاہنے، میوہ توڑنے اور حاجیوں کے آنے کے وقت کو ثمن کی ادائیگی کا وقت قرار دینے کا حکم	۷۱
○جھگڑا اور فساد داخل ہونے سے پہلے سقوط مدت کا حکم	۷۲
○کتے، چیتے اور درندے کی بیع کا حکم	۷۲
○ریشم کے کیڑے اور شہد کی بیع کا حکم	۷۲
○بیع فاسد کا حکم	۷۲
○بیع فاسد کے نفاذ کا حکم	۷۳
﴿مسائل شتی﴾	۷۴
○نیلامی کی بیع کا حکم	۷۴
○مکروہ بیوع کا بیان	۷۶
○نسبی قربت داروں کو بیع کے ذریعہ متفرق کرنے کا حکم	۷۷
﴿اقالہ کا بیان﴾	۷۸
○ثمن اول سے کم یا زیادہ پر اقالہ کرنے کا حکم	۷۹
○اقالہ بیع جدید ہے یا فسخ	۷۹
○مبیع یا ثمن کے ہلاکت کی صورت میں اقالہ کا حکم	۸۰
○مبیع کا کچھ حصہ ہلاک ہو جائے تو اقالہ کا حکم	۸۰
○اقالہ مستحب اور مغفرت ذنوب کا سبب ہے	۸۰
﴿مرابحہ اور تولیہ کا حکم﴾	۸۱
○مرابحہ تولیہ کی تفصیل	۸۱
○مرابحہ تولیت کی صحت کی شرط	۸۱
○خریدنے کے بعد مبیع پر دیگر اخراجات کی تو بیع مرابحہ کا طریقہ	۸۱
○مبیع کے ثمن بیان کرنے میں بائع نے خیانت کی تو بیع کا حکم	۸۲
﴿متفرق مسائل﴾	۸۳
○مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا	۸۳
○قبضہ کرنے کے بعد کیل اور وزن کی اعادہ کا حکم	۸۴
○ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا	۸۴
○بیع تمام ہونے کے بعد ثمن یا مبیع میں اضافہ کے جواز	۸۵
○مبیع اور ثمن میں اضافہ وکمی کے ساتھ استحقاق کا تعلق ہوگا	۸۵
○ثمن حالی مؤخر کرنے سے مؤخر ہو جائے گا	۸۶
﴿سود کا بیان﴾	۸۶
○اچھی اور ردی کھجور کی بیع	۸۹
○اجناس کا کیلی اور وزنی ہونا کیسے معلوم ہوگا	۸۹
○بیوع میں تقابض کا حکم	۹۰
○گوشت میں حیوان کی بیع کا حکم	۹۱
○رطب وتمر اور عنب وزبیب کی بیع کا حکم	۹۱

Marfat.com

○ زیتون کی اس کے تیل، اور تلوں کی اس کے تیل کے عوض بیع کا حکم ۹۱
○ دو مختلف نوعوں کو کھجور کے گوشوں کی آپس میں بیع کا حکم ۹۲
○ مختلف دودھوں کی آپس میں بیع کا حکم ۹۲
○ ردی کھجور کے ٹوکرے کو انگور کے ٹوکرے کے عوض بیچنے کا حکم ۹۲
○ روٹی کی بیع گندم کے ساتھ متفاضلا کرنے کا حکم ۹۳
○ غلام اور آقا کے درمیان ربوا متحقق نہیں ہوتا ۹۳
○ مسلم اور حربی کافر کے درمیان ربوا نہیں ہے ۹۴

﴿بیع الصرف﴾ ۹۴

○ چاندی کی بیع چاندی کے ساتھ اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ کرنے کا حکم ۹۵
○ جانبین کا سونا اور چاندی عمدگی وگھڑائی میں مختلف ہوں تو تفاضل کا حکم ۹۵
○ جب دونوں جنس مختلف ہوں تو زیادت جائز ہے ۹۶
○ قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے ۹۶
○ سونے کو چاندی کے عوض بیچنا ۹۶
○ زیور سے آراستہ تلوار کی بیع ۹۷
○ چاندی کا برتن چاندی یا سونے کے عوض بیچنا ۹۸
○ برتن کے کچھ حصہ میں استحقاق نکل آنے کا حکم ۹۸
○ چاندی یا سونے کا پگھلا ہوا ٹکڑا مستحق نکلا تو خیار ثابت نہ ہوگا ۹۹
○ دو درہم اور ایک دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کے عوض بیچنا ۹۹
○ صحیح درہموں اور کھوٹے کی ایک دوسرے کے عوض بیع کا حکم ۹۹
○ اگر درہموں میں چاندی غالب ہو تو چاندی کے حکم میں ہوں گے ۱۰۰
○ کھوٹے درہموں کے عوض سامان بیچنا اور قبضہ سے پہلے لوگوں نے معاملہ چھوڑ دیا تو بیع کا حکم ۱۰۰
○ بلاتعیین پیسوں سے بیع کرنے کا حکم ۱۰۱
○ رائج پیسوں کے ساتھ بیع کی قبل القبض رواج ختم ہو گیا تو بیع کا حکم ۱۰۱
○ بیع فاسد کی بعض صورتیں ۱۰۲

﴿بیع سلم کا بیان﴾ ۱۰۳

○ بیع سلم میں جانبین سے قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے ۱۰۴
○ بیع سلم کی صحت کے شرائط ۱۰۵
○ امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے صاحبین کا شروط سلم میں اختلاف ۱۰۶
○ سلم میں بیع کا جواز ۱۰۷
○ کچی پکی اینٹوں میں بیع سلم ۱۰۸
○ بیع سلم میں عقد مجلس میں ہی مسلم فیہ کے ثمن کی ادائیگی ضروری ہے ۱۰۸
○ قبل القبض مسلم فیہ اور ثمن میں تصرف جائز نہیں ہے ۱۰۸
○ بیع سلم کی صحت کی بعض شروط کا ذکر ۱۰۹
○ معین آدمی کے ماپنے کے آلے یا گز کے ساتھ بیع سلم کرنا درست نہیں ہے ۱۱۰
○ معین درخت کے پھلوں یا خاص گاؤں کے غلہ میں بیع سلم صحیح نہیں ۱۱۰

﴿رھن کا بیان﴾ ۱۱۱

○ رہن کے لغوی اور اصطلاحی معنی ۱۱۱

Marfat.com

○راہن ایجاب وقبول کے بعد بھی جب تک رہن سپرد نہ کردے رجوع کرسکتا ہے ۱۱۲
○مشروعیت رہن کی وجہ ۱۱۲
○مرتہن مرہون پر قبضہ کرلے تو وہ اس کے ضمان میں داخل ہوجاتا ہے ۱۱۳
○محوز، مفرغ، ممیز کی قیود کے فوائد ۱۱۴
○امانات وغیرہ میں رہن کا حکم ۱۱۵
○مضاربتوں اور شرکت کے اموال کے عوض رہن رکھنے کا حکم ۱۱۵
○راہن ومرتہن کا کسی عادل شخص کے پاس رہن رکھنا ۱۱۶
○راہن ومرتہن میں کوئی ایک عادل سے رہن نہیں چھڑا سکتا ۱۱۶
○اگر مرہون عادل کے قبضہ میں تلف ہوجائے تو وہ مرتہن کے ضمانت میں تلف ہوا ۱۱۷
○کھرے درہموں کی جگہ کھوٹے درہم لے لینے کا حکم ۱۱۸
○قرض کا بعض حصہ دے کر رہن کا بعض واپس نہیں لے سکتا ۱۱۸
○مرہون کے فروخت کے وکیل بنانے کا حکم ۱۱۹
○مرہون چیز کے فروخت کرنے کے وکیل کو معزول نہیں کیا جاسکتا ۱۱۹
○مرتہن باوجود رہن کے راہن کو قرض کی وصولی کے لئے قید کراسکتا ہے ۱۲۰
○راہن کے مرتہن کی اجازت کے بغیر راہن بیچ دینے کا حکم ۱۲۰
○غلام کے آقا پر رجوع کرنے کی وجہ ۱۲۲
○راہن کے مرہون کو ہلاک کردینے کا حکم ۱۲۲
○اجنبی سے ضمان میں مرتہن ہی مدمقابل ہے ۱۲۲
○مرہون پر راہن کی جنایت کا حکم ۱۲۳
○مرہون کی جنایت رائیگاں ہے مرہون کی حفاظت کے لئے لیے گئے گھر کا کرایہ مرتہن پر ہے ۱۲۳
○مرہون کے چرواہے کی اجرت کس پر واجب ہے ۱۲۴
○رہن کا نفقہ کس پر واجب ہے ۱۲۴
○رہن کی افزائش بھی مرہون ہوگی ۱۲۵
○افزائش کے مرتہن کے ہاں ہلاکت کا حکم ۱۲۵
○اصل ہلاک ہوجائے اور افزائش باقی رہنے کا حکم ۱۲۵
○رہن اور قرض میں زیادتی کا حکم ۱۲۶
○دو آدمیوں کے پاس ایک چیز رہن رکھنے کا حکم ۱۲۷
○مرہونہ چیز میں ضمان کا حکم ۱۲۷
○دو شخصوں کے پاس مرہون چیز کا بعض چھڑانے کا حکم ۱۲۸
○مرتہن کا بیوی وغیرہ سے رہن کی حفاظت کرانا ۱۲۸
○مرتہن کا اپنے اہل عیال کے علاوہ سے رہن کی حفاظت کرانا ۱۲۹
○مرتہن کے راہن کے پاس رہن لوٹا دینے کا حکم ۱۲۹
○راہن کا قرض کی ادائیگی سے پہلے فوت ہوجانا ۱۳۰
○میت کا وصی نہ ہو تو بائع رہن کون ہوگا ۱۳۰

﴿ حجر کا بیان ﴾ ۱۳۰

○اسباب حجر ۱۳۱
○بچے، غلام، مغلوب العقل کے تصرف کا حکم ۱۳۱
○بچے یا غلام کے ہاتھ فروخت شدہ چیز میں ولی کو فسخ کا اختیار ہے ۱۳۱
○بچہ اور مجنون اقوال میں مجور ہیں ۱۳۲
○بچے اور مجنون کے نقصان کرنے میں تاوان لازم ہوگا ۱۳۲
○حجر فی الاقوال کا نتیجہ ۱۳۲
○غلام کے مجور ہونے کی تفصیل ۱۳۲

Marfat.com

غلام کے خود پر مال کا اقرار کر لینے کا حکم ۱۳۳
غلام کا حد اور قصاص کا اقرار ۱۳۳
غلام کی طلاق واقع ہو جاتی ہے ۱۳۳
ناسمجھ عاقل بالغ آزاد کے حجر کا حکم ۱۳۳
سفیہ کو مال حوالہ کرنے کی مدت ۱۳۴
سفیہ پر حجر کرنے میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ۱۳۵
سفیہ کے غلام آزاد کرنے کا حکم ۱۳۵
سفیہ کا اپنا نکاح کرنا ۱۳۶
سفیہ کی اپنے مال میں وصیت کا حکم ۱۳۶
مفلس مدیون پر حجر کا حکم ۱۳۶
مفلس کے مال میں قاضی کے تصرف کا حکم ۱۳۷
مفلس کا مال بصورت دراہم ودنانیر ظاہر ہو تو قاضی قرض خواہوں کا قرض ادا کردے ۱۳۷
مفلس پر حجر کرنے میں قول صاحبینؒ ۱۳۷
مفلس مجور کے اقرار مال کا حکم ۱۳۸
قاضی کے قید کرنے کی مدت ۱۳۸
مفلس قرار دینے کے بعد اس کے اور قرض خواہوں کے درمیان قاضی حائل نہ ہوگا ۱۳۹
صاحبین کا اختلاف ۱۳۹
فاسق پر حجر کرنے کا حکم ۱۴۰
فسق اصلی اور عارضی برابر ہے ۱۴۰
فائدہ ۱۴۱
بلوغ کی عمر ۱۴۱
قریب البلوغ لڑکے یا لڑکی کے بلوغ کے دعوی کا حکم ۱۴۳

﴿اقرار کا بیان﴾ ۱۴۳

عاقل بالغ آزاد کے اقرار کا حکم ۱۴۴
مجہول چیز کے مواخذہ کا حکم ۱۴۴
فلاں کا میرے ذمہ کچھ ہے کہنے کا حکم ۱۴۵
معلوم یا مجہول چیز کا اقرار کرنا ۱۴۵
علی مال عظیم کہنے کا حکم ۱۴۵
اس کے مجھ پر دراہم کثیرہ ہیں،، کہنے کا حکم ۱۴۶
مجھ پر اس کے دراہم ہیں'' کہا تو کم از کم تین دراہم لازم ہونگے ۱۴۶
علی او قبلی کہنا دین کا اقرار ہے ۱۴۷
لہ عندی یا لہ معی کہنا'' اقرار امانت ہے ۱۴۷
دین کا اقرار کرنا اور متصل ہی کچھ کا استثناء کر لینے کا حکم ۱۴۸
مأۃ ودرہم کہنے سے ایک سو ایک درہم لازم ہوں گے ۱۴۹
سو اور ایک کپڑے کا اقرار کرے تو ایک کپڑا لازم ہوگا ۱۴۹
کسی کے لئے اقرار کیا اور متصلا انشاء اللہ کہا تو اس کا حکم ۱۴۹
کسی نے کسی کے لئے حق کا اقرار کیا اور ساتھ ہی کہا مجھے تین کا اختیار ہے ۱۵۰
مکان کا اقرار اور عمارت کے استثناء کرنے کا حکم ۱۵۰
اصطبل کے جانور کا اقرار کرنے کا حکم ۱۵۱
میں نے رومال میں یا ایک کپڑے میں کپڑا غصب کیا کہنے کا حکم ۱۵۱
مجھ پر کپڑا ہے دس کپڑوں میں'' کہنے کا حکم ۱۵۱
کپڑا غصب کرنے کا اقرار کرنے کے بعد معیوب کپڑا لانے کا حکم ۱۵۱

Marfat.com

دراہم کا اقرار کرنے کے بعد کہا کہ کھوٹے ہیں تو قسم کے ساتھ قول معتبر ہوگا ۱۵۲
اگر کہا کہ میرے ذمہ فلاں کے پانچ ہیں پانچ میں تو صرف پانچ ہی لازم ہونگے ۱۵۲
اگر کہا کہ مجھ پر ایک سے دس تک ہیں تو نو یا دس لازم ہونگے ۱۵۲
غلام کی قیمت کے اقرار کی دو صورتیں ۱۵۳
خمر یا خنزیر کی قیمت کے ہزار درہم کے اقرار کا حکم ۱۵۳
انگوٹھی کا اقرار کیا تو انگوٹھی مع نگینہ لازم ہوگی ۱۵۴
چھپر کھٹ کے اقرار میں (چھپر کھٹ) اور ڈولہ کی لکڑی شامل ہونگے ۱۵۴
لونڈی یا بکری کے حمل کا اقرار کسی کے لئے کرنا درست ہے ۱۵۵
مرض الموت میں قرض کا اقرار کیا تو صحت کے دین اس پر مقدم ہونگے ۱۵۵
مقرلہ ورثہ سے مقدم ہے ۱۵۶
اجنبی کے لئے اقرار کیا پھر کہا کہ میرا بیٹا ہے ۱۵۶
اجنبیہ کے لئے اقرار کیا اور پھر نکاح کر لیا تو اس (صورت) کا حکم ۱۵۶
بیوی کو طلاق دے کر اس کے لئے (مال) کے اقرار کا حکم ۱۵۷
عمر کے لحاظ سے بیٹا بن سکتا ہو تو مقر کا اقرار درست ہے ۱۵۷
عورت کا خاوند، یا والدین یا مولی کے بارے میں اقرار درست ہے ۱۵۸
عورت کا بچے کے متعلق اقرار کرنے کا حکم ۱۵۸
بھائی یا چچا ہونے کے اقرار کا حکم ۱۵۹

﴿کتاب الاجارہ﴾ ۱۵۹

صحت اجارہ کے لئے شرائط ۱۶۰
جو چیز بیع میں ثمن بن سکتی ہے ۱۶۰
منافع معلوم کرنے کا طریقہ ۱۶۰
مکانوں، دوکانوں، اور زمینوں کو کرایہ پر لینے کا بیان ۱۶۱
کاشتکاری کے لئے زمین کرایہ پر لینا ۱۶۱
میدان کرایہ پر لینا ۱۶۲
درخت وغیرہ لگانے کے لئے میدان کرایہ پر لیا مدت ختم ہونے پر کیسے واپس کرے ۱۶۲
زمین مستعمل کے بدلنے سے نہیں بدلتی ۱۶۳
عطر فروش کو دی تو ماہانہ ایک درہم لوہار کو دی تو دو درہم ۱۶۳
دس درہم پر سال کے لئے مکان اجرت پر لیا ہر ماہ اجرت بیان نہیں کی ۱۶۴
غاصب نے مکان غصب کر لیا تو اجرت کا حکم ۱۶۴
مکان کرایہ پر لیا اور اس میں عیب پایا تو اسے عقد توڑنے کا حق حاصل ہے ۱۶۵

﴿استئجار الثیاب﴾ ۱۶۵

پہننے کے لئے کپڑا اجرت پر لینا ۱۶۵
دائی پلائی کرائی پر لینے کا بیان ۱۶۶
مستاجر دائی پلائی کے شوہر کو اس سے وطی کرنے سے نہیں روک سکتا ۱۶۷
دائی پلائی نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا تو اجرت کی مستحق نہ ہوگی ۱۶۷

Marfat.com

﴿استئجار الدواب﴾ ۱۶۸

○سواری یا بار برداری کے لئے جانوروں کو کرایہ پر لینا جائز ہے ۱۶۸

○مطلقاً رکوب کے لئے جانور لیا تو اپنے علاوہ کو بھی سوار کر سکتا ہے ۱۶۸

○طے شدہ سے زیادہ بوجھ لادا اور جانور ہلاک ہو گیا تو ضمان واجب ہوگی ۱۶۹

○اگر جانور اجرت لیا اور کسی اور کو سوار کر لیا، تو ضمان آئے گی ۱۶۹

○اونٹ کے مالک کا کجاوہ کو دیکھنا ۱۷۰

○حمام وغیرہ کو اجرت پر لینے کا بیان ۱۷۱

○نیک کاموں یا گناہ کے کاموں پر اجرت لینے کا حکم ۱۷۱

○اذان، اقامت، تعلیم قرآن پر اجرت جائز نہیں ۱۷۱

○مزدور کی ضمان کا بیان ۱۷۲

○مزدور غلام کے ساتھ سفر کرنے کا حکم ۱۷۴

○مزدور کب اجرت کا مستحق ہوتا ہے؟ ۱۷۴

○اجرت کے حق دار ہونے کی تفصیل ۱۷۵

○باورچی اجرت کا کب مستحق ہوگا ۱۷۵

○فائدہ ۱۷۶

○بعض شرطوں اور مستأجر مزدور کے درمیان اختلاف کا ذکر ۱۷۶

○اگر خود کام کرنے کی شرط سے کام لیا تو کسی اور سے کرانا جائز نہیں ۱۷۶

○عمل کے مطلق رکھنے کی صورت کا حکم ۱۷۶

○فارسی طرز پر سیا تو ایک درہم رومی طور پر سینا تو دو درہم ۱۷۷

○آج سیا تو ایک درہم کل سیا تو دو درہم کہنے کا حکم ۱۷۷

○درزی اور کپڑے سلوانے والے کے درمیان اختلاف کی صورت میں کپڑے کے مالک کا قول مع قسم معتبر ہوگا ۱۷۸

○صاحب ثوب اور صانع کا اجرت اور بغیر اجرت کام کرنے میں اختلاف ہو جانے کا حکم ۱۷۹

﴿فسخ الإجارة وانفساخها﴾ ۱۷۹

○اجارہ توڑنے اور اس کے ٹوٹنے کا بیان ۱۷۹

○عذروں کی وجہ سے اجارہ توڑنا ۱۷۹

○سفر کا ارادہ ختم ہو جانا معتبر عذر ہے ۱۸۰

○شرطوں کی وجہ سے اجارہ کے فساد کا بیان ۱۸۰

﴿شرط الخیارِ فی الإجارة﴾ ۱۸۱

﴿کتاب الشفعہ﴾ ۱۸۱

○شفعہ کے شرعی لغوی معنی ۱۸۱

○شفعہ کے وجوب کی تفصیل ۱۸۲

○صورت اشہاد ۱۸۳

○طلب مواثبت وغیرہ کے بعد قاضی کے پاس جانے میں تاخیر کرنے کا حکم ۱۸۴

○حمام اور پن چکی میں شفعہ کا حکم ۱۸۵

○عمارت و باغ میں شفعہ کا حکم ۱۸۵

○سامان اور کشتی میں شفعہ کا حکم ۱۸۵

○مسلمان اور ذمی شفعہ کے استحقاق میں برابر ہیں ۱۸۶

○قاضی کی مجلس میں ثمن کو حاضر کرنے کا حکم ۱۸۷

○شفیع کو خیار رؤیت و خیار عیب کی وجہ سے مکان واپس کرنا جائز ہے ۱۸۸

Marfat.com

○ شفیع کے باوجود قادر ہونے کے اشہار نہ بنانے کا حکم ۱۸۹
○ حاصل شدہ عوض پر صلح کرنے کا حکم ۱۸۹
○ شفیع اپنا مکان و زمین بیچ دے تو حق شفعہ باطل ہو جائے گا ۱۹۰
○ بیع فاسد کے طور پر خریدے گئے مکان پر شفعہ کا حکم ۱۹۱
○ ذمی نے سور شراب کے عوض خریدا تو شفعہ کا حکم ۱۹۲
○ ثمن کی مقدار میں اختلاف ہو تو خریدار کا قول مع قسم معتبر ہوگا ۱۹۲
○ ثمن میں اختلاف کی صورت میں شفیع کے لئے حکم ۱۹۳
○ مشتری نے ادھار خریدا تو شفیع کو بھی اختیار ہوگا ۱۹۳
○ شفیع کیلی و وزنی چیز کا مثل ادا کرے گا ۱۹۴
○ مکان سامان کے عوض بکا تو شفیع مثلی قیمت دے گا ۱۹۴
○ زمین زمین کے عوض بکی تو شفیع زمین کی قیمت دے گا ۱۹۴
○ شفعہ سپرد کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ مشتری اور ہے تو شفعہ کا حکم ۱۹۵
○ مشتری نے میدان خرید کر گھر بنالیا یا درخت لگالئے تو اس کا حکم ۱۹۶
○ کسی کے عمل کے بغیر مکان گر گیا تو شفعہ میں کیسے فیصلہ ہوگا ۱۹۶
○ خریدار عمارت توڑ دے تو شفیع اسے کتنے ثمن کے عوض لے ۱۹۷
○ درخت خرمہ جس پر پھل ہوں تو اس کو شفیع پھلوں سمیت لے ۱۹۷
○ مشتری نے پھل توڑ لئے پھلوں کے بقدر قیمت کم کر دی جائے گی ۱۹۸
○ قاضی کے فیصلے کے بغیر لوٹانے اور بیع فسخ کرنے کا حکم ۱۹۸
○ تقسیم بیع نہیں اس لئے شفعہ کا حق حاصل نہ ہوگا ۱۹۸
○ مذکورہ مسئلہ کی مثال ۱۹۹
○ شفعہ کے سقوط کے لئے حیلہ ۱۹۹
○ شفعہ کے سقوط کا حق ۱۹۹
○ اسقاط شفعہ کا ایک اور حیلہ ۲۰۰
○ حیلہ مکروہ ہے یا نہیں ۲۰۰

﴿کتاب الشرکت﴾ ۲۰۰

○ شرکت کیا ہے؟ ۲۰۱
○ شرکت کی اقسام ۲۰۱
○ شرکت املاک ۲۰۱
○ شرکت املاک کا حکم ۲۰۲
○ شرکت عقود مع اقسام ۲۰۲
○ شرکت مفاوضہ کی تعریف و احکام ۲۰۲
○ شرائط شرکت مفاوضہ ۲۰۳
○ شرکت عنان ۲۰۴
○ شرکت عنان کا حکم ۲۰۴
○ شرکت عنان میں مال کی زیادتی درست ہے ۲۰۴
○ بعض مال میں شرکت عنان کا حکم ۲۰۵
○ ایک کے دراہم ہوں اور دوسرے کے دنانیر تو شرکت کا حکم ۲۰۵
○ خریداری سے قبل مال ہلاک ہو گئے تو شرکت باطل ہو جائے گی ۲۰۵
○ اگر شریکین میں سے ایک نے مال خرید لیا اور دوسرا کا مال ہلاک ہو گیا ۲۰۶
○ شرکت عنان میں متعین دراہم شرط ٹھہرانا ۲۰۶
○ شرکت عنان و مفاوضہ کے شریکین کے اختیارات ۲۰۶
○ شرکت صنائع کی صورت ۲۰۷

Marfat.com

○شرکت صنائع میں ہر ایک کی ذمہ داری ۲۰۷
○شرکت وجوہ کیا ہے ۲۰۷
○شرکت وجوہ میں تفاضل فی الربح جائز نہیں ہے ۲۰۸
○لکڑی یا گھاس جمع کرنے میں شرکت کا حکم ۲۰۸
○خچر اور ڈولچی والے کی شرکت کا حکم ۲۰۸
○ڈولچی یا خچر والے کا عمل نہ ہو تو اس کو اجرت مثلی ملے گی ۲۰۹
○شرکت فاسدہ میں نفع کا حکم ۲۰۹
○شرکت باطل ہونے کی کچھ صورتیں ۲۰۹

﴿کتاب المضاربت﴾ ۲۱۰

○مضاربت کے لغوی وشرعی معنی ۲۱۰
○شروط صحت مضاربت ۲۱۱
○مضاربت کے لئے کسی کو مضاربت پر مال دینا جائز نہیں ہے ۲۱۲
○بصورت نفع مضارب ثانی اول کے لئے ضامن ہوگا ۲۱۲
○رب المال کی اجازت کے ساتھ مضارب دوسرے کو مضاربت پر دے سکتا ہے ۲۱۳
○مضارب کا اپنے لئے نصف نفع کی شرط ٹھہرانا ۲۱۴
○مضارب کوئی بھی ایسا معاملہ کرے جس سے رب المال کو نقصان پہنچے وہ اسی کے لئے ہوگا ۲۱۵
○مضارب کے لئے ایسے شخص کو خریدنا جو اس پر آزاد ہو جائے ۲۱۵
○مضارب نقد ادھار دونوں طرح بیچ سکتا ہے ۲۱۶
○مال مضاربت سے خریدے ہوئے غلام اور لونڈی نکاح کرانے کا حکم ۲۱۶
○مضارب معزول کے تصرف کا حکم ۲۱۷
○ہلاک شدہ مال راس المال یا نفع کا حکم ۲۱۸
○دوران مضاربت تمام یا کچھ مال ہلاک ہو جانے کا حکم ۲۱۸
○رب المال اور مضارب کی وفات سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے ۲۱۹

﴿کتاب الوکالت﴾ ۲۱۹

○مشروعیت وکالت کی وجہ ۲۲۰
○عقود وکلاء کی تفصیل ۲۲۰
○توکیل بالخصومت کا جواز ۲۲۱
○مبیع مؤکل سے روکنے سے پہلے ہلاک ہو گئی تو مبیع کا حکم ۲۲۵
○اگر مؤکل وصولی یا ثمن کے لئے مبیع روک لے اور وہ ہلاک ہو جائے تو اس کا حکم ۲۲۵
○دو شخصوں کو وکیل بنایا تو کیا وکالت کے کام پر جمع ہونا لازم ہے ۲۲۶
○مؤکل کی اجازت کے بغیر بنائے ہوئے وکیل ثانی کے عقد کا حکم ۲۲۶
○وکیل کے معاملات کی قیود ۲۲۷
○وکیل بالبیع کم اور زیادہ ثمن کے ساتھ بیچ سکتا ہے ۲۲۷
○وکیل بالشراء کے عقد کا حکم ۲۲۸
○تغابن کی تفسیر ۲۲۸
○وکیل بالبیع کا آدھا غلام بیچنا ۲۲۸
○وکیل بالشراء کا آدھا غلام خریدنا ۲۲۹
○ایک درہم کا دس رطل گوشت منگوایا وکیل ایک درہم میں بیس رطل لایا تو اس کا حکم ۲۲۹

Marfat.com

○ متعین شے کے وکیل کو وہی چیز اپنے لئے خریدنا جائز نہیں ہے ۲۳۰
○ وکیل نے غیر معین غلام خریدا تو اس کا حکم ۲۳۰
○ وکیل بالخصومہ کے لئے خصومت سے حاصل شدہ چیز پر قبضہ کا حکم ۲۳۰
○ دین پر قبضہ کرنے کا وکیل جوابدہی کا وکیل ہے ۲۳۱
○ اپنے مؤکل کے خلاف جوابدہی کے وکیل کے اقرار کا حکم ۲۳۱
○ غائب شخص کے وکیل ہونے کی صورت کا حکم ۲۳۲
○ امین سے کہا کہ میں قبضہ کرنے کا وکیل ہوں امین نے تصدیق کردی تو امانت سپرد کرنے کا حکم ۲۳۲
○ وکیل بالبیع کی مشتری کی طرف سے ضمان باطل ہے ۲۳۳
○ وکیل کے معزول ہونے کے بعد تصرف کا حکم ۲۳۳
○ وکالت کے باطل ہونیکی صورتیں ۲۳۴

﴿کتاب الکفالت﴾ ۲۳۴

○ کفالت کی تعریف ۲۳۴
○ کفالت کی اقسام ۲۳۵
○ کفالت بالنفس کا انعقاد ۲۳۵
○ کفالت بالنفس میں کفیل کی ذمہ داری ۲۳۶
○ جان کی کفالت سے براءت ۲۳۶
○ کفیل بازار میں سپرد کردینے سے کفالت سے بری ہو جائے گا ۲۳۶
○ اگر اس کو سپرد نہ کیا تو جو قرض اس پر ہے اس کا ضامن ہوگا ۲۳۶
○ حدود وقصاص میں جان کی کفالت کا حکم ۲۳۷
○ کفالت بالمال کی تعریف وحکم ۲۳۷
○ تکفل کے الفاظ ۲۳۸
○ مکفول کا مکفول عنہ سے مطالبہ کرنا ۲۳۸
○ شروط کے ساتھ کفالہ کو متعلق کرنا جائز ہے ۲۳۸
○ کفیل اور مکفول عنہ کا مقدار دین میں اختلاف ۲۳۹
○ گواہ نہ ہوں تو کفیل کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی ۲۳۹
○ مکفول عنہ کے حکم کے بغیر کفالت جائز ہے ۲۴۰
○ قرض کی ادائیگی کے لئے کفیل کا مکفول عنہ کے پیچھے لگنا ۲۴۱
○ خریدار یا فروخت کنندہ کی طرف سے کفیل بننے کا حکم ۲۴۲
○ ایک شخص کی طرف سے دو شخصوں کا کفیل بننا ۲۴۳
○ مال کتابت میں کتابت میں کفالت کا حکم ۲۴۳
○ مدیون، جس نے وراثت نہیں چھوڑی" کا کفیل بننے کا حکم ۲۴۴

﴿کتاب الحوالة﴾ ۲۴۴

○ حوالہ کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری ہے ۲۴۵
○ محتال محیل پر رجوع کرسکتا ہے ۲۴۵
○ توی کے معنی اور اس کا تحقق ۲۴۶
○ محیل اور محتال کے اختلاف کی صورت میں فیصلہ ۲۴۷
○ سفاتج کا حکم ۲۴۸
○ سفاتج کی وضاحت ۲۴۸

﴿کتاب الصلح﴾ ۲۴۸

○ صلح کی اقسام ۲۴۹
○ اقرار کے ساتھ صلح کرنے کا حکم ۲۴۹
○ سکوت پر صلح کا مطلب ۲۵۰
○ انکار کے ساتھ صلح کا مطلب ۲۵۰
○ انکار اور سکوت کے ساتھ صلح کا حکم ۲۵۰

Marfat.com

- مکان پر یا مکان سے صلح کرنے پر شفعہ کا حکم ۲۵۱
- مصالح عنہ کو کسی حصہ میں حق کا ثابت ہونا ۲۵۱
- متنازع میں حق ثابت ہو جائے تو مدعی کیا کرے ۲۵۱
- مکان میں مجہول دعویٰ پر صلح ہو گئی پھر کوئی مستحق نکل آیا تو عوض کی واپسی نہ ہوگی ۲۵۲
- حد کے دعویٰ میں صلح نہیں ۲۵۲
- مدعی نکاح آدمی سے نکاح کی منکرہ عورت کا صلح کرنا ۲۵۳
- عورت نے نکاح کا دعویٰ کیا مرد نے انکار نکاح کے باوجود صلح کر لی تو اس کا حکم ۲۵۳
- کسی کے متعلق غلام کا دعویٰ کر کے غلام پر صلح کر لینے کا حکم ۲۵۳
- کسی کی طرف سے اس کے امر کے بغیر کی گئی صلح کی اقسام ۲۵۴
- دو شریکوں میں سے ایک کے صلح کر لینے کی صورت کا حکم ۲۵۵
- دو شریکوں میں سے ایک اپنے حصہ کا سامان لے لے تو اس کا حکم ۲۵۶
- بیع مسلم کے دو شریکوں میں سے ایک اپنے مسلم فیہ کے حصے میں صلح کرنے کا حکم ۲۵۶
- ورثاء میں سے ایک کو کچھ دے کر صلح کر لینے کا حکم ۲۵۶
- ایک ہزار نقد تھا ادھار پر صلح کر لی تو جائز ہے ۲۵۷
- ہزار درہم نقد سے ایک ماہ تک ادھار دیناروں پر صلح کر لینے کا حکم ۲۵۷
- ہزار ادھار سے نقد پانچ سو پر صلح کر لینے کا حکم ۲۵۷
- فائدہ ۲۵۸

﴿کتابُ الھبہ﴾ ۲۵۸

- ہبہ کی تعریف ۲۵۸
- ہبہ کے ارکان ۲۵۹
- ہبہ میں ایجاب وقبول کے بعد قبضہ بھی ضروری ہے ۲۵۹
- ہبہ کے الفاظ ۲۵۹
- قابل تقسیم چیز میں سے ایک حصہ ہبہ کرنے کا حکم ۲۶۰
- مشاع چیز کے ہبہ کا حکم ۲۶۱
- گندم میں آٹا اور تلوں میں تیل ہبہ کرنے کا حکم ۲۶۱
- بچے کو کوئی چیز ہبہ کی تو یہ ہبہ کیسے مکمل ہوگا ۲۶۲
- بچہ کو ہبہ کی گئی چیز پر ماں کے قبضہ کا حکم ۲۶۲
- کیا ہبہ بالعوض صحیح ہے ۲۶۳
- باندی کے ساتھ حمل بھی ہبہ ہو جائے گا ۲۶۳
- رجوع فی الھبہ کا حکم ۲۶۴
- رجوع فی الھبہ کی قید کا حکم ۲۶۴
- ہبہ میں عوض دینے کا مطلب ۲۶۵
- موہوب لہ میں سے نصف میں حق ساقط ہو گیا تو نصف عوض میں رجوع کر سکتا ہے ۲۶۵
- رجوع فی الھبہ کے بعض مسائل ۲۶۵
- صدقہ میں بھی قبضہ کرنا شرط ہے ۲۶۶
- دو فقیروں پر ایک چیز صدقہ کرنا جائز ہے ۲۶۶
- صدقہ کرنے کے بعد صدقہ میں رجوع صحیح نہیں ہے ۲۶۷
- رقبیٰ اور عمریٰ کا حکم ۲۶۷

﴿کتاب الغصب﴾ ۲۶۷

- غصب کی تعریف ۲۶۷
- غاصب نے مغصوب کی ہلاک کا دعویٰ کیا تو کیا فیصلہ ہوگا ۲۶۸
- مغصوب لہ کا بدل ۲۶۸

Marfat.com

○غصب میں ہلاک اور استہلاک کے درمیان فرق نہیں ٢٦٩
○مغصوب سے مالک کو بدل ادا کئے بغیر نفع اٹھانا حلال نہیں ٢٦٩
○ کپڑا چھین کر رنگ لینے اور ستو میں گھی ملا دینے کا حکم ٢٧٠
○شہتیر غصب کر کے اوپر تعمیر کر لینے کا حکم ٢٧١
○غائب شدہ مغصوبہ چیز کی قیمت میں اختلاف کا فیصلہ کیسے ہوگا ٢٧١
○قیمت وضمان مغصوب کی بعض صورتوں کا حکم ٢٧٢
○سونا یا چاندی غصب کر کے دراہم ودنانیر بنا لینے کی صورت کا حکم ٢٧٢
○ کپڑے کے پھٹن کا حکم ٢٧٣
○غصب کی تعریف میں لگائی گئی قیود کے ثمرات ٢٧٣
○شیخین کے نزدیک زمین میں غصب ٢٧٤
○مغصوب کی افزائش کا حکم ٢٧٥
○ کیا مغصوب کے منافع کی ضمان لازم ہوگی ٢٧٥

﴿کتاب الودیعة﴾ ٢٧٦

○ودیعت کیا ہے؟ ٢٧٦
○ودیعت مودع کے پاس امانت ہوتی ہے ٢٧٦
○مودع پر ودیعت کی خود ہی حفاظت کرنا لازم ہے ٢٧٦
○باوجود منع کرنے کے بیوی سے حفاظت کرانے کی صورت میں ضمان نہیں ٢٧٧
○ردودیعت کی اجرت مودع کے ذمہ ہے ٢٧٨
○مودع کے مال کے ساتھ ودیعت مل جانے اور ملانے کی صورت کا حکم ٢٧٨
○مودع ودیعت سے خرچ کرے تو ضمان کا حکم ٢٧٨
○باوجود قدرت کے امانت روک لینے کا حکم ٢٧٩
○امانت میں تعدی کا حکم ٢٧٩
○امانت کا انکار تعدی میں شامل ہے ٢٨٠
○امانت کو سفر میں لے جانا جائز ہے ٢٨٠
○امانت میں بوجھ ومشقت ہو تو اس کے ساتھ سفر کا حکم ٢٨٠
○دو آدمیوں نے ودیعت رکھی تو دوسرے کی موجودگی کے بغیر کسی ایک کو اس کا حصہ بھی نہ دے ٢٨١
○دو آدمیوں کے پاس ایک چیز امانت رکھنے کا حکم ٢٨١
○امانت مالک کے مکان پر لوٹا دینے کا حکم ٢٨١
○امانت کی واپسی کی اجرت امانت رکھنے والے پر ہے ٢٨٢

﴿کتاب العاریة﴾ ٢٨٢

○عاریت کے الفاظ ٢٨٣
○عاریت کا حکم ٢٨٣
○مستعار چیز کا اجرت پر دینا جائز نہیں ٢٨٣
○مانگی ہوئی چیز بطور عاریت دینے کا حکم ٢٨٤
○دراہم ودنانیر کو عاریت پر لینا قرض ہے ٢٨٤
○عاریت پر لئے گئے جانور اور غلام کی واپسی کا حکم ٢٨٤
○مستعار چیز کو واپس کرنے کی اجرت ٢٨٥
○عاریت میں رجوع کرنا جائز ہے ٢٨٥
○زمین عاریت پر لینے کا حکم ٢٨٥

﴿کتاب المزارعة﴾ ٢٨٦

○مزارعت کی لغوی اصطلاحی تعریف ٢٨٦
○مزارعت کے درست ہونے کی شرطیں ٢٨٨
○عقد مزارعت میں متعین قفیز کی شرط کا حکم ٢٨٨

Marfat.com

○نالیوں وغیرہ کے قریب کی کھیتی شرط ٹھہرانے کا حکم ۲۸۹
○مزارعت درست ہونے کے بعد تقسیم کا طریقہ ۲۸۹
○عقد مزارعت کے بعد بیج والے کا کام سے رک جانا ۲۹۰
○جس کی طرف سے بیج نہ ہو اس کو حاکم کام پر مجبور کرے گا ۲۹۰
○مدت مزارعت ختم ہو جائے اور فصل نہ پکی ہو' کی صورت کا حکم ۲۹۱
○ کٹائی، کھلیان، فصل اٹھوانے وغیرہ کاموں کی اجرت کس پر ہوگی ۲۹۱
○متعاقدین میں سے کوئی مر جائے تو عقد مزارعت کا حکم ۲۹۱

﴿کتاب المساقاۃ﴾ ۲۹۱

○معاملہ مساقات کا حکم ۲۹۲
○ کون سے اشجار میں مساقات درست ہے ۲۹۲

﴿کتابُ اِحیَاءِ المَواتِ﴾ ۲۹۴

○موات کی تعریف اور اس کا حکم ۲۹۴
○ارض موات کے احیاء کے لئے حاکم کی اجازت ۲۹۵
○ذمی کے موات احیاء کا حکم ۲۹۵
○احیاء موات کا مطلب ۲۹۵
○احیاء موات میں بستی سے دور ہونے کی قید کا فائدہ ۲۹۶
○ کنویں کے حریم کی کفیل ۲۹۶
○ کنویں میں چشمہ جاری ہو تو اس کے حریم کی مقدار ۲۹۷
○ کنواں دیکھنے والے کو حریم دینے کا فائدہ ۲۹۷
○دریا کی چھوڑی گئی زمین کے احیاء کا حکم ۲۹۷
○دوسرے شخص کی زمین سے گزرنے والی نہر کا حریم ۲۹۸
○زمین کے اردگرد پتھر لگا دینے کی صورت میں تین سال کی مہلت ہوگی ۲۹۸

﴿کتاب المأذون﴾ ۲۹۹

○ماذون کون ہے؟ ۲۹۹
○ماذون غلام کے تصرفات کا حکم ۲۹۹
○ماذون غلام کے اقرار دیون کا حکم ۳۰۰
○ماذون غلام کا اپنے خرید شدہ غلام کو مکاتب بنانے اور مال کے عوض آزاد کرنے کا حکم ۳۰۱
○ماذون غلام کے ہبہ اور صدقہ کا حکم ۳۰۱
○ماذون مقروض غلام کو قرضوں کی ادائیگی کے لئے بیچنا ۳۰۲
○ماذون مقروض غلام کے قبضہ میں موجود مال کا حکم ۳۰۲
○عبد ماذون مدیون کو آزاد کرنے کا حکم ۳۰۳
○ماذون غلام کا اپنے مولی سے بیع کرنے کا حکم ۳۰۳
○مولیٰ کا اپنے عبد ماذون سے کچھ بیچنا ۳۰۳
○ ثمن کی وصولی کے لئے مبیع کو روکنا جائز ہے ۳۰۴
○ مجور غلام کا اقرار دیون ۳۰۵
○ بچے کے ولی کا بچے کو تجارت کی اجازت دینا ۳۰۵

﴿کتاب الوقف﴾ ۳۰۶

○وقف کیا ہے؟ ۳۰۶
○مشروعیت وقف کی وجہ ۳۰۶
○وقف کرنے والے کی ملکیت کا زائل ہونا ۳۰۷
○چیز واقف کی ملک سے نکلنے کے بعد پھر اس کے ملک میں داخل ہوگی؟ ۳۰۷
○وقف کے تمام ہونے کی شرط ۳۰۸
○وقف مشاع کا حکم ۳۰۸

Marfat.com

زمین کے وقف کرنے کا حکم	۳۰۸
وقف کی بیع تملیک اور تقسیم کا حکم	۳۰۹
جس جگہ پر مسجد بنائی گئی ہو اس سے واقف کی ملکیت کب زائل ہوگی؟	۳۰۹
مقبرہ و مسافر خانہ، سرایا اور پانی پینے کی جگہ بنانے کا حکم	۳۱۰
وقف کی آمدنی کیسے خرچ ہوگی؟	۳۱۱
کسی کا چیز کو وقف کر کے اپنی ولایت رکھنا	۳۱۱
﴿کتاب اللقیط﴾	۳۱۲
لقیط کو اٹھا لینے کا حکم	۳۱۲
لقیط کا خرچ بیت المال سے ہوگا	۳۱۲
لقیط کے متعلق کسی کے بیٹے ہونے کے دعوی کا حکم	۳۱۳
لقیط کے متعلق ذمی کے دعوی کا حکم	۳۱۳
لقیط کے غلام یا لونڈی ہونے کے دعوی کا حکم	۳۱۴
لقیط کے ساتھ بندھے ہوئے مال کا حکم	۳۱۴
﴿کتاب اللقطه﴾	۳۱۵
لقطہ کیا ہے	۳۱۵
کیا لقطہ اٹھانا جائز ہے؟	۳۱۶
لقطہ اٹھانے والے پر کیا لازم ہوگا؟	۳۱۶
لقطہ صدقہ کرنے کے بعد مالک آجائے تو؟	۳۱۷
جانور پر خرچ کا تاوان کس پر؟	۳۱۷
لقطہ پر حاکم کی اجازت سے خرچ کردہ رقم کی وصولی کا حکم	۳۱۸
لقطہ کے ملک کے دعویدار پر بینہ پیش کرنا ضروری ہے	۳۱۸
لقطہ کے مالک کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت کا حکم	۳۱۹
لقطہ کو فقیر پر صدقہ کرنا ضروری ہے	۳۱۹
مالدار کے لئے لقطہ سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے	۳۱۹
حل اور حرم کے لقطہ میں کوئی فرق نہیں ہے	۳۲۰
﴿کتاب الخنثی﴾	۳۲۰
اگر پیشاب ذکر سے کرتا ہے تو لڑکا ہے	۳۲۰
دونوں راستوں سے پیشاب کرنے کی صورت کا حکم	۳۲۱
مرد یا عورت ہونے کی بعض اور علامات	۳۲۱
خنثی مشکل نماز کی صفوں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان والی صف میں ہوں گے	۳۲۲
خنثی مشکل کا میراث سے حصہ	۳۲۲
قول امام شعبیؒ کی تفسیر میں حضرات صاحبینؒ کا اختلاف	۳۲۳

❀❀❀

Marfat.com

فہرست مضامین

حصہ دوم

كتاب النكاح تا كتاب النفقات

○پیش لفظ ۳۲۷

﴿ كِتَابُ النِّكَاحِ ﴾ ۳۲۹

○نکاح کے شرعی معنی ۳۲۹

○نکاح کا شرعی حکم ۳۲۹

○انعقاد نکاح ۳۳۰

○الفاظ نکاح ۳۳۱

○وہ الفاظ جن سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ۳۳۱

○گواہوں کی موجودگی کی شرط اور ان کے ضروری اوصاف ۳۳۱

○حد قذف لگائے گئے گواہوں کی موجودگی میں ۳۳۳

○دو ذمی گواہوں کی موجودگی میں ذمیہ کا نکاح ۳۳۳

○بیویوں کی تعداد میں مقرر شدہ نصاب شرعی ۳۳۴

○عقد واحد میں حلال اور حرام عورت سے نکاح کا حکم ۳۳۵

○عقد شغار کا حکم ۳۳۶

○نکاح فضولی کا حکم ۳۳۷

○نکاح موقت اور متعہ کا حکم ۳۳۸

﴿ اَلْقَسْمُ بَيْنَ النِّسَآءِ ﴾ ۳۳۸

○بیویوں میں عدل کا طریقہ کار ۳۳۹

○ہر بیوی کی باری میں جماع کا حکم ۳۴۰

○نئی اور پرانی بیوی کے درمیان فرق ہے ۳۴۰

○لونڈی اور آزاد عورت کے درمیان باری کا شرعی حکم ۳۴۰

○سفر میں باری کا حکم ۳۴۱

○سوکن کے کیلئے باری چھوڑنا ۳۴۱

﴿ فَصْلٌ فِي الْمُحَرَّمَاتِ ﴾ ۳۴۲

○محرمات بالرضاع ۳۴۴

○محرمات صهريه ۳۴۴

○محرمات بالجمع ۳۴۶

○محرمات بالكفر والشرك ۳۴۷

○وہ محرمات جن سے غیر کا حق متعلق ہے ۳۴۸

﴿ مسائل شتى ﴾ ۳۴۸

○زنا سے حرمت مصاہرہ کے ثبوت کا حکم ۳۴۸

○نکاح میں عورت اور اسکے خاوند کی بیٹی کو جمع کرنے کا حکم ۳۴۹

○ایک بہن کو طلاق دے کر دوسری بہن سے نکاح کا حکم ۳۴۹

○ملک یمین کے طور پر دو بہنوں سے وطی کا حکم ۳۵۰

﴿ بَابُ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاَكْفَاءِ ﴾ ۳۵۱

○باب الاولیاء والاکفاء ۳۵۲

○بغیر ولی کے باکرہ کے نکاح کر لینے کا حکم ۳۵۳

Marfat.com

○باکرہ بالغہ کو ولی کے نکاح پر مجبور کرنے کا حکم ۳۵۳
○کیا ولی کو اجازت طلب کرنا ضروری ہے؟ ۳۵۴
○باکرہ سے اجازت لینے کا طریقہ ۳۵۴
○باکرہ نکاح سے انکار کردے تو ولی کیا کرے ۳۵۵
○ثیبہ سے اجازت لینے کا حکم ۳۵۵
○بغیر نکاح کے بکارت زائل ہوجانے والی سے اجازت کا حکم ۳۵۶
○لڑکی اور لڑکے کے درمیان اختلاف کا حکم ۳۵۷
○ولی کا بغیر اجازت طلب کئے چھوٹے بچے یا بچی کا نکاح کرنا ۳۵۷
○ولی اقرب کی غیر موجودگی میں ولی ابعد کے لئے نکاح کا حکم ۳۵۸
○مجنونہ عورت کا بیٹا اور باپ دونوں ہوں تو نکاح کا ولی کون ہوگا؟ ۳۵۹
○بچے یا بچی کیلئے بلوغ کے بعد فسخ نکاح کا حکم ۳۵۹
○عصبات کے علاوہ اقارب کا بچی یا بچے کا نکاح کرانا ۳۶۰
○ولی کا چھوٹی بچی کا مہر نصف کردینا یا بچے کی بیوی کا دوگنا کردینا ۳۶۰
○ولی کیلئے عاقل بالغ ہونا شرط ہے ۳۶۱
○کافر کی ولایت کا حکم ۳۶۱
○مہر مثلی سے کم کئے گئے نکاح پر اولیا کو حق اعتراض ۳۶۲
○چچازاد ولی کا لڑکی سے خود نکاح کرلینا ۳۶۲
○بالغہ عورت کی اجازت سے کسی شخص کا خود سے نکاح کرلینے کا حکم ۳۶۳

﴿مَسَائِلُ تَتَعَلَّقُ بِالْكَفَاءَةِ﴾ ۳۶۳

○دین میں کفاءۃ ۳۶۴
○مال میں کفاءۃ ۳۶۴
○پیشوں میں کفاءۃ ۳۶۵
○غیر کفو میں کئے گئے نکاح کا حکم ۳۶۵

﴿عدة مسائل تتعلق بنكاح العبيد والاماء﴾

○چند مسائل جو غلام اور لونڈی کے نکاح کے ساتھ متعلق ہیں ۳۶۵
○مالک کا لونڈی سے یا مالکہ کا غلام سے نکاح کرلینے کا حکم ۳۶۶
○مسلمان کا غیر کی لونڈی سے نکاح کرنا ۳۶۶
○آزاد عورت پر لونڈی سے یا لونڈی پر آزاد سے نکاح کا حکم ۳۶۷
○مولیٰ سے اجازت لئے بغیر نکاح کرچکنے کے بعد لونڈی کو مولیٰ کا آزاد کرنا ۳۶۹
○مولیٰ کے لئے لونڈی کو خاوند کے گھر ٹھہرانے کا حکم ۳۶۹
○لونڈی خاوند کے گھر ہو تو نفقہ کا حکم ۳۷۰
○غلام نے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کیا تو مہر کا حکم ۳۷۰

﴿باب المھر﴾ ۳۷۱

○مہر نہ دینے کی شرط پر کئے گئے نکاح کا حکم ۳۷۲
○مسلمان کے شراب یا خنزیر کو مہر ٹھہرانے کا حکم ۳۷۴
○مقررہ شدہ مہر میں کمی زیادتی کا حکم ۳۷۴
○شہر سے باہر نہ نکالنے کی شرط پر وجوب کا حکم ۳۷۵
○غیر موصوف حیوان کو بطور مہر مقرر کرنے کا حکم ۳۷۵
○غیر موصوف کپڑے کا مہر مقرر کرنا ۳۷۶
○نکاح کرنے کے بعد زوجین کا مہر مقرر کرنا ۳۷۶
○وقت نکاح کے بعد مہر مقرر کرنا ۳۷۶

Marfat.com

○ آزاد آدمی کا ایک سال کی خدمت یا قرآن سکھانے کو مہر مقرر کرنا ۳۷۷

○ غلام کا آزاد عورت کی ایک سال کی خدمت کو مہر مقرر کرنا ۳۷۸

○ عورت کے لیئے ولی کے ضمان مہر کا حکم ۳۷۸

○ نکاح فاسد میں کی گئی وطی سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم ۳۷۹

○ مقطوع الذکر کی خلوت کے بعد مہر کا حکم ۳۸۰

﴿ الخلوة الصحيحة ﴾ ۳۸۱

○ خلوت صحیحہ اور فاسدہ کی تعریف ۳۸۱

○ خلوت سے موانع کی اقسام ۳۸۱

○ نفلی روزہ مانع خلوت نہیں ہے ۳۸۲

﴿ مهر المثل ﴾ ۳۸۲

○ مہر مثلی ۳۸۲

﴿ المتعه ﴾ ۳۸۳

○ مطلقات کے لئے وجوب و استحباب متعہ کا بیان ۳۸۴

﴿ مَسَائِلُ التَّفْرِيْقِ بِسَبَبِ الْعُيُوْبِ ﴾ ۳۸۴

○ عیب کی بنا پر شوہر کو نکاح رد کرنے کا اختیار نہیں ۳۸۴

○ عورت نے خاوند میں جنون وغیرہ کا مرض پایا تو خیار کا حکم ۳۸۴

○ عنین کی بیوی تفریق کا مطالبہ کرے تو عنین کو ایک سال کی مہلت دے جائے گی ۳۸۵

○ عنین اور اسکی بیوی کے درمیان قاضی کی تفریق کا حکم ۳۸۵

○ مذکورہ بالا صورت میں مہر کا حکم ۳۸۶

○ مقطوع الذکر کی بیوی کے مطالبہ پر بغیر مہلت کے تفریق ہوگی ۳۸۶

○ خصی شخص کو بھی سال کی مہلت دی جائیگی ۳۸۷

○ اختلاف دین واختلاف دار کے سبب سے ہونے والی بینونت کے مسائل ۳۸۷

○ کافرہ عورت اسلام لاتے ہی بائنہ نہ ہوگی ۳۸۸

○ کافر کے اسلام لاتے ہی اسکی مجوسیہ بیوی بائنہ نہ ہوگی ۳۸۹

○ دار الحرب میں مسلمان ہونے والی عورت کی فرقت کا حکم ۳۹۰

○ دار الحرب سے مسلمان ہو کر نکلتے ہی بینونت واقع ہوجائے گی ۳۹۰

○ غیر حاملہ مہاجرہ پر عدت کا وجوب نہیں ہے ۳۹۱

○ یہاں تک کہ وضع حمل کرے ۳۹۱

○ مہاجرہ عورت کا وضع حمل قبل نکاح کرنا ۳۹۱

○ مرتد ہوجانے کی صورت میں زوجین کے درمیان جدائی ۳۹۲

○ صورت مذکورہ میں مہر کا حکم ۳۹۲

○ زوجین اکٹھے مرتد ہونے کے بعد اکٹھے مسلمان ہو گئے تو نکاح باقی ہے ۳۹۳

○ مرتد اور مرتدہ کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں ۳۹۳

○ زوجین میں سے کوئی قید کر کے دار الاسلام میں داخل کر دیا گیا تو فوراً فرقت واقع ہوجائے گی ۳۹۴

﴿ اَلْوَلَدُ يَتْبَعُ خَيْرَ الْاَبَوَيْنِ ﴾ ۳۹۴

○ بچہ والدین میں سے مسلمان کے تابع ہوگا ۳۹۴

○ بچہ خیر الابوین کے تابع ہوگا ۳۹۵

○ حالت کفر میں گواہوں کیلئے کیئے گئے نکاح کا حکم ۳۹۶

﴿ كِتَابُ الرِّضَاعِ ﴾ ۳۹۶

○ دودھ پلانے کی کل مدت ۳۹۶

○ رضاعت سے متعلق حکم ۳۹۷

۱۳۵۸۷۵

Marfat.com

○ مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے سے حرمت متعلق نہ ہوگی ۳۹۸
○ آنے والی صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں ۴۰۰
○ باکرہ کے دودھ سے حرمت کا حکم ۴۰۲
○ مرد کے دودھ سے حرمت ثابت نہ ہوگی ۴۰۲
○ ایک بکری کا دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی ۴۰۲
○ عورت کا شوہر کی منکوحہ صغیرہ کو دودھ پلانے کا حکم ۴۰۳
○ مذکورہ صورت میں وجوب مہر کا حکم ۴۰۴
○ ثبوت رضاعت ۴۰۴
○ پانی ملے دودھ سے حرمت کا حکم ۴۰۵
○ دودھ ملے کھانے سے حرمت کا حکم ۴۰۵
○ عورت کا دودھ ملے کھانے سے حرمت رضاعت کا حکم ۴۰۵
○ دوا ملے دودھ سے حرمت کا حکم ۴۰۶
○ بچہ کے حلق میں مردہ عورت کے دودھ ٹپکانے سے حرمت کا حکم ۴۰۶
○ بکری اور عورت کے مخلوط دودھ سے حرمت کا حکم ۴۰۷

﴿ کِتَابُ الطَّلَاق ﴾ ۴۰۷

○ طلاق کی تعریف ۴۰۷
○ زوجین میں موافقت نہ ہو سکے تو خلاصی کی صورت ۴۰۷
○ اقسام طلاق ۴۰۹
○ طلاق بدعت کا حکم ۴۱۰
○ حالت حیض میں دی گئی طلاق کا حکم ۴۱۰
○ حالت حمل میں طلاق کا حکم ۴۱۱
○ مدخول بھا بیوی کو سنت کے موافق طلاق دینے کا حکم ۴۱۱
○ سنت کے موافق طلاق دینا ۴۱۲
○ گونگے کی طلاق کا حکم ۴۱۴

﴿ باب ایقاع الطلاق ﴾ ۴۱۵

○ طلاق رجعی و بائن اور مغلظ کا حکم ۴۱۵
○ الفاظ کی حیثیت سے طلاق کی قسمیں ۴۱۶
○ الفاظ کنایہ کی مزید توضیح ۴۱۹
○ وصف زائد کے ساتھ طلاق کو موصوف کرنے کا حکم ۴۲۰
○ بیوی کے بعض اعضاء کی طرف طلاق کی اضافت کا حکم ۴۲۱
○ بیوی کے جزء شائع کی طرف طلاق کی اضافت کا حکم ۴۲۱
○ طلاق کو آدھا یا تہائی کر کے واقع کرنے کا حکم ۴۲۲

﴿ باب تعلیق الطلاق بالشروط ﴾ ۴۲۲

○ اجنبیہ عورت سے کہنا کہ اگر مجھ سے شادی کی تو طلاق ۴۲۲
○ بیوی کو کہنا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق کہنے کا حکم ۴۲۳
○ اجنبیہ گھر میں داخل ہو تو طلاق کہنے کا حکم ۴۲۴
○ الفاظ شرط اور ان کا حکم استعمال ۴۲۴
○ شرط پوری ہونے پر قسم کا منحل ہو کر ختم ہونا ۴۲۵
○ کلما کے لفظ سے کسی شرط کی طرف طلاق کی اضافت.... ۴۲۵
○ کلما کے متعلق مذکورہ تفصیل کی مثال ۴۲۶
○ تکرار شرط کی وجہ سے مغلظہ ہو چکنے کے بعد طلاق کا حکم ۴۲۶
○ ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق، کہنے کا حکم ۴۲۷
○ ملک کا زائل ہونا یمین کو باطل نہیں کرتا ۴۲۷
○ زوال ملک کی حالت میں وجود شرط سے قسم کا پورا ہونا ۴۲۸
○ وجود شرط میں زوجین کے درمیان اختلاف کی صورت حکم طلاق ۴۲۸
○ جس شرط کا وجود صرف عورت سے معلوم ہو سکتا ہو اس

Marfat.com

میں اختلاف کی صورت میں عورت کی بات قبول ہوگی ۴۲۹
○عورت کا قول اپنے نفس میں مقبول ہونے کی مثال
سے وضاحت ۴۲۹
○ بیوی کی طلاق کو حیض سے متعلق کرنے کی صورتوں کا حکم ۴۳۱
○طلاق کو شہر یا گھر میں دخول کے ساتھ معلق نہ کرنے کا حکم ۴۳۲
○طلاق کو دخول مکہ سے معلق کرنے کا حکم ۴۳۳
《فصل فی الطلاق قبل الدخول》 ۴۳۳
○دخول سے پہلے طلاق کا حکم ۴۳۴
○انت طالق واحدة وواحدة کہنے کا حکم ۴۳۴
○غیر مدخول بہا بیوی کو اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو ایک طلاق
اور ایک طلاق'' کہنے کا حکم ۴۳۵
《با ب تفویض المریض》 ۴۳۶
○بیوی سے اختاری نفسك یا طلقی نفسك وغیرہ
کہنے کا حکم ۴۳۶
○بیوی کے اختیار استعمال کرنے کے بعد طلاق کا حکم ۴۳۷
○اختیار طلاق ملنے کے بعد بیوی کا خود کو طلاق دینا ۴۳۷
○طلاق کا وکیل بنانے کا حکم ۴۳۸
○مریض کی طلاق کا بیان ۴۳۸
○مطلقہ کا خاوند کی وارث بننا ۴۳۹
《مسائل شتیٰ》 ۴۴۰
○ملکیت طلاق میں خاوند کا اعتبار ہے یا بیوی کا؟ ۴۴۰
○زوجین میں سے کوئی دوسرے کا مالک ہوجائے تو تفریق
ہوجائے گی ۴۴۱
《باب الخلع》 ۴۴۱
○خاوند کیلئے بدل خلع قبول کرنے کا حکم ۴۴۲
○طلاق علی المال بلا ذکر لفظ خلع کا حکم ۴۴۳
○مسلمان عورت کے خمر اور خنزیر پر خلع کرنے کا حکم ۴۴۴
○طلاق علی الخمر والخنزیر کا حکم ۴۴۴
○بدل خلع کونسا مال بن سکتا ہے ۴۴۵
○خالی ہاتھ بیوی کا شوہر سے خلع کرنے کا حکم ۴۴۶
○طلقنی ثلاثا علی الف کہنے پر ایک طلاق دینے کا حکم ۴۴۸
○خلع سے سقوط حقوق کا حکم ۴۴۹
《باب الرجعة》 ۴۵۰
○طلاق رجعی میں رجوع کیلئے بیوی کا راضی ہونا شرط نہیں ۴۵۱
○رجوع کرنے کا طریقہ ۴۵۱
○رجوع پر گواہ بنانا مستحب ہے ۴۵۲
○عدت میں رجوع کرنے نہ کرنے میں عورت کا قول
معتبر ہوگا ۴۵۲
○دوران عدت رجوع کے متعلق لونڈی کا قول معتبر ہوگا ۴۵۳
○رجعت کا انقطاع کیا ہوگا ۴۵۴
○ غسل میں وضو کامل رہ گیا تو رجعت منقطع نہ ہوگی ۴۵۵
《المسائل المتعلقة بنکاح المبانة
والمطلقة ثلاثاً》 ۴۵۶
○ تین طلاقوں سے کم طلاق بائن کے بعد بھی نکاح جائز ہے ۴۵۶
○طلاق مغلظہ کے بعد شوہر اول سے نکاح کا حکم ۴۵۷
○نکاح صحیح کی تعریف اور اس کے ساتھ صحیح کی قید لگانے
کا فائدہ ۴۵۷
○حلال ہونے کیلئے وطی کی قید حدیث سے ثابت ہے ۴۵۹

Marfat.com

○مراہق تحلیل میں بالغ کی طرح ہے ۴۵۹
○شرط تحلیل کے ساتھ نکاح مکروہ تحریمی ہے ۴۶۰
○زوج ثانی تین طلاقوں سے کم بھی منہدم کر دیتا ہے ۴۶۰
﴿کتاب العدة﴾ ۴۶۲
○آزاد عورت اور باندی کی عدت میں فرق ۴۶۴
○مرض الموت میں شوہر نے طلاق دی تو عدت کا حکم ۴۶۵
○ابعد الاجلین کا مطلب ۴۶۶
○ابعد الاجلین گزارنے میں بیوی زیادہ عرصہ تک شوہر کی وارث ہوگی ۴۶۶
○طلاق رجعی کی عدت میں لونڈی آزاد ہو جائے تو عدت کا حکم ۴۶۷
○مطلقہ بائنہ باندی کی عدت میں آزاد ہونے سے تغیر نہ ہوگا ۴۶۷
○مہینوں سے عدت گزارنے والی نے دم حیض دیکھ لیا تو نئے سرے سے حیض سے عدت گزارے ۴۶۷
○کیا موطوءہ بالشبہ پر عدت ہے ۴۶۹
○چھوٹے بچے کی منکوحہ حاملہ کی عدت کا حکم ۴۶۹
○مطلقہ کی عدت میں وطی بالشبہ ہوگئی تو عدت کا حکم ۴۷۰
○دو عدتوں کے تداخل کی صورت ۴۷۱
﴿الاحداد﴾ ۴۷۲
○کافرہ اور بچی پر سوگ واجب نہیں ۴۷۴
○لونڈی کیلئے سوگ کا حکم ۴۷۴
﴿حکم الخروج من بیت﴾ ۴۷۴
○معتدہ رجعیہ اور بائنہ کو گھر سے نکلنا جائز نہیں ۴۷۵
○معتدہ کیلئے مکان کی تعین ۴۷۶
○بیوی کیلئے حصہ وراثت رہائش کیلئے کافی ہو تو انتقال جائز نہیں ۴۷۶
○حصہ وراثت رہائش کیلئے ناکافی ہو تو منتقل ہونا جائز ہے ۴۷۶
○بیوہ کو دوران عدت پیغام نکاح دینے کا حکم ۴۷۷
○بیوہ اور مطلقہ ذمیہ کی عدت کا حکم ۴۷۸
○کتابیہ و مطلقہ بیوہ مسلم کی عدت کا حکم ۴۷۸
○زنا کے بعد نکاح کا حکم ۴۷۹
﴿ثبوت النسب﴾ ۴۷۹
○چھ ماہ اور چھ ماہ سے زیادہ کا بچہ ثابت النسب ہے ۴۷۹
○ناقابل التفات احتمال ۴۸۰
○ثبوت ولادت کیلئے ایک عورت کی گواہی کافی ہے ۴۸۰
○غیر مطلقہ عورت کے بچے کے نسب کے ثبوت کا حکم ۴۸۱
﴿کتاب اللعان﴾ ۴۸۳
○لغوی معنی ۴۸۳
○لعان کا طریقہ ۴۸۴
○زوجین کی اہل شہادت اور عورت کے من یحد قاذفھا کی قیود کا فائدہ ۴۸۶
○لعان کے بعد قاضی کی تفریق طلاق بائن شمار ہوگی ۴۸۶
○لعان کے بعد شوہر خود کو جھٹلا دے تو اس پر حد جاری ہوگی ۴۸۷
○لعان کے سبب قاضی نے تفریق کر دی دوبارہ نکاح کرنے کا حکم ۴۸۷
○جس عورت پر تہمت لگانے کی وجہ سے حد لگایا گیا اس سے نکاح کا حکم ۴۸۸
○شوہر نے صغیرہ مجنونہ بیوی پر تہمت لگائی تو لعان نہیں ۴۸۸

Marfat.com

○ مجنون یا کم سن شوہر نے بیوی پر تہمت لگائی تو لعان کا حکم ۴۸۹
○ گونگا بیوی پر تہمت لگائے تو لعان نہیں ۴۸۹
○ تیرا حمل مجھ سے نہیں کہنے سے لعان کا حکم ۴۹۰
○ بیوی کے بیٹے کی نسب کی نفی کے درست ہونے کا حکم ۴۹۱
○ دو جڑ ویں بچوں کے ثبوت نسب کی صورتیں ۴۹۲
《باب الایلاء》 ۴۹۲
○ ایلاء شرعی ۴۹۳
○ چار ماہ تک قریب نہ آنے کی قسم کھانے کا حکم ۴۹۴
○ مطلقہ سے ایلاء ہوگا یا نہیں؟ ۴۹۵
○ چار ماہ سے کم وطی نہ کرنے کی قسم کھانے کا حکم ۴۹۶
○ حالت عذر میں ایلاء سے رجوع کرنے کا طریقہ ۴۹۷
○ قدرة علی الجماع حاصل ہو جائے تو رجوع بالقول باطل ہو جائے گا ۴۹۷
《باب الظهار》 ۴۹۸
○ ظہار کے لغوی اور شرعی معنی ۴۹۸
○ پیٹھ کے علاوہ کسی اور عضو سے تشبیہ کا حکم ۵۰۰
○ سر چہرہ گردن وغیرہ سے تشبیہ دینے کا حکم ۵۰۰
○ ماں کے علاوہ محرمات کے ساتھ تشبیہ سے بھی ظہار ہو جائے گا ۵۰۱
○ بیوی کو، تو میری ماں کی طرح ہے کہنے کا حکم ۵۰۱
○ کئی بیویوں سے ایک ہی مرتبہ ظہار کرنے سے کفارہ کا حکم ۵۰۲
○ تو کفارہ ظہار کیا ہے؟ ۵۰۳
《مسائل الاعتاق فی کفارة الظهار》 ۵۰۳
○ کفارہ ظہار میں کیا غلام آزاد کرنا چاہیئے ۵۰۴
《مسائل الصیام》 ۵۰۷
《مسائل الاطعام》 ۵۰۸
《مسائل شتیٰ》 ۵۰۹
《کتاب النفقات》 ۵۱۰
《نفقة الازواج》 ۵۱۱
○ خاوند پر بیوی کے نفقہ کا وجوب ۵۱۱
○ ناشزہ کے نفقہ کا حکم ۵۱۱
○ بیوی مہر معجل کی وجہ سے سپرد نہ کرے تو نفقہ کا حکم ۵۱۱
○ صغیرہ کیلئے نفقہ کا حکم ۵۱۲
○ خاوند چھوٹا بچہ ہو تو نفقہ کا حکم ۵۱۲
○ عورت دین اور قرض کی وجہ سے محبوس ہو گئی تو وجوب نفقہ کا حکم ۵۱۲
○ بیوی شوہر کے علاوہ کسی محرم کے ساتھ حج کرے تو نفقہ واجب نہیں ۵۱۳
○ بیمار بیوی کیلئے نفقہ واجب ہے ۵۱۳
《مسائل السکنیٰ》 ۵۱۵
《مَسَائِلُ النَّفَقَةِ وَالسُّكنىٰ لِلْمُعْتَدَّةِ》 ۵۱۶
《نَفَقَةُ الْاَوْلَادِ》 ۵۱۷
《نَفَقَةُ الْوَالِدَيْنِ》 ۵۱۹
《فائدہ》 ۵۲۰
《نفقة ذوی الارحام》 ۵۲۱
《فائدہ》 ۵۲۱
《نَفَقَةُ الْمَمَالِيكِ》 ۵۲۱
《اِرْضَاعُ الْاَوْلَادِ وِحِضَانَتِهِمْ》 ۵۲۲

Marfat.com

حصہ اوّل

از

کتاب البیوع تا کتاب الخنثیٰ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی ورسولہ الکریم:

کہاں سے ابتداء کروں کہاں پہ انتہا کروں
کہاں سے لاؤں زباں یارب کیسے تیری ثناء کروں
میری سوچ ہے محدودسی میرے قلم میں اتنی سکت نہیں
کہ تیری بڑائی بیاں کروں اوراس بیاں سے وفا کروں

امابعد: اسلام کامل اکمل دین ہے جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو پیش آنے والے مسائل کا بہترین حل اپنے دامن میں رکھتا ہے، احکام شریعت کا اولین ماخذ کتاب اللہ (قرآن کریم) اور سنت ہے، سنت نبوی نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے ساتھ حضرات صحابہ کرامؓ کہ طریق عمل کو بھی شامل ہے خود محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد عالی ما انا علیہ واصحابی اس کے لئے سند اعتماد ہے، گویا سنت کا لفظ سنت خلفائے راشدین اور تعامل صحابہ کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے، کتاب وسنت کی نصوص تو شمار وگنتی میں آسکتی ہیں، مگر زندگی کے مختلف شعبہ جات میں پیش آنے والے مسائل بے شمار ولامحدود ہیں ان مسائل غیر منصوصہ یا منصوصہ متعارضہ کے لئے فقہ کی ضرورت ہے، فقہی مسائل وہ مسائل ہیں جنہیں مجتہدین امت نے اجتہاد کے راستہ سے دریافت کیا ہے۔ پھر اجتہاد متفق علیہ درجہ کا ہو تو اس کو اجماع امت کہتے ہیں، اور مجتہدین کا اپنا اپنا استنباط ہو تو اس کو قیاس کہتے ہیں، جو مسائل اجتہاد کی راہ سے دریافت ہوں وہ بھی عین دین ہیں، دین میں اضافہ یا بدعت نہیں ہیں لیکن اس کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ مسائل ان شخصیات کا اجتہاد ہوں جن میں شرائط اجتہاد پائی جاتیں ہیں نہ کہ اجتہاد کہ نام پر محرفین دین کی تحریف۔ دین اسلام میں صرف یہ ہی نہیں کہ نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ عبادات کے مسائل بتانے پر اکتفاء کیا گیا ہے، بلکہ زندگی کہ ہر شعبہ کے متعلق ہدایات جاری فرما کر ان پر عمل کرنے والے ہر شخص کے ہر اس عمل کو جو ان ہدایات کی روشنی میں کیا گیا ہو عبادت اور ذریعہ سعادت بنا دیا ہے۔ خرید وفروخت، تجارت وغیرہ معاملات انسانی زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے جب کوئی انسان اصول شریعت کا خیال رکھتے ہوئے اس شعبہ میں کام کرتا ہے تو دنیاوی کامیابی ہی نہیں بلکہ اخروی فلاح بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ تجارت کا پیشہ اختیار کرنے والے شخص کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔

Marfat.com

اَلتَّا جِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ (ترمذی شریف) جو تاجر اصول شریعت کی پاس داری کرتے ہوئے صداقت وامانت کی صفات سے متصف ہو کر تجارت کرے قیامت میں ایسا شخص انبیاء، صدقین، شہداء کے ساتھ ہوگا۔ جب اسلامی اصولوں کو نظر انداز کر کے بیع وشراء وغیرہ معاملات کئے جاتے ہیں تو کبھی تو برکت سے محرومی ہوتی ہے اور کبھی محنت کرنے کے باوجود سرے سے کمائی حلال ہی نہیں ہوتی اور حرام کھانے کے متعلق حدیث شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن کچھ ایسے لوگ لائے جائیں گے جن کے ساتھ تہامہ، پہاڑ کی طرح نیکیاں ہونگیں، مگر اللہ جل جلالہ کے دربار میں انہیں کوئی حیثیت نہیں ملے گی، اور پھر اس آدمی کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیونکر ہوگا؟

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ لوگ نمازیں بھی پڑھتے ہونگے، روزے بھی رکھنے والے ہونگے، حج بھی کرتے ہونگے، مگر ان سب کے باوجود جب کوئی ذرا سا حرام مال سامنے آیا تو بے دریغ لے لیتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے نامہ اعمال کو ضائع کردیں گے (فضائل تجارت ص ۹۳)

حضرت وہب بن الورد فرماتے ہیں کہ تم (نماز میں) ستون کی طرح کھڑے رہو اس سے تمہیں کچھ نفع حاصل نہ ہوگا جب تک تم تحقیق نہ کرلو کہ جو تمہارے پیٹ میں جارہا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنھم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِّیَ بِالْحَرَامِ (مشکوۃ مصابیح ص ۲۴۳) وہ بدن جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی پرورش حرام غذا سے کی گئی ہو۔

کسب حلال کے لئے پانچ باتوں کا خیال رکھنا چاہئے: فقیہ ابولیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں جو شخص اپنی کمائی کو حلال اور پاکیزہ بنانا چاہتا ہو تو پانچ چیزوں کا خیال رکھے۔ (۱) اس کمائی میں مشغول ہو کر اللہ جل شانہ کی کسی فرض کردہ عبادت میں کوئی کمی نہ کرے۔ (۲) اس کمائی کی وجہ سے کسی مخلوق کو کوئی تکلیف نہ دے۔ (۳) اس کمائی سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی کفالت مقصود ہو ریاکاری یا خزانہ بنانا مطلوب نہ ہو۔ (۴) اس کمائی کے لئے اپنے آپ کو ہمت سے زیادہ مشقت میں نہ ڈالے۔
(۵) رزق کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھے اور اس کسب کو محض ایک سبب اور ذریعہ یقین کرے (تنبیہ الغافلین)

نبی کریم ﷺ کا ایک مزدور کا ہاتھ کو چومنا

نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ سے ایک دن مصافحہ کیا تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ میں سختی محسوس کی، تو آپ ﷺ اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے لئے اپنے باغ میں کدال اور پھاوڑے چلاتا ہوں تو نبی کریم ﷺ نے ان کا ہاتھ چوم لیا اور ارشاد فرمایا: یہ ہتھیلیاں اللہ جل جلالہ کو بھی پیاری ہیں (طبرانی) آدمی حلال کھانے سے مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے

Marfat.com

دعا فرما دیجئے تا کہ مستجاب الدعوات (لوگوں) میں سے بن جاؤں کہ اللہ جل جلالہ میری دعا رد نہ فرمائے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اَطِبْ طَعَمَكَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُكَ ۔حلال کھانا کھاؤ تمہاری دعا قبول ہوگی۔

﴿تجارت شروع کرنے سے پہلے مسائل تجارت سیکھنے کی اہمیت﴾

حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ ہمارے بازاروں میں وہی تجارت کرے جو اس کے مسائل جانتا ہو (کنز العمال)

حضرت عمرؓ کبھی کبھی بازار میں گشت کرتے اور جو احکام سیکھے بغیر خرید و فروخت کرتا ہوتا اس کو کوڑے لگواتے اور فرماتے کہ وہ شخص ہمارے بازاروں میں تجارت نہ کرے جو سود کو نہ جانتا ہو۔ (یعنی اس کو پتہ نہ چلے کہ کونسی صورت میں سود یا شبہ سود کی وجہ سے بیع جائز نہ ہوگی) (مدخل ابن الحجاج) فتاوی تاتارخانیہ میں فتاوی سراجیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو تجارت میں اس وقت تک مشغول ہونا جائز نہیں ہے جب تک وہ بیع شراء کے احکام نہ جان لے کہ کیا جائز ہے اور کیا ناجائز۔

التفہیم الضروری کا زیر نظر حصہ بھی بیوع وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے، کوشش یہ کی گئی ہے کہ مسائل عام فہم اسلوب میں بیان کئے جائیں، تا کہ عام لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت بخشے اور بندہ اور بندہ کے والدین گرامی اور حضرات اساتذہ کرام اور اس کتاب کی تالیف، کمپوزنگ و تصحیح میں پر خلوص سعی کرنے والی دار العلوم سیدہ حفصہؓ کی معلمات محترمہ بنت چوہدری ظہور صاحب رئیسہ جامعہ ھذا معلمہ بنت قاری محمد احمد صاحب، معلمہ بنت محمد لیاقت صاحب، معلمہ بنت حافظ منیر احمد صاحب، معلمہ بنت ڈاکٹر محمد زبیر صاحب، معلمہ بنت حاجی بشیر مرحوم صاحب کے لئے صدقہ جاریہ بنائیں امین ثم امین۔

محمد اسد اللہ عمر نعمانی غفرلہ

مہتمم دار العلوم سیدہ حفصہؓ محلہ میاں کے موڑ

کوٹ رادھا کشن روڈ پھول نگر

صفر الخیر ۲۶ فروری ۲۰۰۷ء

بروز پیر بوقت ۱۱:۳۰

Marfat.com

کتاب البیوع

س: اَلْبَیْعُ مَا هُوَ ؟

ج :هُوَ مُبَادَلَةُالْمَالِ بِالْمَالِ بِتَرَاضِی العَاقِدَیْنِ ۔

س: بیع کیا ہے؟

ج: یہ (یعنی بیع) عقد کرنے والے دوشخصوں (یعنی بیچنے والے اور خریدنے والے) کی باہمی رضامندی کے ساتھ مال کا مال کے ساتھ تبادلہ کرنا ہے؟

توضیح: صاحب کتاب عبادات سے فارغ ہونے کے بعد معاملات شروع کرر ہے ہیں۔ بیوع بیع کی جمع ہے، بیع مصدر ہے مصدر کے بارے میں اصل ضابطہ یہ ہے کہ اسکی جمع نہیں آتی اور نہ ہی تثنیہ،لیکن چونکہ بیع کی بہت سی قسمیں ہیں اس لئے صاحب کتاب جمع کا صیغہ استعمال فرمار ہے ہیں۔چنانچہ بیع کی چار قسمیں ہیں (۱) نافذ وصحیح (۲) موقوف (۳) فاسد (۴) باطل۔

﴿اقسام بیع باعتبار مبیع﴾

اور مبیع کے اعتبار سے بھی چار قسمیں ہیں۔اس لئے کہ مبیع یا تو عین ہوگی یا دین ہوگی۔

(۱) عین کی بیع عین کے ساتھ: اس بیع کو بیع مقایظہ کہتے ہیں۔

(۲) دین کی بیع دین کے ساتھ: اس بیع کو بیع صرف کہتے ہیں۔

(۳) دین کی بیع عین کے ساتھ: اس بیع کو بیع سلم کہتے ہیں۔

(۴) عین کی بیع دین کے ساتھ: اس بیع کو بیع مطلق کہتے ہیں۔عموماً یہی بیع رائج ہے۔

﴿اقسام بیع باعتبار ثمن﴾

ثمن کے اعتبار سے بھی بیع چار قسموں پر مشتمل ہے۔

(۱) بیع پہلے ثمن پر اضافہ کے ساتھ ہوگی، اس کا نام بیع مرابحہ ہے۔

(۲) یا پہلے ثمن کے برابر دوسری بیع ہوگی، اس کا نام بیع تولیہ ہے۔

(۳) پہلے ثمن سے کم پر دوسری بیع ہوگی، اس کا نام بیع وضیعہ ہے۔

Marfat.com

(۴) بلا تفاوت ثمن اول پر ہوگی جس پر بائع مشتری کا اتفاق ہوگیا اس کا نام بیع مساومہ ہے۔ البیع ما ھو سے سوال کر کے صاحب کتاب نے جو جواب دیا ہے وہ بیع کی لغوی تعریف نہیں بلکہ اصطلاحی تعریف ہے، بیع کا لفظ اضداد سے ہے یعنی بیع و شراء دونوں معنیٰ میں مستعمل ہے اور یہ متعدی بدو مفعول ہے۔

﴿بیع کی لغوی تعریف﴾

لغت کے اعتبار سے بیع کے معنی ایک چیز سے دوسری چیز کے تبادلہ کے آتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ وہ چیز مال ہے یا مال نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ) چونکہ حضرت یوسفؑ آزاد تھے اس لئے آپ پر مال کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

﴿بیع کی اصطلاحی تعریف﴾

اصطلاح شریعت میں بیع آپس کی رضامندی سے ایک مال کو دوسرے مال سے بدل لینے کو کہتے ہیں۔

س : كَيْفَ يَنْعَقِدُ الْبَيْعُ ؟

ج : اَلْبَيْعُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ إِذَا كَانَا بِلَفْظِ الْمَاضِيْ كَأَنْ يَّقُوْلَ أَحَدُهُمَا : بِعْتُ ، وَيَقُوْلَ الْاٰخَرُ : اِشْتَرَيْتُ ۔

س: بیع کیسے منعقد ہوتی ہے؟

ج: بیع ایجاب اور قبول کے ساتھ منعقد ہوتی ہے جب کہ وہ دونوں (یعنی ایجاب وقبول) ماضی کے لفظ کے ساتھ ہوں جیسے ان دونوں میں سے ایک کہے: میں نے بیچا اور دوسرا کہے میں نے خریدا۔

توضیح: بائع اور مشتری کی طرف سے ایجاب وقبول متحقق ہو جانے کے بعد بیع منعقد ہو جاتی ہے۔ بیع وشراء کا معاملہ کرنے والوں میں سے جس کا کلام پہلے مذکور ہو اس کو ایجاب اور جو بعد میں مذکور ہو، اس کو قبول کہتے ہیں۔ پھر جس لفظ کے ذریعے بیچنے اور خریدنے کے معنی کی نشاندہی ہو رہی ہو اسے ایجاب وقبول کہتے ہیں۔ چاہے وہ دونوں لفظ ماضی کے ہوں جیسے بائع نے کہا بعت، اعطیت بذلت، رضیت، جعلت لك ھذا بكذا، ھولك وغیرہ اور مشتری نے کہا: اشتریت، قبلت، اخترت، اجزت، اخذت، قد فعلت وغیرہ یا دونوں صیغے زمانہ حال کے ہوں جیسے ابیعك اور اشتریه ۔ یا دونوں سے ایک ماضی ہو اور ایک حال ہو بہر حال بیع کا منعقد ہونا کسی خاص لفظ پر منحصر نہیں ہے بلکہ جب مالک بنانے اور مالک بننے کے معنی حاصل ہو جائیں گے تو بیع کا حکم ثابت ہو جائے گا، بخلاف طلاق وعتاق کے کہ ان میں معنی کا ہی اعتبار نہیں بلکہ وہ الفاظ معتبر ہوتے ہیں جو ان کے واسطے صراحۃً یا کنایۃً موضوع ہیں۔ ماضی کے لفظ کی جو قید لگائی ہے وہ صرف امر کو اور اس مضارع کو خارج کرنے کے لئے لگائی گئی ہے جس کے ساتھ سین اور سوف ملے ہوئے ہیں، کیونکہ اگر یہ صیغے کر کئے جائیں تو اس سے بیع درست نہیں ہوتی۔

Marfat.com

﴿نفس ایجاب سے بیع لازم نہیں ہوتی﴾

س :اِذَا اَوْجَبَ اَحَدُ الْمُتَعَاقِدِیْنِ الْبَیْعَ هَلْ یَلْزَمُ الْبَیْعُ الْفَرِیْقَ الْآخَرَ؟

ج :لَا یَلْزَمُ الْبَیْعُ بِنَفْسِ الْاِیْجَابِ، بَلْ یَلْزَمُ اِذَا حَصَلَ الْاِیْجَابُ وَالْقَبُوْلُ کِلَاهُمَا ، فَاِذَا اَوْجَبَ اَحَدُهُمَا الْبَیْعَ فَالْآخَرُ بِالْخِیَارِ اِنْ شَاءَ قَبِلَ فِی الْمَجْلِسِ وَ اِنْ شَاءَ رَدَّهٗ ، فَاِذَا قَبِلَ لَزِمَهُمَا الْبَیْعُ ، وَ حِیْنَئِذٍ لَا خِیَارَ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا ۔

س: جب ایک دوسرے کے ساتھ عقد کرنے والے دوشخصوں میں سے ایک بیع کا ایجاب کرے تو کیا بیع دوسرے فریق کولازم ہو جاتی ہے؟

ج: نفس ایجاب سے بیع لازم نہیں ہوتی بلکہ (بیع) تب لازم ہوتی ہے جب ایجاب وقبول دونوں حاصل ہوں پس جب ان دونوں میں سے ایک بیع کا ایجاب کرے تو دوسرا با اختیار ہے اگر چاہے (اسی) مجلس میں قبول کرے اور اگر چاہے اسے رد کردے پس جب قبول کر لے تو بیع دونوں کولازم ہوجاتی ہے اور اس وقت ان دونوں میں سے کسی کو (رد کا) اختیار (حاصل) نہیں۔

توضیح: متعاقدین میں سے صرف ایک شخص کے ایجاب سے ہی بیع دوسرے فریق پر لازم نہیں ہوجاتی، بلکہ بیع اس وقت لازم ہوتی ہے جب ایجاب اور قبول دونوں حاصل ہوجائیں لہذا متعاقدین یعنی بائع اور مشتری میں سے کسی ایک نے جب ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار حاصل ہوگا کہ اگر اس کا جی چاہے تو وہ اسی مجلس میں اس کو قبول کرلے، ورنہ اس کو رد کردے، کیونکہ اگر اس کو رد کرنیکا حق نہ ہوتو اس کی خوشی کے بغیر بیع کا حکم لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے۔پھر جب فقط ایجاب سے بیع نہیں ہوتی تو پھر ایجاب کرنے والے کو بھی اپنے ایجاب سے رجوع کا حق حاصل ہے، کیونکہ اس میں دوسرے کے حق کا ابطال نہیں ہے۔لیکن اگر متعاقدین میں سے ایک نے ایجاب کیا اور دوسرے نے قبول کرلیا تو اب ان دونوں پر بیع لازم ہوگئی، اب ان میں سے کسی ایک کو بھی بیع کے توڑ دینے کا اختیار نہیں ہے۔

﴿ایجاب کے بعد قبول سے پہلے مجلس سے اٹھ جانے سے ایجاب باطل ہوجائے گا﴾

س :لِمَ قَیَّدْتُمُ الْقَبُوْلَ بِالْمَجْلِسِ؟

ج :لِاَنَّ اَحَدَ الْمُتَعَاقِدَیْنِ اِذَا اَوْجَبَ الْبَیْعَ ثُمَّ قَامَ هُوَ مِنَ الْمَجْلِسِ اَوْ صَاحِبُهٗ قَبْلَ الْقُبُوْلِ بَطَلَ الْاِیْجَابُ ۔

س: آپ نے قبول کو اسی مجلس کے ساتھ مقید کیوں کیا ہے؟

ج: کیونکہ آپس میں عقد کرنے والے دوشخصوں میں سے ایک جب بیع کا ایجاب کرے پھر وہ (خود) یا اس کا ساتھی قبول کرنے سے پہلے مجلس سے اٹھ جائے تو ایجاب باطل ہوجائے گا۔

توضیح: مجلس میں قبول کرنے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اگر بائع اور مشتری سے کوئی ایک ایجاب کے بعد بغیر قبول کرنے کے

Marfat.com

مجلس سے اٹھ جائے گا تو ایجاب باطل ہو جائے گا اور قبول کرنے کا اختیار نہ رہے گا۔ کیونکہ تملیکات میں یہ ضابطہ ہے کہ مجلس کے مختلف ہونے سے قبول کرنے کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ اور مجلس کا اختلاف ہر اس عمل سے ثابت ہو جاتا ہے جو اعراض پر دلالت کرتا ہو، جیسے اٹھ کھڑا ہونا، کھانا، پینا، کلام کرنا، نماز پڑھنے لگ جانا وغیرہ۔

البتہ ایک آدھ لقمہ کھانا یا جو برتن ایجاب کے وقت اس کے ہاتھ میں تھا اس سے ایک آدھ گھونٹ پی لینا، یا جو فرض نماز شروع کر چکا تھا اس کا پورا کرنا مجلس کو تبدیل نہیں کرتا، اس لئے ان افعال کے کر لینے سے قبول کا اختیار باطل نہ ہوگا۔

﴿عیب کی وجہ سے خریدا ہوا مال واپس کرنا﴾

س: اِذَا تَمَّ الْبَیْعُ فَھَلْ یَحْصُلُ الْخِیَارُ لِلْمُشْتَرِیْ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ؟

ج: نَعَمْ لَهٗ خِیَارٌ اِذَا ظَھَرَ عَیْبٌ فِی السِّلْعَةِ اَعْنِی الْمَالَ الَّذِیْ اشْتَرَاهُ اِنْ شَاءَ رَدَّهٗ وَ اِنْ شَاءَ اَخَذَهٗ، وَ کَذٰلِكَ یُخَیَّرُ الْمُشْتَرِیْ بِالْاَخْذِ وَالرَّدِّ اِذَا اشْتَرٰی مَالَمْ یَرَهٗ۔

س: جب بیع مکمل ہو جائے تو کیا خریدار کو کسی وجہ سے (خریدا ہوا مال واپس کرنے کا) اختیار حاصل ہوتا ہے؟

ج: جی ہاں! جب سامان میں عیب ظاہر ہو جائے یعنی وہ مال جو اس نے خریدا تو خریدار کو اختیار (حاصل) ہے کہ اگر چاہے (اس مال) کو واپس کر دے اور اگر چاہے اسے لے لے اور اسی طرح خریدار کو (خریدا ہوا مال) لینے اور واپس کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے جب وہ ایسی (چیز) خریدے جو اس نے نہ دیکھی ہو۔

لغوی تحقیق: سلعة: سامان وسامان تجارت جمع سلع اور اگر سَلعَته یا سِلعَته ہو سین کے زبر سے تو اس زخم کو کہتے ہیں جو جلد کو پھاڑ دے۔ حصل (ن) سے حُصُوْلاً و مَحْصُوْلاً الشئی: حاصل ہونا، ثابت ہونا، باقی رہنا۔

توضیح: ایجاب وقبول ثابت ہو جانے کے بعد بیع لازم ہو جاتی ہے، اور عقد بیع کرنے والوں سے کسی کو خیار عیب اور خیار رؤیت کے علاوہ بیع توڑ دینے کا حق باقی نہیں رہتا، امام مالکؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمد رحمہما اللہ کے ہاں متعاقدین میں سے ہر ایک کو مجلس کے باقی رہنے تک اختیار رہتا ہے۔

ان حضرات کی دلیل وہ روایت ہے جو ائمہ ستہ نے بالفاظ مختلفہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے، (**المتبائعان بالخیار مالم یتفرقا**) بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔ ان حضرات کے اس حدیث سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس سے بائع اور مشتری کے بدنوں کا جدا ہونا یا مجلس کا جدا ہونا مراد نہیں ہے، بلکہ مقصود قولوں کا متفرق ہونا ہے۔ یعنی ایجاب کے بعد دوسرا کہے مجھے نہیں لینا یا قبول کرنے سے پہلے ایجاب کرنے والا کہہ دے کہ میں فروخت نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں متعاقدین کو متبائعان کہا گیا ہے، اور متبائعان کے لفظ کا اطلاق حقیقی معنیٰ پر اسی وقت ہو سکتا ہے جب ایک نے ایجاب کیا ہو مگر دوسرے نے ابھی قبول نہ کیا ہو۔ ایجاب اور قبول سے پہلے ان کو متبائعان کہنا، اسی طرح عقد بیع کو پورا ہو جانے کے بعد

Marfat.com

متبائعان کہنا مجاز ہے، پس حقیقت پر محمول کرنا بہتر ہے تا کہ نصوص قرآنی کے خلاف نہ ہو۔
خلاصہ: یہ ہے کہ جب ایجاب قبول حاصل ہو جائیں تو بیع لازم ہو جاتی ہے اور بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ملک ثابت ہو جاتا ہے۔ یعنی بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہے اور مشتری مبیع کا مالک ہو جاتا ہے۔ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی بیع ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، اختیار اس وقت حاصل ہوگا جب مبیع میں کوئی عیب ہو یا مشتری نے بغیر دیکھنے کے مبیع خرید لی ہو۔ پہلی صورت میں تو خیار عیب حاصل ہوگا۔ اور دوسری صورت میں خیار رؤیت حاصل ہوگا۔
نوٹ: خیار عیب اور خیار رؤیت کے مستقل باب آگے آرہے ہیں۔

﴿اجل معلوم ہو تو نقد وادھار دونوں طرح بیع جائز ہے﴾

س: هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ مُّتَوَجِّلٍ؟
ج: يَجُوْزُ الْبَيْعُ بِثَمَنٍ حَالٍ وَ مُؤَجَّلٍ اِذَا كَانَ الْاَجَلُ مَعْلُوْمًا۔
س: کیا ادھار ثمن کے ساتھ بیع جائز ہے؟
ج: بیع، نقد اور ادھار ثمن کے ساتھ جائز ہے بشرطیکہ (ادھار کی) مدت معلوم ہو۔
توضیح: بیع نقد اور ادھار دونوں طرح جائز ہے، البتہ ادھار میں یہ شرط ہے کہ مدت معلوم ہونی چاہیئے، تا کہ بعد میں جھگڑے کی نوبت نہ آئے، اگر مدت معلوم نہ ہوگی تو بیع فاسد ہوگی، نقد تو اس لئے درست ہے کہ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ اللہ رب العزت نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام۔
تو اس آیت میں بیع کا حلال ہونا مطلقاً فرمایا، خواہ نقد ہو یا ادھار اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابوشحم یہودی سے کچھ غلہ ایک مدت کے وعدے پر ادھار خریدا اور اپنی زرہ بطور رہن اس کے پاس رکھی، ان دونوں دلیلوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بیع نقد اور ادھار دونوں طرح جائز ہے۔

﴿اشارہ پہچان کے ذرائع میں کامل ترین ذریعہ ہے﴾

س: رَجُلٌ بَاعَ سِلْعَةً وَ اَشَارَ اِلَيْهَا وَلَمْ يُبَيِّنْ مِقْدَارَهَا وَزْنًا اَوْ كَيْلًا اَوْ تَبَايَعَ رَجُلَانِ سِلْعَةً بِسِلْعَةٍ مِنْ غَيْرِ بَيَانِ قَدْرِهِمَا وَ اَشَارَ اِلَيْهِمَا هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ فِيْ هَاتَيْنِ الصُّوْرَتَيْنِ؟
ج: جَازَ الْبَيْعُ فِى الصُّوْرَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا لِاَنَّ الْاَعْوَاضَ الْمُشَارَ اِلَيْهَا مِنَ الثَّمَنِ اَوِ الْمَبِيْعِ لَا يَحْتَاجُ اِلٰى مَعْرِفَةِ مِقْدَارِهَا فِيْ جَوَازِ الْبَيْعِ، فَاِنَّ الْاِشَارَةَ اَبْلَغُ اَسْبَابِ التَّعْرِيْفِ۔
س: ایک شخص نے سامان بیچا اور اس (سامان) کی طرف (محض) اشارہ کیا اور وزن کرنے یا ناپنے کے اعتبار سے اس (سامان) کی مقدار بیان نہیں کی یا دو شخصوں نے سامان کے عوض سامان ان دونوں (سامانوں) کی مقدار بیان کیے بغیر باہم خرید وفروخت کیا

Marfat.com

اور (محض) ان کی طرف اشارہ کیا تو کیاان دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے؟

ج: ان دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے کیونکہ وہ اعواض یعنی ثمن یا مبیع جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہو بیع کے جواز میں ان کی مقدار معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے کہ اشارہ پہچان کرانے کے ذرائع میں سے کامل ترین (ذریعہ) ہے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ بیع کے عوض خواہ وہ ثمن ہو یا مبیع جب اس کی طرف اشارہ کردیا جائے تو بیع درست ہو جاتی ہے، اس کی مقدار و وصف بیان

کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی مثال کے طور پر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ گندم کی ڈھیری میں نے ان دراہم کے عوض خریدی جو میرے ہاتھ میں ہے، تو یہ بیع جائز ہے، حالانکہ یہاں نہ گندم کی مقدار معلوم ہے نہ ثمن کی، اس بیع کے جائز ہونے کی وجہ سے یہ ہے کہ مقدار اور وصف کے بیان سے مقصود شناخت ہے، اور اشارہ شناخت کے اسباب میں سے ایک بہت واضح سبب ہے۔ تو مقصود کے حاصل ہو جانیکی وجہ سے یہ بیع درست ہوگئی ہے۔

﴿مقدار و وصف کو بیان نہ کیا تو بیع کا حکم﴾

س: وَإِذَا أَطْلَقَ الثَّمَنَ وَ لَمْ يُبَيِّنِ الْقَدْرَ وَالصِّفَةَ مَاحُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ؟

ج: إِذَا أَطْلَقَ الثَّمَنَ مَثَلاً قَالَ: اِشْتَرَيْتُ مِنْكَ بِفِضَّةٍ أَوْ بِذَهَبٍ أَوْ بِدَنَانِيْرَ أَوْ بِدَرَاهِمَ أَوْ بِحِنْطَةٍ وَ لَمْ يُبَيِّنِ الْقَدْرَ وَالصِّفَةَ لَايَجُوْزُ الْبَيْعُ فَلَابُدَّ لِصِحَّةِ الْبَيْعِ أَنْ يَذْكُرَ الْقَدْرَ ۔ كَأَنْ يَقُوْلَ: اِشْتَرَيْتُ بِكَذَامِنَ الدَّرَاهِمِ مَثَلاً ۔ وَأَنْ يَذْكُرَ الصِّفَةَ كَأَنْ يَقُوْلَ بِمِصْرِيٍّ أَوْ شَامِيٍّ، جَيِّدًا وَرَدِّيٍّ۔

س: جب ثمن کو مطلق رکھے اور مقدار اور وصف کو بیان نہ کرے تو اس بیع کا کیا حکم ہے؟

ج: جب ثمن کو مطلق رکھے مثلاً (یوں) کہے: میں نے آپ سے چاندی کے عوض یا سونے کے عوض یا دیناروں کے عوض یا درہموں کے عوض یا گندم کے عوض خریدا اور مقدار اور وصف بیان کرے تو بیع جائز نہیں ہوگی پس بیع کی صحت کے لئے مقدار ذکر کرنا ضروری ہے جیسے یوں کہے: میں نے مثلاً اتنے درہموں کے عوض خریدا اور وصف ذکر کرنا (ضروری ہے) جیسے یوں کہے: (وہ درہم) مصری یا شامی کھرے یا کھوٹے ہیں۔

توضیح: بائع نے مشتری سے کوئی چیز خریدی مطلقاً ثمن کو ذکر کیا، لیکن اس کی مقدار اور صفیت بیان نہیں کی، مثال کے طور پر اس طرح کہا کہ میں نے تجھ سے خریدا چاندی یا سونے یا دیناروں یا درہموں یا گندم کے بدلے میں تو یہ بیع جائز نہیں ہے، جیسا کہ اوپر گزرا کہ بیع کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اگر اعواض کی طرف اشارہ نہ کیا جائے تو مقدار کو بیان کیا جائے۔ مثال کے طور پر اس طرح کہے فلاں چیز کو میں نے اتنے روپوں کے بدلے میں خریدا اور صفت کو بھی بیان کیا جائے مثلاً اس طرح کہے کہ مصری ہے یا شامی ہے، ملتانی ہے یا لاہوری، اچھی ہے یا گھٹیا قسم کی۔

Marfat.com

﴿ثمن کو مطلق رکھا اور شہر میں مختلف سکے رائج ہوں تو بیع کا حکم﴾

س: اِذَا اَطْلَقَ الثَّمَنَ - اَیْ سَکَتَ عَنْ ذِکْرِ الصِّفَةِ - وَقَالَ مَثَلاً: بِعْتُ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ وَ فِي الْبَلَدِ دراهم مُخْتَلِفَةٌ فِي الصِّفَةِ دُوْنَ الْمَالِيَةِ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ اِذَا قَبِلَ الْمُشْتَرِیْ؟

ج: اِذَا کَانَ کَذٰلِكَ جَازَ الْبَيْعُ ، وَ تَتَعَيَّنَ الدَّرَاهِمُ الَّتِیْ يَتَعَامَلُ بِهَا النَّاسُ فِي الْبَلَدِ غَالِبًا ۔

س: جب ثمن مطلق رکھے یعنی وصف ذکر کرنے سے خاموش رہے اور مثلاً (یوں) کہے: میں نے دس درہموں کے عوض بیچا حالانکہ شہر میں ایسے درہم (موجود) ہیں جو وصف میں مختلف ہیں مالیت میں نہیں تو کیا اس صورت میں بیع جائز ہوگی جب کہ خریدار قبول کر لے؟

ج: جب ایسا ہو تو بیع جائز ہے اور ایسے درہم متعین ہو جائیں گے جن کے ساتھ لوگ شہر میں عموماً معاملہ کرتے ہیں۔

توضیح: اگر کسی شہر میں مختلف قسم کے سکے رائج ہوں اور مالیت میں سب برابر ہوں مثلاً کسی شہر میں بخاری اور سمرقندی سکوں کا رواج ہو اور مالیت میں سب برابر ہوں، تو ایسی صورت میں اگر ثمن کو مطلق ذکر کیا جائے یعنی مقدار تو ذکر کر دی جائے لیکن صفت ذکر نہ کی جائے۔ مثلاً یہ کہا کہ یہ چیز میں نے دس درہموں میں خریدی ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ یہ درہم بخاری ہوں گے یا سمرقندی ہوں گے۔ تو اس کو غالب نقد بلد پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ جس سکے کا رواج زیادہ ہو متعارف وہی ہوتا ہے اور ضابطہ ہے کہ ''المعروف کالمشروط'' یعنی معروف اور متعارف کو وہی درجہ حاصل ہے جو مشروط کو حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے ثمن کو مطلق رکھنے کی صورت میں وہی واجب ہوگا جو شہر میں سب سے زیادہ چلنے والا ہو، شہر سے مراد وہ شہر ہے جہاں بیع منعقد ہوئی ہے خواہ وہ شہر بائع کا ہو یا مشتری کا، یا کسی ایک کا بھی نہ ہو۔

﴿مختلف مالیت کے سکے رائج ہوں تو بیع کا حکم﴾

س: اَطْلَقَ الدَّرَاهِمَ وَ هِيَ مُخْتَلِفَةٌ فَهَلْ يُحْكَمُ بِجَوَازِ الْبَيْعِ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ ؟

ج: اِنْ کَانَتِ النُّقُوْدُ مُخْتَلِفَةً فِي الْمَالِيَةِ فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ اِلَّا اَنْ يُّبَيِّنَ اَحَدَهَا وَبَيَّنَ مِقْدَارَهُمَا ۔

س: درہموں کو مطلق رکھا اس حال میں کہ وہ (دراہم مالیت میں مختلف ہیں تو کیا اس صورت میں بیع کے جواز کا حکم لگایا جائے گا؟

ج: اگر سکے مالیت میں مختلف ہو تو بیع فاسد ہو جائے گی مگر یہ کہ وہ ان (سکوں) میں سے کسی ایک (سکہ) کو بیان کر دے اور اس کی مقدار کو (بھی) بیان کر دے۔

توضیح: اتو بازار میں چلنے والے سکے صرف رواج میں مختلف ہوں گے مالیت میں کوئی اختلاف نہ ہوگا اس صورت کا بیان پہلے مسئلہ میں ہو چکا ہے۔

(۲) رواج میں مختلف نہ ہوں گے البتہ مالیت میں اختلاف ہوگا اس صورت کا حکم اس مسئلہ میں یہ ہے کہ اگر شہر میں مختلف قسم کے

Marfat.com

سکے مروج ہوں اور تمام سکوں کی قیمت مختلف ہو لیکن رواج کے اعتبار سے سب برابر ہوں تو اس صورت میں بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس صورت میں سکہ کے مجہول ہونے کی وجہ سے بائع اور مشتری میں اختلاف ہو جائے گا۔ بائع کا مطالبہ یہ ہوگا کہ وہ سکہ ادا کیا جائے جس کی مالیت زیادہ ہے اور مشتری کا تقاضا یہ ہوگا کہ کم مالیت کے سکے ادا کرے، اور یہ ضابطہ ہے کہ جو جہالت جھگڑا کی طرف لے جانے والی ہو وہ بیع کو فاسد کر دیتی ہے۔ باقی دو صورتوں کا بیان ہدایہ میں ہے۔ یہاں بیان کی ضرورت نہیں۔

﴿گندم اور دیگر اناج کی بیع ماپنے اور اندازہ سے کرنے کا حکم﴾

س: هَلْ يَجُوْزُ بَيْعُ الطَّعَامِ وَالْحُبُوْبِ مُكَايَلَةً وَّ مُجَازَفَةً؟

ج: جَازَ بَيْعُهَا كَذٰلِكَ بِالدَّرَاهِمِ وَ الدَّنَانِيْرِ وَالْفُلُوْسِ وَبِالْحُبُوْبِ، اِلَّا اِذَا بَاعَ مُجَازَفَةً طَعَامًا بِطَعَامٍ مُّتَّحِدِي الْجِنْسِ فَاِنَّهٗ لَا يَجُوْزُ، لِمَافِيْهِ مِنْ اِحْتِمَالِ الرِّبٰو۔

س: کیا گندم اور اناج کی بیع ناپنے کے اعتبار سے اور اندازہ کرنے کے اعتبار سے جائز ہے؟

ج: اس طرح ان کی بیع درہموں، دیناروں، روپے پیسوں اور اناج کے عوض جائز ہے مگر جس وقت کہ گندم کو گندم کے عوض اندازہ کرنے کے ساتھ بیچے اس حال میں کہ دونوں کی جنس ایک ہو تو تحقیق یہ (بیع) جائز نہیں کیونکہ اس میں سود کا احتمال ہے۔

توضیح: مسئلہ یہ ہے کہ گندم اور دوسرے اناج کو ناپ کر بیچنا جائز ہے اور اٹکل اور اندازے سے بیچنا بھی جائز ہے۔ لیکن اندازے سے بیچنا چاہے تو اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ مبیع اور ثمن کی جنس ایک نہ ہو بلکہ مختلف ہو۔ مثال کے طور پر زید عمرو کو اندازے سے جو کے عوض گندم فروخت کی تو یہ جائز ہے۔ اور اگر اندازے سے جو کے بدلے جو بیچی یا گندم کے بدلے گندم تو اس صورت میں احتمال ربوا (سود) کی وجہ سے یہ بیع درست نہیں ہوتی۔

﴿معین برتن بھراؤ کے ساتھ بیع کرنے کا حکم﴾

س: قَالَ رَجُلٌ لِاٰخَرَ بِعْتُ الْحِنْطَةَ بِكَذَا بِمِلْاِ هٰذَا الْاِنَاءِ وَقَبِلَهُ الْمُشْتَرِيْ مَعَ اَنَّهٗ لَا يَعْرِفُ قَدْرَ مَافِيْ ذٰلِكَ الْاِنَاءِ هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ؟

ج: يَجُوْزُ الْبَيْعُ بِمِلْاِ اِنَاءٍ بِعَيْنِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَعْرِفْ مِقْدَارَ مَا يَسَعُ فِيْهِ۔

س: ایک شخص نے دوسرے سے کہا میں نے گندم اس برتن کے بھرنے کے ساتھ اتنے میں بیچی اور خریدار نے اسے قبول کر لیا باوجودیکہ اس برتن میں (سما جانے والی گندم) کی مقدار معلوم نہیں تو کیا بیع جائز ہوگی؟

ج: معین برتن بھرنے کے ساتھ بیع جائز ہے اگرچہ وہ مقدار معلوم نہ ہو جو اس برتن میں سما جائیگی۔

Marfat.com

﴿معین پتھر کے وزن کے ساتھ بیع کرنے کا حکم﴾

س: وَلَوْ بَاعَ بِوَزْنِ حَجَرٍ بِعَيْنِهٖ لَا يُعْرَفُ مِقْدَارُهٗ مَاذَا حُكْمُهٗ؟

ج: هٰذَا اَيْضًا جَائِزٌ۔

س: اگر ایسے معین پتھر کے وزن کے ساتھ بیچا جس کی مقدار معلوم نہیں تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ بھی جائز ہے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک خاص برتن جس کی مقدار معلوم نہیں ہے اور خاص پتھر جس کا وزن معلوم نہیں ہے اس کے ساتھ بیع کرنا درست ہے۔

مثال کے طور پر عمر نے خالد سے کہا کہ بیس روپے کے عوض یہ بالٹی گندم کی بھر دوں گا یہ ایک خاص پتھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس پتھر کے وزن کے برابر گندم وزن کر کے دوں گا تو یہ بیع ٹھیک ہے۔ دلیل: اس کی یہ ہے کہ اگر چہ ان دونوں ذکر شدہ صورتوں میں مبیع تو مجہول ہے لیکن یہ جہالت ایسی نہیں ہے کہ جو مفضی الی المنازعہ ہوتی ہے کیونکہ بیع کے اندر مبیع فوراً سپرد کی جاتی ہے اتنی کم دیر میں برتن یا پتھر کا ہلاک ہونا نادر ہے تو بائع اس برتن سے ماپ کر یا پتھر سے وزن کر کے مشتری کو سپرد کر دے گا اور اس میں کوئی جھگڑا ابھی پیدا نہ ہوگا اس لئے یہ بیع درست ہے۔

﴿گندم کے ڈھیر کی بیع کا حکم﴾

س: رَجُلٌ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ كُلَّ قَفِيْزٍ بِدِرْهَمٍ هَلْ يَجُوْزُ هٰذَا الْبَيْعُ؟

ج: يَجُوْزُ الْبَيْعُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ فِيْ قَفِيْزٍ وَاحِدٍ وَيَبْطُلُ فِي الْبَاقِيْ، اِلَّا اَنْ يُّسَمِّيَ جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَ صَاحِبَاهُ: يَجُوْزُ الْبَيْعُ فِي الْوَجْهَيْنِ سَمّٰى جُمْلَةَ قُفْزَانِهَا اَوْ لَا۔

س: ایک شخص نے گندم کا ڈھیر بیچا (اور کہا کہ) ہر قفیز ایک درہم کے عوض ہے تو کیا یہ بیع جائز ہے؟

ج: اس صورت میں ایک قفیز میں بیع جائز ہوگی اور باقی میں باطل ہو جائے گی مگر یہ کہ (گندم کے ڈھیر) کے تمام قفیز بیان کر دے یہ (حکم) حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور آپؒ کے صاحبین فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں بیع جائز ہے۔ (گندم کے ڈھیر کے تمام قفیز بیان کرے یا نہیں۔

توضیح: کسی شخص نے غلہ کا ایک ڈھیر یہ کہہ کر فروخت کیا کہ ہر ایک قفیز ایک درہم کے بدلہ میں ہے اور پورے ڈھیر کے قفیزوں کو بیان نہیں کیا تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ہاں صرف ایک قفیز میں بیع ٹھیک ہوگی باقی قفیزوں میں موقوف رہے گی کیونکہ مبیع اور ثمن کی اتنی ہی مقدار معلوم ہے باقی مجہول ہے ہاں اگر اس مجلس عقد میں تمام قفیزوں کی مقدار بیان کر دی گئی یا کیل کر لیا گیا تو بیع جائز ہو جائے گی ورنہ باطل ہو جائے گی اور صاحبین نے فرمایا کہ پورے دونوں صورتوں میں درست ہے ڈھیر کی بیع خواہ تمام قفیزوں کی

Marfat.com

مقدار بیان کردی گئی ہو یا بیان نہ کی گئی ہو۔

امام اعظمؒ کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ ثمن اور مبیع دونوں مجہول ہیں اس لئے پورے ڈھیر میں بیع کا جائز قرار دینا متعذر رہے۔ مبیع کے مجہول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ڈھیر میں کل کتنے قفیز ہیں اس کی مقدار معلوم نہیں ہے اور جب مبیع مجہول ہے تو لازمی طور پر ثمن بھی مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ اور جھگڑے کا سبب بن جائے گی۔ صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں جائز ہے کیونکہ باقی مقدار میں جو جہالت ہے اس کو دور کرنا ان کے بس میں ہے ظاہر ہدایہ وغیرہ سے صاحبین کے قول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔

﴿ کپڑے کی بیع کی ایک صورت کا حکم ﴾

س: بَاعَ قَطِيْعَ غَنَمٍ وَ قَالَ: كُلُّ شَاةٍ بِدِرْهَمٍ مَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ ذٰلِكَ ؟

ج: اَلْبَيْعُ فَاسِدٌ عِنْدَهُ فِيْ جَمِيْعِهَا، وَقَالَ الصَّاحِبَانِ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: هٰذَا الْبَيْعُ جَائِزٌ فِي الْجَمِيْعِ۔

س: بکریوں کا ریوڑ بیچا اور کہا کہ ہر بکری ایک درہم کے عوض ہے تو اس (بیع) کے بارے میں حضرت ابو حنیفہؒ کا قول کیا ہے؟

ج: آپؒ کے نزدیک تمام (بکریوں) میں بیع فاسد ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ بیع تمام (بکریوں) میں جائز ہے۔

﴿ بکری کے ریوڑ کی بیع کی ایک صورت کا حکم ﴾

س: مَاقَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مَنْ بَاعَ ثَوْبًا مُذَارَعَةً كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ وَلَمْ يُسَمِّ جُمْلَةَ الذُّرْعَانِ ؟

ج: لَايَصِحُّ هٰذَا الْبَيْعُ فِيْ ذِرَاعٍ وَلَا فِيْ جُمْلَتِهَا۔

س: اس (شخص کی بیع) کے بارے میں حضرت ابو حنیفہؒ کا قول کیا ہے جس نے گز سے پیمائش کرنے کے اعتبار کپڑا بیچا (اور کہا کہ) ہر گز ایک درہم کے عوض ہے اور تمام گز بیان نہیں کیے:؟

ج: یہ بیع ایک گز میں صحیح نہیں اور نہ (ہی) تمام (گزوں) میں (صحیح ہے)۔

توضیح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بکریوں کا (ریوڑ) یہ کہہ کر فروخت کیا کہ ہر بکری ایک درہم کے عوض ہے تو امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک تمام بکریوں میں بیع فاسد ہو جائے گی۔ یا کپڑوں کا ایک تھان یہ کہہ کر فروخت کیا کہ ہر گز ایک درہم کے بدلہ میں ہے اور تمام گزوں کی تعداد اور تمام گزوں کا ثمن بیان نہیں کیا تو اس صورت میں بھی تمام گزوں میں بیع فاسد ہوگی اور اسی طرح ہر وہ چیز جس کو شمار کر کے بیچا جاتا ہے اور اس کے افراد میں قیمت کے اعتبار سے تفاوت ہوتا ہے تو ان کی بیع بھی اسی طرح جائز نہیں ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ تمام میں بیع جائز ہے، دلیل ان کی پہلے گزر چکی ہے کہ اگرچہ مبیع اور ثمن مجہول ہیں لیکن یہ ایسی جہالت ہے جو بائع اور مشتری کے ہاتھ میں ہے بایں طور کہ وہ ریوڑ کی بکریوں کو شمار کر لیں۔ اور تھان کو ماپ لیں یا بائع خود ان کی قدار کو بیان کر دے اور ایسی جہالت جس کا دور کرنا عاقدین کے ہاتھ میں ہو بیع کے جائز ہونے سے مانع نہیں ہے امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ

Marfat.com

ہے کہ مبیع (یعنی تمام بکریوں کی مقدار اور تھان کے تمام گزوں کی مقدار) اور ثمن کے مجہول ہونے کی وجہ سے تمام بکریوں اور تھان کے تمام گزوں کی بیع کو جائز قرار دینا تو متعذر ہے اس لئے اقل یعنی ایک طرف بیع کو پھیرا جائے گا بس ریوڑ میں سے ایک بکری اور گزوں میں سے ایک گز کی بیع درست ہونی چاہیئے لیکن چونکہ ریوڑ کی بکریوں میں قیمت کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہوتا ہے کسی بکری کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور کسی بکری کی کم ۔اسی طرح تھان کے گزوں میں تفاوت ہوتا ہے لیکن یہ تفاوت (ہاتھ سے بنے ہوئے کپڑے میں ہوتا ہے) بہر حال بکریوں اور تھان کے اطراف میں تفاوت کی وجہ سے ایک بکری اور ایک گز کے اندر بھی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ اناج کے ڈھیروں کے قفیزوں میں چونکہ کوئی تفاوت نہیں ہوتا اس لئے ڈھیروں میں سے ایک قفیز کی بھی بیع جائز نہیں ہے۔

خلاصہ: یہ ہوا کہ بکریوں اور تھان کے اطراف میں تفاوت ہوتا ہے اس لئے غلہ میں سے ایک بکری اور تھان میں سے ایک گز جس کو مبیع قرار دیا جائے گا وہ مجہول ہے اور مجہول میں ایسا جو جھگڑا پیدا کرے گا۔

﴿گندم کا ڈھیر سو قفیز ہونے کی شرط پر خریدا اور وہ کم نکلا تو بیع کا حکم﴾

س :وَمَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ مَنْ بَاعَ صُبْرَةَ طَعَامٍ عَلٰى اَنَّهَا مِائَةُ قَفِيْزٍ بِمِأَةِ دِرْهَمٍ فَوَجَدَهَا الْمُشْتَرِيْ أَقَلَّ مِنَ الْمِائَةِ ؟

ج :اَلْمُشْتَرِيْ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَ الْمَوْجُوْدَ بِحِصَّتِهٖ مِنَ الثَّمَنِ ،وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ ۔

س: اس (شخص کی بیع) کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے گندم کا ڈھیر بیچا اس شرط پر کہ وہ (گندم کا ڈھیر) سو قفیز سو درہموں کے عوض ہے پس خریدار نے اس (ڈھیر) کو سو (قفیز) سے کم پایا؟

ج: خریدار کو اختیار ہے اگر چاہے موجود (گندم) کو اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے بیع توڑ دے۔

توضیح: کسی شخص نے اناج کا ایک ڈھیر اس شرط پر خریدا کہ یہ سو قفیز ہیں سو درہموں کے عوض پیائش کی تو معلوم ہوا کہ سو قفیز سے کم ہیں مثلاً نوے قفیز ہیں مشتری کو اختیار ہے کہ مقدار کے برابر یعنی نوے قفیز کو اس کے ثمن کے حصہ یعنی نوے دراہم کے عوض لے لے اور چاہے تو بیع کو فسخ کر دے، اس اختیار کے ملنے کی وجہ یہ ہے کہ عقد تمام ہونے سے پہلے صفقہ متفرق ہو گیا اس طور پر کہ معاملہ سو قفیزوں کا ہوا یہاں نوے موجود ہیں اور چونکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ نہیں کیا اور اس کی رضامندی نہیں ہوئی اس لئے عقد بھی تمام نہیں ہوا اور جب صفقہ متفرق ہو گیا تو موجودہ مقدار پر مشتری کی رضامندی نہ ہوئی اب جب مشتری کی رضامندی نہ ہوئی تو اسے لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے۔

س :وَاِنْ وَجَدَهَا اَكْثَرَ مِنَ الْمِائَةِ مَا حُكْمُهٗ ؟

ج :هٰذِهِ الزِّيَادَةُ لِلْبَائِعِ ۔

س: اور اگر (گندم کے ڈھیر) کو سو (قفیز) سے زیادہ پائے تو اس کا حکم کیا ہے؟

Marfat.com

ج: یہ زیادتی فروخت کنندہ (یعنی بیچنے والے) کیلئے ہے۔ توضیح زید نے عمر سے غلہ کا ایک ڈھیر خریدا بائع نے کہا یہ ایک سو قفیز ایک سو دراہم کے بدلے میں ہے جب اس کو ماپا تو سو قفیزوں سے زائد تھا تو وہ بائع کا ہے کیونکہ عقد ایک خاص مقدار یعنی سو قفیزوں پر واقع ہوا تو زائد مقدار عقد میں داخل نہ ہوئی لہذا وہ بائع کی ہوگی۔

﴿بیان کردہ مقدار سے کپڑا اور زمین کم نکلی تو بیع کا حکم﴾

س: رَجُلٌ اشْتَرٰی ثَوْبًا عَلٰی اَنَّه عَشَرَةُ اَذْرُعٍ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ ۔ اَوِ اشْتَرٰی اَرْضًا عَلٰی اَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَوَجَدَ الثَّوْبَ اَوِ الْاَرْضَ اَقَلَّ مِمَّا بَيَّنَ الْبَائِعُ مَا حُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ ؟

ج: اَلْمُشْتَرِىْ فِىْ ذٰلِكَ بِالْخِيَارِ ، اِنْ شَاءَ اَخَذَ بِجُمْلَةِ الثَّمَنِ وَاِنْ شَاءَ تَرَكَ ۔

س: ایک شخص نے کپڑا خریدا۔ اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے۔ دس دراہم کے بدلے، یا زمین کو خریدا کہ وہ سو گز ہے، سو دراہم کے بدلے، پھر اس نے کپڑے یا زمین کو کم پایا بائع کے کہنے سے۔ تو اب اس بیع کا کیا حکم؟

ج: مشتری کو اختیار ہے۔ چاہے تو تمام ثمن (قیمت) کے بدلے خریدے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

﴿کپڑے کی بیع کی بعض صورتوں کے احکام﴾

س: وَاِنْ وَجَدَ اَكْثَرَ مِمَّا بَيَّنَ الْبَائِعُ مَا ذَا حُكْمُه ؟

ج: اَلْمَبِيْعُ كُلُّه لِلْمُشْتَرِىْ بِالثَّمَنِ الَّذِىْ عَاقَدَا عَلَيْهِ، وَلَا خِيَارَ لِلْبَائِعِ ، وَحُكْمُ الْاَرْضِ كَذٰلِكَ فِى الصُّوْرَةِ الْمَذْكُوْرَةِ ۔

س: اور اگر اس (مقدار) سے زیادہ پائے جو فروخت کنندہ نے بیان کی تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: تمام بیع خریدار کے لئے ہے اس ثمن کے عوض جس پر دونوں نے عقد (بیع) کیا اور فروخت کنندہ کو اختیار (حاصل) نہیں اور مذکورہ (یعنی زیادتی کی) صورت میں زمین کا حکم (بھی) یہی ہے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے ایک کپڑا اس شرط پر خریدا کہ دس گز دس درہم کے عوض ہے یا زمین اس شرط پر خریدی کہ سو گز سو درہموں کے بدلے ہے، لیکن جب اس کو ماپ کر دیکھا تو وہ بیان کردہ گزوں سے یعنی جو بائع نے بیان کئے تھے کم نکلے تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا چاہے تو اس کو پورے ثمن کے عوض لے لے اور چاہے تو اس کو فسخ کردے۔

س: وَاِنْ وَجَدَ اَكْثَرَ مِمَّا بَيَّنَ الْبَائِعُ مَا حُكْمُه ؟

ج: اَلْمَبِيْعُ كُلُّه لِلْمُشْتَرِىْ بِالثَّمَنِ الَّذِيْ عَاقَدَا عَلَيْهِ ، وَلَا خِيَارَ لِلْبَائِعِ، وَحُكْمُ الْاَرْضِ كَذٰلِكَ فِي الصُّوْرَةِ الْمَذْكُوْرَةِ ۔

س: اور اگر اس مقدار سے زیادہ پائے جو فروخت کنندہ نے بیان کی تو اس کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

ج: مبیع تمام کی تمام مشتری کے لئے ہے اسی ثمن کے ساتھ جس پر انہوں نے عقد کیا ہے اور بائع کو اختیار نہیں ہے اور مذکورہ صورت میں زمین کا حکم (بھی) اسی طرح ہے۔

توضیح: صورت مسئلہ۔ یہ ہے کہ کسی شخص نے کپڑا خریدا کہ وہ دس گز دس درہم کے بدلے ہے۔ یا زمین خریدی کہ وہ سو گز سو درہم کے عوض ہے۔ خریدار نے اس کو دس گز کپڑے یا دس گز زمین سے زیادہ پایا تو وہ زیادتی خریدار کے لئے ہوگی اور بائع کو کوئی اختیار نہ ہوگا۔ کیونکہ گز ایک وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں آتا۔ اس لئے ذراع کے بڑھ جانے سے ثمن میں اضافہ نہ ہوگا اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی نے ایک غلام نابینا کہہ کر خریدا اور اسی حساب سے قیمت طے پائی پھر بعد میں معلوم ہوا۔ کہ وہ تو بینا ہے۔ پس اس کے دیکھنے کے وصف کے بڑھ جانے سے ثمن میں اضافہ نہیں ہوگا اور بائع کو (بیع ختم کرنے کا) اختیار نہ ہوگا۔

س: وَمَاقَوْلُكُمْ فِيمَاإِذَا قَالَ الْبَائِعُ : بِعْتُكَهَا عَلَى أَنَّهَا مِائَةُ ذِرَاعٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ ، فَوَجَدَهَا الْمُشْتَرِى نَاقِصَةً أَوْ زَائِدَةً ؟

ج :إِنْ وَجَدَهَا نَاقِصَةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَهَا بِحِصَّتِهَا مِنَ الثَّمَنِ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهَا ، وَإِنْ وَجَدَهَا زَائِدَةً كَانَ لَهُ الْخِيَارُ إِنْ شَاءَ أَخَذَ الْجَمِيعَ كُلُّ ذِرَاعٍ بِدِرْهَمٍ وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ

س: اس بیع کے بارے اب آپ کا کیا قول ہے جب فروخت کنندہ کہے: میں نے تمہیں یہ بیچا اس شرط پر کہ یہ سو گز ہر گز ایک درہم کے عوض ہے پس خریدار نے اسے کم یا زائد پایا؟

ج: اگر وہ اسے کم پائے تو وہ با اختیار ہے اگر چاہے اسے اس کے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے اسے چھوڑ دے اور اگر اسے زائد پائے تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تمام (مبیع) کو لے لے ہر گز ایک درہم کے عوض اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے سو گز کا تھان سو درہم کے بدلے فروخت کیا اس حساب سے کہ ہر گز ایک درہم کے بدلے ہے، پھر تھان ماپ کر دیکھا تو سو گز سے کم نکلا تو ایسی صورت میں خریدار کو اختیار ہے کہ اگر تو تھان لینا چاہے تو تھان میں جتنے گز کپڑا موجود ہے اتنے درہم ادا کر کے وہ تھان خریدے مثلاً بائع نے کہا کہ سو گز کپڑا ہے اور ہر گز ایک درہم کا عوض ہے مگر کپڑا ماپا تو نوے گز نکلا تو نوے درہم ادا کر دے اور کپڑا لے لے۔ اور اگر نہ لینا چاہے تو بیع فسخ کر دے اس لئے کہ ضابطہ یہ ہے کہ ذراع (گز) تابع اور صفت ہوتا ہے اس کی الگ قیمت نہیں ہوتی لیکن اگر اس کو اصل بنا دیا جائے تو ہر گز کی الگ قیمت لگے گی۔ مذکورہ صورت میں بھی کل ذراع بدرہم کے ذریعہ ہر ہر گز کی الگ قیمت ذکر کر کے ذراع کو اصل بنا دیا گیا ہے کیونکہ ثمن کا کسی چیز کے مقابلہ میں آنا اصل ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کو بیع کے فسخ کا اختیار کیوں دیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کمی کی صورت میں صفقہ متفرق ہو گیا ہے۔ اور اگر مشتری نے کپڑا سو گز سے زیادہ پایا تو اس صورت میں بھی اس کو اختیار ہے اگر لینا چاہے تو جتنے گز کپڑا ہے اتنے ہی دراہم ادا کرے اور کپڑا لے لے اور چاہے تو بیع کو فسخ کر دے۔ اختیار ملنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو سو گز سے کچھ زیادہ مل رہے ہیں تو اس پر اتنے ہی درہم بھی لازم ہو رہے ہیں تو یہ ایک ایسا نفع ہے جس کے ساتھ ضرر بھی ملا

Marfat.com

ہوا ہے اس لئے اس کو اختیار حاصل ہوگا۔

س: لَوْ قَالَ الْبَائِعُ : بِعْتُ مِنْكَ هٰذِهِ الرِّزْمَةَ عَلٰى اَنَّهَا عَشَرَةُ اَثْوَابٍ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ كُلُّ ثَوْبٍ بِعَشَرَةٍ، فَوَجَدَهَا نَاقِصَةً اَوْ زَائِدَةً مَاذَا حُكْمُهُ؟

ج: اِنْ وَجَدَهَا نَاقِصَةً جَازَ الْبَيْعُ بِحِصَّتِهَا ،وَاِنْ وَجَدَهَا زَائِدَةً فَالْبَيْعُ فَاسِدٌ۔

س: اگر فروخت کنندہ نے کہا: میں نے تمہیں یہ گٹھڑی بیچی اس شرط پر کہ یہ (گٹھڑی) دس کپڑوں کی سو درہموں کے عوض ہے۔ ہر کپڑا دس (درہموں) کے عوض ہے پس اس نے اسے کم یا زائد پایا تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: اگر اسے کم پائے تو اس کے حصہ (ثمن) کے عوض بیع جائز ہے اور اگر زائد پائے تو بیع فاسد ہے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک گٹھری میں دس کپڑے تھے (اور وہ الگ الگ نوعیت کے تھے) بائع نے اس گٹھری کو فروخت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے آپ سے اس گٹھڑی کو بیچا اس طرح کہ اس میں دس کپڑے ہیں اور ہر کپڑا دس درہم کا ہے پھر گٹھڑی کھول کر دیکھی تو اس میں سے نو کپڑے نکلے یعنی بیان کردہ عدد سے کم نکلے تو درہم ہر ایک کپڑے کے حساب سے ادا کرے نو کپڑوں کی صورت میں نوے درہم ادا کرے اور نو کپڑے لے لے اور چونکہ کپڑے کم ہیں اس لئے نہ تو چھانٹنے کی ضرورت پیش آئے گی اور نہ ہی اختلاف ہوگا اس لئے بیع درست ہو جائے گی۔ اور اگر گیارہ کپڑے نکل آئے تو بیع فاسد ہوگی، فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں دس کپڑوں کی قیمت تو معلوم ہے مگر گیارویں کی مجہول ہے اب بائع ان کپڑوں میں سے اپنی پسند کا کپڑا لینا چاہے اور مشتری اپنی پسند کا اس طرح کپڑے کے چھانٹنے میں اختلاف اور جھگڑا ہوگا اور ضابطہ یہ ہے کہ ایسی بیع جو جھگڑے کی طرف لیجانے والی ہو وہ فاسد ہوا کرتی ہے۔

﴿مطلقا مکان کا لفظ کہا تو بیع میں کونسی چیزیں داخل ہوں گی﴾

س: رَجُلٌ بَاعَ دَارًا وَلَمْ يَذْكُرْ اِلَّا الدَّارَ فَمَاذَا يَدْخُلُ فِي الْبَيْعِ مِنَ التَّسْمِيَةِ؟

ج: اِذَا بَاعَ دَارًا يَدْخُلُ فِي الْبَيْعِ عَرْصَتُهَا وَبِنَاءُهَا وَمَفَاتِيحُ اَغْلَاقِهَا وَاِنْ لَمْ يُسَمِّ ذٰلِكَ

س: ایک شخص نے مکان بیچا اور صرف ''مکان'' (کا لفظ) ذکر کیا تو نام لیے بغیر بیع میں کیا (چیز) داخل ہوگی؟

ج: جب مکان بیچے تو اس کا میدان، اس کی عمارت اور اس کے تالوں کی چابیاں بیع میں داخل ہوں گی اگر چہ ان کا نام نہ لے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے مکان بیچا اور صرف مکان کا لفظ ذکر کیا اس کے علاوہ کسی چیز کا ذکر نہیں کیا تو بغیر ذکر کئے مکان کا صحن عمارت اور تالے کی چابیاں داخل ہوگی اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ جو چیزیں مبیع کے ساتھ دائمی طور پر متصل ہوں وہ چیزیں بیع میں اس چیز کا نام لئے بغیر بھی داخل ہو جاتی ہیں، واضح رہے کہ تالوں سے مراد وہ تالے ہیں جو دروازوں میں جڑے ہوتے ہیں جو الگ ہوتے ہیں وہ داخل نہ ہونگے۔

Marfat.com

﴿زمین کی بیع میں کھجور وغیرہ کے درخت داخل ہوں گے﴾

س :وَمَا قَوْلُكُمْ فِيْ اَرْضٍ بَاعَهَا وَفِيْهَا نَخِيْلٌ وَ شَجَرٌ ؟
ج :يَدْخُلُ فِيْ بَيْعِ الْاَرْضِ النَّخِيْلُ، وَ الشَّجَرُ سَمَّاهَا اَوْ لَمْ يُسَمِّ۔

س:اس زمین کے بارے میں آپ کا کیا قول ہے جسے بیچا اس حال میں کہ اس میں کھجور کے درخت و (دوسرے) درخت ہیں؟
ج: کھجور کے درخت و (دیگر) درخت زمین کی بیع میں داخل ہو جائیں گے ان کا نام لے یا نام نہ لے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے زمین بیچی اس میں کھجور اور اس کے علاوہ درخت بھی ہیں مگر بائع نے ان کا تذکرہ نہیں کیا تو بھی وہ درخت بیع میں داخل ہو جائیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ کھجور اور اس کے علاوہ درخت ہمیشہ زمین پر لگے رہتے ہیں ۴ ماہ ۶ ماہ بعد ان کو کاٹ نہیں لیا جاتا اس لئے وہ زمین کے جزء کی طرح ہیں جب زمین کی بیع ہوگی تو ساتھ ہی خود بخود ان کی بھی بیع ہو جائے گی۔ ہاں اگر ان کو باضابطہ طور پر بیع سے الگ کر دیا تو بیع میں داخل نہ ہوں گے۔ یہ مسئلہ بھی اوپر والے مسئلہ میں بیان کردہ ضابطہ (جو چیزیں مبیع کے ساتھ دائمی طور پر متصل ہوں وہ بھی بیع میں داخل ہو جاتی ہیں) کے مطابق ہے۔

﴿بغیر ذکر کے زمین کی بیع میں کھیتی داخل نہ ہوگی﴾

س :فَاِنْ كَانَ فِي الْاَرْضِ زَرْعٌ وَبَاعَهَا وَلَمْ يَذْكُرِ الزَّرْعَ مَاذَا حُكْمُهُ؟
ج :لَا يَدْخُلُ الزَّرْعُ فِيْ بَيْعِ الْاَرْضِ اِلَّا بِالتسمية

س :اگر زمین میں کھیتی ہو اور وہ اس (زمین) کو بیچے اور کھیتی کا ذکر نہ کرے تو اس کا حکم کیا ہے؟
ج: کھیتی نام لینے سے ہی زمین میں داخل ہوتی۔

توضیح: الزرع کھیتی صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے زمین خریدی اس میں کوئی فصل کاشت کی ہوئی ہے تو زمین کی بیع میں وہ کھیتی داخل نہیں ہوگی ہاں اگر مشتری اس کھیتی کی بھی بیع میں اس کھیتی کی شرط ٹھہرا لیتا ہے کہ میں یہ زمین خرید رہا ہوں اس میں موجود کھیتی بھی شامل ہوگی تو اس صورت میں تو کھیتی داخل ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ کیونکہ کھیتی زمین کے ساتھ ہمیشہ کے لئے متصل نہیں ہے وہ تو دو چار ماہ میں کٹ کر اس سے الگ ہو جائے گی وقتی طور پر زمین کے ساتھ متصل ہے یہ اس سامان کے مشابہ ہوگی جو مکان میں رکھا ہوا ہے لہٰذا جس طرح مکان کی بیع میں رکھا ہوا سامان داخل نہیں ہوتا اسی طرح زمین کی بیع میں کھیتی بھی داخل نہ ہوگی۔

﴿مشتری نے پھلوں کی شرط نہ لگائی تو وہ درخت کی بیع میں داخل نہ ہوں گے﴾

س :بَاعَ نَخْلًا اَوْ شَجَرَةً فِيْهِ ثمرة مَنْ يَّمْلِكُ الثَّمَرَةَ؟

Marfat.com

ج : ثَمَرَته لِلْبَائعِ اِلَّااَنْ يَّشْتَرِطَهَا الْمُبْتَاعُ اعنى الْمُشْتَرِيْ۔ وَ يُقَالُ لِلْبَائعِ: اِقْطَعْ ثَمْرَتَكَ وَسَلِّمِ الْمَبِيْعَ اِلَى الْمُشْتَرِيْ ۔

س: کھجور کا درخت یا (کوئی دوسرا) درخت بیچا جس میں پھل (موجود) ہے تو پھل کا مالک کون ہوگا؟

ج: اس کا پھل فروخت کنندہ کا ہے مگر یہ کہ مشتری یعنی خریدار (اپنے لیے) اس (پھل) کی شرط لگا دے اور فروخت کنندہ سے کہا جائے گا کہ اپنا پھل توڑیے اور مبیع (یعنی درخت) خریدار کے سپرد کیجیے۔

لغات: قَطَعَ يَقْطَعُ قَطْعًا کاٹنا۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے کھجور یا اس کے علاوہ پھل دار درختوں کی بیع کی تو اس کے پھل بائع کے ہوں گے، ہاں اگر مشتری شرط کر لے کہ ان درختوں کے پھل میرے ملک ہوں گے تو اس صورت پھل مشتری کے ہوں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ پھلوں کا اتصال اگر چہ درختوں کے ساتھ پیدائشی ہے مگر وہ توڑنے کے لئے ہے نہ کہ باقی رکھنے کے لئے۔ پس وہ کھیتی کے مشابہ ہو گئے لہذا اگر تو شرط ٹھہرائیں گے تو پھل بیع میں شامل ہونگے وگرنہ نہیں۔ اور بائع سے کہا جائے گا کہ پھل کو توڑ کر مبیع کو مشتری کے سپرد کر دے، اسی طرح اگر زمین میں کھیتی ہو تو بھی یہی حکم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتری کی ملک بائع کی ملک سے گھری ہوئی ہے تو بائع پر واجب ہے کہ اس کو خالی کر کے مشتری کے سپرد کرے۔

﴿بدو صلاح سے پہلے پھلوں کی گئی بیع کا حکم﴾

س: رَجُلٌ بَاعَ ثَمْرَةً عَلٰى شَجَرَةٍ لَمْ يَبْدُ صَلَاحُهَا هَلْ يَجُوْزُ ذٰلِكَ؟

ج: جَازَ بَيْعُ الثَّمَرَةِ عَلٰى شَجَرَةٍ بَدَأَصَلَاحُ الثَّمَرَةِ اَوْ لَا وَوَجَبَ عَلَى الْمُشْتَرِيْ اَنْ يَّقْطَعَهَا فِي الْحَالِ۔

س: ایک شخص نے درخت پر (لگا ہوا) پھل بیچا جس کی صلاحیت ظاہر نہیں ہوئی (یعنی آفت اور فساد سے محفوظ نہیں ہوا) تو کیا یہ بیع جائز ہے؟

ج: درخت پر (لگے ہوئے) پھل کی بیع جائز ہے پھل کی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہیں اور خریدار کے ذمہ واجب ہے کہ اسی وقت (پھل) توڑ لے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے درختوں پر لگا ہوا ایسا پھل فروخت کر دیا جن کا کارآمد ہونا ظاہر نہیں ہوا تو اس کی بیع بھی درست ہوگئی لیکن مشتری سے کہا جائے گا کہ وہ فوراً درختوں سے پھل توڑ لے کیونکہ درخت بائع کی ملک ہے اور دوسرے کی ملکیت سے بغیر ضمان کے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے حدیث میں ہے عن عبد اللہؓ ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ قال لا يحل سلف وبيع ولا شرطان في بيع ولا ذبحما لم يضمن ولا بيع ما ليس عندك (ترمذی شریف باب ماجاء فی کراهية بيع ما ليس عنده) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا ضمان نہ دینا ہو اس سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں

Marfat.com

ہے اس لئے مشتری سے کہا جائے گا کہ بائع کے درخت سے مزید فائدہ نہ اٹھاؤ اور پھل کاٹ کر درخت فارغ کردو۔

﴿اگر درخت پر پھل چھوڑنے کی شرط لگائی تو بیع کا حکم﴾

س: فَإِنْ شَرَطَ تَرْكَهَا عَلَى الشَّجَرَةِ مَاذَا حُكْمُهُ؟

ج: يَفْسُدُ الْبَيْعُ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ۔

س: اگر درخت پر (پھل) کو چھوڑ دینے کی شرط لگائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اس صورت میں بیع فاسد ہو جائے گی۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ بائع سے پھل خرید لئے پھل خریدتے ہوئے یہ شرط لگادی کہ پھل کچھ دنوں تک درختوں پر رکھوں گا تاکہ پھل مکمل ہو جائے تو اس شرط لگانے کی وجہ سے بیع فاسد ہو گی، اس کی وجہ یہ ہیکہ بیع کے ساتھ یہ علیحدہ ایک شرط ہے جس میں مشتری کا فائدہ ہے۔ اور بیع کے ساتھ اس رقم کی شرط لگانے سے جس میں متعاقدین میں سے کسی کا فائدہ ہو بیع فاسد ہو جاتی ہے جیسا کہ اوپر والے مسئلہ کی توضیح میں حدیث گزر چکی ہے جس میں ولا شرطان فی بیع جس کی تفسیر یہی ہے کہ بیع کے ساتھ فائدہ کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

نوٹ: اگر مشتری نے بائع سے درختوں پر پھل چھوڑنے کی شرط نہیں لگائی بعد میں بائع کی رضامندی کے ساتھ پھل پکنے کے لئے درختوں پر چھوڑ دیئے تو یہ بائع کی طرف سے اس پر احسان ہوگا اس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿درختوں کی شاخوں پر لگے ہوئے پھلوں سے کچھ ارطال مستثنیٰ کر کے بیچنے کا حکم﴾

س: بَاعَ ثَمَرَةً عَلَى رُؤُوسِ الشَّجَرِ وَاسْتَثْنٰى مِنْهَا اَرْطَالًا مَعْلُوْمَةً هَلْ يَجُوْزُ هٰذَا الْبَيْعُ؟

ج: لَا يَجُوْزُ۔

س: درخت کی شاخوں پر (لگے ہوئے) پھل کو بیچا اور اس (پھل) میں سے معین رطل (مثلاً دس رطل) مستثنیٰ کر لیے تو کیا یہ بیع جائز ہے؟

ج: جائز نہیں۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ بائع نے درختوں پر موجود پھلوں کو فروخت کر دیا اور اس میں سے کچھ متعین رطل (یعنی خاص وزن) مستثنیٰ کر لئے تو یہ بیع جائز نہ ہو گی۔ مثلاً ایک باغ میں دس متعین درخت کے پھل فروخت کر دیئے اور ساتھ ہی کہہ دیا کہ وہ ان میں دس رطل پھل نہیں بیچوں گا تو ایسا استثناء کرنا جس سے باقی بیع مجہول ہو جائے جائز نہیں ہے۔ مذکورہ صورت میں بھی ارطال معلومہ کا استثناء کرنے کے بعد جو مقدار باقی رہتی ہے وہ مجہول ہے بایں طور کہ وہ بائع جنس میں عمدہ پھلوں کا مطالبہ کرے گا اور مشتری اس کا گھٹیا پھل دے گا تو یہ جہالت مفضی الی المنازعہ ہو گی اور ایسی جہالت کے ہوتے ہوئے بیع جائز نہیں ہوتی لہذا یہ بیع بھی جائز نہیں

Marfat.com

ہوگی۔ہاں استثناء کے بعد مبیع معلوم رہے تو بیع جائز ہے حدیث عن جا بر بن عبد اللہؓ قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن المزابنة وعن المحا قلة وعن الثنیا الا ان یعلم نبی کریم ﷺ نے بیع مزابنہ، بیع محاقلہ سے منع فرمایا اور استثناء کرنے سے روکا، مگر یہ کہ استثناء معلوم ہو تو جائز ہے یعنی استثناء سے مبیع مجہول نہ ہو بلکہ معلوم رہے تو جائز ہے۔

﴿خوشوں میں گندم اور لوبیے کی بیع کرنے کا حکم﴾

س :هَلْ يَجُوْزُ بَيْعُ الْحِنْطَةِ فِيْ سُنْبُلِهَا وَالبَاقِلّٰى فِيْ قِشْرِهَا ؟

ج :هٰذَا جَائِزٌ اِذَا بَاعَ بِخِلَافِ الْجِنْسِ، اَمَّا اِذَا بَاعَ بِجِنْسِهٖ فَلَا يَجُوْزُ لِاحْتِمَالِ الرِّبٰوا ۔

س: کیا گیہوں کی بیع اس کے خوشوں میں اور لوبیا(کی بیع) اس کی پھلیوں میں جائز ہے؟

ج: یہ (بیع) جائز ہے بشرطیکہ خلاف جنس کے عوض بیچے بہر حال اس کی جنس کے عوض بیچے تو سود کے احتمال کی وجہ سے جائز نہیں۔

لغات: سنبل، خوشہ باقلی، لوبیا قشر، چھلا۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ گندم کو اس کی بالیوں میں فروخت کر دینا اور لوبیے کو اس کے چھلکے یعنی اس کی پھلیوں میں فروخت کر دینا جائز ہے عن ابن عمرؓ ان رسول الله ﷺ نهی عن بیع النخل حتی یزهو وعن بیع السنبل حتی یبیض ویامن العاهة حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کھجور کی بیع سے منع فرمایا جب تک کہ پک نہ جائے اور خوشے کی بیع سے منع فرمایا جب تک سفید نہ ہو جائے اور آفت سے محفوظ۔حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ گیہوں کی بیع خوشوں میں جائز ہے یہی حکم لوبیے کا پھلیوں میں بیچنے کا اور مونگ پھلی کو چھلکے کے ساتھ بیچنے کا ہوگا۔

﴿کیال اور وزان کی اجرت فروخت کنندہ کے ذمہ ہوگا﴾

س :بَاعَ مَوْزُوْنًا اَوْ مَكِيْلًا وَ هُوَ كَثِيْرٌ بِحَيْثُ يَحْتَاجُ اِلَى الْكَيَّالِ وَالْوَزَّانِ، فَمَنْ يَغْرِمُ اُجْرَتَهُمَا ؟

ج :اُجْرَتُهُمَا عَلَى الْبَائِعِ ۔

س: وزنی یا کیلی (چیز) بیچی اور وہ (مقدار میں) زیادہ ہے اس حیثیت سے کہ ناپنے والے اور وزن کرنے والے کی ضرورت ہے۔تو کون ان دونوں کا تاوان کون دے گا؟

ج: ان دونوں کی اجرت فروخت کنندہ کے ذمہ واجب ہوگی۔

لغات: کیال: ماپنے والا، وزان، تولنے والا۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ مبیع کو کیل کرنے وزن کرانے کی ضرورت ہے تو ماپنے اور وزن کرنے والے کی اجرت بائع پر لازم ہے مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ کسی شخص نے کیلی چیز کو کیل کے ذریعہ بیچا یا وزنی چیز کو وزن کے ساتھ بیچا یا مزروعات میں سے کسی چیز کو گز سے ناپ کر بیچا یا گنتی کرنے والی چیز کو شمار کر کے بیچا تو کیل کرنے اور وزن کرنے اور گز سے ناپنے والے اور شمار کرنے والے کی

Marfat.com

اجرت بائع پرواجب ہے۔کیونکہ بائع کی ذمہ داری ہے کہ کیلی مبیع کو کیل کر کے وزنی کو وزن کر کے عددی کو شمار کر کے مشتری کے حوالے کرے کیونکہ بائع کو کیل کروانا ہوگا اس لئے کیل کرانے کی اجرت بھی بائع پرواجب ہوگی حدیث میں ہے عن بردان ابی النضر قال كنت بعت من رجل طعاما فا عطى الرجل اجر الكيال فسألت الشعبى عن ذلك فقال اعطه انت فا نما هو عليك (مصنف ابن شیبہ ج۴ص۴۴۵) اس حدیث میں کیل کرنے والے کی اجرت بائع پر لازم کی گئی ہے۔

﴿دراہم ودنانیر کو پرکھنے والے کی اجرت کا حکم﴾

س :اِشْتَرٰى بِدَنَانِيْرَ اَوْ دَرَاهِمَ وَيُحْتَاجُ الْبَائِعُ اِلٰى نَقْدِهَا ، فَنَقَدَهَا نَاقِدٌ عَلَى الْاُجْرَةِ فَعَلٰى مَنْ تَجِبُ هٰذِهِ الْاُجْرَةُ ؟

ج :هٰذِهِ الْاُجْرَةُ تَجِبُ عَلَى الْبَائِعِ اَيْضًا ۔

س :دیناروں اور درہموں کے عوض بیچا اور فروخت کنندہ (دراہم ودنانیر) کو پرکھنے کا محتاج ہے پس پرکھنے والے نے اجرت پر ان کو پرکھا تو یہ اجرت کس کے ذمہ واجب ہوگی؟

ج:یہ اجرت بھی فروخت کنندہ کے ذمہ واجب ہوگی۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ بائع کو مشتری جو درہم ودنانیر دے گا تو ان کو کھرا کھوٹا پرکھنے والی کی اجرت بائع پرواجب ہوگی کیونکہ ثمن پرکھوانے کی ضرورت پڑی تو بائع تجربہ کار آدمی کو بلوائے گا کہ میرا ثمن پرکھ دے کہ کھرا ہے یا کھوٹا ہے تو نے ثمن کو بائع کے لئے پرکھا ہے نیز یہ اس وقت ہوا ہے جب بائع کو مشتری ثمن کر کے فارغ ہو چکا ہے۔

س :اَلدَّرَاهِمُ وَ الدَّنَانِيْرُ كَثِيْرَةٌ يُحْتَاجُ اِلٰى وَزْنِهَا فَوَزَنَهَا وَازِنٌ عَلَى الْاُجْرَةِ عَلٰى مَنْ تَقَعُ هٰذِهِ الْاُجْرَةُ ؟

ج :عَلَى الْمُشْتَرِىْ ۔

س:درہم اور دینار (اس قدر) زیادہ ہیں کہ ان کے وزن کی ضرورت ہے پس وزن کرنے والے نے اجرت پر ان کو وزن کیا تو یہ اجرت کس پر واقع ہوگی؟

ج:خریدار پر۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ثمن تولنے والے کی اجرت مشتری (خریدار) پرواجب ہے اس دلیل کی بنا پر کہ ثمن سپرد کرنے کی ضرورت مشتری کو ہے اور سپرد کرنا تولنے سے متحقق ہوگا۔اس لئے وہی ثمن کو وزن کرائے گا اور وزن کرنے والے کی اجرت بھی اسی کو دینا واجب ہوگی۔

﴿مبیع اور ثمن میں سے کیا چیز پہلے سپرد کی جائے گی﴾

س :هَلْ يَلْزَمُ دَفْعُ الْمَبِيْعِ اَوَّلًا اَمْ يَجِبُ عَلَى الْمُشْتَرِىْ اَنْ يَّبْدَاَ بِدَفْعِ الثَّمَنِ ؟

Marfat.com

ج :فِيْهِ تَفْصِيْلٌ ، اِنْ بَاعَ سِلْعَةً بِثَمَنٍ قِيْلَ لِلْمُشْتَرِى اِدْفَعِ الثَّمَنَ اَوَّلًا ،فَاِذَا دَفَعَه قِيْلَ لِلْبَائِعِ :سَلِّمِ الْمَبِيْعَ ، وَاِنْ بَاعَ سِلْعَةً بِسِلْعَةٍ اَوْ ثَمَناً بِثَمَنٍ قِيْلَ لَهُمَا :سَلِّمَا مَعًا

س: کیا پہلے مبیع دینا لازم ہے یا خریدار کے ذمہ واجب ہے کہ ثمن دینے میں پہل کرے؟

ج:اس میں تفصیل ہے :اگر ثمن کے عوض سامان بیچے تو خریدار سے کہا جائے گا کہ پہلے ثمن دیجئے پس جب وہ (ثمن) دے دے تو فروخت کنندہ سے کہا جائے گا کہ مبیع سپرد کیجئے اور اگر سامان کے عوض سامان یا ثمن بیچے تو دونوں سے کہا جائے گا کہ ایک ساتھ سپرد کیجئے۔

لغات:سِلْعَةٌ سامان ثمن درہم ودنانیر کو پیدائشی طور پر ثمن کہتے ہیں۔

توضیح: مسئلہ کی وضاحت سے قبل دو ضابطے سمجھ لینے چائیں ایک یہ ہے کہ درہم ودینار جن کو پیدائشی طور پر ثمن کہتے ہیں وہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اسی طرح آج کل مورجہ نوٹ بھی متعین کرنے سے متعین نہی ہوتے مثلاً دس روپے کے نوٹ سے بیع کی اور بعد میں دس روپے کے سکے دے دیے تو بھی بیع درست رہے گی۔ کیونکہ ان دونوں کی مالیت برابر ہے،اور چونکہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اس لئے کوئی بھی دے سکتا ہے،البتہ قبضہ کر لینے کے بعد درہم ودنانیر متعین ہو جاتے ہیں۔اور دوسرا ضابطہ یہ کہ سامان غلہ وغیرہ متعین کر دینے سے متعین ہو جاتے ہیں مثلاً ۱۰ کلو گندم طے کی توضیح یہ ہے کہ سامان کو درہم ودنانیر کے بدلے بیچا تو سامان پہلے سے متعین ہے اور ثمن درہم ودنانیر پہلے سے متعین نہیں ہیں اس لئے مشتری سے کہا جائے گا کہ پہلے آپ ثمن پیش کر دیں تاکہ درہم ودنانیر قبضہ کرنے سے متعین ہو جائیں اور بائع اور مشتری دونوں کے حق برابر ہو جائیں۔بعد میں بائع سے کہا جائے گا کہ آپ سامان دے دیں۔

نوٹ: یہ اس وقت فیصلہ ہوگا جب: پہلے دینے میں جھگڑا ہو ورنہ رضامندی سے کوئی بھی پہلے دے دیگا تو بیع درست ہو جائے گی۔

خیار الشرط

﴿خیار شرط کا بیان﴾

س :مَاحُكْمُ خِيَارِ الشَّرْطِ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِىْ ؟

ج :خِيَارُ الشَّرْطِ جَائِزٌ لِمَنْ بَاعَ اَوِ اشْتَرٰى ۔

س: فروخت کنندہ اور خریدار کے لیے خیار شرط کا حکم کیا ہے؟

ج: خیار شرط جائز ہے اس کے لیے جس نے فروخت کیا یا خریدا۔

﴿خیار شرط میں مدت کی تعیین﴾

س :هَلْ فِيْ ذٰلِكَ تَحْدِيْدٌ ؟

Marfat.com

ج :مُدَّةُ الْخِيَارِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ فَمَادُوْنَهَا ، وَلَا يَجُوْزُ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَا اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى : يَجُوْزُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا اِذَا سَمّٰى صَاحِبُ الْخِيَارِ مُدَّةً مَعْلُوْمَةً وَرَضِيَ بِهِ صَاحِبُهٗ۔

س: کیا اس میں مدت کی تعیین ہے؟

ج: خیار کی مدت تین دن یا اس سے کم ہے اور حضرت ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس سے زیادہ جائز نہیں اور حضرت ابو یوسفؒ وحضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ تین دن یا اس سے زیادہ جائز ہے بشرطیکہ صاحب خیار مدت معلومہ بیان کر دے اور اس کا ساتھی اس پر راضی ہو۔

﴿بائع کے خیار کی صورت میں مبیع ہلاک ہونے کا حکم﴾

س : تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ وَالْبَائِعُ جَعَلَ الْخِيَارَ لِنَفْسِهٖ وَ قَبَضَهُ الْمُشْتَرِيْ وَ هَلَكَ فِيْ يَدِهٖ فِيْ مُدَّةِ الْخِيَارِ مَاذَا حُكْمُهٗ؟

ج : اَلْاَصْلُ فِيْ ذٰلِكَ اِنَّ خِيَارَ الْبَائِعِ يَمْنَعُ خُرُوْجَ الْمَبِيْعِ مِنْ مِّلْكِهٖ فَاِذَا قَبَضَهُ الْمُشْتَرِيْ فَقَدْ قَبَضَ مِلْكَ الْبَائِعِ، فَاِذَا هَلَكَ فِيْ يَدِهٖ مُدَّةَ الْخِيَارِ ضَمِنَهٗ بِالْمِثْلِ اِذَا كَانَ مِثْلِيًّا وَ بِالْقِيْمَةِ اِذَا كَانَ غَيْرَ مِثْلِيٍّ۔

س: دو شخصوں نے آپس میں خرید و فروخت کی اور فروخت کنندہ نے اپنے لیے خیار مقرر کر لیا اور خریدار نے (مبیع) پر قبضہ کر لیا اور (مبیع) خیار کی مدت میں اس کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو اس صورت کا کیا حکم ہے؟

ج: اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ فروخت کنندہ کا خیار اس کی ملک سے مبیع کے نکلنے کو نہیں روکتا، پس جب خریدار اس پر قبضہ کر لے تو تحقیق اس نے فروخت کے کنندہ ملک پر قبضہ کر لیا۔ پس جب (مبیع) خیار کی مدت میں اس کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو وہ اس کا ضامن ہوگا مثل کے ساتھ جب کہ (مبیع) مثلی ہو۔ اور قیمت کے ساتھ جب کہ وہ غیر مثلی ہو۔

س: وَلَوْ جَعَلَ الْمُشْتَرِيْ الْخِيَارَ لِنَفْسِهٖ هَلْ يَمْنَعُ خُرُوْجَ الْمَبِيْعِ مِنْ مِّلْكِ الْبَائِعِ ؟

ج : خِيَارُ الْمُشْتَرِيْ لَا يَمْنَعُ خُرُوْجَ الْمَبِيْعِ من مِّلْكِ الْبَائِعِ ،اِلَّا اَنَّ الْمُشْتَرِيْ لَايَمْلِكُهٗ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى :يَمْلِكُهٗ۔

س: اگر خریدار اپنے لیے خیار مقرر کر لے تو کیا یہ (خیار) فروخت کنندہ کی ملک سے مبیع کے نکلنے کو روکتا ہے؟

ج: خریدار کا خیار فروخت کنندہ کی ملک سے مبیع کے نکلنے کو نہیں روکتا مگر حضرت ابو حنیفہؒ کے نزدیک خریدار (بھی) اس (مبیع) کا مالک نہیں ہوتا اور حضرت ابو یوسفؒ وحضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے۔

توضیح: خریدار کا اختیار مبیع کو بائع کے ملک سے نکلنے سے نہیں روکتا یعنی مشتری کے خیار سے مبیع بائع کے ملک سے خارج ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ بیع اس شخص کے حق میں تو لازم نہیں ہوتی جس کو خیار ہے مگر دوسری (یعنی جس کے لئے خیار نہیں ہوتا) اس

Marfat.com

کے حق میں بیع لازم ہوتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خیار شرط اسی شخص کی خیر خواہی کے لئے مشروع ہوا ہے جس کے لئے خیار ثابت ہوتا ہے نہ کہ دوسرے کے لئے پس اسی مقصد کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ اس شخص کی ملک سے عوض کو نکلنے سے روکتا ہے جس کو خیار ہے اور جس کے لئے خیار نہ ہو اس کی ملک سے عوض خارج ہو جاتا ہے۔لہذا مشتری کے خیار کی صورت میں ثمن تو مشتری کے ملک سے نہیں نکلے گا البتہ مبیع بائع کے ملک سے نکل جائے گی باقی رہی یہ بات کہ مبیع مشتری کے ملک میں داخل ہو جائیگی یا نہیں اس میں اختلاف ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ مبیع مشتری کے ملک میں داخل نہیں ہوگی یعنی مشتری اس کا مالک نہیں ہوگا اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مشتری اس کا مالک ہو جائے گا یہی قول ائمہ ثلاثہ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ کا بھی ہے صاحبین کا دلیل یہ ہے کہ مبیع جب بائع کے ملک سے نکل گئی تو اب اگر مشتری کے ملک میں بھی داخل نہ ہو تو مبیع ضائع ہو جائے گا حالانکہ شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے کہ کوئی چیز مالک کے ملک سے نکل کر ویسے ہی بغیر مالک کے ہی رہی اس لئے مبیع بائع کے ملک سے نکل کر مشتری کے ملک میں داخل ہو جائے گی۔امام اعظم ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ثمن مشتری کے ملک سے نہیں نکلا اور مبیع بھی اس کے ملک میں داخل ہو جائے تو عقد معاوضہ میں دونوں عوض (مبیع اور ثمن) ایک ہی شخص کے ملک میں جمع ہو جائیں گے حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہے کیونکہ عقد معاوضہ مساوات چاہتا ہے کہ اگر کسی شخص کا مال اپنے ملک میں آئے تو اس کا عوض دوسرے کے ملک میں جائے۔

﴿مشتری کے خیار کی صورت میں مبیع ہلاک ہونے کا حکم﴾

س :فَإِنْ هَلَكَ الْمَبِيْعُ فِيْ يَدِ الْمُشْتَرِيْ وَ جَعَلَ الْخِيَارَ لِنَفْسِهِ عَلٰى مَنْ يَقَعُ ضَمَانُ هٰذَا الْهَالِكِ ؟

ج :يَقَعُ عَلَى الْمُشْتَرِيْ وَ يَهْلِكُ بِالثَّمَنِ ، وَمَعْنَاهُ أَنَّهُ يُؤَدِّيْ إِلَى الْبَائِعِ الثَّمَنَ الَّذِيْ اِشْتَرٰى بِهِ

س:پس اگر مبیع خریدار کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے اس حال میں کہ اس نے اپنے لیے خیار مقرر کیا ہو تو اس ہلاک ہونے والی (مبیع) کا ضمان کس پر واقع ہوگا؟

ج:خریدار پر واقع ہوگا اور ثمن کے عوض ہلاک ہوگا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ (یعنی خریدار) فروخت کنندہ کو وہ ثمن ادا کرے گا جس (ثمن) کے عوض اس نے خریدا۔

توضیح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو خیار ہے اور مشتری کے قبضہ میں مبیع ہلاک ہو گئی تو عقد بیع لازم ہو گئی اور مشتری پر ثمن کی ادائیگی بھی لازم ہو گئی کیونکہ مشتری کے لئے مبیع کو واپس کرنا متعذر ہو گیا تو خیار باطل ہو گیا اور بیع لازم ہو گئی اور بیع لازم ہونے کی صورت میں مشتری پر ثمن واجب ہوتا ہے۔

﴿مشتری کے خیار کی صورت میں مبیع میں عیب پیدا ہو جانے کا حکم﴾

س :فَإِنْ دَخَلَهُ عَيْبٌ فِيْ يَدِ الْمُشْتَرِيْ وَالْخِيَارُ لَهُ مَاذَا يُحْكَمُ بِهِ ؟

Marfat.com

ج :اِذَا كَانَ الْعَيْبُ لَا يَرْتَفِعُ ۔ كَمَا اِذَا قُطِعَتْ يَدُ الْعَبْدِ ۔فَهُوَ كَالْهَالِكِ ، وَ يَهْلِكُ عَلَى الْمُشْتَرِیْ بِالثَّمَنِ الَّذِي اشْتَرَاهُ بِه ،وَاِنْ كَانَ الْعَيْبُ عَارِضاً كَمَا اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ فَهُوَ عَلٰى خِيَارِه فِي الْمُدَّةِ ،فَاِذَا مَضَتِ الْمُدَّةُ وَالْعَيْبُ قَائِمٌ لَزِمَ الْبَيْعُ لِتَعَذُّرِ الرَّدِّ ۔

س:اگر خریدار کے قبضہ (موجود مبیع) میں عیب داخل ہو جائے اس حال میں کہ خیار (بھی خریدار) کو (حاصل) ہو تو کس (چیز) کے ساتھ حکم لگایا جائے گا؟

ج:جب ایسا عیب ہو جو زائل نہ ہو مثلاً جب غلام کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو وہ (یعنی عیب دار مبیع) ہلاک ہونے والی (مبیع) کی طرح ہے اور وہ (یعنی عیب دار مبیع) خریدار پر اس ثمن کے عوض ہلاک ہوگی جس (ثمن) کے عوض اس نے اسے خریدا۔

اور اگر عیب عارضی ہو مثلاً جب غلام بیمار ہو جائے تو وہ (یعنی خریدار) مدت (خیار) میں اپنے خیار پر (برقرار) ہے پس جب مدت (خیار) گزر جائے اور عیب برقرار رہے تو رد مشکل ہونے کی وجہ سے بیع لازم ہو جائے گی۔

توضیح: مبیع مشتری کے پاس تھی اور خیار بھی اسی نے رکھا ہوا تھا کہ مبیع میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اب یہ دیکھا جائے گا کہ عیب کیسا ہے زائل ہو جانے والا ہے یا نہیں؟ اگر تو عیب زائل ہونے والا نہ ہو جیسے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس صورت میں ہلاک ہو جانے والی مبیع کی طرح ہوگی اور مشتری پر وہ ثمن جس کے بدلے اس نے مبیع کو خریدا تھا واجب ہو جائے گا۔اور اگر عیب زائل ہو جانے والا ہو جیسے غلام بیمار ہو جائے تو اس صورت میں مشتری کو مدت خیار میں خیار حاصل رہے گا پھر جب مدت گزر جائے اور عیب برقرار رہے تو رد مشکل ہونے کی وجہ بیع لازم ہو جائیگی اور جیسا کہ اوپر گزرا کہ بیع لازم ہونے کی صورت میں ثمن واجب ہو جاتا ہے مشتری پر ثمن واجب ہو جائے گا۔واللہ اعلم۔

﴿صاحب خیار کو مدت خیار میں بیع توڑنے اور نافذ کرنے کا اختیار ہے﴾

س :مَا فَائِدَةُ الْخِيَارِ لِصَاحِبِ الْخِيَارِ ؟

ج :لَهٗ اَنْ يَّفْسَخَ الْبَيْعَ فِي مُدَّةِ الْخِيَارِ ، وَلَهٗ اَنْ يُّجِيْزَهٗ فِيْهَا۔

س:صاحب خیار کے لیے خیار کا فائدہ کیا ہے؟

ج:اسے (حق حاصل) ہے کہ مدت خیار میں بیع توڑ دے اور اسے (حق حاصل) ہے کہ (مدت خیار) میں اسے نافذ کر دے۔

﴿صاحب خیار دوسرے کی موجودگی میں ہی بیع توڑ سکتا ہے﴾

س :هَلْ يَلْزِمُ صَاحِبَ الْخِيَارِ اَنْ يَفْسخ اَوْ يُجِيزَ بِحَضْرَةِ صَاحِبِه ؟

ج :اِنْ اَجَازَهٗ فِي غَيْبَتِه جَازَ ، وَاِنْ فَسَخَ لَمْ يَجُزْ اِلَّا بِحَضْرَةِ الْاٰخَرِ ۔

س: کیا صاحب خیار کو لازم ہے کہ وہ اپنے ساتھی کی موجودگی میں (بیع) توڑ دے یا نافذ کرے؟

Marfat.com

ج: اگر وہ اسے اس کی عدم موجودگی میں نافذ کرے تو جائز ہے اور اگر توڑے تو دوسرے کی موجودگی کے بغیر جائز نہیں۔

توضیح: مسئلہ یہ ہے کہ صاحب خیار اگر بیع کو نافذ کرنا چاہے تو دوسرے ساتھی من لہ خیار کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر بیع فسخ کرتا ہے تو دوسرے ساتھی کی موجودگی کے بغیر فسخ کرنا جائز نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ من لہ خیار کا اپنے خیار کے تحت بیع کو فسخ کرنا من لا خیار حق میں تصرف ہے اور وہ حق عقد بیع ہے یعنی جس میں اختیار نہیں رکھا ہوا اس کے لئے عقد بیع لازم ہے اور بیع کو فسخ کر دینا اس کے حق کو اٹھانا اور باطل کرنا اور یہ حضرت سے بھی خالی نہیں ہے کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوسکتا ہے کہ مشتری بائع کے خیار ہونے کی صورت میں بیع کے تمام اور نافذ ہونے پر اعتماد کرتے ہوئے مبیع میں کوئی تصرف کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں مبیع ہلاک ہو جا تی ہے۔ تو اس صورت میں مشتری پر ثمن نہیں قیمت واجب ہوگی۔ اور بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ثمن سے زیادہ ہوتی ہے اور مشتری پر ثمن سے زیادہ واجب کرنا اس کے حق میں کھلا ہوا ضرور ہے۔ اور اگر خیار مشتری کو ہو تو بائع عقد بیع کے تمام ہونے پر اعتماد کرتے ہو ئے اور مشتری تلاش نہیں کرے گا حالانکہ کبھی سامان فروخت کرنے کی وہ ہی مدت ہوتی ہے تو یہ بائع کے حق میں ضرور ہوا لہذا فسخ کرنے کی صورت میں دوسرے ساتھی کو ضرر سے بچانے کے لئے اس کی موجودگی ضروری ہے۔

س: بَاعَ عَبْدًا عَلٰى اَنَّهٗ خَبَّازٌ اَوْ كَاتِبٌ فَوَجَدَهُ الْمُشْتَرِيْ خِلَافَ ذٰلِكَ مَاذَا يَفْعَلُ ؟

ج: اَلْمُشْتَرِيْ بِالْخِيَارِ، اِنْ شَاءَ اَخَذَهٗ بِجَمِيْعِ الثَّمَنِ وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ وَرَدَّهُ الْعَبْدَ۔

س: غلام خریدا اس شرط پر کہ وہ نان بائی یا کاتب ہے پس خریدار نے اسے اس کے خلاف پایا تو کیا کرے؟

ج: خریدار با اختیار ہے اگر چاہے تو اسے پورے ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو بیع توڑ دے اور غلام واپس کر دے۔

توضیح: مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے اس شرط پر غلام خریدا کہ وہ روٹی پکانا کے فن سے واقف ہے یا کتابت جانتا ہے مگر بعد معلوم ہوا کہ نہ تو وہ روٹی پکانا جانتا ہے اور نہ ہی کتابت کے فن سے واقفیت رکھتا ہے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو پوری قیمت پر لے لے چاہے تو چھوڑ دے، لینے کی صورت میں پوری قیمت لازم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اوصاف کے مقابلہ میں قیمت نہیں ہوتی اور اختیار ملنے کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ اوصاف مرغوب فیہ اوصاف ہیں اس لئے ان کے نہ ہونے کی صورت اس کو بیع کے رد کرنا کا اختیار حاصل ہوگا۔

﴿صاحب خیار فوت ہو گیا تو خیار ختم ہو کر بیع مکمل ہو گئی﴾

س: كَانَ الْخِيَارُ لِاَحَدِ الْمُتَبَايِعَيْنِ وَمَاتَ صَاحِبُ الْخِيَارِ قَبْلَ اِنْفَاذِ الْبَيْعِ وَ قَبْلَ تَمَامِ الْمُدَّةِ فَهَلْ يَنْتَقِلُ خِيَارُهٗ اِلَى الْوَرَثَةِ ؟

ج: بَطَلَ خِيَارُهٗ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ، وَلَا يَنْتَقِلُ اِلَى الْوَرَثَةِ، وَالْبَيْعُ قَدْ تَمَّ۔

س: باہم خرید و فروخت کرنے والے دو شخصوں میں سے ایک کو خیار (حاصل) تھا اور صاحب خیار بیع نافذ کرنے سے پہلے اور مدت

Marfat.com

(خیار) پوری ہونے سے پہلے مرگیا تو کیا اس کا خیار ورثہ کی طرف منتقل ہوگا؟

ج: اس صورت میں اس کا خیار باطل ہوگیا اور ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوگا اور بیع تحقیق مکمل ہوگئی۔

توضیح: اگر صاحب خیار فوت ہوجاتا ہے تو خیار شرط ختم ہوجاتا ہے، ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوتا یعنی میت کے ورثاء اگر مبیع کو فسخ کرنا چاہیں تو فسخ نہ ہوگی امام مالکؒ اور شافعیؒ کے یہاں خیار شرط میں وراثت جاری ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ خیار شرط حق لازم ہے اس لئے اس میں وراثت جاری ہوگی جیسے خیار عیب اور خیار تعیین میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وراثت ان امور میں جاری ہوتی ہے جن میں انتقال متصور نہیں ہوسکتا، کیونکہ مورث کا موت سے اس کا ارادہ منقطع ہوگیا، رہا قیاس مذکور تو وہ اس لئے درست نہیں کہ خیار عیب مورث اس مبیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم ہو تو وارث بھی صحیح سالم کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ وہ اس کے خلیفہ ہے پس وارث کے لئے ثبوت خیار عیب بطور خلافت ہے نہ کہ بطریق وارثت کہ ہے، اسی طرح ثبوت خیار تعین اس لئے ہے کہ اس کی ملک دوسرے کے ملک سے مخلوط (ملی ہوئی) ہونے کی وجہ سے مبیع مجہول ہے، اس لئے ابتداء خیار تعیین اس کے لئے ثابت ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ جو خیار تعیین وارث کے لئے تھا اور مورث کے لئے خیار تعیین اور ہے اور ان دونوں میں فرق ہے وہ یہ کہ مورث کو خیار فسخ بھی تھا اور اس کا خیار تین دن کے ساتھ موقت تھا اور وارث کو نہ خیار فسخ حاصل ہے اور نہ ہی اس کا خیار مؤقت ہے۔

خيار الروية

﴿خیار رؤیت کا بیان﴾

خیار عیب حکم کے لازم ہونے سے مانع ہوتا اور خیار رؤیت حکم کے پورے ہونے سے مانع ہوتا ہے اور حکم کا لزوم حکم کے پورا ہوجانے کے بعد ہوتا ہے اس لئے صاحب کتاب نے خیار رؤیت کو خیار عیب پر مقدم کیا ہے خیار رؤیت کو خیار عیب پر مقدم کیا ہے خیار رؤیت میں اضافت مسبب الی السبب یعنی ایسا اختیار جو خریدار کو دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ حضرات احناف، موالک، حنابلہ سب کے نزدیک بن دیکھی چیز خریدنا جائز ہے (بشرطیکہ اس چیز کی طرف یا اس کی جگہ کی طرف اشارہ کیا ہو) پھر جب مشتری اپنی خرید شدہ چیز دیکھے تو اس کو لینے نہ لینے کا اختیار ہے اگر چہ وہ دیکھنے سے پہلے راضی بھی ہو چکا ہے ہو کیونکہ کسی چیز کے اوصاف معلوم ہونے کے بغیر رضا متحقق نہیں ہوتی۔ امام شافعیؒ کے جدید قول کے مطابق جو چیز بغیر دیکھنے کے خریدی گئی ہو اس کا عقد ہی باطل ہے اس لئے کہ مبیع مجہول ہے۔

س: رَجُلٌ اشْتَرٰى مَالًا لَمْ يَرَهُ، فَهٰذَا الْبَيْعُ جَائِزٌ اَمْ لَا ؟

ج: اَلْبَيْعُ جَائِزٌ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ، لٰكِنْ لِلْمُشْتَرِيْ الْخِيَارُ اِذَا رَاٰهُ اِنْ شَاءَ اَخَذَهُ، وَاِنْ شَاءَ رَدَّهُ۔

س: ایک شخص نے ایسا مال خریدا جسے دیکھا نہیں تو یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟

ج: اس صورت میں بیع جائز ہے لیکن خریدار کو خیار (حاصل) ہے جب اسے دیکھے اگر چاہے اسے لے لے اور اگر چاہے اسے

Marfat.com

واپس کردے۔

توضیح: اس مسئلہ میں ہماری دلیل حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ، جو شخص ایسی چیز خرید ے جس کو اس نے نہ دیکھا ہو تو دیکھ لینے کے بعد اس کو اختیار ہے چاہے تو خرید لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

﴿خیار رؤیت بغیر مبطل کے ساقط نہیں ہوتا﴾

س :هَلْ فِي هٰذَا الْخِيَارِ تَوْقِيْتٌ ؟

ج :لا تَوْقِيْتَ فِيْهِ ، فَلَا يَسْقُطُ مَالَمْ يُوْجَدْ مُبْطِلُه' ، وَ الْمُبْطِلُ هُوَ مَا يُفِيْدُ الرِّضَا ۔

س: کیا اس خیار میں مدت کی تعیین ہے؟

ج: اس میں مدت کی تعیین نہیں پس یہ (خیار) ساقط نہیں ہوتا جب تک اس کا مبطل (یعنی باطل کرنے والا) نہ پایا جائے۔ اور مبطل وہ ہے جو رضا کا فائدہ دے۔

توضیح: اس سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح خیار شرط میں مدت مقرر ہے اسی طرح خیار رؤیت میں بھی کوئی مدت مقرر ہے یا نہیں؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ خیار رؤیت کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے جب تک کوئی امر خیار رؤیت کا باطل کرنے والا نہ پایا جائیگا اتنے تک خیار رؤیت باطل نہ ہوگا، اور خیار رؤیت کا مبطل وہ چیز ہے جو رضا کا فائدہ دے۔

﴿بائع کے لئے خیار رؤیت نہیں ہے﴾

س :مَاقَوْلُكُمْ فِي الْخِيَارِ لِمَنْ بَاعَ مَالَمْ يَرَه' ؟

ج :لَاخِيَارَ لَه' ۔

س: اس (شخص) کے لیے خیار کے بارے میں آپ کا قول کیا ہے جس نے ایسی (چیز) بیچی جسے اس نے دیکھا نہیں؟

ج: اسے خیار (حاصل) نہیں۔

توضیح: بیچنے والا اگر بغیر دیکھی چیز فروخت کرے تو اسے خیار حاصل نہ ہوگا۔ مثال کے طور پر بطور وراثت کوئی شے ملے اور وہ بغیر دیکھے فروخت کردے تو دیکھنے کے بعد بیع فسخ کرنا کا حق حاصل نہ ہوگا صاحب ہدایہ وغیرہ اس کی صراحت فرماتے ہیں کہ اول امام ابوحنیفہؒ فروخت کرنے والے کے لئے خیار رؤیت تسلیم فرماتے تھے مگر پھر اس قول سے رجوع فرمالیا رجوع کا سبب یہ ہے کہ مذکورہ بالا روایت میں خیار رؤیت خریداری کے ساتھ مخصوص ہے لہذا خریداری کے بغیر یہ ثابت نہ ہوگا۔

﴿خیار رؤیت کے بطلان کی بعض صورتیں﴾

س : نَظَرَ الْمُشْتَرِیْ اِلٰی وَجْهِ الصُّبْرَةِ ، اَوْ اِلٰی ظَاهِرِ الثَّوْبِ وَهُوَ مَطْوِیٌّ، اَوْ اِلٰی وَجْهِ الْجَارِيَةِ، اَوْ اِلٰی وَجْهِ

Marfat.com

الدَّابَّةِ وَكَفلهَا هَلْ هٰذِهِ الرُّؤْيَةُ تُعْتَبَرُ فِي بُطْلَانِ الْخِيَارِ ؟

ج :هٰذِهِ الرُّؤْيَةُ مُعْتَبَرَةٌ ، وَلَا خِيَارَ لَه' بَعْدَ هٰذِهِ الرُّؤْيَةِ ۔

س:خریدار نے غلہ کے ڈھیر کے ظاہر کو یا کپڑے کے ظاہر کو اس حال میں دیکھا کہ وہ لپٹا ہوا ہے یا باندی کے چہرے کو یا جانور کے چہرے اور سرین (یعنی اگاڑی اور پچھاڑی) کو دیکھ لیا تو کیا یہ رؤیت (یعنی دیکھنا) خیار کے باطل ہونے میں معتبر ہے؟

ج: یہ رؤیت معتبر ہے اور اس رؤیت کے بعد اسے خیار (حاصل) نہیں۔

توضیح: رؤیت میں یہ لازم نہیں کہ ساری بیر دیکھی جائے بلکہ اس قدر حصہ دیکھنا کافی ہے کہ جس کے ذریعہ مبیع کا حال معلوم ہو جائے مثلاً ناپی اور وزن کیا جانے والی چیزوں کے ظاہر کو اور ایسے ہی لپٹے ہوئے کپڑا کا ظاہر دیکھ لیا تو خیار رؤیت باقی نہ رہے گا اور ایسی اشیاء جن کے افراد کے اندر فرق ہو ان میں جب تک ساری نہ دیکھ لے خیار باقی رہے گا۔

﴿ کمروں کے مشاہدہ کے بغیر رؤیت معتبر نہیں ﴾

س :اِنْ رایٰ صِحْنَ الدَّارِ وَلَمْ يُشَاهِدْ بُيُوْتَهَا هَلْ تُعْتَبَرُ هٰذِهِ الرُّؤْيَةُ ؟

ج :هٰذِهِ الرُّؤْيَةُ مُعْتَبَرَةٌ ، فَلَا خِيَارَ لَه' فِي هٰذِهِ ا لصُّوْرَةِ عَلٰى مَاذَكَرَه' اَصْحَابُ الْمُتُوْنِ ، وَ هُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى اَنَّ دُوْرَ الْكُوْفَةِ كَانَتْ غَيْرَ مُتَفَاوِتَةٍ ،وَالْفَتْوٰى عَلٰى قَوْلِ زُفَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ' تَعَالٰى فَاِ نَّه' قَالَ لَا بُدَّ مِن رُؤْ يَةِ دَاخِلِ الْبُيُوْتِ لِاَنَّ الدُّوْرَ تَخْتَلِفُ ۔

س:اگر مکان کا صحن دیکھے اور اس کے کمروں کا مشاہدہ نہ کرے تو کیا یہ رؤیت معتبر ہے؟

ج: یہ رؤیت معتبر ہے اصحاب متون نے جو ذکر فرمایا ہے اس کی بنا پر اس صورت میں اسے خیار (حاصل) نہیں اور وہ (یعنی اصحاب متون کا قول) اس پر مبنی ہے کہ کوفہ کے مکانات مختلف نہیں ہوتے تھے اور فتوی حضرت زفرؒ کے قول پر ہے پس تحقیق آپؒ فرماتے ہیں کہ کمروں کے اندر سے دیکھنا ضروری ہے کیونکہ مکانات مختلف ہوتے ہیں۔

توضیح: امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ کافی ہے کہ دار کے ظاہر یا اس کے صحن کو دیکھ لیا جائے امام زفرؒ کے نزدیک یہ بھی لازم ہے کہ اس کے کوٹھڑیاں اور دالان وغیرہ دیکھا جائے امام زفرؒ کا قول راجح قرار دیا گیا اور مفتی بہ یہ قول ہے اور اس اختلاف کا انحصار درحقیقت عادات کے اختلاف پر ہے بغداد اور کوفہ مکانوں میں بڑے اور چھوٹے اور پرانے و نئے ہونے کے سوا کوئی فرق نہ ہوتا تھا سب ضروریات کے اعتبار سے تقریباً برابر ہوتے تھے اس لئے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ نے ظاہر کہ دیکھ لینے کو کافی قرار دیا اور موجودہ دور کے مکانوں میں گرمی و سردی وغیرہ کہ اعتبار سے کمروں اور اوپر کے اور نیچے کے مکانوں اور متعلقہ ضروریات باورچی خانہ وغیرہ میں زیادہ فرق ہوتا ہے اس لئے یہ ناگزیر ہے کہ سب کو دیکھ لیا جائے۔

Marfat.com

﴿نابینا کو بھی خیار رؤیت حاصل ہے﴾

س :اِذَابَاعَ الْاَعْمٰی اَوِ اشْتَرٰی مَاذَاحُکْمُه‘ ؟

ج :بَیْعُه وَشِرَائُه‘ جَائِزٌ وَلَه‘ خِیَارُالرُّؤْیَةِ اِذَا اشْتَرٰی ۔

س:جب نابینا بیچے یا خریدے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج:اس کا بیچنا اور اسکا خریدنا جائز ہے اور اسے خیار رؤیت حاصل ہے جب وہ خریدے۔ یہ درست ہے کہ نابینا کے لئے خرید و فروخت جائز ہے کہ خواہ وہ مادرزاد نابینا ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ بینا لوگوں کی طرح وہ بھی مکلف ہے اور اسے بھی ان کی طرح خرو فروخت کی ضرورت ہے اسے خیار رؤیت بھی حاصل ہوگا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر مادرزاد نابینا ہو تو اصل کے اعتبار سے اس کی خرید وفروخت درست نہیں اگر وہ مبیع ٹٹول کر خریدے یا سونگھ یا چکھ کر خریدے اور اسے ٹٹولنے یا سونگھنے کے ذریعہ مبیع کی حالت کا علم ہو گیا ہو تو پھر اس کا خیار رؤیت باقی نہ رہے گا اور اگر ابھی چیز کا وصف بیان کیا ہو کہ نابینا شخص اور دیکھنے والا ہو جائے تو اسے خیار رؤیت نہ ملے گا اس لئے کہ عقد کی تکمیل اس سے پہلے ہو چکی اور اگر بینا شخص کوئی شئے بغیر دیکھے خریدے اس کے بعد وہ نابینا ہو جا ئے تو اس کے اختیار کو بجانب وصف منتقل قرار دیں گے۔

﴿نابینا کیسے دیکھے گا﴾

س : کَیْفَ یَرٰی وَهُوَ لَا یُبْصِرُ ؟

ج : جَسُّه‘ بِالْیَدِ اِذَا کَانَ الْمَبِیْعُ یُعْرَفُ بِالْجَسِّ۔ وَشَمُّه‘۔ وَاِذَا کَانَ یُدْرِکُ بِالشَّمِّ۔ وَ ذَوْقُه‘اِذَا کَانَ یُعْرَفُ بِالذَّوْقِ۔ یَقُوْمُ مَقَامَ النَّظْرِ ۔

س:وہ کیسے دیکھے حالانکہ اسے نظر نہیں آتا؟

ج:اس کا ہاتھ سے ٹٹول جب کہ مبیع ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھنے سے معلوم ہو اور اس کا سونگھنا جب کہ سونگھنے سے معلوم ہو اور اس کا چکھنا جبکہ چکھنے سے معلوم ہو دیکھنے کے قائم مقام ہے۔

﴿نابینا زمین خریدنا چاہے تو کیسے پہچان کرے﴾

س :رَجُلٌ لَا یُبْصِرُ وَ اَرَادَاَنْ یَّشْتَرِیَ الْعِقَارَ کَیْفَ یَعْرِفُ ؟

ج :یَکْتَفِیْ لَه‘ بِالْوَصْفِ فِیْ شِرَاءِ الْعِقَارِ ، لِاَنَّه‘ لَاسَبِیْلَ لَه‘ اِلٰی مَعْرِفَتِهٖ اِلَّا بِذٰلِكَ ، فَاِذَا وَصَفَ لَه‘ وَرَضِیَ بِالشِّرَاءِ سَقَطَ خِیَارُه‘

س:ایک شخص کو نظر نہیں آتا اور وہ زمین خریدنا چاہتا ہے تو کیسے پہچان کرے؟

Marfat.com

ج: زمین خریدنے میں اسے وصف بیان کرنے پر اکتفا کیا جائے کیونکہ اس کے لئے (زمین) کی پہچان کا صرف یہی راستہ ہے پس جب اسے حال بیان کر دیا جائے اور وہ خریدنے پر راضی ہو تو اس کا خیار ساقط ہو جائے گا۔

توضیح: مسئلہ یہ ہے کہ اگر نابینا شخص زمین خریدنا چاہتا ہے تو اس کے سامنے زمین کی وصف بیان کر دی جائے کیونکہ زمین کا علم نہ چھونے سے حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ہی چکھنے سے اور سونگھنے سے اس لئے وصف کا ذکر کرنا اس کے حق میں رؤیت کے مقام قرار دے دیا گیا، پس جب اسے وصف کا ذکر کر دیا گیا اور اس نے زمین خریدنے پر امادگی ظاہر کرتے ہوئے بیع کر لی تو اب اس کا خیار رؤیت ساقط ہو جائیگا۔

﴿غیر کی مملوکہ چیز مالک کے حکم بغیر بیچنے کا حکم﴾

س: رَجُلٌ بَاعَ مِلْكَ غَيْرِهٖ بِغَيْرِهٖ اَمْرِهٖ مَاذَا حُكْمُهٗ؟

ج: اَلْمَالِكُ مُخْتَارٌ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ، وَاِنْ شَاءَ جَازَ الْبَيْعَ وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ، وَلَهٗ حَقُّ الْاِجَازَةِ اِذَا كَانَ الْمَعْقُوْدُ عَلَيْهِ بَاقِيًا وَالْمُتَعَاقِدَانِ بِحَالِهِمَا۔

س: ایک شخص نے اپنے غیر کی ملک اس کے حکم کے بغیر بیچی تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: مالک اس صورت میں بااختیار ہے اگر چاہے بیع نافذ کر دے اور اگر چاہے توڑ دے اور اسے (بیع) نافذ کرنے کا حق (حاصل) ہے بشرطیکہ جس پر عقد کیا گیا ہے (یعنی مبیع) باقی ہو اور باہم عقد کرنے والے دونوں شخص اپنے حال پر ہوں۔

﴿دو کپڑوں میں سے ایک دیکھا تو خیار رؤیت کا حکم﴾

س: رَجُلٌ اشْتَرٰى ثَوْبَيْنِ فِيْ عَقْدٍ وَّاحِدٍ وَقَدْ رَاٰى اَحَدَهُمَا ثُمَّ رَاٰى الْاٰخَرَ هَلْ يَجُوْزُ لَهٗ رَدُّهُمَا؟

ج: نَعَمْ يَجُوْزُ لَهٗ ذٰلِكَ۔

س: ایک شخص نے ایک عقد پر دو کپڑے خریدے اور (عقد سے پہلے) ان دونوں میں سے ایک کو دیکھ چکا پھر اس نے (عقد کے بعد) دوسرے کو دیکھا تو کیا ان دونوں کو واپس کرنا اس کے لیے جائز ہے؟

ج: اس کے لیے یہ جائز ہے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے ایک ہی عقد میں دو کپڑے خریدے ان میں ایک کو اس نے دیکھا مگر دوسرے کو نہیں دیکھا جب دوسرے کو دیکھا تو اس کو پسند نہیں آیا تو اب اس کو دونوں کپڑوں کو واپس کر دینے کا اختیار ہے کیونکہ کپڑوں میں تفاوت ہونے کی وجہ سے ایک کو دیکھنا دوسرے کو دیکھنا نہیں ہے، اس لئے اس نے جس کپڑے کو نہیں دیکھا اس میں خیار رؤیت باقی رہے گا۔ مگر اس اکیلے کو واپس نہیں کر سکتا کیونکہ صفقہ کہ تمام ہونے سے پہلے تفریق صفقہ لازم آئے گی حالانکہ نبی کریم ﷺ نے تفریق کے صفقہ قبل تمام سے منع فرمایا ہے اس لئے اگر رکھنا چاہے تو دونوں کپڑے رکھ لے ورنہ دونوں واپس کر دے۔

Marfat.com

﴿پہلے کبھی دیکھی ہوئی چیز کو بغیر دیکھنے پر خیار رویت﴾

س :رَأی شَیْئًا ثُمَّ اشْتَرَاهُ بَعْدَ مُدَّةٍ هَلْ یَثْبُتُ لَهُ خِیَارُ الرُّؤْیَةِ ؟

ج :اِنْ کَانَ هٰذَا الشَّیْءُ، بَاقِیًا عَلَی الصِّفَةِ الَّتِیْ رَاٰهُ، قَبلَ ذٰلِكَ فَلَا خِیَارَ لَه، ـ وَاِنْ وَجَدَه، مُتَغَیِّرًا فَلَه، الْخِیَارُ ـ

س:ایک شے دیکھی پھر مدت کے بعد اسے خرید لیا تو کیا خیار رویت اس کے لیے ثابت ہوگا؟

ج: اگر یہ شے اس حالت پر باقی ہے جس (حالت) پر اس نے اسے اس سے پہلے دیکھا تو اسے خیار (حاصل) نہیں (کیونکہ رویت سابقہ سے مشتری کو مبیع کے اوصاف کا علم ہے) اور اگر اس نے اسے بدلا ہوا پایا تو اسے خیار (حاصل) ہے۔ (کیونکہ رویت سابقہ مبیع کے اوصاف کا ذریعہ علم بن کر واقع نہیں ہوتی پس یہ ایسا ہو گیا کہ گویا مشتری نے اس کو دیکھا ہی نہیں۔

﴿خیار رویت ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوگا﴾

س :مَاتَ الْمُشْتَرِی وَ کَانَ لَه، خِیَارُ الرُّؤْیَةِ مَاحُکْمُ الْخِیَارِ بَعْدَ مَوْتِهٖ ؟

ج :تَمَّ الْبَیْعُ وَ بَطَلَ الْخِیَار، وَلَا یَنْتَقِلُ اِلٰی وَرَثَتِهٖ ـ

س: خریدار مر گیا حالانکہ اسے خیار رویت حاصل تھا تو اس کی موت کے بعد خیار کا حکم کیا ہے؟

ج: بیع مکمل ہوگئی اور خیار باطل ہو گیا اور (خیار) اس کے ورثہ کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

خیار العیب

﴿یہ باب خیار عیب کے بیان میں ہے﴾

لغات: اَمْسَكَ یُمْسِكُ اِمْسَاکًا۔ روکنا عن الامر کام سے رکنا باز رہنا، اَلتُّجار التا جر کی جمع اَبِقٌ صفت اِبَا قًا بھاگنا بھگوڑا پن بَخَرٌ گندہ دہن ہونا اَلدَّفَرْ بدبو۔ بغل کا بدبودار ہونا، داء بیماری خَاطَه، خِیَا طَةً سینا صَبَغَه، صَبْغًا رنگنا، لت ملا لیا سویق ستو سمن گھی۔

خیار کی اضافت عیب کی طرف اضافت الشیء الی السبب کے قبیل سے ہے۔ خیار عیب چونکہ عقد کے پورا ہونے کے بعد لزوم حکم سے مانع ہوتا ہے اس لئے اس کو تمام خیارات سے مؤخر کر دیا ہے۔

تشریح : اہل عرب کے ہاں ہر اس چیز کو عیب کہا جاتا ہے جس سے فطرۃ سلیمہ خالی ہو (فتح) یعنی اصل خلقت میں داخل نہ ہو۔

عیب کی شرعی تعریف: شرعی اعتبار سے عیب دار وہ چیز کہلاتی ہے جس کی وجہ سے تاجروں کے ہاں اس چیز کی قیمت کم ہو جائے جیسے بھگوڑا پن، بستر پر پیشاب کرنا، چوری کرنا، دیوانا پن، گندہ ذہنی لونڈی کا گندہ بغل ہونا، زانیہ ہونا، حیض کا نہ آنا استحاضہ، پرانی کھانسی وغیرہ

Marfat.com

﴿بائع کے پاس سے جو عیب ہو اس کی بنا پر مبیع کو واپس کرنے کا حکم﴾

س :اِشْتَرٰی رَجُلٌ شَیْئًا ثُمَّ اطَّلَعَ فِیْهِ عَلٰی عَیْبٍ کَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ هَلْ یَجُوْزُ لَهٗ اَنْ یَّرُدَّ الْمَبِیْعَ ؟

ج اِنْ کَانَ الْمُشْتَرِیْ لَمْ یَرَ الْعَیْبَ عِنْدَ الْبَیْعِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْضِ وَ لَمْ یُبَیِّنْهُ الْبَائِعُ فَهُوَ بِالْخِیَارِ اِنْ شَاءَ اَخَذَهٗ بِجَمِیْعِ الثَّمَنِ وَ اِنْ شَاءَ رَدَّهٗ

س: ایک شخص نے کوئی چیز خریدی پھر وہ اسمیں ایسے عیب پر مطلع ہوا جو فروخت کنندہ کے پاس تھا تو کیا مبیع کو واپس کرنا اس کے لئے جائز ہے۔

ج: اگر خریدار نے بیع کے وقت اور قبضہ کے وقت عیب نہیں دیکھا تھا اور فروخت کنندہ نے اس (عیب) کو بیان نہیں کیا تو وہ با اختیار ہے اگر چاہے اسے پورے ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے اسے لوٹا دے۔

توضیح: صورت مسئلہ: کسی شخص نے کسی سے کوئی چیز خریدی خرید شدہ چیز میں کوئی عیب پایا تو اب خریدار کو اختیار ہے کہ اگر وہ اس چیز کو رکھنا چاہتا ہے تو طے شدہ پوری قیمت ادا کرے ورنہ واپس کر دے۔ کیونکہ مطلق عقد کا تقاضا یہی ہے کہ مبیع عیب سے پاک ہو لیکن اس اختیار کیلئے چند شرطیں ہیں۔ (۱) عیب بائع کے پاس رہتے ہوئے پیدا ہوا ہو مشتری کے پاس پیدا نہ ہوا (۲) مشتری کو خریدتے وقت (۳) قبضہ کرتے وقت عیب معلوم نہ ہوا ہو (۴) مشتری بغیر مشقت کے عیب کے ازالہ پر قادر نہ ہو (۵) اس عیب سے یا تمام عیوب سے براءت کی شرط نہ ہو۔

(۶) بیع فسخ ہونے سے پہلے وہ عیب زوال پزیر نہ ہوا ہو۔

﴿بقدر عیب قیمت کی واپسی کے لئے مشتری کو مبیع روکنا جائز نہیں﴾

س :اَلَیْسَ لِلْمُشْتَرِیْ اَنْ یُّمْسِکَهٗ وَ یَاْخُذَ النُّقْصَانَ ؟

ج :لَیْسَ لَهٗ ذٰلِكَ۔

س: کیا خریدار کے لیے (جائز) نہیں کہ وہ (مبیع) کو روک لے اور (عیب کا) نقصان لے لے؟

ج: یہ اس کے لیے (جائز) نہیں۔

توضیح: صورت مسئلہ: کسی شخص نے کوئی چیز خریدی خرید شدہ چیز میں عیب پایا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہی کہ وہ مبیع کو روک لے اور عیب کے بقدر قیمت لے لے۔ کیونکہ جب وصف مقصود نہ ہو تو اس کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا اس لئے اگر مبیع کو رکھنا چاہتا ہے تو پورا ثمن ادا کرے ورنہ واپس کر دے دوسری وجہ یہ ہے کہ مقرر ثمن سے کم پر مبیع کے ملک زائل ہونے پر بائع کی رضا نہیں ہے تو ایسا کرنے سے بائع کا نقصان ہوگا۔

Marfat.com

﴿جس چیز سے تاجروں کے ہاں قیمت کم ہوجائے وہ عیب ہے﴾

س :اَيُّ عَيْبٍ يُعْتَبَرُ فِيْ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ ؟
ج :كُلُّ مَا اَوْجَبَ نُقْصَانَ الثَّمَنِ فِيْ عَادَةِ التُّجَّارِ فَهُوَ عَيْبٌ ۔
س:ان مسائل میں کون ساعیب معتبر ہے؟
ج:ہروہ (چیز) جوتاجروں کے (عرف و) عادت میں ثمن کی کمی کولازم کرے تووہ عیب ہے۔

توضیح:کل ما او جب الخ لغت عرب میں ہروہ امر عیب ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو(فتح) یعنی جواصل خلقت میں داخل نہ ہو۔شرعاً ہروہ چیز عیب ہے جس کی وجہ سے تاجروں کے ہاں قیمت میں کمی واقع ہو۔تاجروں سے مراد وہ تاجر ہیں جن کو ہر تجارت وصنعت کی شناخت ہواس لئے کہ مبیع کبھی مصنوعات سے ہوتی ہے تواس میں کاریگروں کا عرف معتبر ہوگا نہ کہ تاجروں کا۔ چنانچہ شیخ حلبیؒ سے تصریح ہے کہ ہرتجارت میں اس کے لوگ معتبر ہیں اور ہرصناعت میں اس کے اھل کا اعتبار ہے۔

﴿بعض وہ عیوب جن کی بناپرمشتری مبیع واپس کرسکتا ہے﴾

س :بَيِّنُوْا بَعْضَ العيو ب الَّتِيْ جَازَ لِلْمُشْتَرِيْ اَنْ يَّرُدَّ الْمَبِيْعَ بِسَبَبِهَا ؟
ج :اَلْاِبَاقُ وَالْبَوْلُ فِيْ الْفِرَاشِ، وَالسِّرْقَةُ عَيْبٌ فِيْ الصَّغِيْرِ مَالَمْ يَبْلُغْ، فَاِذَا بَلَغَ فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِعَيْبٍ ، وَالْبَخْرُ وَالذفر عَيْبٌ فِيْ الْجَارِيَةِ ، وَلَيْسَ بِعَيْبٍ فِيْ الْغُلَامِ اِلَّااَنْ يَّكُوْنَ مِنْ دَاءٍ ، والزِّنا وَ كَوْنَ الْمَمْلُوْكِ وَلَدُ الزِّنَا عَيْبٌ فِيْ الْجَارِيَةِ دُوْنَ الْغُلَامِ ۔
س:بعض ان عیوب کوبیان کیجیے جن کے سبب مبیع کولوٹانا خریدار کے لئے جائز ہے؟
ج: بھاگنا، بچھونے میں پیشاب کرنااور چوری کرنا بچے میں عیب ہے جب تک وہ بالغ نہ ہوپس جبابالغ ہوجائے تو یہ عیب نہیں اور گندہ دہن ہونااور گندہ بغل ہونا باندی میں عیب ہےاور غلام میں عیب نہیں جب وہ بالغ ہوجائے الا یہ کہ بیماری کی وجہ سے ہواور زنا اور مملوک کاولد الزنا ہونا باندی میں عیب ہےغلام (میں) نہیں۔

توضیح:بچے کا بھاگنا چوری کرنا بستر پر پیشاب کرنا تینوں اموعیب ہیں بالغ ہونے تک جب بالغ ہوگیا تو یہ عیب نہیں بشرطیکہ وہ بالغ ہونے کے بعد بار بار نہ کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام بچپن میں بائع کے پاس ظاہر ہوئے پھر مشتری کے پاس بھی بچپن کی حالت میں ظاہر ہوئے تواب مشتری کواختیار ہے کہ اس کو بائع واپس کردے۔کیونکہ یہ بعینہ وہی سابق عیب ہے۔اوراگر بالغ ہونے کے بعد ظاہر ہوئے تو واپس نہیں کرسکتا کیونکہ یہ دوسرا عیب ہے۔وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کاموں کا سبب بچپن میں اور ہےاور بالغ ہونے کے بعداور ہے۔چنانچہ بچپن میں بستر پر پیشاب کرنا مثانہ کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہےاور بالغ ہونے کے بعداندرونی بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے۔اور بچپن میں کھیل کود کی خواہش کی وجہ سے ہوتا ہےاور چوری کرنا بیبا کی بناپرہوتا ہےاور بعدالبلو غ یہ

Marfat.com

دونوں باتیں خبث باطنی کی وجہ سے ہوتی ہیں، صغیر سے مراد سمجھدار بچہ ہے، رہا نا سمجھ تو وہ بھٹکا ہوا ہے نہ کہ بھاگا ہوا تو وہ عیب نہ ہوگا۔

﴿ایک عیب بائع کے پاس سے تھا دوسرا مشتری کے پاس پیدا ہو گیا تو رجوع بالنقصان کریگا﴾

س :حَدَثَ عَيْبٌ عِنْدَالْمُشْتَرِى ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰى عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ مَاذَا يَفْعَلُ الْاٰن ؟

ج :لَهٗ اَنْ يَّرْجِعَ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ ، وَلَا يَرُدُّ الْمَبِيْعَ اِلَّااَنْ يَرْضَى الْبَائِعُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ بِعَيْبِهِ الَّذِيْ حَدَثَ عِنْدَ الْمُشْتَرِى ۔

س:خریدار کے پاس عیب پیدا ہوا پھر وہ ایسے عیب پر مطلع ہوا جو فروخت کنندہ کے پاس تھا تو وہ اب کیا کرے۔

ج:اس کے لئے (جائز) ہے کہ وہ عیب کے نقصان کے ساتھ رجوع کرے اور مبیع نہ لوٹائے الا یہ کہ فروخت کنندہ (مبیع) کو اس عیب کے ساتھ لینے پر راضی ہو جائے جو (عیب) خریدار کے پاس پیدا ہوا۔

توضیح: کسی نے کوئی چیز خریدی خریدنے کے بعد خریدار کے پاس کوئی عیب پیدا ہو گیا پھر اسکو ایسا عیب معلوم ہوا جو بائع کے یہاں تھا تو اسے اختیار ہے چاہے پرانے عیب کی مقدار کے مطابق قیمت تو واپس لے سکتا ہے مگر مبیع کو واپس نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر بائع قدیم عیب کے ساتھ اس چیز کو بخوشی قبول کرنے پر آمادہ ہو تو پھر واپس کر سکتا ہے کیونکہ وہ خود ہی اپنے نقصان سے راضی ہے۔ بائع کے راضی ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ مبیع جب بائع کے ملک سے نکلی تھی وہ اس عیب سے پاک تھی۔

س :اِشْتَرٰى ثَوْبًا وَ قَطَعَهٗ وَ خَاطَهٗ اَوْ صَبَغَهٗ ، اَوِ اشْتَرٰى سَوِيْقًا فَلَتَّهٗ بِسَمَنٍ ۔ اَيْ خَلَطَهٗ بِهٖ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰى عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ مَاذَا حُكْمُهٗ؟

ج :رَجَعَ بِنُقْصَانِهٖ، وَ لَيْسَ لِلْبَائِعِ اَنْ يَّاْخُذَهٗ بِعَيْنِهٖ ۔

س: کپڑا خریدا اور اسے کتر لیا اور اسے سی لیا یا اسے رنگ لیا یا ستو خرید اپس اس میں گھی ملا دیا وہ ایسے عیب پر مطلع ہوا جو فروخت کنندہ کے پاس تھا تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: وہ عیب کے نقصان کا ساتھ رجوع کرے اور (مبیع) کو بعینہ لینا فروخت کنندہ کے لئے (جائز) نہیں۔

توضیح :اگر کپڑا خرید کر کاٹ کر سی لیا یا رنگ لیا یا ستو میں گھی ملا لیا عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان قیمت واپس لے سکتا ہے مگر مبیع واپس نہیں کر سکتا اگرچہ مشتری اور بائع دونوں مبیع واپس کرے پر راضی ہوں۔ اس لئے کہ یہاں مشتری کی طرف سے اصل مبیع میں زیادتی ہوگئی ہے۔ اب اگر اس زیادتی کے ساتھ واپس لے تو اس میں سود کا شبہ لازم آتا ہے اور بغیر زیادتی کے واپس کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ زیادتی کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے واپس کرنا ممتنع ہو گیا۔

Marfat.com

﴿غلام خرید کرآزاد کردیا یا وہ فوت ہوگیا جبکہ وہ بائع کے پاس سے معیوب تھا تو مشتری رجوع بالنقصان ہی کرے گا﴾

س :مَا قَوْلُكُمْ فِي مَنِ اشْتَرَىٰ عَبْدًا وَاعْتَقَهٗ اَوْ مَاتَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰى عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ ؟

ج :رَجَعَ بِنُقْصَانِهٖ وَلَا يَرُدُّهٗ لِاَنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مَحَلًّا لِلرَّدِّ وَالْاِسْتِرْدَادِ ۔

س:اس (شخص) کے بارے میں آپ کا کیا قول ہے جس نے غلام خریدا اور اسے آزاد کر دیا یا اس کے پاس مر گیا پھر وہ ایسے عیب پر مطلع ہوا جو فروخت کنندہ کے پاس تھا؟

ج:وہ (غلام) کے نقصان کے ساتھ رجوع کرے اور (غلام) واپس نہ کرے کیونکہ (غلام) واپس کرنے اور واپس لینے کا محل باقی نہیں رہا۔

توضیح: اگر خریدار نے خرید کردہ غلام بلاعوض مال آزاد کر دیا یا غلام مر گیا پھر خریدار ایسے عیب پر مطلع ہوا جو بائع کے یہاں سے تھا تو وہ بائع سے بقدر نقصان ثمن واپس لے سکتا ہے۔ موت کی صورت میں تو اس لئے کہ آدمی میں ملک کا ثبوت اس کی مالیت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور موت کی وجہ سے مالیت ختم ہو چکی تو ملک بھی ختم ہو جائے گا تو مبیع کی واپسی معتذر ہوگئی اور اگر رجوع بالنقصان بھی جائز نہ ہو تو اس میں مشتری کا نقصان لازم آئیگا رہی صورت آزاد کرنے کی تو قیاس کا تقاضا تو یہی ہیکہ رجوع جائز نہ ہو کیونکہ یہاں مبیع کے ممتنع ہونے کا سبب خود مشتری کا فعل اعتاق ہے تو یہ ایسا ہو گیا جیسے قتل کرنا کہ اس صورت میں رجوع بالنقصان جائز نہیں ہے مگر چونکہ عتق سے بھی ملک ختم ہو جاتی ہے اس لئے استحسانا رجوع بالنقصان جائز ہے۔ وجہ استحسان کی یہ ہے کہ آزاد کرنے سے ملک زائل نہیں ہوتی بلکہ منتھی ہو جاتی ہے اس واسطے کہ انسان اصل خلقت کے لحاظ سے محل ملک نہیں ہے بلکہ اس میں اصل آزاد ہونا ہے اس میں جو ملک ثابت ہوتی ہے وہ اعتاق کے محدود وقت تک کے لئے ثابت ہوتی ہے جب وہ محدود وقت پورا ہو گیا تو ملک ختم ہو گیا۔ تو ملک کی انتہاء میں اعتاق موت کی طرح ہو گیا تو جیسے موت میں رجوع بالنقصان کا حق ہے اسطرح اسمیں بھی ہوگا ۔

﴿مشتری نے غلام کو قتل کر دیا تو کیا بائع کے پاس والے عیب کی وجہ سے رجوع بالنقصان کر سکتا ہے؟﴾

س :فَاِنْ قَتَلَ الْمُشْتَرِيْ الْعَبْدَ اَوْ كَانَ الْمَبِيْعُ طَعَامًا فَاَكَلَهٗ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰى عَيْبٍ كَانَ عِنْدَ الْبَائِعِ هَلْ يَرْجِعُ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ ؟

ج :لَايَرْجِعُ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَا يَرْجِعُ بِنُقْصَانِ الْعَيْبِ ۔

س:اگر خریدار غلام کو قتل کر دے یا مبیع کھانا ہو پس اسے کھا لے پھر ایسے عیب پر مطلع ہو جو فروخت کنندہ کے پاس تھا تو کیا وہ (فروخت کنندہ) پر کس شے کے ساتھ رجوع کرے؟

Marfat.com

ج: حضرت ابوحنیفہؒ کے قول میں وہ (فروخت کنندہ) پر کسی شے کے ساتھ رجوع نہ کرے اور (صاحبین) فرماتے ہیں کہ عیب کے نقصان کے ساتھ رجوع کرے۔

توضیح: اگر خریدار نے خرید شدہ غلام کو قتل کر دیا یا مال کے عوض میں آزاد کر دیا یا مبیع کھائی جانے والی کوئی چیز تھی اس کو کھا گیا تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک رجوع نہیں کیا جائے سکتا صاحبین کے نزدیک طعام کی صورت میں رجوع کر سکتا ہے والفتوی علی قول صاحبین رحمہما اللہ۔

﴿عیب کی وجہ سے مبیع بائع ثانی کو لوٹائی گئی تو اس کا حکم﴾

س: بَاعَ عَبْدًا فَبَاعَهُ الْمُشْتَرِي ثُمَّ رُدَّ عَلَى الْمُشْتَرِيْ بِعَيْبٍ هَلْ يَجُوْزُ لَهُ اَنْ يَرُدَّ عَلَى الْبَائِعِ الْاَوَّلِ ؟

ج: اِنْ قَبِلَهُ "الْبَائِعُ الثَّانِيْ - وَهُوَ الْمُشْتَرِي الْاَوَّلِ - بِقَضَاءِ الْقَاضِيْ فَلَهُ اَنْ يَرُدَّهُ عَلٰى بَائِعِهِ اِنْ قَبِلَهُ بِغَيْرِ قَضَاءِ الْقَاضِي فَلَيْسَ لَهُ ذٰلِكَ۔

س: غلام بیچا خریدار نے اسے (آگے) بیچ دیا پھر عیب کی وجہ سے (پہلے) خریدار پر لوٹا دیا گیا تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اسے پہلے فروخت کنندہ پر لوٹائے؟

ج: اگر دوسرے فروخت کنندہ نے اور وہ پہلا خریدار ہے (مبیع) کو قاضی کے حکم سے قبول کیا ہو تو اس کے لئے (جائز) ہے کہ وہ اسے اپنے فروخت کنندہ پر لوٹائے اور اگر قاضی کے حکم کے بغیر قبول کیا ہو تو اس کے لیے یہ (جائز) نہیں۔

توضیح: بکر نے خالد کے ہاتھ کوئی چیز بیچی خالد نے خرید کر عمرو کے ہاتھ وہ چیز بیچ دی عمرو نے خالد کو عیب کی وجہ سے وہ چیز واپس کر دی تو اگر عمرو نے قاضی کے حکم سے واپس لی ہے تب تو خالد اپنے بائع یعنی بکر کو وہ چیز واپس کر سکتا ہے کیونکہ قاضی کے فیصلہ پر چیز کا واپس ہونا ان سب کے حق میں بیع کے فسخ کا حکم رکھتا ہے تو گویا بیع سرے سے ہوئی ہی نہیں تو صرف پہلی بیع قائم رہی لہذا مشتری اس غلام کو خیار عیب کی وجہ سے اپنے بائع کو واپس کر سکتا ہے۔

﴿بائع نے ہر عیب سے بری ہوں کہہ دیا تو خیار عیب حاصل نہ ہوگا﴾

س: رَجُلٌ اشْتَرٰى عَبْداً وَقَالَ الْبَائِعُ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ ، ثُمَّ اطَّلَعَ الْمُشْتَرِيْ عَلٰى عَيْبٍ هَلْ لَهُ اَنْ يَّرد الْمَبِيْع المعيبَ ؟

ج: لَيْسَ لَهُ حِيْنَئِذٍ اَنْ يَّرُدَّ بِعَيْبٍ وَاِنْ لَمْ يُسَمِّ الْبَائِعُ جُمْلَةَ الْعُيُوْبِ وَ لَمْ يَعُدَّهَا۔

س: ایک آدمی نے غلام خریدا اور بائع نے کہہ دیا۔ کہ میں اس کے (مبیع کے) ہر قسم کے عیب سے بری ہوں۔ پھر مشتری اس کے کسی عیب پر مطلع ہو جائے، تو کیا اس کے لئے اس مبیع میں (عیب شدہ) کے لوٹانے کا حق ہے؟

ج: اس وقت اس کو لوٹانے کا حق کسی بھی عیب کی وجہ سے نہیں اگرچہ بائع نے تمام عیوب کا نام نہ لیا ہو اور نہ ہی ان کو شمار کیا ہو۔

Marfat.com

توضیح: کسی نے ایک غلام فروخت کیا اور بوقت بیع اس کے تمام عیوب سے براءت کی شرط کرلی کہ میں اس کے تمام عیبوں سے برئی الذمہ ہوں اور مشتری نے اس براءت کو منظور کرلیا تو احناف کے نزدیک یہ شرط براءت درست ہے۔اب مشتری کسی بھی عیب کی وجہ سے اس کو واپس نہیں کرسکتا۔اگرچہ بائع نے براءت کے وقت ہر عیب کا نام نہ لیا ہو۔

﴿تنبیہ﴾

اَلْغِشُّ وَكِتْمَانُ الْعَيْبِ فِي السِّلْعَةِ حَرَامٌ۔

تنبیہ: سودے میں دھوکہ دہی اور عیب کو چھپانا شریعت کی رو سے حرام ہے۔

البیعُ الفاسدُو الباطلُ و المکروهُ

﴿بیع فاسد، باطل اور مکروہ کا بیان﴾

س : بَيِّنُوْا اَقْسَامَ الْبَيْعِ مِنْ حَيْثُ الصِّحَّةِ وَالْفَسَادِ ؟

ج : اَلْبَيْعُ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ۔

(١) صَحِيْحٌ وَهُوَ مَا كَانَ مَشْرُوْعًا بِاَصْلِه وَوَصْفِه ، وَهُوَ يُفِيْدُ الْحُكْمَ بِنَفْسِهٖ اِذَا خَلَا عَنِ الْمَوَانِعِ۔

(٢) بَاطِلٌ :وَ هُوَ مَاكَانَ غَيْرَ مَشْرُوْعٍ اَصْلًا وَلَا يُفِيْدُ الْحُكْمَ بِاَيِّ حَالٍ۔

(٣) فَاسِدٌ :وَ هُوَ مَاكَانَ مَشْرُوْعًا بِاَصْلِهٖ دُوْنَ وَ صْفِهٖ ،وَهُوَ يُفِيْدُ الْحُكْمَ اِذَا اتَّصَلَ بِهٖ قَبْضُ الْمُشْتَرِیْ ،وَقَدْ يَتَسَامَحُ الْفُقَهَاءُ، فَيُطْلِقُوْنَ اسْمَ الْفَاسِدِ عَلَى الْبَاطِلِ۔

(٤) مَوْقُوْفٌ ، كَمَا اِذَابَاعَ مِلْكَ الْغَيْرِ ،وَهُوَ يُفِيْدُ الْحُكْمَ عَلٰى سَبِيْلِ التَّوَقُّفِ ، فَاِنْ اَجَازَ الْمَالِكُ نَفَذَ ، وَاِلَّا بَطَلَ۔

س: بیع کی صحت اور فساد کے اعتبار سے اقسام بیان کیجئے؟

ج: بیع چار قسم پر ہے۔

(۱) صحیح: یہ وہ بیع ہے جو اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے مشروع ہو اور اس سے حکم کا فائدہ ہوتا ہے جب کہ موانع ختم ہوں۔

(۲) باطل: وہ ہے، جو اپنی اصل کے اعتبار سے ہی مشروع نہ ہو اور یہ حکم کا فائدہ کسی حال میں نہیں دیتی۔

(۳) فاسد: وہ بیع ہے جو اصل کے اعتبار سے مشروع ہو، نہ کہ وصف کے اعتبار سے، اور اس سے حکم کا فائدہ ہوتا ہے جب کہ مشتری اس پر قبضہ کرلے۔اور بسا اوقات فقہاء کرام رحمہ اللہ تسامح فرماتے ہیں، کہ وہ فاسد کا اطلاق باطل پر کردیتے ہیں۔

(۴) موقوف: جیسے غیر کی چیز کو فروخت کیا جائے (بغیر اجازت کے) اور یہ حکم کا فائدہ دیتی ہے بطور توقف کے۔اگر مالک نے اجازت

Marfat.com

دی تو نافذ، ورنہ بیع باطل۔

توضیح: مندرجہ ذیل مسائل کو سمجھنے سے پہلے کچھ اصول ذہن نشین کر لینا ضروری ہے تاکہ مسائل سمجھنے میں آسانی ہو۔(۱) اگر بیع کے رکن ایجاب وقبول میں خلل ہو مثلاً عقد بیع کرنے والے شخص میں عقد کی اہلیت نہ ہو یہ مبیع میں کچھ خلل ہو مثلاً کسی حرام چیز کو عقد بیع میں مبیع بنا دیا گیا ہو یا کہ مبیع معدوم ہو یا مبیع سرے سے مال ہی نہ ہو تو ان تمام ذکر شدہ صورتوں میں بیع باطل ہوگی۔(۲) اگر مبیع میں حلال چیز کے ساتھ حرام چیز بھی شامل کر دی گئی ہو تو دونوں میں بیع باطل ہوگی۔(۳) اگر ثمن میں کوئی خلل ہو مثلاً ثمن میں کوئی حرام چیز مقرر کی گئی ہو یا مبیع میں کوئی خلل ہو مثلاً وہ مقدور تسلیم نہ یعنی مبیع سپرد کرنے پر قدرت حاصل نہ ہو یا عقد میں کوئی ایسی شرط ٹھہرائی گئی ہو جو نہ تو عقد کا مقتضی ہے اور نہ ہی اس کے لئے مناسب وموزوں ہے اور اس میں بائع یا مشتری میں سے کسی کا فائدہ ہے یا مبیع (جس میں استحقاق منفعت کی اہلیت ہے) کا فائدہ ہے اور نہ اس کا رواج ہے اور نہ شریعت مطہرہ میں اس کا جواز ہے تو ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہو جائیگی۔(۴) اگر کوئی چیز تنہا معقود علیہ نہ بن سکتی ہو اس کا استثناء کر لیا جائے تو بیع فاسد ہوگی۔نوٹ آگے ان ہی اصولوں کو بیان کیا جائے اور ان کے تحت ہی مسائل ذکر کیے جائیں گے اس لئے اگلے مسائل کی توضیح نہیں لکھی گئی۔

امثلةُ البیعِ الباطلِ و حکمُه

﴿بیع باطل کی مثالوں اور اس کے حکم کا بیان﴾

لغات: میتة، مردار خمر شراب سمك مچھلی یصطادہ شکار کرے ہوا فضا۔

س: بَیِّنُوْا بِالْاِجْمَالِ صُوْرَةَ الْبَیْعِ الْبَاطِلِ؟

ج: اِذَا كَانَ اَحَدُ الْعِوَضَیْنِ اَوْ كِلَاهُمَا مُحَرَّمًا اَوْ كَانَ غَیْرَ مَمْلُوْكٍ فَالْبَیْعُ بَاطِلٌ۔

س: بیع باطل کی صورت کو اجمالا بیان کیجیے؟

ج: عوضین میں سے کوئی ایک، یا دونوں حرام ہوں، یا وہ غیر کی ملک ہو۔ تو یہ بیع باطل کہلاتی ہے۔

س: بَیِّنُوْا بَعْضَ اَمْثِلَةِ الْبَیْعِ الْبَاطِلِ؟

ج: بَطَلَ بَیْعُ الْمَعْدُوْمِ وَ مَالَیْسَ بِمَالٍ كَالدَّمِ الْمَسْفُوْحِ وَلْمَیْتَةِ (۲)۔ وَالْحُرِّ، وَالْمَضَامِیْنِ، وَالْمَلَاقِیْحِ، وَالْحَمْلِ(۳)، وَالنِّتَاجِ، وَمَتْرُوْكِ التَّسْمِیَةِ عَمْدًا، وَ بَطَلَ بَیْعُ جِلْدِمَیْتَةٍ قَبْلَ دِبَاغِهِ، وَبَیْعُ شَاةٍ ذَكِیَّةٍ ضُمَّتْ اِلٰی شَاةٍ مَاتَتْ حَتْفَ اَنْفِهَا، وَ بَیْعُ شَعْرِ الْاِنْسَانِ لِكَرَامَتِهِ، وَ بَیْعُ شَعْرِ الْخِنْزِیْرِ لِنِجَاسَتِهِ، وَ بَطَلَ بَیْعُ رَجِیْعِ آدَمِیٍّ لَمْ یَغْلِبْ عَلَیْهِ التُّرَابُ، وَ بَیْعُ مَالَیْسَ فِیْ مِلْكِهٖ اِلَّا اَنْ یَكُوْنَ بِطَرِیْقِ السَّلَمِ، وَ بَطَلَ بَیْعُ سَمَكٍ لَمْ یُصَدْ، وَبَیْعُ طَیْرٍ فِی الْهَوَاءِ، بَطَلَ بَیْعُ لَبَنٍ فِیْ ضَرْعٍ، وَلُؤْلُؤٍ فِیْ صَدَفٍ، وَ صُوْفٍ عَلٰی ظَهْرِ غَنَمٍ، وَبَطَلَ بَیْعُ خَمْرٍ وَ

Marfat.com

خِنْزِيْر ، وَقِنٍ ضُمَّ إِلٰى حُرٍّ ، كَمَا بَطَلَ بَيْعُ الْكَلَأِ فِي الْمَرْعٰى۔

س: بیع باطل کی بعض امثلہ کو بیان کیجئے؟

ج: باطل ہے معدوم چیز کا بیچنا، اور وہ جو کہ مال ہی نہ ہو جیسے بہتا ہوا خون، مردار، آزاد، مضامین (۱) ملاقیح (۲) حمل (۳) نتاج (۴) اور عمداً جس جانور پر بسم اللہ چھوڑ دی گئی ہو اور باطل ہے مردار کی کھال کی بیع دباغت سے قبل، اور بیچنا ذبح شدہ بکری کا، ملا کے اس بکری کے ساتھ جو خود مر گئی ہو (مردار ہوگئی ہو) اور انسانوں کے بالوں کا بیچنا کرامت وشرف کی وجہ سے اور خنزیر کے بالوں کا بیچنا نجاست کیوجہ سے، اور باطل ہے انسان کے فضلہ (پخانہ) کا بیچنا، جب تک کہ اس پر مٹی غالب نہ ہوئی ہو۔ اور بیچنا ایسی چیز کا جو انسان کی ملکیت میں نہ ہوا لا یہ کہ وہ بیع سلم کے طریقہ پر ہو (تو پھر جائز ہے) اور باطل ہے مچھلی کا بیچنا جس کا شکار نہ کیا ہو، اور پرندے کا ہوا میں، دودھ کا تھنوں میں، موتی کا سیپی میں، اون کا جانور کی پیٹھ پر، خنزیر، شراب، اور غلام کا آزاد کے ساتھ ملا کر بیچنا جیسے باطل ہے گھاس کا بیچنا چراگاہ میں۔

ام ولد، یا مدبر یا مکاتب کی بیع کا حکم

س: إِذَا بَاعَ السَّيِّدُ أُمَّ الْوَلَدِ أَوِ الْمُدَبَّرَ أَوِ الْمُكَاتَبَ مَا حُكْمُ بَيْعِهِ؟

ج: هٰذِهِ الْبُيُوْعُ كُلُّهَا بَاطِلَةٌ۔

س: اگر آقا اپنی ام ولدہ یا مکاتب یا مدبر کو بیچے، تو اس بیع کا کیا حکم ہے

ج: یہ تمام بیوع باطل ہیں۔

اس مرتبہ میں جتنا بھی شکار آجائے تو وہ تیرے لئے ہے، کہنے کا حکم

س: رَجُلٌ ضَرَبَ شَبَكَةً لِيَصْطَادَ وَ قَالَ لِرَجُلٍ اٰخَرَ: كُلُّ صَيْدٍ وَقَعَ فِي الشَّبَكَةِ فِي هٰذِهِ الْمَرَّةِ فَهُوَ لَكَ بِكَذَا مَا حُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ؟

ج: هٰذَا بَيْعٌ بَاطِلٌ، لِأَنَّ مَا يَصْطَادُهُ بَعْدَ عَقْدِ الْمُبَايَعَةِ لَيْسَ فِي مِلْكِهِ حِيْنَ الْعَقْدِ۔

س: ایک آدمی نے جال بچھایا شکار کے لئے اور دوسرے شخص سے کہا۔ کہ اس مرتبہ میں جتنا بھی شکار اس میں آجائے تو وہ تیرے لئے اتنے (روپوں) میں ہے، تو اس بیع کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ بیع باطل ہے اس لئے کہ جو اس نے شکار کیا وہ تو آپس میں عقد تام ہونے کے بعد کیا۔ اور جس وقت کہ عقد ہوا اس وقت وہ (شکار) اس کی ملکیت میں نہیں تھا۔

اپنے غلام اور دوسرے کے غلام یا مدبر اور غلام کی بیع کا حکم

س: جَمَعَ بَيْنَ عَبْدٍ وَ مُدَبَّرٍ أَوْ بَيْنَ عَبْدِهِ وَ عَبْدِ غَيْرِهِ فَبَاعَ فِي بَيْعٍ وَاحِدٍ مَاذَا تَقُوْلُوْنَ فِيْهِ؟

Marfat.com

ج :يَصِحُّ الْبَيْعُ فِي الْعَبْدِ الَّذِي هُوَمِلْكُه بِحِصَّتِهِ مِنَ الثَّمَنِ، وَلَا يَصِحُّ فِي الْمُدَبَّرِ وَلَا فِي عَبْدِ غَيْرِهِ۔

س:ایک آدمی نے اپنے غلام اور مدبر، یا اپنے غلام اور غیر کے غلام کو جمع کیا۔اور ایک عقد بیع میں فروخت کیا۔تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: بیع ،صرف اس غلام میں درست ہوگی جو اسکا اپنا غلام ہے۔اسی کے حصہ کے بقدر ثمن سے۔اور مدبر اور دوسرے کے غلام میں درست نہیں ہوگی۔

﴿بیع باطل کا حکم﴾

س :وَمَا حُكْمُ الْبَيْعِ الْبَاطِلِ ؟

ج :حُكْمُهُ، عَدَمُ اِنْعِقَادِ الْبَيْعِ وَ عَدَمُ مِلْكِ الْمُشْتَرِي الْمَبِيْعَ اِذَا قَبَضَه،

س: بیع باطل کا کیا حکم ہے؟

ج:اس کا حکم یہ ہے کہ بیع منعقد نہیں ہوگی۔اور نہ ہی مشتری کی ملکیت مبیع پر ثابت ہوگی اگر چہ اس پر قبضہ کر لیا ہو۔

امثلةُ البيع الفاسد و حكمُه

﴿بیع فاسد کی مثالوں اور اس کے حکم کا بیان﴾

لغات:ملاست ایک دوسرے کو چھونا نعل جوتا،بحذوھا (ن) حذوا کاٹ کر برابر کرنا یشر کہا جوتے میں تسمہ لگانا نیروز شمسی سال کا پہلا دن مھرجان پارسیوں کی عید کا دن حصار (ن ض) کھیتی کا کاٹنا دیا س (ن) کھیت گاہنا قطاف میوہ توڑنا کا موسم ذکیة مذبوحہ۔

﴿بیع فاسد کی بعض مثالیں﴾

س :بَيِّنُوْابَعْضَ اَمْثِلَةِ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ ؟

ج :يَفْسُدُ بَيْعُ الْمُزَابَنَةِ ، وَالْمُلَامَسَةِ ،وَالْمُنَابَذَةِ ، وَالْبَيْعُ بِالْقَاءِ الْحَجرِ ، كَمَا يَفْسُدُ اِذَا بَاعَ جَارِيَةً اَوْ دَابَّةً وَاسْتَثْنٰى حَمْلَهَا، اَوْ بَاعَ ذِرَاعًا مِنْ ثَوْبٍ اَوْ جِذْعًا مِنْ سَقْفٍ ، اَوْ ثَوْبًا مِنْ ثَوْبَيْنِ

س: بیع فاسد کی بعض امثلہ کو بیان کیجیے؟

ج: فاسد ہے بیع (۱) مزابنہ (۲) ملامسۃ (۳) منابذہ اور القاء حجر (پتھر پھینکنے) کے ساتھ جیسے فاسد ہے لونڈی، یا جانور کا بیچنا، اور اسکے حمل کا استثناء کرنا۔یا ایک کڑی کا چھت سے یا ایک کپڑے کا دو کپڑوں میں سے بیچنا۔

Marfat.com

﴿بیع کو فاسد کردینے والی شروط﴾

س: هَلْ يَفْسُدُ الْبَيْعُ بِشُرُوْطٍ؟

ج: نَعَمْ يَفْسُدُ بِشَرْطٍ لا يَقْتَضِيهِ الْعَقْدُ، وَلَا يُلَائِمُهُ، وَ فِيهِ مَنْفَعَةٌ لِأَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ، أَوْ لِلْمَعْقُوْدِ عَلَيْهِ وَ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْتِحْقَاقِ، وَلَمْ يَجْرِ الْعُرْفُ بِهِ، وَلَمْ يَرِدِ الشَّرْعُ بِجَوَازِهٖ۔

س: کیا بیع شرط لگانے سے فاسد ہو جاتی ہے؟

ج: جی ہاں: فاسد ہو جاتی ہے، ایسی شرط لگانے سے جس کا عقد تقاضا نہ کرتا ہو اور (شرط، عقد بیع) کے مناسب نہ ہو اور اس (شرط) میں باہم عقد کرنے والے دو شخصوں میں سے کسی ایک کا یا معقود علیہ (یعنی مبیع) کا نفع ہو اور وہ (مبیع) اہل استحقاق میں سے ہو اور اس (شرط) کے ساتھ عرف جاری نہ ہو اور شریعت اس (شرط) کے ساتھ وارد نہ ہوئی ہو۔

س: بَيِّنُوْا بَعْضَ الشُّرُوْطِ الَّتِي تُفْسِدُ الْبَيْعَ؟

ج: إِذَا بَاعَ عَبْدًا عَلَى أَنْ يُعْتِقَهُ الْمُشْتَرِيْ أَوْ يُدَبِّرَ أَوْ يُكَاتِبَهُ أَوْ عَلَى أَنْ يَّسْتَخْدِمَهُ الْبَائِعُ شَهْرًا، أَوْ بَاعَ أَمَةً عَلَى أَنْ يَّسْتَوْلِدَهَا الْمُشْتَرِيْ أَوْ دَارًا عَلَى أَنْ يَّسْكُنَهَا الْبَائِعُ مُدَّةً مَّعْلُوْمَةً، أَوْ بَاعَ عَيْنًا عَلَى أَنْ لَّا يُسَلِّمَ الْبَائِعُ إِلَى رَأْسِ الشَّهْرِ أَوْ عَلَى أَنْ يُّقْرِضَهُ الْمُشْتَرِيْ دِرْهَمًا، أَوْ عَلَى أَنْ يَّهْدِيَ لَهُ شَيْئًا فَإِنَّ هٰذِهِ الشُّرُوْطَ تُفْسِدُ الْبَيْعَ۔

س: کچھ ایسی شرطیں بیان کیجئے جو بیع کو فاسد کر دیتی ہیں؟

ج: جب غلام بیچے اس شرط پر کہ خریدار اسے آزاد کر دے گا یا اسے مدبر بنا دے گا یا اسے مکاتب بنا دے گا یا اس شرط پر کہ فروخت کنندہ ایک ماہ اس سے خدمت لے گا یا باندی بیچے اس شرط پر کہ خریدار اسے ام ولد بنائے گا یا گھر (بیچے) اس شرط پر کہ فروخت کنندہ شروع مہینہ تک سپرد نہیں کرے گا یا اس شرط پر کہ (خریدار) اسے ایک درہم قرض دے گا یا اس شرط پر کہ (خریدار) اسے کوئی شے ہدیہ میں دے گا پس تحقیق یہ شرطیں بیع کو فاسد کر دیتی ہیں۔

﴿مشتری کا بائع سے کپڑا وغیرہ کاٹنے کی شرط لگانے کا حکم﴾

س: وَمَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ رَجُلٍ اشْتَرٰى ثَوْبًا عَلٰى أَنْ يَّقْطَعَهُ الْبَائِعُ وَ يَخِيْطَهُ قَمِيْصًا أَوْ قَبَاءً أَوِ اشْتَرٰى نَعْلًا عَلٰى أَنْ يَّحْذُوَهَا الْبَائِعُ أَوْ يَضَعَ عَلَيْهَا شِرَاكًا؟

ج: هٰذَا الْبَيْعُ فَاسِدٌ فِيْ هٰذِهِ الصُّوَرِ۔

س: اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے کپڑا خریدا اس شرط پر کہ فروخت کنندہ اسے کتر دے گا اور اس کا کرتا یا شیروانی سے دے گا یا جوتا خریدا اس شرط پر کہ فروخت کنندہ اسے نمونہ پر کاٹ دے گا یا اس پر تسمہ لگا دے گا؟

Marfat.com

ج: یہ بیع ان صورتوں میں فاسد ہے۔

توضیح :اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شرط میں مشتری کا فائدہ ہے اور ایک بیع کے ساتھ دوسرے عقد یعنی اجارہ کی شرط لگائی ہے اس لئے بیع فاسد ہوگی مگر واضح رہے کہ کچھ ملکوں میں یہ عرف رواج ہے چپل کو برابر کر کے تسمہ لگا کر ہی لیتے ہیں اور یہ عام متعارف ہے کہ دوکان سے جوتا یا چپل اسی وقت ہی خریدتے ہیں جب وہ جوتا تیار کر کے تسمہ لگا کر دیتے ہیں اس عام تعارف کی وجہ سے بیع فاسد نہیں ہوگی فقط واللہ اعلم)

﴿مدت معروف نہ ہو تو بیع فاسد ہو جائیگی﴾

س :رَجُلَانِ تَبَايَعَا وَجَعَلَ الْمُشْتَرِىْ الثَّمَنَ مُؤَجَّلًاالى النيروز اَوْاِلَى الْمِهْرَجَانِ وَقَبِلَهٗ الْبَائِعُ اَوْجَعلا الأجل اِلٰى صَوْمِ النَّصَارٰى اَوْ فِطْرِ الْيَهُوْدِ مَاحُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ ؟

ج :هٰذَا الْبَيْعُ فَاسِدٌ اِذَا لَمْ يَعْرِفِ الْمُتَبَايِعَانِ هٰذِهِ الْاٰجَالَ ـ

س: دوشخصوں نے باہم خرید وفروخت کی اور خریدار نے ثمن کو نوروز تک یا مہرجان تک مؤخر کیا یا دونوں نے صوم نصاری یا عید یہود تک مدت مقرر کی تو اس بیع کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ بیع فاسد ہے بشرط یہ کہ باہم خرید وفروخت کرنے والے دونوں شخص ان مدتوں کو نہ جانتے ہوں۔ (ان صورتوں میں اجل مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے)

﴿کھیتی کاٹنے،گاہنے،میوہ توڑنے اور حاجیوں کے آنے کے وقت کو ثمن کی ادائیگی کا وقت قرار دینے کا حکم﴾

س :وَهَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ اِذَا جَعَلَا الْاَجَلَ لِاَدَاءِ الثَّمَنِ الْحَصَادَ وَالدِّيَاس وَالْقِطَافَ وَ قُدُوْم الْحَاجِّ ؟

ج :اَلْبَيْعُ فَاسِدٌ فِيْ هٰذِهِ الصُّوَرِ۔

س: کیا بیع جائز ہوگی جب (فروخت کنندہ اور خریدار) کھیت کاٹنے کے وقت، گاہنے کے وقت، میوہ توڑنے کے موسم اور حاجیوں کی آمد (کے وقت) کو ثمن ادا کرنے کی مدت قرار دیں؟

ج: ان صورتوں میں بیع فاسد ہے۔

توضیح: کسی نے اس طرح کہا کھیتی کٹنے کے دن مبیع دونگا یا کھیتی کٹنے کے دن بیع کرونگا یا گندم گاھنے کے دن مبیع دونگا یا گندم گاھنے کے دن بیع کرونگا یا پھل توڑنے کے دن بیع کرونگا یا مبیع دونگا یا حاجی آنے کے دن بیع کرونگا یا مبیع دونگا یہ دن متعین نہیں ہیں پہلے بھی ہوسکتے ہیں بعد میں بھی، کس دن کھیتی کٹے گی معلوم نہیں، اس لئے اجل اور مدت مجہول ہونے کی وجہ سے یہ بیع فاسد

Marfat.com

ہے۔

جھگڑا اور فساد داخل ہونے سے پہلے سقوط مدت کا حکم

س :جَعَلَا هٰذِهِ الْاٰجَالَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ تَرَاضَيَا بِاِسْقَاطِهَا قَبْلَ حُلُوْلِهَا هَلْ يَنْقَلِبُ الْعَقْدُ جَائِزًا فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ؟

ج :نَعَمْ يَنْقَلِبُ جَائِزًا ۔

س:(فروخت کنندہ اور خریدار) نے ان مدتوں کو آپس میں مقرر کیا پھر ان (مدتوں) کے آنے سے پہلے ان کو ساقط کرنے پر باہم راضی ہوگئے تو کیا اس صورت میں عقد (بیع) پلٹ کر جائز ہو جائے گا؟

ج:جی ہاں: (عقد بیع) پلٹ کر جائز ہو جائے گا۔(کیونکہ اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ مدت میں جہالت ہوگی تو بیع فاسد ہوگی اور جھگڑا ہونے سے پہلے یا فساد داخل ہونے سے پہلے جہالت ساقط ہو جائے گی تو بیع جائز ہو جائے گی)

توضیح: اگر یہ دن متعین ہو جائے تو جائز ہو جائے گی، ہاں اگر یہ دن آنے سے پہلے ان مدتوں کو ساقط کر دے تو فساد شامل ہونے سے پہلے ساقط ہو گیا اس لئے کہ بیع جائز ہو جائیگی۔اصل قاعدہ یہ ہے کہ مدت میں جہالت ہوگی تو بیع فاسد ہوگی اور جھگڑا ہونے سے پہلے یا فساد کے گھسنے سے پہلے جہالت ساقط ہو جائے گی تو بیع جائز ہو جائے گی۔

کتے چیتے اور درندے کی بیع کا حکم

س :هَلْ يَجُوْزُ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدِ وَالسِّبَاعِ ؟

ج :نَعَمْ يَجُوْزُ ۔

س: کیا کتے، چیتے اور درندے کی بیع جائز ہے؟

ج: جی ہاں! جائز ہے۔

ریشم کے کیڑے اور شہد کی بیع کا حکم

س :وَمَا حُكْمُ بَيْعِ دُوْدِ الْقَزِّ وَالنَّحْلِ ؟

ج :لَايَجُوْزُ بَيْعُ دُوْدِ الْقَزِّ اِلَّا مَعَ الْقَزِّ ۔ وَكَذَا بَيْعُ النَّحْلِ اِلَّا مَعَ الْكُوَّارَاتِ ۔

س: کیا ریشم کے کیڑوں اور شہد کی مکھیوں کی بیع جائز ہے؟

ج: ریشم کے کیڑوں کی بیع ریشم کے بغیر اور اسی طرح شہد کی مکھیوں کی بیع چھتوں کے بغیر جائز نہیں۔

بیع فاسد کا حکم

س :وَمَاحُكْمُ الْبَيْعِ الْفَاسِدِ ؟

Marfat.com

ج :إِذَاتَبَايَعَا فَاسِدًا وَ فِي الْعَقْدِ عِوَضَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَالٌ وَ قَبَضَ الْمُشْتَرِى الْمَبِيْعَ بِأَمْرِ الْبَائِعِ مَلَكَ الْمُشْتَرِي الْمَبِيْعَ وَ لَزِمَتْهُ قِيْمَتُهُ، لٰكِنْ يَجِبُ عَلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا فَسْخُ هٰذَا الْبَيْعِ مُطَاوَعَةً لِأَمْرِ الشَّرْعِ

س: بیع فاسد کا حکم کیا ہے؟

ج: جب دو (شخص) بیع فاسد کے طور پر باہم خرید وفروخت کریں اور عقد میں دونوں عوضوں میں سے ہر ایک عوض مال ہو اور خریدار، فروخت کنندہ کے حکم سے مبیع پر قبضہ کرلے تو خریدار مبیع کا مالک ہوجائے گا، اور اسے اس کی قیمت (کی ادائیگی) لازم ہو جائے گی لیکن شریعت کے حکم کی موافقت کے طور پر اس بیع کو توڑنا ان دونوں میں سے ہر ایک پر واجب ہوگا۔

توضیح: تین شروط پائی جائیں تو بیع فاسد میں بھی مشتری مبیع کا مالک بن جاتا ہے (۱) مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا ہو (۲) مشتری نے مبیع پر بائع کی رضامندی سے قبضہ کیا ہو۔ (۳) مبیع اور ثمن دونوں ہی مال ہوں۔ یہ تینوں شرطیں جب پائی جائیں تو مشتری مبیع کا مالک ہوجاتا ہے اور بازار میں مبیع کی جو قیمت ہو وہ قیمت مشتری پر لازم ہوجاتی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بیع فاسد میں صلب عقد اور اصل عقد میں کوئی خامی نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں طرف ہی مال ہیں، اس لئے مالک ہوجائیں گے یہاں خامی شروط میں ہے، کہیں تو اجل مجہول ہے کسی بیع میں بائع کا فائدہ ہے کسی بیع میں مشتری کا فائدہ ہے اور کسی بیع میں مبیع بائع کی ملکیت سے علیحدہ نہیں ہے جس کی وجہ سے بیع فاسد کی گئی ہے، کیونکہ کسی میں دھوکہ ہے اور کسی بیع میں جھگڑا ہونے کا خطرہ ہے، لیکن اگر جھگڑا نہیں ہوا اور مشتری نے مبیع پر قبضہ کر ہی لیا تو بیع جائز قرار دے دی جائے گی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ س کا ثبوت حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ جنازہ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو ایک عورت نے آپ ﷺ کی دعوت کی، انہوں نے بکری خریدنے کے لئے آدمی بھیجا لیکن بکری نہیں ملی، آخر ایک عورت نے اپنے شوہر کی بکری اس کی اجازت کے بغیر فروخت کردی، اور دعوت کرنے والی نے ذبح کر کے حضور ﷺ کو کھلانے کے لئے پیش کردی آپ کو بذریعہ وحی علم ہوا کہ اس بکری کے خریدنے میں خامی ہے، عورت کو پوچھنے پر معلوم ہوا کہ مالک کی اجازت کے بغیر بکری دی گئی ہے، اور یہ بیع فاسد ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ عورت کی ملکیت نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو جس کا مطلب یہ ہوا کہ قبضہ کے بعد عورت کی ملکیت تو ہوگئی اس لئے قیدیوں کھلا دو لیکن اس میں کراہت ضرور ہے اس لئے آپ نے خود اس کو نہیں کھایا۔ عن رجل من الانصار قال خریجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فی جنا زة فا رسلت الی بها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اطعميه الاسارى (ابو داود باب فی اجتناب الشبهات)۔

﴿بیع فاسد کے نفاذ کا حکم﴾

س :كَانَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّفْسَخَاهُ لٰكِنْ لَمْ يَعْمَلَا بِذٰلِكَ وَ بَاعَ الْمُشْتَرِىْ هٰذَا الْمَالَ هَلْ نَفَذَ بَيْعُهُ هٰذَا ؟

ج :نَعَمْ يَنْفُذُ۔

Marfat.com

س: ان دونوں پر لازم تھا کہ وہ اس (بیع) کو توڑ دیں لیکن انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا اور خریدار نے یہ مال بیچ دیا تو کیا اس کی یہ بیع نافذ ہو جائے گی؟

ج: جی ہاں! نافذ ہو جائے گی (کیونکہ اصل عقد میں خامی نہیں تھی وصف اور شرط میں تھی اور وہ بھی جھگڑا ہوئے بغیر ختم ہو گئی تو پہلی بیع بھی نافذ ہو گئی جب پہلی بیع نافذ ہو گئی تو دوسری بھی نافذ ہو گئی۔)

س: بَاعَ الْمُشْتَرِی مَا اشْتَرَاہ‘ شِرَاءً فَاسِدًا وَ حَصَلَ لَہ‘ فِیْ ذٰلِکَ رِبْحٌ مَاحُکْمُ ھٰذَا الرِّبْحِ؟

ج: ھذا الربح لا یطیبُ له وعلیه ان یتصدقَ به (۲)۔

س: خریدار نے اس (شے) کو بیچ دیا جس اس نے فاسد خریداری کے طور پر خریدا اور اسے اس (بیع) میں نفع حاصل ہوا تو اس نفع کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ نفع اس کے لئے اچھا نہیں اور اس پر لازم ہے کہ وہ اسے صدقہ کر دے۔

مسائل شتی

﴿متفرق مسائل﴾

س: وَمَاحُکْمُ بَیْعِ مَنْ یَّزِیْدُ؟

ج: لَا بَاْسَ بِبَیْعِ مَنْ یَزِیْدُ لِمَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ بَاعَ قَدَحًا وَ حِلْسًا کَذٰلِکَ

س: نیلام والی بیع کا کیا حکم ہے؟

ج: نیلام والی بیع میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے (ایک شخص) کے پیالہ اور کمبل کو اسی طرح فروخت کیا۔

﴿نیلامی کی بیع کا حکم﴾

توضیح: بیع من یزید کی تعریف: کسی چیز کو نیلام کرنا اور بولی لگانا۔ بیع من یزید کا حکم: بیع من یزید کا حکم یہ ہے کہ یہ بلا کراہت جائز ہے۔ اس کا جواز حاشیہ میں لکھی گئی ابوداود کی حدیث انسؓ سے ثابت ہے خلاصہ روایت کا یہ ہے کہ ایک شخص بیع من یزید بلا کراہت جائز ہے اور بیع من یزید کی تفصیل سابق میں گزر چکی کہ کسی چیز کو نیلام کرنا اور بولی لگانا اس کا جواز حدیث انسؓ سے ثابت ہے حدیث یہ ہے۔ کہ ایک انصاری مرد رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر سوال کرنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کچھ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں ایک کمبل ہے ہم اس کے ایک حصہ کو اوڑھتے ہیں اور ایک حصہ کو بچھاتے ہے اور ایک پیالہ ہے جس میں پانی پیتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ (انسؓ نے کہتے ہیں) وہ لے کر آیا رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو لے لیا

Marfat.com

اور فرمایا: ان دونوں چیزوں کو کون خریدتا ہے؟ ایک شخص بولا ان دونوں چیزوں کو ایک درہم کے عوض مین لیتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک درہم سے زائد کون دیتا ہے (یہ بات) دو تین بار فرمائی ایک شخص نے کہا کہ میں دو درہم کے عوض لیتا ہوں آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں اس کو دے دی، اور دو درہم لے لیا اور انصاری مرد کو دے کر فرمایا کہ ایک درہم کا اناج لے کر اپنے گھر میں ڈال دے اور ایک درہم کی کلہاڑی لے کر آ وہ کلہاڑی لے کر آیا رسول اللہ نے اس میں اپنے ہاتھ سے ایک لکڑی ڈھونک دی اور فرمایا۔ جا لکڑیاں کاٹ کر لا اور بیچ پندرہ دن تک تجھے یہاں نہ دیکھو وہ شخص گیا اور لکڑیاں کاٹ لاتا اور فروخت کرتا پھر وہ شخص آیا اور اس نے دس درہم کمائے تھے کچھ کا کپڑا خریدا اور کچھ کا اناج خریدا آپ ﷺ نے فرمایا تیرے لئے یہ اس سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ منہ پر ایک داغ ہو سوال کرنا درست نہیں ہے ہاں تین آدمیوں کے لئے درست ہے (۱) (تو وہ) جو انتہائی محتاج ہو خاک میں لوٹتا ہو (دوسرا وہ) جو بھاری گھبرا دینے والا قرضہ سر پر رکھتا ہو (تیسرا وہ) جس نے خون کیا ہو اور اس پر دیت لازم ہو اور وہ دیت ادا نہ کر سکے تو مجبوری سوال کر سکتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیلام کر کے بیچنا جائز ہے ورنہ صاحب شریعت ایسا کیوں کرتے۔ دوسری دلیل: یہ ہے کہ بیع من یزید یعنی نیلام کرنا فقراء کی بیع ہے اور فقراء کو زیادہ سے زیادہ نفع پہچانے کے لئے اس کی ضرورت بھی پرانی ہے اس لئے یہ بیع جائز ہے۔

س: وَ هَلْ يَلْزِمُ الْبَائِعَ فِي بَيْعِ مَنْ يَّزِيْدُ اَنْ يَّبِيْعَ الْمَالَ بِالثَّمَنِ الْاٰخِيْرِ ؟

ج: لَا يَلْزَمُهٗ ذٰلِكَ بَلْ هُوَ مُخْتَارٌ فِيْ ذٰلِكَ لَا جَبْرَ عَلَيْهِ۔

س: کیا نیلام والی بیع میں فروخت کنندہ کو لازم ہوتا ہے کہ وہ آخری ثمن کے عوض مال بیع دے؟

ج: یہ اس پر لازم نہیں ہوتا بلکہ وہ اس میں بااختیار ہے اس پر کوئی زبردستی نہیں۔

س: اَهْلُ الذِّمَّةِ الَّذِيْنَ يَسْكُنُوْنَ فِيْ دَارِ الْاِسْلَامِ هَلْ يَلْزِمُهُمْ رِعَايَةَ اَحْكَامِ الْاِسْلَامِ فِي الْبُيُوْعِ مِنْ حَيْثُ الصِّحَّةِ وَالْفَسَادِ ؟

ج: هُمْ فِيْ ذٰلِكَ كَالْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا فِي الْخَمْرِ وَالْخِنْزِيْرِ خَاصَّةً ، فَاِنَّ عَقْدَهُمْ عَلَى الْخَمْرِ كَعَقْدِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْعَصِيْرِ ، وَعَقْدَهُمْ عَلَى الْخِنْزِيْرِ كعقدِ المسلمِ على الشاة۔

س: ذمی (لوگ) جو دارالاسلام میں رہتے ہیں کیا صحت و فساد کی حیثیت سے بیوع میں اسلام کے احکام کی رعایت کرنا انہیں لازم ہوتا ہے؟

ج: وہ اس (سلسلہ) میں مسلمانوں کی طرح ہیں مگر خاص طور پر شراب اور سور میں (نہیں) کیونکہ شراب پر ان کا عقد کرنا (پھلوں کے) رس پر مسلمانوں کے عقد کرنے کی طرح ہے اور سور پر ان کا عقد کرنا بکری پر مسلمان کے عقد کرنے کی طرح ہے۔

Marfat.com

البیوع المکروہۃ

﴿ مکروہ بیوع کا بیان ﴾

قال الله تبارك و تعالى : ﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ﴾ فَالْبَيْعُ عِنْدَ اَذَانِ الْجُمُعَةِ وَ بَعْدَهٗ مَمْنُوْعٌ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ ، وَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ ، وَعَنِ السَّوْمِ عَلٰى سَوْمِ غَيْرِهٖ وَ عَنْ تَلَقِّي الْجَلَبِ وَ عَنْ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِيْ ۔

اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ ۔

(ترجمہ) ''اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جائے تو اللہ کی یاد (یعنی خطبہ ونماز) کی طرف (فورا) چل پڑو اور خرید وفروخت (ودیگر مشاغل) چھوڑ دو''۔

پس بیع جمعہ کی اذان کے وقت اور اس کے بعد ممنوع ہے یہاں تک کہ وہ نماز جمعہ سے فارغ ہو جائے۔اور نبی کریم ﷺ نے نجش سے،دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ لگانے سے۔تلقی جلب سے اور دیہاتی کے لئے شہری کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

توضیح: جمعہ کی اذان کے وقت اور بعد میں بیع کرنے میں قباحت یہ ہے کہ بعض مرتبہ اگر اذان کے بعد بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر خرید وفروخت میں لگ گیا تو سعی الی الجمعه جو کہ واجب ہے اس میں خلل پیدا ہو جاتا ہے اور امر واجب میں خلل پیدا ہونا ایک قبیح بات ہے اس لئے اذان جمعہ کے بعد خرید وفروخت مکروہ ہو گی ہاں اگر جامع مسجد کی طرف چلتے چلتے کوئی معاملہ کر لیا تو اس میں حرج نہیں ہے کیونکہ اس کی وجہ سے جمعہ کی طرف سعی کرنے میں کوئی خلل نہیں آیا رہی یہ بات کہ اذان سے کون سی اذان مراد ہے تو اذان اول مراد ہے جیسا کہ ہدایہ میں اس کی وضاحت ہے۔نبی کریم ﷺ نے نجش سے منع فرمایا نجش یہ ہے کہ مشتری مبیع کا ثمن اس کی قیمت کے برابر لگا چکا ہے مگر ایک آدمی ثمن میں اضافہ کرتا ہے یعنی کہتا ہے کہ میں مشتری کے بیان کردہ ثمن سے اس قدر زیادہ ثمن کے عوض خریدلوں گا حالانکہ خریدنے کا اس کا ارادہ بھی نہیں ہے بلکہ محض خریدار کو دھوکہ دے کر ثمن کی زیادتی پر ابھارنا مقصود ہے کہ وہ ثمن بڑھا کر زیادہ کی چیز خریدے اور دھوکہ دینا یہ امر قبیح ہے جو کہ بیع سے ملا ہوا ہے اس لئے یہ بیع مکروہ ہو گی۔ہاں اگر مشتری نے قیمت کے بقدر مبیع کا ثمن نہیں لگایا اور دوسرے کسی آدمی نے کچھ پیسے بڑھا کر قیمت کے بقدر کر دیا حالانکہ وہ خریدنا نہیں چاہتا تو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں ایک مسلمان یعنی بائع کا نفع ہے دوسرے یعنی مشتری کو نقصان پہنچائے بغیر اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔وعن السوم علی سوم وغیرہ سے منع فرمایا مطلب اس کا یہ ہے کہ بائع اور مشتری معاملہ چکانے میں کسی ثمن پر راضی ہو گئے ہوں اور تیسرا آدمی آکر کہے کہ میں اسی سامان کو اس ثمن سے کم عوض پر دے دونگا ظاہر ہے اس صورت میں سامان والے کا نقصان ہے اور اگر اس نے سامان والے سے کہا کہ میں یہ سامان زائد ثمن کے عوض خریدلوں

Marfat.com

گا تو اس صورت مشتری کا نقصان ہے پس سوم علی سوم غیرہ کی صورت میں متعاقدین میں سے ایک کے دل میں وحشت ڈالنا ہے اور اس کو نقصان پہنچانا ہے اور یہ دونوں چیزیں قبیح ہیں مگر بیع سے جدا بھی ہو جاتی ہیں اس لئے ان امور قبیحہ کی وجہ سے بیع مکروہ ہوگی۔ واضح رہے کہ جیسا کہ اوپر گزرا کہ یہ حکم اس وقت ہے جب متعاقدین کی ثمن پر راضی ہو گئے ہوں اگر ابھی کسی ثمن کی طرف کوئی مائل نہیں ہوا اور تیسرے آدمی نے آ کر بھاؤ بڑھا دیا تو یہ سوم علی سوم غیرہ نہیں بلکہ بیع من یزید ہے جس کا حکم اوپر گزرا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تلقی جلب سے منع فرمایا۔ تلقی جلب کی کئی صورتیں ہیں۔ (۱) شہر میں قحط ہے جب شہر کے بعض تاجروں کو پتہ چلا کہ کہیں سے غلہ آ رہا ہے انہوں نے بازار سے باہر نکل کر غلہ والوں سے قیمت طے کر کے سارا غلہ خرید لیا تا کہ اپنی پسند کی قیمت پر فروخت کریں۔ (۲) شہر میں غلہ کی کمی نہیں کچھ تاجروں نے شہر سے باہر نکل کر سارا غلہ خرید لیا (۳) قافلہ والوں سے باہر نکل کر کچھ تاجروں نے سارا غلہ خرید لیا اور بھاؤ کم لگایا جبکہ شہر کا بھاؤ ان پر مخفی رکھا اور قافلہ والوں کو بھی شہر کا بھاؤ کا علم نہیں۔ (۴) قافلہ والوں سے سستا غلہ خرید امگر شہر کا بھاؤ ان پر مخفی نہیں رکھا۔ مذکورہ چار صورتوں میں پہلی اور تیسری صورت مکروہ ہے۔ پہلی اس لئے کہ اس میں شہر والوں کا ضرر ہے اور تیسری صورت میں غلہ والوں کو دھوکہ دینا ہے۔ نبی کریم ﷺ دیہاتی کے لئے شہری کو بیچنے سے منع فرمایا حدیث پاک کے الفاظ مبارک ہیں **لا یبیع الحاضر للبادی** اس جملہ کی دو طرح تشریح ہو سکتی ہے ایک تو یہ کہ للبادی میں لام ''من'' معنی میں ہو اس صورت میں مطلب ہوگا کہ کسی شہری کے پاس غلہ ہے وہ شہر والوں کے پاس فروخت نہیں کرتا دیہاتیوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اور اس سے اس کا مقصود زیادہ قیمت وصول کرنا ہے، کیونکہ شہر کے لوگ بھاؤ سے واقف ہونے کی بنا پر زیادہ قیمت پر خریدنے کے لئے آمادہ نہیں ہوں گے اور گاؤں کے لوگ اپنی سادگی کی وجہ سے اس کے چکر میں آ جائیں گے پس اس کی دو صورتیں ہیں شہری لوگ یا تو وسعت میں ہوں گے اور اس کے عمل سے ان کو کوئی ضرر نہ ہوگا یا تنگی اور قحط میں اور ان کو تکلیف وضرر ہوگا، دوسری صورت میں بیع مکروہ ہے۔

دوسری تشریح یہ ہے کہ لام اپنی اصل پر ہو اس صورت میں مطلب ہوگا کہ شہری دیہاتی کا وکیل بن کر اس کی طرف سے فروخت نہ کرے، اس کی صورت یہ ہے کہ جو دیہاتی غلہ لے کر آیا کسی شہری نے کہا تجھے بھاؤ وغیرہ معلوم نہیں اور نہ معاملات سے واقف ہے مجھے غلہ دے دے میں بیچ دونگا پھر وہ گراں دام بیچتا ہے تو چونکہ اس میں اہل شہر کا ضرر ہے اگر دیہاتی خود بیچتا تو اپنے حساب سے بیچتا کم نفع لیتا چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے لوگوں کو چھوڑ دو اللہ تعالیٰ بعض کو بعض سے رزق دیتا ہے۔

فائدہ

فائدہ

نسبی قرابتداروں کو بیع کے ذریعہ متفرق کرنے کا حکم

مَنْ مَّلَكَ مَمْلُوْكَيْنِ صَغِيْرَيْنِ اَحَدُهُمَا ذُوْ رَحِمٍ مَّحْرَمٍ مِنَ الْاٰخَرِ لَا يَجُوْزُ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَهُمَا بِالْبَيْعِ بِاَنْ يَّبِيْعَ هٰذَا

Marfat.com

مِنْ رَجُلٍ وَالْآخَرَ مِنْ رَجُلٍ ۔ وَكَذٰلِكَ إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا كَبِيرًا وَالْآخَرُ صَغِيرًا ، فَإِنْ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا كُرِهَ ذٰلِكَ ، وَ جَازَ الْبَيْعُ ، وَإِنْ كَانَا كَبِيرَيْنِ فَلَا بَأْسَ بِالتَّفْرِيقِ بَيْنَهُمَا ۔

جو (شخص) دو نابالغ غلاموں کا مالک ہو، ان دونوں (غلاموں) میں سے ایک دوسرے کا ذورحم محرم (یعنی نسبی قرابتدار) ہو تو (مالک کے لئے) جائز نہیں کہ وہ بیع کے ذریعہ ان دونوں کے درمیان تفریق کرے بایں طور کہ یہ (غلام) ایک شخص کو اور دوسرا (غلام کسی دوسرے) شخص کو بیچ دے اور اسی طرح جب ان دونوں میں سے ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہو پس اگر وہ ان دونوں کے درمیان تفریق کرلے تو یہ مکروہ ہے اور بیع جائز ہے اور اگر وہ دونوں بالغ ہوں تو ان کے درمیان تفریق کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

توضیح: بالغ غلام اور اس کے نسبی قرابتدار کے درمیان تفریق نہ کی جائے جیسے باپ بیٹے اور دو بھائیوں کے درمیان کیونکہ حدیث میں اس کی سخت ممانعت ہے ہاں اگر وہ بالغ ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں کیوں آنحضرت ﷺ سے ماریہ وسیرین کے درمیان تفریق ثابت ہے جو آپس میں بہنیں تھیں، کتابت تفریق مذکور سے گیارہ صورتیں مستثناء ہیں (۱) اعتاق (۲) تو ابع اس کے ہاتھ فروخت کرنا جس نے غلام آزاد کرنے کی قسم کھائی ہو جبکہ غلام کا مالک کافر ہو جب مالک متعدد ہوں۔ جب نابالغ کی کئی قرابت دار ہوں جب نابالغ کا قرابتدار غیر کا مستحق نکلے، غلام کو غلام کی جنایت میں دینا غلام کو مدیون غلام کے دین میں فروخت کرنا اتلاف مال غیر میں غلام کو فروخت کرنا، عیب کے سبب سے واپس کرنا نابالغ قریب البلوغ ہو اور اس کی ماں اس کی بیع سے راضی ہو۔

الاقالة

﴿اقالہ کا بیان﴾

س : اَلْإِقَالَةُ مَاهِيَ ؟ وَ مَا حُكْمُهَا فِي الشَّرِيعَةِ الْغَرَّاءِ ؟

ج : اَلْإِقَالَةُ رَفْعُ الْعَقْدِ الَّذِي أَتَمَّهُ الْبَائِعُ وَالْمُشْتَرِي بَيْنَهُمَا ، وَهِيَ جَائِزَةٌ بِتَرَاضِيهِمَا بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْأَوَّلِ ۔

س: اقالہ کیا ہے؟ اور شریعت مطہرہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اقالہ اس عقد کو ختم کرنا ہے جس کو فروخت کنندہ اور خریدار نے آپس میں مکمل کیا اور یہ (یعنی اقالہ) دونوں (یعنی بائع اور مشتری) کی باہم رضامندی کے ساتھ ثمن اول کے مثل کے عوض جائز ہے۔

توضیح: بیع فاسد کے ساتھ اقالہ کی مناسبت یہ ہے کہ بذریعہ فسخ ان دونوں سے خرید شدہ چیز بائع کے پاس واپس ہوتی ہے۔ لفظ اقالہ اجوف یائی ہے یقال قلته البيع واقلته میں نے بیع کو توڑ دیا۔ واقال الله عثرته اذا رفعه من سقوط یعنی گرنے سے اٹھانا درگزر کرنا۔ بعض نے قول سے مشتق مان کر اجوف واوی کہا ہے لیکن یہ کئی وجوہ سے درست نہیں ہے جس کی تفصیل مطولات میں موجود ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ تمام لغات میں اس کا ثلاثی مصدر یائی آتا ہے نہ کی واوی۔

Marfat.com

اقالہ کی اصطلاحی تعریف: اصطلاح شریعت میں اقالہ بیع کے ثابت ہونے کے بعد فسخ اور زائل کرنے کو کہتے ہیں اقالہ کا حکم یہ ہے کہ وہ بائع اور مشتری دونوں کی رضامندی سے پہلی قیمت کے ساتھ جائز ہے۔

﴿ثمن اول سے کم یا زیادہ پر اقالہ کرنے کا حکم﴾

س: وَاِنْ شَرَطَ اَحَدُهُمَا اَكْثَرَ مِنَ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ اَوْ اَقَلَّ مِنْهُ، مَا حُكْمُهُ؟

ج: هٰذَا الشَّرْطُ بَاطِلٌ وَ يُرَدُّ بِمِثْلِ الثَّمَنِ الْاَوَّلِ۔

س: اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک ثمن اول سے زیادہ یا اس سے کم کی شرط لگائے تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ شرط باطل ہے اور (مبیع) ثمن اول کے مثل کے عوض لوٹائی جائے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر اقالہ میں پہلی قیمت سے زیادہ یا کم ہو مثال کے طور پر پہلی قیمت چار سو روپے تھی اقالہ میں پانچ سو یا تین سو کی شرط لگا دی حالانکہ مبیع اپنی پہلی حالت پر باقی ہے اس میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوا یا اقالہ میں کسی اور جنس کی شرط کر لی مثال کے طور پر چیز درہموں کے بدلہ میں خریدی تھی اقالہ میں دیناروں کی شرط لگا دی تو اس صورت میں امام اعظمؒ کے نزدیک پہلی قیمت پر مبیع واپس ہوگی اور شرط لغو ہوگی اور صاحبین کے نزدیک پہلی اور تیسری صورت میں شرط کے مطابق اقالہ ہوگا اور دوسری صورت میں طرفین کے نزدیک اقالہ پہلی قیمت کے ساتھ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک شرط کے مطابق ہوگا۔

﴿اقالہ بیع جدید ہے یا فسخ﴾

س: اَلْاِقَالَةُ فَسْخٌ اَوْ بَيْعٌ جَدِيْدٌ؟

ج: هِيَ فَسْخٌ فِيْ حَقِّ الْمُتَعَاقِدَيْنِ، وَبَيْعٌ جَدِيْدٌ فِيْ حَقِّ غَيْرِهِمَا فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

س: اقالہ فسخ ہے یا نئی بیع؟

ج: حضرت ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق یہ (یعنی اقالہ) باہم عقد کرنے والے دو شخصوں کے حق میں فسخ (ہے) اور ان کے غیر کے حق میں نئی بیع ہے۔

توضیح: اقالہ اگر قبضہ کرنے کے بعد ہو اور اقالہ کے صریح لفظ کے ساتھ ہو تو متعاقدین کے علاوہ تیسرے کے حق میں بالاجماع نئی بیع کے حکم میں ہے، لیکن بائع مشتری کے حق میں بیع ہے یا فسخ اس میں اختلاف ہے امام اعظمؒ کے ہاں اقالہ موجبات عقد یعنی وہ امور جو نفس عقد کے ساتھ ثابت ہوتے ہیں فسخ کے حکم میں ہوتا ہے، اور اگر جس وجہ سے نہ ہو سکے مثال کے طور پر غیر مضا لقہ میں مبیع ہلاک ہوگئی یا مبیع گائے وغیرہ تھی قبضہ کے بعد اس کا بچہ پیدا ہو گیا ان صورتوں میں بیع کا فسخ کرنا متعذر رہے، کیونکہ بچے کے منفصل زیادتی شرعاً فسخ کو روکتی ہے تو اقالہ باطل ہو جائے گا اور اگر اقالہ قبضہ کرنے سے پہلے ہو تو متعاقدین اور غیر متعاقدین سب کے حق میں فسخ ہوگا۔ (بشرطیکہ مبیع زمین نہ ہو) امام ابو یوسف وشافعی و مالک رحمہم اللہ کے قول کے قدیم میں اقالہ متعاقدین کے حق میں بیع ہو

Marfat.com

تا ہے، اور اگر بیع ہونا متعذر ہو بایں طور کہ اقالہ نقل ہونے والی چیزوں میں قبضہ سے پہلے ہو۔

﴿مبیع یا ثمن کی ہلاکت کی صورت میں اقالہ کا حکم﴾

س :مَاحُكْمُ الْإِقَالَةِ إِذَا هَلَكَ الثَّمَنُ أَوِ الْمَبِيْعُ ؟

ج :هَلَاكُ الثَّمَنِ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْإِقَالَةِ ـ وَ هَلَاكُ الْمَبِيْعِ يَمْنَعُ صِحَّتَها ـ

س: اقالہ کا حکم کیا ہے جب ثمن یا مبیع ہلاک ہو جائے؟

ج: ثمن کا ہلاک ہونا اقالہ کی صحت سے نہیں روکتا اور مبیع کا ہلاک ہونا صحت سے روکتا ہے۔

﴿مبیع کا کچھ حصہ ہلاک ہو جائے تو اقالہ کا حکم﴾

س :هَلَكَ بَعْضُ الْمَبِيْعِ مَاحُكْمُ الْإِقَالَةِ فِيْ بَاقِيْهِ ؟

ج :تجوزُ الاقالةُ فِي الْبَاقِيْ ـ

س: کچھ مبیع ہلاک ہو جائے تو باقی (مبیع) میں اقالہ کا حکم کیا ہے؟

ج: اقالہ باقی (مبیع) میں جائز ہے۔

فائدہ

﴿اقالہ مستحب اور مغفرت ذنوب کا سبب ہے﴾

اِذَانَدِمَ أَحَدُ الْمُتَعَاقِدَيْنِ عَلٰى عَقْدِهٖ فَالْتَمَسَ مِنْ صَاحِبِهٖ أَنْ يَّفْسَخَ الْبَيْعَ يَسْتَحِبُّ لَهٗ فَسْخُهٗ وَ فِيْهِ أَجْرٌ كَبِيْرٌ ـ

(فائدہ) جب باہم عقد کرنے والے دو شخصوں میں سے ایک اپنے عقد پر پشیمان ہو پس وہ اپنے ساتھی سے التماس کرے کہ وہ بیع کو توڑ دے تو (بیع) کو توڑنا اس کے لئے مستحب اور اس میں بڑا ثواب ہے۔

توضیح: عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من اقال مسلما اقالہ اللہ عثرتہ (ابوداود شریف، باب فی فصل الاقالہ ص ۱۳۴) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان سے اقالہ کیا اللہ جل جلالہ اس کے گناہ کو معاف کر دے گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اقالہ کرنا جائز ہی نہیں بلکہ اگلے کی ضرورت ہو تو موجب اجر و ثواب اور سبب مغفرت گناہ ہے۔

Marfat.com

المرابحة و التولية

﴿مرابحہ اور تولیہ کا بیان﴾

لغات: ربح نفع، العوض بدلہ مثل مانند، طرح قصار دھوبی صباغ رنگریز طراز نقش ونگار بنانے والا فتل بٹنا مراد کناری لگانا یحط گرادے، عقار زمین

توضیح: مصنفؒ ان بیوع کی تفصیل سے فارغ ہوکر (جن کا تعلق مبیع کے ساتھ ہوا کرتا ہے) اب ایسی بیوع کو بیان فرمارہے ہیں جو ثمن سے متعلق ہیں۔ ان بیوع کی تعداد چار ہے (۱) بیع مرابحہ (۲) بیع تولیہ (۳) وضعیہ (۴) مساومہ۔

س: مَاتَفْسِيرُ الْمُرَابحَةِ وَ التَّوْلِيَةِ فِيْ عُرْفِ الْفُقَهَاءِ؟

ج: اَلْمُرَابحَةُ نَقْلُ مَامَلَكَه' بِالْعَقْدِ الْاَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْاَوَّلِ مَعَ زِيَادَةِ رِبْحٍ، وَالتَّوْلِيَةُ: نَقْلُ مَامَلَكَه' بِالْعَقْدِ الْاَوَّلِ بِالثَّمَنِ الْاَوَّلِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةِ رِبْحٍ۔

س: فقہاء کے عرف میں مرابحہ اور تولیہ کی تفسیر کیا ہے؟

ج: مرابحہ: عقد اول کے ذریعہ جس (مبیع) کا مالک ہوا اسے ثمن اول کے عوض نفع کی زیادتی کے ساتھ منتقل کرنا ہے۔

تولیہ: عقد اول کے ذریعہ جس (مبیع) کا مالک ہوا اسے ثمن اول کے عوض نفع کی زیادتی کے بغیر منتقل کرنا ہے۔

توضیح: مرابحہ وہ بیع ہے جو ثمن اول سے زائد کے ساتھ ہو۔

تولیہ: لغت کے اعتبار سے ولی وغیرہ کا مصدر ہے بمعنی کارساز بنانا۔ شرعاً وہ بیع ہے جو صرف ثمن اول کے ساتھ ہو ان دونوں بیوع کے درست ہونے کے لئے ثمن کا مثلی یعنی درہم ودنانیر کیلی یا وزنی یا عددی متقارب ہونا شرط ہے کیونکہ مثلی نہ ہونے کی صورت میں تولیہ ومرابحہ قیمت پر ہوگا اور قیمت مجہول ہے تو وہ درست نہ ہوگی جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

﴿مرابحہ وتولیت کی صحت کی شرط﴾

س: هَلْ لِصِحَّةِ الْمُرَابحَةِ وَالتَّوْلِيَةِ شَرْطٌ؟

ج: لَا تَصِحُّ الْمُرَابحَةُ وَالتَّوْلِيَةُ حَتّٰي يَكُوْنَ الْعِوَضُ مِمَّا لَه' مِثْلٌ كَالْمَكِيْلِ وَالْمَوْزُوْنِ۔

س: کیا مرابحہ اور تولیہ کی صحت کے لیے شرط ہے؟

ج: مرابحہ اور تولیہ صحیح نہیں ہوتی یہاں تک کہ عوض اس میں سے ہو جس کی مثل ہے جیسے کیلی اور وزنی (چیز)۔

﴿خریدنے کے بعد مبیع پر دیگر اخراجات کئے تو بیع مرابحہ کا طریقہ﴾

س: رَجُلٌ اشْتَرٰی ثَوْبًا مَثَلًا وَ قَدْ قصره أيْ غَسَلَه' وَ أزَالَ وَ سْخه' اَوْ صَبَغَه' اَوْ طَرَّزَه' فَازْدَادَ قِيمَةُ الثَّوْبِ فِيْ

Marfat.com

هٰذِهِ الصُّوْرَةِ، أَوِ اشْتَرٰى طَعَامًا فَاسْتَحْمَلَهٗ إِلٰى بَيْتِهٖ وَ أَعْطٰى أُجْرَةَ الحمالَ أَوْ فَتَلَ أَطْرَافِ الثِّيَابِ بِحَرِيْرٍ أَوْ غَيْرِهٖ مَاسَبِيْلُ الْمُرَابِحَةِ فِيْ ذٰلِكَ ؟

ج :اَلْمُرَابِحَةُ جَائِزَةٌ فِيْ هٰذِهِ الصُّوَرِ لٰكِنْ لَّا يَقُوْلُ اِشْتَرَيْتُهٗ بِكَذَا ، بَلْ يَقُوْلُ :قَامَ عَلَيَّ بِكَذَا ۔

س:ایک شخص نے مثلاً کپڑا خریدااور تحقیق اسے دھویااوراس کی میل کچیل دور کی یا اسے رنگایااس پر بیل بوٹے بنائے پس اس صورت میں کپڑے کی قیمت بڑھ گئی یااناج خریداپس اسے اپنے گھر اٹھوالیااور مزدوری دی یا کپڑے کے کناروں کوریشم یااس کے علاوہ (کسی اور چیز) سے بنا(یعنی کناری لگائی) تواس سلسلہ میں مرابحہ کا کیا طریقہ ہے؟

ج:مرابحہ ان صورتوں میں جائز ہے لیکن وہ (یہ) نہ کہے:میں نے اسے اتنے میں خریدا بلکہ کہے:یہ(چیز) مجھے اتنے میں پڑی۔

﴿مبیع کے ثمن بیان کرنے میں بائع نے خیانت کی تو بیع کا حکم﴾

س :رَجُلٌ بَاعَ سِلْعَتَهٗ مُرَابَحَةً وَ ظَنَّهُ الْمُشْتَرِيْ صَادِقًا فِيْ قَوْلِهٖ ثُمَّ اطَّلَعَ عَلٰى خِيَانَةٍ مَاذَا حُكْمُهٗ ؟

ج :إِذَا اطَّلَعَ الْمُشْتَرِيْ فِي الْمُرَابحَةِ عَلٰى خِيَانَةٍ فَهُوَ بِالْخِيَارِ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنْ شَاءَ أَخَذَهٗ بِجَمِيْعِ الثَّمَنِ وَ إِنْ شَاءَ رَدَّهٗ ۔

س:ایک شخص نے اپنا سامان مرابحہ کے طور پر بیچااور خریدار نے ااسے اس کے قول میں سچا یقین کیا پھر وہ خیانت پر مطلع ہوا تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج:جب خریدار مرابحہ میں خیانت پر مطلع ہو تو حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ بااختیار ہے اگر چاہے تو (مبیع) کو پورے ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو اسے لوٹا دے۔

توضیح: اگلے مسئلہ کے تحت آرہی ہے

س :فَإِنِ اطَّلَعَ عَلٰى خِيَانَةٍ فِي التَّوْلِيَةِ كَيْفَ يَفْعَلُ ؟

ج :يَحُطُّ مِنَ الثَّمَنِ مَازَادَهٗ ظَانًّا صَدَقَ صَاحِبِهٖ ۔

س:اگر تولیہ میں خیانت پر مطلع ہو تو کیسے کرے؟

ج:اپنے فریق کی سچائی کا یقین کرتے ہوئے جس (مقدار) کا اضافہ کیا ثمن سے اسکی کمی کردے۔

توضیح: مشتری نے بائع کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے بیع مرابحہ یا تولیہ کرلی بعد میں اس کو علم ہوا کہ بائع نے خیانت کی ہے مثلاً چیز تو آٹھ روپے کی خریدی تھی مگر بتایا کہ نو روپے کی خریدی ہے ایک روپے نفع لوں گا اور دس روپے کی دے دونگا مشتری نے بیع مرابحہ کے طور پر دس روپے کی وہ چیز خریدلی بعد میں اسے علم ہوا کہ بائع نے وہ چیز آٹھ روپے کی خریدلی بعد میں اسے علم ہوا کہ دس روپے کی وہ چیز آٹھ روپے کی خریدلی تھی تو امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مشتری چاہے کل ثمن یعنی ۱۰ روپے کے عوض چاہے تو لے لے وگر

Marfat.com

نہ واپس کردے۔اور اگر اس نے بیع تولیہ کی یعنی بائع کے کہنے کے مطابق کہ نو روپے کی خریدی ہے اور نو روپے کی دے رہا ہوں نو کی خریدی بعد میں معلوم ہوا کہ آٹھ کی خریدی ہے تو امام صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ بقدر خیانت ثمن کم کردے امام ابو یوسف ؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں بقدر خیانت قیمت کم کردے۔امام محمد ؒ فرماتے ہیں دونوں میں مختار ہے چاہے تو کل ثمن دے کر چیز لے لے چاہے واپس کردے کیونکہ عقد میں تسمیہ کا اعتبار ہوتا ہے مرابحہ وتولیہ کا ذکر تو ترغیب کے لئے ہے۔پس مرابحہ وتولیہ کا ذکر مرغوب فیہ وصف ہوا جس کے فوت ہونے پر مشتری کو مبیع رکھنے یا واپس کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا اس لئے اس کو اختیار دیا جائے گا۔امام ابو یوسف ؒ فرماتے ہیں کہ ان کے ذکر کرنے کا مقصد بیع کا مرابحہ وتولیہ ہونا ہے نہ کہ محض تسمیہ لہذا عقد ثانی اول معنی پر مبنی ہوگا اور خیانت کی جو مقدار ظاہر ہوئی ہے وہ عقد اول میں ثابت نہیں تھی اس لئے اس کو دوسرے عقد میں ثابت نہیں کیا جاسکتا لہذا لامحالہ اس مقدار کو کم کیا جائے گا۔امام اعظم ؒ فرماتے ہیں کہ اگر مقدار خیانت کو تولیہ میں کم نہ کیا جائے تو تولیہ تولیہ نہیں رہے گی کیونکہ بیع تولیہ ثمن اول سے زائد نہیں ہوتی بخلاف مرابحہ کے کہ اگر اس میں ثمن کم نہ کیا جائے تو بھی بیع مرابحہ مرابحہ ہی رہتی ہے اس لئے مرابحہ تو پورے ثمن کے عوض لے یا واپس کردے اور تولیہ میں ثمن میں کمی کردے۔

س :هَلْ فِيْ ذٰلِكَ خِلَافٌ بَيْنَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ صَاحِبَيْهِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى ؟

ج :نَعَمْ لَهُمَا فِيْهِ خِلَافٌ ، فَقَالَ اَبُوْ يُوْسُف رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى :يَحُطُّ مِنَ الثَّمَنِ مَازَادَهُ مُتَعَمِّدًا عَلٰى صَاحِبِهٖ وَهٰذَا فِي الْمُرَابحَةِ وَالتَّوْلِيَةِ كِلَيْهِمَا، وَلَا خِيَارَ فِي الْفَسْخِ ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى :لَايَحُطُّ الثَّمَنَ فِي الصُّوْرَتَيْنِ لٰكِنْ يُّخَيَّرُ فِيْهِمَا۔

س:کیا اس (مسئلہ) میں حضرت ابوحنیفہ ؒ اور آپ کے صاحبین ؒ کے درمیان اختلاف ہے؟

ج:جی ہاں!(صاحبین ؒ) کا اس میں اختلاف ہے پس حضرت ابو یوسف ؒ فرماتے ہیں کہ اپنے فریق پر اعتماد کرتے ہوئے جس مقدار) کا اضافہ کیا ثمن سے اس کی کمی کردے اور یہ (حکم) مرابحہ اور تولیہ دونوں میں ہے اور (بیع) توڑنے کا اختیار نہیں اور حضرت محمد ؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں ثمن میں کمی نہ کرے لیکن ان دونوں (صورتوں) میں اسے (بیع توڑنے کا) اختیار دیا جائے گا۔

مسائل شتیٰ

﴿متفرق مسائل﴾

متفرق مسائل کے تحت ان مسائل کا ذکر ہے جن کا تعلق مرابحہ اور تولیہ سے تو نہیں مگر چونکہ مرابحہ اور تولیہ کی طرح ان مسائل میں بھی ایک زائد قید لگائی گئی ہے اس لئے ان کو مرابحہ اور تولیہ کے متصل بعد ذکر کر دیا گیا ہے۔

﴿مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا﴾

س : رَجُلٌ اشْتَرٰى شَيْئًا هَلْ يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يَّبِيْعَهٗ قَبْلَ قَبْضِهٖ ؟

Marfat.com

ج: اِذَا اشْتَرٰی مَایُنْقَلُ وَ یُحَوَّلُ لَمْ یَجُزْ بَیْعُہٗ حَتّٰی یَقْبِضَہٗ، وَاَمَّا مَالَا یُنْقَلُ وَلَا یُحَوَّلُ ۔وَھُوَ الْعَقَارُ۔ فَیَجُوْزُاَنْ یَّبِیْعَھَا الْمُشْتَرِیْ قَبْلَ قَبْضِہٖ عِنْدَ الشَّیْخَیْنِ رَحِمَھُمَا اللّٰہُ تَعَالٰی، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا یَجُوْزُ الْبَیْعُ قَبْلَ الْقَبْضِ فِی الْعَقَارِ اَیْضًا۔

س: ایک شخص نے کوئی چیز خریدی تو کیا اس پر قبضہ کرنے پہلے اسے بیچنا اس کے لئے جائز ہے؟

ج: جب ایسی (چیز) خریدے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاسکتی ہے تو اسے بیچنا جائز نہیں یہاں تک کہ اس پر قبضہ کرلے اور بہر حال جو (چیز) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کی جاسکتی اور وہ زمین ہے تو شیخین (یعنی ابوحنیفہؒ وحضرت ابو یوسفؒ) کے نزدیک جائز ہے کہ خریدار دے اپنے قبضہ سے پہلے اسے بیچ اور حضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ قبضہ سے پہلے بیع زمین میں بھی جا ئزنہیں ہے۔

توضیح: اگر کسی نے کوئی منقول شئی خریدی تو مشتری جب تک اس پر قبضہ نہ کرلے اس وقت تک اس کو بیچنا جائز نہیں ہے، یعنی مبیع اگر اشیائے منقولہ میں سے کوئی چیز ہے تو مشتری کو اس پر قبضہ کئے بغیر آگے فروخت کر دینا جائز نہیں ہے۔ اور جو چیز غیر منقول ہے یعنی زمین تو اس کی بیع قبضہ کرنے سے پہلے بھی جائز ہے، یہ شیخین کے نزدیک ہے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے، امام شافعیؒ امام مالک اور امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے، شیخین کی دلیل یہ ہے کہ بیع کا رکن یعنی ایجاب وقبول اس کے اہل یعنی عاقل وبالغ سے صادر ہوئے ہیں اور بیع اس چیز پر واقع ہوئی ہے جو بیع کا محل ہے یعنی مملوک مال اور قبضہ کرنے سے پہلے غیر منقول چیزوں کی بیع میں کوئی دھوکہ نہیں ہے۔ کیونکہ غیر منقول جائیداد کا ہلاک ہونا نادر ہے اور نادر کالمعدوم ہوتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، پس اس کی بیع جائز ہے۔

﴿قبضہ کرنے کے بعد کیل اور وزن کے اعادہ کا حکم﴾

س: ھَلْ یَلْزَمُ الْمُشْتَرِیْ اِعَادَۃُ الْکَیْلِ وَالْوَزْنِ بَعْدَ الْقَبْضِ؟

ج: لَوِ اشْتَرٰی مَکِیْلًا بِشَرْطِ الْکَیْلِ اَوْ مَوْزُوْنًا بِشَرْطِ الْوَزْنِ حَرُمَ بَیْعُہٗ وَاَکْلُہٗ حَتّٰی یُعِیْدَ الْکَیْلَ فِی الْمَکِیْلِ وَالْوَزْنَ فِی الْمَوْزُوْنِ۔

س: کیا قبضہ کرنے کے بعد دوبارہ ناپنا اور وزن کرنا خریدار کو لازم ہوتا ہے؟

ج: اگر کیلی چیز کیل کی شرط کے ساتھ یا وزنی چیز وزن کی شرط کے ساتھ خریدی تو اسے بیچنا اور اسے کھانا حرام ہے یہاں تک کہ کیلی چیز میں کیل کو اور وزنی چیز میں وزن کو لوٹائے۔

﴿ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا﴾

س: رَجُلٌ بَاعَ سِلْعَۃً وَلَمْ یَقْبِضِ الثَّمَنَ ھَلْ یَجُوْزُ لَہٗ اَنْ یَّتَصَرَّفَ فِی الثَّمَنِ قَبْلَ قَبْضِہٖ؟

Marfat.com

ج :هٰذَا جَائِزٌ ۔

س:ایک آدمی نے سامان بیچا لیکن ثمن پر قبضہ نہیں کیا۔تو کیا اس کے لئے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے اس کے قبضہ کرنے سے پہلے؟

ج:یہ جائز ہے۔

توضیح:ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے تصرف جائز ہے خواہ وہ تصرف بطریق ہبہ ہو یا بطریق بیع خواہ ثمن متعین ہو جانے والا ہو جیسے مکیل یا متعین نہ ہوتا ہو جیسے نقود کیونکہ ثمن میں تصرف کو جائز قرار دینے والی چیز ملک ہے یعنی مالک اپنی مملوکہ چیز میں تصرف کرنے کا مجاز ہوتا ہے اور عقد بیع کے بعد بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہے خواہ اس پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔اس کی تائید حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ بقیع میں اونٹ فروخت کرتے تھے پس دراہم کی جگہ دنانیر اور دنانیر کی جگہ دراہم لیتے تھے اور نبی کریم ﷺ اس کو جائز قرار دیتے تھے اور یہ ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے تصرف ہے پس معلوم ہوا کہ ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے تصرف کرنا جائز ہے۔

﴿بیع تمام ہونے کے بعد ثمن یا مبیع میں اضافہ کے جواز﴾

س :هَلْ يَجُوْزُ الزِّيَادَةُ فِي الثَّمَنِ أَوْ فِي الْمَبِيْعِ بَعْدَ تَمَامِ الْبَيْعِ؟

ج :يَجُوْزُ لِلْمُشْتَرِىْ اَنْ يَّزِيْدَ لِلْبَائِعِ فِي الثَّمَنِ ، كَمَا يَجُوْزُ لِلْبَائِعِ اَنْ يَّزِيْدَ لِلْمُشْتَرِىْ فِي الْمَبِيْعِ ۔

س:کیا بیع مکمل ہونے کے بعد ثمن یا مبیع میں اضافہ جائز ہے؟

ج:خریدار کے لئے جائز ہے کہ وہ فروخت کنندہ کے لئے ثمن میں اضافہ کرے جیسا کہ فروخت کنندہ کے لیے جائز ہے کہ وہ خریدار کے لئے مبیع میں اضافہ کرے۔

س :وَلَوْحَطَّ الْبَائِعُ مِنَ الثَّمَنِ مَاذَ احُكْمُه‘؟

ج :هُوَ اَيْضًا جَائِزٌ۔

س:اگر فروخت کنندہ ثمن میں کمی کرے تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج:وہ بھی جائز ہے۔

توضیح: اگلے مسئلے کے تحت توضیح آتی ہے۔

﴿مبیع اور ثمن میں اضافہ وکمی کے ساتھ استحقاق کا تعلق ہوگا﴾

س :فَاِذَا زَادَ الْمُشْتَرِىْ فِي الثَّمَنِ اَوْ زَادَ الْبَائِعُ فِي الْمَبِيْعِ اَوْ حَطَّ الْبَائِعُ مِنَ الثَّمَنِ هَلْ يَتَعَلَّقُ بِهِ الْاِسْتِحْقَا قُ؟

ج :نَعَمْ يَتَعَلَّقُ الْاِسْتِحْقَا قُ بِجَمِيْعِ ذٰلِكَ۔

Marfat.com

س: جب خریدار ثمن میں اضافہ کرے یا فروخت کنندہ مبیع میں اضافہ کرے یا فروخت کنندہ ثمن میں کمی کرے تو کیا اس (اضافہ یا کمی) کے ساتھ استحقاق متعلق ہوگا؟

ج: جی ہاں! ان سب کے ساتھ استحقاق متعلق ہوگا۔

توضیح: اگر مشتری بائع کے لئے ثمن میں کچھ اضافہ کر دیتا ہے تو یہ جائز ہے مثلاً ایک غلام ۱۰ ہزار روپے میں خریدا، پھر مشتری نے ایک ہزار روپے مزید اضافہ کر دیا تو یہ اضافہ کرنا جائز ہے اسی طرح اگر بائع مبیع میں اضافہ کر دے یا ثمن میں سے کچھ کم کر دے تو یہ بھی جائز ہے اور استحقاق اصل اور اضافہ دونوں سے متعلق ہوگا چنانچہ ثمن کے اضافہ کی صورت میں بائع کو مبیع کو روکنے کا حق اس وقت تک حاصل رہے گا جب تک وہ اصل اور اضافہ دونوں وصول نہیں کر لیتا اور اسی طرح مشتری جب تک اضافہ اور اصل ثمن ادا نہیں کر دیتا اتنے تک مبیع وصول کرنے کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

﴿ثمن حالی مؤخر کرنے سے مؤخر ہو جائے گا﴾

س: بَاعَ بِثَمَنٍ حَالٍ ثُمَّ اَجَّلَهٗ اَجَلًا مَّعْلُوْمًا مَاذَا حُكْمُهٗ؟

ج: صَارَ مُؤَجَّلًا بِتَاجِيْلِهٖ، وَكَذَا كُلُّ دَيْنٍ حَالٍ يَصِيْرُ مُؤَجَّلًا بِتَاجِيْلِ صَاحِبِهٖ اِلَّا الْقَرْضَ فَاِنَّ تَاجِيْلَهٗ لَا يَصِحُّ۔

س: اگر فروخت کیا فوری ثمن کے ساتھ لیکن پھر ثمن کو مؤخر کر دیا وقت معلوم تک تو کیا حکم ہے؟

ج: بائع کے مؤخر کر دینے سے مؤخر ہو جائے گا۔ اور اسی طرح ہر فوری دین وہ موخر ہوگا صاحب دین کے موخر کرنے سے، سوائے قرض کے، کہ اس کا موخر کرنا درست نہیں (یعنی اس میں مالک جب چاہے مانگ سکتا ہے اس میں کسی کو اعتراض کا حق نہیں بخلاف باقی دیون کے کہ اس میں مالک وقت مقررہ پر ہی مانگے گا)

بابُ الربوٰا

﴿سود کا بیان﴾

ربوا کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں۔ اصطلاح شریعت: میں ربوا معاوضہ مال بمال میں اس زیادتی کو کہتے ہیں جس کے مقابلہ میں عوض نہ ہو، ربوا بالاجماع حرام ہے اور اس کی حرمت منصوص ہے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے وَحَرَّمَ الرِّبٰوا نیز ارشاد یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اور قرآن کریم میں سود خور کے لئے پانچ وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) تخبط یعنی قیامت میں سود خور اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان مخبوط الحواس اور بدحواس کر دے۔

(۲) محق یعنی اللہ سود کو مٹاتے ہیں۔

(۳) حرب باری تعالی یعنی سود خور کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی خبر دو (۴) کفر جو کچھ سود باقی رہ گیا اگر تم مؤمن ہو تو

Marfat.com

اس کو چھوڑ دو یعنی اگر کوئی شخص حرمت کے بعد بھی اس کو حلال سمجھے تو وہ کافر ہے۔

(۵) خلود فی النار جو لوگ حرمت سود کے بعد اس کو حلال سمجھ کر لیں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے سود کھانے والے کھلانے والے اور اس کی تحریر لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے۔

ماقبل سے ربط: اس باب کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ سابقہ ابواب میں ان بیوع کا بیان تھا جن کے کرنے کا حکم خود باری تعالی نے فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ اور اس باب میں ان بیوع کا بیان ہے جن کے کرنے سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے، اور ربوا کو مرابحہ سے خاص طور سے یہ مناسبت حاصل ہے ربوا اور مرابحہ دونوں میں سے ہر ایک میں زیادتی ہوتی ہے، البتہ مرابحہ کی زیادتی حلال ہوتی ہے اور ربوا کی زیادتی حرام ہوتی ہے۔

لغات: حنطة گیہوں، دقیق آٹا، سویق ستو سقطہ ناکارہ وردی چیز رطب پختہ خرما تمر چھوارہ عنب انگور۔ زبیب کشمس زیتون مشہور پھل زیت زیتون کا تیل سمسم تل شیرج تل کا تیل دھن تیل شجبرة کھلی لحمان جمع لحم گوشت البان لبن کی جمع ہے بمعنی دودھ خل سرکہ دقل ردی کھجور خبز روٹی دقیق آٹا۔

س: اَلرِّبٰو مَاهُوَ لُغَةً وَّ شَرْعًا؟

ج: اَلرِّبٰو لُغَةً: اَلزِّيَادَةُ مُطْلَقًا، وَ اَمَّا فِي الشَّرِيْعَةِ الْغَرَّاءِ فَهُوَ مُنْقَسِمٌ اِلٰى قِسْمَيْنِ -(۱) ربو البیع (۲) رِبٰو الْقَرْضِ، وَكِلَاهُمَا محرمٌ، فَقَدْ وَرَدَ وَعِيْدٌ شَدِيْدٌ فِيْ حَقِّ الْاٰخِذِ وَالْمُعْطِي۔

س: لغت اور شریعت کی رو سے سود کیا ہے؟

ج: سود لغت کی رو سے مطلق زیادت (کا نام) ہے اور بہرحال مطہرہ شریعت (کی اصطلاح) میں تو وہ دو قسموں کی طرف منقسم ہے: (۱) بیع کا سود (۲) قرض کا سود اور یہ دونوں حرام ہیں اور تحقیق (سود) لینے والے اور دینے والے کے حق میں سخت وعید وارد ہوتی ہے۔

س: رِبٰو الْقَرْضِ مَاهُوَ؟

ج: هُوَ اَنْ يُقْرِضَ رَجُلٌ دَرَاهِمَ اَوْدَنَانِيْرَ مَثَلًا وَيَشْتَرِطُ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ اَنْ يُّؤَدِّيْ اِلَيْهِ اَكْثَرَ مِمَّا اَقْرَضَ۔

س: قرض کا سود کیا ہے؟

ج: وہ یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً دراہم یا دنانیر قرض میں دے اور قرض دار پر شرط لگائے کہ وہ اسے اس سے زیادہ ادا کرے جو اس نے قرض میں دیا۔

س: وَ رِبٰوا الْبَيْعِ مَاهُوَ؟

ج: هُوَاَنْ يَّبِيْعَ الْمَكِيْلَ اَوِ الْمَوْزُوْنَ بِجِنْسِهٖ مُتَفَاضِلًا، اَوْ يَبِيْعَ الْمَكِيْلَ اَوِالْمَوْزُوْنَ بِجِنْسِهٖ اَوْ بِغَيْرِ جِنْسِهٖ نَسِيْئَةً۔

Marfat.com

س: بیع کا سود کیا ہے؟

ج: وہ یہ ہے کہ کیلی یا وزنی (چیز) اس کی جنس کے عوض زیادت کے طور پر بیچے یا کیلی یا وزنی (چیز) اس کی جنس کے عوض یا غیر جنس کے عوض ادھار کے طور پر بیچے۔

س: هَلْ فِي ذٰلِكَ نَصٌّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ ؟

ج: رَوٰى اَبُوْسَعِيْدِنِ الْخُدْرِيّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مَثَلاً بِمَثَلٍ يَدًا بِيَدٍ، فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰى، اَلْاٰخِذُ وَالْمُعْطِيْ فِيْهِ سَوَاءٌ۔

وَرَوٰى عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مَثَلاً بِمَثَلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ، فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ۔

فَذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ السِّتَّةَ وَاَمَرَ اَنْ لَّا تُبَاعَ هٰذِهِ الْاَشْيَاءُ بَعْضُهَا بِبَعْضِهَا مِنْ جِنْسِهَا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مِثْلاً بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ، وَ بَيَّنَ اَنَّ مَا زَادَ فَهُوَ رِبٰوا مِنْ اَيِّ جَانِبٍ كَانَ، وَقَالَ: اَلْاٰخِذُ وَالْمُعْطِيْ فِيْهِ سَوَاءٌ، وَاَجَازَ بَيْعَ هٰذِهِ الْاَصْنَافِ بِخِلَافِ جِنْسِهَا مُتَسَاوِيًا وَ مُتَفَاضِلاً بِشَرْطِ اَنْ يَّكُوْنَ يَدًا بِيَدٍ۔ وَاسْتَنْبَطَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ ذِكْرِ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ اِنَّ الْعِلَّةَ فِيْ تَحَقُّقِ الرِّبٰوا هُوَ الْكَيْلُ مَعَ الْجِنْسِ اَوِ الْوَزْنُ مَعَ الْجِنْسِ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ اِمَّا مَكِيْلَاتٌ وَ اِمَّا مَوْزُوْنَاتٌ، فَاِذَا بِيْعَ الْمَكِيْلُ بِجِنْسِهٖ اَوِ الْمَوْزُوْنُ بِجِنْسِهٖ وَلَوْ كَانَ مِنْ غَيْرِ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ مثلاً بِمِثْلٍ جَازَ الْبَيْعُ، وَاِنْ زَادَ مِنْ اَحَدِ الْجَانِبَيْنِ لَمْ يَجُزْ، وَاِذَا اخْتَلَفَ الْجِنْسَانِ جَازَ التَّفَاضُلُ وَ حَرُمَ النَّسَاءُ، وَاِذَا عُدِمَ الْوَصْفَانِ۔ اَيِ الْجِنْسُ وَالْمَعْنَى الْمَضْمُوْمُ اِلَيْهِ وَ هُوَ كَوْنُهٗ مَكِيْلاً اَوْ مَوْزُوْنًا۔ حَلَّ التَّفَاضُلُ وَالنِّسَاءُ كِلَاهُمَا وَ اِذَا وجدا حرمَ التَّفَاضُلُ وَالنَّسَأُ، وَاِذَا وُجِدَ اَحَدُهُمَا حَلَّ التَّفَاضُلُ وَ حَرُمَ النَّسَأُ

س: کیا اس (سلسلہ) میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے نص وارد ہوئی ہے؟

ج: حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ "سونے کو سونے کے عوض، چاندی کو چاندی کے عوض، گندم کو گندم کے عوض، جو کو جو کے عوض، کھجور کو کھجور کے عوض، اور نمک کو نمک کے عوض برابر سرابر دست بدست (بیچو) پس جس نے زائد دیا یا زائد لیا تو تحقیق اس نے سود کا ارتکاب کیا، (سود) لینے والا اور دینے والا اس (جرم) میں برابر ہیں۔"

اور حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "سونے کو سونے کے عوض، چاندی کو چاندی کے عوض، گندم کو گندم کے عوض، جو کو جو کے عوض، کھجور کو کھجور کے عوض اور نمک کو نمک کے عوض برابر سرابر دست بدست (بیچو) پس جب یہ

Marfat.com

قسمیں مختلف ہو جائیں (مثلاً سونے کے عوض چاندی یا گندم کے عوض جو وغیرہ) تو چاہے جیسے بھی ہو بشرطیکہ دست بدست ہو"۔ پس نبی کریم ﷺ نے ان چھ چیزوں کو ذکر فرمایا اور حکم دیا کہ ان چیزوں کو ان کی جنس میں سے بعض کو بعض کے عوض نہ بیچا جائے الا یہ کہ برابر سرابر دست بدست ہو اور بیان فرمایا کہ جو زائد ہو جائے پس وہ سود ہے جس جانب سے بھی ہو اور فرمایا کہ (سود) لینے والا اور دینے والا اس (جرم) میں برابر ہیں اور خلاف جنس کے عوض ان قسموں کی فروخت کو برابری اور زیادت کے طور پر جائز قرار دیا بشرطیکہ دست بدست ہو۔

اور حضرت ابوحنیفہؒ نے ان چیزوں کے ذکر سے استنباط فرمایا کہ سود کو ثابت کرنے میں علت کیل مع الجنس یا وزن مع الجنس ہے کیونکہ یہ چیزیں یا تو کیلی ہیں اور وزنی ہیں پس جب کیلی چیز کو اس کی جنس کے عوض یا وزنی چیز کو اس کی جنس کے عوض برابر سرابر بیچا جائے تو بیع جائز ہے اگرچہ وہ کیلی یا وزنی چیز) ان (چھ) چیزوں کے علاوہ ہو اور اگر دونوں جانبوں میں سے کسی ایک (جانب) سے زائد ہو جائے تو جائز نہیں اور جب دونوں جنس مختلف ہو جائیں تو زیادت جائز ہے اور ادھار حرام ہے، اور جب دونوں وصف یعنی جنس اور وہ معنی جو اس کے ساتھ ملایا گیا اور وہ (معنی) اس (چیز) کا کیلی یا وزنی ہونا ہے (یعنی قدر) نہ پائے جائیں تو زیادت اور ادھار دونوں حلال ہیں۔ اور جب دونوں (وصف یعنی جنس اور قدر) پائے جائیں تو زیادت اور ادھار حرام ہیں اور جب ان دونوں میں سے ایک (وصف) پایا جائے تو زیادت حلال ہے اور ادھار حرام ہے۔

﴿اچھی اور ردی کھجور کی بیع﴾

س: بُرٌّ جَيِّدٌ مِنْ جَانِبٍ وَ بُرٌّ رَدِّيٌّ مِنْ جَانِبٍ آخَرَ هَلْ يَجُوْزُ فِيْهِ التَّفَاضُلُ ؟

ج: لَايَجُوْزُ التَّفَاضُلُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ لِاَنَّ الْجِنْسَ وَاحِدٌ ، وَكَذَا الْحُكْمُ فِيْ جَمِيْعِ الْمَكِيْلَاتِ وَالْمَوْزُوْنَاتِ

س: ایک طرف سے عمدہ گندم اور دوسری طرف سے ناقص گندم ہے تو کیا اس (بیع) میں زیادت جائز ہے؟

ج: اس صورت میں زیادت جائز نہیں کیونکہ جنس ایک ہے اور تمام کیلی چیزوں اور وزنی چیزوں میں یہی حکم ہے۔

﴿اجناس کا کیلی اور وزنی ہونا کیسے معلوم ہوگا﴾

س: كَيْفَ يُعْرَفُ فِي الْاَجْنَاسِ كَوْنُهَا مَكِيْلَةً اَوْمَوْزُوْنَةً ؟

ج: كُلُّ شَيْءٍ نَصَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى تَحْرِيْمِ التَّفَاضُلِ فِيْهِ كَيْلًا فَهُوَمَكِيْلٌ اَبَدًا وَ اِنْ تَرَكَ النَّاسُ فِيْهِ الْكَيْلَ مِثْلُ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالتَّمَرِ وَالْمِلْحِ ، وَكُلُّ شَيْءٍ نَصَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى تَحْرِيْمِ التَّفَاضُلِ فِيْهِ وَزْنًا فَهُوَ مَوْزُوْنٌ اَبَدًا ، وَاِنْ تَرَكَ النَّاسُ الْوَزْنَ فِيْهِ مَثَلُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَمَالَمْ يَنُصَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَهُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰى عَادَاتِ النَّاسِ ، فَاِذَا تَبَايَعَا عَلٰى شَيْءٍ يُعْتَبَرُ فِيْهِ الْعُرْفُ ، فَاِنْ تَعَارَفُوْا فِيْ بَيْعِ شَيْءٍ بِالْوَزْنِ فَهُوَ وَزْنِيٌّ ، وَاِنْ تَعَارَفُوْابَيْعَهٗ بِالْكَيْلِ فَهُوَ كَيْلِيٌّ ، وَاِنْ تَعَارَفُوْا التَّبَائِعَ بِالْعَدَدِ فَهُوَ عَدَدِيٌّ :

Marfat.com

س: کسی چیز کا مکیلی یا موزونی ہونا کیسے پہچانا جائے گا؟

ج: ہروہ چیز جس کے اندر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے تفاضل کے حرام ہونے کی تصریح فرمادی۔ کیل (پیمانہ) کے اعتبار سے، تو وہ ہمیشہ مکیلی ہی رہے گا اگر چہ لوگ اس میں کیل کرنا چھوڑ دیں مثلاً گندم، جو، کھجور، نمک اگر چہ موجود زمانہ میں ان کو وزن کیا جاتا ہے) اور ہروہ چیز جس کے اندر نبی کریم ﷺ نے تفاضل کی حرمت کی وضاحت وزن کے اعتبار سے فرمائی ہو۔ تو وہ تا قیامت موزونی ہی رہے گی، اگر چہ لوگ اس میں وزن کے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیں جیسے سونا چاندی۔ اور وہ چیزیں جس کے متعلق حضور ﷺ سے کوئی سراحت ثابت نہ ہو تو ان کو عرف عام پر محمول کیا جائے گا۔ پس اگر معاملہ ایسی چیز میں ہو جائے جو کہ عرف عام پر محمول ہے، تو اگر عرف عام میں اس چیز کو وزن سے بیچا جاتا ہو تو وہ موزونی شمار ہوگی۔ اور اگر عرف کیل سے ہو تو وہ مکیلی میں شمار ہوگی۔ اور اگر عرف میں معاملہ اس چیز کا عدد (گننے) سے ہوتا ہو تو وہ عددی یعنی معدودات شمار ہوگی۔

﴿بیوع میں تقابض کا حکم﴾

س: مَاحُكْمُ التَّقَابُضِ فِي الْبُيُوْعِ؟

ج: اِذَا وَقَعَ الْعَقْدُ عَلٰى جِنْسِ الْاَثْمَانِ۔ اَعْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ۔ يُعْتَبَرُ فِيْهِ قَبْضُ عِوَضَيْهِ فِي الْمَجْلِسِ، وَيُسَمّٰى هٰذَا الْبَيْعُ الصَّرْفُ۔ وَمَا سِوَى الْاَثْمَانِ مِمَّا فِيْهَا الرِّبٰوا يُعْتَبَرُ فِيْهِ التَّعْيِيْنُ وَلَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ التَّقَابُضِ۔

س: بیوع میں تقابض کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر عقد واقع ہو جنس اثمان یعنی سونا، چاندی پر۔ تو اسمیں قبضہ کا اعتبار مجلس ہی میں ہوگا۔ اور اس کو بیع صرف کہا جاتا ہے۔ باقی اثمان (سونا، چاندی) کے علاوہ، وہ اشیاء جن میں سود پایا جاتا ہے اس میں صرف تعیین ضروری ہے اور تقابض فی ا لمجلس شرط نہیں۔

س: هَلْ يَجُوْزُ بَيْعُ الْبُرِّ بِدَقِيْقِهٖ اَوْ سَوِيْقِهٖ وَبَيْعَ الدَّقِيْقِ بِالسَّوِيْقِ؟

ج: لَا تَجُوْزُ هٰذِهِ الْبُيُوْعُ لَا مُتَفَاضِلًا وَلَا مُتَسَاوِيًا۔

س: کیا گندم کا گندم کے آٹے کے ساتھ یا آٹے کا ستو کے ساتھ بیچنا جائز ہے؟

ج: یہ بیوع جائز نہیں متفاضلا،، اور نہ ہی متساویا،،

توضیح: مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک گندم کی بیع گندم کے آٹے کے عوض اور گندم کے ستو کے عوض جائز نہیں ہے نہ برابر کر کے اور نہ ہی کمی زیادتی کے ساتھ یہی ایک قول امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام نوویؒ کا ہے اور امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے یہی امام احمد کا قول اظہر ہے۔ ہمارے قول کی وجہ یہ ہے کہ تفاضل تو اس لئے جائز نہیں ہے کہ دونوں جنس واحد ہیں کیونکہ آٹا اور ستو گندم کے اجزاء میں فرق صرف اتنا ہے کہ ایک بغیر بھونی گندم کا آٹا ہے اور دوسرا بھونی ہوئی کا اور مقصود اصلی یعنی تغذی دونوں کو شامل ہے۔

Marfat.com

تسویہ نہیں ہوسکتا کیونکہ پیانے میں آٹے کوٹھوس ٹھوس کر بھرا جاسکتا ہے مگر چونکہ گندم کے دانوں کے درمیان خلا باقی رہتا ہے اس کوٹھوس ٹھوس کر نہیں بھرا جاسکتا ہے اس لئے گندم کی بیع آٹے اور ستو کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

﴿گوشت سے حیوان کی بیع کا حکم﴾

س :وَمَا حُكْمُ بَيْعِ اللَّحْمِ بِالْحَيْوَانِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ؟

ج :يَجُوْزُ هٰذَا الْبَيْعُ ـ

س:امام ابوحنیفہؒ کے ہاں گوشت کو حیوان کیساتھ بیچنے کا کیا حکم ہے؟

ج:یہ بیع جائز ہے۔

س :وَ مَا قَوْلُ الصَّاحِبَيْنِ فِيْ ذٰلِكَ ؟

ج :اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَافَقَ فِيْهِ شَيْخَه' رَحِمَهُمَااللّٰه تَعَالٰى ، وَاَمَّا مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَ : لَايَجُوْزُ هٰذَا الْبَيْعُ حَتّٰى يَكُوْنَ اللَّحْمُ اَكْثَرَ مِمَّا فِي الْحَيْوَانِ فَيَكُوْنُ اللَّحْمُ بِمِثْلِهٖ وَالزِّيَادَةُ بِالسَّقْطِ ـ

س:صاحبین کا اس میں کیا قول ہے؟

ج:امام ابویوسفؒ نے اس مسئلہ میں اپنے شیخ کی موافقت کی ہے۔لیکن امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ بیع جائز نہیں جب تک کہ گوشت زیادہ نہ ہو اس گوشت سے جو حیوان میں

موجود ہے۔تو گوشت گوشت کے بدلے اور زیادہ جو ہے وہ جانور کے اور اعضاء کے بدلے ہوجائے گا۔(یعنی کھر، یا کھال وغیرہ)

﴿رطب وتمر اور عنب وزبیب کی بیع کا حکم﴾

س :وَمَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ بَيْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمَرِ مَثَلًا بِمَثَلٍ وَالْعِنَبِ بِالزَّبِيْبِ كَذٰلِكَ ؟

ج :جَازَ هٰذَانِ الْبَيْعَانِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰه' تَعَالٰى لِاَنَّ الْجِنْسَ مُتَّحِدٌ ،وَقَالَ صَاحِبَا هُ لَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ ـ

س:امام ابوحنیفہؒ کیا فرماتے ہیں۔تر کھجور کو خشک کھجور (چھوارے) یا انگور کو کشمش کے بدلے برابر سرابر بیچنے کے بارے میں؟

ج:یہ دونوں بیع امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہیں۔کیونکہ جنس متحد ہے اور صاحبین فرماتے ہیں کہ جائز نہیں۔

﴿زیتون کی اس کے تیل اور تلوں کی اس کے تیل کے عوض بیع کا حکم﴾

س :اِذَا بَاعَ الزَّيْتُوْنَ بِالزَّيْتِ اَوِ السِّمْسِمِ بِالشَّيْرِجِ هَلْ يَصِحُّ هٰذَا الْبَيْعُ ؟

ج : لَايَجُوْزُ هٰذَا الْبَيْعُ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الزَّيْتُ اَكْثَرَ مِمَّا فِي الزَّيْتُوْنِ وَ الشَّيْرِجِ اَكْثَرَمِمَّا فِي السِّمْسِمِ فَيَكُوْنُ الدُّهْنُ بِمِثْلِهٖ وَالذِّيَادَةُ بِالشَّجِيْرَةِ۔

Marfat.com

اگر زیتون کے دانوں کو تیل کے بدلے یا تل کو شیرج (تل کے تیل) بدلے فروخت کرے تو کیا یہ بیع درست ہے؟

ج: یہ بیع جائز نہیں۔الا یہ کہ زیتون کا تیل زیادہ ہو اس سے جو کہ زیتون میں ہے اور شیرج (تل کا تیل) زائد ہو اس سے جو تل میں ہے۔تا کہ تیل تیل کے بدلے اور زیادتی بھوسے کے بدلے ہو۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر زیتون کو روغن زیتون کے عوض یا تل کو اس کے تیل کے عوض بیچا گیا اور روغن زیتون اس روغن سے زیادہ ہو جو زیتون میں ہے اور خالص تیل اس سے زیادہ ہو جو تلوں میں ہے تو یہ بیع جائز ہے۔کیونکہ اس صورت میں ربوا محقق نہ ہوگا،اور ربوا اس سے محقق نہ ہوگا کہ خالص تیل اپنے مثل اس تیل کے عوض ہو جائے گا جو زیتون یا تلوں میں ہے اور خالص تیل کی زائد مقدار کھلی کے مقابلہ میں ہو جائے گی اور کھلی اور تیل چونکہ مختلف جنس ہیں اس لئے ان میں کوئی ربوا محقق نہ ہوگا۔

﴿دو مختلف نوعوں کے گوشتوں کی آپس میں بیع کا حکم﴾

س :هَلْ يَجُوْزُ بَيْعُ اللَّحْمَانِ الْمُخْتَلِفَةِ بَعْضِهَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلاً ؟

ج :نَعَمْ يَجُوْزُ ذٰلِكَ ـ

س: کیا دو مختلف نوع کے گوشت کا ایک دوسرے کے ساتھ متفاضلا بیچنا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔(کیونکہ گائے،اونٹ، بکری وغیرہ کے گوشت کی جنس الگ ہے اور جنس کے اختلاف کی صورت میں کمی زیادتی کی صورت میں بیع جائز ہوتی ہے)

﴿مختلف دودھوں کی آپس میں بیع کا حکم﴾

س :وَلَوْ بَاعَ اَلْبَانَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ بَعْضَهَا بِبَعْضٍ مُتَفَاضِلاً مَا حُكْمُهُ ؟

ج :هٰذَا اَيْضًا جَائِزٌ ـ

س: اگر کوئی گائے،اونٹ، بھیڑ، بکری کے دودھ کو ایک دوسرے کے ساتھ متفاضلا بیچے تو کیا حکم ہے؟

ج: جائز ہے۔(کیونکہ البان کی اجناس مختلف ہیں اس لئے کمی زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہوگی)

﴿ردی کھجور کے ٹوکرے کو انگور کے ٹوکرے کے بیچنے کا حکم﴾

س : رَجُلٌ بَاعَ خِلَّ الدَّقَلِ بِخِلِّ الْعِنَبِ مُتَفَاضِلاً مَا حُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ ؟

ج :هٰذَا اَيْضًا جَائِزٌ ـ

س: ایک آدمی نے ردی کھجور کے ٹوکرے کو انگور کے ٹوکرے کے ساتھ متفاضلا بیچا تو اس بیع کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ بھی جائز ہے۔

Marfat.com

﴿روٹی کی بیع گندم کے ساتھ متفاضلا کرنے کا حکم﴾

س :وَمَا قَوْلُكُمْ فِي بَيْعِ خُبْزِ الْحِنْطَةِ بِالْحِنْطَةِ اَوْ بِالدَّقِيْقِ مُتَفَاضِلاً ؟

ج :هُوَ جَائِزٌ اَيْضًا۔

س: گندم کی روٹی کا گندم یا آٹے کے ساتھ متا فضلا بیچنے کا کیا حکم ہے ؟

ج: جائز ہے۔

﴿غلام اور آقا کے درمیان ربوا متحقق نہیں ہوتا﴾

س :رَجُلٌ اَذِنَ عَبْدَهٗ لِلتِّجَارَةِ ثُمَّ اشْتَرٰى مِنْهُ شَيْئًا وَ عَامَلَهٗ مُعَامَلَةً رِ بَوِيَّةً مَاذَا حُكْمُهٗ؟

ج :لَا رِبٰو بَيْنَ الْمَوْلٰى وَ عَبْدِهٖ فَتَجُوْزُ هٰذِهِ الْمُعَامَلَةُ ،لِاَنَّ الْعَبْدَ وَ مَا فِيْ يَدِهٖ مِلْكُ الْمَوْلٰى ۔

س:ایک آدمی نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی پھر مالک نے اس سے کوئی چیز خریدی اور اس کے ساتھ سود کا معاملہ کیا۔تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ معاملہ درست ہے۔مولی اور غلام کے درمیان ربوا متحقق نہیں ہوتا۔اس لئے کہ غلام اور جو اس کے پاس وہ سب مولی ہی کا ہے۔(اور آدمی اپنی ذات سے ربوا کا معاملہ نہیں کرسکتا)

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام ماذون له فی التجارت اور اس پر لوگوں کا اتنا قرضہ نہ ہو جو اس کے رقبہ کا احاطہ کرلے تو اس غلام اور اس کے مولی کے درمیان ربوا متحقق نہیں ہوگا اموال ربویہ میں اگر یہ دونوں کمی زیادتی کے ساتھ خرید و فروخت کریں تو یہ ربوا نہ ہوگا مثلا خالد نے اپنے غلام کو مال دے کر تجارت کی اجازت دی پھر غلام کے دو من گیہوں ایک من گیہوں کے عوض خریدے تو یہ ربوا نہ ہوگا کیونکہ غلام اور جو کچھ غلام کے قبضہ میں مال ہے وہ سب اس کے مولی کی ملک ہے پس جب غلام اور جو کچھ اس کے قبضہ میں ہے مولی کی ملک ہے تو مولیٰ اور اس کے غلام کے درمیان بیع ہی متحقق نہ ہوگی اور جب بیع متحقق نہ ہوگی اور اگر غلام پر لوگوں کا اس قدر قبضہ ہو جو اس کے رقبہ کا احاطہ کرلیتا ہے تو اس غلام اور اس مولیٰ کے درمیان اموال ربویہ میں کمی زیادتی کے ساتھ بالا تفاق جائز نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں جو کچھ غلام کے قبضہ میں ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مولی کی ملک نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگرچہ مولی کی ملک ہے لیکن اس کے ساتھ قرض خواہوں کا حق متعلق ہے بہرحال امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک غلام اپنے مولیٰ کے لئے بمنزلہ اجنبی کے ہوگیا ہے اور وہ دو اجنبیوں کے درمیان بیع متحقق ہوتی ہے اور جب بیع متحقق ہوتی ہے تو شرط ربوا پائے جانے کی صورت میں ربوا بھی متحقق ہوگا جیسے مولیٰ اور اس کے مکاتب کے درمیان بیع متحقق ہوتی ہے اور ربوا بھی متحقق ہوتا ہے۔

Marfat.com

﴿مسلم اور حربی کافر کے درمیان ربوانہیں ہے﴾

س :مُسْلِمٌ وَعَامَلَ حَرْبِيًّادَارَ الْحَرْبِ مُعَامَلَةً رِبَوِيَّةً مَاالْحُكْمُ فِيْ ذٰلِكَ ؟

ج :لَارِبٰوابَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ

س:ایک مسلمان نے دارالحرب میں ایک کفرحربی کے ساتھ سود کا معاملہ کیا تو اس کا حکم کیا ہے۔

ج:مسلمان اورحربی کافر کے درمیان دارالحرب میں ربوانہیں۔(لیکن فتوی علماء کرام کا اس کے عدم جواز کے درمیان ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفرستان میں بھی سود کا معاملہ نہیں کرسکتا)(واللہ تعالی اعلم)

بیع الصرف

﴿بیع صرف کا بیان﴾

لغات:اثمان جمع ثمن،فضہ چاندی۔ذھب سونا،جودہ عمدگی،ضیاغۃ گھڑت،افتراق جدائی مجا زفۃ اندازہ اٹکل،سیف تلوار،محلی زیور سے آراستہ،حلیتہ زیور تخلیص جدا ہوسکے،ضرر نقصان انا ء برتن نقرۃ کچی چاندی، غلہ کھوٹا، دنا نیر جمع دینار اشرفی ،جیاد جمع جید ،عمدہ کھرا،غش کھوٹ عروض سامان سلعۃ سامان اسباب کسدت (ن) کساوا، خواہش مندوں کی کمی کی وجہ سے رائج نہ ہونا،فلوس جمع فلس پیسہ نا فقدائج، کا سدہ غیررائج،صیرفی سنار حبہ دو جو کے برابر ایک وزن،ازاء مقابلہ

صرف کے لغوی:معنی پھیرنے اور لوٹانے کے آتے ہیں عقد صرف میں کیونکہ عوضین کا ہاتھوں ہاتھ لین دین لازم ہے اس لئے اس کا نام صرف ہوا اس کے علاوہ لغوی اعتبار سے بعض کے قول کے مطابق اس کے معنی بڑھوتری کے اور اضافے کے آتے ہیں تو بیع صرف میں کیونکہ عوضین پر قابض ہونا ایک ایسا اضافہ ہے جس کی شرط صرف کے علاوہ میں نہیں اس بنا پر اس کی تعبیر صرف سے کی گئی ہے یا اس لئے صرف کہا گیا کہ اس میں اضافہ ہی مقصود ہوا کرتا ہے اس لئے کہ عین نقود سے تو نفع نہیں اٹھایا جاتا بلکہ ان کی حیثیت واسطہ انتفاع کی ہوتی ہے۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاح کے اعتبار سے چاندی میں سے بعض کو بعض کے بدلہ بیچنے کا نام بیع صرف ہے اور اثمان سے مقصود وہ ہے جس میں خلقی اعتبار سے ثمنیت پائی جائے مثال کے طور پر سونا اور چاندی فائدہ نمبرا:جو ہر حالت میں ثمن ہو خواہ اپنی جنسکے مقا بلہ میں ہو یا غیر جنس کے مقابلہ میں ہو جیسے سونا چاندی (۲) جو ہر حال میں مبیع ہو جیسے غیر ذوات الامثال کپڑے چوپائے،غلمان وغیرہ (۳) جو من وجہ ثمن ہو اور من وجہ مبیع ہو جیسے یا مکیل وموزون کہ اگر یہ چیزیں عقد میں ہوں تو مبیع ہوتی ہیں اور معین نہ ہوں اور کلمہ اور کلمہ باء کے ساتھ ہوں اور ان کے مقابلہ میں کوئی مبیع ہو تو ثمن ہوتی ہیں اصل کے لحاظ سے تو تو اسباب میں شمار ہو مگر لوگوں کی

Marfat.com

اصطلاح کے لحاظ سے ثمن ہو۔

﴿چاندی کی بیع چاندی کے ساتھ اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ کرنے کا حکم﴾

س :بَيْعُ الصَّرْفِ مَاهُوَ ؟

ج:اِذَا كَانَ كُلُّ وَاحِدٍمِنْ طَرَفَيْهِ مِنْ جِنْسِ الاَ ثْمَانِ اَعْنِي الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ فَهُوَ بَيْعُ الصَّرْفِ فِي عُرْفِ الْفُقَهَاءِ۔

س: بیع صرف کیا ہے؟

ج: جب (بیع) کی دونوں جانبوں میں سے ہر ایک (جانب) اثمان کی جنس یعنی سونے اور چاندی میں سے ہو تو یہ فقہاء کے عرف میں بیع صرف ہے۔

س :مَاحُكْمُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَبَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ ؟

ج :لَا يَجُوْزُ هٰذَا اِلَّا مَثَلاً بِمَثَلٍ وَيَدًا بِيَدٍ كَمَا مَرَّ فِي بَيَانِ الرِّبٰوا ۔

س: چاندی کے عوض چاندی کی بیع اور سونے کے عوض سونے کی بیع کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ بیع جائز نہیں مگر برابر سرابر دست بدست (جائز ہے) جیسا کہ سود کے بیان میں گزر چکا۔

توضیح: سونے کی بیع سونے کے ساتھ چاندی کی بیع چاندی کے ساتھ ہو تو مساوات بھی ضروری ہے اور افتراق سے پہلے مجلس میں ہی قبضہ کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سونے کو سونے کے عوض میں برابر سرابر ہاتھ در ہاتھ بیچو (ائمہ ستہ البخاری)

﴿جانبین کا سونا اور چاندی عمدگی وگھڑائی میں مختلف ہوں تو تفاضل کا حکم﴾

س :اِذَا اخْتَلَفَ الذَّهَبَانِ اَوِالْفِضَّتَانِ فِي الْجَوْدَةِ وَالصِّيَاغَةِهَلْ يَجُوْزُ التَّفَاضُلُ بَيْنَهُمَا فِي الْبَيْعِ ؟

ج :لَا يَجُوْزُلِاَنَّ الْجَوْدَةَوَالصِّيَاغَةَ وَصْفٌ لَا يُعْتَبَرُ فِي بَيْعِ الصَّرْفِ ۔

س: جب دونوں (جانب کا) سونا یا دونوں (جانب کی) چاندی عمدگی اور گھڑائی میں مختلف ہو تو کیا بیع میں ان کے درمیان زیادت جائز ہے؟

ج: جائز نہیں کیونکہ عمدگی اور گھڑائی وصف ہے اور بیع صرف میں وصف معتبر نہیں ہوتا۔

توضیح: اگر عمدگی اور صنعت زرگری میں دونوں مختلف ہی کی پیشی جائز نہیں ہے کیونکہ عمدگی اور گھڑائی صفت کا اعتبار نہیں ہوتا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جیدھا وردیھا سواء (مسلم شریف واحمد وغیرھما)

Marfat.com

﴿جب دونوں جنس مختلف ہوں تو زیادت جائز ہے﴾

س :وَمَا قَوْلُكُمْ فِيْ مَنْ بَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ اَوِ الْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ ؟

ج :اِذَا اخْتَلَفَ الْجِنْسَانِ جَازَ التَّفَاضُلُ وَوَجَبَ التَّقَابُضُ فِي مَجْلِسِ الْعَقْدِ ـ

س:اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا قول ہے جو سونے کو چاندی کے عوض یا چاندی کو سونے کے عوض بیچے؟

ج:جب دونوں جنس مختلف ہوں (تو) زیادت جائز ہے اور عقد کی مجلس میں جانبین سے قبضہ کرنا واجب ہے۔

س :اِنِ افْتَرَقَا فِيْ بَيْعِ الصَّرْفِ قَبْلَ قَبْضِ الْعِوَضَيْنِ اَوْ اَحَدِهِمَا مَاذَا حُكْمُهُ ؟

ج :يَبْطُلُ الْعَقْدُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ ـ

س:اگر (فروخت کنندہ اور خریدار) بیع صرف میں دونوں عوضوں یا ان دونوں میں سے کسی ایک (عوض) پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو جائیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج:اس صورت میں عقد باطل ہو جائے گا۔

﴿قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے﴾

س :هَلْ يَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِيْ ثَمَنِ الصَّرْفِ قَبْلَ الْقَبْضِ ؟

ج :لَا يَجُوْزُ ـ

س: کیا قبضہ کرنے سے پہلے (بیع) صرف کے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز نہیں۔

توضیح: بیع صرف میں جائز نہیں ہے کہ قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں کسی قسم کا تصرف کیا جائے مثال کے طور پر اگر کوئی شخص دراہم کے عوض دینار بیچے اور ابھی ان پر قبضہ نہ کیا ہو کہ ان سے کپڑا خرید لے تو اس صورت میں کپڑے کی بیع کے فاسد ہونے کا حکم ہوگا اس کا سبب یہ ہے کہ بیع میں مبیع ہونے کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور بیع صرف کے اندر عوضین میں سے کسی ایک کے مبیع ہونے کی تعیین نہیں کی جا سکتی تو لازمی طور پر وہ ایک اعتبار سے ثمن ہے، اور ایک اعتبار سے اسی کو مبیع قرار دینا ہوگا، اور مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے بیچنا جائز نہیں۔ پس جب تک دراہم پر قبضہ نہ ہو جائے ان دراہم کے ذریعے کپڑے کی خریداری جائز قرار نہیں دی جائے گی۔

﴿سونے کو چاندی کے عوض بیچنا﴾

س :رَجُلٌ بَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ مُجَازَفَةً مَاذَا حُكْمُهُ ؟

Marfat.com

ج: هُوَ جَائِزٌ لاخْتِلَافِ الْجِنْسِ وَعَدَمِ اشْتِرَاطِ التَّسَاوِي لٰكِن يَلْزِمُ الْقَبْضُ عَلَى الْعِوَضَيْنِ قَبْلَ الْإِفْتِرَاقِ۔
ایک شخص نے سونے کو چاندی کے عوض اندازے کے طور پر بیچا تو اس کا کیا حکم ہے؟
ج: یہ (بیع) جنس کے مختلف ہونے اور مساوات کی شرط نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے لیکن جدا ہونے سے پہلے دونوں عوضوں پر قبضہ کرنا لازم ہے۔

﴿زیور سے آراستہ تلوار کی بیع﴾

س: بَاعَ سَيْفًا مُحَلًّى بِمِائَةِ دِرْهَمٍ فِضَّةٍ وَ حِلْيَتُهٗ خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا مِنْ فِضَّةٍ وَدَفَعَ مِنَ الثَّمَنِ خَمْسِيْنَ دِرْهَمًا وَ جَعَلَ الْبَاقِي دينًا مَا حُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ؟
ج: هٰذَا الْبَيْعُ جَائِزٌ، يَكُوْنُ الْمَقْبُوضُ عِوَضًا عَنِ الْفِضَّةِ وَ اِنْ لَّمْ يُبَيِّنْ ذٰلِكَ، وَ يَكُوْنُ الْبَاقِي عَلٰى مَاتَرَاضَيَا مِنَ الْأَجَلِ۔
س: زیور سے آراستہ تلوار سو درہم چاندی کے عوض بیچی اور اس (تلوار) کا زیور پچاس درہم چاندی ہے اور (خریدار) نے ثمن میں سے پچاس درہم (نقد) دے دیے اور باقی (پچاس درہموں) کو دین قرار دیا تو اس بیع کا حکم کیا ہے؟
ج: یہ بیع جائز ہے اور مقبوض (ثمن) چاندی کے عوض ہوگا اگرچہ اس نے اسے بیان نہیں کیا اور باقی (ثمن) اس میعاد پر (ادا) ہوگا جس پر وہ دونوں باہم راضی ہو گئے۔
توضیح: کسی شخص نے پچاس درہم کے زیور سے آراستہ تلوار سو درہم کے عوض تلوار فروخت کر دی اور مشتری نے ثمن کے پچاس درہم نقد دے دیے تو بیع جائز ہے اور جو درہم نقد وصول کیے ہیں وہ زیور کا بدل شمار ہونگے، خواہ مشتری نے اس کو بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو، بلکہ مشتری اگر صریح بھی کر دے کہ یہ پچاس درہم دونوں کی طرف سے دے رہا ہوں تب بھی زیور ہی کا بدل ہوگا، کیونکہ زیور میں عقد صرف ہے اور عقد صرف میں مجلس میں ہی قبضہ کرنا ضروری ہوتا ہے تو حتی الامکان بیع کو درست کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اس کی صورت یہی ہے کہ نقد کو زیور کا بدل قرار دیا جائے، رہا ثمن تو بائع اور مشتری کے درمیان جو میعاد طے ہوئی اور جس پر وہ دونوں راضی ہو گئے اسی میعاد پر باقی ثمن ادا کیا جائے گا۔
س: وَ لَوْ قَالَ: خُذْ هٰذِهِ الْخَمْسِيْنَ مِنْ ثَمَنِهِمَا مَاذَا حُكْمُهٗ؟
ج: هٰذَا جَائِزٌ أَيْضًا۔
س: اگر (خریدار) نے کہا کہ یہ پچاس (درہم) ان دونوں (یعنی تلوار اور اس کے زیور) کے ثمن میں سے لے لے تو اس کا کیا حکم ہے؟
ج: یہ بھی جائز ہے۔

Marfat.com

نوٹ: اوپر والے مسئلہ کے تحت اس کی توضیح ہو چکی ہے۔

س: وَلَوِ افْتَرَقَا قَبْلَ اَنْ يَّتَقَابَضَا مَاذَا تَقُوْلُوْنَ فِيْهِ ؟

ج: بَطَلَ الْعَقْدُ فِي السَّيْفِ وَالْحِلْيَةِ كِلَيْهِمَا اِذَا كَانَتِ الْحِلْيَةُ لَاتَتَخَلَّصُ اِلَّا بِضَرَرٍ ، فَاِنْ كَانَتْ تَتَخَلَّصُ بِغَيْرِ ضَرَرٍ جَازَ الْبَيْعُ فِي السَّيْفِ وَ بَطَلَ فِي الْحِلْيَةِ۔

س: اگر (فروخت کنندہ اور خریدار ثمن اور مبیع پر (قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

ج: تلوار اور زیور میں عقد باطل ہو جائے گا بشرطیکہ زیور (تلوار سے) جدا نہ ہو پس اگر نقصان کے بغیر جدا ہو جائے تو تلوار میں بیع جائز ہوگی زیور میں باطل ہوگی۔

توضیح: اگر متعاقدین عوضین پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے (یعنی مشتری نے تلوار نہیں لی اور بائع نے ثمن وصول نہیں کیا) تو تلوار کی بیع صحیح رہے گی مگر اس میں شرط یہ ہے کہ تلوار کا زیور بغیر نقصان علیحدہ کیا جا سکے اور زیور کی بیع باطل ہو جائے گی، کیونکہ زیور کے حصہ پر افتراق سے پہلے قبضہ کرنا واجب ہے اور قبضہ پایا نہیں گیا تو زیور کی بیع باطل ہو گئی، اور اگر زیور بغیر نقصان کے چھڑانا ممکن نہ ہو تو تلوار اور زیور دونوں کی ہی بیع باطل ہو جائے گی کیونکہ اب سپرد کرنا متعذر رہے۔

﴿چاندی کا برتن چاندی یا سونے کے عوض بیچنا﴾

س: بَاعَ اِنَاءَ فِضَّةٍ بِفِضَّةٍ اَوْ ذَهَبٍ ثُمَّ افْتَرَقَا وَ قَدْ قَبَضَ بَعْضَ ثَمَنِهٖ مَاحُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ ؟

ج: يَبْطُلُ الْعَقْدُ فِيْ مَالَمْ يَقْبِضْ ، وَ يَصِحُّ فِيْمَا قَبَضَ ، وَ يَكُوْنُ الْاِنَاءُ مُشْتَرَكًا بَيْنَهُمَا۔

س: چاندی کا برتن چاندی یا سونے کے عوض بیچا پھر (فروخت کنندہ اور خریدار) جدا ہو گئے اس حال میں کہ (فروخت کنندہ برتن) کے کچھ ثمن پر قبضہ ہو گیا تو اس بیع کا حکم کیا ہے؟

ج: غیر مقبوض (ثمن) میں عقد باطل ہوگا اور مقبوض (ثمن) میں صحیح ہوگا اور برتن دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔

﴿برتن کے کچھ حصہ میں استحقاق نکل آنے کا حکم﴾

س: اِنِ اسْتُحِقَّ بَعْضُ الْاِنَاءِ وَ قَدْ اَدّٰى بَعْضَ ثَمَنِهٖ كَيْفَ يَفْعَلُ الْمُشْتَرِیْ؟

ج: يُخَيَّرُ الْمُشْتَرِیْ ، اِنْ شَاءَ اَخَذَ الْبَاقِیْ بِحِصَّتِهٖ مِنَ الثَّمَنِ وَ اِنْ شَاءَ رَدَّ الْبَيْعَ۔

س: اگر برتن کے کچھ حصہ میں حق ثابت ہو جائے اس حال میں کہ (خریدار برتن) کا کچھ ثمن ادا کر چکا ہے تو خریدار کیسے کرے؟

ج: خریدار کو اختیار دیا جائے گا اگر چاہے باقی (برتن) کو اس کے حصۂ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے تو بیع کو رد کر دے۔

توضیح: کسی شخص نے سونے یا چاندی کا ایک برتن بیچا، کچھ حصہ نقد وصول کیا اور کچھ باقی رہا گیا اور دونوں جدا ہو گئے تو بائع نے مشتری سے ثمن کی جو مقدار وصول کر لی ہے اتنی ہی مقدار کے لحاظ سے بیع درست ہوگی اور اب یہ دونوں (بائع و مشتری) برتن میں شریک ہوں گے اس کی

Marfat.com

وجہ یہ ہے کہ یہ پورا عقد عقد صرف ہے تو جتنے حصے میں شرط پائی گئی اتنے ہی میں صحیح ہوگی اور چونکہ یہ فساد اصلی نہیں ہے اس لئے پورے میں شائع نہیں ہوگا، پھر اگر برتن میں کوئی حقدار نکل آئے تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے باقی ماندہ کو اس کے حصہ کے عوض میں لے اور چاہے واپس کردے کیونکہ برتن میں شرکت عیب ہے۔

﴿چاندی یا سونے کا پگھلا ہوا ٹکڑا مستحق نکلا تو خیار ثابت نہ ہوگا﴾

س: بَاعَ قِطْعَةَ نُقْرَةٍ فَاسْتُحِقَّ بَعْضُهَا هَلْ يَثْبُتُ الْخِيَارُ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ اَيْضًا ؟

ج: لَاخِيَارَ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ بَلْ يَاْخُذُ مَابَقِيَ بِحِصَّتِهٖ مِنَ الثَّمَنِ ۔

س: چاندی سونے کا پگھلایا ہوا ٹکڑا فروخت کیا پس اس کے کچھ حصہ میں حق ثابت ہو گیا تو کیا اس صورت میں بھی خیار ثابت ہوگا؟

ج: اس صورت میں خیار (ثابت) نہیں ہوگا بلکہ (خریدار) باقی (مبیع) کو اس حصہ ثمن کے عوض لے گا۔

﴿دو درہم اور ایک دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کے عوض بیچنا﴾

س: بَاعَ دِرْهَمَيْنِ وَ دِيْنَارًا بِدِيْنَارَيْنِ وَدِرْهَمٍ مَاحُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ ؟

ج: جَازَ هٰذَاالْبَيْعُ ،وَ يُجْعَلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْجِنْسَيْنِ بَدَ لًا مِّنَ الْجِنْسِ الْاٰخَرِ۔

س: دو درہم اور ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم کے عوض بیچا تو اس بیع کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ بیع جائز ہے اور دونوں جنسوں میں سے ہر ایک جنس کو دوسری جنس کا بدل قرار دیا جائے گا۔

س: لَوْ بَا عَ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ وَ دِيْنَار مَاحُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ؟

ج: هٰذَا اَيْضًا جَائِزٌ ، وَتَكُوْنُ الْعَشْرَةُ بِمِثْلِهَا وَالدِّيْنَارُ بِدِرْهَمٍ ۔

س: گیارہ درہموں کو دس درہموں اور ایک دینار کے عوض بیچا تو اس بیع کا کیا حکم ہے؟

ج:: یہ بھی جائز ہے اور دس (درہم) اپنے مثل (دس درہم) کے عوض اور دینار ایک درہم کے عوض جائے گا۔

﴿صحیح درہموں اور کھوٹے کی ایک دوسرے کے عوض بیع کا حکم﴾

س: بَاعَ دِرْهَمَيْنِ صَحِيْحَيْنِ، وَ دِرْهَمًا غَلَّةً بِدِرْهَمٍ صَحِيْحٍ وَ دِرْهَمَيْنِ غلةً هَلْ يَصِحُّ هٰذَا الْبَيْعُ ؟

ج: نَعَمْ هٰذَاالْبَيْعُ صَحِيْحٌ جَائِزٌ ۔

س: دو کھرے درہم اور ایک کھوٹے درہم کو اور ایک کھرے درہم کے عوض بیچا تو کیا یہ بیع صحیح ہے؟

ج: جی ہاں! یہ بیع صحیح، جائز ہے۔

Marfat.com

﴿اگر درہموں میں چاندی غالب ہو تو چاندی کے حکم میں ہونگے﴾

س :دَرَاهِمُ فِضَّةٍ اَوْ دَنَانِيْرُ ذَهَبٍ فِيْهَا غِشٌّ مَاحُكْمُ بَيْعِهَا بِجِنْسِهَا مُتَفَاضِلاً ؟

ج :اِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَى دَرَاهِمَ الْفِضَّةِ فَهِيَ فِيْ حُكْمِ الْفِضَّةِ وان كان الغالبُ على الدنانيرِ الذهبَ فهى فى حكمِ الذهبِ فيعتبرُ فيهما من تحريمِ التفاضلِ مَايُعْتَبَرُ فِي الجِيَادِ ،وَاِنْ كَانَ الْغَالِبُ عَلَيْهِمَا الْغِشُّ فَلَيْسَا فِيْ حُكْمِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ، بَلْ هُمَا فِيْ حُكْمِ الْعُرُوْضِ ، فَاِذَا بِيْعَتْ بِجِنْسِهَا مُتَفَاضِلاً جَازَ الْبَيْعُ بِصَرْفِ الْجِنْسِ اِلٰى خِلَافِهٖ ـ

س: چاندی کے درہم یا سونے کے دینار جن میں کھوٹ ہے، انہیں ان کی جنس کے عوض زیادت کے طور پر بیچنے کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر درہموں پر غالب چاندی ہے تو وہ چاندی کے حکم میں ہیں اور اگر دیناروں پر غالب سونا ہے تو وہ سونے کے حکم میں ہیں پس ان میں اس زیادت کی تحریم کا اعتبار کیا جائے گا جس (زیادت کی تحریم) کا اعتبار کھرے (دراہم ودنانیر) میں کیا جاتا ہے۔ اور اگر دونوں (یعنی چاندی کے درہموں اور سونے کے دیناروں) پر کھوٹ غالب ہے تو وہ درہموں اور دیناروں کے حکم میں نہیں بلکہ وہ دونوں سامان کے حکم میں ہیں پس جب ان کو ان کی جنس کے عوض زیادت کے طور پر بیچا جائے تو جنس کو (خلاف) جنس کی طرف پھیرنے سے بیع جائز ہو جائے گی۔

﴿کھوٹے درہموں کے عوض سامان بیچا اور قبضہ سے پہلے لوگوں نے معاملہ چھوڑ دیا تو بیع کا حکم﴾

س :رَجُلٌ اشْتَرٰى بِالدَّنَانِيْرِ الْمَغْشُوْشَةِ اَوِ الدَّرَاهِمِ الْمَغْشُوْشَةِ سِلْعَةً ثُمَّ كَسَدَتْ فَتَرَكَ النَّاسُ الْمُعَامَلَةَ بِهَا قَبْلَ قَبْضِ الْبَائِعِ الثَّمَنَ مَاذَا حُكْمُهٗ ؟

ج :بَطَلَ الْبَيْعُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ ـ وَقَالَ اَبُوْيُوْسُف رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى :عَلَى الْمُشْتَرِيْ قِيْمَتُهَا يَوْمَ الْبَيْعِ ، وَ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى :عَلَيْهِ قِيْمَتُهَا آخرَ مَاتَعَامَلَ النَّاسُ بِهَا اَعْنِيْ يَوْمَ الْكَسَادِ ـ

س: ایک شخص نے کھوٹے دیناروں یا کھوٹے درہموں کے عوض سامان بیچا پھر ان (دراہم ودنانیر) کا رواج ہو گیا تو فروخت کنندہ کے قبضہ کرنے سے پہلے لوگوں نے ان (دراہم ودنانیر) کے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع اس صورت میں باطل ہے اور حضرت امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ خریدار کے ذمہ بیع کے دن میں (موجود) ان (دراہم ودنانیر) کی قیمت ہے اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کے ذمہ ان (دراہم ودنانیر کی قیمت

Marfat.com

ہے جن (دراہم ودنانیر) کے ساتھ لوگوں نے آخری (دن) یعنی عدم رواج کے دن معاملہ کیا۔

توضیح: کسی شخص نے ایسے کھوٹ ملے ہوئے دراہم جن میں کھوٹ غالب تھا کوئی سامان خریدا پھران کا رواج اور چلن بند ہو گیا اورلوگوں نے ان کے ساتھ معاملہ کرنا چھوڑ دیا تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع باطل ہو جائے گی اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بیع باطل نہ ہوگی بلکہ مشتری پر ان کی قیمت واجب ہوگی تو اس بارے میں صاحبینؒ میں بھی اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں عقد بیع جس دن واقع ہوا اس میں ان دراہم کی جو قیمت تھی مشتری پر وہ واجب ہوگی اور امام محمدؒ فرماتے ہیں آخری دن جب لوگوں نے معاملہ کرنا چھوڑا ہے اس دن جو کچھ ان کی قیمت تھی وہ واجب ہوگی۔

﴿بلا تعیین پیسوں سے بیع کرنے کا حکم﴾

س: هَلْ يَجُوْزُ الْبَيْعُ بِالْفُلُوْسِ مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنٍ؟

ج: يَجُوْزُ الْبَيْعُ بِالْفُلُوْسِ النَّافِقَةِ وَاِنْ لَّمْ تُعَيَّنْ، اَمَّا اِذَا كَانَتْ كَاسِدَةً فَلَا يَجُوْزُ الْبَيْعُ بِهَا حَتّٰى يُعَيِّنَهَا۔

س: کیا تعین کے بغیر پیسوں کے ساتھ بیع جائز ہے؟

ج: رائج پیسوں کے ساتھ بیع جائز ہے اگرچہ ان کو معین نہ کیا گیا ہو بہر حال جب وہ بے رواج ہوں تو ان کے ساتھ بیع جائز نہیں یہاں تک کہ وہ ان کو معین کرے۔

توضیح: فلوس فلس کی جمع ہے فلوس سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں تانبے وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ فلوس اپنی ذات کے اعتبار سے تو ثمن نہیں ہوتے البتہ لوگوں کے اتفاق کرنے سے ثمن ہو جاتے ہیں مسئلہ یہ ہے کہ فلوس کے عوض بیع جائز ہے کیونکہ فلوس ایسا مال نہیں ہے جو مقدار اور وصف کے اعتبار سے معلوم ہو جاتے ہوں اور جو مال معلوم المقدار اور معلوم الوصف ہو اس کے عوض بیع جائز ہو جاتی ہے، اس لئے فلوس کے عوض بیع جائز ہو جائے گی اب یا تو بیع کے وقت وہ فلوس رائج ہوں گے یا ان کا رواج ختم ہو چکا ہوگا، گر وہ رائج ہونگے اگر وہ رائج ہیں تو دراہم ودنانیر کی طرح بیع میں ان کا متعین کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ وہ متعین کرنے سے متعین ہونگے بھی نہیں اور اگر ان کا رواج ختم ہو چکا ہو تو بیع میں ان کا متعین ہونگے بھی نہیں اور اگر ان کا رواج ختم ہو چکا ہو تو بیع میں ان کا معین کرنا ضرری ہے کیونکہ اب یہ فلوس سامان ہیں اور سامان کی بیع میں سامان کا متعین کرنا ضروری ہوتا ہے اس لئے ان کو متعین کرنا بھی ضروری ہے۔

﴿رائج پیسوں کے ساتھ بیع کی قبل القبض رواج ختم ہو گیا تو بیع کا حکم﴾

س: وَاِذَا بَاعَ بِالْفُلُوْسِ النَّافِقَةِ ثُمَّ كَسَدَتْ قَبْلَ اَنْ يَّقْبِضَهَا الْبَائِعُ مَاحُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ؟

ج: بَطَلَ هٰذَا الْبَيْعُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَ اخْتِلَافُهُمَا فِيْهِ كَاخْتِلَافِهِمَا فِيْمَا مَرَّ۔

س: جب رائج پیسوں کے عوض بیچے پھر وہ بے رواج ہو جائیں قبل اس کے کہ فروخت کنندہ ان پر قبضہ کرے (تو) اس بیع کا کیا حکم

Marfat.com

ہے؟

ج: حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور اس (بیع) میں صاحبینؒ کا اختلاف ایسا ہے جیسا کہ اس کا اختلاف گزشتہ (بیع) میں ہے۔

س: اِشْتَرٰی شَیْئًا بِنِصْفِ دِرْهَمٍ فُلُوْسًا هَلْ یَجُوْزُ هٰذَا الْبَیْعُ ؟

ج: هٰذَا الْبَیْعُ جَائِزٌ، وَعَلَیْهِ مَا یُبَاعُ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ مِنَ الْفُلُوْسِ ۔

س: (ایک شخص) نے آدھے درہم کے پیسوں کے عوض کوئی چیز خریدی تو کیا یہ بیع جائز ہے؟

ج: یہ بیع جائز ہے اور اس کے ذمہ وہ پیسے ہیں جو آدھے درہم کے عوض بیچے جاتے ہیں۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ میں نے یہ چیز نصف درہم فلوس کے عوض خریدی یعنی اتنے فلوس کے عوض خریدی جن کی قیمت نصف درہم چاندی ہو تو یہ بیع جائز ہے اور مشتری پر اتنے فلوس کا ادا کرنا واجب ہوگا جو نصف درہم کے عوض بکتے ہیں۔

﴿بیع فاسد کی بعض صورتیں﴾

س: اَعْطٰی صَیْرَفِیًّا دِرْهَمًا وَقَالَ: اَعْطِنِیْ بِنِصْفِ دِرْهَمٍ فُلُوْسًا وَبِنِصْفِهٖ نِصْفُ دِرْهَمٍ اِلَّا حَبَّةً مَاحُکْمُ هٰذَا الْبَیْعِ؟

ج: هٰذَا الْبَیْعُ فَاسِدٌ فِی الْجَمِیْعِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی، وَقَالَ صَاحِبَاهُ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی: جَازَ الْبَیْعُ فِی الْفُلُوْسِ وَبَطَلَ فِی الْبَاقِیْ ۔

س: روپے پیسے کی تجارت کرنے والے کو ایک درہم دیا اور کہا: مجھے آدھے درہم کے عوض پیسے اور آدھے (درہم) کے عوض حبہ (دو جو کے برابر ایک وزن کا نام ہے کم) آدھا درہم دیجیے (تو) اس بیع کا حکم کیا ہے؟

ج: حضرت ابوحنیفہ کے نزدیک یہ بیع، تمام میں فاسد ہے اور آپؒ کے صاحبین فرماتے ہیں کہ بیع پیسوں میں جائز ہے اور باقی میں باطل ہے۔

توضیح: کسی نے صراف کو ایک درہم دے کر لفظ نصف کو مکرر ذکر کرتے ہوئے یوں کہا **اعطنی بنصفه فلو سا و بنصفه نصف الاحبة**۔ تو امام صاحب کے نزدیک کل عقد فاسد ہے صاحبین کے نزدیک عقدِ فلوس جائز اور باقی فاسد ہے اور اگر اس نے یہ کہا کہ اس ایک درہم کے عوض نصف درہم فلوس اور حبہ بھر کم نصف درہم دے دے تو عقد صحیح ہے اس اختلاف کی اصل یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک ثمن کی تفسیر و تفصیل سے عقد واحد میں تکرار نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک عقد میں تکرار آجاتا ہے۔

س: **ولو قال: اعطنی نصف درهم فلوسا۔ ونصف الاحبة ما حکمه؟**

ج: **هذا البیع جائز۔**

Marfat.com

س: اگر کہا مجھے آدھے درہم کہ فلوس اور حبہ کم آدھا (درہم) دے دیجئے (تو) اس کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ بیع جائز ہے۔

س: وَلَوْ قَالَ اَعْطِنِي دِرْهَمًا صَغِيْرًا وَزْنُهُ نِصْفُ دِرْهَمٍ اِلَّا حَبَّةً وَالْبَاقِي فُلُوْسًا هَلْ يَجُوْزُ هٰذَا الْبَيْعُ ؟

ج: جَازَ الْبَيْعُ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ اَيْضًا وَيَكُوْنُ النِّصْفُ اِلَّا حَبَّةً بِاِزَاءِ الدِّرْهَمِ الصَّغِيْرِ وَالْبَاقِي بِاِزَاءِ الْفُلُوْسِ۔

س: اور اگر کہا: مجھے آدھے درہم کے پیسے اور حبہ کم آدھا (درہم)) دیجئے (تو) کیا یہ بیع جائز ہے؟

ج: یہ بیع جائز ہے۔ اس صورت میں حبہ کم آدھا درہم حبہ کم آدھے درہم کے مقابل اور باقی درہم پیسوں کے مقابل ہو جائے گا۔

توضیح: مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے (نصف درہم) صراف کو ایک درہم دے کر کہا مجھے تو اس درہم کے عوض نصف درہم فلوس اور حبہ کم نصف درہم دے دے تو یہ پوری بیع جائز ہے یعنی فلوس اور حبہ کم نصف درہم کو ذکر کر دیا ہے پس حبہ کم نصف درہم کے عوض تو حبہ کم نصف درہم ہو جائے گا اور نصف درہم اور ایک حبہ برابر درہم کے عوض فلوس ہو جائیں گے اور درہم اور فلوس کے درمیان چونکہ اختلاف جنس ہے اس لئے کمی زیادتی بھی جائز ہوگی۔

بیع السلم

﴿بیع سلم کا بیان﴾

مصنف جب ان بیوع کے ذکر سے فارغ ہوئے جن بیوع میں عوضین یعنی ثمن اور مبیع یا عوضین میں سے کسی ایک پر قبضہ کرنا ضروری نہیں تو اب ان بیوع کا ذکر کرتے ہیں جن میں دونوں عوضوں سے ایک پر یا دونوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے، یعنی بیع الصرف اور بیع سلم پھر بیع الصرف کو پہلے ذکر کیا کہ اس میں دونوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے، اور پھر بیع السلم کو ذکر کیا کہ اس میں دو عوضوں سے ایک پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ سلم (سین اور لام دونوں کی زبر کے ساتھ ہے) سلم اسلم فعل کا اسم مصدر ہے اور اصل مصدر اسلام ہے۔ اور سَلَفْ دونوں کے فتح کے ساتھ اسلف فعل کا اسم مصدر ہے اور اصل مصدر اسلاف ہے۔ لغت میں سلف اور سلم دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

وجہ تسمیہ: بیع السلم کو بیع السلم اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں راس المال کی سپردگی مجلس میں ہی ہوتی ہے۔ اور اس کو سلف اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں راس المال کو مقدم کیا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاح شریعت میں "سلم" بیع الاجل بالعاجل یعنی سلم اس بیع کا نام ہے جس میں خریدی جانے والی چیز بعد میں لی جاتی ہے اور اس کی قیمت پہلے دی جاتی ہے۔ پس اجل سے مراد مسلم فیہ ہے اور عاجل سے مراد راس المال ہے۔

فائدہ: اس بیع کے خریدار کو عربی میں رب السلم اور مسلم کہتے ہیں بائع کو مسلم الیہ کہتے ہیں، مبیع یعنی خریدی جانے والی چیز کو مسلم فیہ اور قیمت کو راس المال کہتے ہیں مثال کے طور پر خالد نے تین سو روپے کے عوض ایک من گندم کی خریداری کی عابد سے اور اور تین سو روپے

Marfat.com

دے کر کہا کہ میں اتنی مدت کے بعد تم سے ایک من گندم لے لوں گا۔تو خالد رب السلم ہے اور عابد مسلم الیہ ہے اور تین سو روپے راس المال اور ایک من گندم مسلم فیہ ہے بیع السلم قرآن حدیث اجماع ہر ایک سے ثابت ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ (سورہ بقرہ) ''اے ایمان والو! جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو'' حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ پھلوں میں ایک سال دو سال تین سال کی مدت تک بیع السلم کیا کرتے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی چیز میں بیع السلم کرے اسے چاہئے کہ معین پیمانے معین وزن اور معین مدت کے ساتھ سلم کرے بخاری شریف میں عبداللہ ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں۔ہم لوگ رسول ﷺ اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے زمانے میں بیع السلم جو گندم کھجور اور کشمش میں بیع السلم کیا کرتے تھے عہد رسالت سے لے کر آج تک بیع السلم کے جائز ہونے پر امت کا اجماع بھی چلا آرہا ہے پس بیع السلم کی مشروعیت کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع امت تمام سے ثابت ہو گئی ہے۔البتہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ بیع السلم جائز نہ ہو کیونکہ بیع السلم میں مسلم فیہ مبیع ہوتی ہے اور مبیع معدوم ہے اور مبیع موجود غیر مملوک یا مبیع موجود مملوک غیر مقدور التسلیم کی بیع صحیح نہیں ہوتی تو مبیع معدوم کی بیع بدرجہ اولی درست نہ ہو گی لیکن مذکور حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا گیا۔

﴿بیع سلم میں جانبین سے قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے﴾

س: هَلْ مِنَ الْبُيُوْعِ مَالَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ التَّقَابُضُ ؟

ج: نَعَمْ هُوَ بَيْعُ السَّلَمِ ۔ وَهُوَ بَيْعُ الدَّيْنِ بِالْعَيْنِ ، وَهُوَ جَائِزٌ مَعَ۔ اَنَّ الْمُشْتَرِى لَا يَقْبِضُ الْمَبِيْعَ اِلَّا بَعْدَ اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ ۔

س: کیا بیوع میں سے ایسی (بیع) بھی ہے جس میں جانبین سے قبضہ کرنا شرط نہیں؟

ج: جی ہاں وہ بیع سلم ہے اور عین کے عوض دین (یعنی نقد ثمن کے عوض ادھار مبیع) کی بیع ہے اور یہ جائز ہے باوجودیکہ خریدار مقرر میعاد کے بعد ہی مبیع پر قبضہ کرتا ہے۔

توضیح: بیع سلم مندرجہ بالا دلائل کی وجہ سے مشروع ہے اگرچہ قیاس کا تقاضا غیر مشروعیت ہے مکمل تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

س: بَيِّنُوْا قَاعِدَةً كُلِّيَّةً تُوْضِحُ صُوْرَةَ جَوَازِ السَّلَمِ وَ صُوْرَةَ عَدَمِ جَوَازِهٖ ؟

ج: كُلُّ مَاأَمْكَنَ ضَبْطُ صِفَتِهٖ وَ مَعْرِفَةُ مِقْدَارِهٖ جَازَ السَّلَمُ فِيْهِ ۔ وَمَالَا يُمْكِنُ ضَبْطُ صِفَتِهٖ وَلَا مَعْرِفَةُ مِقْدَارِهٖ لَايَجُوْزُ السَّلَمُ فِيْهِ ۔

س: ایسا قاعدہ کلیہ بیان کیجئے جو سلم کے جواز کی صورت اور اس کے عدم جواز کی صورت کو واضح کر دے؟

ج: ہر ایسی (چیز) جس کے وصف کا ضبط اور اسکی مقدار کی معرفت ممکن ہو تو اس میں سلم جائز ہے۔اور (ہر) ایسی (چیز) جس کے

Marfat.com

وصف کا ضبط اور اس کی مقدار معرفت ممکن نہ ہو تو اس میں سلم جائز نہیں۔

س: بَيِّنُوا الْاَجْنَاسَ الَّتِي جَازَ السَّلَمُ بِهَا ؟

ج: اَلسَّلَمُ جَائِزٌ فِي الْمَكِيلَاتِ وَالْمَوْزُوْنَاتِ وَالْمَذْرُوْعَاتِ وَالْمَعْدُوْدَاتِ الَّتِي لَا تَتَفَاوَتُ كَالْجَوْزِ وَالْبَيْضِ فَلَا يَجُوْزُ فِي الْحَيْوَانِ وَلَا فِي اَطْرَافِهِ وَلَا فِي الْجُلُوْدِ عَدَدًا ۔ وَلَا فِي الْحطبِ حُزَمًا وَلَا فِي الرُّطْبَةِ جَرْزًا۔

س: ایسی اجناس کو بیان کیجئے جن کیساتھ سلم جائز ہے؟

ج: سلم، کیلی، وزنی، پیمائش والی (چیزوں) اور ایسی عددی (چیزوں) میں جائز ہے جن (عددی) چیزوں میں (زیادہ) فرق نہیں ہوتا جیسے اخروٹ اور انڈا۔ پس سلم جانور میں، اس کے اطراف (یعنی سری پائے) میں، کھالوں میں عدد کے اعتبار سے، لکڑیوں میں گٹھوں کے لحاظ سے اور ترکاری میں مٹھی کے لحاظ سے جائز نہیں۔

لغات: جوز اخروٹ بیض بیضة کی جمع انڈے اطراف طرف کی جمع مراد سری پائے وغیرہ جلود جلد کی جمع کھال چمڑے حطب لکڑی حزم جمع حزمة کی گٹھ رطب رطبة کی جمع سبزیاں جرز جرزة گڈی اجل مدت مؤجل مؤقت

عقد سلم مکیلات اور موزونات میں جائز ہے اسی طرح عقد سلم ان چیزوں کے اندر بھی جائز ہے جن کو گزوں سے ناپ کر فروخت کیا جاتا ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ عقد سلم صحیح ہونے کے لئے تین چیزوں کا معلوم ہونا ضروری ہے (۱) مقدار (۲) صفت (۳) صنعت ان تینوں چیزوں کا معلوم ہونا اس لئے ضروری ہے کہ مسلم فیہ کی جہالت دور ہو کر سلم کے درست ہونے کی شرط محقق ہو جائے۔ اور مذروعات میں یہ تینوں چیزیں معلوم ہو جاتی ہیں اس طور پر کہ اس کا طول عرض بیان کرنے سے اس کی مقدار معلوم ہو جائے گی اور جید یا ردی ہونا بیان کرنے سے اس کی صفت معلوم ہو جائے گی، اور باریک یا موٹا ہونا بیان کرنے سے صنعت (کاریگری) معلوم ہو جائیگی اور جن چیزوں کو گن کر فروخت کیا جاتا ہے اور ان کے افراد میں مالیت کے اعتبار سے فرق نہیں ہوتا جیسے اخروٹ اور انڈے ان کی بیع السلم بھی جائز ہے کیونکہ ایسی عددی چیزیں آپس میں قریب قریب ہوتی ہیں ان کی مقدار بھی معلوم ہے۔ اور بیان سے ان کا وصف بھی منضبط ہو جاتا ہے۔

﴿بیع سلم کی صحت کے شرائط﴾

س: هَلْ لِصِحَّةِ هٰذَا الْبَيْعِ شَرَائِطُ ؟

ج: يُشْتَرَطُ لِصِحَّتِهٖ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى سَبْعُ شَرَائِطَ تُذْكَرُ فِي الْعَقْدِ وَهِيَ كَمَا يَلِي (۱) جِنْسٌ مَعْلُوْمٌ (۲) نَوْعٌ مَعْلُوْمٌ (۳) صِفَةٌ مَعْلُوْمَةٌ (٤) مِقْدَارٌ مَعْلُوْمٌ (٥) معرفةُ مقدارِ راسِ المالِ اِذَا كَانَ مما يَتَعَلَّقُ العقدُ عَلٰى مقدارِهٖ۔ كالمكيلِ والموزونِ والمعدودِ (٦) تسميةُ المكان الذى يُوفيه فيه اذا كان له حِملٌ ومئونةٌ (٧) ولا يصح الا مُؤَجَّلًا ، ولا بُدَّ اَنْ يَكونَ الأجلُ معلومًا ۔

Marfat.com

س: کیا اس بیع کی صحت کے لیے شرائط ہیں؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس (بیع) کی صحت کے لیے ایسی سات شرطیں لازم ہیں جن کو عقد میں ذکر کر دیا جائے اور وہ درج ذیل ہیں (۱) جنس معلوم ہو (۲) نوع معلوم ہو (۳) وصف معلوم ہو (۴) مقدار معلوم ہو (۱) جنس معلوم ہو (۲) نوع معلوم ہو (۳) وصف معلوم ہو (۴) مقدار معلوم ہو (۵) رأس المال (یعنی ثمن) کی مقدار معلوم ہو جب کہ (رأس المال اس میں سے ہو جس کی مقدار سے عقد متعلق ہو۔ جیسے کیلی وزنی اور عددی (چیز) (۶) اس جگہ کی تعیین جس میں (فروخت کنندہ مبیع) کو ادا کرے جب کہ (مبیع) کا بوجھ اور خرچہ ہو اور مبیع ادھار کے طور پر ہی صحیح ہوتی ہے اور ضروری ہے کہ میعاد معلوم ہو۔

توضیح: یہاں سے ان سات شرطوں کا بیان ہے جن کا عقد کے وقت مذکور ہونا ضروری ہے سلم کے درست ہونے کی ان سات شرطوں کا بیان امام اعظمؒ کے نزدیک بیع السلم صحیح ہونے کے لئے سات شرطیں ہیں (۱) جنس معلوم ہو مثلاً یہ کہے کہ مسلم فیہ گندم ہوگی جو ہوگی یا چاول (۲) نوع معلوم ہو مثلاً یہ کہے کہ مسلم فیہ ایسا اناج ہوگا جو پانی سے سینچا گیا ہو یا ایسا ہو جو صرف بارش سے سیراب کیا گیا ہو۔ پہاڑی ہوں گے یا کھیت کے (۳) صفت کا بیان عمدہ قسم کے ہونگے یا گھٹیا یا درمیانے درجے کے اگر صرف عمدہ گندم یا عمدہ چاول کہا تو یہ بھی کافی ہے (۴) مقدار معلوم ہو مثلاً یہ کہے کہ مسلم فیہ ہو بیس گز یا بیس رطل من یا بیس قفیظ بہر حال مسلم فیہ جس پیمانے یا وزن سے ٹھہرائی گئی ہو وہ پیمانہ یا وزن لوگوں میں مشہور اور بازار میں رائج ہو (۵) راس المال کی مقدار کا معلوم ہونا اگر عقد سلم راس المال کی مقدار سے متعلق ہو جیسے کیلی موزنی اور عددی چیزوں میں ہوتا ہے (۶) اس جگہ کا بیان کرنا جب کہ مسلم فیہ کے لئے بوجھ ہو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں خرچہ پڑتا ہو۔ اس جگہ کا بیان کرنا بھی ضروری ہے جہاں مسلم فیہ ادا کریگا۔

(۷) میعاد معلوم ہو مثلاً یہ کہے کہ پندرہ دن بعد یا ایک ماہ یا چھ ماہ بعد سپرد کریگا یہاں تک کہ اگر فی الحال سپرد کرنے پر مسلم ٹھہرائی تو ہمارے نزدیک جائز نہ ہوگی کیونکہ بیع السلم کی مشروعیت مفلسوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے بطور رخصت ہے جو مسلم فیہ بالفعل نہ پائی جائے اور اگر وہ فی الحال اس کے پاس موجود ہو تو اس کے حق میں مرخص نہیں پایا جاتا لہٰذا اس کے لئے بیع السلم جائز نہ ہوگی۔

﴿امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے صاحبینؒ کا شروط سلم میں اختلاف﴾

س هَلْ فِي ذٰلِكَ خِلَافٌ بَيْنَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَصَاحِبَيْهِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى؟

ج: نَعَمْ خَالَفَاهُ فِي بَعْضِ الشُّرُوْطِ، وَقَالَا: لَا يَحْتَاجُ إِلٰى تَسْمِيَةِ رَأْسِ الْمَالِ إِذَا كَانَ مُعَيَّنًا، وَلَا إِلٰى بَيَانِ مَكَانِ التَّسْلِيْمِ، وَيُسَلِّمُهُ فِي مَوْضِعِ الْعَقْدِ۔

س: کیا اس (سلسلہ) میں حضرت ابوحنیفہؒ اور آپ کے صاحبینؒ کے درمیان اختلاف ہے؟

ج: جی ہاں! (صاحبینؒ) نے بعض شرطوں میں آپؒ کی مخالفت کی ہے اور فرمایا ہے کہ رأس المال کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں

Marfat.com

جب کہ وہ معین ہو اور (مبیع) سپرد کرنے کی جگہ بیان کرنے کی (ضرورت) نہیں اور وہ (مبیع) کو عقد کی جگہ سپرد کر دے۔

توضیح: جن اشیاء میں بار برداری کی کلفت ہو ان میں مکان ایفاء بیان ہونا (سپرد کرنے کی جگہ) صاحبین اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں بلکہ جس مقام پر بیع السلم ہوئی ہے وہی جگہ متعین ہے، امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تعین جگہ ضروری ہے کیونکہ مسلم فیہ کا سپرد کرنا فی الحال واجب نہیں ہے۔ تو سپرد کرنے کے لئے مکان عقد متعین نہ ہوگا اسی طرح صاحبین کے نزدیک اگر راس المال کی طرف اشارہ کر دیا جائے تو اس کی مقدار بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، امام عظمؒ کے نزدیک اگر عقد مسلم راس المال کی مقدار سے متعلق ہو جیسے کیلی، عددی، اور وزنی چیزوں میں ہوتا ہے، تو اس صورت میں راس المال کی مقدار کا بیان ہونا شرط ہے، پس اگر رب السلم نے یہ کہا کہ میں نے تجھے یہ روپیہ ایک من گیہوں کے سلم میں دیا، اور روپیہ کا وزن معلوم نہیں یا یہ کہا کہ میں نے تجھے یہ گندم پانچ سیر زعفران کی سلم میں دیئے اور گندم کا پیمانہ معلوم نہیں تو صاحبین کے نزدیک عقد سلم درست ہوگا اور امام صاحبؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہوگا مگر یہ اس وقت ہے جب راس المال مقداری ہو یعنی کیلی یا وزنی ہو اگر ایسا نہ ہو تو صرف اشارہ کافی ہے اس کی مقدار کا جاننا بالاتفاق شرط نہیں ہے۔

﴿سلم میں بیع کا جواز﴾

س: هَلْ يَجُوْزُ السَّلَمُ فِي الثِّيَابِ؟

ج: يَجُوْزُ إِذَا سَمَّى الطُّوْلَ وَالْعَرْضَ وَالرُّقْعَةَ مَعَ بَيَانِ الصِّفَةِ وَالْجِنْسِ وَالنَّوْعِ۔

س: کیا کپڑوں میں سلم جائز ہے؟

ج: جائز ہے بشرطیکہ وصف، جنس، نوع بیان کرنے کے ساتھ لمبائی، چوڑائی اور موٹائی بیان کر دے۔

لغات: رقعة ٹکڑا مراد موٹائی۔

توضیح: کپڑے بندوں کے تیار کردہ ہیں اور بندے جب دو تھان ایک سوت اور ایک آلہ سے ایک ہی طرز پر بنتے ہیں تو مالیت کے اعتبار سے ان میں بہت کم تفاوت ہوتا ہے، اس لئے کپڑوں میں شرائط سلم پائے جانے کی وجہ سے بیع سلم جائز ہے، یعنی اسکی جنس نوع اور صفت بیان کی جاسکتی ہیں۔

س: هَلْ يَجُوْزُ السَّلَمُ فِي الْجَوَاهِرِ وَالْخرزِ؟

ج لَا يَجُوْزُ السَّلَمُ فِيهِمَا۔

س: کیا جواہرات اور موتیوں میں سلم جائز ہے؟

ج: ان میں سلم جائز نہیں

لغات: جواهر جوهرہ کی جمع ہے اور خرز خرزہ کی جمع ہے موتی۔

Marfat.com

توضیح: جوھرات اور موتیوں میں بیع سلم جائز نہیں کیونکہ ان کے افراد میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے ہاں البتہ ایسے چھوٹے چھوٹے موتی جو وزن کے اعتبار سے بیچے جاتے ہیں ان میں بیع السلم جائز ہے کیونکہ وہ وزن سے معلوم ہو جاتے ہیں مثلاً جن کو سرموں اور دوا میں ڈالا جاتا ہے۔

﴿کچی پکی اینٹوں میں بیع سلم﴾

س: وَمَا قَوْلُكُمْ فِيْ بَيْعِ السَّلَمِ فِي اللَّبِنِ وَالآجُرِّ؟

ج: يَجُوْزُ السَّلَمَ فِيْهَا اِذَا سَمّٰى مِلْبَنًا مَعْلُوْمًا۔

س: کچی اینٹوں اور پکی اینٹوں میں بیع سلم کے بارے میں آپ کا قول کیا ہے؟

ج: ان میں سلم جائز ہے بشرطیکہ سانچہ بیان کر دے۔

لغات: لبن کچی اینٹ آجر پکی اینٹ مِلْبَن اینٹ بنانے کا سانچہ۔

توضیح: اینٹیں کچی ہوں یا پکی ہوں جب ان کا سانچہ متعین کر لیا جائے تو ان کی بیع السلم جائز ہے کیونکہ اینٹیں عددیات متقاربہ میں سے ہیں یعنی مالیت میں انیٹوں میں فرق نہیں ہوتا چونکہ عددی اور متقارب کی بیع السلم جائز ہے اس لئے اینٹوں کی بیع بھی جائز ہے۔

﴿بیع سلم میں عقد مجلس میں ہی مسلم فیہ کے ثمن کی ادائیگی ضروری ہے﴾

س: يُسَلِّمُ الْبَائِعُ الْمُسْلَمَ فِيهِ عِنْدَ حُلُوْلِ الْاَجَلِ فَمَتٰى يَاْخُذُ الثَّمَنَ؟

ج: يَاْخُذُ الْبَائِعُ الثَّمَنَ فِيْ مَجْلِسِ الْعَقْدِ قَبْلَ اَنْ يُّفَارِقَ الْمُشْتَرِيْ، وَلَا يَصِحُّ السَّلَمُ اِلَّا بِذٰلِكَ۔

س: فروخت کنندہ میعاد کے آنے کے وقت مسلم فیہ (یعنی مبیع) کو سپرد کرے گا پس وہ ثمن کب لے؟

ج: فروخت کنندہ خریدار کے جدا ہونے سے پہلے عقد کی مجلس میں ثمن لے لے اور سلم اسی (طریقہ) سے ہی صحیح ہوتی ہے۔

توضیح: راس المال کا موجل ہونا ضروری ہے اگرچہ اس کا ذکر بوقت عقد ضروری نہیں ہے

﴿قبل القبض مسلم فیہ اور ثمن میں تصرف جائز نہیں ہے﴾

س: تَبَايَعَا بَيْعُ السَّلَمِ ثُمَّ اَرَادَ الْبَائِعُ التَّصَرُّفَ فِيْ رَاْسِ الْمَالِ اَوْ اَرَادَ الْمُشْتَرِيْ۔اَنْ يَّتَصَرَّفَ فِي الْمُسْلَمِ فِيْهِ مَاذَا حُكْمُهٗ؟

ج: لَا يَجُوْزُ التَّصَرُّفُ فِيْ رَاْسِ مَالِ السَّلَمِ وَلَا فِي الْمُسْلَمِ فِيْهِ قَبْلَ الْقَبْضِ، وَيَتَفَرَّعُ عَلَيْهِ اَنَّهٗ لَا تَجُوْزُ الشِّرْكَةُ وَالتَّوْلِيَةُ قَبْلَ قَبْضِ الْمُسْلَمِ فِيْهِ۔

Marfat.com

س: (دو شخصوں) نے بیع سلم کا باہم معاملہ کیا پھر فروخت کنندہ نے رأس المال (یعنی ثمن) میں تصرف کرنا چاہا یا خریدار نے مسلم فیہ (یعنی مبیع) میں تصرف کرنا چاہا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: قبضہ کرنے سے پہلے سلم کے رأس المال میں اور مسلم فیہ میں تصرف کرنا جائز نہیں اور اس پر متفرع ہوتا ہے کہ مسلم فیہ پر قبضہ کرنے سے پہلے شرکت اور تولیہ جائز نہیں۔

توضیح: قبضہ سے پہلے راس المال میں تصرف کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں قبضہ کا فوت کرنا لازم آتا ہے۔ جو نفس عقد کی حیثیت سے ضروری ہے۔ نیز قبضہ سے پہلے مسلم فیہ میں تصرف کرنا بھی جائز نہیں مثال کے طور پر زید نے حامد سے دوسو روپے من گندم کی بیع السلم کی اس عقد میں زید رب السلم اور حامد مسلم الیہ ہے پھر حامد نے دوسو روپے کے عوض سے خالد سے گھوڑا خریدا حالانکہ حامد نے ان دوسو روپوں پر ابھی قبضہ نہیں کیا تو حامد کا یہ تصرف درست نہیں ہوگا اسی طرح اگر زید یعنی رب السلم نے دو من گندم یعنی مسلم فیہ پر قبضہ کرنے سے پہلے ان کو فروخت کیا تو بھی جائز نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے قبضہ سے پہلے نہ راس المال میں تصرف کرنا جائز ہے نہ مسلم فیہ میں مجلس میں راس المال پر قبضہ کرنا بیع السلم کے صحیح ہونے کے لئے شرط اور اللہ کا حق ہے اور تصرف اس کو باطل کر دیتا ہے۔ اس لئے قبضے سے پہلے راس المال میں تصرف کرنا ناجائز ہوا اور مسلم فیہ مبیع ہوتی ہے، اور قبضے سے پہلے مبیع میں تصرف کرنا ناجائز ہوتا ہے۔ ویتفوع الخ قبضہ کرنے سے پہلے مسلم فیہ میں نہ شرکت جائز ہے نہ تولیہ شرکت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم نے کسی شخص سے کہا کہ تو مجھے میرا نصف راس المال دیدے تاکہ تو مسلم فیہ میں میرا برابر کا شریک ہو جائے اور تولیہ کی صورت یہ ہے کہ رب السلم نے کسی دوسرے شخص سے کہا کہ تو اگر مجھے میرا پورا رأس المال دے دے تو پوری مسلم فیہ تیرے لئے ہوگی، کیونکہ شرکت کی صورت میں نصف مسلم فیہ میں اور تولیہ کی صورت میں پوری مسلم فیہ میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے کما مر

﴿بیع سلم کی صحت کی بعض شروط کا ذکر﴾

س: هَلْ بَقِيَ ذِكْرُ بَعْضِ الشُّرُوْطِ لِصِحَّةِ هٰذَا الْبَيْعِ؟

ج: نَعَمْ ذَكَرَ الْفُقَهَاءُ شَرْطًا زَائِدًا عَلَى الشَّرَائِطِ الَّتِيْ مَرَّ ذِكْرُهَا، وَهُوَ اَنَّهُ لَا بُدَّ اَنْ يَكُوْنَ الْمُسْلَمُ فِيْهِ مَوْجُوْدًا مِنْ حِيْنِ الْعَقْدِ اِلٰى وَقْتِ حُلُوْلِ الْاَجَلِ۔

س: کیا اس بیع کی صحت کے لئے شرطوں میں سے کسی (شرط) کا ذکر باقی رہ گیا ہے؟

ج: جی ہاں! فقہاء نے ایسی شرط ذکر کی ہے جو ان شرائط سے زائد ہے جن کا ذکر گزر چکا اور وہ (شرط) یہ ہے کہ ضروری ہے کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے میعاد کے مدت کے پورے ہونے کے وقت تک (بازار میں) موجود ہو۔

توضیح: جو چیز عقد سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک بازار میں دستیاب ہوتی ہو اس میں بیع السلم جائز ہے یعنی مسلم فیہ عقد کے وقت بھی موجود ہو ادائیگی کے وقت بھی موجود ہو اور ان دونوں اوقات کے درمیان بھی موجود، ہو چنانچہ مسلم فیہ عقد کے وقت با

Marfat.com

زار میں دستیاب نہ ہوتی ہو اور آدائیگی کے وقت دستیاب ہو جاتی ہو یا عقد کے وقت بازار میں دستیاب ہو جاتی ہو مگر بوقت آدائیگی دستیاب نہ ہو تو یا عقد کے وقت بھی دستیاب ہو اور آدائیگی کے وقت بھی دستیاب ہو مگر درمیان میں کچھ وقت کے لئے منقطع ہو جائے ان تینوں صورتوں میں بیع السلم جائز نہ ہوگی۔

﴿معین آدمی کے ماپنے کے آلے یا گز کے ساتھ بیع سلم کرنا درست نہیں ہے﴾

س: أَسْلَمَ فِي مِكْيَالِ رَجُلٍ بِعَيْنِهٖ أَوْ بِذِرَاعِ رَجُلٍ بِعَيْنِهٖ هَلْ يَصِحُّ هٰذَا السَّلَمُ ؟
ج: لَا يَصِحُّ۔
س: (کسی) نے معین شخص کے ناپنے کے آلہ میں یا معین شخص کے گز کے ساتھ (بیع) سلم کی تو کیا یہ سلم صحیح ہے؟
ج: صحیح نہیں۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی خاص آدمی کا ایسا ذاتی پیمانہ ہو جس کی مقدار معلوم نہ ہو یا ذاتی گز ہو جس کی مقدار معلوم نہ ہو تو اس پیمانے اور گز سے بیع جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ بیع السلم میں مسلم فیہ کی سپردگی میعاد تک موخر ہوتی ہے اور اس عرصہ میں اس مخصوص پیمانے اور گز کا ضائع ہونا ممکن ہے۔ پس ضائع ہونے کی صورت میں مسلم فیہ سپرد کرتے وقت رب السلم اور مسلم الیہ کے درمیان جھگڑ پیدا ہوگا اس طرح کہ رب السلم پیمانے کے بڑے ہونے کا دعوہ کریگا اور مسلم الیہ کا دعوا چھوٹا ہونے کا ہوگا اور ایسی چیز جو جھگڑے تک پہنچانے والی ہو بیع کو فاسد کر دیتی ہے۔ اس لئے ایسے مخصوص پیمانے اور مخصوص گز جس کی مقدار معلوم نہ ہو ان میں بیع السلم جائز نہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا مخصوص پیمانے یا مخصوص گز کی مقدار معلوم ہو تو بیع جائز ہے کیونکہ اس میں جھگڑے کا کوئی امکان نہیں اسطرح اگر مبیع کی سپردگی فوری ہے تو بھی بیع جائز ہے (سپردگی اگر فوری ہوگی تو وہ بیع السلم نہ ہوگی)

﴿معین درخت کے پھلوں یا خاص گاؤں کے غلہ میں بیع سلم صحیح نہیں﴾

س: وَلَوْ أَسْلَمَ فِي الطَّعَامِ قَرْيَةٍ بِعَيْنِهَا أَوْ فِي ثَمَرَةِ نَخْلَةٍ بِعَيْنِهَا مَاذَا تَقُوْلُوْنَ فِيْهِ ؟
ج: لَا يَصِحُّ هٰذَا أَيْضًا۔
س: اور اگر معین گاؤں کے اناج میں یا معین درخت خرما کے پھل میں (بیع) سلم کی تو اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟
ج: یہ صحیح نہیں ہے۔

توضیح: کسی متعینہ گاؤں کے اناج یا متعینہ درخت یا متعینہ باغ کے پھلوں کی بیع السلم جائز نہیں ہے مثال کے طور پر بھائی پھیرو کی گندم یا اولکھ کے چاول یا عمار کے باغ کی پھلوں کی بیع سلم کی تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ کبھی اس متعینہ گاؤں کے اناج یا متعینہ درخت کے پھلوں پر آسمانی مصیبت آ گرتی ہے اور اسے تباہ برباد کر دیتی ہے اور وہ لوگوں کے ہاتھ سے منقطع ہو جاتی ہے بازار میں دستیاب نہیں ہوتی جب یہ بات ہے تو مسلم الیہ مسلم فیہ کے سپرد کرنے پر قادر نہ ہوگا اس صورت میں بیع السلم جائز نہ ہوگی، اس لئے متعین

Marfat.com

گاؤں کے اناج یا متعین درخت یا متعین باغ کے پھلوں کی بیع السلم جائز نہ ہوگی، نبی کریم ﷺ سے کسی متعین آدمی کے پھلوں کی سلم کے بارے میں پوچھا گیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں (متعین) کے باغ کے پھلوں کی بیع السلم تو جائز نہیں ہے بھلا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں آدمی کے پھلوں کو ضائع کردیا تو تم میں سے کوئی آدمی کس چیز کے عوض اپنے بھائی کے مال کو حلال سمجھے گا۔ ہاں البتہ گاؤں کی طرف نسبت صفت بیان کرنے کی غرض سے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

کتاب الرھن

﴿رہن کا بیان﴾

صاحب کتاب کتاب البیوع کے بعد کتاب الرہن کو لائے کیونکہ عقد بیع کے بعد رہن کی سخت ضرورت ہے نیز جس طرح عقد بیع ایجاب اور قبول سے منعقد ہوتا ہے اسی طرح رہن بھی ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے پھر بہت مرتبہ خود بیع میں ثمن میسر نہ ہونے کی بنا پر رہن کی ضرورت واقع ہوتی ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہؓ کی روایت کہ نبی کریم ﷺ نے ابوشحم یہودی سے تین صاع جو خریدے اور اس کے عوض میں اپنی ایک زراع رہن رکھی رہن کی مشروعیت کا کتاب اللہ کی نص سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔

اصطلاحات: گروی رکھنے والے کو راہن کہتے ہیں جس کے پاس گروی رکھی جائے اس کو مرتہن اور جو چیز گروی رکھے جائے اس کو مرہون کہتے ہیں مثال کے طور پر ساجد نے عابد سے دو لاکھ روپے لئے اور اس کے عوض میں اپنی کار رہن رکھی تو ساجد راہن عابد مرتہن اور کار مرہون ہے۔

﴿رہن کے لغوی اصطلاحی معنی﴾

س: اَلرَّهْنُ مَا هُوَ لُغَةً وَاِصْطِلَاحًا؟

ج: هُوَ لُغَةً حَبْسُ الشَّیْءِ بِاَیِّ سَبَبٍ کَانَ، وَفِی اِصْطِلَاحِ الشَّرِیْعَةِ جَعْلُ الشَّیْءِ مَحْبُوْسًا بِحَقٍّ یُمْکِنُ اِسْتِیْفَاءُهٗ مِنْهُ۔

س: رہن لغت اور (شرعی) اصطلاح کی رو سے کیا ہے؟

ج: وہ لغت کی رو سے کسی شے کو روکنا ہے خواہ کسی سبب سے ہو اور شریعت کی اصطلاح میں کسی چیز کو کسی حق کے عوض محبوس بنانا ہے کہ اس (محبوس شے) کے ذریعہ (اپنا حق) وصول کرنا ممکن ہو۔

توضیح: رہن کی لغوی تعریف: لغت کے اعتبار سے جس شے کسی چیز کو روک لینے کو کہتے ہیں مال ہو یا غیر مال۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاح شریعت میں ایسی مالی چیز کو کسی حق کے عوض میں روک لینے کو کہتے ہیں جس سے پورا حق یا بعض وصول کر

Marfat.com

لینا ممکن ہو جیسے مرہون سے دین کا وصول کر لینا خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی۔

س: كَيْفَ يَنْعَقِدُ الرَّهْنُ وَمَتٰى يَتِمُّ ؟

ج: اَلرَّهْنُ يَنْعَقِدُ بِالْإِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ ، وَيَتِمُّ بِقَبْضِ الْمُرْتَهِنِ الْمَرْهُوْنَ ، فَإِذَا قَبَضَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ مُحَوَّزًا مُفَرَّغًا مُمَيَّزًا تَمَّ الْعَقْدُ فِيْهِ۔

س: رہن کیسے منعقد ہوتا ہے اور کب مکمل ہوتا ہے؟

ج: رہن ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے اور مرتہن کے مرہون پر قبضہ کرنے سے مکمل ہوتا ہے پس جب مرتہن مرہون پر قبضہ کر لے اس حال میں کہ (مرہون) جمع کردہ، فارغ کردہ اور جدا کردہ ہو (تو) عقد (رہن) اس میں مکمل ہو گیا۔

توضیح: صحیح مذہب کے مطابق رہن ایجاب وقبول کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے اور قبضہ کے بعد لازم ہو جاتا ہے مثال کے طور پر راہن نے کہا رهنتك هذا المال بدين لك علي۔ اور مرتہن نے کہا قبلت اب عقد رہن منعقد ہو گیا۔ اور جب راہن نے مرہون چیز مرتہن کے حوالے کر دی اور مرتہن نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس حالت میں کہ مرہون چیز مجتمع تھی، نہ کہ متفرع اور راہن کے حق کے ساتھ مشغول بھی نہیں تھی۔ نیز ممیز اور تقسیم شدہ تھی نہ کہ مشاع اسلئے اب عقد رہن لازم ہو گیا۔

﴿راہن ایجاب وقبول کے بعد بھی جب تک رہن سپرد نہ کردے رجوع کر سکتا ہے﴾

س: وُجِدَ الْإِيْجَابُ وَالْقَبُوْلُ وَلٰكِنْ لَمْ يَقْبِضِ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ مَا ذَا حُكْمُهٗ ؟

ج: مَا لَمْ يَقْبِضِ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ فَالرَّاهِنُ بِالْخِيَارِ اِنْ شَاءَ سَلَّمَهٗ اِلَيْهِ وَاِنْ شَاءَ رَجَعَ عَنِ الرَّهْنِ ، وَاِذَا سَلَّمَ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ وَقَبَضَهُ الْمُرْتَهِنُ دَخَلَ فِيْ ضَمَانِ الْمُرْتَهِنِ۔

س: ایجاب وقبول پائے گئے اور لیکن مرتہن نے مرہون پر قبضہ نہیں کیا تو اسکا حکم کیا ہے؟

ج: جب تک مرتہن مرہون پر قبضہ نہ کرے تو راہن با اختیار ہے اگر چاہے (مرہون) مرتہن کے سپرد کردے اور اگر چاہے رہن سے رجوع کر لے اور جب راہن مرہون کو سپرد کر دے اور مرتہن اس پر قبضہ کر لے تو مرہون مرتہن کے ضمان میں داخل ہو گیا۔

توضیح: جب تک مرتہن نے مرہون پر قبضہ نہیں کیا تب تک راہن کو اختیار ہے۔ چاہے اس کو سپرد کر لے اور چاہے عقد رہن سے رجوع کر لے کیونکہ رہن کا لزوم قبضہ کرنے سے ہوتا ہے اور ابھی قبضہ نہیں ہوا اور جب راہن نے مال مرہون مرتہن کے حوالے کر دیا اور اس پر قبضہ کر لیا تو مرہون مذکور اس کی ضمان میں داخل ہو گیا یعنی اس مال کا ضامن ہے۔ حتی کہ اگر ضائع ہو گیا تو قرضہ قیمت کے حساب سے ساقط ہو جائیگا۔

﴿مشروعیت رہن کی وجہ﴾

س: لِمَا ذَا شُرِعَ الرَّهْنُ ؟

Marfat.com

ج: شُرِعَ لِلِاسْتِيْثَاقِ وَاسْتِيْفَاءِ الدَّيْنِ لِئَلَّا يَتْوَى حَقَّ الدَّائِنِ، فَلَا يَصِحُّ الرَّهْنُ إِلَّا بِدَيْنٍ مَضْمُوْنٍ۔

س: رہن کس لیے مشروع کیا گیا ہے؟

ج: (رہن) وثیقہ لینے اور دین وصول کرنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے تاکہ قرض خواہ کا حق ضائع نہ ہو پس رہن دین مضمون کے عوض ہی صحیح ہوتا ہے۔

توضیح: رہن ایک مضبوطی بجانب حصول قرض ہے تاکہ راہن کی طرف سے انکار قرض کی طرف سے امن ہو اس خوف سے کہ مرتہن بھی مال مرہون سے منکر نہ ہو جائے اور تاکہ وہ مرہون کے انتفاع سے عاجز ہو تو جلدی قرضہ ادا کرے کیونکہ اس کو مرہون کی ضرورت ہوگی اس طرح قرض خواہ کا حق ضائع نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ رہن اسی قرض کے بدلے میں درست ہے جو مضمون کے (ذمہ پر لازم) ہوتا ہے۔ لہذا بدل کتابت اس سے نکل جائیگا کیونکہ وہ مضمون نہیں ہوتا بلکہ مکاتب اگر عاجز ہو جائے تو وہ ختم بھی کرسکتا ہے۔

﴿مرتہن مرہون پر قبضہ کرلے تو وہ اس کے ضمان میں داخل ہو جاتا ہے﴾

س: قَبَضَ الْمُرْتَهِنُ الْمَرْهُوْنَ وَهَلَكَ فِيْ يَدِهٖ عَلٰى مَنْ يَقَعُ الضَّمَانُ؟

ج: قَدْ بَيَّنَّا أَنَّ الْمُرْتَهِنَ إِذَا قَبَضَ الْمَرْهُوْنَ دَخَلَ فِي ضَمَانِهٖ، وَذَكَرَ الْفُقَهَاءُ أَنَّهٗ مَضْمُوْنٌ بِالْأَقَلِّ مِنْ قِيْمَتِهٖ وَمِنَ الدَّيْنِ؟

س: مرتہن نے مرہون پر قبضہ کرلیا اور (مرہون) اس کے قبضہ میں ہلاک ہوگیا (تو) ضمان کس پر واقع ہوگا؟

ج: تحقیق ہم بیان کر چکے ہیں کہ مرتہن جب مرہون پر قبضہ کرلے تو وہ اس کے ضمان میں داخل ہو جاتا ہے اور فقہاء نے ذکر فرمایا ہے کہ (مرہون) اپنی قیمت میں سے اور دین میں سے کم کے عوض مضمون ہے۔

س: مَا مَعْنٰى قَوْلِهِمْ مَضْمُوْنٌ بِالْأَقَلِّ مِنْ قِيْمَتِهٖ وَمِنَ الدَّيْنِ؟

ج: يَتَّضِحُ مَعْنَاهُ بِالتَّفْصِيْلِ الْآتِيْ إِذَا هَلَكَ الْمَرْهُوْنُ فِيْ يَدِ الْمُرْتَهِنِ وَقِيْمَتُهٗ وَالدَّيْنُ سَوَاءٌ صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا دَيْنَهٗ حُكْمًا، وَإِنْ كَانَتْ قِيْمَتُهٗ أَقَلَّ مِنَ الدَّيْنِ سَقَطَ مِنْهُ بِقَدْرِهَا وَرَجَعَ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الرَّاهِنِ بِالْفَضْلِ أَيْ بِمَا بَقِيَ مِنَ الدَّيْنِ، وَإِنْ كَانَتْ قِيْمَةُ الْمَرْهُوْنِ أَكْثَرَ مِنَ الدَّيْنِ وَهَلَكَ فِيْ يَدِالْمُرْتَهِنِ فَمَا زَادَ عَلَى الدَّيْنِ فَهُوَ فِيْ حُكْمِ الْأَمَانَةِ يَجْرِيْ عَلَيْهِ أَحْكَامُ الْأَمَانَاتِ، فَإِذَا هَلَكَ هٰذَا الرَّهْنُ فِيْ يَدِ الْمُرْتَهِنِ لَا يَضْمَنُ هٰذَا الزَّائِدَ لِأَنَّ الْأَمَانَاتِ لَاتُضْمَنُ، وَالدَّيْنُ سَقَطَ كُلُّهٗ لِمَا أَنَّهٗ هَلَكَ عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ مِنَ الْمَرْهُوْنِ مَا قَابَلَ دَيْنَهٗ

س: ان کے قول ''(مرہون) اپنی قیمت میں اور دین میں سے کم کے عوض مضمون ہے'' کا مطلب کیا ہے؟

ج: اس کا مطلب آنے والی تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے: جب مرہون، مرتہن کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے اور اس (مرہون) کی

Marfat.com

قیمت اور دین برابر ہوں تو مرتہن اپنا دین حکما وصول کرنے والا ہوگا۔ اور اگر اس (مرہون) کی قیمت دین سے کم ہو تو (قیمت) کے بقدر (دین) سے ساقط ہو جائے گا اور مرتہن، راہن پر بقیہ کے ساتھ یعنی باقی ماندہ دین کے ساتھ رجوع کرے گا اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زائد ہو اور (مرہون) مرتہن کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو قیمت کی) جو (مقدار) دین سے زائد ہو وہ امانت کے حکم میں ہے اس پر امانات کے احکام جاری ہوں گے پس جب یہ مرہون مرتہن کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو (مرتہن) اس زائد (مقدار) کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ امانات مضمون نہیں ہوتیں اور تمام دین ساقط ہو گیا کیونکہ مرتہن کے پاس جو مرہون ہلاک ہوا، وہ اس کے دین کے مقابل ہو گیا۔

توضیح: ہمارے یہاں شے مرہون مضمون ہوتی ہے کہ اگر وہ مرتہن کے پاس اس کی تعدی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو اس کا تاوان یعنی قرض اور قیمت مرہون میں سے جو کم تر ہو اس کا ضمان آئے گا پس اگر قیمت دین کے برابر ہو تو معاملہ برابر سرابر ہو گیا اور اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو زائد مقدار امانت ہوگی یعنی اس کے ہلاک ہونے سے ضمان نہ ہوگا۔ اور اگر قیمت دین سے کم ہو تو بقدر قیمت دین ساقط ہو جائیگا اور باقی دین مرتہن وصول کریگا۔

﴿محوز، مفرغ، ممیز کی قیود کے فوائد﴾

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ اَنَّ الرَّهْنَ يَتِمُّ اِذَا قَبَضَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ مُحَوَّزًا مُفَرَّغًا مُمَيَّزًا، فَهَلْ لِهٰذَا الْقَيْدِ فَائِدَةٌ؟

ج: هٰذَا الْقَيْدُ يُخْرِجُ كُلَّ مَا لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ، فَلَا يَجُوْزُ رَهْنُ الْمُشَاعِ، وَلَا رَهْنُ ثَمَرَةٍ عَلٰى رُؤُسِ النَّخْلِ، وَلَا رَهْنُ الزَّرْعِ فِي الْاَرْضِ دُوْنَ الْاَرْضِ، وَلَا رَهْنُ النَّخْلِ دُوْنَ الثَّمَرَةِ، وَلَا رَهْنُ الْاَرْضِ دُوْنَ الزَّرْعِ۔

س: تحقیق آپ نے ذکر فرمایا ہے کہ رہن مکمل ہو جاتا ہے جب مرتہن مرہون پر قبضہ کر لے اس حال میں کہ (مرہون) جمع کردہ، فارغ کردہ اور جدا کردہ ہو تو کیا اس قید کا کوئی فائدہ ہے؟

ج: یہ قید ہر اس (چیز) کو نکال دیتی ہے جو اس طرح نہ ہو پس مشاع (مثلاً آدھا گھر یا تہائی غلام یا چوتھائی کپڑے) کا رہن جائز نہیں اور درخت خرما کے بغیر درخت خرما کی شاخوں پر (موجود) پھل کا رہن (جائز) نہیں اور زمین کے بغیر زمین میں (موجود) کھیتی کا رہن (جائز) نہیں اور پھل کے بغیر درخت کا رہن (جائز) نہیں اور کھیتی کے بغیر زمین کا رہن جائز نہیں۔

توضیح: یہ تینوں قیدیں یعنی محوز مفرغ ممیز احترازی ہیں محوز کا مطلب یہ ہے کہ مرہون چیز مجتمع ہو جدا جدا نہ ہو کہ درخت کے بغیر پھل کو اور زمین کے بغیر کھیتی کو رہن رکھنا صحیح نہ ہوگا۔ مفرغ سے مراد یہ ہے کہ مرہون چیز راہن کے حق کے ساتھ مشغول نہ ہو اسی لئے پھل کے بغیر درخت کو اور فصل کے بغیر زمین کو رہن رکھنا درست نہ ہوگا اسی طرح راہن کے سامان کے بغیر گھر کو رہن رکھنا جائز نہ ہوگا ممیز کے یہ معنی ہیں۔ مرہون شے تقسیم شدہ ہو اگر مشاع ہوگی تو رہن رکھنا درست نہ ہوگا۔ خواہ شیوع عقد رہن سے متصل ہو یا بعد میں طاری ہوا ہو مشاع کا مطلب یہ ہے کہ چیز تقسیم شدہ نہ ہو مثال کے طور پر ایک کنال زمین میں دو آدمی شریک ہوں لیکن اس

Marfat.com

کنال زمین کا کونسا حصہ کس کا ہے تقسیم نہ ہوا ہو تو اس کو مشاع کہیں گے۔

﴿امانات وغیرہ میں رہن کا حکم﴾

س: هَلْ يَصِحُّ الرَّهْنُ بِالْأَمَانَاتِ كَالْوِدَاعِ وَالْعَوَارِيْ ؟

ج لَا يَصِحُّ الرَّهْنُ بِهَا لِمَا أَنَّهَا غَيْرُ مَضْمُوْنَةٍ بِالْهَلَاكِ۔

س: کیا امانتوں مثلاً ودیعتوں اور مانگی ہوئی چیزوں کے عوض رہن صحیح ہے؟

ج: ان کے عوض رہن صحیح نہیں کیونکہ یہ (یعنی امانات) ہلاک ہونے کی وجہ سے مضمون (یعنی ذمہ میں واجب) نہیں ہیں۔

توضیح: امانت، عاریت، مال مضاربت ودیعت مال شرکت کے بدلے میں رہن رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ رہن کا سبب مرتہن کے لئے استیفاً قبضہ کا حاصل ہونا ہے پس رہن کے لئے ضمان کا ثابت ہونا ضروری ہے تا کہ مضمون شئے کا قبضہ واقع ہو اور اس سے دین کا استیفاء ہو سکے اور امانت کے بدلے میں ضمان نہیں ہے لہذا اس کے بدلے میں رہن رکھنا صحیح نہیں ہے۔

﴿مضاربتوں اور شرکت کے اموال کے عوض رہن رکھنے کا حکم﴾

س: هَلْ يَصِحُّ الرَّهْنُ بِرَأْسِ الْمَالِ فِي الْمُضَارِبَاتِ وَأَمْوَالِ الشِّرْكَةِ ؟

ج: لَا يَصِحُّ بِمَالِ الْمُضَارِبَةِ وَلَا بِمَالِ الشِّرْكَةِ۔

س: کیا مضاربتوں میں رأس المال اور شرکت کے مال کے عوض (رہن) صحیح ہے۔

ج: مضاربت کے مال کے عوض اور شرکت کے مال کے عوض (رہن) صحیح نہیں۔

س: وَهَلْ يَصِحُّ الرَّهْنُ بِرَأْسِ مَالِ السَّلَمِ وَثَمَنِ الصَّرْفِ وَالْمُسْلَمِ فِيْهِ ؟

ج: يَصِحُّ بِهٰذِهِ الْأَعْوَاضِ۔

س: کیا (بیع) سلم کے رأس المال، (بیع) صرف کے ثمن اور مسلم فیہ کے عوض رہن صحیح ہے؟

ج: ان عوضوں کے عوض (رہن) صحیح ہے۔

توضیح: سلم کے راس المال کے عوض میں یا بیع الصرف کے کسی ثمن کے عوض اور مسلم فیہ کے عوض میں رہن لینا درست ہے کیونکہ مالیت کے اعتبار سے استیفاء ہے۔

س: تَعَاقَدَا بَيْعَ السلم أَوْبَيْعَ الصَّرْفِ وَقَبَضَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ وَهَلَكَ فِيْ مَجْلِسِ الْعَقْدِ مَا ذَا حُكْمُهٗ ؟

ج: تَمَّ الصَّرْفُ وَالسَّلَمُ، وَصَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِياً لِحَقِّهٖ حُكْمًا۔

س: دو (شخصوں) نے بیع سلم یا بیع صرف کا باہم عقد کیا اور مرتھن نے مرہون پر قبضہ کر لیا اور (مرہون) عقد کی مجلس میں ہلاک ہو گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

ج: (بیع) صرف اور (بیع) سلم مکمل ہوگئی اور مرتھن اپنا حق حکماً وصول کرنے والا ہوگیا۔

توضیح: عقد سلم میں راس المال پر جدا ہونے سے پہلے قبضہ کا ہونا شرط ہے یہاں تک کہ اگر ۴۰۰۰۰ ہزار ۱۰۰ من گندم کے ٹھہرائے تو اسی مجلس عقد میں راس المال تیس ہزار پر قبضہ شرط ہے اگر بغیر قبضہ کرنے کے جدا ہو جائیں گے تو سلم باطل ہو جائیگی پھر راس المال پر قبضہ حقیقتاً ہو اس طرح کہ رقم ادا کردی جائے یا حکماً ہو کہ رقم کے عوض اسی مالیت کی کوئی چیز رہن رکھ دی جائے تو بھی حکماً قبضہ ہوگیا۔ پھر رہن ضائع ہوگئی تو کیونکہ حکماً اس نے وصول کرلیا ہے اس لئے عقد سلم تام ہوگئی اسی طرح عقد صرف میں باہمی قبضہ شرط ہے۔ مثال کے طور پر زید نے ایک اشرفی کی بیع الصرف خالد کے ساتھ ۱۶ روپے میں کی تو خالد اشرفی پر اور زید ۱۶ روپے پر اسی مجلس میں قبضہ کرے ورنہ عقد صرف باطل ہے خواہ قبضہ حقیقی ہو یا ان دونوں میں سے کوئی دوسرے کو رہن دے دے اور رہن ضائع ہو جائے تو مرتہن نے حکماً وصول کرلیا تو عقد صرف تام ہو گئی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ عقد سلم میں جب رأس المال کے عوض رہن دے دے تو رہن صحیح ہے مگر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر اسی مجلس میں مرہون ضائع ہوگیا تو عقد سلم پورا ہوگیا یہی حال عقد صرف کا ہے۔

﴿راہن ومرتہن کا کسی عادل شخص کے پاس رہن رکھنا﴾

س: تَعَاقَدَا عَلَى الرَّهْنِ وَاتَّفَقَا عَلٰى وَضْعِ الْمَرْهُوْنِ عَلٰى يَدَىْ عَدْلٍ هَلْ فِيْهِ بَاْسٌ ؟

ج: لَا بَاْسَ بِذٰلِكَ۔

س: دو (شخصوں) نے باہم عقد رہن کیا اور مرہون کو کسی عادل کے پاس رکھنے پر متفق ہوگئے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے۔

ج: اس میں کوئی حرج نہیں۔

توضیح: راہن اور مرتہن نے شے مرہون کو کسی عادل شخص کے پاس رکھ دیا تو رہن رکھنا درست ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے عادل مذکور سے مراد وہ شخص ہے جس پر راہن اور مرہون دونوں کو بھروسہ ہو۔ اور وہ مرتہن کے حق میں قبضہ کا نائب ہے۔ اس کو مرہون کے فروخت کرنے کا اختیار نہیں جب تک راہن اس کو رہن کے بیچنے پر مسلط نہ کرے۔

﴿راہن ومرتہن میں کوئی ایک عادل سے رہن نہیں چھڑا سکتا﴾

س: تَرَاضَيَا بِوَضْعِ الرَّهْنِ عِنْدَ عَدْلٍ فَهَلْ يَجُوْزُ لِاَحَدِهِمَا اَنْ يُّخْرِجَ مِنْ يَدِ الْعَدْلِ وَيَاْخُذَهٗ مِنْهُ۔

ج: لَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ لِلرَّاهِنِ وَلَا لِلْمُرْتَهِنِ۔

س: (باہم عقد کرنے والے دونوں شخص) مرہون کو کسی عادل کے پاس رکھنے پر راضی ہوگئے تو ان دونوں میں سے کسی ایک کیلئے جائز ہے کہ وہ (مرہون کو) عادل کے قبضہ سے نکال لے اور اس سے (مرہون) لے لے۔

ج: یہ (فعل) راھن کے لیے جائز نہیں اور نہ ہی مرتھن کے لیے جائز ہے۔

Marfat.com

توضیح: راہن ومرتہن نے کسی معتمد شخص کے پاس جب رہن رکھ دی تو جیسا کہ اوپر گزرا رہن رکھنا درست ہے۔اب ان میں سے کوئی ایک بھی اس مرہون کو نہیں لے سکتا کیونکہ مرہون کے ساتھ ان دونوں کا حق متعلق ہے۔ راہن کا حق حفاظت اور امانت میں اور مرتہن کا حق استیفائے دین (رہن کے ذریعے سے اپنے قرض کو وصول کرنے) میں تو ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے حق کو باطل کرنے کا مالک نہ ہوگا۔

﴿اگر مرہون عادل کے قبضہ میں تلف ہو جائے تو وہ مرتہن کی ضمانت میں تلف ہوا﴾

س: فَإِنْ هَلَكَ فِي يَدِا لْعدل عَلٰى مَنْ يَقَعُ الضَّمَانُ ؟

ج: يَقَعُ هٰذَا الضَّمَانُ عَلَى الْمُرْ تَهِنِ لِأَ نَّه هَلَكَ فِي ضَمَانِهِ ، وَيَكُوْنُ الْمُرْ تَهِنُ حِيْنَئِذٍ مُسْتَوْ فِيًا لِدَيْنِهِ كَمَا لَوْ كَانَ الرَّهْنُ عِنْدَ الْمُرْ تَهِنِ نَفْسِهِ۔

س: اگر (مرہون) عادل کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو ضمان کس پر واقع ہوگا؟

ج: یہ ضمان مرتہن پر واقع ہوگا کیونکہ (مرہون) اس کے ضمان میں ہلاک ہوا ہے اور مرتہن اس وقت اپنا دین (حکما) وصول کرنے والا ہوگا جیسا کہ اگر مرہون خود مرتہن کے پاس ہوتا (اور ہلاک ہو جاتا)۔

توضیح: اگر مرہون مذکور عادل کے قبضہ میں تلف ہو جائے تو وہ مرتہن کی ضمانت میں تلف ہوا اس لئے کہ مرہون پر عادل کا قبضہ مالیت کے حق میں مرتہن ہی کا قبضہ ہے چنانچہ جو حکم خود مرتہن کے ہاں تلف ہونیکا ہے وہی اس عادل کے ہاں تلف ہونے کا ہے، یعنی اگر مرہون کی قیمت قرض سے زائد ہوگی تو چونکہ وہ امانت ہے مرتہن زیادتی کا ضامن نہ ہوگا، اور اگر کم ہے تو مرتہن اپنا باقی قرض راہن سے وصول کرلے گا اور اگر برابر ہو تو کچھ بھی مطالبہ نہیں (جیسا کہ تفصیل پہلے گزر چکی ہے)

س: مَا قَوْلُكُم فِي رَهْنِ الدَّرَاهِمِ وَالدَّنَانِيْرِ وَالْمَكِيْلِ وَالْمَوْ زُوْنِ ؟

ج: يَجُوْزُ رَهْنُ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ، فَإِنْ رُهِنَتْ بِجِنْسِهَا وَهَلَكَتْ هَلَكَتْ بِمِثْلِهَا مِنَ الدَّيْنِ ،وَإِنِ اخْتَلَفَا فِي الْجَوْدَةِ وَالصِّيَاغَةِ۔

س: دراہم، دنانیر، کیلی اور وزنی (چیز) کو رہن رکھنے میں آپ کا قول کیا ہے؟

ج: ان چیزوں کا رہن رکھنا جائز ہے پس اگر ان کی جنس کے عوض رہن رکھا جائے اور (مرہون اشیاء ہوں تو) دین میں سے اپنے مثل کے عوض ہلاک ہوں گی اگر چہ (دین اور مرہون) عمدگی اور گھڑائی میں مختلف ہوں۔

توضیح: درہموں اور دیناروں کا رہن اور کیلی چیزوں کا (جو کیل سے معلوم کی جاتی ہیں) جیسے گندم وغیرہ اور وزنی (جن کا معاملہ وزن سے ہے) ان کا رہن رکھنا درست ہے۔ پس اگر ایسی چیز کا رہن بمقابلہ اپنی جنس کے ہو (جیسے درہم درہم کے مقابلے میں گندم گندم کے مقابلے میں وغیرہ) تو مرہون چیز تلف ہوئی تو قرضہ میں سے اپنے مثل وزن کے مطابق تلف ہوئی اگر چہ دونوں میں

Marfat.com

کھرے کھوٹے جیدردی ہونے کا فرق ہو، اس لئے کہ اپنی جنس کے ساتھ مقابلہ ہونے میں کھرے کھوٹے جیدردی ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

کھرے درہموں کی جگہ کھوٹے درہم لے لینے کا حکم

س: كَانَ لَهُ دَيْنٌ عَلٰى غَيْرِهٖ فَأَخَذَ مِنْهُ مِثْلَ دَيْنِهٖ فَأَنْفَقَهُ، ثُمَّ عَلِمَ أَنَّهُ كَانَ زُيُوْفًا كَيْفَ يُحْكَمُ فِيْ ذٰلِكَ؟

ج: لَا شَيْءَ لَهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَهُوَ مُسْتَوْفٍ دَيْنَهُ بِمَا أَخَذَ وَأَنْفَقَ۔ وَقَالَ صَاحِبَاهُ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: يَرُدُّ مِثْلَ الزُّيُوْفِ وَيَرْجِعُ مِثْلَ الْجِيَادِ۔

س: (کسی) کا اپنے علاوہ کسی پر دین تھا پس اس نے اس سے اپنے دین کا مثل لے لیا اور اسے خرچ کردیا پھر اسے علم ہوا کہ وہ (یعنی دین کا مثل) کھوٹے (دراھم) تھے تو اس بارے میں کیسے فیصلہ دیا جائے گا؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کے لئے (باقی) کوئی چیز نہیں اور وہ اپنا دین (حکما) وصول کرنے والا ہے اس کی وجہ سے جو اس نے لے لیا، اور خرچ کردیا اور آپؒ کے صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ کھوٹے (درہموں) کا مثل لوٹا دے اور کھرے (درہموں) کا مثل واپس لے۔

توضیح: کسی شخص نے کھرے درہموں کی بجائے کھوٹے وصول کر کے خرچ کر لئے بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ میں نے کھوٹے وصول کئے تھے امام اعظمؒ کے نزدیک قرضہ ساقط ہو جائے گا اور مقروض پر کچھ واجب نہیں ہے۔ اب صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ وصول کردہ کھوٹے درہموں کی مثل لوٹائے اور اپنے حق کی مثل کھرے درہم وصول کرے۔ البتہ اگر قرضہ کے وقت ہی علم ہو گیا تھا تو پھر بالاجماع واپسی کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

قرض کا بعض حصہ دیکر رہن کا بعض واپس نہیں لے سکتا

س: رَهَنَ عَبْدَيْنِ بِأَلْفٍ ثُمَّ قَضٰى حِصَّةَ أَحَدِهِمَا مِنَ الدَّيْنِ فَهَلْ يَجُوْزُ لَهُ أَنْ يَقْبِضَ هٰذَا الْعَبْدَ الَّذِيْ قَضٰى حِصَّتَهُ؟

ج: لَيْسَ لَهُ أَنْ يَقْبِضَ أَحَدَهُمَا حَتّٰى يُؤَدِّيَ الدَّيْنَ الْبَاقِيَ فَيَأْخُذَهُمَا مَعًا۔

س: ایک ہزار کے عوض دو غلاموں کو رہن رکھا پھر ان دونوں میں سے ایک کا حصہ دین میں سے ادا کردیا تو کیا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس غلام پر قبضہ کرلے جس کا حصہ ادا کرچکا ہے؟

ج: ان دونوں میں سے کسی (غلام) پر قبضہ کرنا اس کے لئے (جائز) نہیں یہاں تک کہ باقی دین ادا کرے اور ان دونوں (غلاموں) کو ایک ساتھ لے لے۔

توضیح: کسی نے دو غلام ایک ہزار کے بدلے رہن رکھے پھر ایک کے حصہ کا قرض ادا کردیا۔ تو جب تک باقی قرض ادا نہ کرے

Marfat.com

اس وقت تک غلام کو نہیں لے سکتا کیونکہ وہ دونوں غلام پورے قرض کے عوض میں محبوس ہیں۔

﴿مرہون کے فروخت کے وکیل بنانے کا حکم﴾

س: وَكَّلَ الرَّاهِنُ الْمُرْتَهِنَ اَوِالْعَدْلَ اَوْ غَيْرَهُمَا اَنْ يَّبِيْعَ الشَّيْءَ الْمَرْهُوْنَ عِنْدَ حُلُوْلِ الدَّيْنِ مَا حُكْمُ هٰذِهِ الْوَكَالَةِ؟

ج: هٰذِهِ الْوَكَالَةُ جَائِزَةٌ۔

س: راہن نے مرتہن یا کسی عادل یا ان دونوں کے علاوہ کسی کو وکیل بنایا کہ وہ دین کی ادائیگی کے وقت پہنچنے پر مرہون چیز کو فروخت کردے تو اس وکالت کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ وکالت جائز ہے۔

توضیح: راہن کیونکہ شے مرہون کا مالک ہے اس لئے اس کو یہ حق حاصل ہے جس کو چاہے وکیل بنا سکتا ہے کہ جب قرض ادا کرنے کا وقت آجائے تو وہ اس کو بیچ دے اس لئے یہ وکالت جائز ہے

﴿مرھون چیز کے فروخت کرنے کے وکیل کو معزول نہیں کیا جا سکتا﴾

س: اِذَا شُرِطَتِ الْوَكَالَةُ الْمَذْكُوْرَةُ فِيْ عَقْدِ الرَّهْنِ فَهَلْ يَجُوْزُ لِلرَّاهِنِ اَنْ يَّعْزِلَ الْوَكِيْلَ؟

ج: لَيْسَ لَهٗ ذٰلِكَ، فَاِنْ عَزَلَهٗ لَمْ يَنْعَزِلْ۔

س: جب عقد رہن میں مذکورہ وکالت کی شرط لگائی جائے تو کیا راہن کے لئے جائز ہے کہ وہ وکیل کو معزول کردے؟

ج: اس کے لئے یہ (جائز) نہیں پس اگر وہ اسے معزول کردے تو معزول نہیں ہوگا۔

توضیح: جب عقد رہن میں وکالت کی شرط ہو تو راہن وکیل کو معزول نہیں کر سکتا کیونکہ شرط کی بنا پر وکالت رہن کے اوصاف میں سے ایک وصف ہوگئی اور حقوق رہن میں سے ایک حق ہوگئی وکالت مذکورہ سے اور مرتہن کا حق متعلق ہوگیا معزول کرنے میں مرتہن کی حق تلفی ہے۔ تو راہن کو اس حق تلفی کا اختیار نہیں ہے۔

س: وَمَا قَوْلُكُمْ فِيْمَا اِذَا مَاتَ الرَّاهِنُ وَقَدْ شُرِطَتِ الْوَكَالَةُ فِيْ عَقْدِ الرَّهْنِ هَلْ يَنْعَزِلُ الْوَكِيْلُ بِمَوْتِهٖ؟

ج: لَمْ يَنْعَزِلْ۔

س: اس (صورت) میں آپ کا قول کیا ہے جب راہن مرجائے اس حال میں کہ عقد رہن میں وکالت کی شرط لگائی گئی ہو (تو) کیا راہن کی موت سے وکیل معزول ہو جائے گا؟

ج: معزول نہیں ہوگا۔

توضیح: راہن اگر مرگیا تو ابھی وکیل معزول نہیں ہوگا اس لئے کہ راہن کی موت سے رہن باطل نہیں ہوتا تو رہن کی وصف لازم یعنی وکالت بھی باطل نہ ہوگی اور دوسرا اس لئے کہ اگر وکالت باطل ہوتی تو وارثوں کے مقدم ہونے کے حق کی وجہ سے باطل ہوتی،

Marfat.com

حالانکہ مرتہن کا حق وارثوں کے حق سے مقدم ہے اس لئے وکیل کی وکالت ختم نہ ہوگی بلکہ وہ بدستور وکیل برقرار رہے گا۔

﴿مرتہن باوجود رہن کے راہن کو قرض کی وصولی کے لئے قید کرا سکتا ہے﴾

س: هَلْ لِلْمُرْتَهِنِ أَنْ يَّطْلُبَ الرَّاهِنَ بِدَيْنِهِ وَيَحْبِسَهُ بِهِ مَعَ أَنَّهُ قَابِضٌ لِلرَّهْنِ؟

ج: جَازَ لَهُ أَنْ يُّطَالِبَهُ بِدَيْنِهِ وَيَحْبِسَهُ لِأَنَّ الرَّهْنَ لَا يَمْنَعُهُ مِنْ ذٰلِكَ۔

س: کیا مرتہن کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے دین کی وجہ ے رہن کو طلب کرے اور اسے اس کی وجہ سے قید کرے باوجود یکہ وہ (یعنی مرتہن) رہن پر قابض ہے؟

ج: (مرتہن) کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے دین کی وجہ سے (راہن) سے مطالبہ کرے اور اسے قید کرے کیونکہ رہن اسے اس (فعل) سے نہیں روکتا۔

توضیح: زید نے عمرو سے ۱۰۰۰ روپے قرض لئے اور اس کے عوض ایک گھڑی بطور رہن رکھ دی تو وعدہ آنے پر عمرو کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ زید سے قرض طلب کرے اگر وہ انکار کرے تو اس کو قید کرا دے کیونکہ رہن مطالبہ کرنے اور قید کرانے سے مانع نہیں ہے

س: قَبَضَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ وَيُرِيْدُ الرَّاهِنُ أَنْ يَّبِيْعَ الشَّيْئَ الْمَرْهُوْنَ لِيُوَفِّيَ الدَّيْنَ مِنْ ثَمَنِهِ هَلْ يَجِبُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ أَنْ يُّمَكِّنَهُ مِنْ بَيْعِهِ؟

ج: لَيْسَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ، وَيُقَالُ لِلرَّاهِنِ: اِقْضِ الدَّيْنَ ثُمَّ خُذْ رَهْنَكَ، فَإِذَا قَضَى الدَّيْنَ قِيْلَ لِلْمُرْتَهِنِ سَلِّمْ إِلَيْهِ الْمَرْهُوْنَ۔

س: مرتہن نے مرہون پر قبضہ کرلیا اور راہن مرہون چیز کو بیچنا چاہتا ہے تاکہ اس کے ثمن سے دین ادا کرے (تو) کیا مرتہن پر واجب ہے کہ وہ (راہن) کو (مرہون) کے فروخت کرنے پر قدرت دے؟

ج: یہ اس پر (واجب) نہیں اور راہن سے کہا جائے: ''دین ادا کیجئے پھر اپنا مرہون لے لیجئے'' پس جب وہ دین ادا کر دے تو مرتہن سے کہا جائیگا ''مرہون (راہن) کو سپرد کر دیجئے''۔

توضیح: زید نے خالد سے ۵۰۰ روپے قرض لیا اور کوئی چیز بطور رہن اس کے پاس رکھ دی اب خالد کے قبضہ کرنے کے بعد زید یہ چاہتا ہے کہ میں اس رہن کو بیچ کر خالد کی رقم واپس کروں تو خالد پر واجب نہیں ہے کہ وہ زید کو رہن کے بیچنے کی قدرت یا اختیار دے۔

﴿راہن کے مرتہن کی اجازت کے بغیر رہن بیچ دینے کا حکم﴾

س: بَاعَ الرَّاهِنُ الرَّهْنَ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمُرْتَهِنِ مَا حُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ؟

Marfat.com

ج: هٰذَا الْبَيْعُ مَوْقُوْفٌ اِلٰى اَنْ يُّجِيْزَ الْمُرْتَهِنُ اَوْاَنْ يَّقْضِيَ الرَّاهِنُ دَيْنَهٗ۔

س: راہن نے مرتہن کی اجازت کے بغیر مرہون کو بیچ دیا (تو) اس بیع کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ بیع موقوف ہے یہاں تک کہ مرتہن (بیع کو) نافذ کردے یا راہن اپنا دین ادا کردے۔

توضیح: اگر راہن مرتہن کی اجازت بغیر مرہون شئی فروخت کردے تو بیع موقوف رہیگی اگر مرتہن نے اجازت دیدی یا راہن نے قرض ادا کردیا تو نافذ ہوجائیگی ورنہ مشتری کو اختیار ہوگا کہ رہن چھوٹنے تک انتظار کرے یا معاملہ قاضی کے پاس لے جائے تا کہ وہ بیع کو فسخ کر دے، بیع موقوف ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ چیز راہن کی ہے لیکن اس کے ساتھ مرتہن کا حق وابستہ ہے اس لئے اس کی اجازت کے بغیر بیع نافذ نہ ہوگی۔

س: رَهَنَ عَبْدٌ وَقَبَضَهُ الْمُرْتَهِنُ ثُمَّ اَعْتَقَهُ الرَّاهِنُ بِغَيْرِ اِذْنِ الْمُرْتَهِنِ هَلْ يَنْفُذُ عِتْقُهٗ؟

ج: نَعَمْ عِتْقُهٗ نَافِذٌ۔

س: غلام کو رہن رکھا اور مرتہن نے اس پر قبضہ کرلیا پھر راہن نے مرتہن کی اجازت کے بغیر اسے آزاد کردیا تو کیا اس کی آزادی نافذ ہوگی؟

ج: جی ہاں! اس کی آزادی نافذ ہے۔

توضیح: اگر راہن نے مرتہن کی اجازت کے بغیر رہن رکھے ہوئے غلام کو آزاد کردیا تو آزادی نافذ ہوجائیگی اس لئے کہ عقد رہن سے ملک رقبہ زائل نہیں ہوتا۔

س: وَبَعْدَ اَنْ نَفِذَ عِتْقُهٗ مَا ذَا يَبْقٰى عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ لِلْاِسْتِيْثَاقِ اَوِ الْاِسْتِيْفَاءِ؟

ج: اِنْ كَانَ الرَّاهِنُ مُوْسِرًا وَالدَّيْنُ حَالًا طُوْلِبَ بِاَدَاءِ الدَّيْنِ، وَاِنْ كَانَ مُؤَجَّلًا اَخَذَ مِنْهُ قِيْمَةَ الْعَبْدِ فَجُعِلَتْ رَهْنًا مَكَانَهٗ حَتّٰى يَحُلَّ الدَّيْنَ، وَاِنْ كَانَ مُعْسِرًا اِسْتَسْعَى الْعَبْدَ فِيْ قِيْمَتِهٖ فَيَقْضِيَ بِهِ الدَّيْنَ، ثُمَّ يَرْجِعُ الْعَبْدُ عَلَى الْمَوْلٰى۔

س: (غلام) کی آزادی نافذ ہونے کے بعد مرتہن کے اس وثیقہ لینے یا (دین) وصول کرنے کے لئے کیا باقی رہے گا؟

ج: اگر راہن خوشحال ہے اور دین نقد ہے (یعنی اس کی ادائیگی فی الفور لازم ہے) تو اس (راہن) سے دین ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے اور اگر (دین) ادھار ہے (تو) غلام کی قیمت لے اور اس (قیمت) کو (غلام) کی جگہ مرہون بنا دیا جائے یہاں تک کہ ادائیگی دین کے وقت آجائے اور اگر (راہن) تنگ دست ہے تو (مرتہن) غلام سے اس کی قیمت میں کمائی کرائے پس اس (کمائی) کے ذریعہ سے دین ادا کیا جائے پھر غلام آقا پر رجوع کرے۔

توضیح: مرہون غلام کو جب آقا نے آزاد کردیا تو جیسا کہ اوپر گزرا ملک رقبہ زائل نہ ہونیکی وجہ سے غلام آزاد ہوجائیگا باقی رہی یہ بات کہ اب مرتہن کے پاس اعتماد اور اپنے حق وصول کرنے کے لئے کیا بچے گا تو اس کی تین صورتیں ہیں نمبر (۱) اگر راہن دولت

Marfat.com

مند ہے اور قرض کی مدت پوری ہو چکی ہے تو فوراً اس سے قرض ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا (۲) اگر قرض کی مہلت باقی ہے تو راہن سے غلام کی قیمت لے لے اور قرض کی مہلت گزرنے تک اس غلام کی جگہ قیمت کو رہن رکھ لے (۳) اگر راہن تنگدست ہو تو غلام اپنی قیمت کمانے میں کوشش کرلے اور اس قیمت سے قرض ادا کردے پھر یہ غلام آقا سے (جس نے آزاد کیا ہے) رجوع کر لے یعنی قیمت وصول کرلے۔

﴿غلام کے آقا پر رجوع کرنے کی وجہ﴾

س: لِمَا ذَا يَرْ جِعُ الْعَبْدُ عَلَى الْمَوْ لٰى ؟

ج: لِأَنَّه' أَعْتَقَه' مَجَا نًا وَقَدْ سَعٰى لِأَدَاءِ دَيْنِه بعد عتقِه

س: غلام آقا پر کیوں رجوع کرے؟

ج: کیونکہ (آقا) نے (غلام) کو مفت آزاد کیا اور تحقیق (غلام) نے اپنی آزادی کے بعد (آقا) کا دین ادا کرنے کے لئے کمائی کی۔

توضیح: آقا نے جب غلام کو آزاد کردیا بغیر کسی قیمت وعوج کے تو وہ آزاد ہو گیا لیکن چونکہ قرض اس کے رقبہ سے متعلق ہو چکا تھا جس کی آزادی کی بنا پر راہن سے استیفاء ضمان معتذر ہو گیا اس لئے غلام پر قیمت ادا کرنے کی کوشش لازم ہوگئی پھر چونکہ قرض ادا کرے میں مجبور ہے متبرع نہیں ہے اس لئے وہ ادا کردہ رقم اپنے آقا سے وصول کرلیگا۔

﴿راہن کے مرہون کو ہلاک کردینے کا حکم﴾

س: اِسْتَهْلَكَ الرَّاهِنُ الْمَرْ هُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ عِنْدَ الْمُرْ تَهِنِ فَا لْئٰنَ كَيْفَ يَفْعَلُ؟

ج: يَغْرَمُ الرَّاهِنُ قِيْمَتَه' مَا أَهْلَكَ وَتُجْعَلُ هٰذِهِ الْقِيْمَةُ رَهْنًامَكا نَه'۔

س: راہن نے مرہون کو ہلاک کردیا اور (مرہون) مرتہن کے پاس باقی نہ رہا پس اب (مرتہن) کیسے کرے؟

ج: راہن اس (مرہون) کی قیمت ادا کرے جس کو اس نے ہلاک کیا اور اس قیمت (مرہون) کی جگہ مرہون بنادیا جائے۔

نوٹ: اس کی توضیح اوپر گزر چکی۔

﴿اجنبی سے ضمان میں مرتہن ہی مدمقابل ہے﴾

س: قَبَضَ الْمُرْ تَهِنُ الرَّهْنَ فَا سْتَهْلَكَه' أَجْنَبِيٌّ فِيْ يَدِه فَمَنْ يُّضمن الْمُسْتَهْلِكَ ؟ وَمَا ذَا يُجْعَلُ رَهْنًا عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ ؟

ج: اَلْمُرْ تَهِنُ هُوَ الْخَصْمُ فِيْ تَضْمِيْنِه فَيَاخُذُ الْقِيْمَةَ مِنْ ذٰلِكَ الْأَجْنَبِيِّ يَجْعَلُهَا رَهْنًا عِنْدَه'۔

Marfat.com

س: مرتہن نے رہن پر قبضہ کرلیا پس اجنبی نے (مرتہن) کے قبضہ میں (موجود مرہون) کو ہلاک کر دیا تو کون ہلاک کرنے والے سے ضمان لے اور کس (چیز) کو مرتہن کے پاس مرہون بنایا جائے؟

ج: (اجنبی) سے ضمان لینے میں مرتہن ہی مدمقابل ہے پس وہ اس اجنبی سے قیمت لے اور اسے اپنے پاس مرہون بنادے؟

توضیح: مرتہن نے مدمقابل ہوگا اس کا ضمان لینے میں پس وہ قیمت لے گا اس اجنبی سے اور بنادے گا اس کو اس کی جگہ رہن۔ اگر راہن کو کوئی اجنبی ہلاک کردے تو راہن تو اس سے مرتہن کو تاوان لینا چاہئے پس اس سے قیمت لے کر وہ قیمت اپنے قبضہ میں رہن رکھ لے۔

﴿مرہون پر راہن کی جنایت کا حکم﴾

س: مَا حُكْمُ جِنَايَةِ الرَّاهِنِ عَلَى الرَّهْنِ؟

ج: جِنَايَةُ الرَّاهِنِ عَلَى الرَّهْنِ مَضْمُوْنَةٌ۔

س: مرہون پر راہن کی جنایت کا حکم کیا ہے؟

ج: مرہون پر راہن کی جنایت مضمون (یعنی ذمہ میں واجب) ہے۔

توضیح: مثال کے طور پر ایک شخص نے ایک غلام کو رہن بنایا اور پھر خود ہی اس غلام کی آنکھ پھوڑ ڈالی یا ہاتھ کاٹ ڈالا تو راہن کو اس کا تاوان دینا پڑے گا اسی طرح اگر قتل کیا تو بھی ضمان واجب ہوگی، کیونکہ یہ مرتہن کا حق محترم لازم ہے۔ اور اس کی ملک مالیت سے متعلق ہے۔ لہذا ضمان کے حق میں مالک کو اجنبی ٹھہرایا جائیگا۔

س: وَمَا قَوْلُكُمْ فِيْمَا اِذَا جَنَى الْمُرْتَهِنُ عَلَى الرَّهْنِ؟

ج: جِنَايَتُهُ عَلَى الرَّهْنِ تُسْقِطُ بِقَدْرِهَا مِنَ الدَّيْنِ، وَيَضْمَنُ مَا زَادَ عَلَيْهِ۔

س: اس بارے میں آپ کا قول کیا ہے جب مرتہن مرہون پر جنایت کرے؟

ج: مرتہن پر (مرتہن) کی جنایت اپنے بقدر دین کو ساقط کریتی اور (مرتہن) اس (مقدار) کا ضامن ہوتا ہے جو دین سے زائد ہو جائے۔

توضیح: اگر مرتہن مرہون پر کوئی جنایت کرے تو بھی اس پر تاوان لازم ہوگا کیونکہ اس نے غیر کی ملک کو ضائع کیا ہے اب اس نے جس قدر جنایت کی ہے اسی قدر دین ساقط ہو جائیگا۔

﴿مرہون کی جنایت رائیگاں ہے مرہون کی حفاظت کے لئے لئے گئے گھر کا کرایہ مرتہن پر ہے﴾

س: وَاِذَا جَنَى الرَّهْنُ عَلَى الرَّاهِنِ اَوِ الْمُرْتَهِنِ اَوْ عَلَى اَمْوَالِهِمَا عَلَى مَنْ يَقَعُ الضَّمَانُ؟

ج: جِنَايَةُ الرَّهْنِ عَلَيْهِمَا وَعَلَى اَمْوَالِهِمَا هَدْرٌ۔

Marfat.com

س: جب مرہون، راہن یا مرتہن پر یا ان کے مالوں پر جنایت کرے تو ضمان کس پر واجب ہوگا؟

ج: مرہون کی جنایت (راہن ومرتہن) پر اور ان کے مالوں پر رائگاں ہے۔

توضیح: اگر مرہون (غلام وغیرہ) راہن پر یا مرتہن پر یا ان کے مال پر کوئی جنایت کرے تو اس کی جنایت ساقط الاعتبار ہے، کوئی چیز واجب نہیں ہوتی اسی پر فتویٰ ہے بشرطیکہ جنایت موجب قصاص نہ ہو اور اگر جنایت موجب قصاص ہو تو اس کا لحاظ کیا جائیگا۔

﴿مرہون کے چرواہے کی اجرت کس پر واجب ہے﴾

س: يَحْتَاجُ الْمُرْتَهِنُ إِلٰى بَيْتٍ لِيَحْفِظَ فِيْهِ الرَّهْنَ فَاسْتَاجَرَ لِذٰلِكَ بَيْتًا مَنْ يُؤَدِّىْ هٰذِهِ الْأُجْرَةَ؟

ج: هٰذِهِ الْأُجْرَةُ تَجِبُ عَلَى الْمُرْتَهِنِ۔

س: مرتہن ایسے گھر کا محتاج ہے جس میں وہ مرہون کی حفاظت کرے پس اس نے اس (مقصد) کے لئے گھر کرایہ پر لیا تو کون یہ کرایہ ادا کرے؟

ج: یہ کرایہ مرتہن پر واجب ہوتا ہے؟

توضیح: شے مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ مرتہن کے ذمہ ہے کیونکہ رہن اس کی ضمان میں ہے۔

س: وَلَوْ كَانَ الرَّهْنُ غَنَمًا أَوْ إِبِلًا مَثَلًا وَاحْتِيْجَ إِلٰى رَاعٍ يَرْعَاهَا عَلٰى مَنْ تَجِبُ أُجْرَةُ الرَّاعِيْ؟

ج: أُجْرَةُ الرَّاعِيْ تَجِبُ عَلَى الرَّاهِنِ۔

س: اگر مرہون بکری یا اونٹ ہو اور چرواہے کی ضرورت ہو جو (مرہون جانور) کو چرائے تو چرواہے کی اجرت کس پر واجب ہوگی؟

ج: چرواہے کی اجرت راہن پر واجب ہوتی ہے؟

نوٹ: اس کی توضیح اگلے مسئلہ کے تحت آرہی ہے

﴿رہن کا نفقہ کس پر واجب ہے﴾

س: وَعَلٰى مَنْ تَجِبُ نَفَقَةُ الرَّهْنِ۔

ج تَجِبُ عَلَى الرَّاهِنِ۔

س: مرہون کا خرچ کس پر واجب ہے؟

ج: راہن پر واجب ہوتا ہے؟

توضیح: مرہون کے چرواہے کی اجرت اور کھانے پینے کا خرچہ راہن کی ضمہ ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے له غنمه (ای منافعه) وعليه غرمه (ای نفقه و كسوته) قاعدہ کلیہ یہ ہے جس خرچے کی احتیاج مرہون چیز کی مصلحت اور بقا سے متعلق ہو وہ راہن کے ضمہ ہے جیسے نان نفقہ لبس چرواہے کی اجرت نہر کی کھودائی باغ کی سنچائی اور خراج وغیرہ۔ اور جو مرہون کی حفاظت یا

Marfat.com

راہن تک مرہون کی واپسی سے متعلق ہو تو وہ مرتہن کے ضمہ ہے جیسے حفاظت کے گھر کا کرایہ محافظ کی تنخواہ اور علاج وغیرہ کا خرچ۔

﴿رہن کی افزائش بھی مرہون ہوگی﴾

س: قَدْ يَكُوْنُ لِلرَّهْنِ نَمَاءٌ - مِثْلَ اللَّبَنِ وَالْوَلَدِ وَالصُّوْفِ وَثَمَرُ الشَّجَرِ وَالنَّخِيْلِ فَمَنْ يَّمْلِكُ هٰذَ النَّمَاءَ؟

ج: نَمَاءُ الرَّهْنِ لِلرَّاهِنِ لٰكِنَّهٗ لَا يَقْبِضُهٗ، بَلْ يَكُوْنُ رَهْنًا مَعَ الْأَصْلِ۔

س: کبھی مرہون کی افزائش ہوتی ہے جیسے دودھ، بچہ، اون، مطلق درخت خرما کا پھل تو کون اس افزائش کا مالک ہوتا ہے؟

ج: مرہون کی افزائش راہن کے لئے ہے لیکن وہ اس پر قبضہ نہیں کر سکتا بلکہ وہ (افزائش) اصل (مرہون) کے ساتھ مرہون ہوگی۔

﴿افزائش کی مرتہن کے ہاں ہلاکت کا حکم﴾

س: كَانَ النَّمَاءُ مَعَ الْأَصْلِ عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ فَهَلَكَ النَّماءُ مَا ذَا حُكْمُهٗ؟

ج يَهْلِكُ النَّمَاءُ بِغَيْرِ شَيْئٍ۔

س: افزائش، اصل (مرہون) کے ساتھ مرتہن کے پاس تھی کہ افزائش ہلاک ہوگئی تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: افزائش بغیر کسی چیز کے (لازم ہونے) کے ہلاک ہوتی ہے۔

توضیح: رہن کی بڑھوتری راہن کی ہے بڑھوتری سے مراد یہ ہے کہ مثال کے طور پر بھیڑ بکریاں رہن ہیں تو ان کے بچے دودھ اور اون وغیرہ اور اگر درخت رہن ہیں تو اس کا پھل وغیرہ۔ اور اسی طرح یہ سب چیزیں اصل کے تابع ہونے کی وجہ سے راہن کی ہوتی ہیں پھر یہ بڑھوتری اصل کے ساتھ رہن رہے گی اگر یہ تلف ہوگئی تو اس کا کچھ تاوان نہ ہوگا۔ مثال کے طور پر زید نے عمر سے ایک ہزار بطور قرض لیے اور ایک بکری رہن کے طور پر اس کو دی کچھ دنوں کے بعد بکری نے بچہ جن لیا اب یہ بکری کا بچہ زید کا ملک ہوگا البتہ عمر اس کو زید کے حوالے نہیں کریگا بلکہ یہ بکری کے ساتھ مرہون ہوگا اور اگر خدانخواستہ یہ بچہ مر گیا تو عمر پر تاوان نہیں ہوگا۔

﴿اصل ہلاک ہو جائے اور افزائش باقی رہنے کا حکم﴾

س: وَإِنْ هَلَكَ الْأَصْلُ وَبَقِيَ النَّمَاءُ مَا ذَا حُكْمُهٗ؟

ج: اِفْتَكَّهُ الرَّاهِنُ بِحِصَّتِهٖ، وَيُقْسِمُ الدَّيْنَ عَلٰى قِيْمَةِ الرَّهْنِ يَوْمَ الْقَبْضِ، وَعَلٰى قِيْمَةِ النَّمَاءِ يَوْمَ الْفَكَاكِ، فَمَا أَصَابَ الْأَصْلَ سَقَطَ مِنَ الدَّيْنِ بِقَدْرِهٖ وما أَصَابَ النَّمَاءَ اِفْتَكَّهُ الرَّاهِنُ بِهٖ۔

س: اگر اصل (مرہون) ہلاک ہو جائے اور افزائش باقی رہ جائے تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: راہن (افزائش) کو اسکے حصہ (دین) کے عوض چھڑائے اور دین کو قبضہ کے دن میں (موجود) مرہون کی قیمت پر اور چھڑانے کے دن میں موجود) افزائش کی قیمت پر تقسیم کرے پس جو (مقدار) اصل (مرہون) کو پہنچے دین اس کے بقدر ساقط ہو جائے گا اور

Marfat.com

جو (مقدار) افزائش کو پہنچے تو راہن اس کے عوض (افزائش) کو چھڑا لے۔

توضیح: اصل شئے جو مرہون تھی ہلاک ہوگئی اور بڑھوتری (پھل دودھ اون وغیرہ) باقی رہ گئی تو اس قرض کے حصے کی مقدار کے برابر چھڑایا جائیگا کیونکہ بڑھوتری اب تابع نہیں رہی بلکہ مقصود بن گئی اور تابع جب مقصود بن جائے تو اس کے مقابلے میں قیمت آجاتی ہے۔ چھڑانے کی صورت یہ ہوگی کہ اصل میں قبضے کے دن کی قیمت کا اور بڑھوتری میں چھڑانے کے دن کی قیمت کا لحاظ ہوگا مثال کے طور پر عابد نے خالد سے ۹ روپے قرض لیا اور بکری رہن رکھی جس کی قیمت جس دن عابد نے قبضہ کیا ۱۰ روپے تھی اس کے پاس بکری کا ایک بچہ ہوا جس کی قیمت جس دن عابد نے قبضہ کیا ۵ روپے ہے دونوں کی قیمت ۱۵ روپے ہوئی بکری مرگئی بچہ رہ گیا تو دونوں کی قیمت پر دین تقسیم کیا جائیگا تو تقسیم کی صورت اس طرح ہوگی۔ دین نو روپے اصل مرہون کی قیمت ۱۰ روپے بڑھوتری کی قیمت ۵ روپے اس سے معلوم ہوا کہ مرہون کی قیمت سے نماء کی قیمت نصف حصہ ہے اور اصل کی قیمت نما سے دوگنا ہے تو اب دوگنا قرض اصل یعنی مرہون کے عوض جو کہ ۹ روپے میں سے ۶ روپے بنتا ہے ساقط ہو جائیگا اور تین روپے ادا کر کے راہن اس بچہ کو چھڑا لیگا۔ اسی طرح کسی شخص نے دس روپے قرض لیا اور بکری رہن رکھی جس کی قیمت قبضہ کے دن دس روپے تھی پھر بکری نے بچہ جنا اور ہلاک ہوگئی یہ بچہ مرتہن کے پاس رہا تو اب راہن قرض ادا کر کے اس بچہ کو چھڑانا چاہتا ہے تو دیکھیں گے کہ اس بچہ کی قیمت آج (چھڑانے کے دن) کیا ہے اگر بچہ کی قیمت ۱۰ روپے ہے تو معلوم ہوا کہ اصل اور نما کا حصہ برابر ہے تو قرض کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے ۵ روپے اصل کے عوض ساقط ہو جائیں گے اور پانچ روپے راہن قرض ادا کرے بکری کا بچہ چھڑا لیگا۔ وراگر بکری کے بچہ کی قیمت اصل یعنی مرہون سے بڑھ گئی مثال کے طور پر بیس روپے ہوگئی تو معلوم ہوا کہ نما کی قیمت اصل کی قیمت سے دو حصے زیادہ ہے تو اب قرض کے کل تین حصے کریں گے تو ایک حصہ مرہون کے عوض ساقط ہو جائیگا یعنی تین روپے اور روپے کا تیسرا حصہ اور باقی یعنی ۶ روپے اور دو تہائیاں رہن مرتہن کو دیکر بچہ چھڑا لیگا۔ اگر بچہ کی قیمت ۳۰ روپے ہوگئی تو معلوم ہوا کہ نما کی قیمت اصل کی قیمت سے تین حصے زائد ہے تو اب دین کے چار حصے کریں گے ایک حصہ یعنی اڑھائی روپے اصل کے مقابلہ میں ساقط ہو جائیں گے اور ساڑھے سات روپے راہن مرتہن کو دیکر بچہ چھڑا لیگا انہی مثالوں کے مطابق دیگر مرہون اشیاء کی بڑھوتری کو سمجھا جا سکتا ہے۔

﴿رہن اور قرض میں زیادتی کا حکم﴾

س: اَخَذَ الْمُرْتَهِنُ الرَّهْنَ ثُمَّ يُرِيْدُ الزِّيَادَةَ فِيْهِ اَوْ يُرِيْدُ الرَّاهِنُ الزِّيَادَةَ فِي الدَّيْنِ مَا حُكْمُ هَاتَيْنِ الزِّيَادَتَيْنِ فِي الشَّرِيْعَةِ الْغَرَّاءِ ؟

ج: الزِّيَادَةُ تَجُوْزُ فِي الرَّهْنِ وَلَا تَجُوْزُ فِي الدَّيْنِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى ، فَلَا يَصِيْرُ الرَّهْنُ رَهْنًا بِهِمَا وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى : جَازَتِ الزِّيَادَتَانِ۔

س: مرتہن نے مرہون کو لے لیا پھر وہ اس میں اضافہ چاہتا ہے یا راہن دین میں اضافہ چاہتا ہے تو سفید شریعت میں ان دونوں

Marfat.com

اضافوں کا حکم کیا ہے؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ وحضرت محمدؒ کے نزدیک مرہون میں اضافہ جائز ہے اور دین میں جائز نہیں پس مرہون (دین میں اضافہ کی صورت میں) ان دونوں (یعنی اصل دین اور اضافہ شدہ دین) کے عوض مرہون نہیں ہوگا۔ اور حضرت ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ دونوں اضافے جائز ہیں۔

توضیح: راہن نے ایک کپڑا دس روپے میں رہن رکھا تھا اس کے بعد اس نے اور کپڑا رہن رکھ دیا تو یہ اضافہ درست ہے اب دونوں کپڑے رہن رہیں گے۔ اور اگر کپڑا دس روپے میں رہن تھا راہن نے مرتہن سے پانچ روپے مزید لئے اور اسی کپڑے کو ۱۵ روپے کے عوض رہن بنایا تو یہ طرفین کے نزدیک درست نہیں ہے، البتہ امام ابویوسفؒ چونکہ قرض اور رہن دونوں میں اضافہ کو جائز فرماتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک درست ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ عقد رہن میں قرض قیمت کی طرح ہوتا ہے اور رہن خرید شدہ چیز (مبیع) کی طرح اور قیمت اور مبیع دونوں میں اضافہ کرنا درست ہے تو اس میں بھی اضافہ کرنا درست ہوگا۔ لیکن طرفین کے یہاں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ زیادتی اصل عقد کے ساتھ اسی وقت لاحق ہو سکتی ہے جب وہ معقود بہ (یعنی ثمن) میں ہو یا معقود علیہ (مبیع) میں ہو اور قرض نہ معقود بہ ہے اور نہ معقود علیہ لہٰذا قرض میں اضافہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔

﴿دو آدمیوں کے پاس ایک چیز رہن رکھنے کا حکم﴾

س: اِسْتَدَانَ مِنْ رَجُلَيْنِ وَرَهَنَ عَيْناً وَّاحِدَةً عِنْدَهُمَا مَا حُكْمُ هٰذَا الرَّهْنِ ؟

ج: يَجُوْزُ هٰذَا الرَّهْنُ وَالْاِرْتِهَانُ ، وَجَمِيْعُ الْعَيْنِ مَرْهُوْنٌ عِنْدَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ـ

س (کسی) نے دو شخصوں سے قرض اور دونوں کے پاس ایک چیز کو رہن رکھا تو اس رہن کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ رہن رکھنا اور رہن لینا جائز ہے تمام چیز ان دونوں میں سے ہر ایک کے پاس مرہون؟

توضیح: اگر کسی شخص نے دو آدمیوں سے قرض لیا اور دونوں کے قرض کے عوض میں دونوں کے پاس کوئی چیز رہن رکھدی تو رھن صحیح ہے اور وہ پوری چیز دونوں کے پاس مرہون رہیگی کیونکہ عقد رہن جمیع عین کی طرف مضاف ہے اور اس میں کوئی شیوع نہیں ہے در رہ رکھنے کا سبب (حبس بالدین) قرض کے بدلہ میں کسی چیز کو روکنا) جس میں تجزی نہیں ہے لہذا وہ دونوں کے پاس محبوس ہوگی۔

﴿مرہونہ چیز میں ضمان کا حکم﴾

س: وَمَا حُكْمُ الضَّمَانِ فِيْ هٰذِهِ الْعَيْنِ الرَّهِيْنَةِ ؟

ج: هِيَ مَضْمُوْنَةٌ عَلَيْهِمَا بِقَدْرِ حِصَّةِ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ دَيْنِهٖ ـ

س: اس (مرہونہ چیز) میں ضمان کا حکم کیا ہے ؟

ج: یہ (مرہونہ چیز) ان دونوں پر ہر ایک کے حصہ دین کی مقدار کے عوض مضمون (یعنی ذمہ میں واجب) ہے۔

Marfat.com

توضیح: اگر وہ مضمون چیز ہلاک ہو جاتی ہے تو دونوں مرتہنوں میں سے ہر ایک پر اس کے حصہ کے مطابق ضمان ہوگا کیونکہ استفار متجزی ہے تو ہلاک ہونے کے وقت ہر ایک اپنے حصہ کا (حکما) پورا وصول کرنے والا ہو گیا۔

﴿دو شخصوں کے پاس مرہون چیز کا بعض چھڑانے کا حکم﴾

س: إِنْ قَضٰى أَحَدُهُمَا دَيْنَه' هَلْ يُخْلِصُ الرَّاهِنُ نِصْفَهَا او بَعْضَهَا ؟

ج: لا يُخْلِصُ بَلْ كُلُّهَا رَهْنٌ فِيْ يَدِ الْاٰخَرِ حَتّٰى يَسْتَوْفِي هُوَ دَيْنَه'۔

س: اگر ان دونوں میں سے ایک اپنا دین ادا کر دے (تو) کیا وہ (مرہونہ چیز) کا آدھا حصہ یا اس کا کچھ حصہ چھڑا سکتا ہے ؟

ج: نہیں چھڑا سکتا بلکہ تمام (مرہونہ چیز) دوسرے کے قبضہ میں مرہون ہے یہاں تک کہ وہ اپنا دین وصول کر لے۔

س: بَاعَ عَبْدًا بِشَرْطٍ اَنْ يَّرْهَنَهُ الْمُشْتَرِيْ بِالثَّمَنِ شَيْئًا بِعَيْنِه ، فَامْتَنَعَ الْمُشْتَرِيْ مِنْ تَسْلِيْمِ الرَّهْنِ مَا حُكْمُ هٰذَا الْبَيْعِ وَعَقْدِ الرَّهْنِ ؟

ج: اَلْبَيْعُ صَحِيْحٌ لٰكِنَّ الْمُشْتَرِيْ لَا يُجْبَرُ عَلٰى تَسْلِيْمِ الرَّهْنِ ، وَكَانَ الْبَائِعُ حِيْنَئِذٍ بِالْخِيَارِ۔ اِنْ شَاءَ رَضِيَ بِتَرْكِ الرَّهْنِ ، وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ الْبَيْعَ اِلَّا اَنْ يَّدْفَعَ الْمُشْتَرِيْ الثَّمَنَ حَالًا ، اَوْ يَدْفَعَ قِيْمَةَ الرَّهْنِ اِلَى الْبَائِعِ ، فَيَكُوْنَ رَهْنًا عِنْدَه' اِلٰى اَنْ يَّسْتَوْفِيَ الثَّمَنَ۔

س: غلام بیچا اس شرط پر کہ خریدار ثمن کے عوض کوئی معین چیز اس کے پاس رہن رکھے پس خریدار مرہون کو سپرد کرنے سے رک جائے (تو) اس بیع اور عقد رہن کا حکم کیا ہے؟

ج: بیع صحیح ہے لیکن خریدار کو مرہون کے سپرد کرنے پر مجبور نہ کیا جائے اور فروخت کنندہ اس وقت با اختیار ہے اگر چاہے رہن کو چھوڑنے پر راضی ہو جائے اور اگر چاہے بیع

توڑ دے الا یہ کہ خریدار ثمن ادا کر دے یا مرہون کی قیمت فروخت کنندہ کو دے دیں پس وہ (قیمت) اس کے پاس مرہون ہو جائے گی یہاں تک کہ ثمن وصول کر لے۔

﴿مرتہن کا بیوی وغیرہ سے رہن کی حفاظت کرانا﴾

س: هَلْ يَجُوْزُ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَّسْتَحْفِظَ الرَّهْنَ بِزَوْجَتِه وَوَلَدِه ؟

ج: جَازَ لِلْمُرْتَهِنِ اَنْ يَّحْفَظَه' بِنَفْسِه وَزَوْجَتِه وَوَلَدِه وَخَادِمِهِ الَّذِيْ هُوَ فِيْ عِيَالِه۔

س: کیا مرتہن کے لئے جائز ہے کہ اپنی بیوی اور اپنی اولاد کے ذریعہ مرہون کی حفاظت کرائے؟

ج: مرتہن کے لئے جائز ہے کہ وہ خود، اپنی، بیوی، اپنی اولاد اور اپنے اس خادم کے ذریعہ (مرہون) کی حفاظت کرے جو (خادم) اس کے عیال میں (داخل) ہے۔

Marfat.com

توضیح: اگر کسی شخص نے دو آدمیوں سے قرض لیا اور دونوں کے قرض کے عوض میں دونوں کے پا- مرتہن مرہون چیز کی یا تو خود حفاظت کرلے یا اپنی بیوی سے یا اولا سے یا ایسے خادم سے کرائے جو اس کے عیال داری میں ہو اور اگر حفاظت کی بغیر اس شخص جو اس کے عیال میں ہے یا ودیعت رکھ دیا کسی ایک کے پاس تو اس کا حکم کیا ہے ضامن ہوگا اس لئے کہ وہ ہو گیا اس کے ساتھ تعدی کرنے والا۔

﴿مرتہن کا اپنے اہل عیال کے علاوہ سے رہن کی حفاظت کرانا﴾

س: وَاِن حِفظَه بغير من هو فى عيالِهِ أو أودعَه' عندَ أحدٍ ما ذا حكمه ؟

ج: يضمَنُ ، لأنه صار بذلك مُتعَدِّياً۔

س: اور اگر وہ اپنے عیال میں (موجود شخص) کے غیر کے ذریعہ (مرہون) کی حفاظت کرے اسے کسی کے پاس امانت رکھ دے (تو) اس کا حکم کیا ہے ؟

ج: (مرتہن) ضامن ہوگا کیونکہ وہ اس (فعل) کی وجہ سے تعدی (یعنی حد سے تجاوز) کرنے والا بن گیا۔

س: ان تعدّى المر تهنُ فى الرهنِ كيف يُضَمَّنُ ؟

ج: يُضَمَّنُ ضَمَانَ الغصبِ بِجَمِيْعِ قِيمتِهِ۔

س: اگر مرتہن مرہون میں تعدی کرلے تو اس سے کیسے ضمان لیا جائے؟

ج: ضمان غصب کی طرح اس سے (مرہون) کی پوری قیمت کا ضمان لیا جائے،

توضیح: تعدی اور تصرف کرنے کی یہ صورت ہے مثال کے طور پر کسی نے کپڑا رہ رکھا تھا اور مرتہن نے پہن لیا یا گھوڑا رہن کیا تھا اور اس نے اس پر سواری کرنا شروع کردی اتفاق سے وہ کپڑا پھٹ گیا یا گھوڑا مر گیا تو اس مرتہن سے ان دونوں کی ایسی پوری قیمت لی جائیگی جیسے کوئی انہیں غصب کرلیتا اور اس کے پاس تلف ہو جانے پر اس سے قیمت لی جاتی۔

﴿مرتہن کے راہن کے پاس رہن لوٹا دینے کا حکم﴾

س: أعاد المرتهنُ الرهنَ الى الرّاهنِ ما ذَا حكمُه ؟

ج: خرج الرهن فى هذه الصورةِ من ضمانِ المر تهن ، فان هَلَكَ فى يدِ الراهِنِ هَلَكَ بِغيْرِ شَيْئٍ ۔

س: مرتہن نے مرہون کو راہن کی طرف لوٹا دیا (تو) اس کا حکم کیا ہے؟

ج: مرہون اس صورت میں مرتہن کے ضمان سے نکل گیا اگر راہن کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو کسی شے کے بغیر ہلاک ہوگا۔

س: أعَادَ المُرْتهنُ الى رَاهِنِهِ ثم يريدُأن يستر جعَه الى يدِه هل له ذلك ؟

ج: جا زله أن يستر جعَه ، فاذا أخذَه' ثانياً عَادَ الضمانُ عليهِ ۔

Marfat.com

س: مرتہن نے مرہون کو اس کے راہن کی طرف لوٹا دیا پھر وہ (مرہون) کو اپنے قبضہ میں واپس لینا چاہتا ہے (تو) کیا یہ اس کے لئے جائز ہے ؟

ج: (مرہون) کو واپس لینا (مرتہن) کے لئے جائز ہے پس جب وہ اسے دوسری مرتبہ لے لے (تو) ضمان اس پر لوٹ آئے گا۔

توضیح: اگر مرتہن نے مرہون چیز راہن کو واپس کر دی تو اب وہ مرتہن کی ضمان سے خارج ہوگئی پس اگر وہ شے راہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مفت ہلاک ہوگی یعنی مرتہن کا کچھ قرضہ بھی ساقط نہ ہوگا کیونکہ ضمان کا سبب قبضہ تھا جو منقطع ہوگیا اگر مرتہن پھر مرہون شے واپس لے کر اپنے قبضے میں کر لے تو مرتہن پر ضمان واپس لوٹ آئیگا کیونکہ عقد رہن باقی ہے۔

﴿راہن کا قرض کی ادائیگی سے پہلے فوت ہو جانا﴾

س: اذا ما ت الراهنُ قبلَ ايفاءِ الدَّيْنِ كيف يستوفي المر تَهِنُ دينه ؟

ج: اذا ما ت الراهنُ با ع وصيُّهُ الرهنَ وقضى به الدينَ ، وما فضَل من قيمتِهٖ يكونُ تُراثًا لورثةِ الراهنِ ۔

س: جب راہن دین ادا کرنے سے پہلے مرجائے (تو) مرتہن اپنا دین کیسے وصول کرے؟

ج: جب راہن مرجائے تو اس کا وصی مرہون کو بیچ دے اور اس (کے ثمن) کے ذریعہ دین ادا کرے اور اس کی قیمت میں سے جو باقی رہ جائے وہ راہن کے ورثہ کے لیے میراث ہوگا۔

﴿میت کا وصی نہ ہو تو بائع رہن کون ہوگا﴾

س: مَنْ يَبِيعُ الرَّهْنَ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ وَصِيٌّ ؟

ج: يَنْصِبُ القاضِی له وصيًّا ويأمرُه ببيعه وايفاءِ دينِ المرتهنِ ؟

س: مرہون کو کون فروخت کرے جب (راہن میت) کا وصی نہ ہو؟

ج: قاضی اس کا وصی مقرر کرے اور اسے (مرہون) کو فروخت کرنے اور مرتہن ادا کرنے کا حکم دے۔

توضیح: اگر کوئی راہن مرجائے تو اس کو وصی رہن کو بیچ کر مرتہن کا قرض ادا کر دے اگر کوئی اس کا وصی نہیں ہے تو قاضی اس کے لئے ایک وصی مقرر کر دے اور اس کو رہن بیچنے کا حکم کرے وصی رہن بیچ کر مرتہن کا قرض ادا کرے اگر کچھ رقم بچ جائے تو وارثوں میں تقسیم کی جائیگی۔

كِتَابُ الحَجْرِ

﴿حجر کا بیان﴾

لغات: سفیه نادان، مبذر اسراف کرنے والا، فضول خرچ تلف اتلافا تلف کرنا ضائع کرنا، یحرقه احراقا نذر آتش کرنا،

Marfat.com

رشید راہ یافتہ رفضل۔ زیادہ اضافہ وصایا وصیة کی جمع قرب قربات کی جمع نیک کام، امور خیر جن سے رضاء وتقرب خداوندی کا حصول ہو مفلس تنگدست غریب۔ دیون دین کی جمع، غرماء غریم کی جمع قرض کے طلبگار جس قید میں ڈالنا فلس قاضی کا کسی کے بارے میں افلاس وغربت کا حکم لگا دینا، سواء برابر۔ اسوة یکسا حجر لغوی اعتبار سے روکنے کو کہتے ہیں اسی بنیاد پر عقل کو کہا جاتا ہے اس لئے کہ بذریعہ عقل آدمی قبیح الافعال کا مرتکب ہونے سے باز رہتا ہے۔ اور اصطلاحی اعتبار سے حجر تصرف قولی سے روک دینے کا نام ہے فعلی تصرف سے روکنے کا نام نہیں ہے قولی تصرفات جو بذریعہ اعضاء ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً مال تلف کرنا اور قتل وغیرہ تو حجر میں محض قولی تصرف کا نفاذ نہیں ہوا کرتا اور بچہ کسی کے مال کو ضائع کردے تو ضمان کا وجوب ہوگا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

﴿اسباب حجر﴾

س: هَلْ فی الناس من يُحجَر عليه فی تَصرُّفه ؟

ج: نعم الحَجْرُ مشروعٌ فی الشريعةِ الغرّاءِ، وأسبابُهُ ثلاثةٌ: الصِّغرُ (۲) الرِّقُّ (۳) الجنونُ۔

س: کیا لوگوں میں ایسا (شخص) ہے جس پر اس کے تصرف میں حجر کیا جائے؟

ج: جی ہاں! حجر (یعنی تصرفات سے روکنا) مطہرہ شریعت میں مشروع ہے اور اس کے اسباب تین ہیں: (۱) غلامی (۲) بچپن (۳) دیوانگی

توضیح: اسباب حجر تین ہیں (۱) صغرسنی (۲) رقیۃ یعنی باندی یا غلام ہونا (۳) جنون ودیوانگی بچہ ناقص العقل ہوتا ہے اور مجنون عدیم العقل یہ اپنے نفع ونقصان کو نہیں پہنچانتے اس لئے شریعت میں ان کے قولی تصرفات غیر معتبر ہیں اور مملوک اگرچہ عاقل ہوتا ہے لیکن اس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کے آقا کا ہوتا ہے تو آقا کے حق کی رعایت کے پیش نظر اس کا تصرف بھی غیر معتبر ہے۔

﴿بچے، غلام، مغلوب العقل کے تصرف کا حکم﴾

س: بينوا التفاصيلَ فی ذلك ؟

ج: لا يجوز تصرفُ الصغيرِ الا باذنِ وَلِيِّهِ، كما لا يجوز تصرفُ العَبْدِ الا باذنِ سَيِّدِهِ، فأما تصرف المجنونِ المغلوبِ على عقلهِ لا يجوز بحال۔

س: اس کی تفصیل بیان کیجئے؟

ج: بچے کا تصرف بغیر ولی کی اجازت کے درست نہیں جیسا کہ غلام کا تصرف آقا کی اجازت کی بغیر درست نہیں ہے۔ باقی رہا دیوانہ، کہ جس کی عقل بالکل مغلوب ہو، تو اس کا تصرف کسی صورت میں بھی درست نہیں۔

﴿بچے یا غلام کے ہاتھ فروخت شدہ چیز میں ولی کو فسخ کا اختیار ہے﴾

س: رجل باع أو اشترى شيئاً من الصبِّی أو العبدِ وهو يَعقِلُ البَيْعَ ويَقصِدُهُ ما حكمُ هذا البيعِ؟

Marfat.com

ج:الخيارُ فی ذلك الی الولیّ ، ان شاء أجاز البيعَ اذا رأی فی ذلك مصلحةً وان شاء فَسَخه ـ

س:ایک آدمی نے بیچا یا خریدا کسی چیز کو بچے یا غلام سے جب کہ بیع کو سمجھتا اور ارادہ رکھتا ہو تو اس بیع کا کیا حکم ہے؟

ج:اختیار اس میں ولی کو ہے اگر مصلحت دیکھے تو اجازت دے دے ورنہ تو نافذ کر دے۔

﴿بچہ اور مجنون اقوال میں مجور ہیں﴾

س:هذه الأسبابُ الثلاثةُ توجب الحَجْرَ فی الأقوالِ والأفعالِ أو فی الأقوال فقط ؟

ج:يُحجَر علی الصبّی والمجنونِ فی الأقوالِ دون الأفعالِ ، وأما الحَجْر علی العبدِ ففيه تفصيلٌ سيأتی ان شاء الله تعالی ـ

س:یہ تین اسباب، حجر کو اقوال وافعال میں واجب کرتے ہیں یا صرف اقوال میں؟

ج:بچہ اور دیوانہ پر اقوال میں حجر کیا جاتا ہے ہیں نہ کہ افعال میں باقی رہا غلام، تو اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

﴿بچے اور مجنون کے نقصان کرنے میں تاوان لازم ہوگا﴾

س:صبی أتلف مالَ أحدٍ، أو مجنونٌ أتلفَ مِلْكَ شخصٍ ، هل يجب الضمانُ فی مالِهِمَا ؟

ج:نعم يجبُ الضمانُ ، وهذا معنٰی قولِهم اِنه' لا حَجْرَ فی الأفعال ، وليس معناه أنه لا يُمْنَع من اِتْلافِ أموالِ النّاسِ ـ

س:بچے نے کسی کا مال ضائع کر دیا یا مجنوں نے کسی کی ملکیت کو نقصان پہنچا دیا تو کیا تاوان ان کے مال میں واجب ہوگا؟

ج:جی ہاں ضمان (تاوان) واجب ہے اور یہی فقہاء کرام کے اس قول کا مطلب ہے، کہ وہ افعال میں مجور نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ ان کو لوگوں کے اموال کے ضائع کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا بلکہ روکا جائے گا۔

﴿حجر فی الاقوال کا نتیجہ﴾

س:وما نتيجةُ الحَجْرِ فی الأقوال ؟

ج:لا تصِحُّ عُقودُ الصبیِّ والمجنونِ ولا اقرارُهما ولا يقعُ طلاقُهما ولا ينفُذُ اِعْتاقُهما ـ

س:حجر فی الاقوال کا کیا نتیجہ ہے؟

ج:بچے اور مجنون کا عقد، طلاق، اقرار اور، آزاد کرنا صحیح نہیں۔

﴿غلام کے مجور ہونے کی تفصیل﴾

س:وَمَا التَّفْصِيلُ فِی الْحَجْرِ عَلَی الْعَبْدِ ؟

Marfat.com

ج أَمَّا الْعَبْدُ فَأَقْوَالُهُ نَافِذَةٌ فِيْ حَقِّ نَفْسِهِ ، غَيْرُ نَافِذَةٍ فِيْ حَقِّ مَوْلَاهُ۔

س: غلام کے مجور ہونے کی تفصیل کیا ہے؟

ج: غلام کے اقوال اپنے حق میں نافذ، اور آقا کے حق میں غیر نافذ ہیں۔

﴿غلام کے خود پر مال کا اقرار کر لینے کا حکم﴾

س: عَبْدٌ أَقَرَّ بِمَالٍ عَلٰى نَفْسِهِ مَا حُكْمُ هٰذَا الْإِقْرَارِ ؟

ج: لَزِمَهُ مَا أَقَرَّ بِهِ مِنَ الْمَالِ ، لٰكِنْ لَا يَغْرَمُهُ مَوْلَاهُ ، بَلْ يُؤَدِّيْ مَا الْتَزَمَهُ بِإِقْرَارِهِ بَعْدَ الْعِتْقِ ، وَمَنْ لَمْ يَلْزَمْهُ فِي الْحَالِ ۔

س: کوئی غلام اپنے پر مال کا اقرار کرلے تو اسکا حکم کیا ہے؟

ج: اس پر لازم ہوگا وہ مال جس کا اس نے اقرار کیا۔ لیکن تاوان مولی نہیں ادا کرے گا بلکہ وہ خود ادا کرے گا جو اس کے اقرار کی وجہ سے لازم ہوا آزادی کے بعد اور فی الحال اس پر لازم نہیں ہوگا۔

﴿غلام کا حد اور قصاص کا اقرار﴾

س: وَلَوْ أَقَرَّ الْعَبْدُ بِحَدٍّ أَوْ قِصَاصٍ مَتٰى يُسْتَوْفٰى ذٰلِكَ مِنْهُ ؟

ج: لَزِمَهُ الْحَدُّ وَالْقِصَاصُ فِي الْحَالِ بِإِقْرَارِهِ ، وَلَا يُنْظَرُ إِلٰى زَمَانِ الْعِتْقِ ۔

س: اگر غلام حد یا قصاص کا اقرار کرلے تو یہ کب اس سے لیا جائے گا؟

ج: حد اور قصاص فوراً اس سے اس کے اقرار کی وجہ سے لیا جائے گا اس میں اسکی آزادی تک نہیں دیکھا جائے گا۔

﴿غلام کی طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾

س: يَقَعُ طَلَاقُ الْعَبْدِ عَلٰى زَوْجَتِهِ بِتَطْلِيْقِهِ أَمْ يُطَلِّقُهَا مَوْلَاهُ ؟

ج: يَنْفُذُ طَلَاقُ الْعَبْدِ عَلٰى زَوْجَتِهِ، وَلَا يَنْفُذُ طَلَاقُ الْمَوْلٰى عَلٰى زَوْجَةِ عَبْدِهِ۔

س: کیا غلام کی طلاق اپنی بیوی پر طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہے یا کہ اس کا مولی طلاق دے گا؟

ج: غلام کے اپنی بیوی کو طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور مولی کے اپنے غلام کی بیوی کو طلاق دینے سے واقع نہیں ہوتی۔

﴿نا سمجھ عاقل بالغ آزاد کے حجر کا حکم﴾

س: رَجُلٌ سَفِيْهٌ بَالِغٌ حُرٌّ مَا حُكْمُ تَصَرُّفِهِ فِيْ مَالِهِ ؟

Marfat.com

ج: قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ ؒ :السَّفِيْهُ إِذَ كَانَ عَاقِلاً بَالِغًا حُرًّا لَا يُحْجَرُ عَلَيْهِ، وَتَصَرُّفُه فِيْ مَالِهِ جَائِزٌ وَإِنْ كَانَ مُبَذِّرًا مُفْسِدًا يُتلفُ مَالَه فِيْمَا لَا غَرَضَ لَه فِيْهِ وَلَا مَصْلِحَة، مِثْل أَنْ يُتْلِفَه فِي الْبَحْرِ أَوْ يَحْرِقَه فِي النَّارِ۔

س: ایک آدمی ناسمجھ بے وقوف جو کہ بالغ اور آزاد ہے اس کا اپنے مال میں تصرف کا کیا حکم ہے؟

ج: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سفیہ (ناسمجھ) اگر عاقل، بالغ، آزاد ہے تو اس پر حجر کا حکم نہیں لگے گا اور اسکا اپنے مال میں تصرف درست ہے اگر چہ وہ فضول خرچی کرنے والا، مال کو خراب کرنے والا ایسی جگہ جس میں اس کا کوئی فائدہ اور مصلحت نہ ہو مثلاً اپنے مال کو دریا میں ڈالتا ہو یا آگ میں جلاتا ہو۔

توضیح: امام صاحب فرماتے ہیں کہ آزاد، عاقل، بالغ شخص پر اس کی سفاہت کے سبب سے حجر نہیں کیا جائے گا، امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حبان بن منعقد کا تذکرہ ہوا جو اکثر اوقات خرید وفروخت میں دھوکہ کھاتے تھے تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خرید کے بعد یہ کہہ دیا کرو لا خلابہ اس میں دھوکہ نہیں صاحبین کی دلیل حق تعالی کا ارشاد ہے فان کان الذی علیه الحق سفیها او ضعیفا اولا یستطیع ان یمل هو فلیملل ولیه با لعدل اس سے صاف معلم ہوتا ہے کہ سفیہ پر اس کے ولی کا ولایت حاصل ہے در مختار وغیرہ میں ہے کہ فتوے صاحبین کے قول پر ہے۔

﴿سفیہ کو مال حوالہ کرنے کی مدت﴾

س: هَلْ فِيْ تَسْلِيْمِ مَالِ السَّفِيْهِ تَحْدِيْدٌ عِندَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ ؒ؟

ج: نَعَمْ فِيْهِ، تَحْدِيْدٌ عِنْدَه، فَإِنَّهُ قَالَ: إِذَا بَلَغَ الْغُلَامُ غَيْرَ رَشِيْدٍ لَمْ يُسَلَّمْ إِلَيْهِ مَالُه حَتّٰى يَبْلُغَ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً، وَإِنْ تَصرَّفَ فِيْهِ قَبْلَ ذٰلِكَ نَفَذَ تَصَرُّفُه، فَإِذَا بَلَغَ مِنْ عُمُرِهِ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً سُلِّمَ إِلَيْهِ مَالُه، وَإِنْ لَّمْ يُؤْنَسْ مِنْهُ الرُّشْدُ۔

س: کیا امام ابوحنیفہؒ کے ہاں سفیہ کو مال حوالہ کرنے کیلئے کوئی مدت متعین ہے؟

ج: جی ہاں۔ ان کے نزدیک مدت مقرر ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب بچہ ناسمجھ بالغ ہوا ہو تو اس کو مال حوالہ نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ پچاس سال کا ہو جائے اور اگر اس سے پہلے وہ کوئی تصرف کرے تو اس کا تصرف نافذ ہے پس جب وہ پچیس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے حوالہ کر دیا جائے گا اگر چہ اس میں رشد وسمجھ ظاہر نہ ہوئی ہو۔

توضیح: امام صاحب فرماتے ہیں کہ پچیس سال میں تو آدمی دادا بن سکتا ہے کیونکہ بارہ سال میں بالغ ہوگا اور فرض کرو کہ وہ بچہ بارہ سال میں بالغ ہو کر شادی کرے اور اس کا بچہ ہوا تو آدمی پچیس سال میں دادا بن جائے گا اس لئے اگر کوئی بے وقوفی کی حالت میں بالغ ہوا تو اس پر حجر تو نہ کیا جائے لیکن اس کو پچیس سال تک مال سد نہ کیا جائے۔ تا کہ وہ مال کو غلط خرچ نہ کرے۔ اور پچیس سال کے بعد چاہے سمجھداری کے آثار نہ نظر آتے ہوں پھر بھی مال اس کو حوالے کر دیا جائے۔

Marfat.com

﴿سفیہ پر حجر کرنے میں امام ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا قول﴾

س: وَمَا قَوْلُ أَبِي يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ فِي الْحَجْرِ عَلَى السَّفِيْهِ ؟

ج: قَالَا ۔ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى : يُحْجَرُ عَلَى السَّفِيْهِ وَيُمْنَعُ مِنَ التَّصَرُّفِ فِيْ مَالِهِ، فَإِنْ بَاعَ لَمْ يَنْفُذْ بَيْعُهُ فِيْ مَالِهِ، وَاِنْ كَانَ فِيْهِ مَصْلِحَةٌ أَجَازَهُ الْحَاكِمُ ، وَمَنْ بَلَغَ غَيْرَ رَشِيْدٍ لَا يُدْفَعُ اِلَيْهِ مَالُهُ عِنْدَهُمَا اَبَدًا حَتّٰى يُوْنَسَ مِنْهُ الرُّشْدُ وَلَا يَجُوْزُ تَصَرُّفُهُ فِيْهِ ، وَتُخْرَجُ الزَّكَاةُ مِنْ مَالِهِ وَيُنْفَقُ مِنْهُ عَلٰى أَوْلَادِهِ وَزَوْجَتِهِ وَمَنْ يَجِبُ نَفَقَتُهُ عَلَيْهِ مِنْ ذَوِي الْأَرْحَامِ ۔

س: صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا کیا قول ہے سفیہ کے مجور کرنے کے متعلق؟

ج: وہ فرماتے ہیں کہ اس کو مجور کیا جائے اور اپنے مال میں تصرف سے منع کیا جائے گا۔ پس اگر وہ کوئی بیع وشرا اپنے مال میں کرے تو نافذ نہیں ہوگی اگر اس میں کوئی مصلحت ہو تو حاکم اجازت دے دے گا۔ اور اگر کوئی بچہ بالغ ہو جائے اور بے وقوف نا سمجھ ہی رہے تو اسکو بالکل مال حوالہ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس سے سمجھ کے آثار ظاہر نہ ہوں اور اس کا اپنے مال میں تصرف درست نہیں۔ یہ تمام تفصیل صاحبین کے ہاں ہیں۔ لیکن اس کے مال سے زکوۃ نکالی جائے گی اور اسی طرح اس کی اولاد اور بیوی اور ان لوگوں کا خرچ بھی اس کے مال سے نکالا جائے گا، جن کا خرچ اس پر واجب ہے اس کے ذوی الارحام یعنی قریبی رشتہ داروں میں سے۔

﴿سفیہ کے غلام آزاد کرنے کا حکم﴾

س: سَفِيْهٌ أَعْتَقَ عَبْدَهُ مَاذَا يَقُوْلُ عُلَمَاءُنَا الثَّلَاثَةُ فِيْ ذٰلِكَ ؟

ج: نَفَذَ عِتْقُهُ عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ كَذٰلِكَ عِنْدَهُمَا ، لٰكِنَّهُمَا يَقُوْلَانِ : اِنَّ الْعَبْدَ يَسْعٰى لَهُ فِيْ قِيْمَتِهِ ۔

س: سفیہ نے اپنا غلام آزاد کیا تو اس میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کا کیا قول ہے؟

ج: تینوں ائمہ کے ہاں اس کی آزادی نافذ ہوگی۔ لیکن صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ غلام سعی وکوشش کرے گا اس کے لئے اپنی قیمت میں یعنی کما کر اپنی رقم ادا کرے گا۔

توضیح: بے وقوف پر حجر کیا اس کے باوجود اس نے اپنا غلام آزاد کیا تو صاحبین کے نزدیک بھی غلام آزاد ہو جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو حجر ہی صحیح نہیں ہے اس لئے ان کے نزدیک بھی غلام آزاد ہو جائے گا۔ لیکن غلام پر لازم ہوگا کہ اس کی جتنی قیمت ہو سکتی ہے اس کو کما کر بے وقوف مولیٰ کو دے اس کی وجہ یہ ہے کہ غلام آزاد تو اس لئے ہو جائے گا کہ اس کا ذاتی حق تھا جو اس کو حاصل ہوا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آزادگی کا شائبہ بھی آئے تو شریعت عتق کو نافذ کر دیتی ہے اس لئے بے وقوف کے آزاد کرتے ہی غلام آزاد ہو جائے گا۔ لیکن اس سے چونکہ بے وقوف کو نقصان ہوگا اس لئے اس کا مدیوا اس طرح کیا جائے گا کہ غلام اپنی قیمت کما کر مولیٰ کو ادا کرے گا تا کہ بے وقوف نقصان سے بچ جائے۔

Marfat.com

﴿سفیہ کا اپنا نکاح کرنا﴾

س: سَفِيهٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مَا حُكْمُ نِكَاحِهٖ؟

ج: نِكَاحُهٗ جَائِزٌ، وَيُنْظَرُ فِي الْمَهْرِ فَإِنْ سَمّٰى لَهَا مَهْرًا جَازَ مِنْهُ مِقْدَارُ مَهْرِ الْمِثْلِ وَبَطَلَ الْفَضْلُ۔

س: سفیہ (ناسمجھ) نے نکاح کیا تو اسکا کیا حکم ہے؟

ج: نکاح جائز ہے لیکن مہر کو دیکھا جائے گا۔ اگر مہر بیوی کے لئے مقرر کر دیا ہو تو اس میں سے صرف مہر مثل ہی جائز ہوگا اور زیادتی باطل ہوگی۔

توضیح: شادی کرنا حاجت اصلیہ میں داخل ہے اس لئے وہ شادی کر سکتا ہے (کیونکہ اصول یہ ہے کہ بے وقوف حاجت اصلیہ کا کام حجر کے بعد بھی کر سکتا ہے) اور جب شادی کر سکتا ہے تو اس کے لئے مہر مثل سے زیادہ متعین کرنا بھی جائز ہے لیکن مہر مثل سے زیادہ کی ضرورت نہیں اس لئے مہر مثل سے زیادہ فضول خرچی میں داخل ہوگا اور وہ جائز نہیں ہوگا۔

س: سَفِيهٌ أَرَادَ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ هَلْ يُؤْذَنُ لَهٗ ذٰلِكَ؟

ج: نعم يُؤْذَنُ له بِحَجِّ الفرضِ وَلَا يُمْنَعُ مِنْهُ، وَلَا يُسَلِّمُ الْقَاضِي النَّفَقَةَ إِلَيْهِ، وَلٰكِنْ يُسَلِّمُهَا إِلٰى ثِقَةٍ مِنَ الْحُجَّاجِ ينفقها عليه فِي مَصَارِفِ الْحَجِّ۔

س: کیا سفیہ کو حج فرض کی اجازت دی جائے گی؟

ج: جی ہاں! اجازت ہوگی اور اس کو منع نہیں کیا جائے گا۔ لیکن مال کو قاضی اس کے حوالہ نہیں کرے گا بلکہ حاجیوں میں جو با اعتماد ہو اس کو اس کا نفقہ حوالہ کیا جائے گا جو اس پر خرچ کرتا رہے گا مصارف حج میں۔

﴿سفیہ کی اپنے مال میں وصیت کا حکم﴾

س: سَفِيهٌ مَرِضَ وَأَوْصٰى بِوَصَايَا فِي الْقُرَبِ وَأَبْوَابِ الْخَيْرِ مَا حُكْمُ هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ؟

ج: تَجُوْزُ هٰذِهِ الْوَصِيَّةُ مِنْ ثُلُثِ مَالِهٖ۔

س: سفیہ بیمار ہو گیا اور اس نے مختلف وصیتیں مختلف نیک کاموں کے لئے کی ہوں۔ تو اس کی وصیت کا کیا حکم ہوگا؟

ج: یہ وصیت اس کے تہائی مال سے جائز ہوگی۔

﴿مفلس مدیون پر حجر کا حکم﴾

س: وَمَا حُكْمُ الْحَجْرِ عَلَى الْمُفْلِسِ الَّذِيْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ الدُّيُوْنُ؟

ج: قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ: لَا أَحْجُرُ فِي الدَّيْنِ عَلَى الْمُفْلِسِ، فَإِذَا وَجَبَتْ عَلَيْهِ الدُّيُوْنُ وَطَلَبَ غُرَمَائُهٗ حَبْسَهٗ

Marfat.com

وَالْحِجْرَ عَلَيْهِ لَا يُحْجَرُ عِنْدَهُ۔

س: مفلس (غریب) جس پر دیون (قرض) واجب ہوں اس کے مجور کرنے کا کیا حکم ہے؟

ج: امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ میں کسی مفلس کو قرض کی وجہ سے مجور نہیں بناتا پس جب اس پر دیون (قرض) لازم ہوگئے اور قرض خوہوں نے اس کے قید کرنے اور مجور کرنے کا مطالبہ کیا تو اس کو مجور نہیں بنایا جائے گا۔ امام صاحب کے ہاں۔

﴿مفلس کے مال میں قاضی کے تصرف کا حکم﴾

س: لِلْمُفْلِسِ مَالٌ لٰكِنَّهٗ لَا يُؤَدِّى مِنْهُ الدُّيُوْنَ هَلْ يَتَصَرَّفُ فِيْهِ الْحَاكِمُ عِنْدَ أَبِىْ حَنِيْفَةَؒ ؟

ج: لَا يَتَصَرَّفُ فِيْهِ وَلٰكِنْ يَحْبِسُهٗ أَبَدًا حَتّٰى يَبِيْعَهٗ فِىْ دَيْنِهٖ۔

س: مفلس کا مال ہے لیکن وہ اس سے قرض ادا نہیں کرتا تو کیا حاکم اس میں تصرف کرسکتا ہے امام اعظمؒ کے ہاں؟

ج: تصرف نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اس وقت تک اسے قید رکھے گا جب تک وہ اس (مال) کو اپنے قرض میں بیچ دے۔

﴿مفلس کا مال نال بصورت دراہم ودنانیر ظاہر ہو تو قاضی قرض خواہوں کا قرض ادا کردے﴾

س: ظَهَرَ لَهٗ مَالٌ وَهُوَ دَرَاهِمُ وَدَنَانِيْرُ كَيْفَ يُؤَدِّى الْقَاضِىْ مِنْهَا دَيْنَهٗ ؟

ج: اِنْ كَانَ لَهٗ دَرَاهِمُ وَدَيْنُهٗ دَرَاهِمُ أَوْ كَانَ لَهٗ دَنَانِيْرُ وَدَيْنُهٗ دَنَانِيْرُ قَضَى الْقَاضِىْ دَيْنَهٗ مِنْهَا بِغَيْرِ رِضَاهُ، وَاِنْ كَانَ دَيْنُهٗ دَرَاهِمُ وَلَهٗ دَنَانِيْرُ أَوْ عَلٰى عَكْسِ ذٰلِكَ بَاعَهَا الْقَاضِىْ فِىْ دَيْنِهٖ وَأَدَّى الْاَثْمَانَ اِلٰى أَصْحَابِ الدُّيُوْنِ۔

س: مفلس کا مال ظاہر ہوا جو کہ دراہم یا دنانیر ہیں۔ تو قاضی صاحب اس سے اس کے دین کو کیسے ادا کرے گا؟

ج: اگر اسکا مال دراھم ہوا اور دین بھی دراھم کی صورت میں ہو یا مال دنانیر اور دین بھی دنانیر ہوں ہو تو قاضی بغیر اس کی اجازت کے اس کے دین کو اس سے ادا کردے گا، لیکن اگر اس پر دین دراہم ہوں اور مال دنانیر کی صورت میں ہو یا اس کے عکس (الٹ) ہو تو قاضی ان کو فروخت کردے گا اسکے دین میں اور اثمان کو صاحب دیون کو ادا کردے گا۔

﴿مفلس پر حجر کرنے میں قول صاحبینؒ﴾

س: وَمَا قَوْلُ الصَّاحِبَيْنِؒ فِى الْحِجْرِ عَلَى الْمُفْلِسِ ؟

ج: قَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: اِذَا طَلَبَ غُرَمَائُهٗ الْحِجْرَ عَلَيْهِ حَجَرَ الْقَاضِىْ عَلَيْهِ وَمَنَعَهٗ مِنَ الْبَيْعِ وَالتَّصَرُّفِ وَالْاِقْرَارِ حَتّٰى لَا يَضُرَّ بِالْغُرَمَاءِ، وَبَاعَ الْقَاضِىْ مَالَهٗ اِنِ امْتَنَعَ هُوَ مِنْ بَيْعِهٖ، وَقَسَّمَهٗ بَيْنَ غُرَمَائِهٖ عَلٰى قَدْرِ دُيُوْنِهِمْ، وَيُنْفِقُ الْقَاضِىْ عَلَى الْمُفْلِسِ الْمَحْجُوْرِ مِنْ مَّالِهٖ عَلٰى زَوْجَتِهٖ وَأَوْلَادِهِ الصِّغَارِ وَذَوِى الْاَرْحَامِ۔

Marfat.com

س: مفلس کے مجور ہونے کے متعلق صاحبین کا کیا قول ہے؟

ج: صاحبین فرماتے ہیں کہ جب قرض خواہ اس کے مجور ہونے کا مطالبہ کریں تو قاضی اس کو مجور کردے گا اور اسکو بیع وشرا اور تصرفات اور اقرار سے منع کردے گا تا کہ اس سے قرض خواہوں کو نقصان نہ پہنچے۔ اور قاضی اس کے مال کو فروخت کردے گا اگر اس پر بیع کی پابندی لگ گئی ہو اور وہی تقسیم کرے گا اس کے قرض خواہوں کے درمیان ان کے قرضوں کے بقدر حساب سے۔ اور مفلس مجور کے مال سے قاضی خرچ کرے گا اس کی بیوی اور چھوٹے بچوں اور ذوی الارحام (رشتہ داروں پر)

﴿مفلس مجور کے اقرار مال کا حکم﴾

س: اِنْ اَقَرَّ الْمُفْلِسُ الْمَحْجُوْرُ لِاَحَدٍ فِیْ حَالِ حَجْرِهٖ بِمَالٍ مَا ذَا حُكْمُهٗ؟

ج: لَزِمَهٗ هٰذَا الْمَالُ بِاِقْرَارِهٖ ، وَيُؤَدِّيْهِ بَعْدَ قَضَاءِ دُيُوْنِ الْاَوَّلِيْنَ۔

س: اگر مفلس مجور حالت حجر میں کسی کے لئے مال کا اقرار کردے تو کیا حکم ہے؟

ج: یہ مال اس کے اقرار کی وجہ سے لازم ہوگا لیکن قاضی پہلے قرض خواہوں کے بعد اس کو ادا کرے گا۔

توضیح: اگر مدیون نے حالت حجر میں کوئی اقرار کیا تو اس پر ادائیگی دیون کے بعد لازم ہوگا کیونکہ اس مال کے ساتھ پہلوں کا حق وابستہ ہو چکا تو وہ ان کے غیر کے لئے اقرار کرنے سے ان کا حق باطل نہیں کرسکتا۔

س: لَا يُعْرَفُ لِلْمُفْلِسِ مَالٌ وَيَطْلُبُ غُرَمَاءُهٗ حَبْسَهٗ وَهُوَ يَقُوْلُ لَا مَالَ لِیْ مَا ذَا يَفْعَلُ الْحَاكِمُ ؟

ج: يَحْبِسُهُ الْحَاكِمُ فِیْ كُلِّ دَيْنٍ لَزِمَهٗ بَدَلًا مِنْ مَّالٍ حَصَلَ فِیْ يَدِهٖ كَثَمَنِ الْمَبِيْعِ وَبَدَلِ الْقَرْضِ ، وَكَذَا فِیْ كُلِّ دَيْنٍ الْتَزَمَهٗ بِعَقْدٍ كَالْمَهْرِ وَالْكِفَالَةِ ، وَلَمْ يَحْبِسْهُ فِيْمَا سِوٰى ذٰلِكَ كَعِوَضِ الْمَغْصُوْبِ وَاَرْشِ الْجِنَايَاتِ ، اِلَّا اَنْ تَقُوْمَ الْبَيِّنَةُ بِاَنَّ لَهٗ مَالًا ۔

س: مفلس کے مال کا کوئی اتہ پتہ (خبر) نہیں اور قرض خواہ اس کے قید کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں تو حاکم کیا کرے گا؟

ج: حاکم اس کو قید کرے گا ہر اس دین کے بدلے جو اس پر کسی مال کے عوض جس کو وہ حاصل کر چکا ہے لازم ہوا ہو۔ مثلاً بیع کا ثمن، قرض کا بدل، اور اسی طرح ہر اس دین کے بدلے جو اس پر کسی عقد کی وجہ سے لازم ہوا۔ مثلاً مہر و کفالت، اور اس کے علاوہ اور دیون کے بدلے قید نہیں کرے گا مثلاً غصب کردہ چیز کے عوض میں یا کسی جنایت کے تاوان میں الا یہ کہ بینہ (گواہ) قائم ہوں اس کے مال پر (یعنی اس بات پر کہ اس کا مال موجود ہے)

﴿قاضی کے قید کرنے کی مدت﴾

س: يَحْبِسُهُ الْحَاكِمُ اَبَدًا اَمْ لِذٰلِكَ مُدَّةٌ مُّعَيَّنَةٌ ؟

Marfat.com

ج: اَلْحَبْسُ لَيْسَ بِمَقْصُوْدٍ ، بَلِ الْمَقْصُوْدُ اِبْرَازُ الْمَالِ اِنْ كَانَ عِنْدَه' وَهُوَ يَكْتُمُه' فَيَحْبِسُهُ الْحَاكِمُ شَهْرَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةَ اَشْهُرٍ وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَنْ حَالِهٖ وَمَالِهٖ ، فَاِنْ لَّمْ يَنْكَشِفْ لَه' مَالٌ خَلّٰى سَبِيْلَه' ، وَكَذَا يُخَلّٰى سَبِيْلَه' اِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ عَلٰى اَنَّه' لَا مَالَ لَه' ۔

س: کیا ہمیشہ کے لئے حاکم اس کو محبوس رکھے گا یا اس کے لئے کوئی مدت ہے؟

ج: قید کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود اس سے مال کا ظاہر کروانا ہے اگر اس کے پاس ہے جس کو وہ چھپا رہا ہے۔ تو حاکم اس کو دو، تین ماہ قید میں رکھے اور لوگوں سے اس کی حالت اور مال کے بارے میں دریافت کرتا رہے گا پس اس کے باوجود بھی اگر اس کے مال کا کوئی سراغ نہ لگے تو اسکے راستہ کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا اور اسی طرح اسی وقت بھی اس کو آزاد کر دیا جائے گا جب کہ اس کے پاس عدم مال پر بینہ قائم ہوں (کہ اس کے پاس کوئی مال نہیں)

﴿مفلس قرار دینے کے بعد اس کے اور قرض خواہوں کے درمیان قاضی حائل نہ ہوگا﴾

س: خَلَّى الْحَاكِمُ سَبِيْلَه' بَعْدَ اِنْ لَّمْ يَظْهَرْ لَه مَالٌ فَهَلْ يَحُوْلُ حِيْنَئِذٍ بَيْنَه' وَبَيْنَ غُرَمَائِهٖ بَعْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْحَبْسِ ؟

ج: لَا يَحُوْلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ ، وَلَهُمْ اَنْ يُّلَازِمُوْه'، وَلَا يَمْنَعُوْنَه' مِنَ التَّصَرُّفِ وَالسَّفَرِ ، وَيَاْخُذُوْنَ مِنْ كَسْبِهٖ مَا فَضَلَ عَنْ نَفْقَتِهٖ وَنَفْقَةِ عِيَالِهٖ، فَيَقْسِمُ بَيْنَهُم عَلٰى قَدْرِ حِصَصِهِمْ ۔

س: حاکم نے اس کو آزاد کر دیا اس کے مال کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے، تو کیا اب حاکم اسکے اور غرماء (قرض خواہ) کے درمیان حائل بنا رہے گا اس کے قید سے چھوٹ جانے کے بعد؟

ج: وہ ان کے درمیان حائل نہیں بنے گا۔ اور ان کے قرض خواہوں کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کے ساتھ ہر وقت رہیں لیکن وہ اس کو تصرف اور سفر کرنے سے روک نہیں سکتے۔ اور وہ اس کی کمائی سے لے جو بچ جائے اسکے خرچ اور اھل وعیال کے خرچ سے اور پھر آپس میں تقسیم کریں اپنے حصوں کے حساب سے۔

﴿صاحبین کا اختلاف﴾

س: فِيْ ذٰلِكَ خِلَافٌ لِلصَّاحِبَيْنِ ؟

ج: نَعَمْ ، هُمَا يُخَالِفَانِ فِيْ ذٰلِكَ اَبَا حَنِيْفَةَ ، وَيَقُوْلَانِ : اِنَّ الْحَاكِمَ اِذَا فَلَّسَ الْمَدْيُوْنَ حَالَ بَيْنَهٖ وَبَيْنَ غُرَمَاءِهٖ اِلَّا يُقِيْمُوْا الْبَيِّنَةَ اَنَّه' قَدْ حَصَلَ لَه' مَالٌ۔

س: کیا اسمیں صاحبین کا کچھ اختلاف ہے؟

ج: اس میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ وہ فرماتے ہیں کہ جب حاکم نے مدیون (قرض دار) کو مفلس قرار دے دیا تو حائل رہے گا

Marfat.com

اس کے اور اس کے غرماء کے درمیان مگر یہ کہ جب بینہ قائم ہو جائے اس بات پر کہ اس کے پاس مال گیا۔

﴿فاسق پر حجر کرنے کا حکم﴾

س: هَلْ يُحْجَرُ عَلَى الْفَاسِقِ؟

ج: لَا يُحْجَرُ عَلَى الْفَاسِقِ إِذَا كَانَ مُصْلِحاً لِمَالِهِ۔

س: کیا فاسق کو محجور قرار دیا جائے گا؟

ج: فاسق کو محجور نہیں کہا جائے گا جب کہ وہ اپنے مال کا مصلح ہو۔

توضیح: اگلے مسئلہ کے تحت توضیح آرہی ہے۔

﴿فسق اصلی اور عارضی برابر ہے﴾

س: رَجُلٌ كَانَ صَالِحًا ثُمَّ فَسَقَ مَا الْحُكْمُ فِي الْحَجْرِ عَلَيْهِ؟

ج: الْفِسْقُ الْأَصْلِيُّ وَالطَّارِئُ سَوَاءٌ۔

س: ایک آدمی نیک تھا پھر وہ فاسق ہو گیا تو اس کے محجور ہونے کا کیا حکم ہے؟

ج: فسق اصلی اور طاری (عارضی) دونوں برابر ہیں۔

توضیح: ہمارے یہاں فاسق پر حجر نہیں کیا جائے گا جب کہ وہ مال کے معاملہ میں درست کار ہو خواہ اس کا فسق اصلی ہو کہ بالغ ہی اسی حالت میں ہوا ہے یا طاری ہو یعنی بلوغ کے بعد فاسق ہو گیا ہو امام شافعیؒ کے یہاں سفیہ کی طرح فاسق پر بھی بطریق زجر وعقوبت حجر کیا جائے گا اسی لئے ان کے یہاں فاسق لائق ولایت شہادت نہیں ہے۔

ہماری دلیل۔ فان انستم منهم رشدا فادفعوا اليهم الاية ارشاد ربانی ہے اگر تم ان سے نیک راہ روی دیکھو تو ان کو ان کا مال دے دو (النساء) وجہ استدلال یہ ہے کہ اس میں لفظ رشد نکرہ واقع ہوا ہے جس سے مراد بالا جماع اصلاح فی المال ہے نہ کہ اصلاح فی الدین۔

س: رَجُلٌ ابْتَاعَ مَتَاعًا وَقَبَضَهُ، وَجَعَلَ قِيمَتَهُ دَيْنًا عَلَيْهِ ثُمَّ أَفْلَسَ وَلَهُ غُرَمَاءُ قَبْلَ هذا الْغَرِيمِ وَمَتَاعُ الْمُشْتَرِيْ مَوْجُوْدٌ عِنْدَهُ، هَلْ يَأْخُذُ صَاحِبُ الْمَتَاعِ هذَا المتاعَ لنفسه خَاصَّةً؟

ج: صَاحِبُ هذا لمتاع أسوةٌ للغرماءِ فيهِ۔

س: ایک آدمی نے سامان خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا لیکن اس کی قیمت کو اپنے ذمہ دین ٹھہرایا۔ پھر وہ مفلس ہو گیا اور اس کے لئے اس شخص کے علاوہ اور بھی قرض خواہ ہیں اور خریدا ہوا سامان اس کے پاس موجود ہو تو کیا سامان والا اپنے سامان کو اپنے لئے صرف لے سکتا ہے؟

Marfat.com

ج:اس سامان والا باقی غرماء کے ساتھ اس میں برابر کا شریک ہوگا۔

توضیح: ایک آدمی کو مفلس قرار دیا۔اس نے اس سے پہلے کسی آدمی سے مثلاً بکری خریدی تھی اور بکری والے کو قیمت ادا نہیں کی تھی اور وہ بکری مفلس کے پاس بعینہ موجود ہے،تو جس طرح اور قرض خواہوں کو ان کے حصے کے مطابق مال ہونے پر قرض ملے گا اسی طرح بکری والے کو مال ہونے پر حصے کے مطابق بکری کی قیمت ملے گی۔بکری والا اپنی پوری بکری نہیں لے جا سکتا۔بلکہ بکری بیچ کر سب کو قرض ادا کیا جائے گا۔بکری کی بیع ہونے کے بعد یہ بکری مفلس کی ہوگی۔بکری والے کی نہیں رہی۔البتہ مفلس پر اسی کی قیمت واجب ہے جو مفلس پر قرض ہوگی اس لئے جس طرح اور قرض خواہ مال آنے پر اپنے اپنے حصے کے مطابق لیں گے۔اسی طرح یہ بکری والا بھی اپنا حصہ لے گا۔مثلاً بکری کی قیمت تین ہزار روپے تھی اور مفلس پر دو ہزار قرض تھا۔زید کا ایک ہزار عمر کا پانچ سو اور خالد کا ڈھائی سو قرض تھا اور بکری کی قیمت تین ہزار اور مفلس کے پاس ایک ہزار روپے آئے تو ہر ایک قرض خواہ کو آدھا آدھا قرض ملے گا۔یعنی زید کو پانچ سو،عمر کو ڈھائی سو۔خالد کو سوا سو اور بکری والے کو بھی ڈھائی سو کا آدھا یعنی سوا سو روپے اور قرض خواہوں میں شریک ہوگا۔

فائدہ

﴿فائدہ﴾

چھوٹی عمر اسباب حجر میں سے ہے جس کی ایک انتہا ہے تو اس کی انتہاء بیان کرنا بھی ضروری ہے اس فائدہ کے تحت ان مسائل کو بیان کر رہے ہیں۔

﴿بلوغ کی عمر﴾

س:ما السنُّ الذِیْ اذا بلغهُ الغلامُ أو الجاريةُ يحكمُ ببلوغِهما ؟

ج:بلوغُ الغلامِ با لاحتلامِ والانزالِ والاحبالِ اذا وَطِئَ ، فان لم يو جدْ ذلك فحتّى يَتِمَّ له ثَمانى عشرةَ سنةً ، وبلوغُ الجاريةِ با لحَيْضِ والاحتلامِ والحَبَلِ ، فان لم يوْجَدْ فحتى يتمَّ لها وسبعَ عشرةَ سنةً۔

س:لڑکا یا لڑکی کس عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے بلوغ کا حکم کیا جائے گا؟

ج:لڑکے کا بالغ ہونا احتلام یا انزال یا اس کی وطی کرنے سے،عورت کے حمل ٹھہر جانے سے ہے پس اگر یہ علامات نہ پائی جائیں تو اٹھارہ سال کے پورے ہونے پر (بالغ سمجھا جائے گا) اور لڑکی کا بالغ ہونا حیض،احتلام اور حمل کے ٹھہرنے سے ہے پس اگر یہ علامات نہ پائی جائیں تو سترہ سال کے پورے ہونے پر۔(بالغ سمجھی جائے گی)

توضیح: جب تین چیزوں میں سے کوئی چیز پائی جائے تو بچہ بالغ ہو جاتا ہے۔(۱) احتلام یعنی خواب میں کسی سے صحبت کرنا اور منی

Marfat.com

کا خارج ہونا۔

(۲) احبال یعنی عورت کے ساتھ وطی کر کے اس کو حاملہ کر دینا۔

(۳) انزال: ان تینوں میں اصل انزال ہے کیونکہ بغیر انزال کے احتلام کا اعتبار نہیں ہے، نیز عورت بلا انزال حاملہ نہیں ہوتی تو انزال اصل ٹھہرا اور احبال واحتلام اس کی علامت ہوئیں بلوغ صغیرہ بھی تین امور میں سے کسی ایک سے ہوتا ہے (۱) حیض (۲) احتلام (۳) حمل یعنی حاملہ ہو جانا اگر ان میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو پھر عمر کا لحاظ ہوگا یعنی جب لڑکا اٹھارہ سال کا اور لڑکی سترہ سال کی ہو جائے تو بالغ ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا یہ حکم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے عن ابی ھریرہؓ مرفوعا رفع القلم عن الثلاثة عن الغلام حتی یحتلم فا ن لم یحتلم حتی یکون ابن ثمان عشر (ب) (سنن بیہقی، باب البلوغ ج سادس ص ۹۴، نمبر ۱۱۳۰۷) اس اثر میں ہے کہ احتلام نہ ہو تو آدمی اٹھارہ سال کا ہو تو بالغ سمجھا جائے گا۔ اور لڑکی کا بالغ ہونا حیض کی وجہ سے اور احتلام کی وجہ سے اور حاملہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ پس اگر یہ علامتیں نہ پائی جائیں تو یہاں تک کہ سترہ سال پورے ہو جائیں۔ اور لڑکی چونکہ جلدی بالغ ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب مرد کے اٹھارہ سال ہوئے تو عورت کا ایک سال کم کر دیا اس لئے سترہ سال میں بالغ ہو جائے گی۔

س: هو قول أئمتنا الثلاثةِ أم فيه خلافٌ فيما بينهم ؟

ج: فيه خلافٌ بين أبى حنيفةؒ وصاحبيه رحمهم الله تعالى ، فانهما يقولان اذا تمَّ للغلامِ والجاريةِ خمس عشرة سنةً فقد بلغا، ولو وُجِدَ الاحتلامُ أو الانزالُ أو الاحبالُ من الغلامِ ، أَوِ الحيضُ والاحتلامُ والحبلُ من الجاريةِ يُحكمُ ببلوغهما قبل هذ السن ، والفتوى على قولهما۔

س: کیا یہ ہمارے تینوں ائمہ کا قول ہے یا کہ ان کا آپس میں اختلاف ہے ؟

ج: صاحبین اور امام ابوحنیفہؒ کے مابین اختلاف ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب لڑکا یا لڑکی پندرہ سال کے ہو جائیں تو وہ بالغ شمار ہوں گے اور اگر لڑکے سے احتلام، انزال یا حمل کا ٹھہروانا ثابت ہو یا لڑکی سے حیض، احتلام یا حمل ثابت ہو جائے اس سے قبل تو ان کے بلوغ کا حکم کیا جائیگا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے۔

توضیح: امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا جب پورے ہو جائیں لڑکے کے لئے اور لڑکی کے لئے پندرہ سال تو سمجھو دونوں بالغ ہو گئے۔ اس حدیث میں ہے کہ پندرہ سال کے لڑکے کو بالغ اور بڑا سمجھا گیا۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ان کو حضور اکرم ﷺ کے سامنے جنگ احد کے دن پیش کیا گیا وہ اس وقت چودہ سال کے تھے، فرماتے ہیں کہ مجھے جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں ملی، پھر مجھے جنگ خندق کے دن پیش کیا گیا اور میں پندرہ سال کا تھا تو مجھے جنگ میں شرکت کی اجازت مل گئی۔ حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس گیا وہ اس وقت خلیفہ تھے میں نے یہ حدیث بیان کی فرمایا یہ عمر چھوٹے اور بڑے کے درمیان حد ہے اور اپنے عمال کو لکھا کہ جو پندرہ سال کے ہو جائیں ان کے لئے عطیہ متعین کر دے (بخاری شریف، باب البلوغ الصبیا

Marfat.com

ن وشهادلهم ص٣٦٦ نمبر ٢٦٦٤ مسلم شریف باب بیان سن البلوغ ص١٣١ نمبر حدیث ١٨٦٨ ابو داود شریف نمبر حدیث ٤٤٠٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی پندرہ سال کی عمر تک پہنچ جائے تو اس کو بڑا اور بالغ سمجھا جاتا ہے، اور اس حدیث میں عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے عورت میں بھی کوئی علامت بلوغ نہ پائی جائے تو پندرہ سال میں اس کو بالغ سمجھا جائے گا۔ فتوی صاحبین کے قول پر ہے وجہ فتوی عادت غالبہ ہے کہ اکثر اوقات اتنی مدت میں بلوغ کی علامات ظاہر ہو جاتی ہیں۔

﴿قریب البلوغ لڑکے یا لڑکی کے بلوغ کے دعوی کا حکم﴾

س: اذا راهق الغلامُ أو الجاريةُ الحلمَ وأشكل أمرُهما في البلوغِ وقالا قد بلغنَا هل يُؤخذ بقولِهما ؟

ج: القولُ قولُهما، وحينئذ تجرى عليهما أحكامُ البالِغين ۔

س: اگر لڑکا یا لڑکی قریب البلوغ ہوں اور دونوں کے بلوغ کا معاملہ مشتبہ ہو اور دونوں یہ کہہ دیں کہ ہم بالغ ہو گئے تو کیا ان کے قول کو لیا جائے گا؟

ج: ان کے قول کا اعتبار ہوگا اور اسوقت سے ان پر بلوغ کے احکامات جاری ہوں گے۔

توضیح: اگر لڑکا یا لڑکی بلوغ کے قریب پہنچ جائیں اور بلوغ کے بارے میں ان کی حالت مشتبہ ہو جائے یعنی یہ علم نہ ہو سکے کہ وہ بالغ ہو گئے یا نہیں اور وہ اپنے بالغ ہونے کا دعوی کریں تو ان کا قول مقبول ہوگا جیسے عورت اگر حیض آنے کی خبر دے تو اس کا قول مقبول ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو امر عورت ہی کی طرف سے معلوم ہو سکتا ہو اس میں عورت کا اظہار بحکم آیت (ولا يحللهن ان يكتمن ما خلق الله في ارحامهن) مقبول ہوتا ہے تو ایسے ہی قریب البلوغ لڑکے کا قول بھی مقبول ہوگا کیونکہ بلوغ ایسی بات ہے جس کا علم انہیں کی جانب سے ہو سکتا ہے ہاں اگر لڑکا بارہ سال سے کم اور لڑکی نو سال سے کم عمر کی ہے اور وہ اپنا بالغ ہونا بیان کریں تو ان کی تصدیق نہیں کی جائے گی، کیونکہ ظاہر ان کو جھٹلا رہا ہے فتاوی قاضی خان اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ ادنی عمر جس میں لڑکے کے بالغ ہونے کا قول معتبر ہوگا وہ بارہ سال ہے اور لڑکی کے حق میں نو سال ہے اس سے کم میں ان کا قول معتبر نہ ہوگا۔

کتاب الاقرار

﴿اقرار کرنے کا بیان﴾

مقر، اقرار کرنے والا (۲) مقرلہ، جس کے لئے اقرار کیا ہوا (۳) مقر بہ وہ چیز جس کا اقرار کیا ہو۔ لغت کے اعتبار سے اقرار بمعنی اثبات ہے اصطلاح شریعت میں غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو مقر پر لازم و ثابت ہو۔ عربی میں اس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔ اخبار عن ثبوت حق الغير على نفسه۔ اس تعریف میں لفظ علی سے (جو مفید ضرر ہے) معلوم ہوا کہ اخبار حق

Marfat.com

اپنی ذات کے نفع کے لئے ہوتو وہ اقرار نہ ہوگا بلکہ دعوی کہلائے گا، اور نفسہ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اخبار حق غیر کسی دوسرے شخص پر ہوتو وہ بھی اقرار نہیں ہوگا بلکہ اس کو شہادت کہیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اوپر کسی حد، قصاص یا مال کے اقرار کرنے کو اقرار کہتے ہیں اس کا ثبوت حدیث ابوھریرہؓ سے ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا اس حال کہ آپ مسجد میں تھے تو آواز دے کر اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے پس آپ ﷺ نے اس سے اعراض کر لیا یہاں تک کہ اس نے چار مرتبہ لوٹایا۔ پس جب اپنی ذات پر چار مرتبہ گواہی دی تو آپ ﷺ نے اس کو بلایا اور پوچھا کیا تم کو جنون ہے؟ کہا نہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم محض ہو؟ کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا اس کو لے جاؤ اور رجم کرو اس حدیث میں حضرت ماعزؓ نے اپنے اوپر زنا کا اقرار کیا پھر ان پر زنا کی حد جاری کی گئی۔ اس سے اقرار کا ثبوت ہوا اس آیت میں اقرار کا ثبوت (قال اقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا (آیت نمبر ۸۱ سورہ آل عمران)

﴿عاقل بالغ آزاد کے اقرار کا حکم﴾

س: ما حکمُ الاقرار فی الشریعةِ المطهرةِ ؟

ج: اذا أقرَّ الحرُّ البالغُ العاقِلُ بحقٍ لزمه اقرارُہ ، مجهولا کا ن ما اقر به أو معلوما ، والمقر یؤخذ با قرار ہ۔

س: شریعت مطہرہ میں اقرار کا کیا حکم ہے؟

ج: جب کوئی آزاد، عاقل، بالغ شخص کسی حق کا قرار کرلے تو اس کا اقرار اس پر لازم ہوگا خواہ وہ چیز جس کا اقرار کیا ہے معلوم ہو یا مجہول اور مقر (اقرار کرنے والے) کا اپنے اقرار کی وجہ سے مواخذہ ہوگا۔

توضیح: جب کوئی آزاد عاقل بالغ شخص کسی کے متعلق اپنے اوپر کسی حق کا اقرار کرتا ہے تو وہ اس شخص پر لازم ہو جائے گا، اقرار کردہ چیز معلوم ہو یا مجہول ہو۔ مثلا کہتا ہے کہ فلاں شخص کے میرے ذمہ ۲ ہزار روپے ہیں یا اقرار مجہول کرتا ہے کہ فلاں کا میرے ذمہ کچھ ہے، دونوں صورتوں میں اقرار صحیح اور لازم ہوگا اس پر اس کا مواخذہ ہوگا۔ عبارت میں آزاد کی قید اس لئے لگائی ہے کہ غلام مال کا اقرار کرے تو وہ مال مولی پر لازم ہوگا، اور نقصان مولی کا ہوگا اس لئے اگر تجارت کی اجازت نہ ہو تو غلام اپنے اوپر مال کا اقرار نہیں کرسکتا ہاں اپنے اوپر حد اور قصاص کا اقرار کرسکتا ہے، کیونکہ اس میں اس کی جان کا نقصان ہے اور اس کا یہ ذاتی حق ہے، بالغ اور عاقل کی قید اس لئے لگائی ہے کہ بچے اور مجنون کا اقرار معتبر نہیں ہے، حضرت عائشہؓ کی روایت ہے تین آدمیوں سے قلم اٹھایا گیا ہے (۱) سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔ (۲) مجنون سے یہاں تک کہ تندرست ہو جائے (۳) اور بچے سے یہاں تک کہ بڑا ہو جائے۔

﴿مجہول چیز کے مؤاخذہ کا حکم﴾

س: کیف یؤخذُ بالمجهول ؟

Marfat.com

ج:یقال له بیّنِ المجهولَ فان لم یُبیّنْ اجبرهُ الحاکمُ علی البیانِ۔
س:مجہول چیز کا مواخذہ کس طرح کیا جائے گا؟
ج:مقر سے کہا جائے گا کہ مجہول کی وضاحت کر، پس اگر وہ اس کی وضاحت نہ کرے تو حاکم اس کو اس کے بیان کرنے پر مجبور ہوگا۔

﴿فلاں کا میرے ذمہ ہے کچھ ہے کہنے کا حکم﴾

س:قال لفلان علی شئی استخبره الناسُ واخبره الحاکم فبین وقال :عَلَیَّ قطرةُ ماءٍ أوحَبَّةُ حنطةٍ مثلاًما ذا حکمُه؟
ج:لا یقبل قولُه هذا بل یلزمه ان یبینَ مَا لَهُ قیمةٌ۔
س:کسی شخص نے کہا۔فلاں شخص کا میرے ذمہ کچھ ہے تو لوگوں نے اس کی وضاحت چاہی اور حاکم نے اس کو وضاحت پر مجبور کر دیا تو اس نے یوں بیان کیا فلاں کا مجھ پر ایک گھونٹ پانی تھا یا ایک دانہ گندم کا ہے مثلاً تو اس کا کیا حکم ہوگا؟
ج:اس کے اس قول کو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ لازم ہوگا کہ وہ ایسی چیز کا بیان کرے جس کی کوئی قیمت ہو۔

﴿معلوم یا مجہول چیز کا اقرار کرنا﴾

س:أقر بمعلومٍ أو بمجهولٍ وادعی المُقَرُّ له أکثرَ من ذلكَ بما ذا یُقْضٰی؟
ج:اذا أقر با لمجهولِ أوقال له علی مال فالمرجَع فی بیانه الیه ، والقول فیه قولُه مع یمینه ، ویقبل قولُه فی القلیل والکثیر۔
س:مقر نے ،مجہول یا معلوم چیز اقرار کیا لیکن مقرلہ (جس کے ئے اقرار کیا ہے) نے اس سے زیادہ کا دعوی کیا جس کا اس کے لیے اقرار ہوا تو اب کیا فیصلہ کیا جائے گا؟
ج:اگر اس شخص نے مجہول کا اقرار کیا ہو یا کہا ہو کہ فلاں کا مجھ پر مال ہے تو اس صورت میں مرجع اس کے بیان اسی کی طرف ہوگا۔ اور اس میں بات اسی کی مانی جائے گی قسم کے ساتھ اور اسی کے قول کو قلیل اور کثیر میں مانا جائے گا۔

﴿علی مال عظیم کہنے کا حکم﴾

س:ان قال لی عَلَیَّ مالٌ عظیمٌ ثم بین وقال :هی عشرةُ دراهمَ هل یُصَدَّقُ فی ذلك؟
ج:لا یصدق فی هذه الصورةِ فی أقل من مِاَتَیْ درهمٍ۔
س:اگر اس نے یوں کہا۔اس کا مجھ پر بہت مال ہے اور پھر وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ وہ دس دراھم ہیں تو کیا اس کی تصدیق کی جائے گی؟

Marfat.com

ج:اس صورت میں دوسو درھم سے کم میں تصدیق نہیں کی جائے گی۔

توضیح: شریعت مطہرہ میں دوسو درہم یا بیس دینار کو مال عظیم کہتے ہیں اسی لئے دوسو درہم یا بیس دینار پر زکوۃ واجب ہے، اس لئے مال کے ساتھ عظیم کی صفت بڑھائی ہے تو دوسو درہم سے کم میں اقرار مقبول نہیں ہے، اتنا یا اس سے زیادہ اقرار کرنا ہوگا۔

«اس کے مجھ پر دراہم کثیرہ ہیں" کہنے کا حکم»

س:وان قالَ :له علِی دراهمُ كثيرةٌ ثم بين وقال :هی ثلاثةٌ مثلا هل يصدق فی ذلك ؟

ج: لَمّا وصف الدراهم با لكثرة لم يصدق فی أقل من عشرة دراهم ۔

س:اگر یوں کہا۔کہ اس کے مجھ پر بہت زیادہ دراھم ہیں اور پھر اس کی تصریح کی کہ وہ تین تو ہیں مثلاً کیا اس میں اسکی تصدیق کی جائے گی؟

ج: جب اس نے دراھم کو کثرت کے ساتھ موصوف کردیا تو دس دراھم سے کم میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔(کیونکہ دراہم جمع کا صیغہ بولا ہے پھر دراہم کے ساتھ کثیرۃ کی صفت تو عربی گنتی میں دراہم جمع کا صیغہ دس تک بولا جاتا ہے کہتے ہیں عشرۃ دراہم، اوراس کے بعد گیارہ سے واحد کا صیغہ آجاتا ہے)

«مجھ پر اس کے دراہم ہیں" کہا تو کم از کم تین درہم لازم ہونگے»

س:فان قال :له علی دراهم بماذا يؤخذ ؟

ج:يؤخذ بثلاثة دراهم ، لأنها أقل الجمع ، الا أن يبين أكثر منها ۔

س:اگر یوں کہا۔اس کے مجھ پر دراھم ہیں تو کتنے لئے جائیں گے؟

ج:کم سے کم تین لئے جائیں گے اس لئے کہ یہ جمع کے صیغہ کا اقل فرد ہے الا یہ کہ وہ اس سے زیادہ کی تصریح کردے۔

س:ان قال :له علیَّ كذا كذا درهمًا أو قال :له علی كذا و كذا درهما ما ذا حكمه ؟

ج:لم يصدقُ فی الصورةِ الأولیٰ فی أقلِّ من أحدَعشرَ درهمًا ، وفی الثانية فی أقل من أحد وعشرين درهما ۔

س:اگر یوں کہا۔اس کے مجھ پر اتنے اتنے درھم ہیں یا کہا۔اس کے مجھ پر اتنے اور اتنے درھم ہیں تو کیا حکم ہوگا؟

ج: پہلی صورت میں گیارہ،اور دوسری صورت میں اکیس درہم سے کم میں تصدیق نہیں کی جائے گی۔(کہ احد عشر بغیر عطف کے اوراحد وعشرون مع عطف کے ہے)

توضیح: اقرار کنندہ کہے۔علی كذا درهما،تو قابل اعتماد قول کے مطابق صرف ایک درہم واجب ہوگا اس لئے کہ درہم کے لفظ سے مبہم عدد کی وضاحت ہو رہی ہے۔اور اگر اس طرح کہے كذا كذا درهما تو اس صورت میں گیارہ دراہم واجب ہوں گے۔اور اگر مع حرف اس طریقہ سے کہے کذا وکذا درہما تو اس شکل میں اکیس دراہم واجب ہوں گے اس لئے کہ شکل اول میں اس

Marfat.com

نے دو مبہم عدد حرف عطف کے بغیر بیان کیے۔اور اس طرح کا کم سے کم عدد گیارہ ہے اور دوسری شکل میں مع حرف عطف بیان کئے اور اس کی ادنیٰ مثال احد وعشرون (اکیس درہم) ہے۔

﴿لہٗ عَلَیَّ او قِبَلی کہنا دین کا اقرار ہے﴾

س:اذا قال له علی أو قبلی ، ما ذا حكمه ؟

ج:هو اقرار بدين ۔

س:اجب کسی نے کہا''اس کے مجھ پر یا میری طرف تو ان الفاظ کا کیا حکم ہے؟

ج:یہ دین کا اقرار شمار ہوگا؟

توضیح: عربی میں علی کا لفظ اپنے اوپر لازم کرنے کے لئے آتا ہے اس لئے اگر اس طرح کہا کہ میرے اوپر ہے تو یوں سمجھا جائے گا کہ اس پر فلاں کا قرض ہے اصل میں اس کی طرف اشارہ ہے عن مسروق قال كان الرجل مال علی او قال علی دین دار قطنی ،کتاب البیوع ج ثالث ص ۱۵ نمبر ۳۰۰۶) اس اثر میں مال علی سے اپنے اوپر دین لازم کرنے کا اقرار ہے اس لئے کسی نے علی کہا تو دین کا اقرار سمجھا جائے گا۔اور قبلی میرے طرف سے بھی دین کا اقرار ہوگا۔کیونکہ یہ بھی اپنے اوپر لازم کرنے کے لئے آتا ہے۔

﴿لہ عندی یا لہ معی کہنا''اقرار امانت ہے﴾

س:ولو قال لَهٗ عندی او مَعِیَ علی ما يحملُ هذا لاقرارُ ؟

ج:هذا اقرارٌ بأمانة فی يدهٖ ۔

س:اگر یوں کہے''اسکے میرے ہاں یا میرے پاس''تو ان کلمات کو کس پر محمول کیا جائے گا؟

ج:یہ کلمات امانت کے اقرار پر دال ہیں کہ وہ چیز اس شخص کے پاس امانت ہے۔

س:ادعی رجلٌ علی آخَرَ وقال :لی علیك ألف درهم ، فقال المخاطبُ :قضيتُها ، أو قال :اِنْتَقِدْهَا أَوِ اتَّزِنْهَا أو أَجِّلْنِي بها ما ذا حكمه ؟

ج:هذا يحملُ علَى الأقرارِ ۔

س:ایک نے دوسرے پر دعوی کیا اور کہا۔میرے تجھ پر ایک ہزار درھم ہیں اسکو نقد لے یا وزن کر یا مجھے مہلت دے تو اسکا کیا حکم ہے؟

ج:ان کلمات کو اقرار پر محمول کیا جائے گا۔

س:أ قر لرجل بدين مؤجّلٍ ، فصدقه المُقَرُّ له فی الدين و كذبه فی التأجِيْلِ ، هل يحكم بالتاجيل أو يلزَمه

Marfat.com

أداء هُ حالا ؟

ج:لزمه أدائه حالا ویستخلف المقر له فی الأجل ۔

س:ایک آدمی نے دوسرے کیلئے دین موجل کا اقرار کیا تو مقرلہ نے دین کی تو تصدیق کی لیکن موخر ہونے کی تصدیق نہیں کی، تو کیا فیصلہ تاجیل کا ہوگا یا اس پر فی الحال ادائیگی لازم ہوگی؟

ج:اس پر فی الحال ادائیگی لازم ہوگی اور تاجیل (تاخیر) کے بارے میں مقرلہ (جس کے لئے اقرار کیا) سے قسم لی جائے گی۔

توضیح: ایک شخص نے دین موجل کا اقرار کیا اور مقرلہ نے دعوہ کیا کہ دین موجل نہیں فوری ہے تو مقر پر دین فوری لازم ہوگا اور مقرلہ پر اس بات پر قسم لی جائے گی کہ دین کی کوئی مدت نہیں تھی کیونکہ مقر نے حق غیر کے اقرار کے ساتھ اپنے لئے حق تاجیل کا دعوہ کیا ہے پس یہ ایسے ہوگیا جیسے کوئی دوسرے کے لئے غلام کا اقرار کرے اور ساتھ ساتھ یہ بھی دعوے کرے کہ میں نے اس سے یہ غلام بطریق اجارہ لیا ہے کہ اس صورت میں مقر کی تصدیق نہیں ہوتی تو یہاں بھی اس کی تصدیق نہ ہوگی امام احمدؒ کے نزدیک اور ایک قول کے لحاظ سے امام شافعیؒ کے نزدیک دین موجل لازم آئے گا اور مقر سے قسم لی جائے گی کہ دین موجل ہی تھا فوری نہیں تھا۔

﴿دین کا اقرار کرنا اور متصل ہی کچھ کا استثناء کر لینے کا حکم﴾

س:اقر بدین واستثنی منه شیئا متصلاً با قراره ما ذا حکمُه ؟

ج:صح الاستثناء ولزمه الباقی ، وسواء فی ذلك استثناء الأقلِّ والأکثرِ ۔

س:دین کا اقرار کیا لیکن اس کے ساتھ متصل کچھ کا استثناء بھی کیا تو کیا حکم ہے؟

ج:استثناء درست ہوگا اور مابقیہ لازم ہوگا اور برابر ہے کہ اس نے استثناء کم کیا ہو یا اکثر کا۔

س:وما قولکم فیماذ استثنی الجمیع ؟

ج:یبطلُ الاستثناءُ ویلزمُه الاقرارُ۔

س:اگر تمام کا اقرار کرنے کے بعد استثناء کرلے تو کیا حکم ہوگا؟

ج:استثناء باطل اور اقرار لازم ہوگا۔

س:لو :قال :له علی مائةُ درهم الا دینارا أو الا قفیزَ حنطة بماذا بحکم ؟

ج:یحکم بمائة درهم و یستثنی منه قیمةُ الدینار أو القفیز ۔

س:اگر کہا۔اسکے مجھ پر سو درھم ہیں سوائے ایک دینار یا ایک قفیز گندم کے تو کیا فیصلہ کیا جائے گا؟

ج:سو درھم کا فیصلہ ہوگا اور دینار یا ایک قفیز گندم کی قیمت اس سے مستثنی ہوگی۔

توضیح :یہ مسئلہ اس اصول پر متفرع ہے کہ خلاف جنس سے استثناء کرے تو کس کس جنس سے خلاف جنس کا استثناء صحیح ہے تو اس میں

Marfat.com

قاعدہ یہ ہے کہ قریب قریب جنس کا ہوتا تو اس سے استثناء صحیح ہے جیسے دینار اور درہم کے جنس قریب ہیں۔ کیونکہ دونوں ثمن ہیں۔ اسی طرح ایک قفیز گندم درہم کی جنس کے قریب ہے کیونکہ کیلی اور وزنی اور متقارب عددی چیزیں ثمن بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کسی بیع میں گندم چاول، آٹا کو ثمن بنائے تو بن سکتے ہیں۔ اس لئے کچھ نہ کچھ درہم کی جنس سے ہوئے۔ اور جب قریب قریب جنس کی ہوئی تو درہم سے اس کا استثناء درست ہوگا اور سو درہم سے اس کی قیمت کم کر کے لازم ہونگے کپڑے میں گز صفت ہے اس لئے وہ ثمن بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس لئے سو درہم سے کپڑے کا استثناء کرے تو استثناء صحیح نہیں ہے۔ اس لئے پورے سو درہم ہی لازم ہوں گے۔ اس قاعدہ کے اعتبار سے اگر یوں کہا کہ فلاں کے میرے اوپر سو درہم ہیں۔ مگر ایک دینار تو سو درہم میں سے ایک دینار کی قیمت کم کر کے لازم ہوں گے۔ اسی طرح مقر نے کہا کہ مجھ پر فلاں کے سو درہم ہیں مگر ایک قفیز گیہوں تو سو درہم سے ایک قفیز گندم کا استثناء صحیح ہے۔ کیونکہ ثمنیت کے اعتبار سے دونوں ایک جنس ہیں۔ اس لئے سو درہم میں سے ایک قفیز گیہوں کی قیمت کم کر کے لازم ہوں گے۔

﴿مائۃ و درہم کہنے سے ایک سو ایک درہم لازم ہوں گے﴾

س: قال: له عَلَيَّ مائةُ وَّدرهمٌ، فعطف الدِرْهَمَ عَلَى الْمِائَةِ وَحَذَفَ التميزَ ما ذا يجبُ عليه؟

ج: يجبُ عليه مائةُ درهمٍ ودرهمٌ، ويقال انه حذف نفظة درهم الّذى هو تميزٌ للمائةِ۔

س: اگر یوں کہا اسکے مجھ پر سو اور ایک درھم ہے کہ کلام میں درھم کا عطف سو (مائتہ) پر کیا اور تمیز کو حذف کر دیا تو اس پر کیا واجب ہو گا؟

ج: اسپر ایک سو ایک درھم واجب ہوں گے اور یہ کہا جائے کہ اسنے لفظ درھم جو کہ سو (مائتہ) کی تمیز تھی حذف کر دی۔

﴿سو اور ایک کپڑے کا اقرار کرے تو ایک کپڑا لازم ہوگا﴾

س: ولو اقر بمائة وثوب ما ذا يجب عليه؟

ج: لزمه ثوبٌ واحدٌ ويُرجعُ اليه فى تفسير المائة۔

س: اگر اقرار کرے سو اور ایک کپڑے کا تو اسپر کیا واجب ہوگا؟

ج: ایک کپڑا لازم ہوگا اور مائتہ (سو) کی وضاحت کے متعلق اس سے رجوع کیا جائے گا (کہ اس سے تیری کیا مراد ہے)

﴿کسی کے لئے اقرار کیا اور متصلا انشاء اللہ کہا تو اس کا حکم﴾

س: أقر لرجلٍ بحقٍّ وقال ان شاء الله تعالى متصلا با قرارِهِ ما ذَا يلزَمُه؟

ج: لا يلزَمُه شيءٌ لأن هٰذَا الْإِسْتِثْناءَ يرفعُ الكلامَ من أصلِه ويجعلُه كأنَّه لَمْ يَكُنْ

Marfat.com

س: کسی کے لئے کسی حق کا اقرار کیا اور اقرار کے ساتھ متصلاً ان شاء اللہ کہا تو اس پر کیا لازم ہوگا؟
ج: اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا اس لئے کہ ایسا استثناء کلام کو بالکل ختم کر دیتا ہے اور گویا کلام کو ایسا مانا جائے گا کہ اس پر تلفظ ہی نہیں ہوا۔

﴿کسی نے کسی کے لئے حق کا اقرار کیا اور ساتھ ہی کہا مجھے تین کا اختیار ہے﴾

س: رجلٌ اَقَرَّ لأحدٍ بحقٍّ وقالَ: أنا با لخيارِ الى ثلاثةِ أيامٍ مثلاً ماذا حكمُه؟
ج: الاقرارُ لازمٌ والخيارُ با طلٌ، لأن الخيارَ للفسخ والاِقْرارُ لا يُقبلُه۔
س: ایک آدمی نے کسی کے لئے حق کا اقرار کیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ مجھے تین دن کا اختیار ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟
ج: اقرار لازم اور اختیار باطل، اس لئے کہ اختیار معاملہ کو فسخ کرنے کے لئے ہوتا ہے اور اقرار فسخ کو قبول نہیں کرتا۔

﴿مکان کا اقرار اور عمارت کا استثناء کرنے کا حکم﴾

س: أقر لرجُلٍ بدارٍ واستثنٰى بِنا ئَها لنفسِهٖ ماذا يلزمُه؟
ج: يلزَمه الدارُ والبناءُ جميعًا والاستثناءُ لا يُعَبأُ بِهٖ۔
س: کسی کے لئے مکان کا اقرار کیا لیکن اس کی عمارت کا استثناء اپنے لئے کیا (کہ عمارت میں نے بنائی ہے) تو اس پر کیا لازم ہوگا
ج: مکان اور بناء (عمارت) دونوں لازم ہوں گے اور استثناء سے کوئی فرق نہیں ہوگا۔ (اگلے مسئلہ کے تحت توضیح آرہی ہے)
س: وإنْ قال: بِناءُ هٰذهِ الدّارِ لِیْ والعَرْصةُ لفُلانٍ هل يُصدَّقُ فی ذٰلك؟
ج: نعم يُصدَّقُ۔
س: اگر یوں کہا اس کہ اس مکان کی عمارت میری ہے اور زمین فلاں کی ہے تو کیا اس میں اس کی تصدیق کی جائے گی؟
ج: جی ہاں تصدیق کی جائے گی۔

توضیح: مقر نے کسی کے لئے دار کا اقرار کر لیا اور اس کی بنا کا استثناء کر لیا تو دار اور بنا دونوں مقرلہ کے ہوں گے کیونکہ بنا تو دار میں داخل ہے کہ اس کے بغیر عمارت ہی نہیں ہو سکتی ہاں اگر اس کے صحن کا استثناء کرے تو یہ صحیح ہے کیونکہ صحن تو اس خالی بقعہ کو کہتے ہیں جس میں بناء نہ ہو پس یہ دار میں داخل نہیں ہے۔

س: أقر بتمر فی قَوْصرَةٍ ما ذا يَلْزَمُه؟
ج: يلزَمه التمَرُ والقوصَرةُ جميعًا۔
س: کھجوروں کی ٹوکری کا اقرار کیا تو اس پر کیا لازم ہوگا؟
ج: ٹوکری اور کھجوروں دونوں لازم ہوں گی۔

Marfat.com

﴿اصطبل کے جانور کا اقرار کرنے کا حکم﴾

س: أقَرَّ بدابَّةٍ وهي في أصطبل بما ذا يُقْضٰى عليه ـ
ج: يُقْضٰى عليه با لدَّابَّةِ خاصةً ـ
س: اگر جانور کا اقرار کیا جو کہ اصطبل میں ہے تو کیا فیصلہ کیا جائے گا؟
ج: صرف جانوروں کا فیصلہ کیا جائے گا۔

﴿میں نے رومال میں یا ایک کپڑے میں کپڑا غصب کیا کہنے کا حکم﴾

س: ان قال: غَصَبْتُ ثوبًا في مِنديلٍ ، أو قال: له عليَّ ثوبٌ في ثوبٍ بماذا يُحكَم عليهِ ؟
ج: يُحكَم عليه با لثَّوبِ والمنديلِ كِلَيْهِما و كَذَا با لثَّوبَيْنِ جميعًا ـ
س: اگر کہا۔ میں نے رومال مین کپڑا غصب کیا کہا۔ فلاں کا مجھ پر کپڑا ہے جو کہ دوسرے کپڑے میں ہے تو اس میں کیا فیصلہ کیا جائے گا؟
ج: فیصلہ کپڑے اور رومال دونوں کا کیا جائے گا اور اسی طرح دونوں کپڑوں کا بھی۔

﴿مجھ پر کپڑا ہے دس کپڑوں میں" کہنے کا حکم﴾

س: اِنْ قال: له عليَّ ثوبٌ في عشرةِ أثوابٍ ما ذا يَلْزَمُهٗ ؟
ج: قال أبو يوسفؒ: لم يَلْزَمُهُ الا ثوبٌ واحدٌ ، وقال محمدؒ: يَلْزَمُهُ احدَ عَشَرَ ثوبًا ـ
س: اگر کہے۔ اس کا مجھ پر کپڑا ہے دس کپڑوں میں تو کیا لازم ہوگا؟
ج: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک کپڑا لازم ہوگا اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ گیارہ کپڑے لازم ہوں گے۔
توضیح: ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجھ پر فلاں کا ایک کپڑا ہے دس کپڑوں میں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف ایک کپڑا لازم ہوگا۔ امام صاحبؒ کا بھی یہی قول ہے (کافی) اسی پر فتوے ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں گیارہ کپڑے لازم ہوں گے کیونکہ بعض عمدہ ترین اور بیش بہا کپڑے کئی کئی کپڑوں میں لپیٹے جاتے ہیں۔ تو لفظ فی کو ظرف پر محمول کرنا ممکن ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ لفظ فی وسط اور درمیان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے قال الله تعالی فا دخلي في عبدي ـ اى بين عبا دی۔ پس ایک سے زائد میں شک پیدا ہو گیا لہذا ایک ہی لازم ہوگا۔

﴿کپڑا غصب کرنے کا اقرار کرنے کے بعد معیوب کپڑا لانے کا حکم﴾

س: أقَرَّ أنَّهٗ غَصَبَ ثوبًا من فلانٍ وجاء بثوبٍ مَعِيبٍ وقال: إنَّه هُوَ ، هل يعتبر قولُه ؟

Marfat.com

ج:يُعتَبر قولُه في ذلكَ مع يمينِهٖ۔

س:اگر اقرار کرے کہ اس نے فلاں سے کپڑا غصب کیا اور عیب دار کپڑے لے آئے اور کہے کہ یہ وہ ہے۔تو کیا اسکے قول کا اعتبار ہوگا؟

ج:اس صورت میں اسکے قول کا اعتبار مع قسم کے ہوگا۔

﴿دراہم کا اقرار کرنے کے بعد کہا کہ کھوٹے ہیں تو قسم کے ساتھ قول معتبر ہوگا﴾

س:أقرَّ بِدراهمَ وقال :هي زُيوفٌ ما ذا يجبُ عليه ؟

ج:يُعتبَر في ذلك أيضًا قولُه مع يمينِهٖ۔

س:دراھم کا اقرار کیا اور کہا کہ وہ کھوٹے ہیں تو اس پر کیا واجب ہوگا؟

ج:اس میں بھی اسکا قول قسم کے ساتھ مانا جائے گا۔

﴿اگر کہا میرے ذمہ فلاں کے پانچ ہیں پانچ میں تو صرف پانچ ہی لازم ہونگے﴾

س:قال له :عليَّ خَمْسَةٌ في خَمْسَةٍ يريدُ به الضربَ والحسابَ ما ذا حكمُه ؟

ج:يلزَمُه خَمسَةٌ واحدةٌ۔

س:اگر کہا اس کے مجھ پر پانچ ہیں پانچ میں اور مقصود اس کا ضرب دینا ہو تو اسکا حکم کیا ہے؟

ج:اس پر صرف پانچ لازم ہوں گے۔

توضیح: کسی نے اقرار کیا کہ تجھ پر فلاں کے پانچ ہیں۔پانچ میں تو صرف پانچ ہی لازم ہونگے۔گو وہ ضرب وحساب کی نیت کر لے۔کیونکہ ضرب سے ضرب اجزاء میں زیادتی ہوتی ہے نہ کہ اصل مال میں پس خمسة في خمسة کا مطلب یہ ہوا کہ پانچوں میں سے ہر ایک پانچ پانچ درہموں کے پچیس اجزاء ہوں گے نہ یہ کہ پانچ درہموں کے پچیس درہم بن جائیں گے۔حسن بن زیاد کے نزدیک پچیس لازم ہونگے (کذا فی الاصلاح) اور امام زفرؒ کے نزدیک دس لازم ہونگے۔ہمارے نزدیک بھی دس لازم ہونگے بشرطیکہ مقر نے لفظ فی کو مع کے معنی میں لیا ہو هو ظاهر۔

﴿اگر کہا کہ مجھ پر ایک سے دس تک ہیں تو نو یا دس لازم ہونگے﴾

س:ولو قال :أردتُ خمسةً مَعَ خمسةٍ ما ذا يجبُ عليهِ ؟

ج:يجبُ عليه عشرةٌ۔

س:اگر کہے کہ میرا مقصد یہ ہے کہ پانچ،پانچ کے ساتھ ہیں تو اس پر کیا واجب ہوگا؟

Marfat.com

ج: دس واجب ہوں گے۔

﴿غلام کی قیمت کے اقرار کی دوصورتیں﴾

س: اذاقال: له عليَّ من درهم الى عشرةٍ ما ذا يَلزَمُه؟

ج: يلزمه الاِبْتِداءُ وما بعده وسقط الغايةُ ، فيؤدى تِسعةُ دراهم ، وهذا عند ابى حنيفةؒ ، وقال أبو يوسفؒ ومحمد رحمهما الله تعالى : يلزمه العشرةُ كلُّها ادخالاً للغاية فى المُغيَّا ۔

س: اگر کہا۔ اسکے مجھ پر ایک درہم سے دس تک ہیں تو کیا لازم ہوگا؟

ج: لازم ہوگا ابتداء اور اس کے بعد والا عدد اور انتہاء والا عدد ساقط ہوگا، (نو) دراہم دے گا اور یہ امام اعظمؒ کے ہاں ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اسپر پورے دس لازم ہوں گے کہ غایہ (انتہا) مغیا (ابتدا) میں داخل ہے۔

س: اذا قال : له على ألفُ درهمٍ من ثمنِ عبدٍ اشتريتُه منه ولم اَقبِضْهُ هل يلزَمُه شئٌ ؟

ج: ان ذكر عبدًا بعينِهٖ قيل للمُقَرِّ له : ان شئت فسَلِّمِ العَبدَ وخُذِ الألف، والا فلا شيئَ لك عليه ، وان ذكر عبدًا ولم يُعيِّنه لزمَهُ الالفُ فى قولِ أبى حنيفةؒ ۔

س: اگر کہا۔ اسکے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں غلام کے ثمن کے بدلے جو میں نے اس سے خریدا تھا لیکن قبضہ نہیں کیا تو کیا اس پر کچھ لازم ہوگا؟

ج: (۱) گر معین غلام کا ذکر کیا ہو تو مقر لہ سے کہا جائے گا اگر تو چاہے تو غلام حوالہ کر اور ہزار درہم لے ورنہ تیرا اس پر کچھ بھی نہیں (۲) اور اگر غیر معین غلام کو ذکر کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ایک ہزار لازم ہوں گے۔

﴿خمر یا خنزیر کی قیمت کے ہزار درہم کے اقرار کا حکم﴾

س: لو : قال له عليَّ ألفُ درهمٍ من ثمنِ خمرٍ أو خنزيرٍ ما ذا يجبُ عليه؟

ج: يلزَمه الألْفُ ولا يُقبَل قولُه أنها من ثمن الخمرِ والخنزيرِ ۔

س: اگر کہا۔ اس کے مجھ پر ایک ہزار درہم ہیں شراب یا خنزیر کی قیمت کے تو اس پر کیا واجب ہوگا؟

ج: ہزار لازم ہوں گے اور اس کی اس بات کو نہیں مانا جائے گا کہ وہ شراب یا خنزیر کی قیمت سے ہیں۔

توضیح: اقرار کرنے والے نے کہا کہ مجھ پر فلاں کے ہزار درہم ہیں جو کہ شراب اور خنزیر کی قیمت کے ہیں تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر ہزار درہم لازم ہیں، من ثمن خمر متصلا کہے یا منفصلا کہے، کیونکہ صدر کلام یعنی کلمہ علی وجوب پر دلالت کر رہا ہے، اور خمر وخنزیر کا ثمن واجب نہیں تو یہ اقرار سے رجوع ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ صاحبینؒ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک متصلا کہنے کی صورت میں مال لازم نہ ہوگا، کیونکہ اس نے آخر کلام سے یہ بیان کر دیا ہے کہ میرا مقصد ایجاب نہیں ہے تو یہ ایسا ہو گیا جیسے اس نے

Marfat.com

له علی الف کہنے بعد انشاء اللہ کہہ دیا اس کا جواب یہ ہے کہ کہ انشاء اللہ تعلیق ہے اور یہاں ابطال ہے۔

س: قال: له عَلَيَّ ألفٌ من ثمنِ مَتاعٍ وهي زيوفٌ، وردَّ قولَه المُقَرُّ له وقال: هي جِيادٌ كيف يُقضَى بينهما ؟

ج: يلزَمه الجِيادُ في قول أبي حنيفة، وقال أبو يوسفؒ ومحمدؒ: ان قال ذلك موصولاً صُدِّق في قولِه انها زيوفٌ، وان قال ذلك مفصولاً لا يُصَدَّقُ وتلزَمُهُ الجِيادُ۔

س: اگر کہا۔ اس کے مجھ پر ہزار (درھم) ہیں سامان کے ثمن کے، لیکن وہ کھوٹے ہیں، اور مقر لہ نے اس کی بات کو رد کر دیا، اور کہا کہ وہ تو کھرے ہیں تو ان کے مابین کس طرح فیصلہ کیا جائے گا؟

ج: امام ابوحنیفہؒ کے قول میں اس پر کھرے دراہم لازم ہوں گے، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں اگر اس نے متصل کہا ہو تو اس کی بات کو کھوٹے ہونے میں مانا جائے گی، لیکن اگر اس نے منفصل کہا ہو تو مقر کی بات کو نہیں مانا جائے گا، بلکہ اس پر کھرے درہم لازم ہوں گے۔

﴿انگوٹھی کا اقرار کیا تو انگوٹھی مع نگینہ لازم ہوگی﴾

س: أقرَّ لرجلٍ بخاتَم أو سَيفٍ ما ذا يجبُ عليه ؟

ج: يلزَمه الخاتَم مع الفَص، والسيفُ مع الجَفْن والحمائل۔

س: ایک آدمی نے دوسرے کیلئے انگھوٹھی یا تلوار کا اقرار کیا تو اس پر کیا واجب ہوگا؟

ج: اس پر انگوٹھی مع نگینہ کے لازم ہوگی اور تلوار مع نیام اور پیٹی کے۔

﴿چھپر کھٹ کے اقرار میں (چھپر کھٹ) ڈولہ کی لکڑی اور کپڑے شامل ہونگے﴾

س: أقرَّ بحَجَلة وسكت عن ذكر العِيدان والكِسوة ما ذا يلزَمُه ؟

ج: تلزَمه الحَجَلةُ مع العِيدَانِ والكِسوَة۔

س: چھپر کھٹ کا اقرار کیا، اور عیدان (لکڑی) اور کپڑے کے ذکر سے سکوت اختیار کیا تو اس پر کیا لازم ہوگا۔

ج: اس پر ڈولہ عیدان (لکڑی) اور کپڑے سمیت لازم ہوگا۔

توضیح: دلہن کو لے جانے کا جو ڈولہ ہوتا ہے۔ وہ لکڑی اور کپڑے دونوں کا مجموعہ ہوتا ہے، صرف لکڑی کا بھی ڈولہ نہیں ہوتا ہے اور صرف کپڑے کا بھی ڈولہ نہیں ہوتا، اس لئے لکڑی اور کپڑا ڈولے کے بنیادی اجزاء ہوئے اس لئے اقرار میں دونوں شامل ہونگے کیونکہ بنیادی اجزاء اقرار میں خود بخود شامل ہو جاتے ہیں۔

س: قال: ان فلانةً في بَطْنها حَمْل ولذلك الحمل عليَّ ألفُ درهمٍ هل يَصِحُّ هذا الاقرارُ ؟

ج: يُنظر في ذلك، ان قال: أوصى له فلانٌ أو قال: مات أبُوهُ فورثه فالاقرار صحيح، وان أبهم الاقرار لم

Marfat.com

يصِحُّ ، وهذا عند أبي يوسفؒ ، وقال محمدؒ :يصِحُّ الاقرارُ من غيرِ تفصيلٍ ويلزَمه ما أقرَّ ۔

س:اگر کہا، فلانی عورت کا جو حمل ہے اس حمل کے مجھ پر ہزار درہم ہیں، تو کیا یہ اقرار درست ہے؟

ج: دیکھا جائے گا، اگر اس نے یوں کہا کہ اس کے لئے فلاں شخص نے وصیت کی یا کہا کہ اس کا والد فوت ہو گیا اور یہ اسکا وارث ہے تو اقرار صحیح ہے، اور اگر اقرار مبہم رکھا وضاحت نہ کی تو صحیح نہیں، اور یہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں بغیر کسی تفصیل بیان کئے اقرار درست ہے اور وہ اس پر لازم ہوگا جسکا اس نے اقرار کیا۔

﴿لونڈی یا بکری کے حمل کا اقرار کسی کے لئے کرنا درست ہے﴾

س:أقر بحَمْلِ جَارِيَةٍ أو حَمْل شاة الرجل هل يَصِحُّ هذ الاقرارُ ؟

ج:هذا الاقرارُ صحيحٌ ، وما أقرَّ به لازمٌ ۔

س:لونڈی کے حمل یا بکری کے حمل کا اقرار کسی شخص کے لئے کیا، تو کیا یہ اقرار درست ہے؟

ج:اقرار درست ہے اور جس کا اقرار کیا وہ لازم ہے۔

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ فلاں باندی کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ عمرو کے لئے ہے یا فلاں بکری کے پیٹ میں جو حمل ہے وہ عمرو کے لئے ہے تو یہ اقرار کرنا جائز ہے اور جب باندی کا بچہ یا بکری کا بچہ پیدا ہو جائیں گے تو وہ عمرو کو دے دیئے جائیں گے کیونکہ ہو سکتا ہے بکری کا اصل مالک جو تھا اس نے مرتے وقت وصیت کی ہو کہ بکری تو وارثوں کے لئے ہے مگر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے میں عمرو کے لئے اس کی وصیت کرتا ہوں، اور زید بھی وارثوں میں سے تھا اس لئے زید نے اپنے مورث کے مرنے کے بعد اقرار کیا کہ اس باندی یا بکری کا بچہ عمرو کے لئے ہے اس لئے یہ اقرار صحیح ہوگا باطل نہ ہوگا۔

﴿مرض الموت میں قرض کا اقرار کیا تو صحت کے دین اس پر مقدم ہونگے﴾

س: مريضٌ اقرَّ في مَرَضِ مَوْته بديونٍ وعليه ديونٌ في صِحتَه وديونٌ لزمتُه في مر ضه بأسبابٍ معلومةٍ أيُّ الديون تُقدَّم ؟

ج:دينُ الصَّحةِ والدَّينُ المعروفُ بالأسباب مُقدَّم على ماأقرَّبه في مرضِ مَوْتِه۔

س:مریض نے مرض الموت میں دیون کے (قرض) کا اقرار کیا جب کہ اس پر حالت صحت کے دیون بھی لازم ہیں اور وہ دیون بھی جو اس پر حالت مرض میں اسباب معلومۃ کے تحت لازم ہوئے تھے۔ تو کون سے دیون کی ادائیگی مقدم ہوگی؟

ج: حالت صحت کے دیون اور وہ دیون جس کا سبب معلوم ہو وہ مقدم ہیں ان دیون پر جس کا اس نے مرض الموت میں اقرار کیا۔ (یعنی مریض نے اقرار کیا مگر ان کے اسباب معلومہ نہیں ہیں)

Marfat.com

﴿مقرلہ ورثہ سے مقدم ہے﴾

س: فان لم تكن عليه ديونٌ لزمته فى الصَّحةِ ماحكمُ ديونٍ أقر بها فى المرضِ ؟
ج: جازَ اقرارُه هذ او كان المُقَرُّ له اولى من الورثةِ ۔
س: اگراس پر حالت صحت کے دیون نہ ہوں تو پھر کیا حکم ہے ان دیون کا جن کا وہ اقرار کرلے حالت مرض میں؟
ج: اس کا یہ اقرار درست ہے اور مقرلہ اولی ومقدم ہے ورثہ سے۔
س: ما حكمُ اقرارِ المريضِ اذا أقر لبعضِ الوارثين ؟
ج: اقرارُه للوارث باطلٌ الا أن يُصدّقه فيه بقيةُ الورثةِ ۔
س: مریض کا اپنے بعض ورثہ کے لیے اقرار کرنے کا کیا حکم ہے؟
ج: وارث کے لئے اقرار باطل ہے مگر یہ کہ باقی ورثہ اس کی تصدیق کریں۔ اور اجازت دے دیں۔

﴿اجنبی کے لئے اقرار کیا پھر کہا کہ میرا بیٹا ہے﴾

س: أقر لأجنبيٍ في مرضِ الموتِ ثم قال :انه ابنِى ماحكمُ هَذَيْنِ الاقرارَيْنِ ؟
ج: اقرارُه با لنسَبِ صَحِيْحٌ فيكونُ المقرُّ له ثابتَ النسبِ ، ويبطل اقراره بالمال ۔
س: اگر مرض الموت میں اجنبی کے لئے اقرار کیا، اور پھر کہا کہ وہ تو میرا بیٹا ہے تو ان دونوں اقراروں کا کیا حکم ہوگا؟
ج: نسب کا اقرار تو درست ہے، اور مقرلہ ثابت النسب ہو جائے گا لیکن اقرار بالمال باطل ہوگا۔

﴿اجنبیہ کے لئے اقرار کیا پھر نکاح کرلیا تو اس (صورت) کا حکم﴾

س: أقرّ لأجنبيّة بمال فى مرض الموت ثم تزوّجها ما حكمُ اقرارِه ؟
ج: اقرارُه بالمال صحيحٌ ولا يبطلُ با لتزويجِ ۔
س: اجنبیہ عورت کے لئے مرض الموت میں اقرار کیا اور پھر اس سے نکاح کرلیا تو اقرار کا کیا حکم ہے؟
ج: مال کا اقرار درست ہے اور وہ (اقرار) تزوج (نکاح) کے ساتھ باطل نہیں ہوگا۔ **توضیح**: کسی اجنبیہ عورت کے متعلق یہ اقرار کیا کہ میرے ذمہ اس کے اتنے درہم ودنانیر وغیرہ ہیں، پھر اس سے نکاح کرلیا اب یہ شخص فوت ہوگیا اور وہ عورت اس کی بیوی بن کر وارث بن گئی تو بھی اس کے لئے جو اقرار کیا تھا وہ باطل نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس شخص نے عورت کے لئے اقرار کیا تھا اس وقت وہ اس کی بیوی نہیں تھی، اس لئے اس کے لئے جو اس نے اقرار کیا تھا وہ درست ہوگیا اب شادی کے بعد اگر وہ بیوی ہونے کی وجہ سے وارث بن گئی ہے تو اس کے حق میں کیا گیا اقرار باطل نہیں ہوگا۔

Marfat.com

﴿بیوی کوطلاق دے کراس کے لئے (مال) کے اقرار کا حکم﴾

س: رجلٌ طلّقَ امرأته فی مرضِ الموتِ ثلا ثاً ثم اقرَّ لها بدینٍ وماتَ فماذا تأخذُ هذه المرأةُ من مالِه ؟

ج: تأخذ الأقلَّ من الدینِ ومن میراثِها منه ۔

س: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو مرض الموت میں تین طلاقیں دے دیں پھر اس کے بعد اس کے لئے دین کا اقرار کر کے خود مر گیا۔ تو یہ عورت اسکے مال میں سے کتنا لے گی؟

ج: یہ عورت دین (قرض) اور میراث میں سے جو کم ہوگا وہ حصہ اس کے مال سے لے گی۔

توضیح: کسی نے اپنی بیوی کو مرض الموت میں تین طلاقیں دے دیں ابھی وہ عدت میں تھی کہ اس نے عورت کے لئے اقرار کیا کہ اس کے میرے ذمہ (مثلاً پانچ سو) درہم ہیں پھر اس شخص کا انتقال ہوگیا تو اب دیکھا جائے گا کہ عورت کا میراث سے جو حصہ بنتا ہے وہ کم ہے یا جس رقم کا شوہر نے اقرار کیا ہے وہ کم ہے جو کم ہوگا وہی عورت کو ملے گا مثلاً وارثت کے چار سو درہم ہیں اور اقرار پانچ سو درہم کا ہے تو وارثت ملے گی اور گر وراثت سے حصہ ساڑھے پانچ سو درہم ہے تو اقرار والے پانچ سو درہم ہی دیئے جائیں گے ، کیونکہ اس میں شبہ موجود ہے کہ شاید شوہر بیوی کو بھاری رقم دینا چاہتا تھا، مگر وارث ہونے کی وجہ سے اقرار نہیں کرسکتا تھا اس لئے اس نے پہلے بیوی کو طلاق دے کر اجنبیہ بنایا پھر اس کے لئے بھاری رقم کا اقرار کرلیا اس شبہ کی وجہ سے وراثت واقرار میں سے جو کم ہو وہ رقم بیوی کو ادا کی جائے گی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے **الاضرار فی الوصیہ من الکبائر** وصیت کر کے نقصان دینا گناہ کبیرہ میں سے ہے اس لئے کم دیکر باقی ورثہ کو نقصان سے بچایا جائے گا۔

﴿عمر کے لحاظ سے بیٹا بن سکتا ہو تو مقر کا اقرار درست ہے﴾

س: اقرّ بغلام أنه ابنُه ۔ ویولدُ مثلُه لمثِله ۔ ماذا حکمُه ؟

ج: ان لم یکن لهذا الغلامِ نسبٌ معروفٌ وهو یصدقّه فی اقراره ثبت نسُبه من المُقِرِّ۔

س: ایک لڑکے کا اقرار کیا کہ اسکا بیٹا ہے اور اس عمر کا لڑکا اس کے لئے بیٹا بن سکتا ہو تو اس اقرار کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر اس لڑکے کا کوئی معروف نسب نہ ہو، اور وہ اس کے اقرار کی تصدیق کرتا ہو اسکا نسب اس مقر سے ثابت ہو جائے گا۔

س: ان کان المقرُّ مریضاً واقر لغلامٍ أنه ابنُه وثبت نسبُه ثم مات المقِرُّ هل یشارِکُ هذا الغلامُ ورِثة المُقِرِّ فی المیراثِ ؟

ج: نعم یشارِکُهم فی الِارْث ۔

س: اگر اقرار کرنے والا بیمار ہو اور لڑکے کے بارے میں بیٹے ہونے کا اقرار کرلے اور اسکا نسب بھی ثابت ہو جائے پھر مقر مر جائے تو کیا یہ لڑکا اس مقر کے باقی ورثہ کے ساتھ میراث میں شریک ہوگا؟

Marfat.com

ج: جی ہاں۔ میراث میں شریک ہوگا۔

س: هل يجوزُ اقرارُ الرجلِ بأن فلانًا والدُه، وفلانةً والدتُه، وفلانةً زوجتُه، وفلانًا ولدُه أو مَوْلَاهُ۔

ج: نعم يصحُّ الاقرارُ بجميع ذلكَ۔

س: کیا آدمی کا اقرار بایں طور جائز ہے کہ فلاں اس کا والد ہے اور فلاں اس کی والدہ ہے اور فلاں اس کی زوجہ ہے اور فلاں اس کا لڑکا ہے اور فلاں اس کا مولی ہے۔

ج: جی ھاں ان تمام (رشتوں) کا اقرار درست ہے۔

﴿عورت کا خاوند، والدین یا مولی کے بارے میں اقرار درست ہے﴾

س: وما حكمُ اقرارُ المرأة بالوالدينِ والزَّوْجِ والمولٰى؟

ج: اقرارُها بجميع ذلك صحيحٌ۔

س: عورت کا والدین، خاوند یا مولی کے بارے میں اقرار درست ہے؟

ج: جی ہاں۔ ان تمام کے متعلق اس کا اقرار درست ہے۔

﴿عورت کا بچے کے متعلق اقرار کرنے کا حکم﴾

س: ما حكمُ اقرارِها بالولدِ؟

ج: اذا لم يُصدقها الزوجُ فى ذلك لا يقبُل اقرارُها، فان صَدَّقها الزوجُ أو شهدتْ بولادتِها قابلةٌ ثبَت النسبُ من زوجِها۔

س: عورت کا بچے کے متعلق اقرار کرنیکا کیا حکم ہے؟

ج: اگر خاوند تصدیق کردے یا دایہ اس کی ولادت کی شہادت دے دے تو اس بچے کا نسب اس کے خاوند سے ثابت ہوگا۔

س: ومن أقرّ بنسب من غيرِ الوالدَيْنِ والولد مثل أن يقولَ: هذا اخى أو هذا عَمِّىْ هل يقبلُ اقرارُه؟

ج: لا يُقبَل اقرارُه من حيثُ النسبِ، فاما من حيث الميراثِ فيُنظرُ ان كان للمقر وارثٌ معروف قريبٌ أو بعيدٌ فهو أولى بالميراث من المقرِّله فان لم يكن له وارثٌ استحق المقرُّ له ميراثَه۔

س: اگر کوئی نسب کا اقرار کرے والدین اور اولاد کے علاوہ کا۔ مثل یوں کہے۔ یہ میرا بھائی ہے یا چچا ہے تو کیا اس کے اقرار کو قبول کیا جائے گا؟

ج: نسب کے اعتبار سے تو اقرار قبول نہیں ہوگا باقی رہا میراث کی حیثیت سے تو اگر مقر (اقرار کرنے والا) کا کوئی وارث معلوم ہو، چاہے قریبی ہو یا دور کو تو وہ مقدم ہوگا مقر لہ سے میراث میں لیکن اگر اس مقر کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر اس کی میراث کا مستحق ہوگا۔

Marfat.com

بھائی یا چچا ہونے کے اقرار کا حکم

س: رجل مات اَبُوهُ فاقر باخ هل يثبُت نَسَبُهُ ؟
ج: النسبُ لا يثبتُ لكن المُقَرُّ له يشاركُ المُقِرَّ في الميراثِ ؟
س: ایک آدمی کا والد مر گیا پھر اسنے اقرار کیا بھائی کا تو کیا اس کا نسب ثابت ہوگا؟
ج: نسب تو ثابت نہیں ہوگا لیکن مقرلہ میراث میں مقر کے ساتھ شریک ہوگا۔ کیونکہ جب باپ نے اپنی زندگی میں اقرار نہیں کیا تو دوسرے کا اقرار گویا اس پر الزام ہے۔ باقی رہا میراث کا مسئلہ۔ تو وہ اپنے حق میں شریک کر رہا ہے)

کتاب الاجارہ

کرایہ پر دینے کا بیان

استیجار اجارہ پر لینا دور دار کی جمع ہے بمعنی گھر سکنی رہائش ارضین ارض کی جمع ہے ذراعة کھیتی، کاشتکاری صبغ رنگنا خیاطة سینا حوانیت حانوت کی جمع ہے، دوکان حدادہ آہنگری قصارة دھوبی کا پیشہ طحن (ف) پیسنا شرب پانی کا حق ساحة چوک، میدان یغرس (ض) غرسا، پودہ لگانا یقلع (ف) قلعا اکھیڑنا فارغة خالی یغرم (س) غرما قرض وغیرہ ادا کرنا مقلوع اکھڑا ہوا دواب دابة کی جمع ہے، سواری کا جانور حمل بوجھ اٹھانا عطبت (س) عطبا ہلاک ہوجانا، اردف اپنے پیچھے سوار کرنا ثقل بوجھ کبح (ف) چوپائے کو لگام کھینچ کر ٹھہرانا لجام، لگام۔ الاجراء اجیر کی جمع وہ شخص جسے اجرت پر لیا جائے مزدور وغیرہ صباغ رنگنے والا قلبی مزدور اجود عمدہ الطریق راستہ عوض بدل الشھور شہر کی جمع ہے مہینے موجر کرایہ اور اجرت پر دینے والا قسط ماہانہ کرایہ متاع سامان تخریق پھاڑنا دق کوٹنا زلق پھسلنا حمال بوجھ اٹھانے والا سفینہ کشتی مد کھینچنا متبذل، معروف، مشہور بزاغ نشتر لگانے والا رعی چرانا جمل اونٹ بعیر اونٹ زاد توشہ صانع کاریگر، پیشہ ور یحبس حبسا روکنا لاح کشتی چلانے والا شخص خوبت الدار ویران ہوگیا ضیعه زمین رحی، پن چکی آعذار عذد کی جمع سوق بازار مکاری جانوروں کو کرایہ پر دینے والا۔

س: الاجارةُ ما هي ؟
ج: هو عقدٌ على المنافعِ بعوضٍ۔
س: اجارہ کیا ہے؟
ج: یہ عوض کے ساتھ منافع پر عقد کرنا ہے۔
توضیح: اجارہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک طرف منفعت ہو اور دوسری طرف کوئی عین شئی ہو روپے، ریال، گندم یا کوئی کیلی وزنی چیز

Marfat.com

ہوتو اس کوعقد اجارہ کہتے ہیں۔

فائدہ: قیاس کا تقاضہ یہ ہے اجارہ درست نہ ہو اس لئے کہ عقد اس منفعت پر ہوتا ہے جو کہ عقد کے وقت نہیں پائی جاتی اس کو عقد اجارہ کہتے ہیں۔

﴿صحت اجارہ کے لئے شرائط﴾

س: هل لِصِحَّتِها شرا ئطُ ؟

ج: نعم يشتر طُ لذلكَ أن تكو نَ المَنا فعُ والأ جرةُ معلو مةٌ۔

س: کیا اسکی صحت کے لئے شرائط ہیں؟

ج: جی ہاں! اس کیلئے شرط ہے کہ منافع اور اجرت معلوم ہو۔ (منافع کتنے ہونگے، اس کی مقدار کیا ہوگی وہ بھی معلوم ہو اور اس کے بدلے اجرت کتنی ہوگی وہ بھی معلم ہو تب اجارہ درست ہوگا)

﴿جو چیز بیع میں ثمن بن سکتی ہے﴾

س: بأيِّ عو ض يُستأ جرُ ؟

ج: يستأجرُ با لعوضِ المعلو مِ قدرُه ،وما جا زَ أن يكو نَ ثمناً فى البيع جا ز أن يكو نَ أ جرةً فى الإجا رةِ۔

س: کون سے عوض کے ساتھ کرایہ پر لیا جائے؟

ج: اس عوض کے ساتھ کرایہ پر لیا جائے جس کی مقدار معلوم ہو اور جو (چیز) بیع میں ثمن بن سکتی ہے وہ اجارہ میں اجرت بن سکتی ہے

﴿منافع معلوم کرنے کا طریقہ﴾

س: مقدارُ العو ض يُعر فُ با لعد دِ أو با لو زنِ لكن المَنا فِعَ كيف تكو نُ معلو مةً؟

ج: المنا فعُ تا رةً تصيرُ معلومةً با لمدةِ كا ستئجار الدو ر للسكنى لشهر أو لسنة،واستئجا رالأ ر ضين للزّا رعة لسنة أو سنتين مثلا ،فيصّح العقدُ على مد ةٍ ملعو مةٍ أيّ مدا ةٍ كا نت ۔

و تا رة تصيرُ با لعمل وا لتسمية ،كمن استأ جر ر جلا على صبغ ثوب أو خيا طةِ ثو بٍ ،أو استأ جر دا بةً ليحمل عليها مقداراً معلو ما الى مو ضعٍ معلومٍ ،أو ير كبَها مسا فةً معلو مةً۔

و تا رة تصير معلو مة با لتعيُّنِ والا شا رة كمن استأ جَر رجلاً لينقلِ هذا لطعا م الى مو ضع۔

س: عوض کی مقدار عدد کے ساتھ یا وزن کے ساتھ معلوم ہوتی ہے لیکن منافع کیسے معلوم ہوتے ہیں؟

ج: منافع کبھی مدت کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں جیسے مکانوں کی رہائش کے لئے مہینہ یا سال کے لئے کرایہ پر لینا اور زمینوں کو کاشتکا

Marfat.com

ری کے لئے مثلاً سال یا دو سال کیلئے کرایہ پر لینا پس عقد (اجارہ) مدت معلومہ پر صحیح ہوگا جونسی مدت ہو اور کبھی (منافع) کام کر نے اور نام لینے سے معلوم ہوتے ہیں جیسے کسی نے کسی شخص سے کپڑا رنگنے یا سینے کے لئے کرایہ پر لیا تا کہ اس پر معلوم مقام تک معلو م مقدار لادے یا اس پر معلوم مسافت تک سوار ہو اور کبھی (منافع) معین کرنے اور اشارہ کرنے سے معلوم ہوتے ہیں جیسے کسی نے کوئی شخص کرایہ پر لیا تا کہ وہ اس غلہ کو معلوم مقام تک منتقل کر دے۔

استئجار الدور والحوانيت والأراضى

﴿مکانوں، دوکانوں اور زمینوں کو کرایہ پر لینے کا بیان﴾

﴿مکانوں، دوکانوں اور زمینوں کو کرایہ پر لینا﴾

س: ما حكم استئجار الدور والحوانيت ؟

ج: يجوزُ استيجارُ الدورِ للسُّكنٰى واستئجار الحوانيت للتجارةِ والصناعةِ۔

س: مکانوں اور دوکانوں کو کرایوں پر لینے کا کیا حکم ہے؟

ج: مکانوں کو کرایہ پر رہائش کے لئے لینا اور دوکانوں کو تجارت اور صنعت کے لئے کرایہ پر لینا جائز ہے۔

س: فهل يجوز للمستاجر أن يعمل فيها ما شاء؟

ج: نعم جاز له' أن يعملَ فِيْهَا مَا شَاءَ إلاالحِدادة والقِصَارَةِ والطحن فان هذه لا تجوزُ الابإجازةِ المؤجّل۔

س: پس کیا مستأجر کیلئے جائز ہے کہ وہ ان (دوکانوں) میں جو چاہے کام کرے؟

ج: جی ہاں! اس کے لئے جائز ہے کہ وہ (دوکانوں) میں جو چاہے کام کرے مگر لوہار کا کام، دھوبی کا کام اور پسائی کا کام کیونکہ یہ (کام) موجر کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

توضیح: گھروں اور دوکانوں کو اجرت پر لینا جائز ہے اور ان میں تمام کام کر سکتے ہی مگر لوہا کوٹنے کا کام، کپڑے دھونے کا کام، اور آٹا پسائی کا کام نہیں کر سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر پہلے سے یہ طے نہیں کیا کہ کیا کام کرنا ہے تو وہ تمام کام کر سکتا ہے، جس سے گھر کی دیوار یا فرش کو نقصان نہ پہنچے، وہ کام نہیں کر سکتے جس سے فرش یا دیوار کو نقصان پہنچ سکتا ہو، لوہاری کے کام سے فرش اور دیوار کا نقصان ہوتا ہے اسی طرح دھوبی اور آٹے کی پسائی کے کام بھی نقصان سے خالی نہیں ہوتے اس لئے اگر اس قسم کے کا موں میں سے کوئی کام کرنا ہو تو موجر سے اجازت لینا ضروری ہے ورنہ ان کاموں کا کرنا جائز نہ ہوگا۔

﴿کاشتکاری کے لئے زمین کرایہ پر لینا﴾

س: وهل يجوزُ استئجارُ الأراضى للزراعةِ؟

Marfat.com

ج یجو ز استئجا رُھا للز را عۃِ ،لکن العقدَ لا یصِحُّ إلا أن یُسَمّٰی مایزرَعُ فیھا أو یشتر ط أن لہ أن یز رعَ ما شا ء ،و ید خل فی العقد الشربَ و الطر یقَ وان لم یُشترَ طُ ۔

س: کیا کاشتکاری کیلئے زمینوں کو کرایہ پر لینا جائز ہے؟

ج: کاشتکاری کے لئے ان کو کرایہ پر لینا جائز ہے لیکن عقد صحیح نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس (چیز) کو بیان کر دے جس کو ان میں کاشت کرے یا شرط لگا دے کہ اسے کاشت کرنے کا (اختیار) ہے جو (چیز) چاہے اور پانی اور راستہ عقد میں داخل ہوں گے اگر چہ شرط نہیں لگائی گئی ہو۔

توضیح: جب کاشتکار کے لئے تین چار ماہ کے لئے زمین اجرت پر لے سکتا ہے تو کئی سالوں کے لئے بھی اجرت پر لے سکتا ہے تاکہ اس میں عمارت تعمیر کی جائے یا سالوں کے لئے پھل دار درخت لگائے جائیں، حضور اکرم ﷺ نے یہودیوں کو خیبر سے نکالنے کا ارادہ فرمایا تو یہودیوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ان کو خیبر میں ٹھہرنے دیں تاکہ ان کی کاشتکاری کریں اور اہل مدینہ کو آدھا پھل دیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم تمہیں رکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کئی سال کے لئے بھی زمین کرایہ پر لے سکتے ہیں۔

﴿میدان کرایہ پر لینا﴾

س: و ھل یجوزُ استئجا رُالسا حۃ لیبنی فیھا أو یغرِسَ نخلاً أو شجرًا ؟

ج: یجو زُ استئجا رُھا لھذہ الامورِ ۔

س: کیا میدان کو کرایہ پر لینا جائز ہے تاکہ اس میں تعمیر کرے یا اسمیں درخت خرما یا (دیگر) درخت لگائے؟

ج: ان کاموں کے لئے میدان کو کرایہ پر لینا جائز ہے۔

﴿درخت وغیرہ لگانے کے لئے میدان کرایہ پر لیا تو مدت ختم ہونے پر کیسے واپس کرے﴾

س: استأجرَ ھا للغرسِ و البنا ءِ وانقضتْ مُدّ ۃُ الْإجا رَۃِ کَیْفَ یسلم السا حۃَ الی صا حِبِھا ؟

ج: یلزَ مہ أن یقلَع البنا ءَ والغرسَ ویسلِّمَھا فا رغۃً ،الا أن یختا رَ صاحبُ الأرض أَنْ یَّغْرَمَ لَہٗ قیمۃَ ذٰلِکَ مقلو عًا و یتملَّکہ ،او یَرضٰی بتر کِہٖ عَلٰی حا لہ فیکو نَ البنا ءُ والغر سُ لِھٰذا والا رضُ لِھٰذا ۔

س: پودے لگانے اور تعمیر کرنے کے لئے (میدان) کو کرایہ پر لیا اور اجارہ کی مدت ختم ہوگئی تو وہ میدان اسکے مالک کو کیسے واپس کرے؟

ج: اسے لازم ہے کہ وہ عمارت اور پودا اکھیڑ دے اور (میدان) سپرد کر دے اس حال میں کہ (عمارت اور پودے سے) خالی ہو مگر یہ کہ مالک زمین پسند کرے کہ (عمارت اور پودے) کی قیمت (متاجر) کو ادا کر دے اس حال میں کہ (پودا وغیرہ) اکھڑا ہوا ہو اور اس (عمارت اور پودے) کا مالک ہو جائے یا اس (عمارت و پودے) کو اس حال پر چھوڑنے پر راضی ہو جائے پس (عمارت

Marfat.com

اور پودا) اس (مستأجر) کے اور زمین اس (مالک زمین) کی ہوجائے گی۔

﴿زمین مستعمل کے بدلنے سے نہیں بدلتی﴾

س: استأجر العقار واشترط المؤجر أن يسكنه فلانٌ وعَيَّنَه، فهل يجوز له أن يسكن غيره؟

ج: جاز للمستأجرِ أن يُسْكِنَ غيرَه لأن العقارَ لا يختلفُ باختلافِ المستعمِلِ۔

س: زمین کرایہ پر لی اور موجر نے شرط لگائی کہ فلاں اس میں رہائش کرے اور اس (فلاں) کو معین کردیا تو کیا اس کیلئے جائز ہے کہ وہ اس کے غیر کو رہائش دے۔

ج: مستأجر کے لئے جائز ہے کہ اس کے غیر کو رہائش دے کیونکہ زمین استعمال کرنے والے کیلئے بدلنے سے نہیں بدلتی۔

﴿عطر فروش کو دی تو ماہانہ ایک درہم لوہار کو دی تو دو درہم﴾

س: ما حكم استئجار الدكان فيما إذا قال المؤجر ان أسكنت فيه عطارًا فبدرهمٍ وان إسكنت حدادا فبدرهمين في الشهر؟

ج: هذا الإيجار والاستئجار جائز وأيُّ الأمرينِ عمل استحق المسمّٰى فيه، وهذا عند أبي حنيفةؒ، وقال صاحباه الإجارة فاسدةٌ.

س: دوکان کو کرایہ پر لینے کا حکم کیا ہے اس صورت میں جب موجر کہے کہ اگر آپ نے اس میں عطر فروش کو رہائش دی تو (مہینے میں) ایک درہم کے عوض ہے اور اگر آپ نے لوہار کو سکونت دی تو مہینے میں دو درہموں کے عوض ہے؟

ج: یہ ایجار (کرایہ پر دینا) اور استیجار (کرایہ پر لینا) جائز ہے اور دونوں کاموں میں سے جونسا کام کیا تو اس (کام) میں مقرر کردہ (کرایہ) کا حقدار ہوگا اور یہ (حکم) حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور آپ کے صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اجارہ فاسد ہے۔

س: استأجر دارًا كل شَهْرٍ بِدِرْهَمٍ مثلاً ما حكمُ هذا العقدِ؟

ج: هذا العقدُ صحيحٌ في شهرٍ واحد۔ وفاسدٌ في بقية الشُّهورِ، إلا أن يسَمِّيَ جملةَ الشهورِ معلومةً، فان سكن ساعةً من الشهرِ التالي لم يكن للمؤجرِ أن يخرجَه إلى أن ينقضِيَ ذلك الشهر، وكذلك كُلُّ شهر يسكنُ في أوله يومًا أو ساعةً۔

س: مکان کرایہ پر لیا کہ ہر ماہ مثلاً ایک درہم کے عوض ہے (تو) اس عقد کا حکم کیا ہے؟

ج: ایک ماہ کے لئے عقد صحیح ہے اور بقیہ مہینوں کے لئے فاسد ہے مگر یہ کہ تمام مہینوں کو بیان کردے اس حال میں کہ وہ (ماہ) معلوم ہوں پس اگر آنے والے ماہ کی ایک گھڑی رہائش کرلی تو موجر کے لئے (جائز) نہیں کہ اسے (مکان سے) نکالے یہاں تک کہ وہ ماہ ختم ہوجائے اور اسی طرح ہر ماہ کہ اس کے شروع میں ایک دن یا ایک گھڑی رہائش کرلے (تو یہی حکم ہے)۔

Marfat.com

﴿دس درہم پر سال کے لئے مکان اجرت پر لیا مگر ہر ماہ کی اجرت بیان نہیں کی﴾

س: استأجرَ دارًا لسنةٍ بعشرةِ دراهمَ مثلاً و لم يسم قسطَ كلِّ شهرٍ من الأجرةِ ما ذا حكمُه ؟

ج: جاز له ذلك ، ولا باس به ۔

س: ایک مکان ایک سال کے لئے مثلاً دس درہموں کے عوض کرایہ پر لیا اور ہر ماہ کی اجرت کی قسط بیان نہیں کی تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ اس کے لئے جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

توضیح: کسی نے ایک گھر ایک سال کی مدت کے لئے دس درہم میں اجرت پر لیا مگر ہر مہینہ کتنے پیسے ادا کرے گا اس کو بیان نہیں تو یہ جائز ہے۔

س: قبض المستأجرُ الدّارَ ولم يسكن فيها ما ذا حكمه ؟

ج: عليه الأجرةُ وان لم يسكنْ فيها ، لتمكُّنِه من استيفاءِ منافِعها ۔

س: مستاجر نے مکان پر قبضہ کرلیا اور اس میں رہائش نہیں کی (تو) اس کا کیا حکم ہے؟

ج: (مکان) کے منافع حاصل کرنے پر قدرت رکھنے کی وجہ سے اس کے ذمہ اجرت ہے اگر چہ اس نے اس میں رہائش نہیں کی۔

توضیح: جب اجرت پر گھر لینے والے شخص نے گھر اجرت پر لے لیا تو اب اس پر کرایہ واجب ہے، چاہے وہ اس میں رہے یا نہ رہے کیونکہ عین منفعت کو سپرد کرنا مقصود نہیں ہے تو مکان کو حوالہ کردینا منافع سپرد کردینے کے قائم مقام ہوگیا، کیونکہ اس سے انتفاع پر قابو ثابت ہوجاتا ہے، تو گویا مکان سپرد کرنا منفعت سپرد کرنا ہوا اس لئے اس شخص پر اجرت واجب ہوگی۔

﴿غاصب نے مکان غصب کرلیا تو اجرت کا حکم﴾

س: استأجر دارًا و غصبها غاصبٌ من يدهِ ما حكمُ الأجرةِ في هذه الصورة ؟

ج: اذا غصبَها قبلَ أن يسكُنَ فيها سقطتِ الأجرةُ كلُّها ، وان سكنها ثم غصبها غاصبٌ لزِمه أجرةُ ما سكنَ و يسقط ما بقي ۔

س: مکان کرایہ پر لیا اور غاصب نے اس کے قبضہ سے اسے غصب کرلیا تو اس صورت میں اجرت کا حکم کیا ہے؟

ج: جب اس میں رہائش کرنے سے پہلے (غاصب نے اسے) کرلیا تو ساری اجرت ساقط ہوجائے گی اور اگر وہ اس میں رہائش کرے پھر غاصب اسے غصب کرلے تو جتنی (مدت) اس نے رہائش کی اس کی اجرت اسے لازم ہوگی اور جو مدت باقی رہ گئی اس (کی اجرت) ساقط ہوجائے گی۔

توضیح: اگر مستاجر سے کسی غاصب نے مکان غصب کرلیا تو مستاجر کے ذمہ سے اجرت ساقط ہوجائے گی اس لئے کہ کرایہ والی چیز حوالہ کرنے کو منافع حوالہ کرنے کے قائم مقام اس لئے قرار دیا گیا تھا کہ نفع پر اس کو قبضہ حاصل ہے، جب یہ جاتا رہا تو تسلیم بھی

Marfat.com

جاتی رہی اور عقد فسخ ہو گیا لہذا اجرت بھی ساقط ہو گئی اور اگر وہ مستاجر اس میں رہائش کرلے پھر کچھ عرصہ بعد کوئی غصب کرلے تو جتنی مدت وہ اس مکان میں رہا ہے اس کی اجرت اس پر لازم ہوگی۔

﴿مکان کرایہ پر لیا اور اس میں عیب پایا تو اسے عقد توڑنے کا حق حاصل ہے﴾

س: استاجَر دارًا فو جَد بها عيبًا يضرُّ با لسُّكنٰى ما ذا يفعلُ ؟

ج: له حقُّ الفسخِ ۔

س: مکان کرایہ پر لیا اور اس میں عیب پایا جو رہائش کے لیے نقصان دہ ہے تو کیا کرے؟

ج: اسے (عقد) توڑنے کا حق (حاصل) ہے۔

س: اذا خرجتِ الدارُ او انقطعَ شربُ الضَّيْعةِ او انقطع الماءُ من الرَّحٰى ما ذا حكمُه ؟

ج: تنفسخُ الا جا رةُ من غير فسخٍ ۔

س: جب مکان گر جائے یا زمین کا پانی یا چکی کا پانی ختم ہو جائے تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: (عقد) اجارہ توڑنے کے بغیر (از خود) ٹوٹ جائے گا۔

س: وما حكم إجا رةِ المشاعِ ؟

ج: لا يجو زُ إجا رةُ المشا عِ عند ابى حنيفة رحمه الله تعا لى ، وأما عندَ هما فإجا رتِهِ جا ئزةٌ ۔

س: مشترک (چیز) کو کرایہ پر دینے کا حکم کیا ہے؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشترک (چیز) کو کرایہ پر دینا جائز نہیں اور بہر حال (صاحبین) کے نزدیک تو اس کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔

استئجا ر الثيا ب

﴿کپڑوں کو کرایہ پر لینے کا بیان﴾

﴿پہننے کے لئے کپڑا اجرت پر لینا﴾

س: استأ جرثو بًا لِلُّبسِ وا طلقَ ذلك هل يجو زُ له أن يُلبِسَ غيره؟

ج: جازله أن يُلبِسَ غيرَه فى هذه الصورة، أما إذا قال: يَلْبَسُها فلانٌ فالبسَه' غيرَه كان ضامنًا إن تلَف الثَّوب

س: پہننے کے لئے کپڑا کرایہ پر لیا اور (پہننے کو مطلق رکھا) یعنی پہننے والے کی تعیین نہیں کی) تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اپنے سوا کو پہنائے؟

Marfat.com

ج: اس صورت میں اس کے لئے جائز ہے کہ اپنے سوا کو پہنائے بہر حال جب وہ کہے کہ فلاں اسے پہنے گا پس اس نے اس کے سوا کو پہنا دیا تو ضامن ہوگا اگر کپڑا ضائع ہوجائے۔

توضیح: کسی نے پہننے کے لئے اجرت پر کپڑا لیا تو اب اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اس نے پہننے والا کا تعین نہیں کیا تو اس صورت کا حکم یہ ہے کوئی بھی آدمی اس کپڑے کو پہن سکتا ہے کیونکہ اس بارے میں اصول یہ ہے کہ چیز میں مستعمل کے اختلاف سے فرق نہ پڑتا ہو اور کسی خاص آدمی کی شرط نہ لگائی ہو تو جو کوئی بھی اس کو استعمال کرسکتا ہے یعنی اجرت پر لینے والا شخص جس کو بھی استعمال کے لئے دے سکتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اجرت پر دینے والے شخص سے اس نے تعیین کرلی کہ یہ کپڑا فلاں شخص پہنے گا مگر اس کو پہنانے کی بجائے کسی اور کو پہنایا تو کپڑا ضائع ہوگیا اس صورت میں اس پر ضمان واجب ہوگا ضمان کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ استعمال کرنے والے کے فرق سے طریقہ استعمال میں فرق پڑ جاتا ہے کوئی شخص موٹا ہوتا ہے کوئی معتدل ہوتا ہے کوئی کمزور ہوتا کوئی احتیاط سے استعمال کرنے والا ہوتا ہے کوئی بے احتیاطی برتتا ہے اس لئے جب کسی خاص آدمی کی تعیین ہوگئی تو اب اس شرط کے خلاف کرنے کی صورت میں وہ چیز اس کے ہاتھ میں امانت ہوتی۔

استئجار الظئر

﴿دائی پلائی کرائے پر لینے کا بیان﴾

س: هل يجوزُ استجارُ الظئرِ لإ رضاعِ الأولادِ؟

ج: نعم يجوزُ، استئجارُها بأجرةٍ معلومةٍ كما يجوزُ بطعامِها و كسوتِها عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وعليها أن تصلح للصبّي الطعامَ لكونه داخلاً في خدمةِ الظئر عرفاً۔

س: کیا بچوں کو دودھ پلانے کے لئے دائی پلائی کو کرایہ پر لینا جائز ہے؟

ج: اجرت معلومہ کے عوض اسے کرایہ پر لینا جائز ہے جیسا کہ حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی خوراک اور اس کی پوشاک کے عوض جائز ہے اور اس (یعنی دائی پلائی) کے ذمہ ہے کہ بچے کے لئے خوراک کو درست کرے کیونکہ یہ (کام) عرف کے اعتبار سے دائی پلائی کی خدمت میں داخل ہے۔

توضیح: دودھ پلانے والی کو اجرت پر لے اور متعین شدہ اجرت اس کو دے تو ایسا کرنا جائز ہے اصل میں اشکال اس بارے میں ہے کہ بچے کے متعلق یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ روزانہ اس عورت کا کس قدر دودھ پیئے گا، اس لئے منافع مجہول ہیں اس لئے اجرت پر لینا صحیح ہوگا یا نہیں مصنفؒ نے فرمایا کہ جائز ہے آیت کریمہ میں اس کا ثبوت ہے فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ (آیت نمبر ۶ سورۃ الطلاق) آیت کریمہ میں فرمایا کہ اگر عورت نے دودھ پلایا تو اس کو اجرت دو اس سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے والی کو اس کی اجرت دینا جائز ہے۔ دودھ پلانے والی عورت کو کھانے اور کپڑے کے بدلے اجرت پر لے تو امام ابوحنیفہؒ کے

Marfat.com

نزدیک یہ جائز ہے۔اس پر اشکال ہوتا ہے کہ کھانا اور کپڑا متعین چیز نہیں ہے کھانا کبھی کم ہوگا کبھی زیادہ ہوگا تو اجرت مجہول ہوگئی اس لئے کھانے اور کپڑے کے بدلے دودھ پلانے والی کو اجرت پر لینا صحیح نہیں ہونا چاہئے مگر یہ جائز ہے جواز کی وجہ یہ ہے کہ یہاں طے ہونے میں کمی بیشی ہوگئی ہے، اس لئے معاشرہ وعرف میں جو طریقہ معروف ہے وہی رائج ہوگا یعنی معاشرہ میں جو کھانا اور کپڑا معروف ہے وہی دینا ہوگا کیونکہ تھوڑی بہت جہالت میں معروف طریقہ رائج ہوتا ہے اور تعامل الناس کی وجہ سے اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اجرت چونکہ مجہول ہے اس لئے جائز نہیں ہے۔مگر اوپر معلوم ہو چکا یہ جہالت عرف کی وجہ سے ختم ہوسکتی ہے۔

﴿مستاجر دائی پلائی کے شوہر کو اس سے وطی کرنے سے نہیں روک سکتا﴾

س:استأجَر ظئرًا و لها زوجٌ و یرید المستأجرُ أن یمنعَه من وطئِها ما حکمُ هذا لمنعِ ؟

ج:لا یجوزُ له المنعُ ،لکنهَا اذا حملَتْ کان لأهل الصَبِيِّ أن یفسخوا الإجارَةَ اذا خافوا علیه من لبنِها ۔

س: دائی پلائی کرایہ پر لی اور اس کا شوہر (بھی موجود) ہے اور مستاجر چاہتا ہے کہ شوہر کو اس سے صحبت کرنے سے روکے تو اس روکنے کا حکم کیا ہے؟

ج: روکنا اس کیلئے جائز نہیں لیکن جب وہ حاملہ ہوجائے تو بچے والوں کو (اختیار) ہے کہ (عقد) اجارہ توڑ دیں بشرطیکہ اس کے دودھ کی وجہ سے (بچہ) پر (نقصان کا) اندیشہ کریں۔

توضیح: عورت کو بچے کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لیا ہوا ہے اس عورت سے وطی کرنا چاہتا ہے تو مستاجر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ خاوند کو وطی کرنے سے منع کرے کیونکہ وطی خاوند کا حق ہے اور فطری حق ہے تو صرف اس لئے کہ عورت کو حمل ٹھہر جائے گا تو دودھ خراب ہوجائے گا، اس لئے خاوند کو بیوی سے وطی کرنے سے روکے اس کی گنجائش نہیں ہے، ہاں اگر شوہر وطی کرلیتا ہے اور عورت حاملہ ہوجاتی ہے اور اجیر کو خوف ہے کہ اگر بچہ نے یہ دودھ پیا تو بچہ کی صحت خراب ہوسکتی ہے تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اجارہ توڑ دے اور کسی اور دائی کا انتظام کرلے کیونکہ اجارہ میں نفع حاصل کرنے میں خالی ہو تو اجارہ توڑا جاسکتا ہے۔

﴿دائی پلائی نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا تو اجرت کی مستحقہ ہوگی﴾

س:ظئرٌ آجرت نفسَها لتُرضعَ صبیًّا فی المدةِ فأرضعتهُ بلبَنِ شاةٍ هل تستحقُ الأجرةَ؟

ج:لاتستحقُ ،لأنها لم تأتِ بالواجبِ ۔

س: دائی پلائی نے اپنے آپکو کرایہ پر دیا تاکہ مدت (رضاعت) میں بچے کو دودھ پلائے پس اس نے (اس دوران) بکری کا دودھ پلایا تو وہ اجرت کی مستحق ہوگی؟

ج: مستحق نہیں ہوگی کیونکہ اس نے ذمہ داری پوری نہیں کی۔

Marfat.com

استئجار الدواب

﴿جانوروں کو کرایہ پر لینے کا بیان﴾

﴿سواری یا بار برداری کے لئے جانوروں کو کرایہ پر لینا جائز ہے﴾

س: ما حکمُ استئجارِ الدوابِّ للرُّکوبِ أو بحمل؟

ج: یجوزُ ذٰلکَ۔

س: سواری یا بار برداری کیلئے جانوروں کو کرایہ پر لینے کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ جائز ہے۔

س: استاجَرَ بعیرًا لیحمِلَ عَلَیْہِ مقدار امِنَ الزَّادِ و ھو یأکُلُ فی سفرہٖ من ذلك الزادِ فینتقصُ، ھل یجوزُ لہٗ أن یَّزِیْدَ فی زادِہٖ و یُحْمَلُ علیه؟

ج: نعم یجوزُ لہٗ أنْ یَزِیْدَ فِی الْحِمْلِ عوضَ ما أکلَ وا نتقص منَ الزَّادِ۔

س: اونٹ کرایہ پر لیا تا کہ اس پر توشہ کی (خاص) مقدار لادے اور وہ اپنے سفر میں اس توشہ میں سے کھاتا ہے پس وہ (توشہ) کم ہو جاتا ہے تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے توشہ میں اضافہ کرے اور اس پر لادے۔

ج: جی ہاں! اس کیلئے جائز ہے کہ وہ بوجھ میں اضافہ کرے اس کے عوض جو اس نے کھایا اور توشہ میں سے کم ہوا۔

﴿مطلق رکوب کے لئے جانور لیا تو اپنے علاوہ کو بھی سوار کر سکتا ہے﴾

س: استأجر دابّۃً للرکوب فأرْکبھا غیرَہ ھل یجوزُ لہ ذلك؟

ج: إن أطلَقَ الرُّکُوْبَ جازَہ أن یَّرْکَبھامن شاءَ ولَوْ قال لہ عند العقدِ اِنہ یَرکَبُھا فلانٌ فارکَبَ المستأجِرُ غیرَہ و عَطِبَتِ الدَّابَّۃُ یضمَنُ، وکل ما یختلفُ باختلافِ المستعمِلِ فحُکمُہ کذلك۔

س: سوار ہونے کیلئے جانور کرایہ پر لیا پس اس پر اپنے سوا کو سوار کر دیا تو کیا یہ اس کے لئے جائز ہے؟

ج: اگر سوار ہونے کو مطلق رکھے تو اس کیلئے جائز ہے کہ اس پر سوار کرے جسے چاہے اور اگر عقد کے وقت اس سے کہا کہ تحقیق فلاں اس پر سوار ہوگا پس مستأجر نے اس کے سوا کو سوار کر دیا اور جانور ہلاک ہو گیا تو ضامن ہوگا اور ہر ایسی (چیز) جو استعمال کرنے والے کے بدلنے سے بدل جاتی ہے پس اس کا حکم اسی طرح ہے۔

س: استأجَرَ دابّۃً وسمّٰی نوْعًا و قدرًا یحمِلہٗ علَیھا مثلاً قال:

Marfat.com

احمِلُ خَمْسَةَ أَقْفِزَةٍ حنطةً هل يجو زُ له ا ن يّحمِلَ مقدارَ هذا الوزنِ من غيرِ الحنطةِ ؟

ج: جا ز له أن يحمِلَ علَيْها ما هُو مثلُ الحنطةِ فی الضررِ أو أقلَّ، كالشعيرِ والسمسمِ وليس له ا ن يحمِلَ، ما هو ا ضرُّمن الحنطةِ كا لملح والحديدِ والرَّ صا صِ ،كما اذا استاجَر ليحمِل عليها قُطْنًا وسمّٰی وز نَه' فإنه ليسَ له أن يحمِل مثل وزنِهٖ حديدًا ۔

س: اجرت پر جانور لیا اور وہ نوع ومقدار بیان کردی جو اس پر لادے گا، مثال کے طور پر کہا پانچ قفیز گندم لادونگا کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اسی وزن کی مقدار میں گندم کے علاوہ کوئی چیز لادے۔

ج: جو ضرر میں گندم کی طرح ہو اس کے لئے اس چیز کا لادنا جائز ہے یا (ضرر) میں ہو جیسے جو، گندم اور اس کو اختیار نہیں ہے کہ جو ضرر میں گندم سے زیادہ ہو جیسے نمک اور لوہا اور شیشہ، جیسا کہ جب روئی لادنے کے لئے جانور لے اور اس کے وزن کو بیان کر دے پھر اس کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اس کے وزن کے برابر اس پر لوہا لادے۔

﴿طے شدہ سے زیادہ بوجھ لادا اور جانور ہلاک ہوگیا تو ضمان واجب ہوگی﴾

س: وإن استا جرَ ها ليحمِلَ عليها مقدارا منَ الحنطةِ فحمل عليها أكثرَ منه فَعَطِبَتْ ما ذا يقعُ عليه ؟

ج: يقعُ عليه ضما نُ ما زا د من الثقل اذا كا نت الدا بةُ تطيقُ ذلك الثّقلِ ،وان كا نَتْ لَا تُطِيْقُ مِثل الثّقلِ الّذِیْ حُمّل علَيْها يجبُ عليه جميعُ قيمتِها ۔

س: اگر (جانور) کرایہ پر لے تا کہ اس پر گیہوں کی (خاص) مقدار لادے پس اس نے اس پر (مقدار) سے زیادہ لادا اور وہ (جانور) ہلاک ہوگیا تو اس کے ذمہ کیا واقع ہوگا؟

ج: جو بوجھ زائد ہوا اسکا ضمان اس کے ذمہ واقع ہوگا جبکہ جانور اس بوجھ کی طاقت رکھتا تھا جو اس پر لادا گیا، اور اگر جانور اس بوجھ کی مثل کی طاقت نہیں رکھتا تھا جو اس پر لادا گیا تو اس (جانور) کی پوری قیمت اس کے ذمہ واجب ہوگی۔

توضیح: اگر کوئی جانور اجرت پر لایا اور جس قدر بوجھ لادنا طے ہوا مثلاً طے ہوا کہ اس پر پانچ من گندم لادے گا، مگر اس نے اس طے شدہ شرط کی مخالفت کرتے ہوئے چھ من گندم جانور پر لادی اور جانور (باوجود قدرتِ بوجھ کے) ہلاک ہوگیا تو جس مقدار میں اس نے بوجھ زیادہ لادا ہے اس کا حساب کر کے قیمت کا ذمہ دار ہوگا مثلاً جانور کی قیمت چھ ہزار روپے تھی تو اب یہ ایک ہزار کا ضامن ہوگا۔ اور اگر بوجھ اس قدر لاددیا جسکی جانور میں طاقت نہیں تھی تو اس (جانور) کی پوری قیمت اس کے ذمہ واجب ہوگی۔

﴿اگر جانور اجرت لیا اور کسی اور کو ساتھ سوار کرلیا تو ضمان آئے گی﴾

س: إن استأ جَرَ دا بّةً ليركبَها فاردفَ معه' رجُلاً آخر فَعَطِبَتْ ماذا عَلَيْهِ ؟

ج: عليه ان يضمَن نِصفَ قيمتِها ان كانت الدّابةُ تُطيقهما ولا يُعتَبر بالثِّقلِ ۔

Marfat.com

س: اگر جانور کرایہ پر لے تا کہ اس پر سوار ہو پس اسنے اپنے ساتھ دوسرے شخص کو پیچھے سوار کیا اور (جانور) ہلاک ہو گیا تو اس کے ذمہ کیا ہے؟

ج: اسکے ذمہ ہے کہ اسکی آدھی قیمت کا ضمان دے اگر جانوران دونوں (سواروں) کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور بوجھ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

س: ان كَبَحَ الدَّا بةَ بِلِجَا مِها أو ضَرَ بهافعُطِبَت ما ذا عليه ؟

ج: يضمَنُ جميعَ قيمتِها عند ابى حنيفةَ رحمه الله تعالى لا ضَمَا نَ عَلَيْهِ اذا فعل فعلاً متعا رفًا ـ

س: اگر جانور کو اس کی لگام کھینچ کر ٹھہرائے یا اسے مارے وہ ہلاک ہو جائے تو اس کے ذمہ کیا ہے؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ اسکی تمام قیمت کا ضامن ہوگا اور حضرت ابو یوسفؒ و حضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کے ذمہ ضمان نہیں اگر متعارف کام کرے۔

توضیح: جانور کرایہ پر حاصل کیا اس کو ٹھہرانے کے لئے لگام کھینچی، لگام کھینچنے سے جانور ہلاک ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر ضمان ہوگی امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس کو اگر چہ لگام کھینچے کا حق حاصل ہے، لیکن بشرط سلامت حق ہے، اس طرح لگام کھینچنے کا حق نہیں ہے کہ جانور ہلاک ہو جائے، اس کو احتیاط سے کام لینا چاہئے تھا مگر چونکہ اس نے احتیاط سے کام نہیں لیا اس لئے ضامن ہوگا۔ اثر میں اس کا ثبوت ہے حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں **یضمن ما اعنت بیدہ** جو کچھ اس نے اپنے ہاتھ سے کیا اس کا ضامن ہوگا یہاں اس نے چونکہ ہاتھ سے لگام کھینچی ہے اور اس کی وجہ سے جانور ہلاک ہو گیا ہے اس لئے اس پر ضمان ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ضمان نہیں ہوگا۔ یہ مسئلہ اس اصول پر متفرع ہے کہ معروف طریقے پر جو حقوق ہیں ان کو استعمال کرنے کے لئے سلامت کی شرط ہے یا نہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سلامت کی شرط ہے کہ جانور سالم رہے ہلاک نہ ہو، اگر جانور ہلاک ہو گیا تو حق استعمال کرنے کے باوجود ضامن ہوگا، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ معروف طریقے سے حقوق استعمال کئے تو چاہے جانور ہلاک ہو جائے اس پر ضمان نہیں ہے، کیونکہ معروف طریقے سے چلانے اور ٹھہرانے کا حق حاصل تھا۔

﴿اونٹ کے مالک کا کجاوہ کو دیکھنا﴾

س: استأ جَرَ جَمَلاً ليحمِلَ عليهِ مَحمِلاً ورا كبَيْنِ الى المَكَّة مثلاً ماذا حكمُه ؟

ج: هٰذا جائزٌ، وللمستاجِرِ أن يحمِلَ المحمِلَ المعتادَ، وانْ شاهَدَ الجَمّالُ المحمِلَ فهو أجودُ۔

س: اونٹ کرایہ پر لیا تا کہ اس پر ایک کجاوہ اور دو سوار مثلاً مکہ (مکرمہ) تک لادے اور اگر اونٹ کا مالک کجاوہ دیکھ لے تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ جائز ہے اور مستأجر کیلئے (جائز) ہے کہ معتاد کجاوہ لادے اور اگر اونٹ کا مالک کجاوہ دیکھ لے تو یہ زیادہ عمدہ ہے۔

Marfat.com

حکم استئجار الحمام وغیرہ

﴿حمام وغیرہ کو اجرت پر لینے کا بیان﴾

س: و ما حکمُ اجرة عَسب التَّیسِ؟

ج: لا یجوز اخذ ھذہ الأجرة۔

س: تیس (نر) کو کدانے کی اجرت کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ اجرت لینا جائز نہیں۔

س: ھل یجوزُ اخذُ اجرةِ الحمّامِ والحَجّامِ؟

ج: نعم یَجُوزُ ذلکَ۔

س: کیا حمام اور حجام کی اجرت لینا جائز ہے؟

ج: جی ہاں! یہ جائز ہے۔

حکمُ الاستئجَارِ علَی الطّاعاتِ اَوْ عَلَی المَعاصِیْ

﴿نیک کاموں یا گناہ کے کاموں پر اجرت لینے کا حکم﴾

س: وما حکمُ الاستجارِ علی الغِناء والنَّوح؟

ج: لا یجوز الاستئجار علیھا ولا علی ایّ مَعصِیَّةٍ سواھُما۔

س: گانے اور ماتم کرنے پر اجرت لینے کا حکم کیا ہے؟

ج: ان پر اور ان کے سوا کسی گناہ کے کام پر اجرت لینا جائز نہیں۔

﴿اذان، اقامت، تعلیم قرآن پر اجرت جائز نہیں﴾

س: وما حکمُ الاستئجارِ علی الأذانِ والإقامةِ و تعلیمِ القرآن والحجِّ؟

ج: ھذَا کلُّه لایجوزُ عند ابیْ حنیفةَ رحمۃُ اللہ تعالٰی۔

س: اذان، اقامت، تعلیم قرآن اور حج پر اجرت لینے کا حکم کیا ہے؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سب جائز نہیں۔

توضیح: امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اذان، اقامت اور تعلیم القرآن اور حج پر اجرت لینا جائز نہیں ہے اس کے دلائل کتب

Marfat.com

احادیث میں موجود ہیں، متاخرین علماء کرام نے تعلیم قرآن اوراذان پر اجرت لینے کی گنجائش دی ہے کیونکہ پہلے زمانے میں معلمین مؤذنین کو بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا، جس کی وجہ سے وہ بلاعوض تعلیم دیتے تھے اب اگر معلمین تعلیم کی بجائے کسب مال میں لگیں گے تو تعلیم قرآن چھوٹ جائے گی اور دین کی ترقی رک جائے گی، اسی طرح مؤذن کے لئے بھی اگر چہ بہتر ہے کہ وہ اجرت نہ لے لیکن اہل وعیال کے لئے نان ونفقہ کا انتظام نہ ہوتو اجرت لے سکتا ہے، اس اجرت لینے کے باوجود اسے اذان دینے کا ثواب ہوگا بشرطیکہ آذان کے حصول کی نیت سے دے۔ خلاصہ یہ ہے کہ متاخرین علماء نے ضرورت کے پیش نظر امامت اذان وتعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینا جائز قرار دیا ہے اور فتوی جواز کے قول پر ہے۔

ضمان الأجير

﴿مزدور کی ضمان کا بیان﴾

س:هل قَسَّم الفقهاءُ الأجيرَ من حيثُ العملِ واستحقاقِ الأُجرة ؟

ج:الأجير على ضربين:أجيرٌ مشتركٌ ،وأجيرٌ خاصٌ ـ

س: کیا فقہاء نے عمل اوراجرت کے استحقاق کی حیثیت سے مزدور کی تقسیم کی ہے؟

ج: مزدوردوقسم پر ہے: مشترک مزدوراور خاص مزدور۔

س:الأجيرُ المشترَكُ من هُوَ ؟

ج:هو من يعمَل لكلِّ من فوَّض اليه عَملاً ولا يَختَصُّ لواحد معيَّن كالصبَّاغ والقَصَّار، والمالُ أمانةٌ في يدِهِ، فان هلك من غير تعدلم يضمنه عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وقالَ صاحباه رحمهما الله تعالى يضمَنه ـ

س: مشترک مزدورکون ہے؟

ج: یہ وہ (مزدور) ہے جو ہراس (شخص) کیلئے کام کرتا ہے جو (شخص) اسے کام سپرد کرتا ہے اور کسی ایک معین (شخص) کیلئے خاص نہیں جیسے رنگریز اور دھوبی اور مال اسکے قبضہ میں امانت (ہوتا) ہے پس اگر وہ (مال) تعدی کے بغیر ہلاک ہوجائے تو حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ اس مال کا (ضامن) نہیں ہوگا اور آپ کے صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کا ضامن ہوگا۔

توضیح: اجیر کی دوقسمیں ہیں ایک وہ ہے جو بیک وقت کئی آدمیوں کا کام لے لیتا ہے اور اصل اجرت وقت گزرنے پر نہیں ہوتی، بلکہ کام کردینے پر ہوتی ہے چاہے جتنا بھی وقت لگے اس مزدور کو اجیر مشترک کہتے ہیں ۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں اجیر مشترک کے ہاتھ میں چیز امانت ہوتی ہے جیسے رنگریز کو کپڑا دیا تو یہ اس کے ہاتھ میں امانت ہے کیونکہ مال والے نے بخوشی اس کو کپڑا دیا ہے اس لئے اب اگر اس کی تعدی وزیادتی کے بغیر یہ ہلاک ہوجائے تو اس صورت میں اس پر ضمان لازم نہ ہوگی۔ حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ ضامن ہوگا اس لئے کہ اس کو جو کپڑا دیا ہے وہ بشرط سلامت دیا ہے مگر اس نے اس کو برباد کردیا ہے اس

Marfat.com

لئے یہ ضامن ہوگا۔

س: لو تَلِفَ المالَ بعمله كتخريقِ الثوب من دقِّ القصَّا ر و كزَلْقِ الحمَّال وانقطا عِ الحَبْل الذى يُشدُّبه الحمل و كغرق السفينةِ مِنْ مَدِّ ها ، ما حُكْمُ هذا التَّلَفِ ؟

ج: هذا كلُّه مضمون على الأجير اذا تلِف ،إلا أنه لا يَضْمَنُ بنى آدم فيما اذا غرق أحدهم فى السَّفينةِ أو سقَط من الدا بَّةِ ،وكذا لا يضمَنُ البزاغُ والفصَّا د اذا لم يَتَجَا وَ زُ الفَصْدُ والبَزْ غُ المو ضِعَ المعتادَ، وان تجا وزه ضَمِنَا ۔

س: اگر (مشترک مزدور) کے عمل کی وجہ سے مال ضائع ہو جائے جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑے کا پھٹنا اور جیسے قلی مزدور کا قدم پھسلنا اور اس رسی کا ٹوٹنا جس کے ساتھ بوجھ باندھا جاتا ہے اور جیسے (کشتی) کو کھینچنے سے کشتی کا ڈوبنا (تو) اس نقصان کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ سب مزدور کے ذمہ مضمون ہے جب ضائع ہو جائے مگر یہ کہ وہ بنو آدم کا ضامن نہیں ہوگا اس (صورت) میں جب ان میں سے کوئی کشتی میں ڈوب جائے یا جانور سے گر جائے اور اسی طرح داغنے والا اور پچھنے لگانے والا ضامن نہیں ہوگا اور داغنا معتاد مقام سے تجاوز نہ کرے اور اگر (معتاد مقام) سے تجاوز نہ کر جائے تو ضامن ہوں گے۔

س: الخاصُّ من هُو؟

ج: والأجيرُهو من استا جَرر جلٌ لِيَعْمَلَ عندَ مدَّةً مّعلُو مةً ،كَمَنِ استا جرَ رجلاً شهرًا لخِد مة أو لرِعى الغنمِ مثلاً ۔

س: خاص مزدور کون ہے؟

ج: یہ وہ (مزدور) ہے جسے کوئی شخص اجرت پر لے تاکہ وہ اس کے پاس معلوم مدت تک کام کرے جیسے کسی نے مثلاً خدمت کے لئے بکریاں چرانے کیلئے کسی شخص نے ایک ماہ کیلئے اجرت پر لیا۔

توضیح: اجیر خاص اس مزدور کو کہتے ہیں جو ایک خاص مدت میں صرف ایک ہی شخص کا مزدور ہو، اس مدت میں صرف اسی کا کام کر سکتا ہو کسی اور کے کام کرنے کی اس کو اجازت نہ ہو جیسے صبح سے لے کر شام تک مزدور کو اجرت پر لیتے ہیں کہ اس وقت میں صرف اسی کا کام کرے گا کسی اور کا کام نہیں کرے گا یا مثلاً کسی شخص کو ایک ماہ تک بکریوں کو چرانے کے لئے اجرت پر رکھا تو اس مزدور کو اجیر خاص کہتے ہیں۔ اس مزدور کا حکم یہ ہے کہ کام کرے یا زیادہ کرے یا نہ کرے صرف صبح سے شام تک خود کو مستاجر کے سپرد کر دے اسی سے ہی وہ اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

س: وما حكمُ الضَّما نِ فيما تلِف من عمِله ۔

ج: لَاضَمانَ علَيه ماتلِف ما فى يدِه ،أو تلِف مِنْ عَمَلِه إلا يتعدُّ فيضمَنُ ۔

س: اس (خاص مزدور) کے عمل سے جو (چیز) ہلاک ہو جائے اس میں ضمان کا حکم کیا ہے؟

Marfat.com

ج: جو (چیز) اس کے قبضہ میں (موجود) ہے اس کے (از خود) ضائع ہونے یا (خاص مزدور) کے عمل سے ضائع ہونے میں اس کے ذمہ ضمان نہیں مگر یہ کہ وہ تعدی کرے تو ضامن ہوگا۔

توضیح: اجیر خاص کے ہاتھ میں اگر کوئی چیز ضائع ہو جائے یا جو منافع وجود میں آئے تھے اس میں کچھ منافع ضائع ہو گئے تو اجیر خاص پر ضمان لازم نہیں ہے اس لئے کہ یہ مال اس کے ہاتھ امانت کے طور پر تھا اور امانت کا یہ حکم ہے کہ بغیر تعدی کے ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوتا مثلاً چرانے کے لئے اس کو بکری دی اس کی تعدی کے بغیر ہلاک ہو گئی تو اجیر پر اس کا تاوان نہیں ہے۔

حكم السفر با لعبد الأ جير

﴿مزدور غلام کے ساتھ سفر کرنے کا حکم﴾

س: استأ جَر عبدًا للخِد مةِ فهل له ا ن يُسَا فِرَ بِهِ ؟

ج: ليسَ له ذلك الا أن يَشْتَرِطَ في العقدِ ، وذلك لأنَّ خد مةَ السَّفَرِ أشقُّ ۔

س: غلام خدمت کے لئے اجرت پر لیا تو کیا اسکے لئے جائز ہے کہ اسے سفر پر لیجائے؟

ج: یہ اس کیلئے (جائز) نہیں مگر یہ کہ عقد میں شرط لگائے اور یہ (ممانعت) اس وجہ سے ہے کہ سفر کی خدمت زیادہ دشوار ہے۔

توضیح: کسی شخص نے حضر میں خدمت کے لئے اجرت پر غلام لیا تو اب اس کو اسکی خوشی کے بغیر سفر میں نہیں لے جا سکتے جب تک عقد اجارہ کے وقت یہ شرط نہ لگائی ہو کہ میں اس کو سفر کی خدمت میں بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ ہاں اگر عقد اجارہ کرتے وقت یہ شرط لگائی ہو کہ غلام کو سفر میں بھی لے جاؤں گا تو لے جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر میں مشقت ہوتی ہے اس میں خدمت کرنا بھی مشکل کام ہوتا ہے، اس لئے حضر میں اجارہ ہوا ہے تو غلام کی مرضی کے بغیر اس کو سفر میں نہیں لے جا سکتا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا المسلمون عنه شرو طهم (بخاری شریف) آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان شرطوں کا پاسبان ہے۔

مَتٰى يستحِقُ الأُ جرةَ ؟

﴿مزدور کب اجرت کا مستحق ہوتا ہے؟﴾

س: وَما التَّفْصِيلُ فِي استِحْقَا قِ الْأُ جرَةِ ؟

ج: الأ جيرُ المشترَ كُ لا يستحِق الأ جرةَ حتى يفرُ غَ من عَمِلِهِ ، والأ جيرُ الخا صُ يستحِقُّ الأُ جْرَةَ بتسليمِ نفسِهِ فى مد ة الإجا رة ولو لم يستعملهُ المستأ جرُ فى عملٍ ۔

س: اجرت کے حقدار ہونے میں تفصیل کیا ہے؟

ج: مشترک مزدور اجرت کا مستحق نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ اپنے کام سے فارغ ہو جائے اور خاص مزدور اجارہ کی مدت میں اپنے

Marfat.com

آپ کو سپرد کرنے سے اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے اگر چہ مستأجر نے اسے کسی کام میں استعمال نہ کیا ہو۔

﴿اجرت کے حق دار ہونے میں تفصیل﴾

س: نريد أن نعلم بعضَ التفصيلِ في استحقاقِ الإ جرةِ ،فإنَّ الا عْمَالَ كثيرةٌ و يَتفَا وَتُ بَعْضُهَا بَعْضًا؟

ج: الأ جرةُ لا تجبُ بنفسِ العقدِ ،وتُستَحَقُّ با حدِ ثلا ثةِ معانٍ ،إمَّا بِشَرْطِ التَّعْجِيْلِ ،أو با لتعجيلِ من غيرِ شر طٍ ،أو با ستيفاءِ المعقودِ عليهِ ،واليك بعضَ التفصيل في ذلكَ :

(١) استأ جر دارًا فللمو جر أن يطا لبَه بِأُجْرةِ كُلِّ يومٍ ، إلا أ ن يبيِّنِ و قتَ الا ستحقاقِ في العقدِ۔

(٢) استأ جَر دا بَّةً فللجمَّا ل ان يطا لِبَهُ با جرةِ كُلِّ مَرْحَلَةٍ۔

(٣) استأ جَر خبَّا زًا ليُخْبِزَ لَهُ في بيتِهٖ كُلُّ قَفِيْزٍ بِدِ رْ هَمٍ مثلاً فإنه لا يستَحِقُّ الْأ جْرَةَ حتّٰى يخرُجَ الْخُبْزُ مِنَ التُّنو رِ۔

(٤) إِسْتَأْجَرَ رَجُلاً لِيَضْرِبَ لَهُ لَبِنًا فَإِنَّهُ يستحِقُّ الأ جرةَ إذا أقامَ اللَّبِن۔

هذا عند أ بي حنيفة رحمه الله تعا لي ،وقال ابو يو سف و محمد ر حمهما اله تعا لي : لا يَسْتَحِقُّهَا حتى يُشَرِّ جَ اللَّبِن۔

س: ہم چاہتے ہیں کہ اجرت کا حقدار ہونے میں کچھ تفصیل معلوم کریں کیونکہ اعمال بہت زیادہ ہیں اور ان (اعمال) میں سے بعض بعض سے مختلف ہوتے ہیں؟

ج: نفس عقد سے اجرت واجب نہیں ہوتی تین وجوہ میں سے کسی ایک (وجہ) سے (اجرت) میں حق ثابت ہوتا ہے یا تعجیل کی شرط کیساتھ یا شرط کے بغیر تعجیل کے ساتھ معقود علیہ وصول کرنے کے ساتھ اور اس (سلسلہ) میں کچھ تفصیل محفوظ کیجئے:

(۱) مکان کرایہ پر لیا تو موجر کیلئے (جائز) ہے کہ اس سے ہر دن کی اجرت کا مطالبہ کرے مگر یہ کہ عقد میں استحقاق کا وقت بیان کر دے۔ (۲) جانور کرایہ پر لیا تو جانور کے مالک کیلئے جائز ہے کہ اس سے ہر مرحلہ کی اجرت پر مطالبہ کرے۔ (۳) نانبائی اجرت پر لیا تا کہ اس کے گھر میں اس کیلئے روٹی پکائے مثلا ہر قفیز ایک درہم کے عوض، پس تحقیق (نانبائی) اجرت کا مستحق نہیں ہوگا یہاں تک کہ تنور سے روٹی نکال دے (۴) کسی شخص کو اجرت پر لیا تا کہ اس کیلئے پکی اینٹیں بنائے پس تحقیق وہ اجرت کا مستحق ہوگا جب پکی اینٹیں کھڑی کر دے اور یہ (حکم) حضرت ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے اور حضرت ابو یوسفؒ و حضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ (اجرت) کا مستحق نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ چٹا لگا دے۔

﴿باورچی اجرت کا کب مستحق ہوگا﴾

س: استأجَرَ طبَّا خًا ليطبُخَ طعا مًا للو ليمة فطَبَخ متى يستحِقُّ الأ جرةَ ؟

Marfat.com

ج: یستحق الأ جرةَ بعد أن یَغرِف للآ کلین القَصْعاتِ ،لأن ذلك دا خل فی عمله عُرْفًا ۔
س: سالن پکانے والا اجرت پر لیا تا کہ وہ ولیمہ کا کھانا پکائے پس اس نے پکایا تو وہ کب اجرت کا مستحق ہوگا؟
ج: کھانے والوں کے لئے پیالوں میں (سالن) ڈالنے کے بعد اجرت کا مستحق ہوگا کیونکہ یہ (کام) عرف کے اعتبار سے اس کے عمل میں داخل ہوں گے۔

توضیح: باورچی کو کھانا بنانے کے لئے اجرت پر لیا کہ وہ ولیمہ کے لئے کھانا پکائے تو کھانا پکا چکنے کے بعد باورچی کی یہ ذمہ داری ہے کہ کھانا پلیٹوں میں بھی ڈالے کیونکہ عرف کے اعتبار سے یہ کام باروچی کے عمل میں داخل ہونگے۔فائدہ: مصنفؒ کے عرف میں کھانا پکانے کے بعد تھالی میں ڈالنے کا بھی عرف ہوگا اس لئے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے لکھ دیا گیا کہ تھالی میں ڈالنا بھی بارچی کے عمل میں داخل ہے جہاں کہیں یہ عرف نہ ہو وہاں صرف کھانا پکا دینے سے ہی باروچی کی ذمہ داری پوری ہوجاتی ہے کما فی بلادنا

﴿ فائدة ﴾

کلُّ صنا ئع لعمله أ ثرٌ فی العَیْنِ کا لقصَّا ر والصبَّا غ فله أن یَحبِسَ العینَ بعد الفَرا غ من عمله حتی یستوفی الأُ جْرَةَ ،ومن لیس لعمله أثرٌ فی العین فلیس له أن یحبِس العین للأ جرة کالحمَّا ل والملاَّ ح ۔
ہر کاریگر جس کے کام کا نشان شے میں (ظاہر) ہو جیسے دھوبی اور رنگریز تو اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد اسے شے روکنے کا (حق) ہے یہاں تک کہ اجرت وصول کرلے اور جس (کاریگر) کے عمل کا نشان شئی میں (ظاہر) نہ ہو تو اجرت کیلئے اس سے شے روکنے کا (حق) نہیں جیسے قلی مزدور اور کشتی بان۔

ذکرُ بعضِ الشُّروطِ ولاختلافِ بین المستأجر والأجیرِ

﴿بعض شرطوں اور مستأجر مزدور کے درمیان اختلاف کا ذکر﴾

س :إذَا اشْتَرَ طَ عَلَی الصَّانِعِ أن یعمَل بنفسِهٖ فهل للصَّا نع أن یستعمَل فِی ذلكَ غَیْرَہ؟
ج:لَیْسَ لَہٗ ذٰلِكَ ۔

﴿اگر خود کام کرنے کی شرط سے کام لیا تو کسی اور سے کرانا جائز نہیں ہے﴾

س: جب کاریگر پر شرط لگائے کہ وہ خود کام کرے تو کیا کاریگر کے لئے (جائز) ہے کہ وہ اس میں اپنے سوا سے کام لے؟
ج:اس کے لئے (جائز) نہیں

﴿عمل کے مطلق رکھنے کی صورت کا حکم﴾

س :فإن ا طلقَ العملَ و لَم یَشْتَرِ طْ ا ن یَّعْمَلَ بِنَفْسِهٖ مَا ذَا حکمُه ؟

Marfat.com

ج: جَازَ للصَّانِعِ فِیْ هٰذِهِ الصُّورَةِ أن يَّسْتَعْمِلَ غيرَه فی عَمَلِهٖ۔

س: اگر عمل کو مطلق رکھے اور خود کام کرنے کی شرط نہ لگائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اس صورت میں کاریگر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل میں اپنے سوا سے کام لے۔

﴿فارسی طرز پر سیا تو ایک درہم رومی پر سیا تو دو درہم﴾

س: إذا قال للخيَّاط: إن خِطْتَ هذا الثوبَ فا رسياً فَبِدِ رْهم وإن خطتَ رُوْمِيًّا فَبِدِ رْ هَمَيْن ما حكمُ هذا الا ستئجَا رِ؟

ج: هٰذا جائِزٌ، وأيُّ العَمَلَيْنِ عمِلَ استحقَّ الأُ جْرَةَ المعينَّةَ۔

س: جب درزی سے کہے اگر تم نے کپڑے کو فارسی طرز پر سیا تو ایک درہم کے عوض اور اگر تم نے رومی طرز پر سیا تو دو درہموں کے عوض (تو) استیجار کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ جائز ہے اور دونوں کاموں میں سے جونسا (کام) کیا مقررہ اجرت کا مستحق ہوگا۔

توضیح: کپڑا سلوانے والے نے درزی سے کہا کہ تو نے اگر اس کپڑے کو فارسی طرز پر سیا تو میں تجھے ایک درہم اجرت دونگا اور اگر اس کو رومی طرز پر سیئے تو تجھے دو درہم اجرت دونگا تو اب درزی ان دو طرزوں میں سے جس طرز پر بھی کپڑا سی دے گا اسی اجرت کا مستحق ہوگا اور ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ دونوں کام جدا جدا ہیں اور دونوں کے لئے الگ اجرت متعین کر دی گئی ہے اور کوئی جہالت بھی اس میں نہیں ہے اس لئے اجارہ درست ہے۔

﴿آج سیا تو ایک درہم کل سیا تو دو درہم کہنے کا حکم﴾

س: وإن قال: إن خِطتَه اليو مَ فَبِد رهم وإن خطتَه غدا فنصف در هم ما الحكم فی ذلك؟

ج: قال أبوحنيفة رحمه الله تعالی: إن خا طه اليو مَ فله در هم، وإن خا طَه غدًا فله أ جر ةُ مثلِهٖ، ولا يتجا وز به نصف درهم وقال ابو يوسفَ رحمه الله تعالی: الشرطانِ جا ئزانِ، و يستحِقُّ الأجرةَ حسبَ ما شرطا ورَضِيا۔

س: اگر کہے کہ اگر آپ نے اسے آج سیا تو ایک درہم کے عوض اور اگر اسے کل سیا تو آدھے درہم کے عوض (تو) اس (صورت) میں حکم کیا ہے؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے آج اسے سیا تو اس کیلئے ایک درہم ہے اور اگر اسے کل سیا تو اس کیلئے اس (سلائی) کی اجرت مثل ہے اور اس (اجرت مثل) میں آدھے درہم سے تجاوز نہ کیا جائے اور حضرت ابو یوسفؒ وحضرت محمد فرماتے ہیں کہ دونوں شرطیں جائز ہیں اور وہ اجرت کا مستحق ہوگا اس کے مطابق جو ان دونوں نے شرط لگائی اور (جس اجرت پر) وہ دونوں راضی ہوئے۔

توضیح: کسی نے درزی سے کہا کہ تم اگر آج کپڑا سی دوگے تو تمہیں ایک درہم دیا جائے گا اور اگر کل سیا تو پھر آدھا درہم اجرت

Marfat.com

ملے گی، امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں اگر وہ آج سی دیتا ہے تو اس کو پورا درہم اجرت ملے گی لیکن اگر وہ کل سیتا ہے تو پھر اس کی اجرت آدھا درہم نہیں ہوگی بلکہ اس کپڑے کے سینے کی اجرت بازار میں ہوگی وہی اجرت اس شخص کو ملے گی البتہ وہ اجرت بھی نصف درہم سے زائد نہ ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ کپڑا سلوانے والے کا یہ کہنا کہ اگر کل سیئے گا تو آدھا درہم اجرت ہوگی یہ تعلیق ہے اور اجارہ معلق ہو جائے تو بات طے نہیں ہوتی اس لئے اجارہ فاسد ہو گیا اور جب اجارہ فاسد ہو جائے تو ضابطہ یہ ہے کہ بازار میں جو اجرت ہوسکتی ہے وہی اجرت ملتی ہے اس لئے بازار کی اجرت ملے گی لیکن کل سینے پر دونوں کے درمیان آدھا درہم طے ہے اس لئے بازار کی اجرت بھی آدھے درہم سے زائد نہ ہو صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ آج کی شرط لگائے یا کل کی دونوں شرطیں ہو درست ہیں، اس لئے دونوں اجارے بھی درست ہیں اس لئے جو عمل کرے گا شرط کے مطابق وہی اجرت اس کو دی جائے گی یعنی اگر آج سے دے تو ایک درہم مل جائے گا اور اگر کل سیئے گا تو آدھا درہم اجرت ملے گی۔

﴿درزی اور کپڑے سلوانے والے کے درمیان اختلاف کی صورت میں کپڑے کے مالک کا قول مع قسم معتبر ہوگا﴾

س: أعطى ثوبًا للخيّاطِ او للصبّاغِ، فخاطه الخيّاطُ وصبغه الصبّاغُ ثم اختلف صاحبُ الثوب وصاحبُ العملِ، فقال صاحب الثوب: أمرتُك أن تعمَل ثوبي هذا قَباءً وأ نت خِطتَه قميصًا، وقال الخيّاطُ: أنا خِطتُ كما أ مرت اوقال صاحب الثوب للصباغ امر تك أن تصبغَه أحمرَ فصبغته أصفر ،فأى القو لين يُؤخذ به؟

ج: يُقبَل فى ذلك قو لُ صا حبِ الثوب مع يمينهِ ،فَإنْ حَلَف يضمَنُ كُل من الخيّا ط والصبّا غ لأ جلِ ما خا لفا من أ مْرِهِ ،وصا حبُ الثَّوبِ مخيَّر إن شاء ضمَّنه قيمةَ الثوب غير معمول ولا أ جرَ له ،وإن شاء أخذَ الثَّوبَ وأ عطاهُ أجر مثله ،وإن شا ء اَخذَ الثَّوبَ وأ عطا هُ أ جرَ مثلِهِ ولا يُجا وِزُ به المسمّٰى۔

س: درزی کو یا رنگریز کو کپڑا دیا پس درزی نے اسے سی دیا، اور رنگریز نے اسے رنگ دیا پھر کپڑے کے مالک اور کاریگر کا اختلاف ہو گیا پس کپڑے کے مالک نے کہا، کہ میں نے تمہیں حکم دیا کہ میرے اس کپڑے کی قباء بنا دیں اور آپ نے اس کا کرتہ سی دیا اور درزی نے کہا کہ میں نے ویسے سیا جیسے آپ نے حکم دیا، یا کپڑے کے مالک نے رنگریز سے کہا کہ میں نے تمہیں حکم دیا کہ آپ اسے سرخ رنگ دیں، تو آپ نے اسے زرد رنگ دے دیا پس دونوں قولوں میں سے کونسا (قول) لیا جائے؟

ج: اس بارے میں کپڑے کے مالک کا قول اس کی قسم کے ساتھ قبول کیا جائے، پس اگر وہ قسم کھالے تو درزی اور رنگریز میں سے ہر (ایک) ضامن ہوگا، اس وجہ سے کہ انہوں نے اس کے حکم کی مخالفت کی اور کپڑے کا مالک با اختیار ہے اگر چاہے اسے بغیر عمل کیے ہوئے کپڑے کی قیمت کا ضامن بنائے، اور اس کے لئے کوئی اجرت نہیں، اور اگر چاہے کپڑا لے لے اور اسے اس (عمل) کا اجر مثل دے دے اور اس (اجر مثل) میں مقرر (اجر) سے تجاوز نہ کیا جائے۔

Marfat.com

﴿صاحب ثوب اور صانع کا اجرت اور بغیر اجرت کام کرنے میں اختلاف ہو جانے کا حکم﴾

س:وإن قال صاحبُ الثَّوْبِ عملتَه بغير أجرةٍ، وقال الصانع:عملتُه بأ جرة كيف يقضى بينهما ؟

ج:القول في ذلك قولُ صا حبِ الثَوْبِ مَعَ يَمِيْنِهِ وعند أبي حنيفة رحمه الله تعا لى وقال أ بو يو سف رحمه الله تعا لى :إن كا ن من عادة رب الثوب التعا ملُ معه بالأجرةُ فله الأجرة وإلا فلا، وقال محمد رحمه الله تعالى:إن كانَ الصَّانعُ مبتذِلاً هذه الصَّنعةِ بالأُجرَةِ فالقولُ قو لُه مع يمِيْنِهِ ۔

س:اگر کپڑے کا مالک کہے: کہ آپ نے اجرت کے بغیر اس پر کام کیا اور کاریگر کہے کہ میں نے اجرت کے ساتھ اس پر کام کیا ہے تو ان کے درمیان کیسے فیصلہ دیا جائے؟

ج:حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس بارے میں (معتبر) قول کپڑے کے مالک کا قول اس کی قسم کے ساتھ ہے اور حضرت ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر کپڑے کے مالک کی عادت اس کے ساتھ اجرت کے عوض معاملہ کرنا ہے تو اس کے لئے اجرت ہے وگرنہ نہیں۔اور حضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے لئے اجرت کے ساتھ مشہور ہے تو (معتبر) قول اس کا قول اس کی قسم کے ساتھ ہے۔

فسخ الإ جا رة وانفسا خها

﴿اجارہ توڑنے اور اس کے ٹوٹنے کا بیان﴾

س:اذا مَا تَ أ حدُ المتعا قدَيْنِ فهل يبقى عقدُالإ جا رَةِعلى ما كا ن؟

ج:يُنظَر فيه ،إن كا ن عَقدَ ها لنفسه انفسختِ الإ جا رَةُ بموتِهِ، وإن كَان عقد ها لِغَيْرِهِ كَا لوَ كِيْلِ لموَكِّله و كَا لوَلِيِّ لِلصَّبِيِّ أَوِ الْوَا لِدِ لِوَلِدِهِ لم تَنفَسِخ ۔

س:جب باہم عقد کرنے والے دو (شخصوں) میں سے کوئی ایک مرجائے تو کیا عقد اجارہ اس (حال) پر باقی رہتا ہے جس پر تھا؟

ج:اس بارے میں دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے اپنے لئے عقد (اجارہ) کیا تھا تو اس کی موت سے اجارہ ٹوٹ جائیگا اور اگر اس نے اپنے سوا کسی کے لئے عقد (اجارہ) کیا تھا جیسے وکیل اپنے مؤکل کے لئے ولی بچے کے لئے اور والد اپنے ولد کے لئے (عقد اجارہ کرے تو (عقد اجارہ) نہیں ٹوٹتا۔

﴿عذروں کی وجہ سے اجارہ توڑنا﴾

س:وهَل تنفسَخُ الإ جا رةُ با لأ عذارٍ ؟

ج:نعم تنفسخ الإجا رة بها ،كمن استأجر دُكَّانًا في السُّوْ قِ ليتَّجِرَ فيه فذهبَ ما لُه ،و كمن آجَرَ دارًا اودُ كَّا نًا

Marfat.com

ثم أَفْلَسَ فلزِ متهُ د یو نٌ لایقدِ رُ علی قضا ئِها الا من ثمن ما آجَرَ ،فیفسَخ القاضی عقدَ الإ جا رَةِ و یبیعُ هذه الدَّارَو الدُّکا نَ فی الدَّ ین ۔

س: کیاعذروں کی وجہ سے اجارہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج: جی ہاں! ان کی وجہ سے اجارہ ٹوٹ جاتا ہے جیسے کسی نے بازار میں دوکان کرایہ پر لی تاکہ اس میں تجارت کرے پس اس کا مال ضائع ہوگیا اور جیسے کسی نے مکان یا دوکان کرایہ پر دی پھر وہ تنگدست ہوگیا پس اسے ایسے دیون لازم ہوگئے کہ وہ ان (دیون) کو ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا مگر اس کے ثمن کے ذریعہ جس کو اس نے کرایہ پر دیا تو قاضی عقد اجارہ توڑ دے گا اور اس مکان اور دوکان کو دین (کی ادائیگی) میں بیچ دے گا۔

﴿سفر کا ارادہ ختم ہوجانا معتبر عذر ہے﴾

س: استأ جر دا بة لیسا فر علیها ثم بد الہ أ ن لا یُّسَا فِرَ فهل هذا عذرٌ یُعْتَبَرُ فی فسخِ الإ جا رَةِ ؟

ج: نعم هذامِنَ الأعذارَ الّتی تُعتَبر فی فسخِها ۔

س: جانور کرایہ پر لیا تاکہ اس پر سفر کرے پھر اسے سوجھا کہ سفر نہ کرے پس کیا یہ ایسا عذر ہے جو اجارہ توڑنے میں معتبر ہو؟

ج: جی ہاں! یہ ان عذروں میں سے ہے جو اجارہ توڑنے میں معتبر ہوتے ہیں۔

س: رجل یُکاری دابّة للمسافرین فعا قَدَ رجُلاً لیحمَلَه ثم بد الہ عُذرٌ مِّن السَّفَرِ فهل له أ ن یفسخ عقدَ الْإِجَا رَةِ ؟

ج: لا یُعدُّ هذا عُذرًا معتبرًا فی الفَسْخِ، وعلیه أ ن یَّبعَثَ الدابَّةَ مَعَ أَجِیْرِهٖ أو یَمْشِیْ بِنَفْسِهٖ ۔

س: ایک شخص مسافروں کو اپنے جانور کرایہ پر دیتا ہے پس اس نے ایک شخص سے عقد کیا تو کہ اسے سوار کرے پھر اسے سفر سے عذر سوجھا تو عقد اجارہ توڑنا اس کے لئے (جائز) ہے؟

ج: (عقد اجارہ) توڑنے میں اسے معتبر عذر شمار نہیں کیا جاتا اور اس کے ذمہ ہے کہ اپنے مزدور کے ساتھ جانور بھیجے یا خود چلے۔

فسا دُ الإجارة با لشرو ط

﴿شرطوں کی وجہ سے اجارہ کے فساد کا بیان﴾

س: هل تفسُد الإ جا رةُ با لشرو طِ ؟

ج: نعم تفسُد با لشرو طِ التی لا یقتضیها العقدُ ، کما یفسُد البیع بُها ۔

س: کیا شرطوں کی وجہ سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے؟

Marfat.com

ج: جی ہاں! (اجارہ) ان شرطوں کی وجہ سے فاسد ہو جاتا ہے عقد جن کا تقاضا نہیں کرتا جیسا کہ بیع ان (شرطوں) کی وجہ سے فاسد ہو جاتی ہے۔

س: إذا فسدتِ الإجارةُ وعمِل الأجير عمله بما يُقضَى على المستأجر؟

ج يُقضَى عليه بأُجرةِ المِثْلِ، ولا يتجاوزُه بِهِ المُسَمّي۔

س: جب اجارہ فاسد ہو جائے اور مزدور اپنا کام کرلے تو مستاجر کے خلاف کس (چیز) کا فیصلہ دیا جائے؟

ج: اس کے خلاف اجرت مثل کا فیصلہ دیا جائے اور اس (اجرت مثل) میں مقررہ (اجرت) سے تجاوز نہ کیا جائے۔

شرطُ الخيارِ فى الإجارةِ

﴿اجارہ میں شرط خیار کا بیان﴾

س: هل يصِحُّ شرطُ الخيارِ فى الإجارةِ؟

ج: نعم، يَصِحُّ شرطُ الْخِيَارِ فِيهَا كَمَا يَصِحُّ فِي الْبَيْعِ۔

س: کیا اجارہ میں شرط خیار صحیح ہوتی ہے؟

ج: جی ہاں! اس میں شرط خیار صحیح ہوتی ہے جیسا کہ بیع میں صحیح ہوتی ہے۔

كتاب الشفعه

﴿شفعہ کا بیان﴾

لغات: الشفعه زمین یا مکان میں ہمسائیگی کی وجہ سے حق خریداری، الشفیع شفعہ کا حق رکھنے والا الخلیط شریک الطریق راستہ الجار پڑوسی الاشہاد گواہ مبتاع خریدنے والا استقرت پختہ ہوگیا اشهد اشهادا گواہ بنانا ینهض نهو ضا اٹھنا، عقار زمین حمام غسل کرنے کی جگہ جمع حمامات الرحی پن چکی جمع ارحاء العرصه گھر کا صحن، ہر وہ جگہ جس میں کوئی عمارت نہ ہو الذمی جزیہ دے کر دارالاسلام میں رہنے والا کافر عروض عرض کی جمع ہے بمعنی سامان سفن کشتیاں واحد سفینته ہے غرس (ض) سا پودہ لگانا، مقلوعین اکھڑے ہوئے کلف تکلیفا دشوار کام کا حکم دینا انهدمت عارت کا شکستہ دویران ہونا جف (ض) جفا فا خشک ہونا بستان باغ نقض (ن) نقضا توڑنا۔

﴿شفعہ کے شرعی اور لغوی معنی﴾

س: الشفعةُ ما هى لغةً و شرعًا؟

ج: هى مأخوذةٌ من الشَّفع وهو الضَّمُّ، وفى اصطلاحِ الفقهاءِ: هى عبارةٌ عن حقِّ التملُّكِ فى الدَّارِ والعَقَارِ

Marfat.com

لدفع ضررِ الجوارِ ، مثلاً اذا باعَ رجلٌ دارَہ او عقارہ واطّلعَ شریکُہ وجارُہ علی ھذا البیعِ کان لہ ان یعترضَ علی ھذا البیعِ ویاخذ المبیع بالثمن الذی اشتراہ بہ غیرہ ، وھذا الذی یثبُت لہ حقُّ الشفعۃِ یسمّٰی شفیعًا ۔

س: لغت اور شریعت کی رو سے شفعہ کیا ہے؟

ج: یہ شفع سے ماخوذ ہے اور وہ (ضم) (یعنی ملانے کے معنی میں ہے) اور فقہاء کی اصطلاح میں یہ (یعنی شفعہ) ہمسائے کے نقصان کو دور کرنے کے لئے مکان میں اور زمین میں مالک ہونے کے حق کا نام ہے مثلاً جب کوئی شخص اپنا مکان یا اپنی زمین بیچے اور اس کا شریک یا اس کا پڑوسی اس بیع پر مطلع ہو تو اس کے لئے (جائز) ہے اس بیع پر اعتراض کرے اور مبیع اس ثمن کے عوض لے لے جس کے عوض اس کے غیر نے اسے خریدا اور یہ شخص جس کے لئے شفعہ کا حق ثابت ہوتا ہے اس کا نام شفیع رکھا جاتا ہے۔

توضیح: لغوی اعتبار سے شفعہ کے معنی ملانے کے آتے ہیں اسی وجہ سے طاق کی ضد کو شفعہ کہا جاتا ہے لفظ شفاعت کے مشتق منہ یہی ہے کہ اس کے واسطے سے گناہگار عند اللہ کامیاب ہونے والے لوگوں اور صلحاء سے ملیں گے، اور اس کو شفعہ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ شفعہ کا دعویدار شفعہ کے ذریعہ لی گئی چیز کو اپنی ملکیت می شامل کرتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: فقہاء کی اصطلاح میں ہمسائے کے نقصان کو دور کرنے کے لئے مکان اور زمین میں تملیک کے حق کو شفعہ کہتے ہیں۔ جس شخص کو شریعت مطہرہ کی جانب سے شفعہ کا حق حاصل ہوتا ہے اس کو شفیع کہتے ہیں صاحب کتاب نے مثال بیان فرمائی ہے کہ کسی شخص نے اپنا مکان یا زمین بیچ دی اس کے پڑوسی کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص میرے پڑوسی نے اپنی زمین یا مکان بیچ دیا ہے تو شریعت مطہرہ نے اس کو یہ حق دیا ہے کہ پڑوسی کی بیع پر اعتراض کرے اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے اور مبیع جس ثمن کے عوض دوسرے شخص نے خریدی ہے وہ ثمن ادا کر کے خود لے لے۔

﴿شفعہ کے وجوب کی تفصیل﴾

س: ماالتفصیلُ فی وجوبِ الشُّفعَۃِ؟

ج: ھی واجبۃٌ للخلیطِ فی نفسِ المبیعِ، والخلیطُ ھُوالشریکُ ثم للخلیط فی حقِّ المبیعِ کالشرب والطریق ثم للجار ولیس للشریک فی الشُّربِ والطریقِ والجار شُفعۃ مع الخلیط ، فان سلَّم الخلیط فالشفعۃُ للشَّریکِ فی الشُّرب اوِ الشریکِ فی الطَّریقِ، فان سلّم ھو ایضًا تثبُت الشّفعۃُ للجَارِ۔

س: شفعہ کے ثبوت میں کیا تفصیل ہے؟

ج: یہ (یعنی شفعہ) نفس مبیع میں خلیط کے لئے اور خلیط شریک ہے پھر حق مبیع جیسے پانی اور راستہ میں شریک کے لئے پھر پڑوسی کے لئے ثابت ہے۔ اور (نفس مبیع میں) شریک کے ہوتے ہوئے پانی اور راستہ میں شریک اور پڑوسی کے لئے شفعہ نہیں ہے پس اگر (نفس مبیع میں) شریک (شفعہ) سپرد کردے تو شفعہ پانی میں شریک یا راستہ میں شریک کے لئے ہے پس اگر یہ بھی شفعہ سپرد کر دے تو شفعہ پڑوسی کے لئے ثابت ہے۔

Marfat.com

توضیح: زمین، مکان کے ساتھ تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں نمبر (۱) وہ شخص جو خود اس زمین میں شریک ہے مثلاً آدھی زمین اس کی ہے اور آدھی زمین دوسرے کی ہے اس کی خلیط فی نفس المبیع (نفس مبیع میں شریک) کہتے ہیں، زمین کے تو سب سے زیادہ خریدنے کا حق اس کو حاصل ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی غلط آدمی شریک ہوجائے جس سے اس کا نقصان ہو۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو نفس مبیع تو شریک نہیں مگر حق مبیع یعنی زمین پر آنے کے راستے یا زمین میں آنے والی پانی کی نالی میں شریک ہیں ان کو شریک فی حق المبیع کہتے ہیں ان کو دوسرے نمبر پر شفعہ کا حاصل ہوتا ہے تیسرے نمبر پر وہ لوگ ہیں جو نفس مبیع میں شریک ہیں نہ حق مبیع میں البتہ ان کی زمین یا مکان زمین بیچنے والے شخص کی زمین یا مکان سے تو پڑوسی ہونے کی وجہ سے متصل وقریب ہے تیسرے نمبر پر شفعہ کا حق ان کو حاصل ہوگا۔ اگر شریک فی نفس المبیع شفعہ کرے گا تو شریک فی حق المبیع کو شفعہ کا حاصل نہ ہوگا اگر وہ سپرد کردے تو پھر شریک فی نفس المبیع لۂ شفعہ کا حق ہوگا اگر یہ بھی سپرد کردے تو پھر پڑوسی کو شفعہ کا حق ہوگا۔ پھر اگر ان میں کوئی نہیں خریدتا تو پھر باہر کے لوگوں کو حق ہوگا کہ وہ خریدلیں کیونکہ اگر ان لوگوں کو شفعہ کا حق نہ ملے دوسرے لوگ بیچ میں آجائیں تو ان کو نقصان ہوگا تو شریعت مطہرہ نے مناسب قیمت پر پہلے ان لوگوں کو حق دیا ہے تاکہ جانبین میں سے کسی ک نقصان نہ ہو۔

س: ومتى تثبتُ الشفعةُ؟ ومتى تستقِرُّ ؟ ومتى تُملَك ؟

ج: الشفعة تثبُت بِعَقد البيعِ، وتستقِرُّ بالاَشهادِ، وتُملَك بالاَخذِ اذا سلَّمها المشترِ ىُ أو حكمَ بها حاكمٌ۔

س: شفعہ کب ثابت ہوتا ہے، کب پختہ ہوتا ہے اور کب مملوک ہوتا ہے؟

ج: شفعہ عقد بیع کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور گواہ بنانے کے ساتھ پختہ ہوتا ہے اور لینے کے ساتھ مملوک ہوتا ہے جب (خریدار) (شفعہ) کو سپرد کردے یا قاضی اس کا فیصلہ کردے۔

﴿صورت اشہاد﴾

س: بيّنو ا صو رةَ الاشها دِ ؟

ج: اذا علم الشَّفيْعُ با لبيعِ اشهَد رجُلين فى مجلِسِهِ الَّذِ ى هُوَ فيه عَلَى انَّهٗ يُطا لبُها ، ويُسَمَّى هٰذَا الْاِشْهَا دُ طلبَ المواثبةِ، ثم ينهَض من المجلسِ فيشهد على البا ئعِ۔ان كا ن المبيعُ فى يدِ هٖ أو على المشتر ى ۔ ان قبَض المبيع ۔أو عند العَقَا رِ ، فاذا فعل ذلك استقرَّ تْ شُفْعَتُهٗ ، ويُسَمَّى هذا طلبُ التَّقْرِيْرِ ۔

س: گواہ بنانے کی صورت بیان فرمایئے؟

ج: جب شفیع کو بیع کا علم ہو تو وہ اپنی اس مجلس میں جس میں وہ (موجود) ہے اس پر دو شخصوں کو گواہ بنائے کہ تحقیق وہ (شفعہ) کا مطالبہ کرتا ہے اور اس اشہاد کا نام طلب المواثبت رکھا جاتا ہے پھر وہ مجلس سے اٹھے اور فروخت کنندہ کے خلاف اگر مبیع اس قبضہ میں ہو یا خریدار کے خلاف اگر وہ مبیع پر قبضہ کرلے یا زمین کے پاس گواہ بنائے پس جب وہ یہ (کام) کرلے تو اس کا شفعہ پختہ ہوگیا اور اس (اشہاد) کا نام طلب تقریر رکھا جاتا ہے۔

Marfat.com

توضیح: شفیع کو حق شفعہ ثابت کرنے کے لئے چار کام ضروری کرنا پڑیں گے نمبر (۱) جیسے ہی علم ہو کہ زمین یا مکان بکا ہے تو فورا کہے کہ میں اس زمین کو خریدنا چاہتا ہوں، دوسرا یہ کام کرے کہ اس پر دو گواہ بنائے، اس کا نام طلب مواثبت ہے تیسرا کام یہ کرے کہ اگر تو مبیع بائع کے ہاتھ میں ہو تو بائع کے پاس مشتری کے پاس ہو تو اس کے پاس یا پھر زمین یا مکان کے پاس جا کر گواہ بنائے کہ آپ سن لیں میں اس زمین یا مکان کو حق شفعہ کے تحت خریدنا چاہتا ہوں اس کو طلب تقریر کہتے ہیں اور چوتھا یہ کام کرے کہ بلا تاخیر قاضی کے پاس جا کر قاضی کے پاس دعوی کرے کہ میں اس شفعہ کے حق کے تحت لینا چاہتا ہوں، اور قاضی کے پاس گواہ پیش کر کے اپنا حق ثابت کرے تا کہ قاضی زمین کا فیصلہ اس کے حق میں کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے شخص کی زمین کو اس نے صرف ایک حق کے تحت لینی ہے اس لئے ذرا سے اعراض سے اس کا یہ حق ساقط ہو جائے گا۔ حدیث پاک میں ہے **الشفعة كحل العقال** (ابن ماجہ باب طلب الشفعہ ص ۳۵۶) فرمایا کہ شفعہ رسی کھولنے کی طرح ہے یعنی اعرض کرتے ہی حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔

﴿طلب مواثبت وغیرہ کے بعد قاضی کے پاس جانے میں تاخیر کرنے کا حکم﴾

س: اذا فعَل الشفيعُ هذا كلَّه ثم اخَّر الطلب وان لم يحضُر عندَ القاضى أيَّا مًا هل يسقُط حقُّه بالتَّاخِيرِ ؟

ج: لا تسقُطُ الشُّفعةُ بالتَّاخِيرِ بعدَ طلبِ المواثَبةِ وطلبِ التَّقرِيرِ عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى، وقال محمدٌ رحمه الله تعالى: ان تركها من غيرِ عذر شهرًا بعدَ الاشهاد بطلتْ شفعتُه۔

س: جب شفیع یہ سب کچھ کر چکے پھر طلب کو مؤخر کرے اور قاضی کے پاس چند دنوں تک حاضر نہ ہو تو کیا تاخیر کی وجہ سے اس کا حق ساقط ہو جائے گا؟

(۲) ج: حضرت ابو حنیفہؒ کے نزدیک طلب مواثبت اور طلب تقریر کے بعد تاخیر کی وجہ سے شفعہ ساقط نہیں ہوتا اور حضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر اشہاد کے بعد عذر کے بغیر ایک ماہ تک (مطالبہ) چھوڑ دے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔

توضیح: امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص طلب مواثبت اور طلب تقریر کے بعد قاضی کے پاس جا کر طلب کرنے سے باز رہتا ہے یعنی اس میں تاخیر کر دیتا ہے تو اس کی وجہ سے شفعہ کا حق باطل نہ ہوگا حضرت امام ابو یوسفؒ کی بھی ایک روایت اسی طرح ہے اور ان کی دوسری روایت یہ ہے کہ اگر شفیع بغیر کسی عذر کے تاخیر کرتا ہے اور قاضی کے پاس جا کر مطالبہ تملیک نہیں کرتا تو اس کے حق شفعہ کو باطل قرار دیا جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ شفیع کے حق شفعہ کے خوف کی وجہ سے بائع مبیع میں کسی بھی قسم کے تصرف سے بچے گا۔ لہٰذا مطالبہ شفعہ میں ایک مہینہ کی تحدید کی جائے گی، اس لئے کہ ایک مہینہ سے کم کا شمار کم مدت میں اور ایک مہینہ سے زیادہ کا شمار زیادہ مدت میں ہوتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ شفیع کے گواہ قائم اور مطالبۂ مواثبہ کے بعد اس کا حق کامل طور پر ثابت ہو گیا اور ثبوت حق کے بعد حقدار جب تک اپنے حق کو خود ساقط نہ کر دے ساقط نہیں ہوتا۔ مگر احوال ناس بدلنے کی وجہ سے تصحیح قاضی خان، بمقابلہ تصحیح صاحب وہدایہ وصاحب کافی کے اصح ہے اس لئے فتوی امام محمدؒ کے قول پر ہے۔

Marfat.com

﴿حمام اور پن چکی میں شفعہ کا حکم﴾

س: ماحکمُ الشُّفعَةِ فی الْحَمَّامِ والرَّحیَ؟

ج: الشفعةُ واجبةٌ فی العَقَارِ وان کان مما لایُقْسَم، ویدخُلُ فی هذا العمومِ الحَمَّامَ والرَّحٰی والبئرُ والدُّور الصِّغارِ۔

س: حمام اور پن چکی میں شفعہ کا کیا حکم ہے؟

ج: زمین میں شفعہ ثابت ہے اگر چہ (زمین) اس میں سے ہو جس کی تقسیم نہ ہوتی ہو اور اس عموم میں حمام، پن چکی، کنواں اور چھوٹے مکانات میں داخل ہے۔

توضیح: حنفیہ کے نزدیک شفعہ محض ایسی زمین پر بالارادہ ثابت ہوتا ہے جس پر ملکیت مال کے بدلے حاصل ہوئی ہو خواہ وہ زمین تقسیم کے قابل ہو یا نہ ہو، مثال کے طور پر غسل خانہ کنواں اور ایسے چھوٹے چھوٹے مکان جن کو اگر تقسیم کر دیا جائے تو وہ استعمال کے قابل ہی نہ رہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی چیزوں میں شفعہ کا حق ثابت ہی نہ ہوگا حق میں تقسیم نہیں ہوسکتی امام مالکؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے اور دوسری روایت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے موافق ہے حنفیہ کی دلیل طحاوی میں حضرت ابن عباسؓ کی رایت ہے الشریكُ شفیعٌ والشفعةُ فی کُلِّ شَیئی یعنی شریک شفیع ہے اور شفعہ ہر چیز میں ہوتا ہے اور وہ تمام روایات جن میں شفعہ کے بارے میں نصوص علی الاطلاق ہیں۔

﴿عمارت و باغ میں شفعہ کا حکم﴾

س: وما حکمُ الشُّفعةفی البناءِ والنَّخْلِ؟

ج: لَا شُفْعَةَ فی البِنَاءِ والنَّخْلِ اذا بِیْعَ بَدُونِ العَرْصةِ۔

س: عمارت اور باغ میں شفعہ کا حکم کیا ہے؟

ج: عمارت اور باغ میں شفعہ نہیں، بشرطیکہ میدان کے بغیر فروخت کیا جائے۔ اگر کسی جگہ باغ یا عمارت زمین کے بغیر فروخت کر دی گئی تو اس میں حق شفعہ ثابت نہیں ہوگا کیونکہ محض عمارت اور درخت کے لئے دوام قرار نہیں ہے اس لئے ان کا شمار بھی منقولات میں ہوگا۔ اسی طرح جیسا کہ اگلے مسئلہ کے تحت آرہا ہے کہ کشتیوں اور سامان کے اندر بھی شفعہ کا حق نہ ہوگا۔

﴿سامان اور کشتی میں شفعہ کا حکم﴾

س: وهل تجبُ الشفعةُفی العُروضِ والسُّفنِ؟

ج: لا شفعةَ فیها۔

Marfat.com

س: کیا ساز وسامان اور کشتیوں میں شفعہ ثابت ہوتا ہے؟

ج: ان میں شفعہ نہیں ہے۔

﴿مسلمان اور ذمی شفعہ کے استحقاق میں برابر ہیں﴾

س: هل فيه فَرق بين المسلم والذِّمي ؟

ج: المسلمُ والذِّميُّ في استحقاقِ الشفعةِ سَوَاءٌ ۔

س: کیا (حق شفعہ) میں مسلمان اور ذمی کے درمیان فرق ہے؟

ج: مسلمان اور ذمی شفعہ کے استحقاق میں برابر ہیں۔

س: هل تجبُ الشفعةُ فيما اذا ملكَ العَقارَ بهبةٍ مثلاً ؟

ج: الاصلُ في ذلك أنها تجبُ فيما اذا ملَكَ العَقارَ بعوضٍ مالي سواءٌ كان بالشراء أوبالهبة بشرط العوض، فاما اذا ملك بالهبة الخالصةِ التي لاعوضَ فيها فانَّ الشُّفعةَ لاتجبُ فيها، وعلى هذا يتخرَّج الحكمُ في الدَّارِ الَّتِي تزَوَّجَ الرجُلُ عليها امرأةً اوخالعتِ المرأةُ بها، اوِ استَأجَرَبهَا دَارًا، أَوْ صالَحَ عليها عن دم عمدٍ، أو أعْتَقَ عَلَيْها عبدًا، أو صالحَ عنها بانكار أو سكوتٍ، فان الشفعةَ لا تجبُ في هذه الصّورةِ كُلّها، أما اذا صالح عن دارٍ باقرار تجبُ فيها الشفعةُ لان هذاالصُّلحَ في معنَى البَيْعِ ۔

س: کیا شفعہ ثابت ہوتا ہے اس (صورت) میں جب وہ ہبہ کے ذریعہ زمین کا مالک ہو؟

ج: اس کے بارے میں قانون ہے کہ تحقیق (شفعہ) اس (صورت) میں ثابت ہوتا ہے جب وہ مالی عوض کے ذریعہ زمین کا مالک ہو برابر ہے کہ خریدنے کے ذریعہ یا عوض کی شرط کے ساتھ ہبہ کے ذریعہ ہو۔ بہر حال جب ایسے خالص ہبہ کے ذریعہ مالک ہو جس میں عوض نہ ہو تو تحقیق اس میں ثابت نہیں ہوتا اور اس (قانون) پر حکم مستنبط ہوتا ہے اس مکان میں جس کے عوض کسی شخص نے عورت سے نکاح کیا ہو یا اس کے عوض عورت نے خلع کیا ہو یا اس کے عوض عورت نے خلع کیا ہو یا اس کے عوض کرایہ پر مکان لیا ہو یا اس کے عوض دم عمد سے صلح کی ہو یا اس کے عوض غلام کو آزاد کیا ہو یا اس کے متعلق انکار یا سکوت کے ساتھ صلح کی ہو پس ان تمام صورتوں میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔ بہر حال جب مکان کے متعلق اقرار کے ساتھ صلح کرے تو اس میں شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ یہ صلح بیع کے حکم میں ہے۔

س: كيف يتحصَّل للشفيع حقُّ الشفعة بعد طلبِ المواثبة وطلب التقرير ؟

ج: يتقدَّم الشَّفِيْعُ الَى القَاضِيْ المُدَّعَى عَلَيْهِ ۔وهُوَالْمُشْتَرِيْ۔ عن تِلْكَ الدَّارِ والعَقارِ ، فان اعترفَ بملكِ المدَّعِي۔ الذي يطلُب به حقُّ الشَّفعةِ۔ قَضٰى عليه يعني انه يأمرُ الْمُشْتَرِي أن يُّسَلِّمَ هذهِ الدارَ اوِ العَقارَ الى الشَّفِيْعِ، ويأخذَ منه الثمن ، وان أنكر المشتري حقَّه في الشفعة كلَّفَ القاضي المدَّعِيَ باقامةِ البَيِّنةِ، فَاِنْ عَجَزَ عَنِ البَيِّنَةِ اسْتَحْلَفَ الْمُشْتَرِيْ ، فيحلِفُ با للّٰهِ ما يعلمُ انه ما لكٌ الّذِيْ ذَكَرَهٗ مما يشفَعُ به ، فان انكر عن اليمينِ

Marfat.com

أوقامتْ للشَّفِيْعِ بيِّنةٌسالَه القا ضِیُ هل ابتاعَ أمْ لا؟ فا ن أنكر الابتياع قَال القاضى للشفيعِ أَقِمِ البيِّنَةَ ، فان عجَز عنها استحلفَ المشترى فيحلِفُ: بالله ما ابتعتُ، أو باللّٰه مايستَحِقُّ هذالمدَّعِي شُفعةً على هذه الدارِ من الوجه الَّذى ذكره'۔

س: طلب مواثبت اور طلب تقریر کے بعد حق شفعہ کو کیسے حاصل ہوگا۔

ج: شفیع قاضی کے پاس آئے اور دعوی کرے کہ فلاں نے مکان یا زمین خریدی اور میں اس میں شفعہ طلب کرتا ہوں پس قاضی، مدعی علیہ (اور وہ خریدار ہے) سے اس مکان یا زمین کے بارے پوچھے پس اگر وہ مدعی کی اس ملک کا اعتراف کرے جس کے ذریعے وہ حق شفعہ طلب کرتا ہے تو اس کے خلاف فیصلہ دے دے یعنی وہ خریدار کو حکم دے کہ یہ مکان یا زمین شفیع کے سپرد کر دے اور اس سے ثمن لے لیا اور اگر خریدار شفعہ میں (مدعی) کے حق کا انکار کرے (تو) قاضی، مدعی کو بینہ قائم کرنے پر مجبور کرے پس اگر وہ بینہ (قائم کرنے) سے عاجز ہو تو وہ (یعنی قاضی) خریدار سے قسم لے پس اگر قسم کھائے: اللہ کی قسم وہ (یعنی خریدار) نہیں جانتا کہ وہ (یعنی شفیع) اس کا مالک ہے جس کو اس نے ذکر کیا ہے اس میں سے جس کے ذریعہ وہ شفعہ کرتا ہے،، پس اگر وہ قسم سے انکار کر دے یا شفیع پس اگر وہ انکار کرے (تو) قاضی شفیع سے کہے کہ بینہ قائم کیجئے۔ پس اگر وہ اس سے عاجز ہو تو خریدار سے قسم لے پس وہ قسم کھائے) اللہ کی قسم میں نے نہیں خریدا۔ یا (قسم کھائے) اللہ کی قسم یہ مدعی اس مکان پر شفعہ کا مستحق نہیں ہوتا اس وجہ سے جو اس نے ذکر کی۔

﴿قاضی کی مجلس میں ثمن کو حاضر کرنے کا حکم﴾

س: هل يجبُ على الشَّفِيعِ احضا رُ الثَّمَنِ اِلى مجلسِ القا ضِیُ عندَ ما حضرَ ہُ لِلمُخا صَمَةِ ؟

ج: لا يجبُ عليهِ احضا رُہُ قبلَ قضاءِ القا ضِیُ ، فا ذَا قضى له القَا ضِیُ با لشُّفْعَةِ لز مَه احضا رُ الثَّمنِ ۔

س: کیا قاضی کی مجلس میں ثمن کو حاضر کرنا شفیع پر واجب ہے جس وقت وہ (قاضی) کے پاس مقدمہ بازی کے لئے حاضر ہو؟

ج: قاضی کے فیصلہ سے پہلے (ثمن) کو حاضر کرنا (شفیع) پر واجب نہیں پس جب قاضی اس کے حق میں شفعے کا فیصلہ دے دے تو ثمن کو حاضر کرنا اسے لازم ہوگا۔

توضیح: قاضی نے ابھی شفعہ کا فیصلہ نہیں کیا صرف شفعہ کے مطالبہ کا جھگڑا اٹھانا ہے تو شفیع چاہے ساتھ جائداد کی قیمت نہ بھی لے گیا ہو، تو بھی طلب جائز ہے البتہ جب قاضی شفعہ کا فیصلہ کر دے تو پھر جائداد کی قیمت حاضر کرنا ضروری ہے کیونکہ شفعہ کا فیصلہ ہونے کے بعد جائداد لینی ہے اور قیمت ادا کرنی ہے اس لئے قیمت کا حاضر کرنا ضروری ہے۔

Marfat.com

شفیع کو خیار رؤیت وخیار عیب کی وجہ سے مکان واپس کرنا جائز ہے

س: أخذَ الشفيعُ الدّارَ بالشُّفعةِ ثم اطّلعَ على عَيبٍ أو لم يكنْ يَرَاهَا فهلْ له' ردُّها بخيارِ العيبِ أو بخيارِ الرُّوية؟

ج: نعم له أن يردَّها بخيارِ العيبِ وبخيارِ الرُّؤيةِ۔

س: شفیع نے شفعہ کے ساتھ مکان لیا پھر وہ کسی عیب پر مطلع ہوا یا اس نے مکان نہیں دیکھا تھا تو خیار عیب کی وجہ سے یا خیار رؤیت کی وجہ سے (مکان) واپس کرنا اس کے لئے جائز ہے

ج: جی ہاں! اس کیلئے (جائز) ہے کہ وہ خیار عیب کیوجہ سے یا خیار رؤیت کیوجہ سے (مکان) واپس کرے۔

توضیح: شفعہ کے حق کی بنا پر گھر لیا لینے کے بعد اس گھر کو معیوب پایا تو خیار عیب کی وجہ سے اس گھر کو واپس کرسکتا ہے اسی طرح گھر کو پہلے دیکھا نہیں تھا ویسے ہی حق شفعہ کی بنا پر خرید لیا مگر بعد میں پسند نہیں آیا تو خیار رؤیت کی وجہ سے اس کو واپس کرسکتا ہے کیونکہ حق شفعہ کی بنا پر خریدنا بھی بیع ہے اس لئے جو خیارات عام بیوع میں ملتے ہیں وہ حق شفعہ کے ماتحت خریدنے میں بھی حاصل ہونگے۔

س: هل للشفيع أن يُخاصمَ البائعَ؟

ج: ان كان المبيعُ في يدِ البائع فللشَّفيعِ أن يخاصمَه في الشُّفعةِ لكنَّ القاضِيْ لَايسمَعُ البيّنةَ حتى يحضُرَ المشتَرِيْ فاذا حضَر المشتري فَسَخَ القاضي الْبَيْعَ بمَشْهَدٍ منهُ، ويقضي با لشفعة وعلى البائع ويجعلُ العُهدةَ عليهِ۔

س: کیا شفیع کے لئے (جائز) ہے کہ فروخت کنندہ سے مقدمہ بازی کرے؟

ج: اگر مبیع فروخت کنندہ کے قبضہ میں ہے تو شفیع کے لئے (جائز) ہے کہ وہ شفعہ میں اس سے مقدمہ بازی کرے لیکن قاضی بینہ نہ سنے یہاں تک کہ خریدار حاضر ہو جائے پس جب خریدار حاضر ہو جائے تو قاضی اس کی موجودگی میں بیع توڑ دے اور فروخت کنندہ کے خلاف شفعہ کا فیصلہ دے اور ذمہ داری اس پر ڈال دے۔

توضیح: بیع ہو جانے کے بعد مبیع خریدار کی ہو جاتی ہے، اور اگر مشتری مبیع پر قبضہ بھی کرے تو بائع ایک طرح سے بالکل اجنبی سا ہو جاتا ہے اس لئے شفعہ کا مقدمہ مشتری پر چلتا ہے، اور گویا فیصلہ بھی مشتری کے خلاف ہوتا ہے، اور مشتری ہی سے شفیع جاندار لیتا ہے اس صورت میں مقدمہ اور لین دین کے تمام امور مشتری اور شفیع کے مابین طے ہوتے ہیں لیکن اگر مشتری نے ابھی مبیع پر قبضہ نہیں کیا اور زمین یا مکان ابھی بائع کے قبضہ میں ہے اور شفیع بائع کو مجلس قضاء میں حاضر کرے تو مقدمہ بائع پر چلتا ہے اور لین دین کے جتنے بھی امور ہیں وہ بائع اور شفیع کے درمیان طے ہوتے ہیں مگر چونکہ بیع ہو جانے کی وجہ سے مبیع مشتری کی ہو چکی ہے اس لئے اب قاضی کو دو کام کرنا ہونگے ایک تو یہ کہ مشتری کی موجودگی کے بغیر شفیع کے گواہوں کی گواہی نہ سنے اور دوسرا یہ کہ مشتری کو مجلس قضاء میں حاضر کرے اور پہلے بائع اور مشتری کے درمیان ہونے والی بیع کو توڑ دے اس بیع کو توڑنے کے بعد پھر مقدمہ اور لین دین

Marfat.com

کے سارے امور بائع وشفیع کے مابین طے کرے اور شفعہ کا فیصلہ بھی بائع پر کرے ویحمل العهدة علیه کا مطلب یہی ہے۔

﴿شفیع کے باوجود قادر ہونے کے اشہاد نہ بنانے کا حکم﴾

س: ترك الشفيعُ الاشهادَ حين علِم بالبيعِ ما حكمُه؟

ج: ان ترك الاشهادَ حين علِم بالبيع، وهو يَقدِرُ على ذلك بطلت شفعتُه، وكذلكَ تبطُل شفعتُه ان اشهدَ في المجلسِ، ولم يُشهد على أحد المُتعاقدين ولا عند العَقارِ۔

س: شفیع نے گواہ بنانا چھوڑ دیا جس وقت اسے بیع کا علم ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر وہ گواہ بنانا چھوڑ دے جو وقت اسے بیع کا علم ہو حالانکہ وہ (گواہ بنانے) پر قدرت رکھتا ہے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اس طرح شفعہ باطل ہو جائے گا اگر وہ مجلس میں گواہ بنائے اور باہم عقد کرنے والے دونوں (شخصوں) میں سے کسی کے خلاف یا زمین کے پاس گواہ نہ بنائے۔

توضیح: شفیع کو علم ہوا کہ فلاں زمین، مکان فروخت ہو رہا ہے اور اس وقت وہ بطور شفعہ لینے پر گواہ بنانے پر قادر تھا، مگر اس کے باوجود اس نے گواہ نہیں بنائے تو اس کا شفعہ کا حق باطل ہو جائے گا اس لئے کہ گواہ نہ بنانا اعراض کی دلیل ہے اور اعراض سے شفعہ کا حق باطل ہو جایا کرتا ہے۔ ہاں اگر کوئی مجبوری ہے جس وجہ سے وہ گواہ بنانے پر قادر نہیں ہے تو پھر شفعہ کا حق باطل نہیں ہوگا اسی طرح اگر مجلس میں تو گواہ بنائے مگر بائع اور مشتری میں سے کسی ایک پر گواہ نہیں بنائے اور نہ زمین کے پاس تو بھی حق شفعہ باطل ہو جائے گا کیونکہ طلب مواثبت کی وجہ سے بھی شفعہ کا حق باطل ہو جاتا ہے۔

﴿حاصل شدہ عوض پر صلح کرنے کا حکم﴾

س: صالَحَ مِن شُفعته على عِوَضٍ آخذَه ما حكمُه؟

ج: بطلتْ شفعتُه في هذه الصورةِ، ويجبُ عليه ردُّ ما آخذ من العوضِ۔

س: اپنے شفعہ سے ایسے عوض پر صلح کی جسے وہ لے چکا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اس صورت میں اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور وہ جو عوض لے چکا اسے واپس کرنا اس پر واجب ہے۔ (شفیع کو حق شفعہ زمین لینے کے لئے ملا تھا لیکن اس نے عوض لے کر زمین چھوڑ دی تو معلوم ہوا کہ زمین وغیرہ لینے سے اعراض کیا ہے اور اعراض سے حق شفعہ باطل ہو جائے گا اور جب حق شفعہ ہی نہیں رہا تو پھر عوض کس چیز کا لے گا؟ دوسرا یہ کہ حق شفعہ کوئی مال تو ہے نہیں کہ اس کا عوض لے وہ تو صرف ایک معنوی حق ہے وہ باطل ہو گیا تو جو عوض وصول کیا تھا وہ بھی واپس کرنا ہوگا۔

س: ماتَ الشفيعُ أو المشترى هل تسقُط بذلك الشفعةِ؟

ج: اذا ماتَ الشفيعُ بطلت شفعتُه، واذا مات المشترِي لم تسقُطُ الشُّفعةُ۔

Marfat.com

س: خریدار یا شفیع مر گیا (تو) کیا اس وجہ سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

ج: جب شفیع مر جائے تو شفعہ باطل ہو گیا اور خریدار مر جائے (تو) شفعہ ساقط نہیں ہوا۔

توضیح: اس لئے کہ بیع ہو چکی ہے، اس کے بعد مشتری کی وفات ہوئی ہے تو یہ زمین وغیرہ مشتری کی ہو چکی ہے، اس لئے اس کے مرنے سے حق شفعہ باطل نہ ہوگا۔

﴿شفیع اپنا مکان وزمین بیچ دے تو حق شفعہ باطل ہو جائے گا﴾

س: باع الشفیعُ ما یشفَع به ما ذا حکمُه؟

ج: اذا باع الشفیعُ مِلکَه الّذی یشفَع به قبل ان یُقضٰی له بالشُّفعةِ بطلتْ شفعتُه۔

س: شفیع نے وہ (چیز) بیچ دی جس کے ذریعے وہ شفعہ کرتا تھا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: جب شفیع اپنی ملک کو بیچ دے جس کے ذریعے وہ شفعہ کرتا ہے قبل اس کے کہ اسکے حق میں شفعہ کا فیصلہ دیا جائے تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا۔

س: رجُلٌ وکّل رجلاً لیبیعَ دارَه فباع الوکیلُ تلك الدارَ مع أنه کان لهٖ حقُّ الشفعةِ هل یجوزُ له أن یطلُب الشفعةَ؟

ج: ضاعَ حقُّه ولا شفعَةَ لَهٗ۔

س: ایک شخص نے کسی کو وکیل بنایا تا کہ اس کا مکان بیچے پس وکیل نے اس مکان کو بیچ دیا باوجودیکہ اسے شفعہ کا حق (حاصل) تھا (تو) کیا شفعہ طلب کرنا اس کے لئے جائز ہے؟

ج: اس کا حق ضائع ہو گیا اور اس کے لئے شفعہ (جائز) نہیں۔

س: وما حکمُ حق الشفعةِ لوکیل المشتریْ اذا اشترٰی لموکّلِهٖ، مع انه کان له حقُّ الشفعةِ؟

ج: له حقُّ الشفعةِ، ولم یبطلْ بالا بتیاعِ لغیرِهٖ۔

س: وکیل مشتری کے لئے حق شفعہ کا کیا حکم ہے اگر وہ اپنے موکل کے لئے خریدے باوجودیکہ اس کے لئے اس میں حق شفعہ ہو؟

ج: اس کے لئے حق شفعہ ہوگا اور یہ باطل نہیں ہوگا اس کا دوسرے کے لئے خریدنے کی وجہ سے۔

س: رجل یریدُ أن یبتاعَ دارًا ولکنَّه' یخافُ الخُسرانِ فالمعامَلةِ فضَمِنَ له رجل الدرَكَ عن البائع، ولما تمَّ البیعُ طلب هذا الرجلُ طلب شُفعته لانه کان شفیعا۔ هل یُقضَی له بالشفعةِ؟

ج: لم یبقَ له حقُّ الشُّفعةِ لان البیعَ تم من جهتِه؟

Marfat.com

س: ایک شخص مکان خریدنا چاہتا ہے لیکن وہ معاملہ کرنے میں گھاٹے سے ڈرتا ہے پس کوئی شخص اسکے لئے فروخت کنندہ کی طرف سے تاوان کا ضامن ہوگیا جب بیع مکمل ہوگئی تو اس شخص نے شفعہ طلب کیا کیونکہ وہ شفیع تھا تو کیا اس کے حق میں شفعہ کا فیصلہ دیا جائے گا۔

ج: شفعہ کا حق اس کے لئے باقی نہ رہا کیونکہ بیع اس کی طرف سے مکمل ہوئی

س: باع بشرط الخيارِ فهل للشّفيع أن يُنازِعَ لِحقِّهِ ؟

ج: لا شُفعةَ للشفيع في هذه الصورة ، لان خيارَ البائع يمنَعُ خروجَ المبيع عن مِلكِهِ۔

س: شرط خیار کے ساتھ فروخت کیا (تو) کیا شفیع کیلئے (جائز) ہے کہ وہ اپنے حق کے لئے جھگڑا کرے۔

ج: اس صورت میں شفیع کے لئے شفعہ (جائز) نہیں کیونکہ فروخت کنندہ کا خیار مبیع کو اس کی ملک سے نکلنے سے روکتا ہے۔

س: باع بشرطِ الخيارِ ثم اسقطَ الخيارَ فدعى الشفيعُ الشفعةَ ما حكمُ دعواه؟

ج: لما أسقطَ البائعُ الخيارَ جاز للشّفيع ان يطلُبَها۔

س: شرط خیار کے ساتھ فروخت کیا پھر خیار کو ساقط کردیا پس شفیع نے شفعہ کا دعوی کیا تو اس کیلئے دعوی کا کیا حکم ہے؟

ج: فروخت کنندہ نے خیار کو ساقط کردیا تو شفیع کے لئے (شفعہ) طلب کرنا جائز ہے۔

س: اشترى بشرط الخيار فجاء الشفيعُ يطلب حقَّه ماذا حكمُه ؟

ج: دعوى الشفيع صحيحةٌ في هذه الصورةِ ،لان المبيعَ خَرَجَ من مِلكِ البائعِ ۔

س: شرط خیار کے ساتھ خریدا پس شفیع آیا (کہ) اپنا حق طلب کرے تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: شفیع کا دعوی اس صورت میں صحیح ہے کیونکہ مبیع فروخت کنندہ کی ملک سے نکل گئی۔

﴿بیع فاسد کے طور پر خریدے گئے مکان پر شفعہ کا حکم﴾

س: ابتاع داراً بيعًا فاسدا ،ما حكمُ الشفعةِ فيها ؟

ج: اذا اشترى شراءً فاسدًا لاشُفعةَ في المشترى، ولكلٍّ واحد المتعا قَدينحقُّ الفسخِ في صورةِ الفسادِ ، فاذا أسقط الفسخَ وجَبَتِ الشُّفعةُ۔

س: بیع فاسد کے طور پر مکان خریدا تو اس (مکان) میں شفعہ کا حکم کیا ہے؟

ج: جب فاسد خریداری کے طور پر خریدے تو خریدی ہوئی (چیز) میں شفعہ نہیں اور باہم عقد کرنیوالے دونوں شخصوں میں سے ہر ایک کو فساد کی صورت میں (بیع) توڑنے کا حق ہے پس جب وہ فسخ ساقط کردے تو شفعہ واجب ہوجائے گا۔

Marfat.com

﴿ذمی نے سوروشراب کے عوض خریدا تو شفعہ کا حکم﴾

س: ذِمِّیٌ اشترى دارًا بخمرٍ أو خِنزيرٍ وشفيعُها مُسلمٌ أو ذِمِّيٌ كيف يأخُذ انِ حقّهما؟

ج: الذِّمي يأخذُ بمِثل الخَمرِ وقيمةِ الخنزيرِ، والمسلمُ يأخذُ بقيمةِ الخمرِ والخنزير

س: ذمی نے مکان شراب یا سور کے عوض خریدا اور اس (مکان) کا شفیع مسلمان یا ذمی ہے تو یہ دونوں اپنا حق کیسے لیں؟

ج: ذمی شراب کے مثل اور سور کی قیمت کے عوض لے اور مسلمان (مکان) کو شراب اور سور کی قیمت کے عوض لے۔ (کیونکہ مسلمان کے حق میں شراب اور سور مال نہیں ہے اس لئے نہ وہ شراب دے سکتا ہے نہ سور اس لئے ان دونوں کو جتنی قیمت ہوگی وہ قیمت دے کہ گھر لے لے)

﴿ثمن کی مقدار میں اختلاف ہو تو خریدار کا قول مع قسم معتبر ہوگا﴾

س: اذا اختلفَ الشفيعُ والمشترى في مقدارِ الثَّمنِ، فبقولِ من يُؤخذ؟

ج: يُؤخَذُ بقولِ المشترى مع يمينِه۔

س: جب شفیع اور خریدار ثمن کی مقدار میں اختلاف کریں تو کس کا قول لیا جائے گا؟

ج: خریدار کے قول کو اس کی قسم کے ساتھ لیا جائے۔

س: فان اقام كلُّ واحدمنهما البيِّنةَ كيف يَحكُم القاضِيُ؟

ج: قال ابو حنيفةَ ومحمّدٌ رحمهما الله تعالى: يَحكُم ببينةِ الشَّفيعِ، وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: يَحكُم ببيّنةِ المُشترِى۔

س: پس اگر دونوں میں سے ہر ایک بینہ قائم کردے (تو) قاضی کیسے فیصلہ دے؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ وحضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ شفیع بینہ کے ساتھ فیصلہ دے اور حضرت ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ خریدا کے بینہ کے ساتھ فیصلہ دے۔

توضیح: مثال کے طور پر شفیع نے اس بات پر بینہ قائم کردیئے کہ مشتری نے اس زمین کو آٹھ ہزار میں خریدا ہے اور مشتری نے اس پر گواہ قائم کردیئے کہ اس نے ۱۰ ہزار میں خریدا ہے تو حضرات طرفینؒ کے نزدیک شفیع کا بینہ قابل قبول ہوگا مشتری کا نہیں اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مشتری کا بینہ قبول ہوگا، امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شفیع مدعی ہے کم قیمت پر خریدنے کا اور مشتری منکر ہے اور حدیث کے اعتبار سے مدعی کی گواہی قابل قبول ہے اس لئے شفیع کی گواہی معتبر ہوگی۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مشتری زیادہ میں خریدنے کا مدعی ہے اس لئے اس کا بینہ قابل قبول ہوگا اصل بات اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مدعی کون ہے؟ امام اعظمؒ امام محمدؒ کے نزدیک شفیع ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری ہے

Marfat.com

﴿ثمن میں اختلاف کی صورت میں شفیع کے لئے حکم﴾

س: اختلفَ المشتری والبائعُ فادّعی المشتری ثمناً أکثرَ ممّا یدعیہِ البائعُ، بایِّ الثمنَینِ یأخذُ الشفیعُ؟

ج: فیہ صورتان: ان قبَض البائعُ الثمنَ یاخذُ الشفیعُ المبیعَ بما قال المشتری ولم یُلتفتُ الی قولِ البائع، وان لم یقْبِض البائعُ الثمنَ یأخذ بما قال البائعُ وکان ذلک حطًّا عن المشتَریْ۔

س: خریدار اور فروخت کنندہ کا اختلاف ہوگیا، پس خریدار نے اس سے زائد ثمن کا دعوی کیا فروخت کنندہ جس (ثمن) کا دعوی کرتا ہے۔ تو شفیع دونوں ثمنوں میں سے کون سے (ثمن) کے عوض لے؟

ج: اس میں دو صورتیں ہیں: اگر فروخت کنندہ ثمن پر قبضہ کر چکا تو شفیع مبیع کو اس (ثمن) کے عوض لے جو خریدار نے بتایا اور فروخت کنندہ کے قول کی طرف توجہ نہ دی جائے اور اگر فروخت کنندہ نے ثمن پر قبضہ نہ کیا تو شفیع (مبیع کو) اس (ثمن) کے عوض لے جو فروخت کنندہ نے بتایا اور یہ خریدار کی طرف سے کمی ہوجائے گی۔

س: قد یقعُ أن البائع یحُطُّ عن الثَّمَنِ أو یزِیدُ المشتریُ فی الثّمنِ بعدَ التعاقدِ والتراضِیْ علی الاقلِّ فبأی الثمنَینِ یأخذُ الشفیعُ المبیعَ ؟

ج: اذا حطَّ البائع عن المشتری بعض الثّمنِ یسقُطُ ذلک عن الشَّفِیعِ، وان حطَّ عنہ جمیعَ الثمنِ لم یسقُطْ عن الشفیعِ لانہ لایلتحقُ باصلِ العقدِ، واذا زاد المُشتریُ للبائع فی الثّمنِ لم تلزَم الزّیادةُ الشفیعَ۔

س: کبھی واقع ہوتا ہے کہ فروخت کنندہ ثمن میں کمی کر دیتا ہے یا کم ثمن پر باہم راضی ہونے اور باہم عقد کرنے کے بعد خریدار ثمن میں اضافہ کر دیتا ہے تو شفیع دونوں ثمنوں میں سے کون سے (ثمن) کے عوض مبیع لے؟

ج: جب فروخت کنندہ خریدار سے کچھ ثمن کم کردے تو یہ (کم کردہ مقدار ثمن) شفیع سے ساقط ہوجائے گی اور اگر اس سے تمام ثمن کردے تو (ثمن) شفیع سے ساقط نہیں ہوگا کیونکہ (تمام ثمن کو کم کرنا) اصل عقد کے ساتھ لاحق نہیں ہوتا اور جب خریدار فروخت کنندہ کے لئے ثمن میں اضافہ کرے تو اضافہ شفیع کو لازم نہیں ہوگا،

توضیح: کیونکہ بہت ممکن ہے کہ مشتری نے زائد دے کر شفیع کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا ہو اس لئے شریعت اس نقصان کی تلافی کرے گی اور طے شدہ قیمت ہی شفیع پر لازم ہوگی۔

﴿مشتری نے ادھار خریدا تو شفیع کو بھی اختیار ہوگا﴾

س: رجل ابتاع داراً بثمن مؤجّلٍ فادّعی الشفیعُ الشّفعةَ، وقُضِی لہ بھا فھل یُجبَر علی أداء ثمن حالٍّ ؟

ج: الشفیعُ فی ذلک بالخیار، ان شاء أخذَھا بثمن حالٍّ، ان شاء صبَر حتی ینقضیَ الاجلَ، ثم یأخذَھا ولا یُجبَر علی ثمن حالٍّ۔

Marfat.com

س: ایک شخص نے ادھار ثمن کے عوض مکان خریدا پس شفیع نے شفعہ کا دعویٰ کیا اور اس کے حق میں اس (مکان) کا فیصلہ دیا گیا تو کیا اسے نقد ثمن کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے؟

ج: شفیع اس بارے میں بااختیار ہے اگر چاہے نقد ثمن عوض اسے لے لے اگر چاہے صبر کرے یہاں تک کہ مدت ختم ہو جائے پھر وہ اسے لے لے اور اسے نقد ثمن (کی ادائیگی) پر مجبور نہ کیا جائے۔

﴿شفیع کیلی ووزنی چیز کا مثل ادا کرے گا﴾

س: رجل اشترٰی داراً بمکیل أو موزونٍ وأراد الشفیعُ أن یأخُذَ هذهِ الدارَ وما ذا یُؤدِّی الی البائعِ أو المشتریْ؟

ج: یؤدی الیه المکیلَ أو موزونَ مِثلَه۔

س: ایک شخص نے کیلی یا وزنی (چیز) کے عوض مکان خریدا اور شفیع نے چاہا کہ وہ اس مکان کو لے لے تو وہ فروخت کنندہ یا خریدار کو کیا ادا کرے؟

ج: وہ اسے کیلی یا وزنی چیز کا (مثل) ادا کرے۔

﴿مکان سامان کے عوض بکا تو شفیع مثلی قیمت دے گا﴾

س: وان بِیعَت داراً بعروضٍ ما ذا یُعطی الشفیعُ اذا اراد أن یأخذَ ها؟

ج: یأخذ ھَا بقیمةِ العُروضِ۔

س: اور اگر سامان کے عوض مکان بیچا جائے تو شفیع کیا دے جب وہ (مکان) لینا چاہے؟

ج: سامان کی قیمت کے عوض اسے لے لے۔

توضیح: مشتری نے سامان کے بدلے زمین خریدی تو شفیع سامان کی قیمت دے کر وہ زمین لے گا کیونکہ سامان ذواة القیم میں سے ہے اس کی مثل نہیں ہوتی قیمت ہی لگا کرتی ہے، اس لئے سامان کی قیمت ادا کر کے زمین لے لے گا۔

﴿زمین زمین کے عوض بکی تو شفیع زمین کی قیمت دے گا﴾

س: وان اشترٰی عقاراً بعقارٍ بما ذا یأخذُ الشفیعُ؟

ج: یأخذ الشفیعُ کلَّ واحدٍ منهما بقیمةَ الاخرِ۔

س: اگر زمین کے عوض زمین خریدے تو شفیع کس (چیز) کے عوض (زمین) لے؟

ج: شفیع ان دونوں (زمینوں) میں سے ہر ایک (زمین) کو دوسری (زمین) کی قیمت کے عوض لے۔

س: دارٌ بیعت وکان لرجُل فیها حقُّ الشُّفعة، وبلَغ الشفیعَ أنها بیعت بألف فسلم الشفعةَ، ثم علم انه بیعت بأقلَّ

Marfat.com

من ذ لك أو أنها بيعت بحنطةٍ أو شعيرٍ قيمتُها ألفٌ أو أكثرُ هل له حقُّ الشفعةِ؟
ج:تَسليمُة الشفعةَ لا يعبأ به ، وحقه با قٍ لان الخبر كا ن غرورًا ۔
س:مکان بیچا گیااوراس میں کسی شخص کاشفعہ کاحق تھااور(شفیع) کوخبر پہنچی کہ وہ مکان ہزار کے عوض بیچا گیا ہے، پس اس نے شفعہ سپرد کر دیا پھراسے علم ہوا کہ وہ اس سے کم کے عوض بیچا گیایاوہ(مکان) گندم یاجو کے عوض بیچا گیا جس کی قیمت ہزاریازائد ہے(تو) کیااسے شفعہ کاحق(حاصل) ہے؟
ج :اس کاشفعہ کوسپردکرنامعتبرنہیں،اوراس کاحق باقی ہے کیونکہ خبردھوکاتھی۔
س:دارٌبيعت بالفِ دِر هم فسلَّم الشفعةَ، ثُمَّ با نَ أنها بيعت بدَنانيرَ قيمتُها ألفُ د ر همٍ هل هذا غَرَرٌ؟
ج:هذا لا يُعَدُّ غَرَرًا ، ولم يبق له حقُّ الشفعةِ بعد التسليمِ ۔
س: مکان ہزاردرہم کے عوض بیچا گیاپس اس نے شفعہ سپرد کردیا پھرظاہر ہوا کہ دیناروں کے عوض بیچا گیا جس کی قیمت ہزار درہم ہے(تو) کیایہ دھوکا ہے؟
ج:یہ دھوکاشمارنہیں کیاجائے گااورسپرد کرنے کے بعدشفعہ کاحق اس کے لئے باقی نہیں رہا۔

﴿شفعہ سپرد کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ مشتری اور ہے تو شفعہ کا حکم﴾

س:بلغَه أنَّ فُلا نًا اشترٰ ى دارًا أو عَقا رًا فسلَّم الشفعةَ ثم عَلِم أن المشتريَ غيرُه ماالحكمُ فى سُقو طِ الشفعةِ؟
ج :لم يسقُط بذ لك حقُّه ، وله الشفعةُ ۔
س:اسے(خبر) پہنچی کہ فلاں نے مکان یا زمین خریدی ہے پس اس نے شفعہ سپرد کردیا،پھراسے علم ہوا کہ خریداراس کے سوا ہے(تو) شفعہ کے ساقط ہونے میں حکم کیاہے
ج:اس وجہ سے اس کاحق ساقط نہیں ہوا،اوراسے(حق) شفعہ(حاصل) ہے۔
س:وكَّلَ رجُلاً أن يشترى له دارًا، فا شترا ها له ، فادَّعى الشفيعُ لا ن ياخذَ حقَّه فمن يكون الخَصمُ فى ذ لك؟
ج:الخَصمُ فى ذ لك هو الو كيلُ الذ ى عا قدَ البيعَ الا أن يسلمَها الى المو كّلِ ، فحينئذٍ يكو نَ الخَصمُ المؤ كّلُ ۔
س: کسی نے کسی شخص کووکیل بنایا کہ اس کے لئے مکان خریدے پس اس نے اس کے لئے خریدا شفیع نے دعوی کردیا تا کہ اپنا حق لے پس اس بارے میں کون مدمقابل ہوگا؟
ج:اس بارے میں مدمقابل وہ وکیل ہے جس نے بیع کا عقد کیامگر یہ کہ وہ(مکان) مؤکل کے سپرد کردے،پس اس وقت مدمقابل مؤکل ہوگا۔
س:اشترى ساحةً وبنى فيها بيتًا أو غَرَ س شجرًا ثم قُضِىَ بها للشَّفيعِ فماذا يفعلُ الشفيعُ بهذا البناءِ والغَرْسِ؟

Marfat.com

ج:الشفیعُ بالخیارِ، ان شاءَ أخذَهَا بالثّمنِ وقیمةِ البناءِ والغرسِ مقلوعَیْنِ، وان شاء کلّف المشتری قلعَهما۔

س:میدان خریدا اور اس میں گھر بنادیا یا درخت (پودا) لگادیا پھر شفیع کے لئے اس (میدان) کا فیصلہ کردیا گیا تو شفیع اس عمارت اور درخت کے ساتھ کیا کرے ؟

ج:شفیع بااختیار ہے، اگر چاہے اس (میدان) کو ثمن اور عمارت و درخت کے پودے کی قیمت کے عوض لے اس حال میں کہ (عمارت اور درخت کے پودے) اکھڑے ہوئے ہوں، اور اگر چاہے تو خریدار کو ان دونوں کے اکھیڑنے پر مجبور کرے۔

﴿مشتری نے میدان خرید کر گھر بنالیا یا درخت لگالئے تو اس کا حکم﴾

س:أخذ الشفیعُ دارًا فبنی فیها أو غَرَسَ، ثم استُحِقَّت الدارُ وفُسِخ البیعُ لاجلِ الاستحقاق فیها ما ذا یفعلُ الشفیعُ ؟

ج رجع بالثمن الذی أدّاہ ولا یرجعُ بقیمةِ البناء والغرسِ۔

س:شفیع نے مکان لیا پس اس میں عمارت بنادی یا درخت کا پودا لگادیا، یا پھر مکان میں حق ثابت ہوگیا، اور مکان میں استحقاق ثابت ہونے کی وجہ سے بیع توڑ دی گئی (تو) شفیع کیا کرے؟

ج:اس ثمن کے ساتھ رجوع کرے جو اس نے ادا کیا اور عمارت و درخت کے پودے کی قیمت کے ساتھ رجوع نہ کرے۔

توضیح:شفیع نے مشتری سے خالی زمین لی، پھر اس میں مکان بنادیا یا باغ لگادیا پھر کچھ عرصہ بعد وہ زمین کسی کی مستحق نکل گئی یعنی کسی نے دعوی کر کے زمین میں اپنا حق ثابت کردیا، اور لے لیا، تو شفیع نے مشتری کو زمین کی قیمت دی تھی اس لئے شفیع مشتری سے صرف زمین کی قیمت وصول کرے گا، مکان یا باغ کی نہیں، کیونکہ شفیع نے خود مجبور کر کے مشتری سے زمین لی ہے، اور اپنی مرضی سے مکان یا باغ لگایا ہے، اس لئے گویا کہ اس نے خود دھوکا کھایا ہے تو اس کی قیمت دوسروں سے وصول نہیں کرسکتا۔

﴿کسی کے عمل کے بغیر مکان گر گیا تو شفعہ میں کیسے فیصلہ ہوگا﴾

س:انهدمت الدارُ، أو احترقَ بناؤُها أو جَفَّ شجرُ البستانِ بغیرِ عملِ أحدٍ وقُضیَ بها للشفیعِ بما ذا یاخذُها الشفیعُ ؟

ج :الشفیعُ بالخیارِ، ان شاء أخذَها بجمیع الثمن وان شاء ترکَ۔

س:کسی کے عمل کے بغیر مکان گر گیا یا اس کی عمارت جل گئی یا باغ کا درخت خشک ہوگیا اور شفیع کیلئے اس کا فیصلہ کردیا گیا تو شفیع اسے کس (چیز) کے عوض لے؟

ج:شفیع بااختیار ہے اگر چاہے اسے تمام ثمن کے عوض لے اور اگر چاہے چھوڑ دے۔

توضیح:اگر کسی کے عمل کے بغیر گھر گر گیا یا اس کی عمارت جل گئی یا باغ کا درخت خشک ہوگیا تو اب شفیع کو اختیار حاصل ہے اگر

Marfat.com

چاہے تو اس کو پوری قیمت ادا کر کے حاصل کرلے، اور چاہے تو اس کو چھوڑ دے، مثال کے طور پر بائع مشتری نے زمین خریدی جس میں مکان اور باغ تھا قیمت ایک لاکھ طے ہوئی اس دوران آفت سماوی سے مکان جل گیا یا باغ کے درخت خشک ہو گئے اب اگر مشتری سے شفیع زمین لینا چاہتا ہے تو اسے ایک لاکھ ہی ادا کرنا ہوگا یہ نہیں کہ دس بیس ہزار کم دے ہاں اس کو یہ اختیار ہے کہ اگر نہیں لینا چاہتا تو نہ لے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین اصل ہے، مکان اور باغ اس کے تابع ہیں اصل کی قیمت لگے گی تابع کی نہیں۔

﴿خریدار عمارت توڑ دے تو شفیع اسے کتنے ثمن کے عوض لے﴾

س: وان نقص المشترى البناءَ وبقيتِ العَرْصةُ بكم يأخذُها الشفيعُ؟

ج: ان شاء أخذَها بِحِصَّتِها من الثمنِ، وان شاء سلَّم الشفعةَ، وليس له أن يأخُذَ النقضَ۔

س: اگر خریدار عمارت توڑ دے میدان باقی رہ جائے (تو) شفیع اسے کتنے (ثمن) کے عوض لے؟

ج: اگر چاہے (تو) اسے اسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے اور اگر چاہے (تو) شفعہ سپرد کر دے اور اسے ملبہ لینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

توضیح: مشتری نے مثال کے طور پر پچاس ہزار کا مکان خریدا خریدنے کے بعد اس نے مکان توڑ دیا توڑنے کے بعد اس کی قیمت ۴۵ ہزار باقی ہے، پانچ ہزار کم ہو گئی تو اب اگر شفیع لینا چاہے تو ۴۵ ہزار روپے میں لے لے اور اگر نہ لینا چاہے تو نہ لے اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتری نے مکان خود توڑا ہے اس کے توڑنے کی وجہ سے مکان اصل ہو گیا اب وہ زمین کے تابع نہیں رہا لہٰذا جو قیمت کم ہوئی ہے وہ کم ہو جائے گی اور زمین کی اب جو موجودہ قیمت ہے وہی اس کو ادا کر کے شفیع زمین لے لے گا۔ مگر جو ملبہ اس مکان کا ہے وہ ملبہ لینے کا شفیع کو حق نہیں ہوگا۔

﴿درخت خرما جس پر پھل ہوں تو اس کو شفیع پھلوں سمیت لے﴾

س: ابتاعَ ارضًا فيها نخلٌ عليها ثَمَرٌ وقُضِيَ بها للشفيعِ فحينئذٍ يأخذُ الارضَ الخاليةَ او يأخذُ مع ثمرِها؟

ج: يأخذُها بثمرِها۔

س: زمین خریدی جس میں درخت خرمہ ہے جس پر پھل (لگا ہوا) ہے اور شفیع کے لئے زمین کا فیصلہ دیا گیا پس اس وقت وہ خالی زمین لے یا اسے اس کے پھل کے سمیت لے؟

ج: وہ اسے اس کے پھل کے سمیت لے۔

توضیح: مشتری نے ایسی زمین خریدی جس میں باغ ہے اور باغ پر پھل لگے ہوئے ہیں تو شفیع کو حق ہے کہ پھل سمیت مشتری سے باغ لے اس کی وجہ یہ ہے کہ درخت کی بیع میں پھل شامل نہیں ہوتے، لیکن یہاں مشتری نے بائع پھل بھی خریدا ہے اس لئے پھل زمین کے تابع ہو گیا تو زمین کے حق شفعہ کے ساتھ پھل میں بھی حق شفعہ ہے لہٰذا زمین کے ساتھ پھل بھی اسی قیمت میں خریدنے کا حقدار ہے۔

Marfat.com

﴿مشتری نے پھل توڑ لئے پھلوں کے بقدر قیمت کم دی جائے گی﴾

س اشترى الارضَ مع النخلِ والثَّمرِ ثم جدَّه وقُضِي بها للشفيعِ بما ذا يُؤمَر الشفيعُ في ذلك ؟

ج: يقال للشفيع حُطَّ من الثمنِ حِصَّةَ الثمَر وخذ ما بقي بِمَا بَقِي في الثمَّنِ۔

س: درخت خرمہ اور پھل سمیت زمین خریدی پھر اس (پھل) کو توڑ لیا اور شفیع کے لئے زمین کا فیصلہ دیا گیا تو شفیع کو اس بارے میں کس چیز کا حکم دیا جائے؟

ج: شفیع سے کہا جائے ثمن میں سے پھل کا کچھ حصہ کم کیجئے اور جو چیز باقی رہ گئی ہے اسے باقی ثمن کے عوض لے لیجئے۔

توضیح: مشتری نے پھل دار باغ خریدا، شفیع نے شفعہ کیا اس کے حق میں فیصلہ ہو گیا اس دوران مشتری نے باغ سے پھل توڑ لئے تو اب چونکہ اسی قیمت میں سمیت باغ لینا شفیع کا حق تھا اس لئے پھل کی جس قدر قیمت ہو سکتی ہے اسی قدر مشتری کو کم ادا کی جائے گی کیونکہ پھل آفت سماویہ سے ضائع نہیں ہوا بلکہ مشتری نے خود توڑا ہے لہذا اب یہ زمین کے تابع نہیں رہا بلکہ اصل ہو گیا ہے اس لئے اس کی قیمت کم ہو جائے گی۔

﴿قاضی کے فیصلے کے بغیر لوٹانے اور بیع فسخ کرنے کا حکم﴾

س رَجُل اشترىٰ دارًا فسلَّمَ الشفيعُ الشفعةَ ثم ردها المشترى على البائع بخيارالرُّؤيةِ، او بشرطِ الخيارِ أو بعَيبٍ هل يعودُ للشفيع حقُّ الشفعةِ؟

ج: يُنظَرُ في ذلك، ان ردَّها المشترى بقضاء القاضى فلا شُفعةَ له ولايعودُ حقُّه، وان ردّها بغيرِ قضاءِ القاضى أوتقايَلا فللشفيع الشُّفعة۔

س: ایک شخص نے مکان خریدا پس شفیع نے سپرد کر دیا پھر خریدار نے خیار رویت کی وجہ سے یا شرط خیار کی وجہ سے (مکان) فروخت کنندہ پر لوٹا دیا (تو) کیا شفیع کے لئے شفعہ کا حق لوٹ آئیگا؟

ج: اس بارے میں دیکھا جائے گا، اگر خریدار نے اس (مکان) کو قاضی کے فیصلہ کے ساتھ لوٹایا تو اس کے لئے شفعہ (کا حق باقی) نہیں ہے، اور اس کا حق نہیں لوٹے گا اور اگر قاضی کے فیصلہ کے بغیر اس کو لوٹایا یا دونوں نے (بیع) فسخ کر دی تو شفیع کے لئے شفعہ (کا حق باقی) ہے۔

﴿تقسیم بیع نہیں اس لئے شفعہ کا حق حاصل نہ ہوگا﴾

س: شُرَكاءُ متشاركونَ في عَقارٍ فاقتسمُوهُ هل يثبُتُ فيه حقُّ الشفعةِ للجارِ ؟

ج: لاشفعةَ للجار في هذه الصورة، لان القِسْمةَ ليست ببيع، وانما هي تمييزٌ للحُقوقِ۔

س: کئی حصے دار زمین میں باہم شریک ہیں پس انہوں نے (زمین) کو تقسیم کیا (تو) کیا شفعہ کا حق پڑوسی کے لئے ثابت ہوگا

Marfat.com

ج: پڑوسی کے لئے شفعہ ثابت نہیں کیونکہ تقسیم بیع نہیں اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ (بیع) حقوق کو جدا کرتا ہے۔

س: بِيعَتْ دارٌ لها شُفعاءُ، واراد كلُّ واحدٍ منهم أن يأخذَ الشُّفعةَ، كيف يقتسمو ن هذه الدا رَ فيما بينهُم؟

ج: يقتسمونها بينهم على عددِ رؤو سِهم، ولا يُعتَبر في ذلك اختلافُ الاملا ك۔

س: مکان بیچا گیا جس کے کئی شفیع ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے چاہا کہ وہ شفعہ لے (تو) وہ اس مکان کو آپس میں کیسے تقسیم کریں۔

ج: وہ آپس میں اپنے سروں کے عدد پر تقسیم کریں اور اس میں املاک کے اختلاف کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

توضیح: اگر ایک زمین میں کئی شخص شریک تھے انہوں نے اپنے اپنے حصے کے مطابق زمین کو تقسیم کیا تو تقسیم کی وجہ سے ان کے پڑوسی کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ شفعہ کا حق فروخت ہونے اور مبادلۃ المال بالمال پائے جانے کی وجہ سے ملتا ہے اور یہاں بیع نہیں ہوئی بلکہ یہاں تو جو حصہ ان کا پہلے سے تھا اس کو علیحدہ اور جدا جدا کیا ہے اس لئے پڑوسی کو شفعہ کا حق نہیں ہوگا۔

﴿مذکورہ مسئلہ کی مثال﴾

س: مَثِّلو الذلك مِثا لاً؟

ج: دارٌ بين ثلا ثة رجا لٍ، لا حدِ هم نصفُها، وللاخرِ ثلثُها، وللثا لثِ سدُسُها فبا ع صا حبُ النصف حصتَه كا ن لكُلِّ شفيعٍ حصة مثل حصةِ صا حبِه سوا ءً بسوا ءٍ فلا تنقضُ حصةُ صاحبِ السدُ س۔

س: اس کے لئے مثال بیان فرمایئے؟

ج: ایک مکان تین شخصوں کے درمیان (مشترک) ہے ان میں سے ہر ایک کے لئے آدھا حصہ ہے اور دوسرے کے لئے تہائی ہے اور تیسرے کے لئے چھٹا حصہ ہے پس آدھے حصے والے نے اپنا حصہ بیچ دیا (تو) ہر شفیع کے لئے اس کے ساتھی کے حصہ کے مثل حصہ ہوگا برابر سرابر۔ پس چھٹے حصے والے کا حصہ کم نہیں ہوگا۔

﴿شفعہ کے سقوط کے لئے حیلہ﴾

س: اشترى داراً بثمن ثم دفع الى البائع ثوباً فبماذا يأخذ الشفيع الدار؟

ج: يأخذُ با لثمن دون الثمنِ، لان الثوبَ لم يقع عليه العقدُ، وانما ملكه بعقدٍ ثان۔

س: ثمن کے عوض مکان خریدا پھر فروخت کنندہ کو کپڑا دے دیا پس شفیع مکان کو کس (چیز) کے عوض لے گا؟

ج: وہ اسے ثمن کے عوض لے گا نہ کہ کپڑے (کے عوض) کیونکہ عقد (کپڑے) پر واقع نہیں ہوا اور سوائے اس کے نہیں وہ دوسرے عقد کی وجہ سے اس کا مالک ہوا۔

﴿شفعہ کے سقوط کا حق﴾

س: هل يسقُط حقُّ الشُّفعة في بعض الصُّوَر؟

Marfat.com

ج: اذا باعَ داراً الا مقدارَ ذِراعٍ فی طُولِ الحَدِّ الذی یلی الشفیعَ، فانه یبطُلُ حقَّ الشفیع بذلك، لانه لم یُوجَد الاتصالُ بملكَ الشفیعِ، وهذه حِیلةٌ یختارها الناسُ لاسقاطِ الشُّفعةِ۔

س: کیا بعض صورتوں میں شفعہ کا حق ساقط ہوجاتا ہے؟

ج: جب مکان بیچے مگر ایک ہاتھ کی مقدار اس جانب کی لمبائی میں جو شفیع سے ملتی ہے (نہ بیچے) تو اس وجہ سے حق باطل ہوجائے گا کیونکہ شفیع کی ملک کے ساتھ اتصال نہیں پایا گیا اور یہ (ایک) حیلہ ہے لوگ شفعہ ساقط کرنے کیلئے اسے اختیار کرتے ہیں۔

﴿اسقاط شفعہ کا ایک اور حیلہ﴾

س: هل هناك حِیلةٌ أخری غیرُ مَا ذکرتُم؟

ج: ذکر الفقهاءُ حیلةً سوی ما ذُکر، وهی أن یبتاعَ من دارٍ سهمًا بثمن، ثم یَبتَاعَ بقیّتَها، فیحصُل حقُّ الشفعة للجارِ فی السهم الاوّلِ دون السَّهمِ الثانی۔

س: کیا یہاں دوسرا حیلہ ہے اس کے سوا جو آپ نے ذکر فرمایا؟

ج: فقہاء نے حیلہ ذکر فرمایا ہے اس کے سوا جو (ابھی) ذکر کیا گیا اور وہ یہ ہے کہ مکان میں سے ایک حصہ ثمن کے عوض خریدے پھر اس کے باقی حصہ کو خریدے پس شفعہ کا حق پڑوسی کو پہلے حصہ میں حاصل ہوگا دوسرے حصہ میں نہیں۔

﴿حیلہ مکروہ ہے یا نہیں﴾

س: فهل تکرَه الحیلةُ فی اسقاطِها؟

ج: لا تکرَه عند أبی یوسفؒ وتکرَه عند محمدؒ رحمهما الله تعالی۔

س: پس کیا (شفعہ) ساقط کرنے میں حیلہ مکروہ ہے؟

ج: حضرت ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں اور حضرت محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔

کتاب الشرکت

﴿شرکت کا بیان﴾

لغات: عقود عقد کی جمع ہے واجه وجه کی جمع ہے نوع قسم مفاوضه مساوات ضائع صنعة بمعنی پیشہ کی جمع ہے وجوه وجه بمعنی چہرہ کی جمع ہے کسوة لباس دیون دین کی جمع ہے قرض تبر سونے کی ڈلی نقره چاندی کا پگھلا ہوا ٹکڑہ احتطاب لکڑی جمع کرنا احتشاش گھاس جمع کرنا۔ اصطیاد شکار کرنا بغل خچر استقی یستقی استقاء پانی اٹھانا کسب کمائی ارتداد دین سے پھر جانا جا۔

Marfat.com

توضیح: کتاب الشرکۃ، شفعہ کے کچھ مسائل شرکت سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے کتاب الشفعہ سے متصل بعد کتاب الشرکہ لائے ہیں نفس شرکت کا مشروع ہونا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ **فهم شر كاء في الثلث**۔ سے شرکت ثابت ہو رہی ہے۔

﴿شرکت کیا ہے﴾

س: **الشر كةُ ما هِيَ ؟**

ج: **هي اختلا طُ الما لَينِ بحيثُ لا يتَميَّزُ احدُ هما عن الاخرِ ، ذ لك اما با لخَلْطِ الجا نبينِ ، أو با لا ختلا طِ من غير خلطٍ كما اذا وَرِثاما لاً او وُهِب لهما مالٌ أو اختلطَ ما لُ أحدِ هما بما ل الاخرِ من غير صُنْعٍ بحيثُ لا يتميزَانِ۔**

س: شرکت کیا ہے؟

ج: شرکت کہتے ہیں دو مالوں کا اکٹھا ہونا اس طور پر کہ ان میں سے ایک کو دوسرے سے جدا نہ کیا جا سکتا ہو اور یہ اختلاط کئی وجہ سے ہوتا ہے (۱) جانبین کا ایک دوسرے سے مال کا ملا دینا (۲) یا بغیر ملائے خود مل جانا جیسے دو آدمیوں کا وارث بننا ایک مال میں یا دونوں کو ایک مال کا ھبہ ہو جانا (۳) یا ایک کا مال دوسرے کے مال سے بغیر کسی عمل کے مل جائے اس طور پر کہ دونوں کو جدا نہ کیا جا سکتا ہو۔

﴿شرکت کی اقسام﴾

س: **بينو ا أقسا مَ الشَّرِ كةِ؟**

ج: **الشر كةُ على ضر بينِ ، شر كةِ أملا كٍ ، وشر كةِ عُقو دٍ ۔**

س: اقسام شرکت بیان کیجئے؟

ج: شرکت کی دو قسمیں ہیں (۱) شرکت املاک (۲) شرکت عقود۔

﴿شرکت املاک﴾

س: **شر كةُ أملا كٍ ما هي ؟**

ج: **صو رتُها أن يَرِ ثَ رَجُلاَ نِ عَيناً او يَشْتَرِ يا نِها فيتشا رِ كا نِ في كونها مملُو كةً لهُما ۔**

س: شرکت املاک کیسے کہتے ہیں؟

ج: اس کی صورت یہ ہے کہ دو آدمی ایک چیز کے وارث بن جائیں یا دونوں خرید کر شریک ہو جائیں کہ وہ چیز دونوں کی مملوک ہوگی۔ (یا دونوں کی بطور ہبہ یا صدقہ ملنے کی وجہ سے مملوک ہوگی)

Marfat.com

﴿شرکت املاک کا حکم﴾

س: ما حکمُ ھٰذہِ الشّرکۃِ؟

ج: حکمُھا أنہ لایجوزُ لاحدِ الشریکَینِ أن یتصرّفَ فی نصیبِ الاخَرِ الا بِاِذْنِہٖ وکُلُّ واحدٍ مِّنھما فی نصیبِ صاحِبِہ کَالاَ جْنبیّ۔

س: اس شرکت کا کیا حکم ہے؟

ج: اس کا حکم یہ ہے کہ دونوں شریکوں میں سے کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کے حصہ میں بغیر اس کی جازت کے تصرف کرے اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے حصہ میں (باعتبار) تصرف کرنے کے) اجنبی کی طرح ہے۔

﴿شرکت عقود مع اقسام﴾

س: شرکۃُ العقودِ ما ھیَ؟

ج: ھی علی أربعۃِ أوجُہ، ولکلٍ منھا أحکامٌ (۱) شرکۃٌ مفاوضۃٌ (۲) شرکۃُ عِنَانٍ (۳) شرکۃُ الصنائعِ (٤) شِرکۃُ الوجوہِ۔

س: شرکت عقود کیا ہے؟

ج: یہ چار قسم پر ہے اور ہر ایک کے احکام مختلف ہیں (۱) شرکت مفاوضہ (۲) شرکت عنان (۳) شرکت صنائع (۴) شرکت وجوہ۔

﴿شرکت مفاوضہ کی تعریف واحکام﴾

س فَبیِّنو اتعریفَ شرکۃِالمفاوضۃِ واحکامَھا؟

ج: شرکۃُ المفاوضۃ: أن یشترکَ الرجُلانِ فیتساویان فی مالھما وتصرّفِھما ودِینِھما وتنعقد علی الوَکالۃ والکفالۃ، فما یشتریہ کل واحد منھما یکون علی الشرکۃ الا طعامَ أھلہ وکسوتَھم، ویلزَم کل واحدٍ من الدُّیُونِ بدلا عما یصحُّ فیہ الاشتراکُ فالاخرُضامنٌ لہٗ، وتجوزُ ھذہ الشّرکۃُ بین الحرین المسلمینَ البالغینَ العاقلینَ ولاتجوزُ بینَ الحُرِّ المملوکِ، ولابینَ الصَّبِیّ والبالغ ولابین المسلم والکافرِ۔

س: شرکت مفاوضہ کی تعریف اور احکامات بیان کیجئے؟

ج: شرکت مفاوضہ یہ ہیکہ دونوں شریک مساوی ہوں مال، تصرف اور دین (مذہب) میں اور یہ منعقد ہوتی ہے وکالت اور کفالت پر پس جو بھی ان میں سے کوئی چیز خریدے گا تو وہ بطور شرکت کے ہوگی سوائے اپنے گھر والوں کے لئے کھانا اور کپڑوں کے خریدنے کے (کہ اس میں شرکت نہیں ہوگی) اور ان میں جس پر بھی دیون (قرض) لازم ہو جائیں ایسی چیز کے بدلے کہ جس میں شرکت

Marfat.com

درست ہو دو آزاد مسلمان، بالغ، عاقل کے درمیان اور جائز نہیں آزاد اور غلام بچے اور بالغ، مسلمان اور کافر کے درمیان۔

توضیح: مفاوضہ کے معنی ہوتے ہیں برابری اصطلاح میں شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ دو شریکوں میں سے ہر ایک مال میں تصرف کرنے اور قرض کے اعتبار سے دوسرے کے مساوی ہو۔ شرکت مفاوضہ وکالت اور کفالت پر منعقد ہوتی ہے پس ان میں سے کوئی شخص بھی کچھ خریدے گا تو وہ دونوں کے درمیان بطور شرکت کے ہوگا ہاں اگر اپنے اہل خانہ کے لئے کھانا اور کپڑے خریدتا ہے تو اس میں شرکت نہیں ہوگی۔ اور ان میں سے جس پر بھی ایسی چیز کی وجہ سے جس میں شرکت درست ہے قرض لازم ہو جائے گا تو یہ قرض دونوں پر ہوگا شرکت مفاوضہ ایسے دو شخصوں کے درمیان درست ہوگی، جو عاقل بالغ مسلمان اور آزاد ہوں اگر ان میں سے ایک آزاد اور دوسرا غلام ہے تو شرکت درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ عاقل بالغ آزاد شخص کو ہر طرح کے تصرف کا خود حق حاصل ہے مگر غلام کو آقا کی اجازت کے بغیر تصرف کا حق حاصل نہیں ہے اسی طرح امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں مسلمان اور کافر کے درمیان بھی شرکت درست نہ ہوگی کیونکہ وہ دونوں دین میں مساوات نہیں رکھتے۔

س: رجلانِ عاقَدا شَرِكةَ المفاوضَة ثم وَرِثَ أحدُ هما مالًا ن الذی تصحُّ فِيهِ الشِّرْكةُ أو وُهِب له مالٌ ووصَلَ الی يدِه هل تبقی الشركةُ علی حالِها ؟

ج: تبطُل بذلك شركةُ المفاوضةِ وتصيرُ الشركةُ عنانًا۔

س: دو آدمیوں نے آپس میں شرکت مفاوضہ کی پھر ان میں سے ایک وارث ہو گیا ایسی چیز کا جس میں شرکت ہو سکتی ہے اس کو مال بطور ہبہ دیا گیا جس کو وہ وصول کر چکا تو کیا اس صورت میں یہ شرکت اپنے حال پر باقی رہے گی؟

ج: نہیں۔ بلکہ شرکت مفاوضہ باطل ہو کر شرکت عنان بن جائے گی۔

توضیح: جن چیزوں میں شرکت صحیح ہے (یعنی دراہم و دنانیر) ان میں سے مشرکین میں سے کوئی وراثت یا ہبہ وغیرہ سے کسی چیز کا مالک ہو جاتا ہے تو شرکت مفاوضہ باطل ہو جائے گی۔ باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جیسے شرکت مفاوضہ میں ابتداءً مال میں مساوات کا ہونا شرط ہے، اسی طرح بقاء بھی مساوات کا ہونا شرط ہے، اور اس صورت میں بقاءً مساوات مفقود ہے، لہذا شرکت مفاوضہ باطل ہو جائے گی، اگر بطور وراثت یا ہبہ کوئی سامان یا زمین اسے مل جاتی ہے تو پھر شرکت مفاوضہ باطل نہیں ہوگی، کیونکہ ان میں شرکت ہی صحیح نہیں تو مساوات بھی شرط نہ ہوگی۔

﴿شرائط شرکت مفاوضہ﴾

س: وهل يشترطُ لصحةِ شركة المفاوضةِ شیءٌ سوی ما ذَكَرتُم ؟

ج: نعم هناك شرطٌ غيرُ ماذكرنَا ، وهو أن شركةَ المفاوضةِ لا تنعقدُ الا بالدَّراهِمِ والدنانير والفلوسِ النافقةِ ، ولا تجوزُ فيما سوی ذلكَ ، الا يتعامَلَ الناسُ به كالتِّبرِ والنُّقرةِ فتصحُّ الشركةُ بِهمَا ۔

Marfat.com

س: کیا شرکت مفاوضہ کے لئے مذکورہ شرائط کے علاوہ کوئی اور شرط بھی ہے ؟

ج: جی ہاں مذکورہ شراط کے علاوہ اس کی صحت کے لئے شرط یہ بھی ہے کہ شرکت مفاوضہ منعقد نہیں ہوتی، سوائے دراہم، دنانیر اور ان فلوس کے جو کہ رائج ہوں اور ان کے ماسوا کسی میں جائز نہیں الا یہ کہ لوگ آپس میں معاملہ کرتے ہوں جیسے سونے یا چاندی کی ڈلی تو پھر ان میں شرکت درست ہوگی۔

س: لیسَ لهُما دراهمُ و لا دنانیرُ، بل عند هما عُروضٌ كيف يفعلانِ اذا ارادا أن يتشاركا؟

ج: يبيعُ أحدُهما نصفَ مالِهِ بنصفِ مالِ الاخرِ ثمَّ يَعقدانِ الشَّرِكَةَ۔

س: ان دونوں (شریکوں) کے پاس دراہم یا دنانیر نہیں بلکہ دونوں کے پاس سامان ہے تو اب اگر شرکت کرنا چاہیں تو کیا کریں گے؟

ج: ان میں سے ایک اپنے مال کا آدھا حصہ دوسرے کے آدھے سے فروخت کردے پھر دونوں عقد شرکت کرلیں۔

﴿شرکت عنان﴾

س: وشركةُ العِنان ما هي ؟

ج: هِي أن يَّشْتَرِكَ اثنانِ في نَوْعٍ خاصٍ من التِّجاراتِ أو يشتركانِ في عمومِ التِّجاراتِ۔

س: شرکت عنان کیا ہے؟

ج: وہ یہ کہ دو آدمی شریک ہوں تجارت کی ایک خاص نوع میں یا عام تجارت میں (یعنی مطلق تجارت میں بغیر کسی تخصیص کے)۔

﴿شرکت عنان کا حکم﴾

س: ما حكمُ هذه الشركةِ؟

ج: هذه الشركةُ جائزةٌ وتنعقدُ على الوَكالة دونَ الكفالةِ، ومعناه أن ما شتراه كلُّ واحدٍ منهما للشركة طُولبَ بثمنِه هو من دون الاخر، ويرجعُ على شريكه بحصَّته منه، ومايلزَمُ كلَّ واحد من الدُّيونِ لايضمَنُه الاخرُ۔

س: اس شرکت کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ شرکت جائز ہے اور منعقد ہوتی ہے بطور وکالت، نہ کہ کفالت کے مطلب یہ کہ جب ان دونوں میں سے کوئی ایک کسی چیز کو بطور شرکت کے خریدے تو ثمن کا مطالبہ اسی سے ہوگا نہ کہ دوسرے شریک سے، اور یہ خریدنے والا پھر رجوع کرے گا ثمن کا اپنے شریک پر اس کے حصہ کے بقدر اور جس پر کوئی دین (قرض) لازم ہوجائے تو دوسرا اس کا ضامن نہیں ہوگا۔

﴿شرکت عنان میں مال کی زیادتی درست ہے﴾

س: وهل يصحُّ التفاضُلُ في المالِ في هذه الشركةِ أم لابدَّمِنَ لا بد من التساوِي ؟

Marfat.com

ج: يصحُّ فيها التفاضلُ في المالِ كما يصحُّ التساوي فيه، وجازَ التفاضُل ايضًا في الرِّبح مع تساوي المالِ۔

س: کیا شرکت عنان میں مال کی زیادتی درست ہے (کسی ایک جانب سے) یا کہ مساوات ضروری ہے؟

ج: مال کی زیادتی درست ہے جیسا کہ مال کی مساوات اس میں درست ہے اور منافع میں بھی زیادتی جائز ہے اگرچہ دونوں کا مال مساوی ہو (یعنی ایک شریک کو نفع زیادہ ملے باوجودیکہ مال دونوں کا برابر ہو)

توضیح: شرکت عنان میں دونوں شریکوں کا مال تو برابر ہو مگر نفع کم زیادہ ہو ایک جانب، تو یہ بھی ہمارے نزدیک درست ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی زیادہ عقل مند اور تجربہ کار ہوتا ہے اور کوئی کم اس لئے مال کم یا برابر ہونے کے باوجود وہ دوسرے سے زیادہ نفع کا مستحق ہوتا ہے اس لئے اگر وہ یہ شرط کرے کہ میں زیادہ نفع لوں گا اور دوسرا فریق اس پر راضی ہو جائے تو شرکت عنان میں یہ جائز ہے۔

﴿بعض مال میں شرکت عنان کا حکم﴾

س: وهل يجوزُ أن يعقدَها كلُّ واحدٍ منهما ببعضِ ما له دونَ البَعْضِ؟

ج: نعم يجوزُ ذلكَ۔

س: کیا ان دونوں کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بعض مال میں شرکت عنان کریں اور بعض میں نہ؟

ج: جی ہاں جائز ہے۔

س: بماذا تصحُّ هذهِ الشركةُ؟

ج: تصح بما نبينا في المفاوضة أي بالدّراهمِ والدّنانيرِ وما يتعاملُ به الناسُ كالتِّبرِ والنُّقرةِ۔

س: یہ شرکت کن کن چیزوں میں درست ہے؟

ج: یہ درست ہے انہی چیزوں میں جو کہ مفاوضہ میں مذکور ہوئیں یعنی دراہم، دنانیر اور جن میں لوگوں کا معاملہ جاری ہو جیسے سونے چاندی کی ڈلی۔

﴿ایک کے دراہم ہوں اور دوسرے کے دنانیر تو شرکت کا حکم﴾

س وهل تصحُّ هذهِ الشركةُ اذا كان لاحدِهما دنانيرُ وللاخرِ دراهمُ؟

ج: تصحُّ الشركةُ بهذه الصُّورةِ۔

س: کیا اس صورت میں شرکت درست ہے کہ ایک شریک کے دینار ہوں اور دوسرے کے دراہم؟

ج: اس صورت میں درست ہے۔

﴿خریداری سے قبل مال ہلاک ہو گئے تو شرکت باطل ہو جائے گی﴾

س: وما قولُكم فيما اذا هلكَ المالانِ او أحدُهما قبلَ أن يشترِيا شيئًا؟

Marfat.com

ج: تبطُلُ الشّرِ کَۃِ۔

س: کیا حکم ہے اس وقت جب دونوں مال یا ان میں سے ایک ہلاک ہو جائے قبل اس کے کہ وہ دونوں کوئی چیز خریدتے؟

ج: شرکت باطل ہو جائے گی۔

اگر شریکین میں سے ایک نے مال خرید لیا اور دوسرے کا مال ہلاک ہو گیا......

س: وان اشترٰی أحدُ هما بمالِہ شیئا وھلَكَ ما لُ الآ خر قبلَ الشّراءِ بماذا یُقضٰی بینھما؟

ج: المُشتَرٰی یکو نُ بینھُما علٰی ما شرَ طا، ویَر جِعُ الذی اشترٰی علی شریکِہ بحصّتِہ من ثمَنِہ۔

س: اگر ان میں سے کوئی ایک اپنے مال کے ساتھ کوئی چیز خرید لے اور دوسرے کا مال ضائع ہو جائے خریدنے سے پہلے تو ان کے درمیان کیا فیصلہ کیا جائے گا؟

ج: مبیع ان کے درمیان (مشترک ہوگا) اسی شرط پر جو انہوں نے مقرر کی ہوگی اور مشتری اپنے ساتھی کی طرف رجوع کرے گا اپنے حصہ کے بقدر مبیع کے ثمن سے۔

س: رجلا نِ یریدَ انِ أن یعقِدا شر کۃَ العنا ن ولا یَخلِطا نِ أموا لھما ھل تصِحُّ ھذہ الشر کۃ فی ھذ ہ الصُّو رَ ۃِ؟

ج: نعم تصحُّ، ولا یشتر طُ فِی العنا نِ خَلْطُ الما لَینِ۔

س: دو آدمی بغیر اپنے مال کے ملائے ہوئے شرکت عنان کرنا چاہتے ہیں کیا اس صورت میں شرکت درست ہوگی؟

ج: جی ہاں درست ہے کیونکہ شرکت عنان میں دونوں مالوں کا اکٹھا کرنا شرط نہیں ہے۔

شرکت عناں میں متعین دراہم شرط ٹھہرانا

س: عاقَدا شر کۃَ العِنانِ واشترطَ أحدُ ھما لنفسِہ درا ھمَ مُسمّاۃً ما حکمُہ؟

ج: لا تصحُّ الشر کۃُ فی ھذ ہ الصُّو رَ ۃِ، فَقد یمکن أن لا یحصُلَ من الرِّبح اِلاّ ما شترَ ط۔

س: دو آدمیوں نے شرکت عنان کی اور ان میں سے ایک نے اپنے لئے متعین دراہم شرط ٹھہرا دیئے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اس صورت میں شرکت درست نہیں۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ نفع اتنا ہی حاصل ہو جتنا کہ شرط ٹھہرایا ہو۔

شرکت عنان و مفاوضہ کے شریکین کے اختیارات

س: بما ذا یُخیَّر المفا وِ ضا نِ وشریکاالعنا نِ فیما اشترَ کا فیہ؟

ج: یجوزُ لکُلِّ واحِدٍ من المفاوِضَین وشریکَی العِنا ن أن یُبضِع المالَ، ویدفع مُضاربۃً، ویُوکّلَ من یتصرفُ فیہ، ویرھنَ، ویسترھِنَ، ویستأجرَ الاجنبی علیہ، ویبیعَ با لنقدِ والنسیئۃِ، ویدُ کلُّ واحِدٍ منھما یدُ أما نۃ،

Marfat.com

س: شرکت مفاوضہ اور عنان کرنے والوں کو اپنے مشترک مال میں کیا اختیار ہے؟

ج: جائز ہے ہر ایک کے لئے شرکت مفاوضہ اور عنان کرنے والوں میں کہ وہ مال کو خرچ کرے، مضاربت پر دے اور وکیل بنائے ایسے شخص کو جو اس میں تصرف کرے۔ رھن رکھوائے۔ رھن رکھے۔ اجنبی کو اجرت پر لے اور نقد اور ادھار پر فروخت کرے۔ اور ان میں سے ہر ایک کا قبضہ امانت کا قبضہ ہوگا۔

﴿شرکت صنائع کی صورت﴾

س: وما صورةُ شركةِ الصَّنائع؟

ج: صورتُها أن يشترِكَ الخيَّاطانِ أو الصبَّاغانِ مثلاً أن يتقبلا الاعمال ويكونَ الكَسْبُ بينهما۔

س: شرکت صنائع کی کیا صورت ہے؟

ج: اس کی صورت یہ ہے کہ دو درزی یا دو رنگیز شریک ہوں کہ دونوں کام لیں گے اور کمائی دونوں کے درمیان ہوگی۔

﴿شرکت صائع میں ہر ایک کی ذمہ داری﴾

س: وما يلزَمُ كلَّ واحدٍ منهما؟

ج: ما يتقبَّلُ كلُّ واحدٍ منهما من العملِ يلزَمه' ويلزَمُ شريكَه'۔

س: ان میں سے ہر ایک پر کیا ذمہ داری لازم ہوگی؟

ج: ان میں سے جس نے بھی کوئی کام لیا تو اس پر اور اس کے شریک دونوں پر وہ کام لازم ہوگا۔

س: ان عَمِلَ أحدُهما دون الاخرِ، هل يستحِقُّ الّذى عمِلَ وحدَه؟

ج: لا يستحقُّ وحدَه بلِ الكَسْبُ بينهما نِصفانِ۔

س: اگر ایک نے کام کیا اور دوسرے نے نہ کیا ہو، تو کیا وہی شخص اکیلا کمائی کا مستحق ہوگا جس نے کام کیا ہو؟

ج: وہ اکیلا مستحق نہیں ہوگا بلکہ کمائی دونوں میں آدھی ہوگی۔

﴿شرکت وجوہ کیا ہے﴾

س: وشركةُ الوجوهِ ما هى؟

ج: هى أن يشتركَ الرجلانِ على أن يشتريا بِوُجُوهِهِمَا ويبيعا ولا مالَ لهما، وهذ الشركةُ جائزةٌ وكل واحدٍ منهما يكونِ وكيلَ الاخر فيما يشتريه

س: شرکت وجوہ کیا ہے؟

Marfat.com

ج: وہ یہ ہے کہ دو آدمی شریک ہوں جن کے پاس نقد مال کوئی نہ ہو اس شرط پر کہ ہر ایک اپنے تعارف کی وجہ سے مال خریدے، اور فروخت کرے اور یہ شرکت جائز ہے، اور ہر ایک دوسرے کا وکیل ہوگا جو کچھ وہ خریدے گا۔

﴿شرکت وجوہ میں تفاضل فی الربح جائز نہیں ہے﴾

س: فهل يجوزُ فيها التفاضُل في الرِّبح ؟

ج: لايجوز التفاضُل في الرِّبح في هذه الشِّركةِ ، فان شرَطا انّ المُشتَرٰى بينهما نصفان فالرِّبح كذلك۔ وان شرطا أن يكون المشترٰى بينهما اثلاثا، فالرّبحُ كذلك۔

س: کیا اس شرکت میں تفاضل فی الربح جائز ہے؟

ج: اس میں شرکت فی التفاضل جائز نہیں۔ اگر دونوں نے شرط لگائی ہو کہ مبیع دونوں میں آدھا آدھا ہوگا اور اگر یہ شرط لگائی ہو کہ مبیع ثلث (تہائی) تو نفع بھی اسی حساب سے ہوگا۔

﴿لکڑی یا گھاس جمع کرنے میں شرکت کا حکم﴾

س: وما حكمُ الشركةِ في الاحتِطابِ، والاحتشاشِ، والاصطِيادِ ؟

ج: لاتجوز هذه الشركةُ ، فما اصطادَ أو احتطب أو احتشَّ كلُّ واحدٍ منهما فهو له دونَ صاحِبه، ولا شركةَ لهما في المالِ، ولا في الرِّبح ۔

س: لکڑی یا گھاس کے جمع کرنے یا شکار کرنے میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ شرکت جائز نہیں۔ پس ان میں سے جس نے بھی شکار کیا لکڑی یا گھاس جمع کی تو وہ اسی کی ہوگی نہ کہ دوسری ساتھی کی۔ نہ تو مال میں شرکت ہوگی اور نہ ہی نفع میں۔

﴿خچر اور ڈولچی والے کی شرکت کا حکم﴾

س: لرجُل بَغْلٌ ولآخرَ مَزَادةٌ فاشترَكا في استقاءِ الماءِ وبيعِه في الناسِ على أن يكونَ الكَسْبُ بينهما هل تَصحُّ هذه الشركةُ؟

ج: لا تصحُّ هذه الشركةُ۔

س: ایک آدمی کا خچر ہو اور دوسرے کی پانی کی ڈولچی ہو۔ یہ دونوں شرکت کریں پانی لانے اور لوگوں پر بیچنے میں اس شرط پر کمائی دونوں کے درمیان تقسیم ہوگی تو کیا یہ شرکت صحیح ہے؟

ج: یہ شرکت صحیح نہیں ہے۔

Marfat.com

﴿ڈولچی یا خچر والے کا عمل نہ ہوتو اس کو اجرت مثلی ملے گی﴾

س: فان استقٰی أحدُ هما الماءَ بهما کیف یُقضٰی بینهما فیما کَسَب؟

ج: یکون الکَسْب کلُّه للذی استقی الماءَ وعلیه أجرُ المَزَادةِ ان کان العاملُ صاحبَ البغلِ، واجرُ مِثل البغل ان کان العاملُ صاحبَ المَزَادةِ۔

س: اگر ان میں سے کسی نے پانی لاکر پلایا ان دونوں کے ساتھ تو ان کے درمیان کیا فیصلہ ہوگا جو اس نے کمایا ہو؟

ج: ساری کمائی اس شخص کی ہوگی جس نے پانی لاکر پلایا ہوگا اور اس پر ڈولچی کی اجر مثل ہوگی اگر عامل خچر والا ہو اور اگر عامل ڈولچی والا ہو تو پھر اس پر خچر کا اجر مثل لازم ہوگا۔

﴿شرکت فاسدہ میں نفع کا حکم﴾

س: تعاقدَ رجلانِ شِرکةً فاسدةً وحصَل الرِّبحُ کیف یُقْسَمُ الربحُ بینهما؟

ج: یُقْسَم بقدرِ مالِهما من رأسِ المالِ، ویبطُل شرطُ التفاضُلِ۔

س: دو آدمیوں نے شرکت فاسدۃ کا عقد کیا اور نفع حاصل ہوگیا تو نفع کو کیسے تقسیم کیا جائے گا؟

ج: نفع کو ہر ایک کے لئے رأس المال کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا اور تفاضل کی شرط باطل ہو جائے گی (اگر لگائی ہو)۔

س: وهل یُؤدی أحدُ الشریکین زکاةَ مالِ الآخر؟

ج: لا یؤدی أحدُهما زکاةَ مالِ الاخر الا باذنِه۔

س: کیا شریک دوسرے کے مال کی زکوۃ ادا کرسکتا ہے؟

ج: بغیر اجازت کے دوسرے کے مال کی زکواۃ ادا نہیں کرسکتا۔

س: فان اذِن کُلٌّ واحدٍ منهما لصاحبِه أن یؤدّیَ زکاتَه فادّی کُلُّ واحدٍ منهُما هل یجبُ الضمان؟

ج: یضمَنُ الثانی بما أنفقَ سواءٌ علم بأداءِ الاول أو لم یعلَم عند ابی حنیفةَ رحمه الله تعالی، وقال محمد رحمه الله تعالی لا یضمَنُ اذا لم یعلَم باداءِ الاوّلِ۔

س: اگر ہر ایک نے دوسرے کو زکوۃ ادا کرنے کی اجازت دی ہو اور اتفاق سے دونوں میں سے ہر ایک زکوۃ ادا کر دے۔ تو کیا ضمان لازم ہوگا؟

ج: دوسرا ضامن ہوگا جو کچھ اس نے ادا کی ہو۔ برابر ہے کہ اس کو پہلے کی ادائیگی کا علم ہو یا نہ ہو امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین فرماتے ہیں اگر اس کو پہلے کی ادائیگی کا علم نہ ہو تو ضامن نہیں ہوگا۔

﴿شرکت باطل ہونے کی کچھ صورتیں﴾

س: هل تبطُل الشرکةُ بعدَ انعقادِها من غیر فسخ العقدِ؟

Marfat.com

ج :تبطُل الشر کةُ فیما اذا ما تَ أحدُ الشریکَین، أو ار تدَّ أحد هما ولَحِق بدا رِ الحرْبِ (والعیا ذ با للہ تعا لی) ۔

س: کیاشرکت منعقد ہوجانے کے بعد عقد فسخ کیے بغیر بھی باطل ہو جاتی ہے؟

ج: جب شرکاء میں سے کوئی ایک مرجائے یاان کو میں سے کوئی مرتد ہوکر۔ دارا لحرب (کفرستان) چلا جائے تو شرکت باطل ہو جا تی ہے (العیا ذ با للہ)

کتاب المضاربت

﴿مضاربت کا بیان﴾

لغات: المضاربہ ایسی عقد جس میں ایک کا مال ہواور دوسرے کی محنت اور نفع میں دونوں شریک ہوں الربح نفع مشاعا مشترک مسماۃ معین رب المال مال کا مالک دفع دینا عطا کرنا ثلث تہائی سدس چھٹا حصہ عزل عہدہ سے ہٹا دینا الاقضاء وصول پالی ھلك ضائع ہوا النسیئۃ ادھار عبد غلام امہ لونڈی کتاب المضا ربہ مضاربۃ بھی ایک قسم کی شرکت ہے لہذا صاحب کتاب کتاب الشرکت کے متصل بعد مضاربت کے مسائل بیان کررہے ہیں۔ مضاربت کا درست ہونا مشروع ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد بھی لوگوں کے درمیان مضاربت کا معاملہ جاری رہا آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا اسی طرح حضرات خلفاء نے بھی منع نہیں فرمایا نہ ہی کسی صحابی سے انکار ثابت ہے۔

اصطلاحی اعتبار سے مضاربت ایسے عقد کو کہتے ہیں جس میں شریکین میں سے ایک کا مال ہواور اور دوسرے شریک کا عمل اور کام ہواور نفع میں دونوں شریک ہوں۔ ان دو شریکوں میں سے جس کا مال ہے اس کو اصطلاح میں رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب کہتے ہیں اور جو مال اس عقد کے تحت دیا جاتا ہے اس کو مال مضاربت کہتے ہیں۔ مال مضاربت کے لئے بھی وہی شرط ہے جو کتاب الشرکہ میں گزر چکی ہے کہ وہ درہم ودنانیر ہوں۔

﴿مضاربت کے لغوی وشرعی معنی﴾

س المضا ربۃُ ما ھی لغۃً و شر عًا؟

ج: المُضا ربۃُ مأخو ذ ۃٌ من الضر ب بمعنی السَیرِ فی الأر ضِ ، وشر عًا ھی عقدٌ علی الشّرْ کۃِ فی الرِّبْح بما لٍ مِّنْ أحدِ الشَّرِیکَین وعمل من الأخر ، ولَا تَصِحُّ الَّا با لْما لِ الَّذی بینا ہ فی البا ب السَّا بِقِ ۔

س: لغت اور شریعت کی رو سے مضاربت کیا ہے؟

ج: مضاربت ضرب سے ماخوذ ہے (جو) زمین پر چلنے کے معنی میں ہے اور شریعت کی رو سے یہ دو شریکوں میں سے مال ایک کی طرف سے مال اور دوسرے کی طرف سے کام کے عوض نفع میں شرکت پر عقد کرنا ہے اور یہ صحیح نہیں ہوتی مگر اس کے مال جسے ہم

Marfat.com

گزشتہ باب میں بیان کر چکے۔

﴿شروط صحت مضاربت﴾

س: وَ هَلْ لِصِحَّةِ الْمُضَارَبَةِ شُرُوطٌ؟

ج: يُشْتَرَطُ لِصِحَّتِها أمْرَانِ؟

(۱) أن يكونَ المالُ مسلَّمٌ الى المضاربِ بحيثُ لا تبقى يدٌ فيه لربِّ المالِ۔

(۲) وان يكونَ الربحُ بينهما مشاعًا بحيث لا يستحقُّ أحدهما دراهمَ مسماةً۔

س: کیا مضاربت کی صحت کے لئے شرائط ہیں؟

ج: جی ہاں! اس کی صحت کے لئے دو کاموں کی شرط لگائی جاتی ہے: (۱) یہ کہ مال مضارب کو سپرد کیا گیا ہو اس حیثیت سے کہ اس میں رب المال کا تصرف (اور قبضہ) باقی نہ رہے۔ (۲) یہ کہ نفع ان دونوں کے درمیان مشترک ہو اس حیثیت سے کہ ان میں سے کوئی متعین درہموں کا حق دار نہ ہو۔

س: اذا صحَّتِ المضاربةُ من حيث العقدِ فماذا يجوزُ للعاملِ؟

ج: اذا كانتِ المضاربةُ مطلقةً غيرَ مقيّدةٍ بالزمانِ والمكانِ والسلعةِ جاز للمضارِبِ أن يبيعَ ويشتريَ ما شاءَ ويسافرَ ويبضع ويؤكّلَ، وان خصَّ ربُّ المالِ التصرفَ في بلدٍ بعينِهِ أوْفي السّلعةِ بعينها لم يجز للمضاربِ أن يتجاوزَ عن ذلكَ۔

س: جب مضاربت عقد کی حیثیت سے صحیح ہو جائے تو کام کرنے والے کے لئے جائز ہے؟

ج: جب مضاربت مطلق ہو (یعنی (زمان، مکان، اور سامان کے ساتھ مقید نہ ہو (تو) مضارب کے لئے جائز ہے کہ وہ بیچے اور خریدے جو (چیز) چاہے، سفر کرے، بضاعت پر (مال) دے اور وکیل بنائے۔ اور اگر رب المال معین شہر یا معین سامان میں تصرف خاص کر دے (تو) مضارب کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس سے تجاوز کرے۔

توضیح: جب مضاربت صحیح ہو جائے اور وہ مطلق بھی ہو تو اب مضارب کے لئے ہر وہ کام جو تجارت کے لئے مفید ہو مضارب کے لئے کرنا جائز ہے مطلق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مضاربت میں کسی قسم کی قید نہ ہو نہ زمان کی نہ مکان کی اور نہ ہی سامان کی تو اس صورت میں مضارب کے لئے کچھ بھی خریدنا بیچنا، سفر کرنا، مال کو بضاعت پر دینا، وکیل بنانا سب جائز ہے، بضاعت کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو مال دے کہ فلاں کام کرو اور تمہیں کچھ مزدوری دے دیں گے، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں مضارب مال لے کر ایسا سفر نہیں کر سکتا جس میں مال مضاربت کی ہلاکت کا خطرہ ہو۔

س: جعلَ صاحبُ المالِ غايةً من حيثُ الزمانِ أي وقّتَ المضاربةَ بمدةٍ معلومةٍ ما ذا حكمُه؟

Marfat.com

ج: هذا جائزٌ، ویلزمُ المضاربَ أن لا یتعدّاها ویبطل العقدُ بمضیّها۔

س: مال کے مالک نے زمان کی حیثیت سے انتہا مقرر کردی یعنی مضاربت کو مدت معلومہ کے ساتھ موقت کردیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ جائز ہے اور مضارب کو لازم ہے کہ وہ اس (مدت) سے تجاوز نہ کرے اور عقد (مدت) کے گزرنے کے ساتھ باطل ہوجاتا ہے۔

توضیح: رب المال (مال کے مالک) نے مضاربت کا وقت متعین کردیا مثال کے طور پر کہا کہ چھ ماہ تک یہ مال آپ کو بطور مضاربت مل سکتا ہے اس کے بعد مضاربت ختم ہوجائیگی تو ایسا کرنا جائز ہے اور جب مقرر شدہ مدت پوری ہوجائے گی تو مضاربت خود بخود ختم ہوجائے گی اس کے جواز کی ایک وجہ تو طبرانی کی روایت ہے کہ صحابیؓ رسول ﷺ حضرت حکیم بن حزام جب کسی سے مضاربت کا معاملہ کرتے تو اس پر یہ شرط لگاتے کہ جب اس کو لے کر سفر کرلے تو میرا مال کسی جاندار کے خرید میں نہیں لگانا، اور نہ ہی اس کو لیکر سمندر کا سفر کرنا اور نہ ہی اس کو لے کر کسی وادی میں قیام کرنا پس اگر آپ نے ایسا کیا تو پھر آپ میرے مال کے ضامن ہونگے۔ سنن بیہقی میں اس حدیث میں یہ جملہ زائد ہے کہ انہوں نے یہ شرط نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھی تو آپ نے اجازت دے دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مالک کا مال ہے وہ اپنی سہولت کے لئے وقت معین کرسکتا ہے۔

﴿مضارب کے لئے کسی کو مضاربت پر مال دینا جائز نہیں ہے﴾

س: هل یجوزُ للمضاربِ أن یدفعَ المالَ مضاربةً الی آخرَ؟

ج: لا یجوزُ له ذلكَ الا أن یأذنَ له ربُّ المال أو یقولَ له: اعمَلْ برأیكَ۔

س: کیا مضارب کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی دوسرے کو مال مضاربت پر دے؟

ج: یہ اس کے لئے جائز نہیں مگر یہ کہ رب المال سے اجازت دے یا اس سے کہے کہ اپنی تدبیر کی رسائی کے مطابق کام کیجئے۔

﴿بصورت نفع مضارب ثانی اول کے لئے ضامن ہوگا﴾

س: فلو دفعَ المضاربُ المالَ مضاربةً الی غیرِہٖ ولم یأذن له ربُّ المالِ في ذلك هل یضمَنُ المضاربُ الأوّلُ مالَ ربِّ المالِ؟

ج: یضمَنُ لکنْ لا بنفسِ العقد ولا بتصرف المضاربِ الثّاني، بَلْ یضمن المضاربُ الأوّلُ المالَ لربِّ المالِ اذا ربح المضاربُ الثاني، فاذا ربح المضاربُ الثاني ضمِنَ المضاربُ الأوّلُ المالَ لربِّ المالِ۔

س: پس اگر مضارب نے اپنے سوا (کسی) کو مال مضاربت پر دے دیا اور رب المال نے اسے اس (عمل) کی اجازت نہیں دی (تو) کیا مضارب اول رب المال کے مال کا ضامن ہوگا؟

ج: ضامن ہوگا لیکن نفس عقد کے ساتھ نہیں اور مضارب ثانی کے تصرف کرنے کے ساتھ نہیں بلکہ مضارب اول رب المال کے

Marfat.com

لئے مال کا ضامن ہوگا جب مضارب ثانی کو نفع ہو پس جب مضارب ثانی کو نفع ہو تو مضارب اول رب المال کے لئے مال کا ضامن ہوگا۔

﴿رب المال کی اجازت کے ساتھ مضارب دوسرے کو مضاربت پر دے سکتا ہے﴾

س: دفع ربُّ المالِ مالَهُ إلى المضارِبِ على أن يكونَ الرِّبحُ بينهما نصفَينِ ومعَ ذٰلكَ أذِنَ له أن يَدْفعَ المالَ الى آخرَ مضارَبةً ماذا حُكْمُه؟

ج: هٰذا جائزٌ۔

س: رب المال نے اپنا مال مضارب کو دے دیا اس شرط پر کہ نفع ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہے اور اس کے ساتھ اسے اجازت دے دی کہ وہ دوسرے کو مال مضاربت پر دے تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ جائز ہے۔

توضیح: رب المال نے مضارب سے یہ طے کر کے نفع جو حاصل ہوگا وہ نصف میرا ہوگا اور اس کو آگے بطور مضاربت مال دینے کی اجازت بھی دے دی تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔

س: وكيف يُقسَمُ الرِّبحُ بينَ هؤلاءِ الثلاثةِ؟

ج: ينظرُ في ذلكَ، ان اشترطَ ربُّ المالِ نصفَ الرِّبح لنفسِهِ وقال ما رزقَ اللّٰه تعالى فهو بيننا نصفانِ وأعطى المضاربُ الأوّلُ المالَ لِلمضاربِ الثانی على أن يكونَ الرِّبحُ بينهما أثلاثاً۔ أيْ ثُلُثَاهُ لَهُ وَثُلُثه' ولصاحِبِه۔ فما حصَل مِنَ الرِّبحِ يكونُ نصفُه لربِّ المال، وثلثُه للمضاربِ الثانی، وسدسُه' للمضاربِ الأوّلِ وان قال ربُّ المالِ إنَّ ما رزقَكَ الله فهو بيننا نصفانِ وقال المضارِبُ الأوّل للمضاربِ الثانی ماربحتَ فلِيَ منهُ الثُلُثانِ ولكَ الثُّلُثُ يكونَ الثُّلُثُ للمضارِبِ الثّانی والثلثانِ بينَ ربِّ المالِ والمضارِبِ الأوّلِ۔

س: نفع ان تینوں کے درمیان کیسے تقسیم کیا جائیگا؟

ج: اس بارے میں دیکھا جائے گا، اگر رب المال اپنے لیے آدھے نفع کی شرط لگائے اور کہے کہ ''اللہ تعالی جو روزی پہنچائیں تو وہ ہمارے درمیان آدھی آدھی ہے،، اور مضارب اول نے مال مضارب ثانی کو دی دیا اس شرط پر کہ نفع ان دونوں کے درمیان تین تہائی ہے یعنی اس کے (مضارب ثانی) کے لئے ہیں اور اس کا ایک تہائی (مال) کے مالک (یعنی مضارب اول) کے لئے ہے پس جو نفع حاصل ہو اس کا آدھا رب المال کے لئے اور اس کا تہائی مضارب ثانی کے لئے اور اس کا چھٹا حصہ مضارب اول کے لئے ہوگا اور اگر رب المال کہے کہ ''تحقیق اللہ تعالی جو روزی پہنچائیں پس وہ ہمارے درمیان آدھی آدھی ہے،، اور مضارب اول، مضارب ثانی سے کہے کہ ''جو آپ نفع اٹھائیں پس میرے لئے اس میں سے دو تہائی ہے اور آپ کے لئے ایک تہائی ہے'' (تو) تہائی

Marfat.com

مضارب ثانی کے لئے اور دو تہائی رب المال اور مضارب اول کے درمیان (مشترک) ہوگا۔

توضیح: مال کے مالک نے مضارب کو مال دیا اور کہا کہ اللہ جل مجدہ نے اس میں سے جو روزی (نفع) ہمیں عنایت فرمائی تو وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگی اس کے بعد اس مضارب نے ایک اور شخص کو یہ مال دے دیا (رب المال کی اجازت ہے) کہ جو نفع حاصل ہوگا اس کے دو ثلث تو میرے ہونگے اور ایک ثلث تہائی تیری ہوگی تو جب نفع حاصل ہوا تو اس کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ آدھا رب المال کا ہوگا اور تہائی مضارب ثانی کا اور چھٹا حصہ مضارب اول کا ہوگا مثلاً چھ ہزار روپے نفع حاصل ہوا تو تین ہزار رب المال کے ہونگے اور دو ہزار مضارب ثانی کے اور ایک ہزار مضارب اول کا ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مالک نے کہا کہ جو کچھ رزق اللہ نے تجھے دیا تو وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا اور مضارب اول ثانی سے کہے کہ جو آپ نفع اٹھائیں اس میں سے دو تہائی میرے لئے پہلے تو اس صورت میں مضارب ثانی کو تہائی ملے گی اور باقی دو تہائی میں سے ایک تہائی رب المال کی ہوگی اور ایک تہائی مضارب اول کی ہوگی۔ اس صورت اور پہلی صورت میں اس طرح فرق ہوگیا کہ پہلے گویا مضارب نے کہا کہ جتنا نفع ہوگا اس سارے نفع میں سے آدھا میرا ہے باقی آپ جانیں اور آپ کا کام، اور اس صورت میں اس نے مضارب اول سے کہا ہے کہ جتنا نفع آپ کو ہو اس میں سے آدھا نفع آپ مجھے دیں گے تو ایک تہائی تو مضارب ثانی کے پاس چلی گئی باقی دو تہائی میں نصف نصف یعنی ایک ایک تہائی رب المال اور مضارب اول لے لیں گے۔

﴿مضارب کا اپنے لئے نصف نفع کی شرط ٹھہرانا﴾

س: فلَوْ اشتَرَطَ ربُّ المالِ نصفَ الرّبح لنفسِهٖ وقال: ما رزق الله فلي نصفُه، ودَفَعَ المضارِبُ الأوّلُ المالَ مضاربةً بالنصفِ الى آخرَ كيف يُقْسَمُ الربحُ ؟

ج: يقسمُ الربحُ بين ربِّ المالِ وبين المضاربِ الثانى نصفَيْنِ ولا شيْءَ للمضاربِ الأوّلِ۔

س: اگر رب المال نے اپنے لئے آدھے نفع کی شرط لگائی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جو روزی پہنچائیں تو میرے لئے اس میں آدھا حصہ ہے" اور مضارب اول نے مال کسی دوسرے کو آدھے (نفع) کے ساتھ مضاربت پر دے دیا تو نفع کیسے تقسیم کیا جائے گا؟

ج: نفع رب المال اور مضارب ثانی کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کیا جائے گا اور مضارب اول کے لئے کوئی چیز نہیں ہوگی۔

توضیح: اگر مضارب اول نے نصف نفع مالک سے طے کرلیا اور نصف مضارب ثانی سے طے کرلیا تو اس صورت میں حاصل شدہ تمام نفع رب المال اور مضارب ثانی کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوجائے گا اور مضارب اول کو کچھ نہیں ملے گا۔

س: فان شرَطَ المُضاربُ الثانى ثلثَى الربح لنفسه فى هذِهِ الصُّورَةِ ورضِىَ بِهِ المضاربُ الأوّلُ ماذا يصِلُ الَى ربِّ المالِ والى المضارب الثانى ؟

ج: يأخذُ ربُّ المالِ نصفَ الرِّبحِ، والمضاربُ الثّانى نصفَه، ويضمَنُ المضابُ الأولُ للمضاربِ الثانى مقدارَ سدُسِ

Marfat.com

الرّبح من مالِ نفسِہٖ لیتکاملَ لہُ الثلثا نِ ۔

س: اگر مضارب ثانی اس صورت میں اپنے لئے نفع کے دو تہائی کو شرط لگائے اور مضارب اول اس پر راضی ہو جائے تو رب المال کو اور مضارب ثانی کو کیا کیا (نفع) پہنچے گا؟

ج: رب المال آدھا نفع اور مضارب ثانی آدھا نفع لے گا اور مضارب اول مضارب ثانی کے لئے اپنے مال میں سے نفع کے چھٹے حصے کی مقدار کا ضامن ہوگا تاکہ اس کے لئے (نفع کے) دو تہائی مکمل ہو جائیں۔

﴿مضارب کوئی ایسا معاملہ کرے جس سے رب المال کو نقصان پہنچے تو وہ اسی کے لئے ہوگا﴾

س: رجلٌ لہ مالٌ أعطاہ لرجلٍ مضاربۃً ورأی المضاربُ أبَ ربِّ المالِ أو اِبنَہ' رقیقًا یباعُ فی السُّوق فھل یجوزُ لہ أن یشتریَھما ؟

ج: لیس للممضارب ان یشتریَ أبَ ربِّ المالِ أو ابنہ' ولا من یُّعَتِقُ عَلَیْہِ ۔

س: ایک شخص کہ اس کے پاس مال ہے اس نے وہ (مال) مضاربت پر دوسرے شخص کو دے دیا اور مضارب نے رب المال کے باپ یا اس کے بیٹے کو غلام دیکھا (جو) جو بازار میں فروخت کیا جا رہا ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ ان کو خریدے؟

ج: مضارب کے لئے (جائز) نہیں کہ وہ رب المال کے باپ یا اس کے بیٹے کو خریدے اور نہ ایسے (شخص) کو (خریدے) جو (رب المال) پر آزاد ہو جائے۔

توضیح: یہ مسئلہ اس اصول پر متفرع ہے کہ مضارب کوئی بھی ایسا کام نہ کرے جس سے رب المال کو نقصان اٹھانا پڑے مثال کے طور پر صاحب مال کے باپ کو خریدے گا تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا تو اس سے رب المال کو نفع حاصل ہونے کی بجائے نقصان ہوگا اسی طرح رب المال کے بیٹے کو خرید لیا یا مال والے کے کسی ایسے قریبی رشتہ دار کو خریدا جو مال والے پر آزاد ہو سکتے ہیں تو ایسی صورت میں یہ مضاربت کے لئے نہیں ہوگا بلکہ خود مضارب ہی کے لئے ہوگا کیونکہ مضارب کے لئے کسی بھی ایسے شخص کو مضاربت میں خریدنا جائز نہیں تھا۔

س: فا ن اشترَا ہُ بما ذا یقضٰی فی ذ لکَ ؟

ج: یُقضٰی انّہٗ اشتَرا ہُ لِنَفسِہٖ ولاَ یُحسَبُ من ما لِ المضا رَبۃِ ۔

س: پس اگر وہ اسے خرید لے تو اس بارے میں کس (چیز) کے ساتھ فیصلہ دیا جائے گا؟

ج: فیصلہ دیا جائے کہ اس نے اسے اپنے لئے خریدا اور اسے مضاربت کے ماہ سے نہ شمار کیا جائے

﴿مضارب کے لئے ایسے شخص کو خریدنا جو اس پر آزاد ہو جائے﴾

س: ھل یجو زُ للمضاربِ أن یشتریَ من یُعْتَقُ علی نفسِہٖ ؟

Marfat.com

ج: اِنِ کَا نَ فِی الْمَال ربحٌ فلیس له أن یشتریَ من یُعتقُ علیهِ ، وان اشتراهم ضمِن مالَ المضاربةِ، وان لم یکنْ فی المالِ ربحٌ جاز له أن یشتریَهم۔

س: کیا مضارب کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسے (شخص) کو خریدے جو اس پر آزاد ہو جائے؟

ج: اگر مال نفع مند ہو جائے تو اس کے لئے (جائز) نہیں کہ وہ ایسے (شخص) کو خریدے جو اس پر آزاد ہو جائے اور اگر وہ ان کو خرید لے تو وہ مضاربت کے مال کا ضامن ہوگا اور اگر مال میں نفع نہیں ہوا (تو) تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ ان کو خریدے۔

س: زادت قیمتُهم بعدَ الشِّراءِ وظهر الربحُ فهل یعتق نصیبُه فی هذهِ الصورةِ ویغرمُ لِرَبِّ المالِ ؟

ج: یعتق نصیبُه منهُمْ ، ولم یضمَن لربِّ المالِ شیئاً، ولکنَّ المعتَقُ یسعٰی لربِّ المالِ فی قیمةِ نصیبِهِ منهُ۔

س: خریدنے کے بعد (مذکورہ بالا غلاموں) کی قیمت بڑھ گئی اور نفع ظاہر ہوا تو کیا اس صورت میں اس کا حصہ آزاد ہو جائے گا اور وہ رب المال کو تاوان دے گا؟

ج: ان (غلاموں) میں اس کا حصہ آزاد ہو جائے گا اور وہ رب المال کے لئے کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا اور لیکن آزاد شدہ غلام رب المال کے لئے اپنی (قیمت) میں سے اس کے حصہ کی قیمت میں کمائی کرے گا۔

توضیح: مال میں نفع نہیں تھا اس لئے مضارب کے لئے جائز تھا کہ وہ اپنے آزاد ہونے والے رشتہ دار کو خریدے چنانچہ اس نے ایسے رشتہ دار کو خرید لیا، خریدنے کے بعد غلام کی قیمت بڑھ گئی مثلاً پچاس ہزار روپے میں غلام خریدا تھا اب اس کی قیمت ساٹھ ہزار روپے ہوگئی تو اب دس ہزار روپے نفع کے ہوئے جس میں سے پانچ ہزار رب المال کے ہیں اور پانچ ہزار مضارب کے ہیں اس لئے جو مضارب کے نفع کے پانچ ہزار ہیں اس حصے کا غلام آزاد ہو جائے گا، مگر چونکہ اس شخص کے آزاد ہونے میں مضارب کی حرکت نہیں ہے اس لئے مضارب رب المال کے لئے کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا البتہ غلام سعایت کر کے پچپن ہزار رب المال کو ادا کرے گا تب وہ مکمل طور پر آزاد ہوگا۔

﴿مضارب نقد و ادھار دونوں طرح بیچ سکتا ہے﴾

س :هل یجو زُ للمضا ر بِ أن یبیعَ نسیئةً ؟

ج: جا زَ له أن یبیعَ بالنقدِ وبا لنسیئةِ لِأن ذ لكَ من ضرورا تِ التِّجا رَةِ۔

س: کیا مضارب کے لئے جائز ہے کہ وہ ادھار بیچے؟

ج: اس کے لئے جائز ہے کہ وہ نقد کے ساتھ اور ادھار کے ساتھ بیچے کیونکہ یہ ضرورات میں سے ہے۔

﴿مال مضاربت سے خریدے ہوئے غلام اور لونڈی نکاح کرانے کا حکم﴾

س: اذاشترى المضا ر بُ عبدًا او اَمَةً من ما ل المضا ر بةِ فهل یجو زُ له أن یز وِّ جَ العبدَ او الأمَةَ ؟

Marfat.com

ج:لا یجوز له ذلك۔

س:جب مضارب مضاربت کے مال سے غلام یا باندی خریدے تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ غلام یا لونڈی کا نکاح کرائے؟

ج:یہ اس کے لئے جائز نہیں۔

﴿مضارب معزول کے تصرف کا حکم﴾

س:ما حُکمُ تُصَرُّفِ المضارِبِ فی مالِ المضاربةِ اذا عزَله ربُّ المالِ ؟

ج:اذا عزَله ربُّ المالِ ولم یعلَمْ بعزلِهِ حتی اشترٰی او بَاعَ فتصرُّفه جائز ، وان علم بعزله والمالُ عروض فی یده فله أن یبیعها ولا یمنعه العزلُ من ذلك، ثمَّ لا یجوزُ له أن یشتریَ بثمنها شیئا آخرَ ، وان عزَلَه ورأسُ المالِ دراهم ودنانیرُ قد نضَّت فلیس له أن یتصرَّفَ فیها۔

س:مضاربت کے مال میں مضارب کے تصرف کا حکم کیا ہے جب رب المال اسے معزول کردے ؟

ج:جب رب المال اسے معزول کر دیا اور اسے اپنے معزول کرنے کا علم نہیں ہوا یہاں تک کہ اس نے خرید وفروخت کی تو اس کا تصرف جائز ہے اور اگر اسے اپنے معزول کرنے کا علم ہو گیا اور مال اس کے قبضہ میں (موجود) سامان ہے تو اس کے لئے (جائز) ہے کہ وہ اسے فروخت کرے اور معزول کرنا اسے اس (عمل) سے نہیں روکتا پھر اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس (سامان) کے ثمن سے کوئی دوسری چیز خریدے اور اگر (رب المال) اسے حال میں معزول کرے کہ راس المال دراہم اور دنانیر ہیں (جو) تحقیق نقدی بن چکے تو اس لئے ان میں تصرف کرنا (جائز) نہیں ہے۔

س:افترق ربُّ المالِ والمضاربُ وفی المال دیونٌ من یحصِلُھا ویقتَضِیھا؟

ج:ان کانَ فِی المالِ ربحٌ أجبَر الحاکِمُ المضارِبَ علی اقتضاءِ الدیون ، وان لم یکُنْ فی المالِ ربحٌ لم یلزَمهُ الاقتضاءُ ویقالُ له وکِّل ربَّ المالِ فِی الاقتضاءِ۔

س:رب المال اور مضارب جدا ہو گئے اس حال میں کہ مال میں دیون ہیں (تو) کون ان کو حاصل کرے گا اور ان کو وصول کرے گا؟

ج:اگر مال میں نفع ہوا تو قاضی مضارب کو دیون میں وصول کرنے پر مجبور کرے گا اور اگر مال میں نفع نہیں ہوا تو وصول کرنا لازم نہیں ہوگا اور اسے کہا جائے گا کہ وصول کرنے میں رب المال کو وکیل بنائے۔

توضیح: مضارب ورب المال مضاربت سے جدا جدا ہو رہے ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ مال مضاربت کچھ ادھار پر کیا ہوا ہے اب اس کی قیمت کون وصول کرے گا، مالک یا مضارب تو اس بارے میں فرمایا کہ اگر تو مضارب اس مال میں سے نفع حاصل کر چکا ہے تو ادھار کو وصول کرنا مضارب کا کام ہے کیونکہ نفع وصول ہونے کی صورت میں مضارب اجیر کی طرح ہو گیا، اس نے بیچنے خریدنے اور ادھار وصول کرنے کی اجرت لے لی اس لئے ادھار کی وصولی بھی اسی کے ذمہ ہوگی اور اگر اس نے نفع وصول نہیں کیا تو مضارب

Marfat.com

تبرع اور احسان کے طور پر خریدنے اور بیچنے کا وکیل بنا ہوا ہے اور تبرع و احسان کرنے والے کو مزید کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، اس لئے حاکم اس کو قرض وصول کرنے پر مجبور نہیں کرے گا، البتہ مضارب مال والے کو قرض وصول کرنے میں اپنا وکیل بنا دے گا، تا کہ وہ اس کی وکالت میں اپنا مال وصول کرلے اس کا مال ضائع ہونے سے بچ جائے۔

﴿ہلاک شدہ رأس المال یا نفع کا حکم﴾

س: ما حکمُ الھالِکِ من رأسِ المَالِ أو منَ الرِّبحِ ؟

ج: ماھلکَ مِن مَّالِ المُضَارَبَةِ فھوُ من الرِّبحِ دونَ رأسِ المالِ ، فانْ زادَ الھالِکُ علی الرِّبحِ فلاضمانَ علی المضارِبِ فیہِ۔

س: رأس المال یا نفع میں سے ہلاک ہونے والی (رقم) کا حکم کیا ہے ؟

ج: مضاربت کے مال میں سے جو (رقم) ہلاک ہو تو وہ نفع میں سے (ہلاک) ہوئی نہ کہ راس المال میں سے پس اگر ہلاک ہونے والی (رقم) نفع سے زیادہ ہو جائے تو اس میں مضارب پر ضمان نہیں ہے۔

﴿دوران مضاربت تمام یا کچھ مال ہلاک ہو جانے کا حکم﴾

س: کانَا یقتسِمَانِ الرِّبحَ والمضاربةُ علی حالِھا ثُمَّ ھَلَکَ المَالُ کُلُّہٗ أو بَعْضُہٗ کَیْفَ یفعلَانِ ؟

ج: یَتَرَادَّانِ الربحَ حتی یستَوْفِیَ ربُّ المال رأسَ المالِ ، فان فضَل شیٌٔ کان بینھما ، وان نقص من رأس المال لم یضمَنِ المضاربُ۔

س: دونوں نفع تقسیم کرتے رہے اس حال میں کہ مضاربت اپنے حال پر تھی پھر تمام مال یا کچھ (مال) ہلاک ہو گیا تو وہ کیسے کریں؟

ج: دونوں نفع واپس کریں یہاں تک کہ رب المال راس المال پورا وصول کرلے پس اگر کوئی چیز بچ جائے تو ان کے درمیان (مشترک) ہوگی اور اگر راس المال سے کم ہو جائے تو مضارب ضامن نہیں ہوگا۔

س: وان کانَا اقتسمَا الربحَ وفسخا المضاربَةَ ثم عقدَاھا ثانیًا وھلکَ المالُ کلُّہ أو بعضُہ فھل یَتَرَادَّانِ الربحَ الأوّلَ ؟

ج: لَا یَتَرَادَّانِ الربحَ الأوّلَ فی ھذہ الصورةِ، لأن الربحَ الأوّلَ لَا صلةَ له بالمضاربةِ الثّانیةِ۔

س: اگر وہ دونوں نفع تقسیم کر چکے تھے اور مضاربت توڑ دی پھر دوسری مرتبہ (مضاربت) کا عقد کیا اور تمام مال یا کچھ (مال) ہلاک ہو گیا تو کیا وہ دونوں پہلا نفع واپس کریں گے؟

ج: اس صورت میں پہلا نفع واپس نہیں کریں گے کیونکہ پہلے نفع کا دوسری مضاربت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

س: کونسی صورت میں مضاربت باطل ہو جاتی ہے؟

Marfat.com

﴿رب المال اور مضارب کی وفات سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے﴾

س: و فی ایّ صورۃٍ تبطُلُ المضاربۃُ؟

ج: اذا مات ربُّ المالِ او المضاربُ بطلتِ المضاربۃُ، کما تبطُل اذا ارتد ربُّ المال (العیاذ باللہ) ولَحِق بدار الحربِ۔

ویبطُل عقدُ المضاربۃِ بمضیّ المُدّۃِ ایضًا اذا وقّتھا ربُّ المالِ کما ذکرناہ من قبلُ۔

ج: جب رب المال یا مضارب مرجائے تو مضاربت باطل ہو جاتی ہے جیسا کہ باطل ہو جاتی ہے جب رب المال مرتد ہو جائے (اللہ تعالی کی پناہ) اور دارالحرب (یعنی کفرستان) چلا جائے اور مضاربت کا عقد مدت گزرنے سے بھی باطل ہو جاتا ہے جب رب المال اسے موقت کردے جیسا کہ ہم پہلے اسے ذکر چکے۔

کتاب الوکالت

﴿وکالت کا بیان﴾

توضیح: مصنف رحمہ اللہ تعالی کتاب المضاربت کی تعریف واحکام سے فراغت کے بعد کتاب الوکالہ لائے ہیں، مضاربت سے متصل وکالت لانے کا سبب یہ ہے کہ وکالت مضاربت کا مشابہ ہے۔ وکالت واو کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ توکیل کا اسم ہے اور وکول سے باب تفعیل ہے بمعنی وکیل بنانا، بھروسہ کرنا وکیل فعیل کے وزن پر مفعول کے معنی میں ہے وہ شخص جس کے کام سپرد کیا جائے، اور یہ بمعنی فاعل بھی ہوتا ہے کما جاء فی کلام ربنا (حسبنا اللہ ونعم الوکیل)

توکیل کی اصطلاحی تعریف: عجز کی وجہ سے یا آسائش کی خاطر دوسرے کسی ایسے شخص کو جو تصرف کا مالک ہے کو جائز اور معلوم تصرف میں اپنا قائم مقام کردینا۔

فائدہ: کتاب اللہ وسنت رسول اجماع امت توکیل کے جائز ہونے پر شاھد ہیں،

س: الوکالۃُ ما ھی؟

ج: ھیَ فی الشّرعِ عبارۃٌ عن اقامۃِ الغیرِ مقامَہ فی تصرُّفٍ معلومٍ، وکلُّ عقدٍ جاز ان یعقِدہُ الانسانُ بنفسِہٖ جاز أن یوَکِّل بہ غیرَہ۔

س: وکالت کیا ہے؟

ج: یہ شریعت میں معلوم تصرف میں غیر کو اپنے قائم مقام کرنے کا نام ہے اور ہر عقد کہ جائز ہے کہ انسان خود اس کا عقد کرے جائز ہے کہ وہ اپنے غیر کو اس (عقد) کا وکیل بنائے۔

Marfat.com

توضیح: فوائد قیود تعریف: جائز کی قید سے بچہ کا اپنی بیوی کی طلاق یا اپنے غلام کی آزادی یا اپنے مال کے ہبہ کرنے میں دوسرے کو وکیل بنانا نکل گیا اور معلوم کی قید سے مجہول تصرف کی توکیل خارج ہوگئی۔ جیسے مؤکل کا وکیل سے یہ کہنا کہ میں نے تجھ کو اپنے مال کا وکیل بنادیا۔ بخلاف عام توکیل کے کہ اس میں فی الجملہ تصرف معلوم ہوتا ہے۔

﴿مشروعیت وکالت کی وجہ﴾

س: لما ذا شُرِعتِ الوكالةُ؟

ج: لانَّ الانسانَ قليحتاجُ الى من يفوِّضُ اليهِ الامرُ لاجلِ ضعفِهِ أو غيوبتِهِ۔

س: وکالت کیوں مشروع کی گئی ہے؟

ج: کیونکہ انسان اپنی کمزوری یا عدم موجودگی کی وجہ سے کبھی ایسے (شخص) کا محتاج ہوتا ہے جسے کام سپرد کرے۔

﴿عقود وکلاء کی تفصیل﴾

س: وماالتَّفصيلُ فى العقودِ الّتى يعقدها الوكلاءُ؟

ج: هذه العقودُ على ضربَيْنِ۔

الاول: ما يضيفُه الى نفسِهِ مثلَ البيعِ والشراءِ والاجارةِ فحقوقُ ذلكَ العقدِ تتعلّقُ بالوكيلِ دونَ المُوكِّلِ، فالوكيلُ يسلِّمُ المبيعَ، ويقبضُ الثمنَ، ويطالبُ بالثّمنِ اذا باعَ، ويقبضُ المبيعَ، ويخاصمُ فى المَعيبِ اذا اشترىٰ۔

والثانى: ما يضيفهُ الوكيلُ الى مُوَكِّلِهِ كالنّكاحِ والخُلعِ والصُّلحِ عَنْ دمِ العمدِ، وحقوقُ هذا العقدِ تتعلّقُ بالموكّلِ دونَ الوكيلِ، فلا يُطالَبُ وكيلُ الزوجِ بالمهرِ، ولا يلزمُ وكيلَ المرأةِ تسليمُها۔

س: وکلاء جن (عقود) کا عقد کرتے ہیں ان عقود میں کیا تفصیل ہے؟

ج: یہ عقود دو قسم پر (مبنی) ہیں:

اول: وہ (عقد) جسے وہ اپنی طرف منسوب کرے جیسے بیع، شراء اور اجارہ تو اس عقد کے حقوق وکیل کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں موکل کے ساتھ نہیں پس وکیل مبیع کو سپرد کردے اور ثمن پر قبضہ کرے اور اس سے ثمن کا مطالبہ کیا جائے جب وہ فروخت کرے اور مبیع پر قبضہ کرے اور عیب دار (چیز) میں جھگڑا کرے جب وہ خریدے۔

اور دوم: وہ (عقد) جسی وکیل اپنے موکل کی طرف منسوب کرے جیسے نکاح، خلع اور دم عمد سے صلح اور اور اس عقد کے حقوق موکل کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں وکیل کے ساتھ نہیں پس شوہر کے وکیل سے مہر کا مطالبہ نہ کیا جائے اور عورت کے وکیل کو (عورت) سپرد کرنا لازم نہیں۔

Marfat.com

﴿توکیل بالخصومت کا جواز﴾

س :وهل يجوزُ التوكيلُ بالخصومةِ؟

ج:نعمَ يجوزُ التوكيلُ بالخصومةِ في سائرِ الحقوقِ واثباتِها ، فوكيلُ المدّعي يأتي بالدعوى الصحيحةِ ، ووكيلُ المدعى عليه يأتي بالجواب عن الدّعوى وما يتعلّقُ بذلكَ ـ

س: کیا جوابدہی کا وکیل بنانا جائز ہے؟

ج: جی ہاں! تمام حقوق میں جوابدہی اوران (حقوق) کوثابت کرنے کا وکیل بنانا جائز ہے پس مدعی کا وکیل صحیح دعوی پیش کرے گا اور مدعی علیہ کا وکیل دعوی،اور جو اس کے متعلق ہو اس کا جواب پیش کرے گا۔

س:هل يجوزُ التّوكيلُ بالخُصُومَةِ بغيرِ رِضاءِ الخَصَمِ؟

ج :قال ابو حنيفةؒ :لا يجوزُ التّوكيلُ بالخُصومةِ الا برضاءِ الخصمِ ، الا أن يكونَ الموكلُ مريضًا أو غائبًا مسيرةَ ثلاثةِ أيامٍ فصاعدًا، وقال ابو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى يجوزُ ذلك بغيرِ رِضاءِ الخَصمِ ـ

س: کیا مدمقابل کی رضا کے بغیر جوابدہی کا وکیل بنانا جائز ہے؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مدمقابل کی رضا کے بغیر جوابدہی کا وکیل بنانا جائز نہیں مگر یہ کہ موکل بیمار یا تین دن یا (اس سے) زائد کی مسافت تک غائب ہو اور حضرت ابو یوسفؒ اور حضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ (یعنی جوابدہی کا وکیل بنانا) مدمقابل کی رضا کے بغیر جائز ہے۔

توضیح: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مدمقابل وکیل ہے بالخصومت بنانے پر راضی ہو یا مؤکل مجبور ہو مثلاً کوئی بیماری ہو کہ قاضی کی مجلس میں نہ آسکتا ہو یا تین دن یا اس سے زیادہ کے سفر پر ہو تو مدمقابل کی رضامندی کے بغیر بھی وکیل بنا سکتا ہے کیونکہ آدمی کی چالاکی میں فرق ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ وکیل اپنی چالاکی کی وجہ سے مدمقابل کو خواہ مخواہ نقصان دے اور حق فیصلہ کرانے میں مشکل پیدا کرے اس لئے بغیر مجبوری کے خصم کی رضا کے بغیر خصومت کا وکیل بنانا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر مجبوری ہو کوئی بیماری وغیرہ تو پھر وکیل بالخصومت بنانا جائز ہے۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا بغیر مقابل کی رضامندی کے وکیل بنانا جائز ہے۔

س:وما حكمُ التوكيل باستيفاء الحُقوقِ؟

ج:يجوز هذا التوكيلُ الا في الحُدودِ والقِصاصِ فان الوكالَةَ لا تَصِحُّ باستيفائها مع غَيبةِ الموكِّلِ عن المجلس ـ

س: حقوق وصول کرنے کا وکیل بنانے کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ توکیل جائز ہے مگر حدود اور قصاص میں (نہیں) کیونکہ مجلس سے موکل کی عدم موجودگی کے ساتھ (حدود وقصاص) وصول کرنے کی وکالت جائز نہیں۔

Marfat.com

س: وهل يجوزُ التَّوكِيلُ بعقد الصَّرفِ والسَّلَمِ؟

ج: نعم يجوزُ ذلكَ، فاذا فارَقَ الوكيلُ صاحبَه قبلَ القبضِ بطَل العقدُ ولا يُعتَبر مفارقةُ الموكِّل۔

س: کیا صرف اور سلم کے عقد کا وکیل بنانا جائز ہے؟

ج: جی ہاں! یہ جائز ہے پس جب قبضہ کرنے سے پہلے وکیل اپنے ساتھی سے جدا ہو جائے (تو) عقد باطل ہو جائے گا، اور موکل کی جدائی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

توضیح: خواہ عقد سلم ہو یا کہ عقد صرف، دونوں میں وکیل بنانا جائز ہے، اور ان دونوں میں مؤکل کے جدا ہونے کا کوئی اثر بیع کے درست ہونے پر نہیں پڑتا البتہ وکیل کا الگ ہونا معتبر اور بیع کی صحت پر اثر انداز ہوتا ہے، اس سے قطع نظر کہ وکیل بنانے والا موجود ہو یا، غیر موجود اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل میں عقد و معاملہ کرنے والا وکیل ہے مؤکل نہیں لہذا اگر وکیل قابض ہونے سے پہلے صاحب معاملہ سے الگ ہو جائے تو سرے سے ہی یہ عقد ہی باطل قرار دیا جائے گا درالبحار وغیرہ میں لکھا ہے کہ وکیل بنانے والا (مؤکل) اگر حاضر ہو تو وکیل کے جدا ہونے کا بیع پر اثر نہ پڑے گا اس لئے کہ مؤکل کی حیثیت اصیل کی ہے اور وکیل اس کا قائم مقام ہے لیکن یہ قول قابل اعتماد نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد میں اگر چہ وکیل کی حیثیت قائم مقام کی ہے مگر حقوق عقد کا جہاں تک تعلق ہے اس میں اس کی حیثیت اصیل کی ہوتی ہے

س: وهل يُشترَط لصحّةِ الوَكالة بعضُ الشُّروطِ؟

ج: نعم يشترِطُ لِصِحّتِها أن يكونَ الموكلُ ممن يَملِكُ التصرُّفَ ويلزَمهُ الاحكامُ، ويُشترَط ان يكونَ الوكيلُ ممن يَعقِل البيعَ والشراءَ وَيقصِدَها۔

س: کیا وکالت کی صحت کے لئے کچھ شرطوں کی شرط لگائی جاتی ہے؟

ج: جی ہاں اس کی صحت کے لئے شرط لگائی جاتی ہے، کہ موکل اس میں سے ہو جو تصرف کا مالک ہوتا ہے اور احکام اسے لازم ہوتے ہیں، اور شرط لگائی جاتی ہے کہ وکیل اس میں سے ہو جو خرید و فروخت کی سمجھ رکھتا ہو اور اس کا ارادہ رکھتا ہو۔ توضیح: وکالت کی شرطوں میں سے یہ ہے کہ خود وکیل بنانے والا جس چیز کا وکیل بنا رہا ہو اس کام کو کر سکتا ہو اگر وہ خود نہیں کر سکتا تو وہ دوسروں کو کرنے کا حکم کیسے دے گا؟ اور شرط ثانی یہ ہے کہ شریعت کے احکام اس پر لازم ہوتے ہیں یعنی وہ خود عاقل بالغ اور آزاد ہو اگر وہ عاقل بالغ اور آزاد نہیں ہے تو اس پر شریعت کے احکام لازم نہیں ہونگے خود اس پر لازم نہیں ہونگے تو دوسرے کو احکام لازم کرنے کا حکم کیسے دے؟ وجہ حدیث میں ہے نابالغ اور مجنون سے احکام اٹھا دیئے گئے ہیں عن علی ان رسول الله صلى الله عليه سلم قال رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبى حتى يشب وعن المعتوه حتى يعقل۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم اٹھا دیا گیا ہے سونے والے سے جب تک بیدار نہ ہو جائے اور بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے اور معتوہ سے جب تک عقل والا نہ ہو جائے (ترمذی شریف باب ما جاء فی من لا يجب عليه الحد ابو داود

Marfat.com

باب فی الجمنون یسرق اویصیب حدا) اس لئے اگر وکیل بنانے والا شخص بچہ یا مجنون ہے تو وہ وکیل نہیں بنا سکے گا، جیسے مؤکل کسی اجنبی عورت یعنی جو اس کی بیوی نہیں، اس کو طلاق نہیں دے سکتا، تو کسی اجنبیہ عورت کو طلاق دینے کا وکیل بھی نہیں بنا سکتا۔

س: وکّل الحرُّ البالغُ مِثلَه أو العبدُ الماذونُ مثلَه ما حکمُ ذلك؟

ج: جازَ هذانِ التَّوکِیلانِ۔

س: آزاد بالغ نے اپنے جیسے (یعنی آزاد بالغ) کو ماذون غلام نے اپنے جیسے (یعنی ماذون غلام) کو وکیل بنایا تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ دونوں توکیلیں جائز ہیں۔

س: رجلٌ وکّل صبیًّا محجورًا یَعقِلُ البیعَ والشراءَ أو وکّل عبدًا محجورًا ما ذا حکمُه؟

ج: یصِحُّ هذا التوکیلُ لکن الحقوقَ لا تتعلّقُ بالوکیلَینِ بل تتعلق بمؤکلیهما۔

س: ایک شخص نے مجور بچے کو وکیل بنایا (جو) خرید وفروخت کی سمجھ رکھتا ہے یا مجور غلام کو وکیل بنایا (تو) اس کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ توکیل صحیح ہے لیکن حقوق دونوں وکیلوں کے ساتھ متعلق نہیں ہوں گے، بلکہ ان کے موکلوں کے ساتھ متعلق ہوں گے۔

توضیح: کسی نے ایسے بچے کو وکیل بنایا جو اتنا بڑا ہے کہ خرید وفروخت کو سمجھتا ہے لیکن ہے بچہ اور اس کے ولی نے اس کو خرید و فروخت کرنے کی اجازت بھی نہیں دی ہے، تو ایسے بچے کو وکیل بنانا جائز ہے، لیکن بیع وشرا کے جتنے حقوق لین و دین کے ہیں وہ وکیل بنانے والے سے متعلق ہو جائینگے، بچے سے متعلق نہیں ہوں گے اور نہ بچے ان کے ذمہ دار ہوں گے۔ کیونکہ حدیث کی وجہ سے ان سے قلم اٹھا دیا گیا ہے اور وہ مرفوع القلم ہیں اسی طرح اگر مجور غلام سے حقوق متعلق ہو جائیں تو اس کے مولیٰ کا نقصان ہوگا اس لئے غلام وکالت میں کام تو کر دے گا، کیونکہ وہ عاقل بالغ ہے لیکن خرید وفروخت کے حقوق وکیل بنانے والے کے ساتھ متعلق ہونگے وہ ہی لین دین ادا کرے گا غلام کے بارے میں فرمایا کہ وہ کفیل نہیں بن سکتا تو وہ وکیل بھی نہیں بن سکتا کیونکہ کفالت میں وکالت بھی ہوتی ہے۔ عن جابر عن عامر قالا لا کفالة للعبد۔ حضرت جابر اور حضرت عامرؓ سے مروی ہے کہ غلام کے لئے کوئی کفالت نہیں ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۹) اس اثر میں ہے کہ غلام کے لئے کفالت نہیں۔

س: وکّلَ رجلٌ بالبیع فباعَ له الوکیلُ فطلبَ الموکّل الثمنَ من المشتری ما ذا یفعلُ المشتری فی هذه الصُّورَةِ؟

ج: جازَ للمشتری أن یمنعه ایاه۔ أی لا یدفعَه الی المؤکل۔ فان دفعه الیه جاز، وحینئذ لم یجُز للوکیل أن یطالبَه ثانیًا۔

س: ایک شخص نے بیچنے کا وکیل بنایا پس وکیل نے اس کے لئے بیچا پس موکل نے خریدار سے ثمن طلب کیا (تو) خریدار اس صورت میں کیا کرے؟

Marfat.com

ج: خریدار کے لئے جائز ہے کہ وہ (ثمن) اس سے روک لے یعنی مؤکل کو نہ دے پس اگر دے دے (تو) جائز ہے اور اس وقت وکیل کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس سے دوسری مرتبہ مطالبہ کرے۔

توضیح: وکیل بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس چیز کے خریدنے کا وکیل بنا رہا ہے یا جو کام کرنے کا وکیل بنا رہا ہے اس کی جنس متعین کردے، مثلاً بکری خرید کر لاؤ اس کی صفت متعین کرے مثلاً عمدہ بکری خرید کر لاؤ اور اس کی قیمت کی مقدار متعین کرے مثلاً ایک ہزار کی بکری خرید کر لاؤ، تب وکیل بنانا درست ہوگا، ہاں وکیل کو وکالت عامہ دے دے اور اسی طرح کہہ دے کہ آپ اپنی مرضی کے مطابق جو چاہیں خرید کر لائیں تو پھر وکیل بنانا درست ہوگا۔

س: هل يُشترَط للتوكيل بالشّراءِ شيئٍ لا بدَّ منه؟

ج: نعم لا بدَّ من تَسمية جنسِ المبيع وصفتِه ومبلغ ثمنِه الا أن يؤكّلَه وكالةً عامّةً ويقولُ ابتع لِيْ مارأيتَ۔

س: وکیل بالشراء بنانے کے لئے کسی ایسی چیز کی شرط لگائی جاتی ہے جو ضروری ہو؟

ج: جی ہاں! مبیع کی جنس، اس کی صفت اور اس کے ثمن کی مقدار بیان کرنا ضروری ہے مگر یہ کہ اسے وکالت عامہ کا وکیل بنائے اور کہے کہ "میرے لئے خریدیئے جو آپ مناسب سمجھیں۔"

س: اشترى الوكيلُ سلعةً وقبضَها ثم اطّلَع على عَيبٍ هل يجوزُ له أن يَرُدَّها الى البائع؟

ج: يجوزُ له ردُّها بالعَيبِ ما دام المبيعُ في يدِه، فان سلّمها الى المؤكل لم يردَّها الا باذنِه۔

س: وکیل نے سامان خریدا اور اس پر قبضہ کرلیا پھر وہ کسی عیب پر مطلع ہوا (تو) کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ (سامان) فروخت کنندہ کو لوٹا دے؟

ج: عیب کی وجہ سے (سامان) لوٹانا اس کے لئے جائز ہے جب تک کہ مبیع اس کے قبضہ میں (موجود) ہو پس اگر وہ (سامان) موکل کو سپرد کردے تو وہ (موکل) کی اجازت کے بغیر (سامان) نہ لوٹائے۔

توضیح: اگر وکیل کوئی شے خرید کر اس پر قبضہ کرلے اس کے بعد اس میں کسی عیب کا علم ہو تو جب تک وہ خرید کردہ چیز وکیل کے پاس موجود ہے اس وقت تک وہ اس کے عیب دار ہونے کی وجہ سے بائع کو لوٹا سکتا ہے اس لئے کہ عیب کی وجہ سے لوٹانے کا شمار حقوق عقد میں ہوتا ہے اور عقد کے حقوق وکیل کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہو کہ وکیل نے وہ چیز مؤکل کے حوالہ کردی ہو تو اب اس کی اجازت کے بغیر اسے لوٹانے کا حق نہ ہوگا اس لئے کہ خرید کردہ چیز مؤکل کے سپرد کرنے پر وہ حکم وکالت کی تکمیل کرچکا ہے۔

س: دفعَ الوكيلُ بالشّراءِ الثّمنَ من مالِه وقبض المبيعُ كيف يفعل في تحصيل ما له الّذي اشترىٰ به؟

ج: يرجعُ بالثمنِ على الموكّلِ وله حبسُه حتى يستوفيَ الثمنَ۔

س: خریداری کے وکیل نے اپنے مال میں سے ثمن دیا اور مبیع پر قبضہ کرلیا تو اس مال کو حاصل کرنے میں کیسے کرے جس کے ساتھ اس نے خریدا؟

Marfat.com

ج: موکل پر ثمن کے ساتھ رجوع کرے اور اسے (مبیع) روکنے کا (حق) ہے یہاں تک کہ ثمن وصول کرلے۔

مبیع موکل سے روکنے سے پہلے ہلاک ہوگئی تو مبیع کا حکم

س: قبضَ الوکیلُ المبیعَ وھوفی یدِہ وھلك قبلَ حبسِہ عن موکِّلہ ما ذا حکمُہ؟

ج: ھلك المبیعُ من مالِ الموکِّلِ، ولم یسقُط الثمنُ من ذِمّتہ۔

س: وکیل نے مبیع پر قبضہ کرلیا اور وہ اس کے (قبضہ) میں موجود ہے اور اپنے موکل سے اس کو روکنے سے پہلے وہ ہلاک ہوگئی تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: مبیع موکل کے مال سے ہلاک ہوئی اور ثمن اس کی ذمہ داری سے ساقط نہیں ہوا۔

اگر موکل وصولی ثمن کے لئے مبیع روک لے اور وہ ہلاک ہوجائے تو اس کا حکم

س: فان حبسَہ الوکیلُ لاستیفاءِ الثمنِ فھلك فی یدہٖ ما ذا حکمُہ؟

ج: یکونُ الھالِكُ حینئذ مضموناً ضمانَ الرھن عند أبی یوسف رحمہ اللہ تعالی، وضمانَ البیعِ عند محمد رحمہ اللہ تعالی۔

س: اگر وکیل ثمن وصول کرنے کے لئے اسے روک لے اور اس کے قبضہ میں ہلاک ہوجائے تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: ہلاک ہونے والی (مبیع) اس وقت حضرت ابو یوسفؒ کے نزدیک ضمان رہن کی طرح ہے اور حضرت محمدؒ کے نزدیک ضمان مبیع کی طرح مضمون ہوگی۔

توضیح: وکیل کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنے پاس سے ادا کردہ قیمت کو موکل سے وصول کرنے کے لئے مبیع روک لے اور جب تک موکل قیمت کی ادائیگی نہ کردے تب تک وکیل بیع اس کے حوالہ نہ کرے کیونکہ وکیل اور موکل اب بائع اور مشتری کے درجہ میں ہو گئے ہیں پھر اگر وکیل نے دی ہوئی قیمت وصول کرنے کے لئے مبیع کو روکا نہیں تھا کہ مبیع وکیل کے ہاتھ سے ہلاک ہوگئی تو یہ مبیع موکل کے مال سے ہلاک ہوئی نہ کہ وکیل کے مال سے، اور وکیل اپنی طرف سے ادا کی ہوئی قیمت موکل سے وصول کرسکتا ہے، لیکن اگر وکیل نے قیمت کی وصولی کے لئے مبیع کو روک لیا اب یہ مبیع امانت نہیں رہی بلکہ مضمون ہوگئی، اب اگر ہلاک ہوئی تو یہ وکیل کے مال سے ہلاک ہوگی نہ کہ موکل کے مال سے پھر اس میں اختلاف ہوا ہے کہ وکیل پر کس طرح کا ضمان آئے گا۔ مبیع کا ضمان یا رہن کا ضمان امام محمدؒ کے نزدیک مبیع کا ضمان لازم آئے گا، کیونکہ جب وکیل نے مال روکا تو وہ بائع کی طرح ہوگیا اور بائع جب قیمت وصول کرنے کے لئے مشتری کو مبیع دینے سے روکتا ہے اور مبیع ہلاک ہوجاتی ہے تو مبیع کی ساری قیمت ساقط ہوجاتی ہے، اور بائع مشتری سے کچھ نہیں لے سکتا، کیونکہ اس نے مشتری کو کچھ دیا ہی نہیں، اس سے کسی چیز کی قیمت وصول کرے گا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رہن کا ضمان لازم ہوگا، یعنی رہن والے کے پاس شے مرہون ہلاک ہوجائے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ مرہون چیز کی قیمت

Marfat.com

کتنی تھی اور قرض کتنا تھا، جتنا قرض تھا اتنا ساقط ہو جاتا ہے۔ اور زیادہ کی قیمت راہن کو واپس لوٹانا ہوتی ہے مثال کے طور پر مر ہون چیز کی قیمت پانچ ہزار تھی، اور قرض ایک ہزار تھا، اور مرہون چیز ہلاک ہوگئی تو چار ہزار قیمت چار ہزار قرض کے بدلے ساقط ہو گیا اور ایک ہزار جو زیادہ تھا اس کو واپس کرنا لازم ہوگا۔ اس مسئلے میں بھی یہی صورت ہوگی کہ اگر مبیع کی بازاری قیمت ادا کردہ ثمن سے کم ہو تو بازار میں جو قیمت ہوگی وہ تو ساقط ہو جائے گی۔ اور جو ثمن اس سے زائد ہوگا وکیل اپنے مؤکل سے وصول کرلے گا۔

﴿دو شخصوں کو وکیل بنایا تو کیا وکالت کے کام پر جمع ہونا لازم ہے﴾

س: وکّل رجلٌ رجلینِ فهل یلز مهما الا جتما عُ علی عملِ الو کا لة؟

ج: نعم یلز مُهما الا جتما عُ ولا یتصر فُ أحدُ هما فیما وُکّلا فیه دون الآخر الا ان یو کلهما با لخصومة او بطلَا قِ زوجتِهِ بغیر عوضٍ او بعتقِ عبد کذالك او بردِّ ودیعةٍ عند ہ او بقضاءِ دینٍ علیه ، أو بعتق عبدٍ کذ لك ، أو بر دِّ ودیعةٍ عند ہ ، أو بقضا ءِ دینٍ علیه۔

س: ایک شخص نے دو شخصوں کو وکیل بنایا تو کیا ان دونوں کو وکالت کے کام پر جمع ہونا لازم ہے؟

ج: جی ہاں! ان دونوں کو جمع ہونا لازم ہے اور ان دونوں میں سے ایک دوسرے کے بغیر اس (کام) میں تصرف نہ کرے جس (کا م) میں ان دونو ں کو وکیل بنایا گیا، مگر یہ کہ وہ ان دونوں کو خصومت کا وکیل بنائے یا، اپنی بیوی کو عوض کے بغیر طلاق دینے کا یا اسی طرح (یعنی عوض کے بغیر) غلام آزاد کرنے کا وکیل بنائے۔ یا اپنے پاس موجود ودیعت کو واپس کرنا کا وکیل بنائے یا اپنے اوپر (لازم) قرض کے اداء کرنے کا وکیل بنائے۔

س: هل یجو زُ للو کیل أن یُو کِّلَ رجُلاً آخرَ فیما وُکّل به؟

ج: لا یجو زُ له ذلك الا أن یاذَ ن له المو کّل أو یقو لَ له اعمَل بر أیك۔

س: کیا وکیل کے لئے جائز ہے کہ وہ دوسرے شخص کو وکیل بنائے اس (کام) میں جس (کام) میں اسے وکیل بنایا گیا ہے؟

ج: یہ اس کے لئے جائز نہیں، مگر یہ کہ موکل اسے اجازت دے دے یا اس سے کہے کہ آپ اپنی تدبیر کی رسائی کے مطابق کام کیجئے۔

توضیح: وہ شخص جسے کسی کام کی خاطر وکیل مقرر کر دیا گیا ہو تو اس کے لئے کسی اور شخص کو وکیل مقرر کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ مؤکل کی طرف سے اگر چہ اس کو تصرف کا اختیار ہے لیکن وکیل بنانے کا حق نہیں ہے، اس کے علاوہ لوگوں کی رائیں الگ الگ ہوتی ہیں اور مؤکل صرف اپنے وکیل کی رائے پر رضا مند ہے نہ کہ دوسرے کی رائے پر اگر مؤکل کسی اور کو وکیل بنانے کی اجازت دے دے، یا یہ کہدے کہ تم اپنی رائے کے موافق عمل کرلو تو اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ دوسرے کو وکیل مقرر کردے۔

﴿مؤکل کی اجازت کے بغیر بنائے ہوئے وکیل ثانی کے عقد کا حکم﴾

س: فا ن وَکّل بغیرِ اذ نِ مو کّلِه فعقد الو کیلُ الثا نی، ما ذا حکمُه؟

Marfat.com

ج:ان عقدَ الو کیلُ الثا نی بحضر ةِ الو کیلِ الا وّ لِ جا زَ ھذا العقدُ فی حقِّ المو کّلِ الاوّلِ ، وان عقد بغیرِ حضر ةِالو کیلِ الاُ وّ ل فاجازَہ جا ز ایضًا ، والّا لَا ۔

س:پس اگر وہ اپنے موکل کی اجازت کے بغیر وکیل بنائے اور وکیل ثانی عقد کرے تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج:اگر وکیل ثانی اول کی موجودگی میں عقد کرے (تو) یہ عقد موکل اول کے حق میں جائز ہوگا اور اگر وکیل اول کی موجودگی کے بغیر عقد کرے اور (وکیل اول) اسے نافذ کردے (تب) بھی جائز ہے وگرنہ نہیں۔

توضیح: اگر وکیل نے مؤکل کی اجازت کے بغیر کسی اور کو وکیل مقرر کردیا اور دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کی موجودگی میں معاملہ کیا اور پہلے وکیل نے اس معاملہ کو درست قرار دیا تو یہ معاملہ درست ہوگیا، اس لئے کہ یہاں بنیادی طور پر پہلے وکیل کی رائے مطلوب ہے اور یہ معاملہ اسی کی موجودگی میں ہوا ہے اور اس میں اس نے اپنی رائے ظاہر کردی ہے۔

﴿وکیل کے معاملات کی قیود﴾

س:ھل تتقیّدُ معا ملا تُ الو کیلِ ببعضِ القُیو دِ ؟

ج :نعم تتقیّد الوَ کا لةُ با لبیع والشرا ءِ عند ابی حنیفةرحمه الله تعا لی اَنْ لا یَعقِدَ الو کیلُ مع ابیه وجَدِّ ہٖ وولدِ ہٖ وولدِولدِہ وزوجتِه وعبدِہ و مکاتَبِه ، وقا ل ابو یو سفَ ومحمدٌ رحمهما الله تعا لی یجو زُ بیعُه منهم بمثلِ القیمةِ الا فی عبدِہ ومکاتبِه۔

س: کیا وکیل کے معاملات بعض قیود کے ساتھ مقید ہوتے ہیں؟

ج: جی ہاں! حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک خرید وفروخت کی وکالت مقید ہوتی ہے کہ وکیل اپنے والد، اپنے دادے، اپنی اولاد، اپنی اولاد کی اولاد، اپنی بیوی، اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے ساتھ عقد نہ کرے اور حضرت ابو یوسفؒ اور حضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے سوا (مذکورہ بالا رشتہ داروں) کو مثل قیمت کے ساتھ اس کا بیچنا جائز ہے۔

﴿وکیل بالبیع کم اور زیادہ ثمن کے ساتھ بیچ سکتا ہے﴾

س:وھل یجو ز للو کیل با لبیعِ ان یبیعَ با لقلیلِ والکثیرِ ؟

ج :یجو زُ بیعه با لقلیل والکثیرِ عند ابی حنیفة رحمه الله تعا لی ، وقا ل صاحباہ رحمهما الله تعا لی :لا یجو ز بیعه بنُقصانٍ لا یتغا بنُ النا س فی مثلِه ۔

س: کیا بیچنے کے وکیل کے لئے جائز ہے کہ وہ تھوڑے اور زیادہ (ثمن) کے عوض بیچے؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک تھوڑے اور زیادہ (ثمن) کے عوض اس کا بیچنا جائز ہے، اور آپؒ کے صاحبین فرماتے ہیں کہ اتنی کمی کے ساتھ اس کا بیچنا جائز نہیں جس کا لوگوں میں رواج نہ ہو۔

Marfat.com

﴿وکیل بالشراء کے عقد کا حکم﴾

س: وما حکمُ الوکیلِ بالشّراءِ فی عَقْدِہٖ؟

ج: یجوزُ عقدُہ بمثلِ القیمۃِ وبزیادۃٍ یتغابن النّاسُ فی مثلِها، لا فیما لا یتغابنُوْنَ۔

س: خریداری کے وکیل کا حکم اس کے عقد کرنے میں کیا ہے؟

ج: اس کا عقد کرنا مثل قیمت کے ساتھ اور ایسی زیادت کے ساتھ جائز ہے کہ لوگ اس (زیادت) کے مثل میں ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچاتے ہوں۔

توضیح: وکیل بالشراء کی خریداری مثل قیمت اور غبن یسیر کے ساتھ مقید ہے یعنی اگر اس نے اتنی قیمت میں خریدی جتنی قیمت میں وہ عام طور سے فروخت ہوتی ہے یا کچھ زیادتی کے ساتھ خریدی جو زیادتی قیمت لگانے والے واقف کار لوگوں کے قیمت لگانے میں داخل ہو تو خرید صحیح ہوگی ورنہ نہیں کیونکہ یہاں تہمت کا امکان ہے یعنی ممکن ہے کہ اس نے اپنے لئے خریدی ہو مگر جب دیکھا کہ اس میں خسارہ ہے تو مؤکل کے ذمہ ڈال دی ہے۔

﴿تغابن کی تفسیر﴾

س: وما معنی التغابُنِ الّذی لا یتغابنُ النّاسُ فیه؟

ج: هو ما لا یدخلُ تحتَ تقویمِ المُقوِّمین۔

س: اس تغابن (یعنی ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے) کا مطلب کیا ہے جس میں لوگ ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچاتے؟

ج: یہ وہ ہے جو قیمت لگانے والے (ماہرین) کے قیمت لگانے کے تحت داخل نہ ہو۔

﴿وکیل بالبیع کا آدھا غلام بیچنا﴾

س: وکّلَ رجلاً ببیعِ عبدِہٖ فباعَ نصفَه هل یجوزُ له ذلك؟

ج: جاز ذلك عند أبی حنیفة رحمه الله تعالی، وقال صاحباہ رحمهما الله تعالی: لا یصِحُّ الا أن یبیعَ النصفَ الآخرَ۔

س: کسی شخص کو اپنا غلام بیچنے کا وکیل بنایا پس اس نے آدھا (غلام) بیچ دیا تو کیا یہ اس کے لئے جائز ہے؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ اس کے لئے جائز ہے اور آپؒ کے صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ صحیح نہیں مگر یہ کہ دوسرا آدھا (بھی) بیچ دے۔

توضیح: کسی شخص نے کسی غلام کو بیچنے کی خاطر وکیل مقرر کر دیا، اور وکیل نے آدھا غلام فروخت کر دیا حضرت ابوحنیفہؒ وکالت کے

Marfat.com

مطلق وبلاقید ہونے کی وجہ سے اس بیع کو صحیح قرار دیتے میں حضرت امام ابو یوسف ؒ حضرت امام محمد ؒ حضرت امام مالک حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد کے نزدیک اگر وہ خصومت سے پہلے ہے تو وہ باقی آدھے کو بھی فروخت کردے تو بیع درست ہوگی، ورنہ درست نہ ہوگی اس لئے کہ آدھا غلام بیچنے کی وجہ سے غلام میں دوسرے کی شرکت ہوگی اور شرکت اس طرح کا عیب ہے تو اس بناء پر غلام کی قیمت کم ہو جاتی ہے، اور اگر خریداری کی خاطر وکیل مقرر کیا گیا ہو اور اس نے آدھا غلام خرید لیا ہو تو متفق طور پر سب کے نزدیک یہ خریداری موقوف شمار ہوگی، اگر وہ باقی آدھا کو بھی خریدے تو خریداری درست ہوگی، ورنہ درست نہ ہوگی کیونکہ خریداری کی شکل میں متہم ہوسکتا ہے کہ اس نے آدھا وکیل اپنے لئے خریدا ہوگا، جب یہ اس کو پسند نہیں آیا تو مؤکل کا ذمہ ڈال دیا اور مؤکل کو شرکت کی ضرر میں پھنسا دیا اس لئے یہ آدھا خریدنا مؤکل کو لازم نہیں ہوگا۔

﴿وکیل بالشراء کا آدھا غلام خریدنا﴾

س: وان وکّلہ بشِراءِ عبدٍ، فاشترٰی نِصفَہ، ماحکمُ ھذہ الشِّراءِ؟

ج: ھذا الشراءُ موقوفٌ، فان اشترٰی باقیَہ لزِمَ الموکِّلَ۔

س: اگر اسے غلام خریدنے کا وکیل بنائے پس وہ آدھا (غلام) خریدے تو اس خریداری کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ خریداری موقوف ہے پس اگر وہ (غلام) کا باقی (آدھا) خریدے تو مؤکل کو لازم ہو جائے گا۔

﴿ایک درہم کا دس رطل گوشت منگوایا وکیل ایک درہم میں بیس رطل لایا تو اس کا حکم﴾

س: وکل رجلا بشراءِ عَشرۃِ أرطالِ لحمٍ بدرھمٍ فاشترٰی عِشرِینَ رطلاً بدرھمٍ من لّحمٍ یُباعُ مثلُہ عشرَۃَ أرطالٍ بدرھمٍ ماذا یلزمُ الموکِّلُ؟

ج: یلزمہ منہ عشرۃَ أرطال بنصف درھمٍ عند أبی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی، وأما عندھما رَحِمَھما اللہ تعالی فیلزمہُ العشرونَ بدرھم۔

س: کسی شخص کو ایک درہم کے عوض دس رطل گوشت خریدنے کا وکیل بنایا پس اس نے ایک درہم کے عوض بیس رطل گوشت خریدا اس جیسا گوشت ایک درہم کو عوض دس رطل بیچا جاتا ہے تو مؤکل کو کیا لازم ہوگا؟

ج: حضرت ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسے آدھے درہم کے عوض اس (گوشت) کے دس رطل لازم ہوں گے، اور بہرحال (صاحبینؒ) کے نزدیک تو اسے ایک درہم کے عوض بیس رطل لازم ہوں گے۔

توضیح: مؤکل نے کسی شخص کو دس رطل گوشت کا بعوض ایک درہم خریدنے کا وکیل بنایا اس نے ایک درہم کے عوض بیس رطل اسی طرح کا گوشت خرید لیا جو ایک درہم کا دس رطل آتا ہے، تو اب مؤکل پر کیا لازم ہوگا؟ یعنی وہ نصف درہم کے بدلہ دس رطل گوشت وصول کرلے یا ایک درہم کے عوض بیس رطل، تو اس میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔ امام صاحب کے نزدیک مؤکل پر

Marfat.com

دس رطل گوشت آدھے درہم کے عوض لینا لازم ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک درہم کے عوض بیس رطل لینا لازم ہے، امام اعظم ابو حنیفہؒ کی نظر اس طرف گئی ہے کہ مؤکل کو صرف دس رطل گوشت کی ضرورت ہے مگر اس کا خیال یہ ہے کہ دس رطل ایک درہم کا ملے گا تو اس نے ایک دراہم دے دیا اب دس رطل آدھے درہم میں مل گیا، تو اس پر آدھا درہم ہی لازم ہوگا اور دس رطل گوشت ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے ایک درہم کا بیس رطل لے لے تو کوئی حرج نہیں ہے وگرنہ وکیل کو دس رطل گوشت بعوض نصف درہم لینا ہوگا۔

متعین شئی کے وکیل کو وہی چیز اپنے لئے خرید نا جائز نہیں ہے

س: وَكَّلَ رَجُلاً بِشِراءِ شَيْئٍ بِعَيْنِهٖ فَهَلْ يَجُوْزُ لَهٗ أَنْ يَّشْتَرِيَهٗ لِنَفْسِهٖ ؟

ج: لَيْسَ لَهٗ ذلك ، فَإِنَ اشْتَرَاهُ لِنَفْسِهٖ وَقَعَ الشِّرَاءُ لِمُوَكِّلِهٖ ۔

س: کسی شخص کو معین چیز خریدنے کا وکیل بنایا تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اسے اپنے لئے خرید لے؟

ج: یہ اس کے لئے جائز نہیں پس وہ اگر اسے اپنے لئے خرید لے تو خریداری اس کے موکل کے لئے واقع ہوگی۔

وکیل نے غیر متعین غلام خریدا تو اس کا حکم

س: وَكَّلَ رَجُلاً بشراءِ عبدٍ بغيرِ عينِهٖ فَاشْتَرٰى عَبْدًا لِمَنْ يَكُوْنُ هذا الْعَبْدُ ؟

ج: هُوَ لِلْوَكِيلِ الا أن يقولَ نَوَيْتُ الشِّراءَ للموكِّلِ أويشْتَرِيَهٗ بِمَالِ المؤكِّلِ۔

س: کسی شخص کو غیر معین غلام خریدنے کا وکیل بنایا پس اس نے غلام خریدا تو یہ غلام کس کے لئے ہوگا؟

ج: یہ وکیل کے لئے ہوگا مگر وہ کہے کہ میں نے موکل کے لئے خریدنے کی نیت کی یا وہ اسے موکل کے مال سے خریدے۔

توضیح: غیر متعین غلام خریدنے کا وکیل بنایا تھا، ایسی صورت میں اس نے ایک غلام خرید لیا تو یہ غلام اگر تو مؤکل کے لئے خریدنے کی نسبت سے خریدا ہے یا مؤکل کے مال سے خریدا ہے تو موکل کے لئے ہوگا ورنہ وکیل کے لئے ہوگا کیونکہ عموماً آدمی چیز اپنے لئے ہی خریدتا ہے۔

وکیل بالخصومہ کیلئے خصومت سے حاصل شدہ چیز پر قبضہ کا حکم

س: هَلْ يَجُوْزُ للوكيل بالخصومةِ أَنْ يَّقْبِضَ مَا يَحْصُلُ بِالْخُصُوْمَةِ؟

ج: الوكيل بِالْخُصُوْمَةِ وكيلٌ بالقبض ايضا عند ابی حنيفةَ وابی يوسفَ ومحمدٌ رحمهما الله تعالى ، وقال زفرُ رحمه الله تعالى: هُوَ لا يملكُ القَبْضَ ۔

س: کیا جوابدہی کے وکیل کے لئے جائز ہے کہ وہ اس پر قبضہ کرے جسے وہ جوابدہی کے ذریعہ حاصل کرے؟

Marfat.com

ج: حضرت ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف، اور حضرت امام محمد کے نزدیک جوابدہی کا وکیل قبضہ کرنے کا وکیل بھی ہے اور حضرت امام زفر فرماتے ہیں کہ وہ قبضہ کرنے کا مالک نہیں ہوتا۔

توضیح: کسی شخص کو مقدمہ اور خصومت کا وکیل بنایا تو فیصلہ کے بعد دین اور چیز پر قبضہ بھی کر سکتا ہے کیونکہ کسی چیز پر وکیل بنایا جائے تو وہ اس کا اس کے پورے لوازمات کے ساتھ وکیل ہوگا اور خصومت کے لوازمات سے قبضہ کرنا بھی ہے اس لئے وہ قبضہ کرنے کا وکیل بھی ہوگا امام زفر فرماتے ہیں کہ خصومت کا وکیل امانت دار نہ ہوا اور اس کو قبضہ کرنے کی گنجائش دے دی گئی تو پھر دین مؤکل کو دے گا ہی نہیں اس لئے خصومت کا وکیل قبضہ کا وکیل نہ ہوگا خیانت عامہ کی وجہ سے آج کل فتوی اس پر ہے کہ خصومت کا وکیل قبضہ کا وکیل نہیں ہوگا۔

﴿دین پر قبضہ کرنے کا وکیل جوابدہی کا وکیل ہے﴾

س: والو کیلُ یقبضُ الدَّیْنَ هل له' أَنْ یُّخا صِمَ ؟

ج: الو کیلُ بِقبضِ الدَّیْنِ و کیلٌ بِا لْخُصُو مَةِ أَیْضًا عند أبی حنیفةَ رحمه الله تعا لی لَا عِنْدَ هُمَا ۔

س: دین پر قبضہ کرنے کا وکیل، کیا اس کے لئے (جائز) ہے کہ وہ جواب دے؟

ج: حضرت ابوحنیفہ کے نزدیک دین پر قبضہ کرنے کا وکیل جوابدہی کا وکیل بھی ہے (صاحبین) کے نزدیک نہیں۔

﴿اپنے مؤکل کے خلاف جوابدہی کے وکیل کے اقرار کا حکم﴾

س: ما حکمُ اقرا رِ الوَ کِیلِ با لخصو مةِ علی مُوَ کِّلِهٖ ؟

ج: اذا اقرَّ الو کیلُ با لخصو مةِ علی مو کِّلِهٖ عندَ القا ضِی، جا ز اقرا رُ ہ ، ولا یجو زُ اقرا رُ ہ علیه عندَ غیرِ القا ضی عند أبی حنیفةومحمدٍرحمهما الله تعا لی الا أنه یخرُ ج من الخصو مة، وقا ل أبو یو سف رحمه الله تعا لی :یجو زُ اقرا رُ ہ علیه عند غیر القا ضِیْ أیْضًا ۔

س: اپنے موکل کے خلاف جوابدہی کے وکیل کے اقرار کا حکم کیا ہے ؟

ج: جب جوابدہی کا وکیل قاضی کے پاس اپنے موکل کے خلاف اقرار کرے (تو) اس کا اقرار جائز ہے اور حضرت ابوحنیفہ اور حضرت محمد کے نزدیک غیر قاضی کے پاس (موکل) کے خلاف اس کا اقرار جائز نہیں، اور حضرت ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس کا اقرار (موکل) کے خلاف غیر قاضی کے پاس بھی جائز ہے۔

توضیح: کسی آدمی کو وکیل بنایا کہ میری طرف سے خصومت اور مقدمہ کا وکیل بنے تو اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ مؤکل نے وکیل کو اس لئے وکیل بنایا کہ وہ مؤکل کے جرم کا اقرار نہ کرے بلکہ ہمیشہ انکار ہی کرتا چلا جائے، یا زیادہ زیادہ خاموش رہے اور مؤکل کہے کہ اگر اقرار کرنا ہوتا تو میں خود اقرار کر لیتا تو آپ کو وکیل خصومت کی کیا ضرورت تھی یہی مطلب ہے امام زفر اور ائمہ

Marfat.com

ثلاثہ لیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ خصومت کا مطلب جھگڑا کرنا اور انکار کرنا اور اقرار کرنا اس کی ضد ہے، اس لئے وکیل ضد کا مالک کیسے بنے گا، اس لئے یا تو وکیل انکار کرے اور اگر دیکھے کہ میرا مؤکل واقع ہی مجرم ہے تو خاموش رہے البتہ اقرار نہ کرے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ مطلق جواب کا وکیل ہے جس میں اقرار بھی شامل ہے انکار بھی شامل ہے اور خاموش بھی رہ سکتا ہے وہ تینوں طریقوں کا مالک ہے کیونکہ مطلق خصومت میں یہ تینوں طریقے شامل ہیں البتہ چونکہ یہ وکیل بالخصومت ہے اور خصومت قاضی کی مجلس میں ہوتی ہے اس لئے قاضی کی مجلس میں کیا گیا اقرار ہی معتبر ہوتا ہے، تاکہ خصومت ہو اس سے باہر اقرار کرنا کا اعتبار نہیں ہوگا، یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ امام محمدؒ کا ہے امام ابو یوسفؒ دونوں صورتوں خواہ قاضی کی مجلس ہو یا کسی اور شخص کے ہاں اقرار کرے تو درست قرا دیتے ہیں۔

﴿غائب شخص کے وکیل ہونے کی صورت کا حکم﴾

س: رَجُلٌ ادَّعٰی أنه وکیل بقبض الدین عن موکِّله الغائبِ هل یُؤمَرُ بتسلیم الدَّین الیه ؟

ج: ان صدَّقَهُ الغریمُ یُؤمَرُ بذٰلِكَ۔

س: ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ وہ اپنے غائب موکل کی طرف سے دین پر قبضہ کرنے کا وکیل ہے (تو) کیا (قرض دار) کو اسے دین سپرد کرنے کا حکم دیا جائے؟

ج: اگر قرض دار اس کی تصدیق کرے تو اسے اس کا حکم دیا جائے۔

س: أَمَرَ القاضِیُ بتسلیم الدَّینِ الیه، لاجل أن الغریمَ صدَّقه، ثم حَضَرَ الْغَائبُ، بما ذا یؤمَرُ الوکیلُ الَّذِیْ قَبَضَ الدَّینَ والغَرِیمُ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْهِ الدَّیْنُ ؟

ج: ان صدَّقه الغَائِبُ القادمُ فلا سؤالَ ولاجوابَ، وان لم یصدِّقْهُ دَفَعَ الیه الغریمُ الدَّینَ ثانیاً، ویرجعُ به علی الوکیلِ ان کان باقیاً فی یدِهٖ۔

س: قاضی نے اسے دین سپرد کرنے کا حکم دیا اس وجہ سے کہ قرض دار نے اس کی تصدیق کردی پھر غائب حاضر ہوگیا تو اس وکیل کو جس نے دین پر قبضہ کیا اور اس قرض دار کو جس پر دین ہے کس (چیز) کا حکم دیا جائے؟

ج: اگر آنے والا غائب اس کی تصدیق کردے تو کوئی سوال نہیں اور کوئی جواب نہیں، اور اگر وہ اس کی تصدیق نہ کرے تو قرض دار اسے دوسری مرتبہ دین دے اور وہ اس (دین) کے ساتھ وکیل پر رجوع کرے اگر اس کے قبضہ میں باقی ہو۔

﴿امین سے کہا کہ میں قبضہ کرنے کا وکیل ہوں امین نے تصدیق کردی تو امانت سپرد کرنے کا حکم﴾

س: قال رجلٌ للمودَعِ انی وکیل بقبض الودِیْعَة وصدقه المودع هل یؤمرُ بالتَّسلیمِ الَیْهِ؟

Marfat.com

ج: لا یؤمر بذلك۔

س: ایک شخص نے امین سے کہا کہ میں امانت پر قبضہ کرنے کا وکیل ہوں اور امین نے اس کی تصدیق کردی تو کیا امین کو اسے (امانت) سپرد کرنے کا حکم دیا جائے؟

ج: اسے اس کا حکم نہ دیا جائے۔

توضیح مثال کے طور پر زید نے خالد سے کہا کہ عمرو کی جو امانت آپ کے پاس ہے عمرو نے اپنی طرف سے مجھے قبضہ کرنے کا وکیل بنایا ہے عمرو غائب تھا زید نے اس کی تصدیق کردی کہ تم عمرو کے وکیل ہو تو کیا اب خالد کو حکم دیا جائے گا کہ امانت کی چیز اس کو دے دے جواب یہ ہے کہ خالد کو حکم نہیں دیا جائے گا، کیونکہ امانت کی چیز میں وہی چیز دی جاتی ہے جو امانت رکھی گئی ہے نیز اس لئے اگرچہ خالد نے تصدیق بھی کردی ہے کہ زید عمرو کا وکیل ہے تو بھی عمرو کی امانت شدہ چیز زید کے حوالہ کرنے کے لئے نہیں کہا جائے گا اس لئے عمرو نے تو نہیں کہا کہ زید میرا وکیل ہے کیونکہ وہ تو موجود بھی نہیں ہے۔ لہذا اس کی امانت وکیل کے حوالہ کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ اس مسئلہ میں اصول یہ ہے کہ دوسرے کی چیز وکالت کی تصدیق کے باوجود حوالے کرنے کو نہیں کہا جائیگا۔

﴿وکیل بالبیع کی مشتری کی طرف سے ضمان باطل ہے﴾

س: باعَ الوکیلُ بالبیعِ ثُمَّ ضمنَ الثمن عن المشتریْ ما حکمُ ضمانِهِ؟

ج: ضمانُه باطلٌ۔

س: بیچنے کے وکیل نے بیچا پھر وہ خریدار کی طرف سے ثمن پر قبضہ کرنے کا ضامن ہوگیا تو اس کے ضمان کا حکم کیا ہے؟

ج: اس کا ضمان باطل ہے۔

﴿وکیل کے معزول ہونے کے بعد تصرف کا حکم﴾

س: اذا عزَلَ الموکلُ وکیلَه وتصرَّفَ الوکیل بعد ذلك ما ذا حکمُه؟

ج: اذا عزله المؤکِّلُ وبَلَغَهُ عزلُه لا یجوزُ تصرُّفُه، فان لم یبلغهُ العزلُ فهو علی وکالتِه، وتصرُّفُه جائزٌ ویقعُ التصرُّفُ علی مؤکّلِهٖ حتی یعلمَ انه معزولٌ۔

س: جب موکل اپنے وکیل کو معزول کردے اور وکیل اس کے بعد تصرف کرے تو اس کا حکم کیا ہے؟

ج: جب موکل اسے معزول کردے اور اسے اس کے معزول کرنے (کی خبر) پہنچ جائے تو اس کا تصرف جائز نہیں ہے پس اگر اسے معزول کرنے کی خبر نہیں پہنچی۔ تو وہ اپنی وکالت پر (برقرار) ہے اس کا تصرف جائز ہے اور تصرف اس کے موکل پر واقع ہوگا یہاں تک کہ اسے علم ہوجائے کہ وہ معزول ہے۔

Marfat.com

﴿وکالت کے باطل ہونے کی صورتیں﴾

س بینو الصورۃَ التی تبطُلُ بھا الوِ کالۃُ ؟

ج:ھی کَمَا یِلِیْ :

(١) موتُ المُؤَکِّل (٢) جنُو نُه جنوناً مُطْبقًا (٣) لحا قُه بدار الحربِ مُرْتَدًّا (٤) اِفْتِراقُ الشّرِیکَیْن اللّذین کان احدُھما وکیلاً للآخرِ-(٥) عجزُ المُکَاتَب عن مال الکتابة بعد أن وَکَّلَ أحدًا (٦) طروءُ الحجر علی المأذونِ الذی وَکَّلَ، فھذہ الوجوہ تُبطِلُ الوِکالۃَ عَلِمَ الوکیلُ أو لم یَعْلَمْ- (٧) موتُ الوکیلِ (٨) جنونه جنونا مطبقا (٩) لحاقه بدار الحرب مرتدًّا، الا ان یعودَ مُسْلِمًا قبل الحُکْمِ بلحاقِهٖ (١٠) تصرُّفُ الموکل بنفسه فیما وکّل به-

س:ان صورتوں کو بیان کیجئے جن سے وکالت باطل ہو جاتی ہے؟

ج:وہ درج ذیل ہیں۔

(۱)موکل کا مرنا (۲) اسے جنون مطبق کالاحق ہونا (۳) اس کا مرتد ہو کر دارالحرب چلے جانا (۴) ان دو شریکوں کا جدا ہونا کہ ان میں سے ایک دوسرے کا وکیل ہے۔(۵) کتابت کے مال سے مکاتب کا عاجز ہونا بعد اس کے کہ وہ کسی کو وکیل بنائے۔(۶) ماذون (غلام) پر حجر کا طاری ہونا جسے وکیل بنایا گیا ہو پس یہ اسباب وکالت کو باطل کر دیتے ہیں وکیل کو علم ہو یا علم نہ ہو۔(۷) وکیل کا مرنا (۸) اسے جنون مطبق کالاحق ہونا (۹) اس کا مرتد ہو کر دارالحرب چلے جانا مگر یہ کہ وہ اپنے لحاق کے حکم سے پہلے مسلمان ہو کر لوٹ آئے (۱۰) موکل کو خود تصرف کرنا اس (کام) میں جس (کام) کا اس نے وکیل بنایا۔

کتاب الکفالت

﴿کفالت کا بیان﴾

توضیح:مصنفؒ نے کتاب وکالہ کے بعد کتاب کفالہ کو بیان فرمایا ان دونوں کا شمار عقد تبرع میں ہوتا ہے اور اس میں غیر کا نفع ہوتا ہے (کذا فی البرھان) الکفالت کفالہ کے معنی سرپرست کے بھی آتے ہیں کما قال جل مجدہ و کفلھا زکریا اور حضرت زکریاؑ کو ان کا سرپرست بنایا اس کے معنی ضم اور ملانے کے بھی آتے ہیں الکفال ضامن یتیم کا متولی تکفل ضامن ہونا، تکفل بالمال مال کا ذمہ لینا شرعاً حق کے مطالبہ میں کفیل کے ذمہ کو اصیل کے ذمہ کے ساتھ ملانا ہے خواہ مطالبہ زکوۃ کا ہو یا دین کا یا عین کا اس کفالت کی وجہ سے کفیل کا پر دین ثابت نہ ہوگا بلکہ صرف اس کا مطالبہ ثابت ہوگا۔

﴿کفالت کی تعریف﴾

س: الکفالۃُ ما ھیَ ؟

Marfat.com

ج: هی ضَمُّ ذمةٍ الی ذمّةٍ فی المطالبۃِ۔

س: کفالت کیا ہے؟

ج: یہ مطالبہ میں (ایک کی) ذمہ داری کو (دوسرے کی) ذمی داریکے ساتھ ملانا ہے۔

﴿کفالت کی اقسام﴾

س: هل تنقسمُ الکفالۃُ الی اقسامٍ؟

ج: الکفالۃُ ضربان، کفالۃٌ بالنفس، و کفالۃٌ بالمال۔

س: کیا کفالت (چند) اقسام کے ساتھ منقسم ہوتی ہے؟

ج: کفالت کی دو قسمیں ہیں: جان کی کفالت اور مال کی کفالت۔

توضیح: کفالت کی دو قسمیں ہے ایک کفالت بالنفس اور دوسری کفالت بالمال ہمارے یہاں یہ دونوں قسمیں جائز ہیں امام شافعیؒ کفالت بالنفس کے قائل نہیں کیونکہ کفالت کی وجہ سے مکفول لہ سپرد کردنا لازم آتا ہے اور کفالت بالنفس میں کفیل اس پر قادر نہیں ہے کیونکہ اس کو مکفول لہ کی جان پر حق ولایت نہیں ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ کفیل ضامن ہے (ابوداود، ترمذی شریف) حدیث مطلق ہونے کی وجہ سے دونوں قسموں کی مشروعیت پر دلالت کررہی ہے رہا یہ کہنا کہ کفیل بالنفس تسلیم مکفول (کفالت کے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے) سو یہ معنی بے معنی ہے اس لئے کہ تسلیم کے بہت سے طریقے ہیں جن سے وہ اس کو حاضر کرسکتا ہے۔

﴿کفالت بالنفس کا انعقاد﴾

س: کیف تنعقدُ الکفالۃُ بالنفسِ؟

ج: تنعقدُ بقولہ تکفّلتُ بنفسِ فلانٍ او رقبتِہٖ او بروحِہٖ او بجسدِہٖ او براسِہٖ او بنصفِہٖ او بثلثِہٖ، وبقولہ ضَمِنتُہ او هو علیَّ او الیَّ، او انا بہ زَعیمٌ، او قَبِیلٌ۔

س: جان کی کفالت کیسے منعقد ہوتی ہے؟

ج: یہ منعقد ہوتی ہے اس قول کے ساتھ کہ میں فلاں کی جان یا اس کی گردن یا اس کی روح یا اس کے جسم یا اس کے سر یا اس کے نصف یا اس کے تہائی کا ضامن ہوگیا اور اس کے قول کے ساتھ کہ میں اس کا ضامن ہوگیا یا وہ میرے ذمہ ہے یا وہ میری جانب ہے یا میں اس کا زعیم (یعنی ضامن) ہوں یا میں اس کا قبیل (یعنی ضامن) ہوں۔

توضیح: کفالت بالنفس صرف اتنا کہنے سے کہ میں فلاں کی جان کا ضامن ہوں منعقد ہوجاتی ہے اور اگر نفس کی جگہ کوئی دوسرا ایسا لفظ کہہ دیا جائے جس کے ذریعہ پورا بدن مراد لیا جاسکتا ہو مثال کے طور پر رقبہ، راس، روح، جسم وغیرہ یا کوئی واضح جزبیان کردیا جائے مثلاً اس کا نصف یا تہائی تو اس کے ذریعہ بھی کفالت درست قرار دی جائیگی اور اگر بجائے اس کے ضمنته یا علی یا انا

Marfat.com

به عليهم زعيهم یا قبیل بہ کہہ دے تب بھی کفالت کو درست قرار دے دیں گے۔

﴿کفالت بالنفس میں کفیل کی ذمہ داری﴾

س: ما ذا يلزَم الكفيل في الكفالة بالنفسِ؟

ج: يلزَمه احضارُ المكفول به، فان شرط في الكفالة احضارَه في وقت معين لزِمه احضارُه، اذا طالبه المكفولُ له في ذلك الوقتِ، فان لم يُحضرْه بعد المطالبةِ، حبسه الحاكمُ حتى يُحضرَه۔

س: جان کی کفالت میں کفیل کو کیا لازم ہوتا ہے؟

ج: مکفول بہ کو حاضر کرنا اسے لازم ہوتا ہے، پس اگر وکالت میں معین وقت میں اسے حاضر کرنے کی شرط لگائے تو اسے حاضر کرنا اسے لازم ہوتا ہے، جب مکفول لہ اس وقت میں اس سے مطالبہ کرے پس اگر وہ مطالبہ کے بعد اسے حاضر نہ کرے تو قاضی اسے قید کر لے یہاں تک کہ وہ اسے حاضر کرے۔

﴿جان کی کفالت سے براءت﴾

س: وكيف يبرأُ الكفيلُ من الكفالةِ بالنفسِ؟

ج: يبرأُ اذا أحضرَ المكفولَ به في مكانٍ يقدرُ المكفولُ له على محاكمتِه كما يبرأ بموتِ المكفولِ به۔

س: کفیل جان کی کفالت سے کیسے بری ہوگا؟

ج: وہ بری ہو جائے گا جب وہ ایسی جگہ میں مکفول بہ کو حاضر کرے کہ مکفول لہ اس سے جھگڑا کرنے پر قادر ہو جیسا کہ وہ مکفول بہ کے مرنے سے بری ہو جاتا ہے۔

﴿کفیل بازار میں سپرد کر دینے سے کفالت سے بری ہو جائے گا﴾

س: تكفل انه يسلمُه في مجلسِ القاضي، وسلمه في السوق أو في البرية هل يبرأُ من كفالتِه؟

ج: يبرأ اذا سلمه في السُّوق، ولا يبرأ اذا سلمَّه في البريّةِ۔

س: ضامن ہوا کہ وہ اسے قاضی کی مجلس میں سپرد کرے گا اور اس نے اسے بازار میں یا جنگل میں سپرد کر دیا تو کیا وہ اپنی ضمانت سے بری ہو جائے گا؟

ج: وہ سپرد ہو جائے گا جب وہ اسے بازار میں سپرد کرے اور بری نہیں ہوگا جب وہ اسے جنگل میں سپرد کر دے۔

﴿اگر اس کو سپرد نہ کیا تو جو قرض اس پر ہے اس کا ضامن ہوگا﴾

س: تكفَّل بنفسِه على أنه ان لم يوَافِ به فهو ضامنٌ لما عليه، فلم يُحضِره في الوقتِ الذي عيَّنه ما ذا حكمُه؟

Marfat.com

ج لزِمه ضمانُ المالِ ولم یبرأ من الکفالۃِ بالنفسِ ۔

س: کسی کی جان کا ضامن ہوا اس شرط پر کہ اگر وہ اسے نہ لایا تو وہ اس (مال) کا ضامن ہے جو اس کے ذمہ ہے پس اس نے اس وقت میں اسے حاضر نہیں کیا جو اس نے مقرر کیا تھا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: مال کا ضمان اسے لازم ہو گیا، اور کفالت بالنفس سے (بھی) بری نہ ہوگا۔

توضیح: اگر کسی شخص کی ضمانت لیتے ہوئے کہا کہ اگر اسے کل نہ لایا تو ایک ہزار روپے اس پر لازم ہے میں ان کا ضامن ہونگا اس کے بعد وکیل مقرر وقت پر اسے نہ لا سکے تو اس صورت میں کفیل پر مال کا ضمان لازم آئے گا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ جان کی کفالت سے بھی بریئ الذمہ بنے گا کیونکہ اس مقام پر مال اور جان دونوں کی کفالت اکٹھی ہو گئی ہیں، اور ان دونوں میں کسی طرح کی منافات نہیں پائی جاتی امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ مال کی کفالت ٹھیک نہ ہوگی کیونکہ مال کے وجوب کا جو سبب ہے اس کو ایک مشکوک امر سے معلق کر کے کفالت کو بیع کے مشابہ کر دیا ہے اور بیع میں مال کے واجب ہونے کے سبب کو معلق کرنا درست نہیں ہے، کفالت میں بھی اسے درست قرار نہیں دے گے حضرات احنافؒ یہ فرماتے ہیں جہاں تک کفالت کا انتہاء کے لحاظ سے تعلق ہے وہ بیع کے مشابہ ضرور ہے مگر ابتداء کے لحاظ سے یہ نظر کے مشابہ ہے، وہ اس طرح کہ اس میں ایک غیر لازم چیز لازم ہوتا ہے لہذا ضروری ہے کہ ان دونوں مشابہتوں کی رعایت کی جائے، بیع کے مشابہ ہونے کی اس طریقہ پر رعایت کی جائے گی کہ اسے مطلق شرائط کے ساتھ معلق کرنے کو درست قرار نہیں دیا جائے گا، اور نظر سے مشابہ ہونے کی رعایت اس طرح کی جائے گی کہ ایسی شرط کے ساتھ جو متعارف ہو تعلیق درست ہوگی اور وقت متعین پر حاضر نہ ہونے کی تعلیق متعارف ہونے کی وجہ سے ضامن پر مال کا وجوب ہوگا۔

﴿حدود و قصاص میں جان کی کفالت کا حکم﴾

س: وما حکمُ الکفالۃِ بالنفس فی الحدُودِ والقصاصِ ؟

ج: لا تجوزُ الکفالۃُ بالنفسِ فی الحدودِ والقصاصِ عند أبی حنیفۃ رحمه الله تعالی ۔

س: حدود اور قصاص میں جان کی کفالت کا کیا حکم ہے؟

ج: حضرت ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدود اور قصاص میں جان کی کفالت جائز نہیں۔

﴿کفالت بالمال کی تعریف و حکم﴾

س: والکفالۃُ بالمالِ ما ھی، وما حکمُھا ؟

ج: ھی أن یتکفلَ الانسانُ من رجلٍ أن یؤدیَ ما علیه من المالِ، الی من له الحقُّ، وھذا جائزٌ فی الشریعۃِ، سواء کان المکفولُ به معلومًا أو مجھولًا اذا کان الدینُ صحیحًا۔

س: مال کی کفالت کیا ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟

Marfat.com

ج: وہ یہ ہے کہ انسان کسی کی طرف سے کفیل ہو کہ وہ مال ادا کرے گا جو اس کے ذمہ ہے اس کو جس کا حق ہے اور یہ شریعت میں جائز ہے اور برابر ہے کہ مکفول بہ (یعنی مال) معلوم ہو یا مجہول بشرطیکہ دین صحیح ہو۔

﴿تکفل کے الفاظ﴾

س: وما هى ألفا ظُ التكفُّلِ ؟

ج: هى أن يقو لَ مَثَلاً :تكفلتُ عنهُ با لفِ در همٍ ، أو تكفلتُ بمالِك عليه أو ما يد ر كُك من شِيْي فى هذا البيعِ ۔

س: کفیل ہونے کے الفاظ کیا ہیں؟

ج: وہ یہ ہے کہ مثلاً کہے کہ میں اس کی طرف سے ہزار درہم کا کفیل ہو گیا یا میں اس (دین) کا کفیل ہو گیا جو آپ کے لئے اس کے ذمہ ہے یا (میں) اس چیز کا (کفیل ہو گیا) جو آپ کو اس بیع میں لاحق ہو۔

﴿مکفول لہ کا مکفول عنہ سے مطالبہ کرنا﴾

س: فا ذَا تكفَّل رجلٌ، فهل يجو زُ للمكفو لِ له أن يطالِبَ المكفو لَ عنه ؟

ج: المكفو لُ له با لخيا رِ ، ان شا ءَ طا لَبَ الذ ى عليه الدينُ ، و ان شا ء طا لبَ الكفيلَ ۔

س: جب کوئی شخص کفیل ہو جائے تو کیا مکفول لہ کے لئے جائز ہے کہ وہ مکفول عنہ سے مطالبہ کرے؟

ج: مکفول لہ با اختیار ہے اگر چاہے اس سے مطالبہ کرے جس کے ذمہ دین ہے اگر چاہے کفیل سے مطالبہ کرے۔

توضیح: جب کفالت بالمال ہی تمام شرطوں کے ساتھ منعقد ہو جائے تو مکفول لہ کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ مال کا مطالبہ کفیل سے کر لے اور اگر چاہے تو اصیل (مقروض) سے کر لے یا چاہے تو دونوں سے کر لے کیونکہ کفالہ ضم الذمه الى الذمة فى المطالبه کا نام ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ دین اصیل کے ذمہ باقی رہے نہ کہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے ہاں اگر اصیل نے اپنی براءت کی شرط ٹھہرائی تو اس سے مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اب کفالہ حوالہ ہو گیا ہے، جیسے محیل کی براءت کی شرط نہ ہونے سے حوالہ کفالے میں بدل جاتا ہے۔

﴿شروط کے ساتھ کفالہ کو متعلق کرنا جائز ہے﴾

س: هل يجو زُ تعليقُ الكفا لةِ با لشرو ط ؟

ج :نعم يجو زُ ذ لك ، مثلا أن يقو لَ :ما با يعتُ فلا نًا فعَلَيَّ أو ماذاب لكَ عليه فعليَّ ، أو ما غصبَك فلا نٌ فعَلِيَّ ۔

س: کیا کفالت کو شروط کے ساتھ معلق کرنا جائز ہے؟

Marfat.com

ج: جی ہاں! یہ جائز ہے مثلاً یوں کہے کہ آپ فلاں سے جو عقد بیع کریں تو وہ میرے ذمہ ہے یا جو آپ کے لئے اس کے ذمہ ثابت ہو تو وہ میرے ذمہ ہے یا فلاں آپ سے جو (چیز) چھینے تو وہ میرے ذمہ ہے۔

﴿کفیل اور مکفول عنہ کا مقدار دین میں اختلاف﴾

س: قال تکفّلتُ بمالَكَ علیه ثم اختلفَ الکفیلُ والمکفولُ عنه فی مقدار الدَّین، کیف یقضٰی بینهما ؟

ج: یَحکم بالبینة، فاذا قامت البینةُ بألفٍ مثلاً علی المکفولِ عنه ضمِنها الکفیلُ۔

س: (کسی) نے کہا میں کفیل ہو گیا اس (چیز) کا جو آپ کے لئے اس کے ذمہ ہے پھر کفیل اور مکفول عنہ نے دین کی مقدار میں اختلاف کیا تو ان کے درمیان کیسے فیصلہ دیا جائے؟

ج: بینہ کے ساتھ فیصلہ دیا جائے پس جب مکفول عنہ کے خلاف مثلاً ہزار (درہم) کے ساتھ بینہ قائم ہو جائے تو کفیل اس (ہزار) کا ضامن ہوگا۔

توضیح: اگر کہا میں کفیل ہوں، اس چیز کا جو آپ کی اس پر ہے تو اس صورت میں گواہ پیش کئے اس پر کہ اس کے ذمہ ہزار روپے ہیں تو کفیل اس کا ضامن ہوگا کیونکہ بینہ پیش کر کے ثابت کرنا پہلے سے ثابت شدہ کی طرح ہوتا ہے، اس لئے جتنا مال بینہ سے ثابت کیا جائے گا اتنا لازم ہو جائے گا۔

﴿گواہ نہ ہوں تو کفیل کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی﴾

س: فان لم تقمِ البینةُ ؟

ج: فالقولُ حینئذ فی ذلك قولُ الکفیلِ مع یمینِه، فی مقدارِ ما یَعترِفُ به۔

س: اگر بینہ قائم نہ ہوں؟

ج: پس (معتبر) قول اس وقت اس بارے میں کفیل کا قول ہے اس کی قسم کے ساتھ ہے اس مقدار میں جس کا اعتراف کرتا ہے۔

توضیح: مکفول لہ یعنی قرض کی ادائیگی کرنے والے پر گواہوں کا قائم کرنا واجب تھا مگر وہ گواہ قائم نہیں کر سکا، تو پھر کفیل جو مقدار بیان کر رہا ہے اس کی بات تسلیم کی جائے گی، لیکن قسم کے ساتھ، اس کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں مکفول لہ مدعی ہے، اس لئے کہ اس پر بینہ تھا، اور وہ بینہ پیش نہیں کر سکا تو کفیل مدّعیٰ علیہ اور متکبر ہے اس لئے اس کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے نیز بخاری شریف میں بھی ہے آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں فرمایا گواہ مدعی پر ہے۔ اور قسم مدعی علیہ پر ہے اس حدیث کی بنیاد پر کفیل جو کہ مدعی علیہ ہے اس پر قسم ہے اس لئے اس کی بات قسم کے ساتھ مان لی جائے گی۔

س: ان اعترفَ المکفولُ عنه بأکثرَ مما بینهُ الکفیلُ هل یصدَّقُ فی ذلكَ

ج: یصدقُ علی نفسِه ولا یصدقُ علی الکفیلِ۔

Marfat.com

س: اگر مکفول عنہ اس سے زیادہ کا اعتراف کرتا ہے جو کفیل بیان کرتا ہے تو کیا اس بارے میں (مکفول عنہ) کی تصدیق کی جائے گی؟

ج: اس کی ذات کے خلاف اس کی تصدیق کی جائے گی اور کفیل کے خلاف اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

توضیح: قرض دینے والے مکفول لہ کے پاس گواہ نہیں تھے اب کفیل نے قسم کھا کر ایک ہزار روپے کا اقرار کیا لیکن قرضہ لینے والے مکفول عنہ سے اقرار کیا کہ بارہ سو روپے تھے تو مکفول عنہ کی بات کفیل کے خلاف قابل قبول نہیں ہے ہاں اپنے اوپر یہ اعتراف درست ہے اور دو سو روپیہ مکفول عنہ خود اپنی طرف سے ادا کرے اس لئے کہ اقرار دوسرے شخص کے خلاف ہونے کی صورت میں یہ ولایت کے بغیر قابل قبول نہیں ہوتا اور کفیل پر یہاں مکفول عنہ کی ولایت کسی طرح حاصل نہیں ہے۔

﴿مکفول عنہ کے حکم کے بغیر کفالت جائز ہے﴾

س: هل تجوزُ الكفالةُ بغير أمرِ المكفولِ عنه؟

ج: الكفالةُ تجوزُ بأمر المكفولِ عنهُ بغير أمرِهِ، لكنَّه اذا كَفل بأمرِه يرجع بما يؤدِّي على المكفولِ عنه، وان كَفل بغيرِ أمرِه لم يرجعْ عليه بشيئٍ۔

س: کیا کفالت مکفول عنہ کے حکم کے بغیر جائز ہے؟

ج: کفالت مکفول عنہ کے حکم ساتھ اور اس کے حکم کے بغیر جائز ہے لیکن جب وہ اس کے حکم کے ساتھ کفیل بنے (تو) وہ مکفول عنہ پر رجوع کرے گا اس (چیز) کے ساتھ جو وہ ادا جرے گا اور اگر وہ اس کے حکم کے بغیر کفیل بنے تو وہ اس پر کسی چیز کے ساتھ رجوع نہیں کرے گا۔

س: هل تصحُّ مطالبةُ الكفيلِ بالمالِ؟

ج: لاتصحُّ قبل أدائه، فاذا أدى عنه جاز له أن يطالبَ۔

س: کیا مال کے بارے میں کفیل کا مطالبہ کرنا صحیح ہے؟

ج: (مال) ادا کرنے سے پہلے صحیح نہیں پس جب وہ اس کو ادا کرے (تو) اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس سے مطالبہ کرے۔

توضیح: کفیل کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ مکفول عنہ سے مال کا مطالبہ کرے اس سے پہلے کہ وہ اپنی جانب سے ادا کردے پس اگر پیچھا کیا گیا کفیل مال کی وجہ سے تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ مکفول عنہ کا پیچھا کرے یہاں تک کہ وہ کفیل کو چھڑالے اس عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں، ایک یہ کہ جب تک اپنی طرف سے کفیل مکفول عنہ کا قرض ادا نہ کردے، اس وقت تک قانون طور پر وہ مکفول عنہ سے رقم وصول کرنے کا حقدار نہیں ہے ہاں مکفول عنہ اپنی مرضی سے کفیل کو رقم دے دے تو جائز ہے، کیونکہ اصل مقروض مکفول عنہ ہے، اس لئے زیادہ امکان یہی ہے کہ وہ خود قرض ادا کریگا کفیل کو اس سے لینے کا کیسے حق ہوگا ہاں اگر کفیل ادا کر چکا ہو تو اب قرض وصول کرنے والا کفیل ہوگیا اس لئے اب کفیل مکفول عنہ سے لے سکتا ہے

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکفول عنہ کے قرض کی وجہ سے کفیل کو کوئی مصیبت پیش آجائے مثلاً مکفول لہ نے کفیل کا پیچھا کیا تو کفیل کو مکفول عنہ کا

Marfat.com

اَدّٰی ؟

ج: لا یر جعُ علی صا حبِہٖ بما اَدّٰا ہ، حتی یز یدَ ما علی نفسِہٖ من الدَّینِ ۔

س: دو شخصوں نے قرض لیا اور ان دونوں میں سے، ہر ایک دوسرے کی طرف سے کفیل ہو گیا پس ان دونوں میں سے ایک نے (قرض) ادا کر دیا تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے ساتھی پر اس (قرض) کے ساتھ رجوع کرے جو اس نے ادا کیا؟

ج: وہ اپنے ساتھی پر اس (قرض) کے ساتھ رجوع نہ کرے جو اس نے ادا کیا یہاں تک کہ وہ اس قرض سے زائد دے دے، جو اس کے ذمہ ہے۔

﴿ایک شخص کی طرف سے دو شخصوں کا کفیل بننا﴾

س: تکفّل اثنا ن عن رجُلٍ بالفٍ علیٰ اَن کلَّ واحدٍ منھما کفَیلٌ عن صا حبِہٖ فادی احدُ ھما بعضَہ او کلّہ، ھل یر جعُ علی شرِیکِہٖ ؟

ج: نعم یر جعُ علی شریکِہ بنصف ما اَدّی قلیلاً کا ن او کثیرً ا ۔

س: دو (شخص) ایک شخص کی طرف سے ہزار (درہم) کے کفیل ہوئے اس شرط پر کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی طرف سے کفیل ہے پس ان دونوں میں سے ایک نے کچھ (قرض) یا تمام (قرض) ادا کر دیا (تو) کیا وہ اپنے شریک پر رجوع کرے؟

ج: جی ہاں! وہ اپنے شریک پر اس (قرض) کے آدھے کے ساتھ رجوع کرے جو اس نے ادا کیا تھوڑا ہو زیادہ۔

﴿مال کتابت میں کفالت کا حکم﴾

س: ھل تجو زُ الکفا لۃُ بما لِ الکتا بَۃِ ؟

ج: لا تجو زُ ، سوا ءٌ تکفّلَ بہ حرٌّ او عبدٌ ، لِاَ نَّہ لَیسَ بِدَیْنٍ صَحِیْحٍ

س: کیا کتابت کے مال کے ساتھ کفالت جائز ہے؟

ج: جائز نہیں برابر ہے کہ آزاد یا غلام اس (مال) کا کفیل بنے کیونکہ (کتابت کا مال) دین صحیح نہیں۔

توضیح: مکاتب نے کتابت کے لئے مولی کا قرض اپنے ذمہ لے لیا اگر کوئی چاہے کہ میں اس قرض کا کفیل بن جاؤں تو وہ کفیل نہیں بن سکتا کیونکہ مکاتب پر مولیٰ کا قرض لازم نہیں ہے اس لئے کہ جب مکاتب مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے تو مکاتب سے مولی کا قرض ساقط ہو جائے گا اور مکاتب دوبارہ غلام بن جائے گا پس جب اصیل پر قرض لازم نہ ہو تو کفیل پر کیسے لازم ہو گا کفیل کی کفالت تو توسق اور لزوم کے لئے ہوتی ہے اور یہاں مکاتب پر قرض کا لزوم ہی نہیں ہے اس لئے اس کی کفالت صحیح نہیں ہے چاہے آزاد کفیل بنے چاہے غلام۔

Marfat.com

﴿مدیون جس نے وراثت نہیں چھوڑی کا کفیل بننے کا حکم﴾

س: ماتَ رجُلٌ علیه دیونٌ ولم یترکْ شیئاً، فتکفَّل رجل عنه للغرماءِ هل تصِحُّ هذه الکفالةُ؟

ج: لا تصِحُّ هذه الکفالةُ عند أبی حنیفةَ، وتصحُّ عند صاحبَیْهِ رحمهم الله تعالی۔

س: ایک شخص مرگیا اس حال میں کہ اس کے ذمہ دیون ہیں اس نے کوئی چیز (وراثت میں) نہیں چھوڑی پس کوئی شخص اس کی طرف سے قرض خواہوں کے کفیل ہوگیا (تو) کیا یہ کفالت صحیح ہوتی ہے؟

ج: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ کفالت صحیح نہیں ہوتی اور آپؒ کے صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔

توضیح: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کفالت کے لئے دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک تو یہ کہ مکفول عنہ پر دین لازم ہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کفیل دین ادا کرنے کے بعد مکفول عنہ کے مال سے وصول بھی کرسکتا ہو۔ اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ہے تو وہ کفیل بنتا نہیں ہے بلکہ تبرع اور احسان کے طور پر اپنے اوپر قرض کا حوالہ کر لیتا ہے۔ اس کو کفالت نہیں کہیں گے، اس مسئلہ میں مکفول عنہ مرچکا ہے اس لئے اس پر دین ادا کرنا لازم نہیں رہا۔ کیونکہ مرے ہوئے پر کیا لازم رہے گا؟ اور کچھ بھی نہیں ہے کہ کفیل اس سے اپنا یا ہوا قرض وصول کرسکے اس لئے یہ کفالت نہیں ہوگی۔

کتاب الحوالة

﴿حوالہ کا بیان﴾

توضیح: دیوان جمع دین، قرض یتوی (س) توی برباد ہونا توی ضائع ہونا، یحجد (ف) جحدا جحودا باوجود علم کے انکار کرنا یحلف (ض) حلف، قسم کھانا، مفلس کنگال۔

س: الحوالةُ ما هی؟

ج: هی نقلُ دین من ذمةٍ الی ذمةٍ، وهی جائزةٌ بالدیون لا بالأعیان، والحقوقِ۔

س: حوالہ کیا ہے؟

ج: یہ دین کو (ایک کی) ذمہ داری سے (دوسرے کی) ذمہ داری کی طرف منتقل کرنا ہے اور یہ دیون میں جائز ہے اعیان اور حقوق میں (جائز) نہیں۔

توضیح: حوالہ کا مطلب یہ ہے کہ قرض اصل مقروض کی طرف سے کفیل کی طرف چلا جائے اور صرف کفیل ذمہ دار ہو چونکہ اس میں قرض دوسرے کی طرف حوالہ ہوگیا اس لئے اس کو حوالہ کہتے ہیں اس کا ثبوت حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مطلا اغنی ظلم واذا احلت علی ملی فاتبعه ولا تبر بیعتین بیعة (بخاری شریف باب الحوالہ

Marfat.com

پیچھا کرنے کا حق ہے یہاں تک کہ مکفول عنہ کفیل کو پیچھا کرنے سے چھڑا لے کیونکہ کفیل کو مکفول عنہ کی وجہ سے پریشانی ہوئی ہے اس لئے وہ یہ پریشانی مکفول عنہ پر ڈال سکتا ہے۔

﴿قرض کی ادائیگی کے لئے کفیل کا مکفول عنہ کے پیچھے لگنا﴾

س: تكفّلَ رجلٌ عن عمرٍ ولا زمَ صاحبُ الدين الكفيلَ، ماذا يفعلُ الكفيلُ؟

ج: هو يلازم المكفولَ عنه حتى يُخَلِّصَه'۔

س: ایک شخص عمرو کی طرف سے کفیل ہو گیا اور قرض خواہ کفیل کے ساتھ گھومنے لگا (تو) کفیل کیا کرے؟

ج: وہ مکفول عنہ کے ساتھ گھومے یہاں تک کہ مکفول عنہ اسے (مطالبہ) سے چھڑا دے۔

﴿صاحب الدین نے مکفول کو بری کر دیا تو اس کے ذمہ کچھ بھی باقی نہ ہوگا﴾

س: أبرأ صاحبُ الدين المكفولَ أو استو في منه حقَّه، هل يبقى من كفالةِ الكفيلِ شيءٌ؟

ج: بريءَ الكفيلُ من الكفالةِ في هذ الصورةِ، ولم يبقَ عليه شيءٌ۔

س: قرض خواہ نے مکفول کو بری کر دیا یا اس سے اپنا حق وصول کر لیا (تو) کیا کفیل کی کفالت میں سے کوئی چیز باقی رہ جاتی ہے؟

ج: کفیل اس صورت میں کفالت سے بری ہو گیا اور اس کے ذمہ کوئی چیز باقی نہیں۔

س: وان أبرأ صاحبُ الدَّيْنِ الكفيلَ ماحكمُه؟

ج: يبرأ الكفيلُ ولا يبرءُ المكفولُ عنه۔

س: اگر قرض خواہ کفیل کو بری کر دے (تو) اس کا حکم کیا ہے؟

ج: کفیل بری ہو جائے گا اور مکفول عنہ بری نہیں ہوگا۔

توضیح: اگر کفیل کو بری کر دیا گیا تو مکفول عنہ بری نہیں ہوگا بری کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اصیل قرض ہی کفیل سے معاف کر دیا گیا تو اس صورت میں مکفول عنہ سے بھی معاف ہو جائے گا۔ کیونکہ اصل قرض ہی اصیل نے معاف کر دیا اور دوسری صورت یہ ہے کہ کفیل کو صرف کفالت سے بری کیا کہ میں آپ سے اب دین کا نہیں کروں گا اس صورت میں چونکہ اصل دین یعنی مکفول عنہ پر باقی ہے اس مطالبہ سے اصیل یعنی مکفول عنہ مطالبہ سے بری نہیں ہوگا اور مکفول لہ اس سے دین کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

س: هل يجوز تعليقُ البراءةِ من الكفالة بشرطٍ؟

ج: لا يجوزُ۔

س: کیا کفالت سے براءت کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز ہے؟

ج: جائز نہیں۔

Marfat.com

﴿خریدار یا فروخت کنندہ کی طرف سے کفیل بننے کا حکم﴾

س :اذا تکفّل کفیلٌ عن المشتری أو عن البائع ما حکمُہ ؟

ج :اذاتکفَّل عن المشترِی با لثمَنِ جاز واذا تکفَّل عن البائع با لمبیعِ لم یصِحّ ۔

س:جب کوئی کفیل خریدار کی طرف سے یا فروخت کنندہ کی طرف سے کفیل ہو جائے (تو) اس کا حکم کیا ہے؟

ج:جب وہ خریدار کی طرف سے ثمن کا کفیل ہو (تو) جائز ہے اور جب فروخت کنندہ کی طرف سے مبیع کا کفیل ہو (تو) صحیح نہیں۔

س :رجلٌ استأجَر دابّةً للحملِ فتکفل رجلٌ با لحمْلِ ھل تصحُّ ھذہ الکفالۃُ ؟

ج :ان کانت الدّابۃُ بعینِھا لم تصحَّ ھذہ لکفالۃُ ، وان کانت بغیرِ عینِھا جازَت ۔

س:ایک شخص نے بار برداری کے لئے جانور کرایہ پر لیا پس کوئی شخص بار برداری کا کفیل ہو گیا تو کیا یہ کفالت صحیح ہوتی ہے؟

ج:اگر جانور معین ہے تو یہ کفالت صحیح نہیں ہے اور اگر غیر معین ہے (تو) جائز ہے۔

س:ھل یُشترطُ لصحۃِ الکفالۃِ قبولُ المکفول لہ؟

ج: لا تصح الکفالۃُ الا بقبولِ المکفولِ لہ فی مجلسِ العقد ، الا فی مسألۃٍ واحدۃٍ، وھی أن یقولَ المریضُ لوارثِہٖ تکفَّلْ عنی بما علَیَّ من الدَّین ، فتکفل بہ مع غیبۃِالغرماء فان ذلک یجوزُ۔

س: کیا کفالت کی صحت کے لئے مکفول لہ کے قبول کرنے کی شرط لازم کی جاتی ہے؟

ج: کفالت عقد کی مجلس میں مکفول لہ کے قبول کرنے کے بغیر صحیح نہیں ہوتی مگر ایک مسئلہ میں اور وہ یہ ہے کہ مریض اپنے وارث سے کہے کہ میری طرف سے اس دین کا کفیل ہو جائیے جو میرے ذمہ ہے پس وہ قرض خواہوں کی عدم موجودگی کے باوجود اس (دین) کا کفیل ہو گیا تو تحقیق یہ جائز ہے۔

توضیح: جس مجلس میں کفیل بن رہا ہو۔اسی مجلس میں مکفول لہ نے قبول کر لیا ہو کہ ہاں میں فلاں کے کفیل ہونے پر راضی ہوں تب کفالت صحیح ہوگی تو گویا کہ دو شرطیں ہوئیں ایک مکفول لہ کا قبول کرنا اور دوسرا مجلس کفالت میں قبول کرنا اگر اس مجلس کفالت سے باہر قبول کرے تو کفالت صحیح نہیں ہوگی کیونکہ مکفول لہ کا مطالبہ اور واسطہ نئے آدمی سے ہوا ہے اور آدمی آدمی میں فرق ہوتا ہے کوئی شریف ہوتا ہے تو کوئی شریر اس لئے اس کی رضامندی ضروری ہے ہاں ایک مسئلہ ایسا ہے کہ مکفول لہ کفالت قبول نہ کرے بلکہ مکفول غائب ہو تب بھی کفالت درست ہے وہ یہ کہ ایک آدمی مرض الموت میں گرفتار ہے اور وہ اپنے وارث سے کہتا ہے کہ مجھ پر جس قدر دین ہے تم اس کے کفیل بن جاؤ اور وہ مکفول لہ کی عدم موجودگی میں کفیل بن جائے تو اس صورت میں وارث کا کفیل ہونا درست ہے۔

س:استدانَ رجلان وصارَ کلٌّ واحدٍ منھما کفیلاً عن الأخرِ، فادی أحدُھما ھل یجوزُ لہ أن یرجعَ علی صاحبِہ بما

Marfat.com

کی وجہ سے مال کو تلف شدہ شمار کرتے ہوئے محتال کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ محیل سے رجوع کرے تا کہ اس کی تلافی ہو سکے۔

﴿محیل اور محتال کے اختلاف کی صورت میں فیصلہ﴾

س: طالبَ المحتالُ علیہِ المحیلَ بمثلِ مالِ الحوالۃِ، قالَ المحیلُ لیس لكَ عليَّ شيئي لأني أحلتُ بدَينٍ لِي كانَ عليكَ هل يقبلُ قولُه؟

ج: لا يقبلُ في ذلك قولُ المحيلِ، وكان عليه مثلُ الدَّينِ۔

س: محتال علیہ نے محیل سے حوالہ کے مال کے مثل کا مطالبہ کیا پس محیل نے کہا کہ آپ کے لئے میرے ذمہ کچھ نہیں ہے کیونکہ میں نے وہ دین حوالہ کیا جو میرے لئے آپ کے ذمہ تھا تو کیا اس کا قول قبول کیا جائے گا؟

ج: اس بارے میں محیل کا قول قبول نہ کیا جائے اور اس کے ذمہ دین کا مثل ہے۔ توضیح: اگر محیل سے محتال علیہ مال کی اتنی مقدار طلب کرے جس کو وہ محیل کے حوالے کر چکا ہے یعنی یہ کہے کہ میں نے جو قرض محتال لہ کو ادا کیا ہے وہ رقم آپ مجھ کو دیں اور محیل اس کے مطالبے کے جواب میں کہے کہ آپ پر میرا جو پرانا قرض تھا میں نے تو اس کی وصولی کے لئے آپ پر دین حوالے کیا تھا اور اس پر محیل کے پاس کوئی گواہ موجود نہیں ہے تو محیل کی بات قابل قبول قرار نہیں دیں گے بلکہ محتال علیہ کی بات مانی جائے گی، اور جتنا قرض محتال علیہ نے ادا کیا ہے اس قرض کو محیل سے واپس لے لے، اس لئے کہ محیل تو مال کا دعوی کر رہا ہے اور محتال علیہ اس سے انکار کرتا ہے اس لئے محیل کے پاس بینہ نہ ہو تو منکر کی بات اس کی قسم کے ساتھ قبول کی جائے گی۔

س: وان طالبَ المحيلُ المحتالَ بما أحالَه به وقال انما احلتُكَ لتقبضَه لِي وأنكره المحتالُ وقال: أحلتَنِي بدَينٍ لي كان عليكَ، كيف يقضى بينهما؟

ج: القولُ فِي ذلكَ قولُ المُحيل مع يمينِهٖ۔

س: اگر محیل محتال سے اس (دین) کا مطالبہ کرے جو اس نے اس کے حوالے کیا اور کہے کہ سوائے اس کے نہیں میں نے آپ کے حوالہ کیا تا کہ آپ میرے لئے اس پر قبضہ کریں،، اور محتال اس کا انکار کرے اور کہے کہ آپ نے وہ دین میرے حوالے کیا جو میرے لئے آپ کے ذمہ تھا (تو) ان دونوں کے درمیان کیسے فیصلہ دیا جائے؟

ج: اس بارے میں (معتبر) محیل کا قول اس کی قسم کے ساتھ ہے۔

توضیح: محیل نے محتال سے مطالبہ کیا کہ جو مال آپ نے محتال علیہ سے وصول کیا ہے وہ مجھے دیں اس لئے کہ آپ کے حوالہ کرانے سے میرا مقصود یہ تھا کہ آپ میرے لئے وہ مال وصول کریں، کیونکہ میرے ذمہ آپ کا کوئی قرض نہیں تھا، یہ میرا قرض تھا جو محتال علیہ کے ذمہ واجب تھا، اس کو وصول کرانے کے لئے آپ کے حوالہ کیا تھا، اور محتال لہ کہتا ہے کہ میرا آپ پر قرض تھا جس کی وجہ سے آپ نے میرے حوالہ کیا اس لئے وصول کردہ قرض میں آپ کو نہیں دونگا، تو اس صورت میں قسم کے ساتھ محیل کی بات قبول کی جائے گی۔

Marfat.com

﴿سفاتج کا حکم﴾

س: وما حکمُ السفاتج عند الفقهاءِ ؟
ج: هیَ مکروهةٌ عندَهُمْ۔
س: فقہاء کے نزدیک سفاتج کا کیا حکم ہے؟
ج: ان کے نزدیک یہ مکروہ ہے۔

﴿سفاتج کی وضاحت﴾

س: واشرحُوا السفاتجَ لفظًا ومعًنی ؟
ج: هو لغةً بجمعُ سُفتجةٍ وَ أمّا معنی :فهو قرضٌ استفادَ به المُقرِضُ أمنَ خطرِ الطّریقِ۔
س: لفظ اور معنی کی حیثیت سے سفاتج کی شرح کیجئے؟
ج: یہ لغت کی حیثیت سے سفتجة کی جمع ہے اور بہر حال معنی کی رو سے تو یہ وہ قرض ہے جس کی وجہ سے قرض دینے والا راستہ کے خطرہ سے امن کا فائدہ حاصل کرتا ہے۔

توضیح: سفاتج کی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص کسی تاجر کو بطور قرض اس شرط پر مال دے کہ تم فلاں شخص کے نام مجھے تحریر لکھ دو تاکہ میں اس سے اپنی رقم وصول کرلوں اور اس طرح وہ راستہ کے خطرات سے اپنی حفاظت کرلے کیونکہ اس صورت میں قرض دینے والا قرض سے نفع اٹھا رہا ہے کہ وہ راستہ کے خطرات سے بچ گیا۔ ہے اور کل قرض جر نفعا وهو ربو'' کی رو سے ایسا قرض جس سے فائدہ اٹھایا جائے شرعاً ممنوع ہے، پس یہ شکل بھی مکروہ قرار دی جائے گی مگر یہ کراہت اس صورت میں ہوگی جبکہ وہ پیسہ اس تحریر وغیرہ حاصل کرنے کی شرط کے ساتھ دے رہا ہو، اگر کسی قسم کی شرط نہیں لگائی تو پھر کراہت نہیں ہوگی۔

کتاب الصلح

﴿صلح کا بیان﴾

س: الصلحُ مَا هِیَ ؟
ج: قد یقعُ الخصامُ فی الحقوقِ ویتراضَی الفریقانِ فیها باخذِ بعضِها وبتركِ بعضها مثلاً، ویرتفعُ النّزاعُ بذلك، ویسمّی هذا صلحًا، والصلحُ خیرٌ۔
س: صلح کیا ہے؟

Marfat.com

ص ۳۰۵ ترمذی شریف ابن ماجہ شریف) ارشاد فرمایا مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب مالدار ہوتے ہوئے حوالہ کیا گیا تو اس کے پیچھے لگو اور ایک بیع میں دو بیع نہ کرو اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ کسی مالدار کی طرف حوالہ کیا گیا تو اس کا پیچھا کرنا چاہیے۔

﴿حوالہ کے لئے فریقین کی رضامندی ضروری ہے﴾

س: هَلْ يَشْتَرِطُ لِصِحَّتِهَا رضاءُ الفرِيقَيْنِ ؟

ج: يشترطُ فِي ذلكَ رضاءُ المحيلِ، وهوَ من عليهِ الدَّيْنُ ۔ ورضاءُ المحتالِ ۔ وهو صاحبُ الدينِ ۔ ورضاءِ المحتالِ عليه ۔ وهو الذى احيلَ عليه اداءُ الدين ۔

س: کیا اس کی صحت کے لئے فریقین کی رضا کی شرط لازم کی جاتی ہے؟

ج: اس میں محیل کی رضا، محتال علیہ کی رضا کی شرط لازم کی جاتی ہے اور (محیل) وہ جس کے ذمہ دین ہے اور (محتال) قرض خواہ ہے اور (محتال علیہ) وہ ہے جو دین کی ادئیگی جس کے حوالہ کی جائے۔

توضیح: حوالہ میں تین آدمی راضی ہوں تو حوالہ صحیح ہو جاتا ہے (۱) محیل (۲) محتال لہ (۳) محتال علیہ محیل وہ شخص کہلاتا ہے جو مقروض ہو اور اپنا دین کسی کے حوالے کر دے۔ محتال لہ: جس شخص کا قرض تھا یعنی جس کا قرض دوسرے کے ذمہ تھا اس کو محتال یا محتال کہتے ہیں محتال علیہ: جو آدمی قرض کا ذمہ دار بنے کہ اب قرض میں ادا کروں گا اس کو محتال علیہ کہتے ہیں محتال بہ: قرض کا وہ مال جس کا محتال علیہ ذمہ دار اب ہے اس کو محتال بہ کہتے ہیں۔

﴿محتال محیل پر رجوع کر سکتا ہے﴾

س: وهل يسعُ المحتالَ أن يرجِعَ على المُحِيلِ ؟

ج: اذا تمَّتِ الحوالةُ برِئَ المحيلُ من الدَّيْنِ ، ولم يرجِعِ المحتالُ على المحيلِ الا أن يتوىٰ حَقُّه ۔

س: کیا محتال کے لئے جائز ہے کہ وہ محیل پر رجوع کرے؟

ج: جب حوالہ مکمل ہو جائے تو محیل دین سے بری ہو جاتا ہے اور محتال محیل پر رجوع نہ کرے مگر یہ کہ اس کا حق تلف ہو جائے۔

توضیح: حوالے کے تمام شرائط کے ساتھ یا پائے تکمیل کو پہنچنے کے بعد محیل دین سے بھی بری الذمہ قرار دیا جائے گا اور دین کے مطالبے سے بھی بعض حضرات اسے صرف دین کے مطالبے سے بری الذمہ قرار دیتے ہیں امام زفرؒ کے یہاں مطالبے سے بھی بری نہیں ہوتا وہ حوالے کو کفالے پر قیاس کرتے ہیں کیونکہ دونوں عقد عقد توثق ہیں، دوسرے ائمہ احنافؒ فرماتے ہیں کہ شریعت کے احکام لغوی معنی کے مطابق ہوتے ہیں اور لغوی اعتبار سے حوالہ منتقل کرنے کو کہتے ہیں تو جب دین محیل کے ذمہ سے منتقل ہو گیا تو اب اس کے ذمے باقی رہنے کے کوئی معنی نہیں ہیں بخلاف کفالے کے اس میں دین ذمہ سے منتقل ہونے کے بجائے ایک ذمہ کو

Marfat.com

دوسرے ذمہ کی طرف ملانا ہوتا ہے اس لئے ان دونوں میں فرق ہوگا بہر حال راجح قول یہی ہے کہ محیل کو بری الذمہ قرار دیا جائے گا اور محتال کو محیل سے رجوع کرنے کا حق نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس کا مال تلف ہو گیا ہو اس صورت میں رجوع کر سکتا ہے، اس لئے کہ محیل اس صورت میں بری الذمہ شمار ہوگا۔ جب کہ محتال کا حق سلامت نہ رہے یعنی محتال لہ کو محتال علیہ سے قرض وصول ہونے کی امید نہ ہو، تو اب وہ اصل مقروض سے قرض وصول کریگا۔ سنن بیہقی میں حضرت عثمان بن عفان کا قول ہے کہ مسلمان کے مال پر ہلاکت نہیں یعنی حوالہ میں ہلاکت نہیں ہے اس اثر سے معلوم ہوا کہ حوالہ میں مسلمان کا مال ضائع نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ اصل مقروض سے وصول کر سکے گا۔

﴿توی کے معنی اور اس کا تحقق﴾

س: ما معنَى التَّوى ؟وهو كيفَ يتحقَّقُ ؟

ج: التوّٰى هو التَّلَفُ ، وهو يتحقّقُ عند أبى حنيفة رحمه الله تعالى بأحد الا مرَيْنِ إمَّا أن يجحَد المُحتا لُ عليه الحَوا لةَ ويحلِفُ ، ولا بينةَ للمحتا لِ على المحتا لِ عَلَيْهِ ، أو أن يمو تَ المحتالُ عليه مفلسًا ۔ وقا ل ابو يو سف ومحمدٌ رحمهما الله تعالى :يتحقَّقُ التو ى بأحدِ الأُمو رِ الثَّلا ثَةِ فالأو لُ والثا نى ما ذ كر نَا فِى قو لِ أبى حنيفة رحمه اللہ تعا لى ، والأمرُ الثا لث:أن يحكمَ الحا كمُ با فلا سِهِ فى حا لِ حيا تِهِ ۔

س: توی کا معنی کیا ہے؟

ج: توی وہ ضائع ہونا ہے اور یہ حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو امروں میں سے کسی ایک امر سے ثابت ہوتا ہے: یا تو محتال علیہ حوالہ کا انکار کردے اور قسم کھالے اور محتال کے پاس محتال علیہ کے خلاف بینہ نہ ہو یا محتال علیہ مفلس ہو کر مر جائے۔ اور حضرت ابو یوسفؒ وحضرت محمدؒ فرماتے ہیں: توی تین امروں میں سے کسی ایک امر سے ثابت ہوتا ہے: پس پہلا اور دوسرا امر وہ ہے جو ہم حضرت ابوحنیفہؒ کے قول میں ذکر کر چکے اور تیسرا امر یہ ہے کہ قاضی اس کی زندگی کی حالت میں اس کے مفلس ہونے کا حکم لگادے۔

توضیح: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حق ضائع ہونے اور مال کی ہلاکت اس صورت میں ہوتی ہے جب دو باتوں میں سے کوئی بات واقع ہو پہلی بات تو یہ ہے کہ محتال علیہ یعنی ضامن حوالے کا ہی انکار کردے کہ میں نے قرض ادا کرنے کی ذمہ داری قبول ہی نہیں کی اور اس پر وہ قسم کھالے اور قرض خواہ یعنی محتال لہ کے پاس اس پر کوئی گواہ بھی نہ ہو کہ یہ شخص قرض کا ذمہ دار بنا تھا اب چونکہ قرض وصول کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے اب محتال لہ اصل مقروض سے قرض وصول کرے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ محتال علیہ مفلس ہو کر انتقال کر گیا ہو اب اس کے پاس کوئی چیز ہے ہی نہیں اور نہ وہ زندہ ہے کہ اس سے وصول کر سکے اس لئے اب یہ اصل مقروض یعنی محیل سے وصول کرے گا۔ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ نے فرمایا کہ ان دو شکلوں کے علاوہ تیسری شکل حق کے تلف ہو جانے کی یہ بھی ہے کہ حاکم نے اس کی زندگی ہی میں اس پر افلاس کا حکم لگادیا ہو، اور اسے مفلس قرار دے دیا ہو تو ان ذکر شدہ وجوہ

Marfat.com

کے معنی پر محمول کیا جاتا ہے۔

توضیح: اگر مدعی علیہ کے سکوت اختیار کرنے یعنی اقرار اور انکار نہ کرنے پر صلح ہو یا اس کے انکار کے ساتھ صلح ہو تو اس سے مقصود مدعی علیہ کے حق کے ساتھ حلف کا فدیہ دینا اور نزاع کا ختم کرنا ہوا کرتا ہے۔ رہا مدعی تو اس کے لئے اسے معاوضہ اس واسطے قرار دیا گیا کہ وہ اپنے خیال کے مطابق یہ معاوضہ اپنے ہی حق کا لے رہا ہے اور رہا مدعی علیہ تو اس کے واسطے فدیہ، حلف اس بنیاد پر ہے کہ اگر یہ صلح کی صورت پیش نہ آتی تو مدعی علیہ پر حلف کرنا لازم ہوتا اور باہم نزاع پیش آتا، لہٰذا مدعی علیہ کے انکار سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اس کا صلح کے طور پر دینا باہمی نزاع ختم کرنے کی خاطر ہے۔

﴿مکان پر یا مکان سے صلح کرنے پر شفعہ کا حکم﴾

س: وما حكمُ الشُّفعةِ اذا صالحَ عن دارٍ أو على دارٍ؟

ج: تجبُ الشفعةُ اذا صالحَ على دارٍ، ولا تجبُ اذا صالح عن دارٍ۔

س: شفعہ کا حکم کیا ہے جب مکان سے یا مکان پر صلح کرے؟

ج: شفعہ ثابت ہوتا ہے جب مکان پر صلح کرے اور ثابت نہیں ہوتا جب مکان سے صلح کرے۔

﴿مصالح عنہ کے کسی حصہ میں حق کا ثابت ہونا﴾

س: كانَ الصلحُ عن اِقْرارٍ فاستحقّ بعضُ المَصالح عنهُ هل يَرْجِعُ المدّعٰى عليه بِشَيْءٍ؟

ج: نَعم لَهٗ أن يَّرْجِعَ بحصةِ ذٰلكَ منَ العَوضِ۔

س: اقرار سے صلح تھی پس مصالح عنہ کے کسی حصہ میں حق ثابت ہو گیا تو کیا مدعی علیہ کسی چیز کے ساتھ رجوع کرے؟

ج: جی ہاں! اس کے لئے (جائز) ہے کہ وہ اس کے حصۂ عوض کے ساتھ رجوع کرے۔

﴿متنازع فیہ میں حق ثابت ہو جائے تو مدعی کیا کرے﴾

س: فَاِنْ وقَعَ الصُّلحُ عَنْ سُكُوْتٍ اوانكارٍ فَاسْتَحَقَّ المُتنازَعُ فِيهِ، ماذَا يفعَلُ المُدّعِي؟

ج: عَلَيْه أن يَرُّدَ العوضَ الَّذِي أخذَ من المُدَّعى عليْهِ ويَرْجِعُ بالخُصُومَةِ عَلى الْمُسْتَحِقِّ، وان استحَقَّ بعضُ المتنازَعِ فِيْهِ رَدَّ حصَّتَه من العوضِ ورجعَ بالخصومةِ فيه على المُستحقِّ۔

س: اگر سکوت یا انکار سے صلح واقع ہوئی پس متنازع فیہ میں حق ثابت ہو جائے تو مدعی کیا کرے؟

ج: اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کے عوض لوٹائے جو اس نے مدعی علیہ سے لیا اور حق دار پر جوابدہی کے ساتھ رجوع کرے اور اگر متنازع فیہ کے کسی حصہ میں حق ثابت ہو جائے تو وہ اس کا حصہ عوض لوٹائے اور اس میں حقدار پر جوابدہی سے رجوع کرے۔

Marfat.com

توضیح: اس مسئلہ کو اس طرح سمجھنا چاہئے مثلاً خالد نے ایک گھر پر قبضہ کیا ہوا ہے اور حامد کا دعوی ہے کہ وہ اس گھر کا مالک ہے اور خالد اس کے دعوے کا یا تو سرے سے انکار کرتا ہے یا سکوت اختیار کیے ہوئے ہے پھر وہ حامد کو ایک لاکھ روپے دے کر صلح کر لیتا ہے کہ وہ اس دعوے سے باز آجائے اور پھر اس گھر کا اور کوئی مالک نکل آیا تو اس صورت میں حامد خالد سے لیے ہوئے ایک لاکھ روپے واپس کر کے اس سے خصومت اور نزاع کرے جو ملکیت کا مدعی ہے، اس لئے کہ خالد نے یہ رقم حامد کے جھگڑے کو ختم کرنے کی خاطر دی تھی، تا کہ اس کے بعد مصالح عنہ کسی جھگڑے کے بغیر اس کے پاس رہے اور کسی اور کے مالک نکلنے کی صورت میں مقصد حاصل نہیں ہوا، اور اگر ایسا ہو کہ کل کی بجائے کچھ حصہ حقدار نکل آئے تو پھر اسی کے مطابق لوٹا دے اور حصہ کے بقدر حقدار سے بات کرے۔

﴿مکان میں مجہول دعوی پر صلح ہوگئی پھر کوئی مستحق نکل آیا تو عوض کی واپسی نہ ہوگی﴾

س: رَجُلٌ ادّعٰی حقًّا فِی دَارٍ ولم یبیّنہ، فَصُولِحَ مِنْ ذٰلِکَ عَلٰی شَیْءٍ ثُمَّ استحق بعضُ الدَّارِ، هل یرُدُّ ما أخذ مِنَ العِوَضِ؟

ج: لَا یَرُدُّ شَیْئًا مِّنْہُ۔

س: ایک شخص نے مکان میں حق کا دعوی کیا اور اس کی وضاحت نہیں کی پس اس (حق) سے کسی چیز پر صلح کر لی گئی، پھر مکان کے کسی حصہ میں حق ثابت ہو گیا تو کیا وہ اس عوض کو واپس کرے جو اس نے لیا؟

ج: اس میں سے کوئی چیز واپس نہ کرے۔

توضیح: کوئی شخص کسی گھر کے بارے میں یہ دعوی کرتا ہے کہ اس میں اس کا بھی حق ہے مگر اس نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ اس میں اس کا حصہ آدھا ہے یا تہائی یا گھر کا کوئی سا گوشہ ہے اس کے بعد وہ اس کو کچھ عوض دے کر مصالحت کر لیتا ہے اس کے بعد اس گھر کا کوئی اور شخص جزوی اعتبار سے حقدار نکل آیا اس صورت میں یہ مدعی اس عوض میں سے بالکل بھی نہ لوٹائے گا اس لئے اسلئے کہ اس کی تفصیل بیان نہ کرنے کی وجہ سے یہ امکان موجود ہے کہ اس شخص کا دعوی گھر کے اسی حصہ کے سلسلہ میں ہے جو کہ حصے دار کے حوالہ کرنے کے بعد برقرار رہ گیا ہے۔

﴿حد کے دعوی میں صلح نہیں﴾

س: هَلْ یَجُوْزُ الصُّلْحُ مِنْ دعوَی الْاَمْوَالِ والمَنَافِعِ وجنایۃِ العَمدِ والخطأِ ودعوَی الحَدِّ؟

ج: یجوزُ مِن ذٰلکَ کُلِّہٖ الا مِن دعوَی الْحَدِّ۔

س: کیا اموال، منافع، عمد اور خطاء کی جنایت کے دعوی سے اور حد کے دعوی سے صلح جائز ہے؟

ج: حد کے دعوی کے سوا ان سب سے صلح (جائز) ہے۔

توضیح: اگر کوئی شخص مال کا دعوی کرے تو اس سلسلہ میں یہ درست ہے کہ مصالحت کر لی جائے کیونکہ یہ صلح بیع کے معنی میں ہوگی

Marfat.com

ج: کبھی حقوق میں جھگڑ واقع ہو جاتا ہے اور دونوں فریق ان (حقوق) میں مثلا کچھ (حقوق) لینے پر اور کچھ (حقوق) چھوڑنے پر باہم راضی ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے جھگڑا ختم ہو جاتا ہے اس کا نام ''صلح'' رکھا جاتا ہے اور صلح بہتر ہے

﴿صلح کی اقسام﴾

س: بینوا اقسا مَ الصُّلح ؟

ج: الصُّلْحُ علی ثلاثۃِ اضرا بٍ : اَلصُّلحُ مع اقرا رٍ ہ (۲) والصلحُ مع سکوتٍ (۳) والصلحُ مع انکارٍ، وکلُّ ذلک جائزٌ فی الشَّریعۃِ الغرَّاءِ۔

س: صلح کی اقسام بیان کیجئے؟

ج: صلح تین قسم پر (مبنی) ہے۔

(۱) اقرار کے ساتھ صلح (۲) سکوت کے ساتھ صلح (۳) انکار کے ساتھ صلح اور یہ سب شریعت مطہرہ میں جائز ہے۔

﴿اقرار کے ساتھ صلح کرنے کا مطلب﴾

س: ما معنَی الصُّلح مع الاقْرَا رِ ؟

ج: معناہُ اَنَّ المُدَّعٰی علیہِ یُقِرُّ با لحقِّ علی نفسِہٖ ،ویصَا لحُ خصیمُہ عَلٰی شَیئٍ۔

س: اقرار کے ساتھ صلح کا کیا مطلب ہے؟

ج: اس کا مطلب یہ ہے کہ مدعی علیہ اپنے خلاف حق کا اقرار کرے اور کسی چیز پر اپنے مدمقابل سے صلح کرے۔

توضیح: اگر اس صلح کا وقوع مال کے مقابلہ میں مدعی علیہ کے اقرار کی وجہ سے ہو تو اس صلح کو حکماً بیع قرار دیا جائیگا۔ اس لئے کہ اس میں بیع کے معنی یعنی متعاقدین کے درمیان مال کا تبادلے مال کے ساتھ پایا جاتا ہے، پس اس میں بیع کے احکام کا نفاذ ہوگا، لہذا ایک گھر کی صلح دوسرے گھر کے تبادلہ میں ہوئی تو دونوں گھروں میں حق شفعہ کے ثبوت کا حکم ہوگا۔ اسی طرح مثلا بدل صلح اگر غلام ہو پھر اس میں عیب پایا گیا تو اسے لوٹا دینا درست ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر صلح کے وقت بدل صلح کو نہیں دیکھ سکا تو اسے دیکھنے کے بعد واپس کرنے کا حق ہوگا۔ ایسے ہی اگر ان میں سے کوئی شخص صلح میں اپنے لئے تین دن کے لئے خیار شرط کرلے تو اسے اس کا حق حاصل ہوگا۔ علاوہ ازیں بدل صلح کے مجہول وغیر معین ہونے کی صورت میں عقد صلح باطل قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ اس کا حکم ثمن مجہول کی طرح ہے کہ اس کی وجہ سے بیع باطل قرار دی جاتی ہے۔ ائمہ احناف ؒ کے نزدیک مصالح عنہ کے مجہول ہونے کو صلح کے معاملہ میں خارج قرار نہیں دیا گیا کیونکہ وہ مدعی علیہ کے ذمہ باقی نہیں رہتا، اور اس بناء پر ان کے درمیان جھگڑے کا سبب نہیں بنتا۔

Marfat.com

﴿سکوت پر صلح کا مطلب﴾

س: وما معنىَ الصُّلح على السكوتِ؟

ج: هو أن المدَّعى عليهِ لم يقِرّ بالحقِّ، ولم ينكرهُ ورضِى بالصُّلحِ لِيُخَلِّصَ نفسَه مِن الخِصَامِ۔

س: سکوت پر صلح کا مطلب کیا ہے؟

ج: وہ یہ ہے کہ مدعی علیہ نے اپنے حق کا اقرار نہیں کیا اور اس کا انکار (بھی) نہیں کیا اور صلح پر راضی ہو گیا تا کہ جھگڑے سے اپنے آپ کو چھڑائے۔

﴿انکار کے ساتھ صلح کا مطلب﴾

س: الصلحُ مع الإنكارِ ما هو؟

ج: صورتُه أنه ينكِر أن يكونَ عليه الحقُّ للمدّعِى، ومع ذلكَ يصلحُ رفعاً للنزاعِ۔

س: انکار کے ساتھ صلح کیا ہے؟

ج: اس کی صورت یہ ہے کہ وہ انکار کرے کہ اس کے ذمہ مدعی کا کوئی حق ہے اور اس کے باوجود جھگڑا ختم کرنے کے لئے صلح کرے۔

س: ما حكمُ الصُّلحِ مَعَ الاقرارِ؟

ج: ان وقَع هذ الصلحُ عن مال بمالٍ، يعتبرُ فيه ما يعتبر فى البياعات، وان وقعَ عن مالٍ بمنافع يعتبر فيه ما يعتبر فى الاجاراتِ۔

س: اقرار کے ساتھ صلح کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر یہ صلح مال کی مال کے ساتھ واقع ہو تو اس میں (کئی امور) کا اعتبار کیا جاتا ہے سامان فروختنی میں جن کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اگر مال منافع کے ساتھ واقع ہو تو اس میں ان (امور) کا اعتبار کیا جاتا ہے جن کا اعتبار اجارات میں کیا جاتا ہے۔

﴿انکار اور سکوت کے ساتھ صلح کا حکم﴾

وما حكمُ الصُّلح مع السكوتِ والانكارِ؟

ج: الصلحُ مَعَ السُّكُوْتِ والإنكارِ يحمَلُ على افتداءِ اليمينِ، وقطعِ الخُصومَةِ فى حقِّ المدَّعى عليهِ، ويحملُ على معنَى المعاوَضةِ فى حق المُدَّعِى۔

س: سکوت اور انکار کے ساتھ صلح کا کیا حکم ہے؟

ج: سکوت اور انکار کے ساتھ صلح کو مدعی کے حق میں قسم کا فدیہ دینے اور جھگڑا ختم کرنے پر محمول کیا جاتا ہے اور مدعی کے حق میں معاوضہ

Marfat.com

کا ولی نہیں ہے بس اس کا تصرف بغیر اجازت کے سرے سے نفاذ کے قابل ہی نہیں ہے اور اس کا نفاذ اجازت پر معلق موقوف رہتا ہے اگر اجازت دے دی گئی تو نافذ ہو جائے گا، اور اجازت نہ ہوئی تو باطل اور کالعدم ہو جائے گا۔

﴿دو شریکوں میں سے ایک کے صلح کر لینے کی صورت کا حکم﴾

س: دَيْنٌ بَيْنَ الشَّرِيكَيْنِ على احدٍ، فصَالح احدُ هما من نصيبِهِ على ثوبٍ ، ما ذا يفعل الشريكُ الأخَر ؟

ج: شريكُه با لخيارِ ان شاءَ اِتَّبَعَ الّذى عليه الدينُ بنصفِ الدَّيْنِ ، وان شاء أخَذَ بنصْفِ الثَّوْبِ الا أن يضمَن له شريكه ربعَ الدَّيْنِ ، كذا اذا استوفىٰ أحدُ الشريكَيْنِ نصفَ نصيبِهِ من الدَّيْنِ، كان لشَرِيكه أن يشارِكَه فيما قبَض، ثم يرجِعان على الغَرِيمِ بالباقِيْ۔

س: دو شریکوں کے درمیان (مشترک) دین کسی کے ذمہ ہے پس ان دونوں میں سے ایک نے اپنے حصہ سے کپڑے پر صلح کر لی (تو) دوسرا شریک کیا کرے؟

ج: اس کا شریک با اختیار ہے اگر چاہے آدھے دین کے ساتھ اس کا پیچھا کرے جس کے ذمہ دین ہے اور اگر چاہے آدھا کپڑا لے لے، مگر یہ کہ اس کا شریک اس کے لئے چوتھائی دین کا ضامن ہو جائے، اور اسی طرح جب دونوں شریکوں میں سے ایک دین میں سے اپنے حصہ کا آدھا وصول کر لے (تو) اس کے شریک کے لئے (جائز) ہے کہ وہ اس کے ساتھ شریک ہو جائے اس میں جس پر اس نے قبضہ کیا پھر وہ دونوں قرض خواہوں پر باقی (دین) کے ساتھ رجوع کریں۔

توضیح: اصطلاحی طور پر مشترک قرض اسے کہا جاتا ہے کہ جس کا وجوب متحد سبب کے واسطے سے ہو رہا ہو، مثال کے طور پر اس خرید کردہ چیز کی قیمت جس کی بیع ایک ہی صفقہ میں کی گئی ہو یا مثلا ایسا قرض جو دو شخصوں کا موروثی ہو تو ایسا دین متعلق یہ حکم کیا جاتا ہے دونوں شریکوں میں سے ایک شریک نے مشترکہ قرض سے کچھ مقدار حاصل کر لی دوسرے کو یہ حق ملتا ہے کہ وہ وصول شدہ قرض میں شرکت اختیار کر لے اور یہ بھی اختیار ہوتا ہے کہ اصل مقروض سے اپنے حصہ کا طلب گار رہو لہٰذا اگر اسی طرح ہوا کہ دونوں شریکوں میں سے ایک نے اپنے حصہ کے اعتبار سے کسی کپڑے پر صلح کر لی، تو اس کے شریک کو ایک اختیار تو یہ حاصل ہو گا کہ وہ نصف کپڑا لے لے، اور دوسرا یہ کہ نصف کپڑا لینے کے بجائے اصل مقروض سے اپنے حصہ کا طالب ہو، البتہ اگر صلح کرنے والے شریک اس کے لئے چوتھائی قرض کی ضمانت لے لے تو اس صورت میں دوسرے شریک کو اس کپڑے میں کوئی حق نہیں رہے گا اور اگر ایسا ہو کہ دونوں شریکوں میں سے کوئی شریک اپنے قرض کے حصہ کو وصول کر لے تو دوسرا شریک بھی وصول شدہ حصہ میں شریک شمار ہو گا اور پھر جو قرض باقی رہے گا اس میں دونوں شریک مقروض سے طلب گار ہو گیا اور دونوں میں سے اگر ایک شریک مقروض سے اپنے حصہ کے بدلے میں کوئی چیز خرید لے تو اس صورت میں دوسرے شریک کو یہ حق حاصل ہو گا۔ خواہ چوتھائی قرض کے تاوان کا دوسرے شریک سے طلب گار ہو یا اصل مقروض سے طلب کرے اس لئے کہ مقروض کے ذمہ اس کا حق برقرار ہے۔

Marfat.com

﴿دوشریکوں میں سے ایک اپنے حصہ کا سامان لے لے تو اس کا حکم﴾

س: ومَا قولُكم فيما اذا اشترىٰ أحدُهما سلعةً بنصيبِهِ منَ الدَّين ؟

ج: جازَ لِشريكِهِ في هذهِ الصُّورَةِ أن يُضَمِّنَ صاحبَه ربعَ الدَّينِ ـ

س: اس بارے میں آپ کا قول کیا ہے جب ان دونوں میں سے ایک اپنے حصہ دین کے ساتھ سامان خرید لے:

ج: اس صورت میں اس کے شریک کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے ساتھی کو چوتھائی دین کا ضامن بنائے۔

﴿بیع سلم کے دوشریکوں میں سے ایک کا اپنے مسلم فیہ کے حصے میں صلح کرنے کا حکم﴾

س: رَجُلَانِ تَشَارَكَا في بيعِ السَّلمِ فصَالَحَ أحدُهُما من نصيبِهِ الّذي هو في المُسلَمِ فيه عَلىٰ رأسِ المَالِ، ما حكمُ هذ الصُّلحِ ؟

ج: هذاالصلحُ لايجوزُ عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى ومحمدٌ رحمهما الله تعالى ، وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى هُوَ جائزٌ ـ

س: دو شخص بیع سلم میں باہم شریک ہوئے پس ان دونوں میں سے ایک نے رأس المال پر اپنے اس حصہ سے صلح کر لی (جو) مسلم فیہ میں ہے تو صلح کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ صلح امام ابوحنیفہؒ اور حضرت محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں اور حضرت امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ وہ جائز ہے۔

﴿ورثاء میں سے ایک کو کچھ دیکر صلح کر لینے کا حکم﴾

س: رَجُلٌ ماتَ ولهُ ورثةٌ فصَالَحُوا أحدَهُم بمالٍ أعطوهُ وأخرجُوهُ من التركةِ هل يجوزُ هذ الصلحُ ؟

ج: في ذلكَ تفصيلٌ فاجمعْ خاطرَكَ واسمَعْ :(۱) ان كانت التركةُ عقارًا أو عروضًا جاز هذ الصلحُ ، قليلاً كان ما أعطوهُ أو كثيرًا (۲) وان كانت التركةُ فضّةً فاعطوهُ ذهبًا او كانت ذهبًا فاعطوهُ فضةً فهُوَ جائزٌ أيضًا ـ (۳) وان كانَتِ التَّركَةُ ذَهبًا وفضةً وغيرَ ذٰلِكَ فصَالَحُوهُ علَى ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فلَا بُدَّ أن يكونَ ما اعطوه اكثرَ مِن نَّصِيبِه من ذٰلكَ الجنسِ حَتّٰى يكون نصيبَهٗ بمثلِه والزيادةُ بحقهِ من بقيّةِ الميراثِ ـ(٤) واذا كانت التركةُ ديناً على الناسِ فصالَحُوا أحدَهم بمالٍ على أن يخرجوه عن نصيبه الدينَ ويكونَ الدينُ لهم فهذا الصلحُ باطلٌ ـ (٥) وان شرَطُوا أن يُبرِئَ الغُرَمَاءَ مِنَ الدَّينِ ولا يرجعُ عليهِم بنَصِيبِ المصالح فالصلحُ جائزٌ ـ

س: ایک شخص مر گیا اور اس کے ورثہ ہیں پس انہوں نے اپنے میں سے ایک سے اس مال کے ساتھ صلح کر لی جو (مال) انہوں نے اسے دے دیا اور اسے ترکہ سے نکال دیا (تو) کیا یہ صلح جائز ہے؟

Marfat.com

لہذا وہ شے جس کی شراء بیع درست ہو، اس کے اندر صلح بھی درست شمار ہوگی، اس کے علاوہ منفعت کے دعوی کی صورت میں بھی آپس میں صلح کر لینا درست ہے، مثلاً کوئی شخص اس بات کا دعویدار ہے کہ فلاں آدمی میرے متعلق یہ وصیت کر چکا ہے کہ میں ایک سال تک اس گھر میں رہوں گا، اور پھر ورثا کچھ مال اس کے حوالہ کر کے صلح کر لیں تو اسے درست قرار دیں گے اس لئے کہ عقد اجارہ کے واسطہ سے منافع پر ملکیت حاصل ہو جاتی ہے، لہٰذا صلح کے واسطے سے بھی ملکیت حاصل ہو جائے گی۔

﴿مدعی نکاح آدمی سے نکاح کی منکرہ عورت کا صلح کرنا﴾

س: ادّعی رجُلٌ علی امرأةٍ نکاحًا، وھی تجحَدُ، فصالحتهُ علی مالٍ لیترُكَ الرجُلُ دعواهُ، ما حکمُ ھذا الصُّلحِ؟

ج: ھٰذا الصُّلحُ جائزٌ، ویکونُ ھٰذا الصلحُ فِی معنَی الخُلعِ۔

س: ایک شخص نے کسی عورت کے خلاف نکاح کا دعوی کیا اور وہ انکار کرتی ہے پس اس (عورت) نے اس سے مال پر صلح کر لی تاکہ مرد اپنا دعوی چھوڑ دے (تو) اس صلح کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ صلح جائز ہے اور یہ صلح خلع کے معنی میں ہوگی۔

﴿عورت نے نکاح کا دعوی کیا مرد نے انکار نکاح کے باوجود صلح کر لی تو اس کا حکم﴾

س: وانِ ادَّعتْ امرأةٌ نکاحًا علی رجُلٍ فجحَدہ، ثُمَّ صالحَ علی مالٍ بذلهُ لھا، ھل یجوزُ ھٰذا الصُّلحُ؟

ج: ھذ الصُّلحُ لَا یجُوزُ۔

س: اگر عورت کسی مرد کے خلاف نکاح کا دعوی کرے پس وہ انکار کرے پھر وہ ایسے مال پر صلح کرے جو (مال) وہ اس (عورت) کو سخاوت کرے (تو) کیا یہ صلح جائز ہے؟

ج: یہ صلح جائز نہیں۔

﴿کسی کے متعلق غلام کا دعوی کر کے مال پر صلح کر لینے کا حکم﴾

س: ادّعی رجُلٌ علی آخرَ انه عبدُہ، وَصالحَہ علی مالٍ، مَا ذَا تقُولُونَ فِیہِ

ج: ھٰذا جائزٌ، ویکونُ ھذ الصُّلحُ فِي حَقِّ المُدّعِي فِی معنَی العِتقِ علَی مَالٍ۔

س: (کسی) نے دوسرے کے خلاف دعوی کیا کہ وہ اس کا غلام ہے اور اس سے مال پر صلح کر لی تو اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

ج: یہ جائز ہے اور یہ صلح مدعی کے حق میں مال پر آزاد ہونے کے معنی میں ہوگی۔

س: وَکَّلَ رَجلاً بِالصُّلحِ فصالَحَ عنهُ الوَکِیلُ، ھَلْ یلزَمُ الوَکِیلَ اداءُ ما صَالَحَ عَلَیهِ؟

ج: لایلزَمُ الوکِیلَ ما صالَحَ عَلَیهِ اِلاَّ ان یضمَنَہٗ، والمالُ لازِمٌ عَلَی المُوَکّلِ۔

Marfat.com

س: کسی شخص کو صلح کا وکیل بنایا پس وکیل نے اس کی طرف سے صلح کی (تو) کیا وکیل کو اس (چیز) کی ادئیگی لازم ہوگی جس پر اس نے صلح کی؟

ج: وکیل کو وہ (چیز) لازم نہیں ہوگی جس پر اس نے صلح کی مگر یہ کہ وہ اس کا ضامن ہو جائے اور مال موکل پر لازم ہے۔

کسی کی طرف سے اس کے امر کے بغیر کی گئی صلح کی اقسام

س: ولَو صَالَحَ رجُل عن رجلٍ بغيرِ امرِهٖ، علىٰ مَن يجبُ المَالُ؟

ج: هذا علىٰ أربعةِ أوجُهٍ: (۱) صالَحَ بمالٍ، وضمِنَ المالَ۔ (۲) قال: صالحتُكَ علىٰ الفِيْ هذِهٖ او علىٰ عَبدِيْ هذا، ففى هاتَيْنِ الصُّورَتَينِ يَتِمُّ الصُّلحُ ويلزَمهُ مَا جَعَلَهٗ علىٰ نَفسِهٖ۔ (۳) قَالَ لَهٗ: صَالَحْتُكَ عَلىٰ اَلْفٍ وَسَلَّمَهَا اِلَيهِ، فَيَتِمُّ الصُّلحُ فِيْ هٰذِهِ الصُّورَةِ اَيْضًا، وَمَا اَدّٰى مِن مَّالِهٖ لَا يَرْجِعُ بِهٖ عَلىٰ مَنْ صَالَحَ عَنْهُ۔

(٤) قَالَ لَهٗ: صَالَحْتُكَ عَلىٰ اَلْفٍ مِنْ غَيرِ ضَمَانٍ وَلَا اضَافَةٍ اِلىٰ نَفْسِهٖ وَلَا أداءٍ بنفسِهٖ، فَهٰذَا مَوْقُوْفٌ عَلىٰ اجازةِ من صالَحَ عنهُ اعنى المُدَّعىٰ عليهِ فان أجازَ لزِمَه۔ أعنى المَصالَحَ عنهُ۔ الألفُ وان لم يجزْ يبطُل الصُّلح۔

س: اگر ایک شخص نے کسی شخص کی طرف سے اس کے حکم کے بغیر صلح کی تو کس کے ذمہ مال واجب ہوگا؟

ج: یہ (صلح) چار قسم پر (مبنی) ہے

(۱) مال کے ساتھ صلح کی اور مال کا ضامن ہو گیا (۲) اس نے کہا کہ میں نے آپ سے اپنے اس ہزار پر یا اپنے اس غلام پر صلح کی پس ان دونوں صورتوں میں صلح مکمل ہو جائے گی اور اسے وہ (چیز) لازم ہوگی جو اس نے اپنے ذمہ قرار دی (۳) اس نے اس سے کہا کہ میں نے آپ سے ایک ہزار پر صلح کی اور اس نے اسے (ہزار سپرد) کر دیا تو اس صورت میں بھی صلح مکمل ہو جائے گی اور اس نے جو اپنے مال میں سے ادا کیا وہ اس کے ساتھ اس پر رجوع نہیں کرے گا جس کی طرف سے صلح کی۔ (۴) اس نے اس سے کہا کہ میں نے ضمان کے بغیر اور اپنی طرف منسوب کرنے اور خود ادا کرنے کے بغیر آپ سے (ہزار) پر صلح کی تو یہ (صلح) اس کی اجازت پر موقوف ہے جس کی طرف سے صلح کی یعنی مدعیٰ علیہ پس اگر اس نے اجازت دے دی تو اسے یعنی مصالح عنہ ہو (ہزار) لازم ہوگا اور اگر اس نے اجازت نہ دی تو صلح باطل ہو جائے گی۔

توضیح: صورت مسئلہ اس طرح ہے کہ کوئی فضولی کسی شخص کی طرف سے عقد صلح کرے تو یہ چار صورتوں پر مشتمل ہوگا نمبر (۱) یہ کہ فضولی عقد صلح کرے اور صلح کے معاوضہ کا ضامن بن جائے۔ (۲) صلح کے معاوضہ کا انتساب اپنے مال کی طرف کرے میں نے ہزار درہم پر یا اپنے اس غلام کے بدلے صلح کی نمبر (۳) نہ تو وہ مال کی طرف انتساب کرے اور نہ اس کا کوئی اشارہ کرے اور بغیر کسی قید کے مطلقاً اس طرح کہے کہ میں نے ہزار درہموں پر عقد صلح کی اور پھر ہزار دراہم اس کے سپرد کر دیئے تو ذکر کردہ ان تینوں مسئلوں میں صلح درست ہوگی۔ نمبر (۴) اگر متولی محض کہے کہ میں نے ہزار درہموں پر صلح کی اور وہ مال حوالہ نہ کرے تو اس صورت میں بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ عقد صلح موقوف رہے گا پھر اگر علم کے بعد مدعیٰ علیہ اسے درست قرار دے دے تو عقد صلح درست ہو جائے گا اور اگر درست قرار نہ دے تو اسے اس صورت میں درست قرار نہیں دیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ فضولی اصل میں مطلوب

Marfat.com

ج:اس بارے میں تفصیل ہے پس اپنا خیال جمع کیجئے اور سنئے:
(۱) اگر ترکہ زمین یا سامان ہے(تو) یہ صلح جائز ہے تھوڑا ہو وہ (مال) جو انہوں نے اسے دیا یا زیادہ (۲) اگر ترکہ چاندی ہے پس انہوں نے اسے سونا دیا ہے (ترکہ) سونا ہے پس انہوں نے اسے چاندی دی تو یہ بھی جائز ہے (۳) اگر ترکہ سونا، چاندی وغیرہ ہے پس انہوں نے اسے سونے یا چاندی پر صلح کر لی پس ضروری ہے کہ جو کچھ انہوں نے اسے دیا وہ اس جنس میں سے اس کی حصہ کی بہ نسبت زائد ہوتا کہ اس کا حصہ اس کے مثل کے عوض اور زیادت بقیہ میراث میں سے اس کے حق کے عوض ہو جائے (۴) اگر ترکہ لوگوں کے ذمہ دین ہے پس انہوں نے اپنے میں سے ایک سے مال کے ساتھ صلح کر لی اس شرط پر کہ وہ اسے اس کے حصہ دین میں سے نکال دیں گے اور دین ان کا ہوگا تو یہ صلح باطل ہے (۵) اگر شرط لگائیں کہ وہ قرض خواہوں کو دین سے بری کر دے اور وہ ان پر صلح کرنے والے کے حصہ کے ساتھ رجوع نہ کرے تو صلح جائز ہے۔

﴿ایک ہزار نقد تھا ادھار پر صلح کر لی تو جائز ہے﴾

س: كَانَ لِرَجُلٍ أَلفٌ حَالَةٌ فَصَالَحَهُ عَلَى أَلفٍ مُؤَجَّلَةٍ مَا ذَا حُكْمُهُ؟
ج: هٰذَا الصُّلْحُ جَائِزٌ وَكَأَنَّهُ أَجَّلَ نَفْسَ الْحَقِّ۔
س:(کسی پر) ایک شخص کا ہزار نقد تھا پس اس نے اس سے ہزار ادھار پر صلح کر لی (تو) اس کا حکم کیا ہے؟
ج:یہ صلح جائز ہے اور گویا اس نے حق نفس کو مؤخر کر دیا۔

﴿ہزار درہم نقد سے ایک ماہ تک ادھار دیناروں پر صلح کر لینے کا حکم﴾

س:وَلَو صَالَحَه من أَلفِ دراهمَ حالةً على دنانيرَ الى شهرٍ ما ذا حكمُه؟
ج:لا يجوزُ ذلكَ، لانه بيعُ الصرفِ، ولا يجوزُ فيه التاجيلُ۔
س:اگر اس نے اس سے ہزار درہم نقد سے دیناروں پر ایک ماہ تک صلح کر لی (تو) اس کا کیا حکم ہے؟
ج:یہ جائز نہیں کیونکہ یہ بیع صرف ہے اور اس میں تاجیل جائز نہیں۔

﴿ہزار درہم ادھار سے نقد پانچ سو پر صلح کر لینے کا حکم﴾

س: كانَ له ألفٌ مؤجّلةٌ فصالحَ غريمَه على خمسِ مِأةٍ حالةٍ ما حكمُ هذا الصُّلحِ؟
ج: لا يجوزُ هذا الصُّلحُ۔
س:(کسی پر) اس کا ہزار ادھار ہے پس اس نے اپنے قرض خواہ سے پانچ سو نقد پر صلح کر لی (تو) اس کا حکم کیا ہے؟
ج:یہ صلح جائز نہیں۔

Marfat.com

س:ولو کانَ لرجل اَلفُ درهمٍ سودٍ علی اخرَ فصالَحه علی خمسمائةِ بیضٍ ما حکمُ هذا الصُّلحِ ؟

ج: لایجوزُ۔

س:اگرکسی شخص کے ہزار درہم سیاہ دوسرے کے ذمے تھے پس اس نے اس سے پانچ سو(درہم) سفید پر صلح کرلی(تو) اس صلح کا حکم کیا ہے؟

ج:جائز نہیں۔

﴿فائده﴾ کُلُّ شیءٍ وقع علیه الصُّلحُ وهو مستحقٌّ بعقدِ المدا ینَةِ لم یُحمَل علَی المعاوضَةِ، وانّما یحمَلُ علی أنه استو فی بعضَ حَقِّهٖ واسقَطَ باقِیهٖ، کمن له عَلی رجُل اَلفُ درهمٍ جیَّادٌ فصالَحه عَلی خَمسِماْةِ زیوفٍ جازَ، وَصَار کَاَنَّهُ ابراَه عَن بعضِ حَقِّهٖ۔

(فائده) ہرایسی چیز جس پر صلح واقع ہوئی اور وہ(چیز) عقد مداینہ کی وجہ سے واجب ہے تو اسے معاوضہ پر محمول نہ کیا جائے اور سوائے اس کے نہیں اسے اس پر محمول کیا جائے کہ اس نے اپنا حق وصول کرلیا اور باقی(حق) ساقط کردیا اس شخص کی طرح جس کے کسی شخص کے ذمہ ہزار درہم کھرے ہیں پس اس نے اس سے پانچ سو(درہم) کھوٹوں پر صلح کرلی(تو) جائز ہے اور یہ ایسا ہوگیا گویا اس نے اسے اپنے کچھ حق سے بری کردیا۔

کتابُ الهبه

﴿کتاب ہبہ﴾

موهوب له جس کے لئے ہبہ کیا گیا۔ الواهب۔ہبہ کرنے والا۔ الفتراء الگ ہونا مجلس ختم ہونا۔ الثوب کپڑا۔ الدابه۔ سواری محوزه۔ اداشدہ حقوق۔ المشاع۔ مشترك۔ شقصًا، بعض حصہ تھوڑا حصہ، دقیق آٹا۔ حنطه گندم۔ سمسم۔ تل الصغیر نابالغ۔ الهجو گود۔ الرجوع واپس لینا لوٹانا۔زیادہ اضافہ المتعا قدین۔عقد ہبہ کرنے والے۔ عوض۔ بدل تقابضا۔ دونوں کا قابض ہوجانا۔ امسك امساکا۔ روک لینا۔

﴿ہبہ کی تعریف﴾

س:الهِبةُ مَا هِیَ ؟

ج:هی تملیكُ العینِ بلا عوضٍ۔

س:ہبہ کیا ہے؟

ج:وہ بغیر عوض کے عین چیز کا مالک بنانا ہے

Marfat.com

توضیح: ہبہ مفت دینے کو کہتے ہیں۔اس آیت میں اس کا ثبوت ہے۔

لا ینھا کم اللہ عن الذین لم یقا تلو کم فی الدین ولم یخر جو کم من دیا ر کم ان تبرو ھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین اللہ نیکی کرنے سے نہیں روکتا ان لوگوں سے جو دین میں تم سے قتال نہیں کرتے اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالتے اور نہ ان کے ساتھ انصاف کرنے سے روکتا ہے اور بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔سنن بیہقی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے کو ھدیہ دو محبت بڑھے گی۔

﴿ہبہ کے ارکان﴾

س: و مَا رُکنا ہُ؟

ج: رکنا ہ الا یجا بُ و القبو لُ۔

س: اس کے ارکان کیا ہیں؟

ج:۔اس کا رکن ایجاب اور قبول ہے۔

﴿ہبہ میں ایجاب وقبول کے بعد قبضہ بھی ضروری ہے﴾

س: و ھل یُحْتا جُ لِتمَا مہٖ اِلی شَیْءٍ آخرَ بعد الا یجا بِ و القبو لِ؟

ج: یحتاجُ لتمامِہٖ الی القبضِ، فان قبض الموھوبَ لَہ فی المجلسِ ولو بغیرِ اذنِ الوا ھب جا زَ ،وان قبَض بعدَ الْاِ فْتِرَاقِ لم یَصِحّ ، الا أن یأذن لَہ الو اھَبُ فی القَبْضِ۔

س: کیا اس کے مکمل ہونے کے لئے ایجاب وقبول کے بعد کسی دوسری چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔

ج: اس کے مکمل ہونے کے لئے قبضہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے پس اگر موہوب لہ مجلس میں قبضہ کر لے اگر چہ واھب کی اجازت کے بغیر (تو) جائز ہے، اور اگر جدا ہونے کے بعد قبضہ کرے (تو) صحیح نہیں، مگر یہ کہ واھب اسے قبضہ کرنے کی اجازت دے دے۔

توضیح: اگر موھوب لہ یعنی جس کو ھبہ کیا گیا اس نے قبول کی مجلس میں ھبہ کرنے والے کی اجازت کے بغیر بھی قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے لیکن اگر مجلس ختم ہوگئی تو ایجاب والی اجازت مجلس ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم ہوگئی اس لئے اب قبضہ کرنے کے لئے دوبارہ اجازت حاصل کرنی پڑے گی کیونکہ یہ مسئلہ اس پر اصول متفرع ہے کہ ایجاب کی اجازت مجلس تک رہتی ہے اور مجلس ختم ہونے پر وہ اجازت بھی ختم ہوجاتی ہے

﴿ہبہ کے الفاظ﴾

س: وما ھی اَلفاظُ الھبۃِ الّتی تنعقدُ بھا الھبۃُ من جانبِ الواھِبِ ؟

Marfat.com

ج: تنعقدُ الهبةُ بقولِهٖ : وهبتُ ،ونحلتُ ،واعطيتُ ،وأطعمتُكَ هذا الطّعَامَ ،وجعلتُ هذا الثّوْبَ لَكَ ، واعمرتُكَ هٰذَا الشَّئَ وحملتُكَ علٰى هذهِ الدَّابَّةِ ، اذا نوٰى بالْحَمْلانِ الْهِبَةَ ۔

س: اس ھبہ کے الفاظ کیا ہیں جن کے ساتھ واھب کی طرف سے ہبہ منعقد ہوتا ہے۔

ج: ھبہ اس کے قول کے ساتھ منعقد ہوتا ہے کہ میں نے ھبہ کیا، میں نے عطیہ دیا، میں نے عطا کیا، میں نے آپ کو یہ کھانا کھلایا، میں نے یہ کپڑا آپ کے لیے کر دیا، میں نے یہ چیز آپ کے لیے عمر بھر کے لیے دے دی اور میں نے آپکو اس جانور پر سوار کیا بشرطیکہ سوار کرنے سے ہبہ کی نیت کرے۔

توضیح: اس عبارت میں بتانا چاہتے ہیں کہ کن الفاظ اور جملوں سے ہبہ منعقد ہو جاتا ہے مصنفؒ نے اس کے لئے سات جملے استعمال کیے ہیں۔

(۱) وھبت یہ جملہ ہبہ کے لئے صریح ہے اس لئے اس سے ہبہ منعقد ہو جائے گا۔(۲) نحلت اس جملہ سے بھی ہبہ منعقد ہو جائے گا بخاری شریف میں ہے نحلت ابنی هذا غلاما۔ حضرت بشیر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے اس بیٹے کو غلام ہبہ کئے ہیں۔(۳) اتیت کا جملہ بھی ہبہ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(۴) کھانے کے بارے میں کہتے ہیں اطعمتك هذا الطعام یہ بھی ہبہ ہوگا کیونکہ کھانا کھانے میں عین چیز ہلاک ہوتی ہے اس لئے اس جملہ سے عین چیز کا مالک بنانا ہوگا۔ اس لئے اس جملہ سے بھی کھانے کا ہبہ ثابت ہوگا۔(۵) جعلت هذا الثوب لك میں لک ملکیت کے لئے آتا ہے اس لئے اس سے بھی ہبہ ثابت ہو جائے گا (۶) امر تد هذا شئی سے بھی ہبہ ثابت ہو جائے گا۔(۷) حملتك علی هذه الدابه اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ وقتی طور پر بطور عاریت کے یہ جانور آپ کو سواری کے لئے دے رہا ہوں اور دوسرا معنی ہے کہ مکمل طور پر اس جانور کو آپ کے حوالہ کر رہا ہوں اور ہبہ کر رہا ہوں اس لئے اگر ان دونوں معنوں میں سے دوسرے کی نیت کر لی تو اس جملہ سے ہبہ کا انعقاد ہو جائے گا۔

﴿ قابل تقسیم چیز میں سے ایک حصہ ہبہ کرنے کا حکم ﴾

س: وَ ما حكمُ الهبةِ فيمَا يُقسَمُ اذا وهبَ شِقصًا منه ؟

ج: لا تجوزُ الهبةُ فيما يقسَمُ الا اذا كان الشقص الموهوبُ مقسومًا محوّزًا ۔

س: اس (چیز) میں ہبہ کا کیا حکم ہے جسکی تقسیم ہوتی ہو جبکہ وہ اس میں سے ایک حصہ ہبہ کر دے

ج: اس (چیز) میں جائز نہیں جس کی تقسیم ہوتی ہو مگر جبکہ ہبہ کردہ حصہ تقسیم کردہ جمع کردہ ہو۔

توضیح: قابل تقسیم چیزوں میں ہبہ جائز نہیں مگر یہ کہ حقوق سے فارغ ہوں اور تقسیم شدہ ہوں آنے والے چند مسائل کا مدار اس پر ہے کہ موہوب لہ ہبہ کی چیز پر مکمل قبضہ کرلے تب اس کی ملکیت ہوگی، ورنہ نہیں اور مکمل طور پر قبضہ کرنے کے لئے یہ ضابطہ ہے کہ اگر وہ چیز مشترک ہے تو لیکن تقسیم ہو سکتی ہے، تو تقسیم شدہ ہو اور دوسرے کہ دین اور حقوق سے فارغ ہو تب موہوب لہ کا قبضہ اس پر مکمل

Marfat.com

شمار کیا جائے گا۔ اس لئے مصنفؒ نے فرمایا کہ جو چیز تقسیم ہوسکتی ہے اس میں ہبہ جائز نہیں مگر حقوق سے فارغ ہو، اور تقسیم کی ہوئی ہو۔ جو چیز تقسیم نہیں ہوسکتی مثلاً حمام اور غسل خانہ جو قابل تقسیم نہ ہو تو تقسیم کرنے سے کسی کام کا نہیں رہے گا، اس کو بغیر تقسیم کے بھی ہبہ کرنا جائز ہے کیونکہ جو چیز نہیں تقسیم ہوسکتی تو وہ تقسیم کرنے سے کسی کام کی نہیں رہے گی، اس کو ہبہ میں تقسیم کرنے کی شرط لگائیں گے تو وہ چیز ضائع ہو جائیگی اس لئے اس کہ قبضہ کے لئے جتنا کچھ ممکن ہو وہ ہی کریں گے اس میں تقسیم کی شرط نہیں ہوگی۔

﴿مشاع چیز کے ہبہ کا حکم﴾

س: و هل تجوزُ هبةُ المشاعِ؟

ج: هبةُ المشاعِ فيما لا يُقسَمُ جائزةٌ كالعبد و الحمّامِ و الرُّحى۔

س: کیا مشترک (چیز) کا ہبہ جائز ہے؟

ج: مشترک (چیز) کا ہبہ جائز ہے جس کی تقسیم نہیں ہوتی جیسے غلام، غسل خانہ، اور چکی۔

س: فَلَوْ وَهَبَ شِقصًا مُّشاعًا مِمَّا يُقسَمُ ماحكمُ هذهِ الهبةِ؟

ج: هذه الهبةُ فاسدةٌ، فان قسّمَ المُشاعَ و سلَّمَ الى الموهوبِ له الجزءَ الَّذى وَهَبَ له جازَ۔

س: اگر مشترک حصہ ہبہ کردیا اس میں سے جس کی تقسیم ہوتی ہے (تو) اس ہبہ کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ ہبہ فاسد ہے پس اگر مشترک (حصہ) تقسیم کردے اور موہوب لہ کو وہ حصہ سپرد کردے جو اس نے اسکو ہبہ کیا (تو) جائز ہے۔

توضیح: مشترک چیز کو تقسیم کر کے ہبہ کرنا چاہئے لیکن بغیر تقسیم کئے ہوئے ہی ہبہ کردیا تو ہبہ فاسد ہوگا، لیکن اگر بعد میں تقسیم کر کے موہوب لہ کو قبضہ دے دیا تو بھی جائز ہو جائے گا، کیونکہ قبضہ کرتے وقت ہبہ کی چیز تقسیم شدہ ہونی چاہئے خواہ اس سے پہلے تقسیم شدہ نہ ہو اس لئے قبضہ کرتے وقت چیز کو تقسیم کر کے دے دیا تو ہبہ جائز ہوگا۔

﴿گندم میں آٹا اور تلوں میں تیل ہبہ کرنے کا حکم﴾

س: وَهبَ دقيقًا فى حنطةٍ أو دُهنًا فى سمسمٍ ما حكمُ هذه الهبةِ؟

ج: هذهِ الهبةُ فاسدةٌ۔

س: گندم میں موجود آٹا یا تلوں میں موجود تیل ہبہ کیا (تو) اس ہبہ کا حکم کیا ہے؟

ج: یہ ہبہ فاسد ہے۔

توضیح: آٹا ہبہ کیا اس حال میں کہ وہ گیہوں کے اندر ہے یا تل کا تیل ہبہ کیا اس حال میں کہ ابھی وہ تل کے اندر ہے تو ہبہ فاسد ہے، پھر اگر گیہوں پیس کر آٹا اس کے حوالہ کردے تو بھی جائز نہیں ہوگا، کیونکہ ہبہ کے وقت آٹا موجود نہیں ہے معدوم ہے اور شئی

Marfat.com

معدوم ملک کا محل نہیں ہوتی۔تو عقد باطل ہوا تو آٹا تیار ہو جانے کے بعد دوبارہ اس کو ہبہ کرنا چاہئے۔

س: فان طحَنَ و سَلَّمَ هل تصِحُّ هذ ہِ الهبَۃُ؟

ج: لا تَصِحُّ الاّ بعقدٍ جدِ یدٍ۔

س: پس اگر (گندم) پیس دے اور سپرد کردے (تو) کیا یہ ہبہ صحیح ہے؟

ج: یہ نئے عقد کے بغیر صحیح نہیں۔

س: ذَكَرتُم اَنَّ الهبَۃَ تتمُّ با لقبضِ ،و قد یُمکنُ ان تکونَ العینُ فی یدِ الموهوبِ له قبلَ الهبۃِ فالان کیف یفعلُ ؟

ج: قَبْضُہُ السّا بقُ یکتَفِی بہ ،وَ یَتَمَلَّكُ بِمجرّ دِ العقدِ و اِن لَّمْ یُجَدِّدْ فیها قبضا ومثلُه ما ا ذا وهَب الأبُ لا بنِه الصغیرِ فانه یملكُ الموهوبَ بنفسِ الهبَۃِ ،لأن اٰبا ہ ینو بُ عنه فی القبضِ۔

س: آپ نے ذکر کیا کہ ہبہ قبضہ کرنے سے مکمل ہوتا ہے اور تحقیق ممکن ہے کہ چیز موہوب لہ کے قبضہ میں ہبہ سے پہلے (موجود) ہو پس اب کیسے کیا جائے؟

ج: اس کے سابقہ قبضہ کرنے پر اکتفا کیا جائے اور وہ محض عقد (ہبہ) سے مالک ہو جائے گا، اگرچہ اس نے اس میں نیا قبضہ نہیں کیا اور اس جیسی وہ (صورت) ہے جب باپ اپنے چھوٹے بیٹے کو ہبہ کردے کیونکہ وہ نفس ہبہ سے موہوب کا مالک ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا باپ قبضہ کرنے میں اس کی طرف سے نائب ہے۔

﴿بچے کو کوئی چیز ہبہ کی تو یہ ہبہ کیسے مکمل ہوگا﴾

س: أ جنبیٌّ و هبَ شیئاً لِلصَّغیرِ کَیفَ تَتِمُّ هٰذِہِ الْهِبَۃُ؟

ج: اذَا قبض و الدُہٗ تِتمُّ الهِبَۃُ لأ نّہٗ وَلِیُّہ، وَ ا ذَ ا مَاتَ وَالدُ ہ وَوَلِیُّه غیرُہ قبضَها ذٰ لكَ الْوَلِیُّ جَا زَ :

س: اجنبی نے چھوٹے بچے کو کوئی چیز ہبہ کی (تو) یہ ہبہ کیسے مکمل ہوگا؟

ج: جب اسکا والد قبضہ کرلے تو ہبہ مکمل ہو جائے گا کیونکہ وہ اسکا ولی ہے اور جب اسکا والد مر جائے اور اس (بچے) کا ولی (والد) کے سوا ہو پس وہ ولی اس (ہبہ کردہ چیز) پر قبضہ کرلے۔ (تو) جائز ہے۔

﴿بچہ کو ہبہ کی گئی چیز پر ماں کے قبضہ کا حکم﴾

س: یَتِیمٌ فی حِجرِ اُمِّہٖ فَقَبضَتْ مَاوَهبَ له ما حکمُہ ؟

ج: هذَا جا ئزٌ ،بل اذا کانَ فی حجر أجنبیٍّ یر بیُه فقبضه له جا زَ أیضًا۔

س: یتیم اپنی ماں کی گود (پرورش) میں ہے اگر ماں قبضہ کرلے اس چیز کو جو اس کے بچہ کو ھبہ ہو تو کیا حکم ہے؟

ج: یہ جائز ہے بلکہ اگر وہ کسی اجنبی کی گود میں بھی ہو جو اسکی پرورش کرتا ہو اور وہ قبضہ کرلے تب بھی جائز ہے۔

Marfat.com

س :أَلا تَتِمُّ الهِبَةُ فيمَا اذا قَبض الصَّبِیُّ بنفسِهٖ ؟

ج :تَتِمُّ اذاقَبَضَ بنفِسِهٖ و هُوَ یعقِلُ ،وَالاَّ فَلاَ بُدَّ مِنْ قبضِ مَنْ یَقُوْمُ بتَر بِیَّتِهٖ حسبَ مَامَرَّ انفًا۔

س :اگر بچہ خود قبضہ کر لے تو کیا ھبہ تام ہو جا تا ہے؟

ج :اگر وہ خود قبضہ کر لے اور سمجھدار ہو تو تام ہو جائے گا ورنہ ضروری ہے اس شخص کا قبضہ کرنا جسکی پرورش میں وہ ہے جیسے مذکور ہوا۔

س :ما حکمُ هبةِ الا ثنَیْنِ دا رًا مِن وَّا حدٍ ،وحکمُ هبةٍوّا حدٍ من الاثنَیْنِ؟

ج :تَصِحُّ الْهِبَةُ فِی الصُّورةِ الأولٰی ،ولا تصِحُّ فی الصورةِ الثَّانیةِ، وهذَا عند أبی حنیفة رحمهُ الله تعا لی ،وقالَ صاحبا ہ :تَصِحُّ فی هذِہِ الصورةِ أَیْضًا۔

س :دو آدمیوں کا ایک شخص کو مکان ہبہ کرنے کا حکم اور ایک شخص کا دو شخصوں کو مکان ہبہ کرنے کا حکم کیا ہے؟

ج : پہلی صورت میں ہبہ صحیح ہے اور دوسری صورت میں صحیح نہیں اور یہ (حکم) حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور آپ کے صاحبینؒ فرماتے ہیں اس صورت میں بھی صحیح ہے

توضیح: کسی شخص کا ایک گھر ہے اس نے دو آدمیوں کو مشترکہ طور پر آدھا آدھا ہبہ کر دیا تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ دو آدمیوں کو آدھا آدھا ہبہ کیا تو ان دونوں کے درمیان اشتراک وشیوع پایا گیا اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ شیوع کے ساتھ درست نہیں ہے اس لئے یہ ہبہ صحیح نہیں ہوگا، اثر میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا کہ ہبہ جائز نہیں ہے مگر جو الگ کیا گیا ہو اور علیحدہ کیا گیا ہو اور نشان لگایا گیا ہو۔ حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی دو آدمیوں کو ایک گھر ہبہ کرے تو یہ جائز ہے کیونکہ ہبہ کرتے وقت ایک ہی جائیداد ہے اور ایک عقد ہے البتہ تقسیم اور اشتراک ہبہ کے بعد ہوئے ہیں اس لئے ہبہ درست ہے۔

﴿کیا ہبہ بالعوض صحیح ہے﴾

س :وهَلْ یَصِحُّ التعو یضُ فی الهِبةِ ؟

ج :تصحُّ ا لهبةُ بشرطِ العوضِ ،و یُعتبر التقا بضُ فی العو ضَیْنِ جمیعًا،فا ذا تقَا بَضَا صحَّ العَقْدُ ،و کان ذلكَ فِی حکمِ الْبَیْعِ فیُرَ دُّ با لعیبِ وخیا رِالرؤیةِ و تجبُ فیه الشفعةُ۔

س :کیا ہبہ عوض میں دینا صحیح ہے؟

ج : ہبہ عوض کی شرط کے ساتھ صحیح ہے اور دونوں عوضوں میں ایک ساتھ باہم قبضہ کرنے کا اعتبار کیا جاتا ہے پس جب دونوں باہم قبضہ کر لیں تو عقد صحیح ہو جائے گا اور یہ (ہبہ) بیع کے حکم میں ہوگا پس اسے عیب اور خیار رویت کی وجہ سے رد کیا جائے گا اور شفعہ اس میں ثابت ہوگا۔

﴿باندی کے ساتھ حمل بھی ہبہ ہو جائے گا﴾

س :وَ هَبَ لر جلٍ جا ریةً وا ستثنی حملَها ما حکمُ هذا لا ستثنا ءِ؟

Marfat.com

ج:تصحُّ الهبةُ فی هذه الصُّورةِ و يبطلُ الا ستثناءُ ۔
س:ایک شخص کو باندی ہبہ کی اور اسکا حمل مستثنیٰ کرلیا (تو) اس استثنا کا کیا حکم ہے؟
ج: ہبہ اس صورت میں صحیح ہے اور استثنا باطل ہے۔
توضیح: کسی نے کسی دوسرے شخص کو باندی ہبہ کی لیکن کہا کہ میں اس کا حمل ہبہ نہیں کرتا ہوں تو پوری باندی کا ہبہ ہوگا حمل کی نفی کردینا اور اس کا استثناء کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ حمل باندی کا جزء ہے اور جز کل سے علیحدہ نہیں ہوسکتا اس لئے اگر باندی ہبہ کی تو حمل بھی ہبہ ہو جائیگا۔

﴿رجوع فی الہبہ کا حکم﴾

س:وما حكمُ الر جو ع فی الهبَةِ؟
ج:اذا وهبَ لأ جنبِيٍّ هبةً فلهُ الرَّ جُوْعُ فيها الا اذا عوَّض عنها أو زاد الموهوبُ لهَ فی الموهوبِ زيادةً مُتَّصِلةً، أو مات أحدُ المتعاقِدَيْنِ أو خرج مالُ الهبة من ملكِ المو هوبِ له، والرجوعُ فيهَا وا ن كان جا ئزًا بهذه الشرو ط الا أنه مكروهٌ أشدَّ الكر اهةِ كراهةَ تحر يمٍ لما أنه قال النبی ﷺ: (العائد فی هبة كا لكلبِ يعودُ فی قَيْئِه ،ليسَ لنا مثلُ السوءِ ۔
س: ہبہ میں رجوع کا کیا حکم ہے؟
ج: جب اجنبی کو ہبہ کرے تو اسے اس میں رجوع کا (حق) ہے مگر جبکہ (موہوب لہ) اس (ہبہ) کا عوض دیدے، یا موہوب لہ موہوب میں زیادت متصلہ کا اضافہ کردے اور رجوع اس میں اگرچہ ان شرطوں کے ساتھ جائز ہے مگر وہ سخت ترین کراہت (یعنی) کراہت تحریمی (کے درجہ میں) مکروہ ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا کتے کی طرح ہے (جو) اپنی قے خود چاٹ لیتا ہے، ہمارے لئے بری مثال نہیں ہونی چاہئے:'' (یعنی ہمیں جانوروں کی گھٹیا صفات کے ساتھ متصف نہیں ہونا چاہئے)

﴿رجوع فی الہبہ کی قید کا حکم﴾

س:لم قيد تَمَّ المسالَةَ بالهبةِ لأجنَبِيٍّ؟ أفلا يجوزُ الرجوعُ فی الهبة اذا كان المو هوبُ له من ذوی القر بٰی ؟
ج:اذا وهَب لذی رحمٍ محرمٍ منه فلا رجوعَ فيها، و كذلك ما وَهَبَ أحدُ الزَّ وْجَيْنِ للاٰ خَرِ۔
س: آپ نے مسئلہ کو اجنبی کو ہبہ کرنے کے ساتھ مقید کیوں کیا؟ کیا ہبہ میں رجوع جائز نہیں جب موہوب لہ رشتہ داروں میں سے ہو؟
ج: جب وہ ذی رحم محرم کو ہبہ کرے تو اس میں (رجوع) جائز نہیں اور اسی طرح خاوند بیوی میں سے ایک دوسرے کو جو (چیز) ہبہ کرے (تو اس میں رجوع جائز نہیں)۔

Marfat.com

﴿ہبہ میں عوض دینے کا مطلب﴾

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ أَنَّهُ إِذَا عَوَّضَ عَنِ الهبةِ الموهوبُ له لَا يَصِحُّ الرجوعُ فيها فما معنَى التَّعْوِيضِ الَّذِي يَمْنَعُ الرُّجُوعَ؟

ج: صُوْرَتُهُ أن يكونَ يقول الموهوبُ له للواهبِ: خذ هٰذَا عوضًا من هِبَتِكَ، أو بدلاً عنها أو في مقابلتِها، فاذا أعطاه العوض وقبضه الواهبُ سقطَ الرجوعُ، وكذا اذا عوَّضه أجنبيٌّ عن الموهوبِ له متبرعًا و قبض الواهبُ العوضَ يسقُط حقُّ الرجوع أيضًا۔

س: تحقیق آپ نے ذکر فرمایا کہ جب موہوب لہ ہبہ کا عوض دیدے (تو) اس میں رجوع صحیح نہیں پس اس عوض دینے کا مطلب کیا ہے جو رجوع سے روکتا ہے؟

ج: اس کی صورت یہ ہے کہ موہوب لہ واہب سے کہے کہ یہ (چیز) اپنے ہبہ سے عوض کے طور پر یا اس سے بدل کے طور پر یا اسکے مقابلہ میں لیجئے پس جب وہ اسے عوض دیدے اور واہب اس پر قبضہ کر لے (تو) رجوع ساقط ہو جائے گا اور اسی طرح جب کوئی اَجنبی موہوب لہ کی طرف سے تبرع کرتے ہوئے اسے عوض دے اور واہب عوض پر قبضہ کر لے (تب) بھی رجوع کا حق ساقط ہو جائے گا۔

﴿موہوب لہ سے نصف میں حق ساقط ہو گیا تو نصف عوض میں رجوع کر سکتا ہے﴾

س: أعطى الموهوبُ له عوضًا عن الهبةِ ثم اسْتُحِقَّ نصفُ الهبَةِ هَل يرجع صاحبُ العوضِ بِشَيْءٍ؟

ج: يرجعُ بِنِصْفِ العِوَضِ۔

س: موہوب لہ نے ہبہ کا عوض دیا پھر آدھے ہبہ میں حق ساقط ہو گیا (تو) کیا عوض کا مالک کسی چیز کے ساتھ رجوع کرے؟

ج: وہ آدھے عوض کے ساتھ رجوع کرے۔

﴿رجوع فی الھبہ کے بعض مسائل﴾

س: وان استُحقَّ نِصْفُ العِوَضِ هل يرجعُ الواهبُ فِي هِبَتِهِ؟

ج: لا يرجعُ الواهبُ بشَيْءٍ في هذه الصُّورَةِ إِلَّا أن يرُدَّ ما بقِيَ من العوَضِ ثم يرجعُ في كُلِّ الهبَةِ۔

س: اگر آدھے عوض کا حق ثابت ہو جائے (تو) کیا واہب اپنے ہبہ میں رجوع کرے؟

ج: واہب اس صورت میں کسی چیز کیساتھ رجوع نہ کرے مگر یہ کہ وہ اس عوض کو واپس کر دے جو باقی رہ گیا پھر پورے ہبہ میں رجوع کرے۔

Marfat.com

س: هل يُشترَطُ شروطٌ لِصِحَّةِ الرُّجوعِ ؟

ج: لا يَصِحُّ الرجوعُ ۔في الصورةِ الّتي يجوزُ فيها الرجوعُ ۔الا بأحدِالأمرَيْنِ اما بِتَراضي المتَعاقِدَيْن أو بحُكمِ الحاكِمِ۔

س: کیا رجوع کی صحت کے لئے شرائط لازم کی جاتی ہیں؟

ج: رجوع صحیح نہیں ہوتا اس صورت میں جس میں رجوع جائز نہیں ہوتا مگر دو امروں میں سے ایک امر کے ساتھ یا تو باہم عقد کرنے والے دونوں (شخصوں) کی باہم رضامندی کے ساتھ یا قاضی کے فیصلہ کے ساتھ۔

س: تلفتِ العينُ الموهوبةُ ثم استَحَقّها مُستَحِقٌّ فضمِنَ الموهوبُ له هل له أن يرجِعَ على الواهِبِ؟

ج: لا يرجعُ عليه بشيءٍ ۔

س: ہبہ کردہ چیز ضائع ہوگئی پھر کوئی مستحق اسکا حقدار ہوگیا پس موہوب لہ اسکا ضامن ہوگیا (تو) کیا (موہوب لہ) کو (حق) ہے کہ وہ واہب پر رجوع کرے؟

ج: وہ اس پر کسی چیز کے ساتھ رجوع نہ کرے۔

﴿صدقہ میں بھی قبضہ کرنا شرط ہے﴾

س: هَلْ يُشْتَرطُ الْقَبْضُ فِي الصَّدَقَةِ لِتَمَلُّكِ الفقيرِ ؟

ج: الصدقةُ كالهبةِ فلا يتملك الفقيرُ الا بالقبضِ، ولا تجوزُ الصدقةُ في مشاعٍ يحتملُ القِسْمَةَ۔

س: کیا فقیر کے مالک ہونے کے لئے صدقہ میں قبضہ کرنے کی شرط لازم کی جاتی ہے؟

ج: صدقہ، ہبہ کی طرح ہے پس فقیر قبضہ کرنے کے بغیر مالک نہیں ہوتا اور نہیں جائز ہوتا صدقہ ایسی مشترک (چیز) کا جو تقسیم کا احتمال رکھتی ہو۔

﴿دو فقیروں پر ایک چیز صدقہ کرنا جائز ہے﴾

س: إذا تصَدَّقَ على فقيرَيْنِ بشيءٍ واحدٍ هل يجوزُ ذلك ؟

ج: يجوزُ۔

س: جب دو فقیروں پر ایک چیز کا صدقہ کرے (تو) کیا وہ جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔

Marfat.com

﴿صدقہ کرنے کے بعد صدقہ میں رجوع صحیح نہیں ہے﴾

س: هَلْ يَصِحُّ الرُّجُوْعُ فى الصدقةِ ؟
ج: لا يَصِحُّ الرُّجُوْعُ فيها بعدَ القَبْضِ ۔
س: کیا صدقہ میں رجوع صحیح ہے؟
ج: قبضہ کرنے کے بعد (صدقہ) میں رجوع صحیح نہیں۔

﴿رقبی اور عمری کا حکم﴾

س: ما حكم العمرىٰ والرقبىٰ عند ائمتنا الثلاثةِ رحمهم الله تعالى؟
ج: العُمرىٰ جائزةٌ، وهى للمعمر له وَلِوَرِثَتِهٖ من بعدهٖ، والرقبىٰ باطلةٌ عند أبى حنيفة و محمدٍ رحمهم الله تعالى، وقال أبو يوسف رحمهم الله تعالى هى جائزةٌ۔
س: ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک عمری اور رقبی کا حکم کیا ہے؟
ج: عمری جائز ہے اور یہ معمر لہ کے لئے ہے اور اسکے بعد اس کے ورثہ کیلئے ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ وحضرت محمدؒ کے نزدیک رقبی باطل ہے حضرت ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے۔

کتاب الغصب

﴿غصب کا بیان﴾

توضیح: غصب غصبا چھین لینا زبردستی لے لینا۔ المغصوب چھینی ہوئی چیز خرق (ن۔ض) سے پھاڑنا۔ یسیر تھوڑا معمولی۔ ضال۔ ختم ہونا باقی نہ رہنا۔ اعظم بڑا بہت زیادہ۔ حنطه۔ گندم۔ حدید۔ لوہا فضه۔ چاندی۔ ذهب۔ سونا۔ اقلع۔ اکھاڑنا۔ ابیض۔ سفید۔ یمین قسم نکول۔ انکار۔ العوض۔ بدلہ نما۔ اضافہ۔

﴿غصب کی تعریف﴾

س: الغصبُ ما هُوَ ؟
ج: هو ازالةُ اليدالمحِقَّةِ باثبا ت اليدِ المبطِلةِ فى مالٍ متقومٍ محترمٍ قابلٍ للنقلِ بغير اذنِ مالِكِهٖ
س: ؟غصب کیا ہے ؟
ج: وہ نقل کے قابل، لائق احترام، باقیمت مال میں اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ناحق قبضہ کو ثابت کرنے کے ساتھ حق قبضہ کو

Marfat.com

زائل کرنا ہے۔

﴿غاصب نے مغصوب کی ہلاک کا دعویٰ کیا تو کیا فیصلہ ہوگا؟﴾

س: اذا غصبَ شيئًا وادعى هلاكه بما ذا يُقضٰى عليهِ؟

ج: الأصلُ أن يردَّ الغاصبُ العينَ المغصوبةَ بعينِها، فانِ ادّعٰى هلاكَها حَبَسَهُ الحاكمُ حتى يعلمَ أنَّها لو كانَتْ فِي يدِهِ لأظهرِهَا، ثم قضٰى عليهِ الحاكمُ ببدلِها۔

س: جب کوئی چیز چھین لے اور اس کے ہلاک ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کے خلاف کس (چیز) کے ساتھ فیصلہ دیا جائے؟

ج: قانون یہ ہے کہ غاصب بعینہ غصب کردہ چیز واپس کرے پس اگر وہ اس کے ہلاک ہونے کا دعویٰ کرے تو قاضی اسے قید کر لے یہاں تک کہ اسے علم ہو جائے کہ وہ (چیز) اگر اس کے قبضہ میں ہوتی تو البتہ وہ اسے ظاہر کر دیتا تو پھر قاضی اس کے خلاف اس (چیز) کے بدل کے ساتھ فیصلہ دے۔

﴿مغصوب کا بدل﴾

س: البدلُ ما هوَ؟

ج: اذا غَصَبَ مما له المثلُ كالحنطةِ ونحوِها فهلكَ في يدِه فعليْه ضمانُ مثلِه، واذا كان مما لا مثلَ له كالعدَدِيّ المتفاوِتِ فعليه قيمةُ ما غصبَ۔

س: بدل کیا ہے؟

ج: جب اس میں سے غصب کرے جس کی مثل ہے جیسے گندم اور اس جیسی (چیز) پس وہ اس کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو اس کے ذمہ اس کے مثل کا ضمان ہے اور جب اس میں سے ہو جس کی مثل نہیں ہے جیسے عددی متفاوت تو اسکے ذمہ اس کی قیمت ہے جو اس نے غصب کیا۔

توضیح: اگر غصب کردہ چیز جوں کی توں موجود ہو تو اسی کو واپس کرنا ضروری ہے، لیکن اگر غصب کردہ چیز بعینہ موجود نہیں ہے بلکہ وہ ضائع ہوگئی ہے اور ضائع شدہ چیز ناپ کر دی جانے والی یا تول کر دی جانے والی ہو تو غصب کی ہوئی چیز کی طرح اس کو واپس کرنا ضروری ہوگا۔ اور اگر وہ ایسی ہو کہ اس کی مثل باقی نہ رہی ہو اور بازار میں اس طرح کی چیز نہ ملتی ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں اس کی قیمت لازم ہوگی، باقی قیمت کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ خصومت اور نزاع کے دن جو قیمت رہی ہو اس کو معتبر قرار دیتے ہیں یعنی حاکم نے جس دن اس کے بارے میں فیصلہ کیا ہو اس دن چیز کی جو قیمت ہو اسی کا اعتبار ہوگا اور اسی کا وجوب ہوگا اور حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ عقد کے دن جو چیز کی قیمت رہی ہو اسی کا اعتبار ہوگا، اور وہی لازم ہوگی اور امام محمدؒ فرماتے ہیں جس دن اس کا مثل ختم ہوا اور ملنا ممکن نہیں رہا اس دن جو بھی قیمت اس کی ہوگی وہ ہی واجب ہوگی، امام ابو یوسفؒ کی

Marfat.com

دلیل یہ ہے کہ چیز کی مثل ختم ہو جانے کی وجہ سے اس کا الحاق غیر مثلی چیزوں کے ساتھ ہو گیا، لہٰذا جو قیمت غصب کے دن رہی ہوگی وہ ہی معتبر ہوگی امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ غصب کرنے والے پر اس کی مثل کا وجوب ہوگا، اور مثل باقی نہ رہنے اور نہ ملنے کی صورت میں مثل کا رخ قیمت کی طرف ہو جائیگا۔ اور مثل کے انقطاع کے دن چیز کی جو قیمت ہوگی وہ ہی معتبر ہوگی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مثل کے وجوب کا قیمت کی طرف منتقل ہو جانا اس کا سبب صرف مثل کا منقطع ہونا اور باقی رہنا ہی نہیں بلکہ اس کا سبب قاضی کا فیصلہ ہے لہٰذا فیصلہ کے دن جو قیمت ہوگی اسی کو معتبر قرار دیا جائے گا۔ صاحب ذخیرۃ الفتاوی فرماتے ہیں فتوی امام محمدؒ کے قول پر ہے۔

﴿غصب میں ہلاک اور استھلاک کے درمیان فرق نہیں﴾

س: وهل هُناكَ فرقٌ بين الهلَاكِ والا ستهلَا كِ ؟

ج: لا فرقَ في ذلكَ: والضمانُ واجبٌ علَى الغاصِبِ سَواءٌ استهلكَ المغصوبُ اوهلك في يدِه بفعلِه أو بفعلِ غيرِه۔

س: کیا یہاں (یعنی غصب کے باب میں) ہلاک ہونے اور ہلاک کرنے کے درمیان فرق ہے؟

ج: اس بارے میں کوئی فرق نہیں اور ضمان غاصب پر واجب ہے برابر ہے کہ وہ مغصوب کو ہلاک کرے یا اس کے فعل کے ساتھ یا اس کے غیر کے فعل کے ساتھ اس کے قبضہ میں (از خود) ہلاک ہو جائے۔

س: وما حكمُ النقصَانِ ؟

ج: ما نقَص من العينِ المغصو بَةِ في يدِالغا صبِ فعليهِ ضما نُ النقصان

س: نقصان کا کیا حکم ہے؟

ج: غاصب کے قبضہ میں غصب کردہ چیز میں جو نقصان ہو تو نقصان کا ضمان اس کے ذمہ ہے۔

﴿مغصوب سے مالک کو بدل ادا کئے بغیر نفع اٹھانا حلال نہیں﴾

س: غصَب عيناً و تغيرتِ العينُ المغصو بةُ بفعلِ الغا صبِ حتى زَالَ اسمُها وأ عظم منا فِعِها كمن غصَبَ شاةً فذبحَها و شوًّا ها أوطبَخها أو غصَب حنطةً فطحنَها ،آو حد يدًا فا تخذه سيفًا ،او صُفرًا فصا غه آنيةً ما ذا حكمُه ؟

ج: زَال عنها ملكُ المغصوب منهُ في هذهِ الصُّورَةِ و ملكَ الغاصبُ العينَ المغصو بَةَ ،ولا يحلُّ له الا نتفا عُ بها حتى يؤدّىَ بد لَها الى ما لكِها

س: کوئی چیز غصب کی اور غصب کردہ چیز غاصب کے فعل کے ساتھ تبدیل ہوگئی یہاں تک کہ اس کا نام اور اسکا سب سے بڑا نفع جا

Marfat.com

تار ہا جیسے کسی نے بکری غصب کی پس اسے ذبح کر دیا اور اسے بھون دیا، یا اسے پکا دیا یا گندم غصب کی پس اسے پیس دیا یا لوہا (غصب کیا) پس اسکی تلوار بنا دی یا پیتل (غصب کیا) پس اس کا برتن بنا دیا (تو) اسکا کیا حکم ہے؟

ج: اس صورت میں مغصوب منہ کی ملک (غصب کردہ چیز) سے زائل ہوگئی اور غاصب غصب کردہ چیز کا مالک ہوگیا، اور اسکے لئے اس سے نفع اٹھانا حلال نہیں یہاں تک کہ وہ اسکے مالک کو اسکا بدل ادا کر دے۔

توضیح: غصب کرنے والے نے چیز غصب کرنے کے بعد اس چیز میں اس قدر تصرف کیا کہ نہ تو اس کا سابق نام باقی رہا، اور نہ ہی اس کے وہ منافع باقی رہے بلکہ تغیر کے بعد اکثر منافع ختم ہو گئے مثلاً غصب کی گئی چیز بکری تھی اور اس نے یہ بکری ذبح کی اور اسے بھون لیا یا اس کو پکا لیا یا غصب کردہ چیز گندم تھی غاصب نے اس کو پیس لیا یا غصب کردہ چیز لوہا تھی اس کی تلوار بنالی یا پیتل تھا ہیت تبدیل کر کے برتن بنالیا تو ان ذکر کردہ تمام صورتوں میں احناف فرماتے ہیں کہ غصب کرنے والے کو ملکیت حاصل ہو جائیگی۔ اور وہ غصب کردہ چیز کا تاوان ادا کرے گا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورتوں میں بھی جو اصل مالک ہے اس کا حق ختم نہیں ہوگا امام ابو یوسفؒ سے اسی طرح کی روایت منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ غصب کردہ جوں چیز توں باقی ہے۔ پس وہ اصل مالک کی ملکیت میں برقرار رہے گی، باقی رہا اس میں صنعت کا ظہور مثلاً لوہے کا تلوار بن جانا یا پیتل کا برتن بن جانا تو اسے اصل کے تابع قرار دیں گے دیگر ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ غصب کرنے والے نے غصب کردہ میں ایک اس طرح کی بیش قیمت صنعت کا اضافہ کر دیا ہے، کہ وہ اس کی وجہ سے مالک کا حق ایک اعتبار سے باقی نہیں رہا اور اس کے اندر غصب کرنے والے کا حق ثابت ہو رہا ہے۔ تو اس کا حق پوری طرح باقی رہنے کی وجہ سے اسے اصل کے مقابلے میں راجح قرار دیا جائیگا۔ البتہ جب تک وہ تاوان ادا نہیں کردے گا۔ اس کے لئے اس سے نفع اٹھانا حلال نہیں ہوگا۔ حضرت حسن بن زیادؒ اور امام زفرؒ فرماتے ہیں تاوان ادا کرنے سے پہلے حلال نہ ہوگا۔

﴿کپڑا چھین کر رنگ لینے اور ستو میں گھی ملا دینے کا حکم﴾

س: غَصَبَ ثوبًا فصبَغه أحمرَ، أو سويقًا فلتَّه بسمنٍ، ما ذا حكمُه؟

ج: المالكُ بالخيارِ ان شاء ضمِن الغاصبُ قيمةَ ثوبٍ أبيضَ في الصُّورةِ الأولٰى و مثلَ السَّويق في الصورةِ الثانية وسلَّمهما الى الغاصبِ، وان شاء أخذَ هما و ضمِن له ما زاد الصبغُ في الثَّوبِ والسمن في السَّويقِ۔

س: کپڑا چھینا پس اسے سرخ رنگ دے دیا یا ستو (چھینا) پس اس میں گھی ملا دیا (تو) اسکا کیا حکم ہے؟

ج: مالک با اختیار ہے اگر چاہے غاصب کو پہلی صورت میں سفید کپڑے کی قیمت کا اور دوسری صورت میں ستو کے مثل کا ضامن بنائے اور وہ دونوں (چیزیں) غاصب کو سپرد کر دے اور اگر چاہے تو ان دونوں (چیزوں) کو لے لے اور اس کے لئے ضامن ہو جائے جو کپڑے میں رنگ اور ستو میں گھی کا اضافہ ہوا۔

Marfat.com

﴿شہتیر غصب کر کے اوپر تعمیر کر لینے کا حکم﴾

س: وان غصَبَ ساحةً فبنٰی علَیْها ماذا حکمُه؟

ج: زَالَ عنها ملكُ ما لِكِها و لزِ م الغا صبُ قیمتَها ۔

س: اگر شہتیر غصب کرے پس اس پر تعمیر کرلے (تو) اسکا کیا حکم ہے؟

ج: اس کے مالک کی ملک اس سے زائل ہوگئی اور اسکی قیمت غاصب کو لازم ہوگئی۔

توضیح: اگر کسی شخص نے شہتیر رغصب کرلیا اور پھر اس پر تعمیر کر لی تو اس میں ابو جعفر ہندوانیؒ اور علامہ کرخیؒ کے ہاں یہ تفصیل ہے کہ غصب کرنے والا اس کے اوپر عمارت کے ساتھ ساتھ ارد گرد بھی کچھ بنائے تو شہتیر کے مالک کا حق ختم ہو جائیگا۔ اور محض اس کے اوپر بنا نے سے منقطع نہ ہوگا۔ صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں یہ حکم اس صورت میں ہے کہ عمارت کی قیمت زیادہ ہو، اور شہتیر کی قیمت زیادہ ہونے پر ما لک کے حق کے منقطع نہ ہونے کا حکم کیا جائیگا۔

﴿غائب شدہ مغصوبہ چیز کی قیمت میں اختلاف کا فیصلہ کیسے ہوگا﴾

س: غصَب عیناً فغَیَّبها فضمِنه الما لكُ قیمتها لکنَّهما اختلَفَا فِی القیمةِ کیف یقضٰی بینَهُما ؟

ج: القول فی القیمةِ قولُ الغا صبِ مع یمینِهٖ الا أن یقیمَ الما لِكُ البینةَ علی أ کثرَ من ذلكَ ، فا ذا أقام البینةَ یکو نَ القولُ قولَه ،فاذا ضمِنَ الغا صِبُ القیمةَ ملکَها ۔

س: کوئی چیز غصب کی پس اسے غائب کر دیا اور مالک نے اسے اس کی قیمت کا ضامن بنا دیا لیکن ان دونوں نے اختلاف کیا تو ان کے درمیان کیسے فیصلہ دیا جائے؟

ج: قیمت میں (معتبر) قول غاصب کا قول اس کی قسم کے ساتھ ہے مگر یہ کہ مالک زائد پر بینہ قائم کردے تو (معتبر) قول اسکا قول ہے پس جب غاصب قیمت کا ضامن ہو جائے (غصب کردہ چیز) کا مالک ہو جائے گا۔

توضیح: اگر مالک کو غاصب کے درمیان قیمت میں اختلاف ہو تو غاصب کا قول اس کی قسم کے ساتھ قبول ہوگا۔ کیونکہ مالک زیادہ کا دعوی کرنے والا ہے اور غاصب منکر، ہاں اگر مالک بینہ قائم کردے تو اس کا بینہ مقبول ہوگا، پھر اگر مغصوب چیز ظاہر ہو جائے اور اس کی قیمت اس مقدار سے زیادہ ہو جس کا غاصب نے تاوان دیا ہے، اور تاوان ہی مالک کے قول کے موافق یا اس کے بینہ کے مطابق یا اپنے انکار قسم کے سبب دیا ہے۔ تو شئی مغصوب غاصب کی مملوک ہوگی اور اس مالک کو اس میں اختیار نہ ہوگا۔ کیونکہ مالک اسی مقدار کا مدعی تھا اور اس پر راضی ہو چکا تھا اور اگر غاصب نے اپنے قول کے موافق قسم کھا کر تاوان دیا تھا تو مالک کو اختیار ہوگا۔ چاہے شئی مغصوب لے کر اس کا ضمان واپس کردے، اسی ضمان کو برقرار رکھے۔ لانه لم یتم رضاه لهذا لمقدار حیث یدعی الزیاده۔

Marfat.com

﴿قیمت وضمان مغصوب کی بعض صورتوں کا حکم﴾

س: ضَمِنَ العينَ المغيَّبةَ الغاصبُ بقَوْلِ المالكِ او ببينةٍ أقامها المالكُ أو بنكولِ الغاصبِ عن اليمينِ أو بقولِ الغاصبِ مع يمينِهٖ ثم ظهرتِ العينُ و قيمتُها أكثرُ مما ضمِن فهل للمالكِ خيارٌ في أخذ ما انتقصَ من القيمةِ ؟

ج: ان كان الغاصبُ ضمِنها بقولِ نفسِهٖ مع يمينه فالمالكُ بالخِيَارِ اِنْ شَاءَ امضٰى الضمان وَان شاء أخذ العينَ وردّ العوضَ، وان ضمِنها بقول المالكِ أوببينة أقامَها المالكُ أو بنكول نفسِه عن اليمينِ فلاخيارَ للمالكِ والعينُ للغاصِبِ۔

س: غاصب مالک کے قول کے ساتھ یا بینہ کے ساتھ جسے مالک نے قائم کیا یا قسم سے غاصب کے انکار کے ساتھ یا قسم سمیت غاصب کے قول کے ساتھ عیب کردہ چیز کا ضامن ہوا، پھر چیز ظاہر ہوگئی اور اسکی قیمت اس سے زائد ہے جس کا وہ ضامن ہوا تو کیا مالک کو اختیار ہے اس (مقدار) کے لینے میں جو قیمت سے کم ہوئی؟

ج: اگر غاصب اپنی قسم سمیت اپنے قول کے ساتھ اس (چیز) کا ضامن ہوا ہو تو مالک با اختیار ہے اگر چاہے ضمان کو نافذ کردے اور اگر چاہے چیز لے لے اور عوض واپس کردے اور اگر وہ مالک کے قول کے ساتھ یا بینہ کے ساتھ جسے مالک نے قائم کیا یا قسم سے اپنے انکار کے ساتھ اس (چیز) کا ضامن ہوا تو مالک کو اختیار (حاصل) نہیں اور چیز غاصب کے لئے ہے۔

﴿سونا یا چاندی غصب کر کے دراہم ودینار بنا لینے کی صورت کا حکم﴾

س: غَصَبَ فِضَّةً أو ذهبًا فضربَها دراهمَ أو دنانيرَ صاغها آنيةً هل يزولُ ملكُ المالكِ عنهَا ؟

ج: لا يزولُ ملكُ المالِكِ عنها في هذهِ الصورَةِ عند أبي حنيفةؒ لان العينَ باقيةٌ من كل وجهٍ۔

س: چاندی یا سونا غصب کیا پس اسکے دراہم یا دنانیر بنا دیے، یا اسکا برتن بنا دیا (تو) کیا مالک کی ملک اس (سونا یا چاندی) سے زائل ہو جائے گی؟

ج: حضرت ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس صورت میں اس (سونے یا چاندی) سے مالک کی ملک زائل نہیں ہوگی کیونکہ چیز ہر لحاظ سے باقی ہے۔

س: ذَبَح شاةً وغيرَہٗ بغيرِ أمرِه ما ذا يفعلُ مالِكُها ؟

ج: مالِكها بالخيارِ ان شاءَ ضمَّنه قيمتَها و سلَّمَها اليهِ، وان شَاء ضمَّنَه نقصانَها۔

س: اپنے غیر کی بکری اس کے حکم کے بغیر ذبح کی (تو) اسکا مالک کیا کرے؟

ج: اس کا مالک با اختیار ہے: اگر چاہے اسے اسکی قیمت کا ضامن بنائے اور (بکری) اسے سپرد کردے اور اگر چاہے (بکری) کے

Marfat.com

نقصان کا ضامن بنائے۔
توضیح: اگر کسی شخص نے کسی کی بکری اس کی اجازت کے ساتھ ذبح کر دی تو اس صورت میں مالک کو یہ حق ہوگا کہ خواہ بکری غصب کرنے والے کے پاس ہی رہنے دے اور اس سے بکری کی قیمت وصول کر لے، اور چاہے تو بکری خود رکھ کر غصب کرنے والے سے نقصان کی مقدار تاوان وصول کر لے۔ کیونکہ بکری سے مختلف منافع حاصل ہوتے ہیں مثلاً دودھ پینا، نسل بڑھانا، گوشت کھانا، وغیرہ اور اس کے ذبح کے بعد کچھ منافع باقی ہیں، کچھ فوت ہو گئے ہیں، اس لئے مالک کو دونوں اختیار ہیں چاہے بکری رکھ لے اور بقدر نقصان تاوان لے لے یا بکری اسی کے پاس رہنے دے اور اس کو قیمت کا ضامن بنا دے۔

﴿کپڑے کے پھٹن کا حکم﴾

س: خَرَقَ ثوبَ غیرِہ، ما ذَا حُکْمُہ؟
ج: ان کانَ الخرقُ یسیرًا ضمِن نقصانَہ، وان کانَ کثیرًا یبطُل بہ عامۃُ منافِعِہ فلمالِکِہ أن یُضَمِّنہ جمیعَ قیمتِہ۔
س: اپنے غیر کا کپڑا پھاڑ دیا (تو) اسکا کیا حکم ہے؟
ج: اگر پھٹن تھوڑی ہے (تو) وہ اسکے نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر (پھٹن) زیادہ ہے کہ اسکی وجہ سے (کپڑے) اکثر منافع باطل ہو جاتے ہیں تو اس کے مالک کے لئے (جائز) ہے کہ وہ اسے اس کی تمام قیمت کا ضامن بنائے۔
توضیح: اگر کسی شخص نے کسی کا کپڑا پھاڑ دیا تو اگر پھٹے ہوئے کپڑے کی مقدار کم ہو تو کپڑا پھاڑنے والے پر نقصان کا ضمان لازم ہوگا، اور اگر اس نے اتنا زیادہ پھاڑ دیا کہ اس کی وجہ سے کپڑے کے اکثر فوائد ختم ہو گئے تو مالک کو پھاڑنے والے سے کپڑے کی پوری قیمت وصول کرنے کا حق ہوگا۔

﴿غصب کی تعریف میں لگائی گئی قیود کے ثمرات﴾

س: قیدتُم فِی تعریفِ الغصبِ أن یکونَ المغصوبُ مالاً متقومًا محترمًا قابلاً لِلنَّقل فما فائدۃُ ہذہِ القیودِ؟
ج: تظہرُ فائدۃُ القیودِ فیمَا یلِی: (۱) استہلَکَ مسلمٌ خمرا أو خنزیرًا لمسلم لم یضمَن، لأنہما لَیسَا بمالٍ محترمٍ متقوَّمٍ عند المسلمینَ، أما اذا استہلَکَ المسلمُ خمرًا لذمِّیٍّ أو خنزیرًا لہ یضمن، لتقوُّمِہما عند اہلِ الذمۃ۔ واذا غصَبَ عقارًا فانہ لا یتحقَّقُ الغصبُ فیہا عند أبی حنیفۃَ وأبی یوسفَ، لأن العَقارَ لیس ممَّا یُنقَل و یحوَّلُ، وثمرۃُ ہذا الخلافِ تظہرُ فیما اذا غصَبَ عقارًا و ہلکَ فی یدِہ فانہ لا یضمَن عندہُما و یضمَن عند محمد رحمہم اللہ تعالی۔

Marfat.com

س: آپ نے غصب کی تعریف میں قید لگائی کہ مغصوب نقل کے قابل، لائق احترام، باقیمت مال ہو تو ان قیود کا فائدہ کیا ہے؟

ج: قیود کا فائدہ درج ذیل (مسائل) میں ظاہر ہوتا ہے:

(۱) مسلمان نے مسلمان کی شراب یا سور کو ہلاک کر دیا (تو) ضامن نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں (چیزیں) مسلمانوں کے نزدیک لائق احترام، باقیمت مال نہیں ہیں۔ بہرحال جب مسلمان ذمی کی شراب یا اس کے سور کو ہلاک کر دے (تو) اہل ذمہ (یعنی ذمی لوگوں) کے نزدیک ان دونوں (چیزوں) کے باقیمت ہونے کی وجہ سے ضامن ہوگا۔

(۲) جب زمین غصب کرے تو تحقیق حضرت ابوحنیفہؒ وحضرت ابو یوسفؒ کے نزدیک اس میں غصب ثابت ہوگا کیونکہ زمین اس میں سے نہیں ہے جو منقول ومحول ہو اور اس اختلاف کا ثمرہ اس (صورت) میں ظاہر ہوگا جب وہ زمین کو غصب کرے اور وہ اسکے قبضہ میں ہلاک ہو جائے کیونکہ وہ ان دونوں (یعنی شیخین) کے نزدیک ضامن نہیں ہوگا حضرت محمدؒ کے نزدیک ضامن ہوگا۔

﴿شیخین کے نزدیک زمین میں غصب﴾

س: لَا يَتحقّقُ الغصبُ عند همَا فی العقارِ لكن اذا قبض على عقا ر فنقصَ منه بفعلِهِ أو سُكنَا ہُ هل يضمَن ذلكَ ؟

ج: نعَم يضمَن ذلكَ فی قولِهِمْ جمِيْعاً

س: (شیخین) کے نزدیک غصب زمین میں ثابت نہیں ہوتا لیکن جب وہ زمین پر قبضہ کرلے پس اس کے فعل یا اسکے رہائش کی وجہ سے اس میں نقص آجائے تو (کیا) وہ اس (نقص) کا ضامن ہوگا؟

ج: جی ہاں: وہ ان سب (ائمہ) کے قول میں اس (نقص) کا ضامن ہوگا۔

س: غصَب أرضًا فغرسَ فيها غر سًا أو بنى بنا ءً ما ذا حكمُه ؟

ج: قيل للغاصبِ: اقلع الغرسَ والبناءَ ورُدَّها الى مالكِها فارِغةً، فان كانتِ الأرضُ تنقص بقلع ذلك فللما لكِ أن يضمن له قيمةَ البنا ء و الفرسِ مقلو عينَ و يكو نا ن لَهُ۔

س: زمین غصب کی پس اس میں پودا لگا دیا یا عمارت تعمیر کر دی (تو) اس کا حکم کیا ہے؟

ج: غاصب سے کہا جائے کہ پودا اور عمارت اکھیڑ دیجئے اور اس (زمین) کو اس کے مالک کی طرف واپس کر دیجئے اس حال میں کہ (پودے اور عمارت) سے خالی ہو، پس اگر اس کے اکھیڑنے کی وجہ سے زمین ناقص ہوتی ہو تو مالک کے لئے (جائز) ہے کہ وہ (غاصب) کے لئے عمارت اور پودے کی قیمت کا ضامن ہو جائے اس حال میں کہ (عمارت اور پودے) اکھڑے ہوئے ہوں اور وہ دونوں (چیزیں) اس کی ہو جائیں۔

توضیح: اگر کسی شخص نے زمین غصب کرلی پھر اس میں پودے لگالیے یا کوئی عمارت بنالی یا کپڑا غصب کر کے اسے رنگ لیا، یا ستو

Marfat.com

غصب کر لئے اور پھر اس میں گھی ملا لیا تو غصب کرنے والے سے یہ پودے یہ عمارت اکھیڑ کو زمین کو مالک کے حوالہ کرنے کے لئے کہا جائیگا، اور اس کو اکھیڑنا اگر زمین کے لئے نقصان دہ ہوا تو اس کے بقدر تاوان وصول کیا جائے گا۔

﴿مغصوب کی افزائش کا حکم﴾

س: نماءُ المغصوبِ ما حکمُہ اذا کان فی یدِ الغا صِب؟

ج: نما ئُہ أما نۃٌ فی یدِ الغا صب کو لدِ المغصو بَۃِ و لمرۃِ البُستانِ المغصوبِ ،فا ن ھلکَ فی یدِ الغا صبِ فلا ضما نَ علیہ الا أن یتعدی فیہِ أو یطلبَھا ما لکُھا فیمنعَھا ایاہ۔

س: مغصوب کی افزائش کا حکم کیا ہے جبکہ وہ غاصب کے قبضہ میں ہو؟

ج: اس کی افزائش غاصب کے قبضہ میں اُمانت ہے جیسے مغصوبہ (باندی) کا بچہ اور مغصوب باغ کا پھل، پس اگر یہ غاصب کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو اسکے ذمہ کوئی ضمان نہیں مگر یہ کہ وہ اس میں تجاوز کرے یا اس کا مالک اسے طلب کرے پس وہ اسکو اس سے روک دے۔

س: اغتصَب جا ریۃٌ فز نی بھا ھو أو غیرُہ فو لدتْ عندَہ و نقصَت بالو لا دۃِ من یضمَن ھذا النقصانَ ؟

ج: یضمَن الغا صبُ ھذا لنقصانَ ،فَان کانَ فی قیمۃِ الو لَدِ و فا ءٌ بہ جُبر النقصانُ با لو لدِ ،و یسقطُ الزمانُ عن الغا صبِ ،وان لم یکن بہ وفا ءٌ یسقطُ الز مانُ بحسا بِہٖ و یضمَنُ البا قِی۔

س: باندی غصب کی پس اس نے یا اس کے غیر نے اس کے ساتھ زنا کیا پس اس نے اس کے ہاں بچہ جنا اور ولادت کی وجہ سے (باندی) ناقص ہوگئی (تو) کون اس نقصان کا ضامن ہوگا؟

ج: غاصب اس نقصان کا ضامن ہوگا پس اگر بچے کی قیمت میں اس (نقصان) کی وفا ہے تو بچے کے ذریعہ نقصان کی تلافی کی جائے اور ضمان غاصب سے ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نقصان کی وفا نہیں ہے تو ضمان اس (بچے) کے حساب کے مطابق ساقط ہوگا اور وہ باقی نقصان کا ضامن ہوگا۔

﴿کیا مغصوب کے منافع کی ضمان لازم ہوگی﴾

س: غصَبَ دا بَّۃً فر کبَھا ،أو دارًا فسکنَھا ،أو عبدًا فا ستخد مَہ شھرًا (مثلا) ھل یجبُ علیہِ ضمانُ المنافعِ؟

ج: لا یضمَن الغا صِبُ منا فعَ ما غصَب الا أن ینقصَ با ستعما لِہ ۔

س: جانور غصب کیا پس اس پر سواری کی یا مکان (غصب کیا) پس اس میں رہائش کی یا غلام (غصب کیا) پس اس سے خدمت لی (مثلاً) ایک مہینہ (تو) کیا منافع کا ضمان اس کے ذمہ واجب ہوگا؟

ج: غاصب اس کے منافع کا ضامن نہیں ہوگا جس کو اس نے غصب کیا مگر یہ کہ اس کے استعمال کی وجہ سے وہ (چیز) ناقص ہو جائے۔

Marfat.com

کتاب الودیعة

﴿ودیعت کا بیان﴾

لغات: الودیعة، امانت ۔ المودع، امانت رکھا گیا شخص ، خلط ملانا۔ التعدی تجاوز کرنا۔

﴿ودیعت کیا ہے؟﴾

س: الو دیعةُ ما ھیَ ؟

ج: ھی مشتقةٌ من الودْعِ و ھو الترکُ ،ھذا معناہ اللغوی ،وأمّا شرعا فھی عبا رةٌ عن ایداع الأعیَانِ عندَ مَن ھو أھلُ التصرُّف فی الحفظِ مع بقاءِ ھا علی حکمِ ملکِ المالِکِ ۔

س: لغت اور شریعت کی رو سے ودیعت کیا ہے؟

ج: ودیعت لغت میں مشتق ہے ودع سے جس کا معنی ہے چھوڑنا۔ اور شریعت میں نام ہے کسی چیز کا چھوڑنا اور رکھنا کسی اہل تصرف کے پاس حفاظت کے لئے، ساتھ اسکے کہ مالک کی ملکیت اس میں باقی ہو۔ (خلاصہ یہ کہ کسی چیز کو دوسرے شخص کے پاس حفاظت کی غرض سے رکھوانا باوجودیکہ ملکیت مالک ہی کی ہو۔)

﴿ودیعت مودع کے پاس امانت ہوتی ہے﴾

س: وما حکمُ الو دیعةِ اذا کانت فِی یدِ المو دَعِ ؟

ج: الو دیعةُ أما نةٌ فی یدِ المو دَع ،ولا یضمنُھا اذا ھَلک فی یدِ ہ بغیر تعَدٍّ ۔

س: اگر ودیعت (امانت) مودع (زبر کی ساتھ) کے پاس ہو تو اسکا کیا حکم ہے؟

ج: ودیعت مودع کے پاس امانت ہوتی ہے اور ہلاک ہونے کی صورت میں وہ ضامن نہیں ہوتا الا یہ کہ تعدی کرلے۔ (اس لئے کہ دار قطنی وغیرہ میں روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عاریت لینے والے شخص غیر خائن مودع پر تلف شدہ کا ضمان نہیں ہے۔)

﴿مودع پر ودیعت کی خود ہی حفاظت کرنا لازم ہے؟﴾

س: ھل یجبُ علی المودَعِ أن یحفظَھا بنفسِہٖ ؟

ج: علیہ أن یحفظَھا بنفسہ أو بمن ھو فی عیالِہ ،فان حِفظَھا بغیر ھم أو أودَعھا عند آخر ضمن ،الا أن یقعَ فی دارِہٖ حریقٌ فیسلمَھا الی جارِہ، أو یکونَ فی سفینةٍ و ھو یخافُ الغرَقَ فیلقیھا الی سفینةٍ أخریٰ، فلا یضمَن حینئذ لأ نہ فعَل ذلک نصیحةً للمودَعِ

Marfat.com

س: کیا مودع (بالفتح) پر لازم ہے کہ اس کی خود حفاظت کرے؟

ج: اس پر لازم ہے کہ وہ خود اسکی حفاظت کرے یا وہ شخص اسکی حفاظت کرے جو اسکے ماتحت اور عیال میں ہو۔ پس اگر وہ کسی غیر سے حفاظت کرائے یا کسی دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھوائے (اور ہلاک ہو جائے) تو ضامن ہوگا سوائے اس صورت کے کہ اگر اسکے گھر میں آگ لگ گئی ہو اور وہ پڑوسی کو دیدے یا وہ کشتی میں ہو اور اسکو خوف ہو غرق ہونے کا، اور وہ اسکو دوسری کشتی میں پھینک دے تو ان صورتوں میں ضامن نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے یہ کام مودع (بالکسر) کی خیر خواہی کی غرض سے کیا ہے (لہذا اگر ان دو صورتوں میں ہلاک ہو جائے تو ضامن نہیں ہوگا) لیکن صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کی بات کی تصدیق بینہ سے ہو تو ٹھیک، ورنہ نہیں)

توضیح: مودع کو چاہئے کہ مال امانت کی پوری حفاظت کرے خود کرے یا اپنے اہل وعیال کے ذریعے سے حفاظت کرائے حضرت امام شافعیؒ اہل وعیال سے حفاظت کرانے اور ان کے پاس مال چھوڑنے کو درست قرار نہیں دیتے۔ اور فرماتے ہیں کہ خود مودع حفاظت کرے اس لئے کہ مال کے مالک نے حفاظت کے لئے صرف مودع کو ہی دیا ہے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ نا ممکن بات ہے صرف ودیعت کے لئے ہر وقت گھر بیٹھا رہے اور یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ کہ وہ ہر جگہ ودیعت کو ساتھ لئے پھرے تو لازمی طور پر اسے اہل خانہ کے پاس حفاظت کے لئے ودیعت رکھنا ہوگی۔ عیال سے مقصود اس کے ساتھ رہنے والے افراد ہیں۔ خواہ وہ حقیقی اعتبار سے ہوں یعنی نان ونفقہ میں ان کی شرکت ہو یا حکما نان ونفقہ میں شریک نہ ہوں۔ لہذا جو اجنبی اس کے پاس رہتے ہوں ان کے پاس ودیعت رکھنے سے ضمان لازم نہ ہوگا۔ پس اگر وہ کسی اور شخص کے پاس ودیعت رکھوائے اور وہ چیز ہلاک ہو جائے تو ضامن ہوگا۔ الا یہ کہ کوئی ایسی صورت پیش آجائے۔ کہ دوسرے کے پاس رکھنا نا گزیر ہو، مثلا اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور اس نے وہ چیز پڑوسی کے پاس رکھ دی یا وہ کشتی میں سوار ہوا اور اس کو غرق ہونے کا خوف لاحق ہو گیا تو اس نے دوسری کشتی میں ودیعت پھینک دی تو ایسی صورتوں میں ضامن نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس نے یہ کام ودیعت رکھنے والے کی خیر خواہی کی غرض سے کئے ہیں مگر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس کی بات کی تصدیق بینہ سے ہو جائے تو درست ورنہ نہیں۔

﴿باوجود منع کرنے کے بیوی سے حفاظت کرانے کی صورت میں ضمان نہیں﴾

س: قال صاحبُ الودیعةِ للمودَعِ: لا تسلمْها لزوجتِكَ فسلمَها الیها، او قال له: احفَظْها فی هذا البیتِ فحفِظَها فی بیت آخرَ من تلك الدّارِ فهلکت الو دیعةُ هل یضمَن المو دَعُ؟

ج: لا یضمَن فی ها تینِ الصُّورَتَینِ، لکن اذا حفِظَها فی دا رٍ اخرٰی ضمِنَها۔

س: امانت کے مالک نے امین سے کہا کہ اسے اپنی بیوی کے مت سپرد کیجئے پس اس نے اسے (بیوی) کو سپرد کر دیا یا اسنے (امین) سے کہا کہ اس کمرے میں اسکی حفاظت کیجئے پس اسنے اس مکان کے دوسرے کمرے میں اس کی حفاظت کی اور امانت ہلاک ہو گئی

Marfat.com

(تو) کیا امین ضامن ہوگا؟

ج: وہ ان دونوں صورتوں میں ضامن نہیں ہوگا لیکن جب وہ دوسرے مکان میں اسکی حفاظت کرے تو اسکا ضامن ہوگا۔

﴿ردّ ودیعت کی اجرت مودع کے ذمہ ہے﴾

س: جاء المودِعُ لرد الودیعةِ و استاجرَ لذلكَ أجیرًا، علی من تقعُ هذهِ الاجرةُ؟

ج: أجرةُ ردِّ العینِ المودعَةِ علی المودِعِ۔

س: مودع امانت لینے کے لئے واپس آیا اور اس نے اس کے لئے مزدور اجرت پر لیا (تو) یہ اجرت کس کے ذمہ واقع ہوگی؟

ج: امانت رکھی گئی چیز کے واپس کرنے کی اجرت مؤدع کے ذمہ ہے۔

﴿مودع کے مال کے ساتھ ودیعت مل جانے اور ملانے کی صورت کا حکم﴾

س: ما حکمُ ضمانِ مالِ الودیعةِ اذا اختَلَطَ بمالِ المُودَعِ أو خلطه هو بفعلِهِ؟

ج: ان اختَلَطَ مالُ الودیعَةِ بمالِهِ من غیرِ فعلِهِ فهو شریكٌ لِصاحبِهِ، وان خلطه حتّٰی لا یتمیّزُ ضمِنَهُ۔

س: امانت کے مال کے ضمان کا حکم کیا ہے جب وہ امین کے مال کے ساتھ مل جائے یا وہ اپنے فعل کے ذریعہ اسے ملادے؟

ج: اگر امانت کا مال اسکے فعل کے بغیر مل جائے تو وہ اپنے ساتھی کا شریک ہے اور اگر وہ اسے ملادے یہاں تک کہ وہ جدا نہ ہو تو اسکا ضامن ہوگا۔

﴿مؤدع ودیعت سے خرچ کرے تو ضمان کا حکم﴾

س: وما حکمُ وجوبِ الضمانِ اذا انفق المودَعُ من مالِ الودیعَةِ؟

ج: اذا أنفقَ المودَعُ جمیعَ مالِ الودیعَةِ ضمِنَ الکلَّ، وان أنفق بعضَه و هلكَ الباقِی ضمِن بقدر ما أنْفَقَ۔

س: ضمان کے وجوب کا کیا حکم ہے جب امین امانت کے مال میں سے خرچ کرلے؟

ج: جب امین امانت کا مال سارا خرچ کردے تو تمام (مال) کا ضامن ہوگا اور اگر اسکا کچھ حصہ خرچ کردے اور باقی ہلاک ہوجائے (تو) وہ اس مقدار کا ضامن ہوگا جو اس نے خرچ کیا۔

س: فان أنفقَ بعضَه ثم رد مثلَه فخلطه بالباقِی یضمَن الجمیعَ أو بعضَها؟

ج: یضمَنُ الجَمِیْعَ۔

س: اگر کچھ (مال) خرچ کرے پھر اسکا مثل واپس کردے پس اسے باقی (مال) کے ساتھ ملادے (تو) کل یا بعض (امانت) کا ضامن ہوگا؟

Marfat.com

ج: کل (امانت) کا ضامن ہوگا۔

﴿باوجود قدرت کے امانت روک لینے کا حکم﴾

س: جاء المودِعُ یطلُبُ ودیعتَه فحبسَها عنهُ مَعَ انه یقدِرَ علی تسلیمِها و هلکتِ الودیعةُ عندہٗ بعد ذلكَ من غیرِ تعَدٍّ ما حکمُ الضَّمانِ فی هذہِ الصُّورةِ ؟

ج: یضمَنُها فِی هذہِ الصُّورَةِ ،ولا یقالُ : انه لم یتعد فیها ،لأنَّ منعه بعدَ طلبِ المودِعِ مع القدرةِ علی التَّسْلِیمِ یُعَدُّ مِنَ التَّعَدِّی ۔

س: مودع آیا (کہ) اپنی امانت طلب کرے پس (امین) نے (امانت) اس سے روک لی باوجودیکہ وہ (امانت) کے سپرد کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور اسکے بعد امانت تعدی کے بغیر اس کے پاس ہلاک ہوگئی (تو) اس صورت میں ضمان کا کیا حکم ہے ؟

ج: وہ اس صورت میں (امانت) کا ضامن ہوگا اور نہ کہا جائے کہ اس نے اس میں تعدی نہیں کی کیونکہ مودع کے طلب کرنے کے بعد سپرد کرنے پر قدرت کے باوجود اسکو روک لینا تعدی میں سے شمار کیا جائے گا۔

﴿امانت میں تعدی کا حکم﴾

س: تعَدّٰی الْمُوْدِعُ فِی الوَدِیْعَةِ بان کانتْ دابَّةً فرکِبها او ثوبًا فلبِسه ،او عبدًا فاستخدمَه او اودَعها عند غیرِہٖ ،ثم ازَالَ التعدی وردَّها الی یدِہ هل یبقٰی حکمُ الضمَانِ علی حالِه۔

ج: زال الضمانُ فی هذہِ الصُّورَةِ ۔

س: امین نے امانت میں تعدی کی اس طور پر کہ وہ (امانت) جانور تھا پس وہ اس پر سوار ہوگیا پس اس نے اسے پہن لیا یا غلام (تھا) پس اس نے اس سے خدمت لی یا اس (امانت) کو اپنے غیر کے پاس امانت رکھ دیا پھر اس نے تعدی کو زائل کر دیا اور (امانت) اپنے قبضہ میں لوٹا دی (تو) کیا ضمان کا حکم اپنے حال پر باقی رہے گا؟

ج: ضمان اس صورت میں زائل ہوگیا۔

توضیح: اگر مودع نے ودیعت پر تعدی کی مثال کے طور پر ودیعت کا کوئی کپڑا تھا اس کو پہن لیا یا جانور تھا اس پر سوار ہوگیا یا غلام تھا اس سے خدمت لے لی یا جیسا کہ پہلے گزرا اس کو کسی کے پاس ودیعت رکھ دیا اس کے بعد اس نے تعدی ختم کر دی تو ضمان بھی ختم ہو جائیگا۔ امام شافعیؒ کے یہاں ضمان سے بری نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ جب مودع تعدی کی وجہ سے ضامن ہوگیا تو سابق عقد ودیعت برقرار نہ رہا۔ کیونکہ ضمان اور عقد اور امانت میں منافات ہے۔ پس جب تک وہ مالک کو واپس نہ لوٹائے اسے بری الذمہ قرار نہیں دیا جائیگا۔ حضرات احناف فرماتے ہیں کہ حفاظت کا امر اس وقت تک برقرار ہے یعنی امانت موجود ہے اور امانت رکھنے والے کا یہ قول کہ اس مال کی حفاظت کرو مطلقا ہے۔ اور وہ تمام اوقات پر مشتمل ہے، رہے گیا ضمان تاوان کا معاملہ تو جب اس کی نکیر

Marfat.com

باقی نہ رہی تو سابق عقد کا حکم واپس آ جائیگا۔

﴿امانت کا انکار تعدی میں شامل ہے﴾

س: جَاءَ صاحبُ الوَ ديعَةِ فطلَب ود يعتَه فَجَحَده' المو دَعُ اياها ماحكمُ الضَّما نِ في ذلكَ ؟

ج: يضمَنُها المُوْ دَعُ ضَمَا نًا لا يزولُ ولا يحُوْل ،حتى أنه اذاعَادَ اِلَى الا عتِرَافِ لم يبرأْ مِن الضَمانِ وان هلكتِ الو ديعةُ بغير صنعه، لأنه الجُحُوْ دُ من التعدِّی۔

س: امانت کا مالک آیا اور اس نے اپنی امانت طلب کی پس امین نے اس سے (امانت) کا انکار کر دیا (تو) اس بارے میں ضمان کا کیا حکم ہے؟

ج: امین اس (امانت) کا ضامن ہوگا ایسا ضمان جو ٹلتا نہیں اور بدلتا نہیں، یہاں تک کہ جب وہ اعتراف کی طرف لوٹ آئے (تو) ضمان سے بری نہیں ہوگا اگرچہ امانت اس کے فعل کے بغیر ہلاک ہو جائے کیونکہ انکار تعدی میں سے ہے۔

﴿امانت کو سفر میں لیجانا جائز ہے﴾

س: هل يجو زُ للمو دَعِ أن يسا فرَ با لو دِ يْعَةِ ؟

ج: نعم يجو زُ له ذلكَ اذا لَم ينهَهُ المُو دِعُ ،ولم يخَفْ عليها بالا خْرَاجِ ۔

س: کیا امین کے لئے جائز ہے کہ وہ (امانت) کو سفر میں لیجائے؟

ج: جی ہاں! یہ اس کے لئے جائز ہے بشرطیکہ مودع نے اسے اس سے روکا نہ ہو اور وہ (امانت کو) نکالنے کی وجہ اس (کے ضائع ہونے) پر اندیشہ نہ کرے۔

﴿امانت میں بوجھ و مشقت ہو تو اس کے ساتھ سفر کا حکم﴾

س: اِن كا ن لهَا حملٌ و مئو نةٌ ما حكمُ المسَا فَرَةِ بها ؟

ج: يجو زُ السَّفَرُ في هذه الصورةِ أيضًا با لشَّرطِ السَّا بِقِ ۔

س: اگر (امانت) میں بوجھ و مشقت ہو تو اس کو سفر میں لے جانے والے کا حکم کیا ہے؟

ج: سابقہ شرط کے ساتھ اس صورت میں بھی سفر کرنا جائز ہے۔

توضیح: اگر مودع ایسا کرلے کہ وہ دوران سفر ودیعت کو اپنے ساتھ رکھے تو یہ جائز ہے۔ اگر چہ اس کے اٹھانے کی خاطر جانور یا اجرت مال کی ضرورت ہو لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ مالک نے اسے منع نہ کیا، اور ودیعت کے ضائع ہونے کا خطرہ بھی نہ ہو۔ صاحبینؒ کے نزدیک اگر بردباری کی ضرورت ہو تو جائز نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کے یہاں دونوں صورتوں میں درست نہیں ہے

Marfat.com

باربرادار کیونکہ ان یہاں حفظ ودیعت متعارف حفاظت پر محمول ہے۔اور امانت رکھنے والا خلاف متعارف طریقے پر راضی نہیں ہو گا۔امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ امانت رکھنے والے کی طرف سے امانت کی حفاظت کا حکم مطلقاً ہے تو جیسے اسے زمانہ کے ساتھ مقید کرنا درست نہیں ہے۔ایسے ہی مکان کے ساتھ بھی اسے مقید نہیں کیا جائے گا۔

﴿دو آدمیوں نے ودیعت رکھی تو دوسرے کی موجودگی کے بغیر کسی ایک کو اس کا حصہ بھی نہ دے﴾

س:أو دَعَ رجُلا نِ عندَ ر جُلٍ و د یعةً ثم حضَر ا حدُ هما یطلُب نصیبَه منها هل ید فعُ المو د ع الیه نصیبَه؟

ج:لا ید فَع الیه شیئاً حتی یحضُرَ الآ خرُ ،وهذا قولُ أبی حنیفة رحمه الله تعالی ،وقال صاحبا ہ أبو یو سف و محمدٌ رحمهما الله تعا لی :ید فعُ الیهِ نصیبَه۔

س:دو شخصوں نے ایک شخص کے پاس امانت رکھی پھر ان دونوں میں سے ایک حاضر ہوا (کہ) اس (امانت) میں سے اپنا حصہ طلب کرے (تو) کیا امین اسے اس کا حصہ دے دے؟

ج:وہ اسے کچھ نہ دے یہاں تک کہ دوسرا حاضر ہو جائے اور یہ حضرت ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور آپ کے صاحبینؒ حضرت ابویوسفؒ وحضرت محمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ اسے اس کا حصہ دے دے۔

﴿دو آدمیوں کے پاس ایک چیز امانت رکھنے کا حکم﴾

س:وَان أو دَعَ رَجُلٌ عند ر جلَیْنِ شیئاً فهل یجو زُ لأ حدِ هما أن ید فعَ الو د یعةَ کلَّها الی الآخَرِ ؟

ج:لا یجو زُ ذلكَ بَل یقتسِما نِ الو دیعَة فیَحفَظُ کُلٌّ وا حدِ منهُما نصفَها و هذا فیما یُقسَم ،أما اذا کانَت مِمَّا لا یُقسَمُ جاز أ ن یحفَظَها أ حدُ هما با ذنِ الآخَر۔

س:اگر ایک شخص دو شخصوں کے پاس کوئی چیز امانت رکھے (تو) کیا ان دونوں میں سے ایک کیلئے جائز ہے کہ وہ پوری امانت دوسرے کو دے دے؟

ج:یہ جائز نہیں بلکہ وہ دونوں آپس میں امانت تقسیم کریں پس ان میں سے ہر ایک (امانت) کے آدھے حصہ کی حفاظت کرے اور یہ (حکم) اس (چیز) میں ہے جو تقسیم ہوتی ہے بہر حال جب اس میں سے ہو جو تقسیم نہیں ہوتی تو جائز ہے کہ ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی اجازت سے اس کی حفاظت کرے۔

﴿امانت مالک کے مکان پر لوٹا دینے کا حکم﴾

س:اِنْ رَدَّ الو دِیعَةَ اِلی دارِ المالِكِ و لم یسلِّمْهَا الیهِ هل یضمَنُها اذا هَلَكَتْ؟

ج:نعم یضمَنُ۔

Marfat.com

س: اگر امانت مالک کے مکان کی طرف لوٹا دے اور (مالک) کو (امانت) سپرد نہ کرے تو کیا وہ (امانت) کا ضامن ہوگا جب (امانت) ہلاک ہو جائے؟

ج: جی ہاں! ضامن ہوگا۔

﴿امانت کی واپسی کی اجرت امانت رکھنے والے پر ہے﴾

س: وأجرةُ رَدِّ العَيْنِ المودعة من يتحمّلُها؟

ج: يتحملها الّذى أودع۔

س: امانت رکھی گئی چیز واپس کرنے کی اجرت کون برداشت کرے؟

ج: جس نے امانت رکھی وہ (اجرت) کو برداشت کرے۔

توضیح: ودیعت مالک کی طرف لوٹانا ہو تو اس کی اجرت مالک پر لازم ہوتی ہے کیونکہ امین نے مفت پر اس کو امانت رکھا ہے اور یہ اس کا احسان ہے اور مالک کو اس کی ضرورت ہے کہ امین کے یہاں سے امانت واپس لائے اس لئے مالک ہی اس کی اجرت لازم ہوگی۔

كتاب العارية

﴿عاریت کا بیان﴾

العارية، ادھاری لی ہوئی چیز، عوض بدلہ۔ منحة عطیہ۔ معير عاریت پر دینے والا مستعير، عاریت پر لینے والا۔ اجير کرایہ پر دینے والا۔ المستاجرہ، اجرت پر لی ہوئی۔

توضیح: اصطلاح شریعت میں کسی عوض کے بغیر منافع کا مالک بنا دینے کو کہتے ہیں فقہی الفاظ کے اعتبار سے بطور عاریت دینے والا شخص کو معیر لینے والے کو مستعیر کہلاتا ہے اور وہ چیز جس منافع کا مالک بنایا جاتا ہے اس کا نام مستعار یا عاریت ہوتا ہے عاریت میں جو بلاعوض کی قید لگائی گئی ہے اس سے اجارہ اس کی تعریف سے خارج ہو گیا، کیونکہ اجارہ میں بلاعوض مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ بالعوض مالک بنایا جاتا ہے۔

س: العاريةُ ما هِيَ؟

ج: هی تمليكُ المَنافِعِ بغَيرِ عِوَضٍ۔

س: عاریت کیا ہے؟

ج: یہ عوض کے بغیر منافع کا مالک بنانا ہے۔

Marfat.com

س: وما حکمُها فی الشَّریعةِ الغرَّاءِ ؟

ج: ھی جائزۃ ۔

س: اسکا شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

ج: یہ جائز ہے

﴿عاریت کے الفاظ﴾

س: ومَا الفا ظُھَا ؟

ج: الصَّرِیْحُ فی ذٰلِکَ قولُ المعِیْر أعرتُکَ ھذا الشَّیْءَ ،واخدَ متُکَ ھذا العَبْدَ ،ودا رِیْ لَکَ سُکْنٰی ،ودَارِیْ لَکَ عُمْرٰی سُکْنٰی ،ولو قالَ: أطعمتُکَ ھذہ الأرضَ و منَحْتُکَ ھذا الثَّوْبَ و حملتُکَ علی ھذہِ الدَّابۃِ تِصِحّ اِلا عَا رَۃُ اِذَا لَمْ یُرِدْ بِہِ الھِبَۃُ ۔

س: عاریت کے کونسے الفاظ ہیں؟

ج: صریح اس میں معیر (عاریت پہ دینے والے) کا قول ہے جیسے (۱) میں نے یہ چیز تجھے عاریت پہ دی (۲) یہ غلام تجھے خدمت کے لئے دیا (۳) میرا مکان تیرے رہنے کے لئے ہے (۴) میرا گھر تیرے لئے عمر بھر رہنے کے لئے ہے۔ (۵) اگر یوں کہا یہ زمین میں نے تجھے کھانے کے لئے دی (۶) تجھے بخش دی (۷) تجھے میں نے اس سواری پر سوار کیا۔ اگر ان مذکورہ تین میں ہبہ کرنے کی نیت نہ ہو تو عاریت صحیح ہوگی۔

﴿عاریت کا حکم﴾

س: ما حکم ُالعا رِیَۃِ فی یدِ المستَعِیْر؟

ج: العا ریۃُ أما نۃٌ فی یدِہٖ ،ان ھلکتْ مِنْ غَیْرِ تَعَدٍّ لَمْ یضمَن ۔

س: مستعیر کے پاس عاریت کا کیا حکم ہے؟

ج: عاریت اس کے ہاتھ میں امانت ہے اگر بغیر تعدی کے ہلاک ہوگئی تو وہ ضامن نہیں۔

﴿مستعار چیز کو اجرت پر دینا جائز نہیں﴾

س: وھل یَجُوْزُ لِلْمُسْتَعِیْرِ اَنْ یُّوَاجِرَ مَا اسْتَعَا رَہٗ ؟

ج: لا یجوزُ لَہٗ ذلکَ، فان آجرَہ فھلَکَ ضمِنَ لأنَّہٗ تعدٍّ ۔

س: کیا مستعیر کے لئے جائز ہے کہ وہ مستعار (مانگی ہوئی چیز) کو اجرت پر دے؟

Marfat.com

ج: جائز نہیں۔ اگر اس نے اجرت پر دی اور ہلاک ہوگئی تو ضامن ہوگا کیونکہ یہ زیادتی اور تعدی ہے۔

﴿مانگی ہوئی چیز بطور عاریت دینے کا حکم﴾

س: وهل جا زَ لِلْمُعِيرِ أن يُّعِيرَ ؟

ج: نَعَمْ يجو زُ له ذٰلِكَ، اِذَا كان المستعا رُ مما لا يختلفُ با ختِلا فِ المستَعمِلِ۔

س: کیا مستعیر کے لئے جائز ہے کہ وہ اسے کسی اور کو عاریت پر دے؟

ج: اس کے لئے جائز ہے۔ اگر مستعار چیز ایسی ہو جو کہ استعمال کرنے والے کے بدلنے سے مختلف اور بدلتی نہ ہو یعنی خراب نہ ہوتی ہو۔

توضیح: جو چیزیں اس کی طرح کی ہوں کہ ان میں استعمال کرنے والے کے بدلنے سے کوئی فرق نہ آتا ہو تو اس میں ان کی گنجائش ہے کہ عاریت پر لینے والا کسی دوسرے شخص کو بطور عاریت دے دے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کی اجازت نہ ہوگی اس لئے کہ وہ عاریت کے اندر منافع کو مباح قرار دیتے ہیں اور مباح اسی کے لئے مباح ہوتا ہے جس کے لئے اباحت ہوئی ہے اس کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے کے لئے اس کو از خود مباح کردے تملیک احناف عاریت میں تملک منافع کے قائل ہیں لہذا عاریت پر دینے والا لہذا عاریت پر دینے والے شخص کا عاریۃً لینے والے شخص کو منافع کا مالک بنانے پر یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ دوسرے شخص کو منافع کا مالک بنادے۔

﴿دراہم ودنانیر کو عاریت پر لینا قرض ہے﴾

س: وهَلْ يَجُوْ زُاعارَ ةُالدَّرَا هِمِ والدَّ نَا نِيرِ والمَكِيْلِ والمَوْ زُوْنِ ؟

ج نَعَمْ هُوَجَا ئِزٌ وَ يَكُوْ نُ قَرْ ضًا وَاِنْ سَمَّيَا هُ عَا رِيَةً۔

س: کیا دراہم، دنانیر، مکیلی اور موزونی کو عاریت پہ دینا جائز ہے؟

ج: جی ہاں جائز ہے۔ اور یہ قرض ہوگا اگرچہ عاریت کا نام لیا گیا ہو۔

﴿عاریت پر لئے گئے جانور اور غلام کی واپسی کا حکم﴾

س: اِسْتَعَا رَ دا بَّةً فرَ دَّ هَا اِلى ا صطبْلِ ما لِكها، فَهَلَكَتْ مَا حُكْمُ الضَّمَانِ؟

ج: لا يضمَن ،لأنه' أتٰى بِالتَّسْلِيمِ الْمُتَعَارَفِ ،و كذلكَ الْحُكْمُ ان اسْتَعَارَ عَبْدًا ورده الى دارِ المالِكِ ولم يسلِّمْهُ اِلَيْهِ ،فا نه لا يضمَنُ۔

س: جانور کو عاریت پہ لیا اور پھر مالک کے اصطبل کی طرف لوٹایا اور ہلاک ہوگیا تو کیا ضمان آئے گا؟

Marfat.com

ج: ضمان نہیں۔اس لئے کہ اس نے متعارف طریقہ پر حوالہ کر دیا ہے۔اور اسی طرح حکم ہے اگر غلام کو عاریت پر لیا اور پھر مالک کے مکان کی طرف لوٹا دیا اگر چہ اس کے سپرد نہ کیا ہو۔تو اس صورت میں بھی ضامن نہیں ہوگا۔

﴿مستعار چیز کو واپس کرنے کی اجرت﴾

س: ومن یتحمَّلُ اجرۃُ ردّ العاریَۃِ ؟

ج: یتحمَّلُها المستَعِیرُ ، کَمَا انَّ اُجرَۃَ رَدِّ الْعَیْنِ المغصو بَۃِ یتحملُها الغاصبُ فأمَّا اُجْرَۃُ رَدِّ العینِ المُستَاجَرِ فِهِیَ عَلٰی مَن اجرَ ھا ۔

س: مستعار چیز کے لوٹانے کی اجرت کون برداشت کرے گا؟

ج: اسکی اجرت مستعیر پر ہوگی جیسے عین مغصوبہ کے لوٹانے کی اجرت پر غاصب پر ہوتی ہے۔باقی رہا کرایہ پر لی ہوئی چیز کی اجرت تو، اس کے لوٹانے کی اجرت آجر پر ہوگی۔

توضیح: عاریت کے لوٹانے کی اجرت عاریت لینے والے شخص پر ہے کیونکہ مستعیر نے اپنے فائدے کے لئے مستعار یت کی چیز لی تھی اب اس کو لوٹانا اور مالک کے سپرد کرنا اس کی ذمہ داری ہے، اس لئے واپس لوٹانے میں اجرت لگتی ہو تو یہ اجرت عاریت پر لینے والے پر ہوگی اور اجرت پر لی ہوئی چیز کی اجرت دینے والے پر ہوگی اجرت پر لینے والے پر اجرت کی چیز واپس کرنا لازم نہیں ہوتا مگر صرف تخلیہ کر دینا کافی ہے۔تاکہ مالک اس کو خود واپس لے جائے کیونکہ اس نے مفت چیز استعمال کرنے کے لئے نہیں دی، بلکہ اجرت پر دی ہے اس لئے واپس لے جانا بھی مالک ہی کی ذمہ داری ہے، اس لئے مالک ہی پر واپس کرنے کی اجرت لازم ہو گی۔اور غصب شدہ چیز کے لوٹانے کی اجرت غاصب پر ہوگی کیونکہ غاصب زبردستی سامان لے کر گیا ہے۔اس لئے مالک تک پہچانا بھی اسی کی ذمہ داری ہے۔اسی لئے واپس لوٹانے کی اجرت بھی غاصب پر ہوگی۔

﴿عاریت میں رجوع کرنا جائز ہے﴾

س: وھَلْ للمُعِیرِ ان یَّرْ جِعَ فِیْ عَا رِیَتِہٖ ؟

ج: لَہٗ اَن یَّر جِعَ متٰی شَا ءَ۔

س: کیا مستعیر کے لئے عاریت میں رجوع کرنا جائز ہے؟

ج: جی ہاں، جب چاہے وہ رجوع کر سکتا ہے۔

﴿زمین عاریت پر لینے کا حکم﴾

س: فَاِ ذَا استعَا رَ ار ضاً لیبنیَ فیھا بنا ءً او یغرِ سَ غر سًا واراد المعیرُ ان یر جعَ عنھا والحا لُ انہ بنٰی فیھا او غَرَ

Marfat.com

س:ما ذا یفعلُ با لبناءِ وا لغَرْسِ ؟

ج:فیه و جها ن :ان وقَّتَ العا رِ یَّۃَ و رَجعَ قَبْلَ الْوَ قْتِ مِنَ المستَعِیْرِمَا انتَقَصَ البنا ءُ وا لغر سُ بِقَلْعِهما ،وان لَّم یَکُنْ وَ قَّتَ الْعَارِ یَّۃَ فَا ن له أَن یُّکَلِّفَ قلعَ البناءِ وا لغر سِ ولا ضمانَ علیه بشَیْ ءٍ فی هذه الصُّوْرَۃِ ۔

س:اگر مستعار نے زمین عاریت پر لی تعمیر کرنے یا درخت لگانے کے لئے اور مستعیر نے اس سے دوبارہ لینا چاہا جبکہ مستعیر اس میں عمارت یا درخت لگا چکا۔تو اب عمارت اور درختوں کے ساتھ وہ کیا کرے گا؟

ج:اسکی دوصورتیں ہیں۔

(۱)اگر عاریت کا وقت مقرر ہو اور وہ قبل از وقت رجوع کرلے تو وہ مستعیر کے لئے ضامن ہوگا اس نقصان کا جو تعمیر کے توڑنے اور درختوں کے اکھیڑنے سے آئے (۲)اور اگر وقت مقرر نہ ہو تو وہ اسکو مجبور کردے تعمیر اور درختوں کے اکھیڑ دینے پر،اور اس صورت، میں اس پر کوئی تاوان لازم نہیں ہوگا۔

کتا ب المزارعة

﴿زراعت کا بیان﴾

لغات:المزارعۃ۔بونا،بٹائی پر معاملہ کرنا۔ الثلث تہائی ،الربع چوتھائی۔ البزر ،بیج۔ البقر ،گائے بیل۔اسم جنس۔واحد بقرہ جمع بقرات ۔مسماۃ ۔متعین۔ الارض زمین۔شیئا ،کچھ۔ عامل عمل کرنے والا۔کام کرنے والا ۔ صاحب البذر ۔ بیج والارب الارض زمین والا زمین کا مالک انقضت، مدت پوری ہونا الزرع کھیتی۔

﴿مزارعت کی لغوی اصطلاحی تعریف﴾

س: المزا رعۃُ ما ھی لغۃً وا صطلا حًا ؟

ج: ھی مفا علۃٌ من الز رعِ ،وفی اصلا حِ الفقھا ءِ معا ملۃُ ربِّ الأرضِ رجلاً أن یقُوْمَ بحَرْثِها و یا خُذَ ما خر ج منها مشا عًا کا لثُّلُثِ وا لرُّ بُعِ مثلاً ۔

س:مزارعت کے لغوی اور اصطلاحی کیا معنی ہیں؟

ج:مزارعۃ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے اور مجرد اسکا ،زرع،، ہے جس کا معنی ہے بونا اور بیج ڈالنا۔

توضیح: ازروئے لغت اس کے معنی بیج ڈالنے اور بیج بونے کے آتے ہیں اس کا دوسرا نام محاقلہ اور مخابرہ بھی ہے اہل عراق کے نزدیک اس کا نام قراح ہے شرعا یہ ایسا عقد کہلاتا ہے جو پیداوار کے لئے نصف یا چوتھائی یا تہائی وغیرہ پر کیا گیا ہو حضرت ابوحنیفہؒ اس عقد کو فاسد قرار دیتے ہیں اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ کی ممانعت فرمائی ہے یہ روایت مسلم میں حضرت رافع بن خدیج

Marfat.com

سے مروی ہے مخابرہ مزارعت ہی کا نام ہے حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ اسے درست قرار دیتے ہیں اسی کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے نخلستان کو اسی طرح عطاء فرمایا تھا، دور صحابہ کرامؓ اور تابعین اعظامؒ سے آج تک لوگ اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔

س: وما حكمُ المزارعةِ عند أئمتِنا الثلاثة رحمهم الله تعالى؟

ج: هي باطلةٌ عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وأما عندَهما فهي على أربعةِ أوجُهٍ: ثلاثةٌ منها جائزةٌ، والرابعةُ باطلةٌ، فاحفظِ الوجوهَ الأربعةَ كما يَلِيْ:

(١) أن تكونَ الأرضُ والبذرُ لواحدٍ والعملُ والبقر للآخرِ:

(٢) أن تكونَ الأرضُ لواحدٍ والعملُ والبقرُ والبذرُ للآخرِ:

(٣) أن تكونَ الأرضُ والبذرُ والبقرُ لواحدٍ والعمل للآخرِ: فهذه الصُوَرُ الثلاثُ جائزةٌ۔

(٤) أن تكونَ الأرضُ والبقرُ لواحدٍ والبذرُ والعملُ للآخرِ، وهذه الصورةُ باطلةٌ۔

س: ہمارے ائمہ ثلاثہ کے ہاں مزارعت کا کیا حکم ہے؟

ج: امام ابوحنیفہؒ کے ہاں باطل ہے اور صاحبینؒ کے ہاں اسکی چار صورتیں ہیں تین جائز اور چوتھی صورت باطل ہے۔ پس تو آنے والی چار وجوہ کو یاد کر لے۔

(۱) زمین اور بیج ایک کا عمل اور بیل دوسرے کا۔

(۲) زمین ایک کی باقی تینوں یعنی عمل، بیل اور بیج دوسرے کے۔

(۳) زمین بیل اور بیج ایک کے اور عمل دوسرے کا یہ (مذکورہ) تین صورتیں جائز ہیں۔

(۴) زمین بیل ایک کا۔ عمل اور بیج دوسرے کا۔ یہ صورت باطل ہے۔

توضیح: حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مزارعت کا جہاں تک تعلق ہے وہ حسب ذیل شرائط کے درست ہوگی،

(۱) مزارعت کے سلسلہ میں ایسی مدت ذکر کی جائے جس کا رواج عموماً کاشت کاروں میں عموماً ہوتا ہو اور اس لحاظ سے یہ جانی پہچانی اور مشہور ہو مثال کے طور پر سال بھر کی مدت۔

(۲) معاملہ مزارعت کرنے والوں کی پیداوار کے اندر کسی مقدار کی تعین کے بغیر شرکت ہو پس اگر ان میں سے کسی ایک کے واسطہ معاملہ میں متعین غلہ و مقدار کی شرط کی گئی۔ تو مزارعت باطل قرار دے گی۔ اس واسطہ کہ اس کا امکان ہے کہ محض اتنی پیداوار حاصل ہو جس کی تعین کر لی گئی اور یہ بات دونوں کے درمیان باعث نزاع ہو گی ایسے ہی نالیوں اور نہروں کے کناروں پر ہونے والی کھیتی کی اگر ان میں سے کسی ایک کے لئے شرط کر لی گئی تو معاملہ مزارعت درست نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس کا امکان ہے کہ محض غلہ کی

Marfat.com

پیداوار اسی جگہ ہی ہو۔(۳) صحت مزارعت کے لئے زمین کا قابل زارعت ہونا بھی شرط ہے بنجر زمین اور ریگستان میں یہ معاملہ درست نہ ہوگا اس لئے اس صورت میں مزارعت کا منشاء ہی فوت ہی ہو جائیگا۔(۴) اس لئے یہ معلوم ہو کہ بیج کس کا ہوگا کہ زمین کے مالک کی جانب سے بیج ہونے کی شکل میں عمل کرنے والے کی حیثیت مزدور کی ہوگی اور کام کرنے والے کی جانب سے بیج ہو تو زمین کرایہ پر قرار دی جائیگی۔اور احکام ہر ایک کے الگ الگ ہیں اور اس کے ذکر کے بغیر جس کے بیج میں وہ مجہول شمار ہوگا۔ (۵) بیج کی جنس بیان کی جائے (۶) جس کی جانب سے بیج نہ ہوں اس کے حصہ کا ذکر اس لئے کہ حصہ کے کرایہ زمین یا عمل ہونے کی صورت میں اس کی تعیین ناگزیر ہے۔

﴿مزارعت کے درست ہونے کی شرطیں﴾

س: و بایِّ شر طٍ تصحُ المز ار عةُعند هما فی الصُّورةِ الجا ئز ةِ ؟

ج:تصح بشر طَینِ:(۱) ان تکونَ المُدَّ ةُ معلو مةً ،

(۲) وان یکو نَ الخا ر جُ بینهما مشا عًا ۔

س: کس شرط کے ساتھ مذارعت درست ہو جاتی صاحبین کے نزدیک جائز صورت میں

ج: دو شرطیں ہیں (۱) مدت معلوم ہو (۲) پیداوار دونوں میں مشترک ہو۔

﴿عقد مزارعت میں متعین قفیز کی شرط کا حکم﴾

س: عَقَدَ المزا رعةَ و شرَ طَا لأ حدِ هما قُفزا نًا مُسَمَّا ةً ما حکمُ هذهِ المز ا رعةِ ؟

ج:هذه مز ا رعةٌ با طلةٌ۔

س: دو (شخصوں) نے عقد مزارعت کی، لیکن ایک کے لئے کچھ متعین قفیز کی شرط لگائی تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

ج: یہ مزارعت باطل ہے۔

توضیح: جو کچھ غلہ پیدا ہو وہ زمین والے اور بٹائی والے کے درمیان مشترک ہو اس طرح نہ ہو، کہ جو غلہ پیدا ہوا اس میں سے (مثال کے طور پر پہلے زمین والے کے لئے سو کلو) مخصوص کر لیا جائے باقی جو بچے وہ دونوں تقسیم کر لیا جائے کیونکہ اگر زمین میں سے ایک سو کلو ہی کل پیداوار پیدا ہوئی تو وہ زمین والے کو مل جائیگی۔اور بٹائی والے کو کچھ بھی نہیں ملے گا اور اس کی ساری محنت ضائع ہوگئی اس لئے کسی ایک کے لئے مخصوص پیداوار نہ ہو بلکہ پورا غلہ مشترک ہونا چاہیئے خواہ چوتھائی پر ہو یا تہائی پر حدیث پاک میں اس سے منع فرمایا گیا ہے حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ ہم اکثر اہل مدینہ کھیتی کرتے تھے،اس میں سے ایک کنارہ زمین والے کے لئے مختص ہوتا فرماتے ہیں کہ ایسا بھی ہوتا اس کو مرض لگ جاتا اور باقی زمین محفوظ رہتی اور ایسا بھی ہوتا کہ زمین کو مرض لگ جاتا اور صرف وہ کنارہ محفوظ رہ جاتا اس لئے ہمیں منع کر دیا گیا بہر حال سونے اور چاندی کے بدلے کرایہ پر لینا کوئی حرج کی

Marfat.com

بات نہیں ہے،(بخاری شریف کتاب الحرث والمزارعت)اس سے معلوم ہوا کہ کوئی مخصوص وزن یا کوئی مخصوص جگہ متعین کرنا جائز نہیں ہے اس سے مزارعت فاسد ہو جائیگی۔

﴿نالیوں وغیرہ کے قریب کی کھیتی شرط ٹھہرانے کا حکم﴾

س:وَاِذَا شَرَطَا أن ما نَبَتَ على المَاذَ ِيانَاتِ أو على السواقى لأحدهما مَا حكمُ ذلكَ ؟

ج:هٰذَا أيضًا يبطُلُ۔

س:اگر یہ شرط لگائی، کہ جو پیداوار چھوٹی یا بڑی نہروں اور نالیوں کے اردگرد ہو،وہ ان میں سے کسی ایک کی ہوگی تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج:یہ بھی باطل ہے۔

توضیح: اگر یہ شرط لگائی کہ نہر کے کنارے کنارے جو غلہ پیدا ہوگا وہ زمین والے کا ہوگا اور باقی غلوں میں دونوں شریک ہوں گے اور جو چھوٹی نالیوں کے کنارے کنارے جو غلہ پیدا ہوگا وہ زمین والے کا ہوگا باقی غلہ دونوں کے درمیان تقسیم ہوگا تو یہ جائز نہیں ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔

﴿مزارعت درست ہونے کے بعد تقسیم کا طریقہ﴾

س:واذا صَحَّتِ المزارعةُ كيفَ يقسمُ الخارِجُ ؟

ج:يَقْتَسِمَانِ الْخَارِجَ بَيْنَهُمَا حسبَ ما شَرَطَا ،ولا شيءَ للعامِلِ اذا لَمْ تُخرِجِ الأرضَ شَيْئًا۔

س:جب مزارعت صحیح ہوگئی تو پیداوار کو کیسے تقسیم کیا جائے گا

ج: پیداوار دونوں میں اسی شرط پر تقسیم ہوگی جو انہوں نے آپس میں طے کی ہو اور اگر زمین میں کچھ بھی پیداوار نہ ہوئی ہو تو پھر عامل کو کچھ نہیں ملے گا

س:فَسدَتِ المزارعةُ والأرضَ أنبتَتْ ،والعاملُ عمِل فيها كيفَ يُقْسَمُ الخارِجُ بينَهُما ؟

ج:لا قسمةَ بينهمَا ،بل يكونَ الخارجُ لصاحبِ البذرِ ،فان كان البذرُ من قبل ربِّ الأرضِ فللعاملِ أجرُ مثله لايزاد على مقدارِ ماشرطُ له من الخَارِجِ، و قال محمدٌ رحمه الله تعالى :له أجرُ مثلِهِ بالغًا مَا بَلَغَ، وان كَانَ البذرُ مِن قبَلِ الْعَامِلِ فلصاحبِ الأرضِ أجرُ مِثلِها۔

س:مزارعت فاسد ہوگئی اور زمین میں فصل پیدا ہوئی جبکہ عامل نے اس میں عمل کیا ہے۔تو اب دونوں کے درمیان پیداوار کو کیسے تقسیم کیا جائے گا؟

ج:ان کے درمیان کوئی تقسیم نہیں ہوگی۔ بلکہ تمام پیداوار صرف بیج والے کی ہوگی (۱) پس اگر بیج (رب الارض) کا ہو تو عامل کو اجرت مثل ملے گی اور یہ اجرت زائد نہیں ہوگی اس مقدار سے جو اسے پیداوار سے ملنے والی تھی (یعنی اگر پیداوار سے اس کو دو من

Marfat.com

غلہ مل رہا تھا، اور اجر مثل اس سے زائد بن رہا ہے تو اس کو وہی دیا جائے گا زائد نہیں) اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کو اجر مثل ملے گا خواہ جتنا بھی ہو (۲) اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہو تو پھر صاحب الارض کو اس کا اجر مثل ملے گا۔

توضیح: اور اگر مزارعت فاسد ہو جائے تو پیداوار بیج والے کی ہوگی پس اگر بیج زمین والے کی طرف سے ہو اور مزارعت فاسد ہو گئی ہو تو پورا غلہ زمین والے کا ہوگا اور اب کام والے کو اس کی وہ اجرت ملے گی جو اس کی بازار میں اجرت ملتی ہے البتہ بازار کی اجرت مثلی زیادہ ہو، اور پیداوار میں جو حصہ مل سکتا تھا کم ہو تو پھر پیداوار سے زیادہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ وہ تھوڑا حصہ لینے پر خود راضی ہو گیا ہے اس لئے بازار کی اجرت زیادہ بھی ہو تو طے شدہ حصہ سے زیادہ نہیں دیا جائے گا یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ بازار کی اجرت مثلی پیداوار کے حصہ سے زیادہ ہو تو زیادہ بھی دی جائیگی اور اگر بیج کام کرنے والے کی جانب سے ہو تو سارا غلہ کام کرنے والے کا ہوگا۔ اور زمین والے کو زمین کی اجرت مثل مل جائیگی۔ اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو اوپر گزرا۔

﴿عقد مزارعت کے بعد بیج والے کا کام سے رک جانا﴾

س: امتَنَعَ صاحبُ البذرِ منَ العمَلِ بعد عقدِ المزارعة هل يُجبرُ عليه ؟

ج: لا يُجْبَرُ۔

س: عقد مزارعت کے بعد، بیج والا کام کرنے سے منع ہو گیا تو کیا اسکو مجبور کیا جائے گا؟

ج: مجبور نہیں کیا جائے گا۔

توضیح: عقد مزارعت کی تھی مگر بیج والا کام سے رک گیا تو حاکم اس کو بیج ڈالنے پر مجبور نہیں کرے گا کام کرنے والے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے ایسا کام ہو جس میں پیسے کا بھی کچھ نقصان ہو جیسے بیج ڈالنا کہ اس میں بیج کا نقصان ہے اور دوسرا کام ایسا ہے جس میں کوئی نقصان نہ ہو جیسے ہل چلانا ہل چلانے میں پیسے کا نقصان نہیں ہے اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ جس میں پیسے کا نقصان ہو اس کام کے کرنے پر حاکم مجبور نہیں کر سکتا، کیونکہ اس اجبار میں کام کرنے والے کا نقصان ہے اس لئے بیج نہ ڈالے تو حاکم اس کے ڈالنے پر مجبور نہیں کر سکتا خواہ کوئی عذر بھی نہ ہو تاہم کوئی عذر نہ ہو تو وعدے کے مطابق ڈالنا چاہئے۔

﴿جس کی طرف سے بیج نہ ہو اس کو حاکم کام پر مجبور کرے گا﴾

س: وان امتَنَعَ الذی لیس من قِبله البذر کیفَ یُحکمُ فی ذلكَ ؟

ج: أجبر الحاكمُ على العَمَلِ۔

س: اگر وہ شخص رک جائے جس کی طرف سے بیج نہیں، تو اس (بارے) میں کیسے فیصلہ کیا جائے گا؟

ج: حاکم اسکو عمل کرنے پر مجبور کرے گا۔

Marfat.com

توضیح: اگر وہ شخص جس کا بیج نہیں ہے وہ کام کرنے سے رک گیا تو حاکم اس کو کام کرنے پر مجبور کرے گا کیونکہ اس کے کام کرنے میں پیسے کا کام نہیں ہے۔ البتہ اگر کام نہ کرنے میں عذر شدید ہو جس کی بنیاد پر مزارعت فسخ کی جاسکتی ہو تو اس صورت میں حاکم مجبور نہیں کرے گا۔ بلکہ مزارعت کو ہی فسخ کردے گا۔

﴿مدت مزارعت ختم ہو جائے اور فصل نہ پکی ہو' کی صورت کا حکم﴾

س: واذا انقضتُ مدةُ المزا رعةِ والزرعُ لم يُدرِكْ كيفَ يفعَلانِ ؟

ج: يتركانِ الزرعَ حتى يُدرِكَ و كان على الزُّرّاعِ اجرُ مثلِ نصيبِهِ مِنَ الأرضِ الى أن يستحصَدَ ،و يتحمَّلانِ نفقةَ الزَّرعِ على مقدارِ حقوقِهِمَا ۔

س: اگر مدت مزارعت ختم ہو جائے اور فصل پکی نہ ہو تو اب دونوں کیا کریں گے؟

ج: دونوں فصل کو پکنے تک چھوڑ دیں گے اور عامل (کاشت کار) پر اجر مثل اپنے حصہ کے بقدر زمین کا اسکی کٹائی تک کا ہوگا۔ اور دونوں کھیتی کا خرچہ برداشت کریں گے اپنے اپنے حصوں کے بقدر۔

﴿کٹائی، کھلیان، فصل اٹھوانے وغیرہ کاموں کی اجرت کس پر ہوگی﴾

س: من يتحمَّلُ منهمَا اجرةَ الحصَّادِ والدياسِ والرفاعِ والتذريةِ ؟

ج: هٰذِهِ الأجرةُ يتحَمَّلانِها على حسبِ حِصَصِهِمَا، فَإن شَرَطَاهُ على العامِلِ فسَدتِ المزارعَةُ ۔

س: ان دونوں میں سے کون برداشت کرے گا کٹائی، کھلیان (گاہنے)، فصل اٹھوانے اور فصل کے صاف کرنے کی اجرت کو (یعنی ان مذکورہ اشیاء کی اجرت کون دے گا۔

﴿متعاقدین میں سے کوئی مرجائے تو عقد مزارعت کا حکم﴾

س: واذا ماتَ أحدُ المتعاقِدَينِ هل يبقٰى العقدُ على حالِهِ ؟

ج: تبطُلُ المزارعَةُ بموتِ احدِهِما ۔

س: اگر متعاقدین میں سے کوئی مرجائے تو کیا عقد اپنے حال پر باقی رہے گا؟

ج: مزارعت باطل ہو جائے گی ان میں سے کسی ایک کے مرنے سے (یعنی اگر کاشت سے قبل مرجائے) (جوھرہ)

کتاب المساقاة

﴿مساقات کا بیان﴾

معلومه، متعین مقرر مشاع، مشترك الرطاب سبزیاں۔

Marfat.com

س: المُسا قاةُ ما هِيَ ؟

ج: هی لغةً مفاعلةٌ من السَّقْيِ، وهی فی اصطلاح الفُقَهاءِ دفعُ الْأشْجَارِ المثمرَةِ الی عا مل یعمل فیها علی الثُّلُثِ أوِ الرُّ بعِ مثلاً۔

س: مساقات کسے کہتے ہیں؟

ج: لغت میں یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے اور (السقي) سے (ماخوذ) ہے۔ (جس کے معنی سیراب کرنا سینچنا) اور فقہاء کی اصطلاح میں پھل دار درختوں کا عامل کو دینا کہ وہ اسکی دیکھ بھال تہائی یا چوتھائی پر کرے مثلا۔

توضیح: کسی شخص نے اپنا باغ کسی کو اس لئے دیا ہو کہ وہ اس کے باغ کی مکمل طور پر حفاظت کرے باقی درختوں کی بڑھوتری اور ان کی مناسب دیکھ بھال کی طرف توجہ کرے اور پھر اس میں آنے والا پھل باغ کے مالک اور اس میں مشترک ہوگا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس طرح مزارعت باطل ہے اسی طرح مساقاۃ بھی باطل ہے حضرات صاحبینؒ اسے درست قرار دیتے ہیں اور فتوی بھی ان کے قول پر ہے۔ مساقاۃ سقی سے باب مفاعلہ ہے لغوی معنی سینچنا اور سیراب کرنا ہے لیکن نہایہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لغوی اور شرعی معنی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

﴿معاملہ مساقات کا حکم﴾

س: و ما حکمُ هذ ہِ المعا مَلَةِ ؟

ج: هذ ہ المُعا مَلَةُ با طلةٌ عند ابی حنیفة ر حمهُ الله تعا لی ،وقا ل ابو یو سفؒ و محمد ر حمهما الله تعالی :المسا قا ةُ جا ئزَ ةٌ اذا ذ کَرا مدةً معلو مةً و سَمَّیاَ جز ئاً من الثمَر ةِ مشا عًا ،وا لفتوٰی علی قو لِهما ۔

س: اس معاملہ کا کیا حکم ہے؟

ج: امام ابو حنیفہؒ کے ہاں باطل ہے اور صاحبینؒ کے ہاں جائز ہے دو شرطوں کے ساتھ (۱) مدت معلومہ ذکر کریں (۲) اور متعین کر دیں پھلوں کا ایک حصہ بطریق مشاع (مشترک) اور فتوی صاحبینؒ ہی کے قول پر ہے۔

﴿کون سے اشجار میں مساقات درست ہے﴾

س: وَفِی أَیِّ الْأَ شجَا رِ تَصِحُّ المسا قا ةُ ؟

ج: تَصِحُّ فی النخْلِ و الکَرْ مِ و فی غیرِ ها من الاشجا رِ و الرِّ طا ب و فی أ صولِ البا ذ نجا نِ ۔

س: مساقات کن درختوں پر جائز ہے ؟

ج: جائز ہے کھجور اور انگور اور ان کے علاوہ اور درختوں میں اور تر کھجوروں (یا ترکاریوں) اور بینگنوں میں۔

توضیح: درج ذیل اشیاء میں مساقاۃ کا معاملہ جائز ہے نمبر (۱) انگور، نمبر (۲) سبزیاں نمبر (۳) بینگن نمبر (۴) کھجور کے درخت

Marfat.com

حضرت امام شافعیؒ کے قول جدید میں کھجور اور انگور کے ساتھ مساقاۃ خاص ہیں، یعنی محض ان ہی دو میں درست ہے اس لئے کہ مساقاۃ کا جائز ہونا خلاف قیاس ہے لیکن حدیث مبارک میں ان دو کے ذکر کی وجہ سے جائز قرار دے دیا گیا لہذا حدیث مبارک کی وجہ سے صرف ان دو ہی میں جواز ثابت ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت جو خیبر کے باغات کے عامل سے متعلق ہے وہ مطلق ہے الفاظ حدیث یہ ہیں ان النبی ﷺ عامل اهل الخيبر بشطر مايخرج من تمر او زرع، یہ مطلق ہے پس اسے اس کے اطلاق پر ہی رکھا جائیگا۔ لہٰذا ان دو اشیاء کے علاوہ باقی مذکورہ اشیاء میں بھی مساقاۃ جائز ہوگی۔

س: هَل فی ذلكَ شرطٌ ؟

ج: اذا دفعَ نخلاً أو غيرَه مساقاةً والثمرة تزيدُ بالعمل جاز، وان انتهتِ الثمرةُ أی لا تزيدُ بالعملِ لم يجز عقدُ المساقاةِ۔

س: کیا اس میں کوئی شرط ہے؟

ج: اگر کھجور وغیرہ بطور مساقات کے دیئے اور پھلوں میں عمل سے بڑھوتری اور اضافہ ہوتا ہو، تو جائز ہے اور اگر وہ مکمل ہو چکے ہوں کہ عمل سے ان میں زیادتی نہ ہو تو جائز نہیں۔

توضیح: کوئی شخص کھجور وغیرہ کے ایسے باغ کو مساقاۃ پر دے جس کے پھل کچے ہوں اور اس میں عامل کی محنت سے بڑھ سکتے ہوں تو مساقاۃ صحیح ہے اور اگر پھل پک چکے ہوں اور ان کی بڑھوتری ختم ہو چکی ہو تو صحیح نہیں ہے کیونکہ عامل اپنے عمل کی وجہ سے اجرت کا مستحق ہوتا ہے اور جب پھل پکا تو اس کے عامل کو اس میں کوئی دخل نہیں رہا پس اگر پکنے کے بعد بھی مساقاۃ کو جائز رکھا جائے تو لازم آئے گا کہ عامل کسی عمل اور کام کے بغیر اجرت اور معاوضہ کا مستحق قرار دیا جائے تو اس صورت کا فاسد ہونا غیر مخفی ہے۔

س: اذا فَسَدَتِ المساقاةُ ما ذا يُعطى العامِلُ ؟

ج: يُعْطى أجرَ مثلِه۔

س: جب مساقات باطل ہو جائے تو عامل کو کیا ملے گا؟

ج: اس کو اجر مثل دیا جائے گا۔

س: و هل هي تُبْطَلُ فی صورةٍ من الصُّوَرِ ؟

ج: نعم هي تبطُل بموتِ أحدِهما كما تَبْطُلُ المزارعةُ بِذٰلِكَ۔

س: کیا مساقات کسی صورت میں باطل ہو سکتی ہے؟

ج: جی ہاں۔ متعاقدین میں سے کوئی مر جائے تو باطل ہو جاتی ہے جیسے اس کے ساتھ مزارعت باطل ہو جاتی ہے۔

س: و هل تفسخُ المساقاةُ فی بعضِ الأحوالِ؟

Marfat.com

ج:تفسَخُ با لأ عذا رِ کما تفسخُ الا جا رۃُ بھا۔
س: کیا مساقات فسخ ہو جاتی ہے بعض حالات میں؟
ج:(مساقات) اعذار سے فسخ ہو جاتی ہے جیسا کہ اس کے ساتھ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے۔

کتا بُ اِحیَا ءِ المَوا تِ

﴿غیر آباد اور بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کا بیان﴾

لغات: احیاء تروتازہ کرنا۔ قابل کاشت اور قابل انتفاع بنانا القریۃ۔ بستی مرعلی، سبزہ، زار جگہ، حصد کھیت کا ایسا حصہ جسے کاٹا گیا ہو الحصد کھیتی کا وہ نچلا حصہ جو درانتی سے کٹنے کے بعد باقی رہ جائے جمع حصائد حریم ، آس پاس کی کشادہ جگہ عطل۔ عطن ایسا کنواں جس سے اونٹوں کو سیراب کرنے کی خاطر پانی بھرتے ہیں ناضح ایسا کنواں جس سے کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی کھینچا جائے مسناۃ سیلاب کو روکنے والا بند۔

﴿موات کی تعریف اور اس کا حکم﴾

س: الموا تُ ما ھُوَ و ما حکمُ احیا ئِہٖ ؟
ج: المواتُ من الأرضِ مالا یُنتَفَعُ بہ لا نقطاع الماءِ عنہُ أو لغلبَۃِ الماءِ علیہ أوما أشبَہ ذلکَ مما یَمنَعُ الزرعۃَ، و یجوزُ احیا ءَ ما کانَ منھا عا دِیًا لا ما لکَ لَہ أو کان مملو کًا فی ا لا سلامِ لَا یُعرَ فُ لہ ما لکٌ بعینِہٖ وھو بعیدٌ من القَریَۃِ بحیثُ اذا و قفَ فی أ قصٰی العا مِرِ فصاحَ لم یُسمَع صو تُہ فیہ۔
س: موات کیا ہے اور اسکو زندہ کرنے سے کیا مراد ہے؟
ج: موات وہ زمین ہے جس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا جا سکتا ہو۔
(۱) اس سے پانی کے منقطع ہونے کے وجہ سے۔
(۲) اس پر پانی کے غالب ہونے کی وجہ سے۔
(۳) یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت جو زمین کی ضرورت کے لئے مانع ہو۔ اور جائز ہے زندہ کرنا اس زمین کا جو عادی (پرانی) ہو جس کا کوئی مالک نہ ہو یا وہ اسلام میں مقبوض اور مملوک ہو لیکن اس کا معین مالک معلوم نہ ہو۔
اور وہ زمین بستی سے اتنی دور ہو کہ اگر کوئی آبادی کے آخری حصہ سے آواز لگائے تو وہ آواز اس زمین میں سنائی نہ دے۔
توضیح: اصل میں احیاء سے مقصود زمین کو ایسی کارآمد اور بعض با صلاحیت بنانا ہے جس سے وہ قابل کاشت ہو جائے اور کاشت کے ذریعہ سے اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے اور موات لغوی اعتبار سے اس زمین کو کہتے ہیں جس کا کوئی مالک نہ ہو اصطلاح میں ارض

Marfat.com

اموات وہ غیر مملوک زمین ہے جو آبادی سے بہت زیادہ فاصلہ پر ہو اور پانی کے انقطاع یا پانی کی زیادتی کے باعث اس میں کاشت نہ کی جاسکے حضرت امام محمدؒ کے نزدیک زمین کے موات ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ بستی والے اس سے نفع حاصل نہ کر سکتے ہوں اس سے قطع نظر کہ وہ بستی سے زیادہ مسافت پر ہو یا قریب ہو۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ بھی یہی فرماتے ہیں اور ظاہر روایت بھی اسی طرح کی ہے۔ صاحب فتاوی کبری قہستانی برجندی اسی قول کو مفتیٰ بہ قرار دیتے ہیں۔

﴿ارض موات کے احیاء کے لئے حاکم کی اجازت﴾

س: هل يُشتَرَطُ لذلك إذْنُ الإمامِ؟

ج: نَعَمْ هُوَ مشروطٌ بذلكَ فمَن أحيَاهُ بإذنِه ملكَه، وان أحياهُ بغيرِ اذنِه لم يملكْه عندَ أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وقالا رحمهما الله تعالى: يملكُه وان أحياهُ بغيرِ اذنِه۔

س: کیا اسکے لئے امام وحاکم کی اجازت شرط ہے؟

ج: جی ہاں: زمین کے احیاء کے لئے اجازت شرط ہے۔ پس جو شخص اس کو آباد کردے اس (حاکم کی) اجازت سے تو مالک ہو جائے گا ورنہ نہیں، اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ہے۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بغیر اجازت کے بھی وہ مالک ہو جائے گا۔

﴿ذمی کے موات کے احیاء کا حکم﴾

س: وما حكمُ احياءِ الذمّي المواتِ؟

ج: أحياءُ كاحياءِ المُسْلِمِ، فيملكُ اذا أحيَاها۔

س: ذمی کا بنجر زمین کے آباد کرنے کا کیا حکم ہے؟

ج: اسکا آباد کرنا مسلمان کی طرح ہے، پس جب وہ آباد کردے تو مالک ہو جائے گا۔

﴿احیاء موات کا مطلب﴾

س: وما معنىٰ أحياءِ الموات؟

ج: أحياءُ ها أن يكربَها ويسقيَها أو يحفرَ فيها نهرًا ويُجْرِيْ فيها الماءَ، أو يُحفِرَ فيها بئرًا أو يضربَ عليها مُسَنَّاةً بحَيْثُ يَعصِمُ الماءَ، أو يبذُرَ فيها، أو يَبْنِيَ عليها أويغرسَ فيها۔

س: احیا موات کی کیا صورت ہوگی؟

ج: اسکی صورت یہ ہے کہ (۱) وہ زمین کو جوت دے، کھیتی کے لئے اور سیراب کردے (۲) یا اسمیں نہر کھودلے اور پانی جاری کردے (۳) یا اسمیں کنواں کھودلے (۴) یا پانی سے بچنے کے لئے اس پر بند باندھ لے (۵) یا اس میں بیج بودے (۶) یا تعمیر بنا

Marfat.com

دے(۷) یا درخت لگا دے۔

﴿احیاء موات میں بستی سے دور ہونے کی قید کا فائدہ﴾

س: ذكرتُم أنه يجوزُ إحياءُ المواتِ إذا كان بعيدًا عن القريةِ فما فائدةُ هذا القيدِ ؟

ج: فائدتُها الاحترازُ عمّا كان قريبًا من العامرِ الّذى يحتاجُ إليه الناسُ ويُتْرَكُ مَطْرَحًا لحصائدِهم أو مرعًى لدَوَابِّهِم، فلا يجوزُ إحياءُ مثلِ هذهِ الأرضِ۔

س: آپ نے ذکر کیا کہ احیاء الموات جائز ہے جبکہ بستی سے دور ہو تو، اس قید کا کیا فائدہ؟

ج: فائدہ یہ ہے کہ اس سے وہ زمین خارج ہو جائے گی جو بستی کے قریب ہو جس کی طرف آبادی کے لوگ محتاج ہوتے ہیں۔ اور جس کو چھوڑا ہوا ہوتا ہے اپنی کٹائی کے لئے بطور (ڈالنے اور پھینکنے کی جگہ) یا اپنے جانوروں کے لئے بطور چراگاہ کے، تو اس جیسی زمین کا آباد کرنا جائز نہیں ہے۔

س: قد ذكرتُم أن المَوَات تُحيٰ بِحَفْرِ البِئْرِ فيها، فاذا حفَر أحدٌ فيها بئرًا ما ذا يحصُل له من الأرضِ المواتِ؟

ج: يحصلُ له حريمُها(٢)، أى كَوْنُهُ مالكًا للحَرِيْمِ۔

س: آپ نے ذکر کیا کہ موات زندہ (آباد) ہوتی ہے اس میں کنویں کے کھودنے سے۔ اب اگر کوئی اس میں کنواں کھودے تو اس کے لئے غیر آباد زمین سے کتنا حصہ حاصل ہوگا؟

ج: وہ اس کی حریم کا مالک ہو جائے گا یعنی اسکے ارد گرد کی وسیع جگہ کا۔

﴿کنویں کے حریم کی تفصیل﴾

س: ما التفصيلُ في الحَرِيْمِ ؟

ج: إذا كانت هذهِ البئرُ للعطنِ فحريمُها أربعونَ ذِرَاعًا، مِنْ كُلِّ جانِبٍ، ومعنٰى كونِها للعطَنِ أنه يأتي عليهَا با لابِلِ وغيرِه من الدوَّابِ فيسقِيها و يستقى الماءَ بيدِهٖ وإن كانت للناضِحِ فحريمُها ستُّونَ ذراعًا، ومعنى كونِها للناضحِ أنه يستقى ماءَ ها با لبعيرِ و يسقى زرعَه۔

س: حریم کی کیا تفصیل ہے؟

ج: اگر یہ کنواں اونٹوں کے سیراب کرنے کے لئے ہو تو اسکی حریم (ارد گرد) چالیس ہاتھ ہوگی ہر طرف سے (یعنی مربع ہوگی) اور اونٹوں کی سیرابی کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس پر اونٹوں اور اسکے علاوہ اور جانوروں کو لاتا ہے اور پانی پلاتا ہے اور خود بھی پانی ہاتھ سے پیتا ہے۔ اور اگر کنواں ناضح (راہٹ) ہو یعنی ایسا کنواں کہ جس سے پانی اونٹوں کے ذریعہ نکالا جاتا ہو تو پھر اسکی حریم ساٹھ ہاتھ ہو

Marfat.com

گی۔ناضح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے پانی کو اونٹوں کے ذریعے نکالتا ہو اور اپنی فصل کو سیراب کرتا ہو۔

توضیح: کوئی شخص ایک ایسی زمین میں جو غیر آباد ہو حاکم کی اجازت سے اس میں کنواں کھودے تو اس صورت میں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ تینوں کے نزدیک کنویں کا آس پاس چالیس گز شمار ہوگا اور اتنے حصہ میں کسی اور شخص کو کنواں کھودنے کی اجازت نہیں ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص حاکم کی اجازت کے بغیر بھی کنواں کھودے تب بھی یہی حکم ہوگا، خواہ کنواں ناضح ہو یا عطن حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ عطن کے ارگرد چالیس گز اور ناضح کا ساٹھ گز قرار دیتے ہیں اور چشمہ کا حریم (اردگرد) احناف کے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک متفقہ طور پر پانچ سو گز قرار دیا گیا ہے حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک حریم میں عرف کا اعتبار ہوگا حضرات صاحبینؒ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال فرماتے ہیں جس میں چشمہ کا حریم پانچ سو گز اور عطن کا چالیس اور ناضح کا ساٹھ گز قرار دیا گیا ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مستدل ابن ماجہ وغیرہ کی یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کنواں کھودے اس کا حریم چالیس گز ہے اس ارشاد میں تعمیم ہے کنواں کے عطن یا ناضح ہونے کی تفصیل نہیں فرمائی گئی اور اس عموم پر عامل پیرا ہونا جو متفق علیہ ہو اس خاص کے مقابلہ میں اولی ہوگا۔ جس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

﴿کنویں میں چشمہ جاری ہو تو اس کے حریم کی مقدار﴾

س: فإن كانتِ البئرُ معينةً التي تجرىُ في داخِلِها عينٌ ـ ما مقدارُ حريمِها؟

ج: مقدارُها خمسُمائةِ ذراعٍ۔

س: اگر کنواں جاری ہے کہ جس کے اندر جاری چشمہ ہے تو اسکے حریم کی مقدار کیا ہے؟

ج: اسکی مقدار پانچ سو ہاتھ ہے۔

﴿کنواں دیکھنے والے کو حریم دینے کا فائدہ﴾

س: وما فائدةُ إعطاءِ الحريم لِلَّذِيْ حَفَرَ البئرَ؟

ج: فائدتُه أنه لا يُؤذَن لأ حدٍ أن يَحفِر بئرًا أخرىٰ في حريمِه۔

س: جس شخص نے کنواں کھودا ہے اس کو حریم دینے کا کیا فائدہ ہے؟

ج: اسکا فائدہ یہ ہے کہ کسی غیر شخص کو اس کے حریم کے اندر کنواں کھودنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ دوسرا کنواں اس میں کھودے۔

﴿دریا کی چھوڑی گئی زمین کے احیاء کا حکم﴾

س: وهل يجوزُ إحياءُ الأرضِ الّتى تَرَكَها الفُراتُ اوِ الدّجلَةُ وعدَل عنها الماءُ؟

Marfat.com

ج: إن كان يجوزُ عودُ الماء إليها لم يجُز إحياءُ ها ، وإن كان لا يجوزُ أن يعودَ إليها فهي كالمواتِ يجوز إحياءُ ها إ ذا لم يكنْ حريمًا لعامِرٍ ، فمن أحيَاها بهذ ا الشّرطِ بإذنِ الإمام ملَكها ۔

س: کیا اس زمین کا آباد کرنا جائز ہے کہ جس کو دریائے دجلہ اور فرات نے چھوڑ دیا ہو اور پانی اس سے جا چکا ہو؟

ج: اگر پانی کے دوبارہ لوٹنے کا امکان ہو تو اسکا احیاء جائز نہیں اور اگر دوبارہ لوٹنے کا امکان نہ ہو تو وہ دیگر موات کی طرح ہے تو اسکا احیاء جائز ہے بشرطیکہ وہ بستی والوں کی حریم میں نہ آتا ہو۔ پس جو شخص اس کو اس شرط کے ساتھ اور حاکم کی اجازت کے سے آباد کرے گا تو وہ مالک ہوگا۔

دوسرے شخص کی زمین سے گزرنے والے نہر کا حریم

س: رَجُلٌ لَه نهرٌ يجْرِىْ في وسطِ أرضِ رجلٍ هل له حريمٌ ؟

ج: لا حريمَ له عندَ أبي حنيفة رحمه الله تعالى إلا أن يكونَ لَه بيِّنَةٌ علىٰ ذلكَ ، وقال أبو يوسف و محمد رحمهما الله تعالى: له مسناة النهر يمشِيْ عليَها ويُلْقِي عليها طِيْنَه‘۔

س: ایک آدمی کی نہر ہے جو دوسرے شخص کی زمین کے درمیان سے گزر رہی ہے تو کیا اسکے لئے حریم ہوگی؟

ج: امام ابوحنیفہؒ کے ہاں اس کے لئے بغیر بینہ کے حریم نہیں ہوگی۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے نہر کا بند حریم ہوگا جس پر کہ وہ چلے گا اور نہر کی مٹی اس پر ڈالے گا۔

توضیح: وہ شخص جس کی نہر دوسرے کی زمین میں بہہ رہی ہو جب تک اس کے پاس گواہ وغیرہ نہ ہو۔ اور کوئی شرعی ثبوت نہ ہو اس کا کوئی حریم قرار نہیں دیا جائے گا حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے ضرورت کی مقدار حریم ہوگا یعنی صرف اس قدر نہر کی پٹڑی راستہ جس پر چلنا ممکن ہو اور نہر کی مٹی سے پٹ جانے پر وہ اس میں سے مٹی نکال کر ڈال سکے صاحب شرع مجمع وغیرہ نے اس قول کو درست قرار دیا ہے پھر حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ پٹڑی اور منڈیر کے اندازے کا جہاں تک تعلق ہے وہ نہر کی چوڑائی کی مقدار کے اعتبار سے ہوگا۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ نہر کی آدھی گہرائی کے اعتبار سے ہوگا مفتی بہ قول حضرت امام ابو یوسفؒ کا ہے۔

زمین کے اردگرد پتھر لگا دینے کی صورت میں تین سال کی مہلت ہوگی

س: رجُل حجَّر أرضًا ولم يعمرْها وترَكَها غيرَ معمورَةٍ هل يَنظرُ هُ الحاكمُ ؟

ج: يُنظرُ ه‘ إلى ثلاثِ سنينَ ، فإذ ا مضَت هذهِ المدَّةُ أخذَ ها منه ودفعَها إلى غيرِه۔

س: ایک آدمی نے زمین کے اردگرد پتھر لگا دیئے (یعنی بونڈری لگا دی بطور نشانی کے) اور اس میں کوئی تعمیر وغیرہ نہیں کی اور اسکو غیر آباد چھوڑے رکھا تو کیا حاکم اس کو

Marfat.com

مہلت دے گا؟

ج: تین سال کے لئے اس کے لئے مہلت ہے پس جب یہ مدت گزر جائے گی تو حاکم اس سے لے کر کسی دوسرے شخص کے حوالہ کر دے گا۔

کتاب المأذون

﴿ماذون کا بیان﴾

لغات: اذن، اجازت ۔ سائر، تمام۔ ما ذون تجارت وغیرہ، تصرفات کی اجازت دیا گیا غلام، یسترھن، کسی کی چیز اپنے پاس رہن رکھنا، یکاتب، غلام کو مکاتب بنانا، یعنی یہ کہنا کہ اتنا مال ادا کرنے پر تو حلقۂ غلامی سے آزاد ہے، حجر، آقا تجارت وغیرہ سے غلام کو روک دینا محجور، تجارت وغیرہ تصرفات سے روکا ہوا غلام حجر، سابق اجازت ختم کر دینا، ما ذون اجازت دیا گیا، غرماء قرض خواہ، مولی آقا، الشراء خریداری۔

﴿ماذون کون ہے؟﴾

س: المأذونُ من هُو ؟

ج: هو ضِدُّ المحجُوْرِ، وقد عرفتَ في كتابِ الحجرِ أن أسبابَ الحجرِ ثلاثةٌ: أعني الصغرَ والرقَّ والجنونَ، وههنا نبيّنُ مسائلَ العبد الّذي أذِن له مولاه بالبَيْعِ والشِّرَاءِ وَنَذْكُرُ فِي آخِرِها بعضَ مسائلِ الصَّبِيِّ المأذُوْنِ۔

س: ماذون کون ہے؟

ج: ماذون یہ محجور کی ضد ہے اور آپ کتاب الحجر میں جان چکے ہیں کہ اسباب حجر تین ہیں یعنی بچپنا۔ غلامیت اور پاگل پنا اور یہاں ہم اس غلام کے مسائل بیان کرنا چاہتے ہیں، جس کو مولی نے خرید وفروخت کی اجازت دی ہو اور اسکے آخر میں ہم بعض مسائل تجارت وغیرہ کی اجازت دیے ہوئے بچے کے بھی بیان کریں گے۔

﴿ماذون غلام کے تصرفات کا حکم﴾

س: فإذَا أَذَّنَ المولٰى لِعَبْدِهِ ما حُكْمُ تَصَرُّفَاتِهِ ؟

ج: إذَا أَذَّنَ الْمَوْلٰى لِعَبْدِهِ إذناً عامًّا جازَ تصرُّفه فِي سائرِ التِّجاراتِ، وله أن يشتريَ ويبيعَ ويرهنَ ويسترهنَ، وإن أذِن له في نوعٍ من التِّجارةِ دون غيرِه فهو ماذونٌ في جميعِها ۔

س: جب مولی غلام کو اجازت دیدے تو اسکے تصرفات کا کیا حکم ہے؟

ج: جب مولی اپنے غلام کو اجازت عامہ دیدے تو تمام قسم کی تجارت میں اس کا تصرف جائز ہوگا اور پھر اس کے لئے جائز ہے

Marfat.com

خرید وفروخت ۔رھن رکھوانا اور رکھنا۔اور اگر آقا اس کو تجارت کی ایک خاص نوع میں اجازت دے تب بھی وہ تمام انواع میں ماذون ہوگا۔

توضیح: اگر کوئی آقا اپنے غلام کو عمومی اجازت دے مثال کے طور پر اس طرح کہے کہ میں نے تجھے تجارت کی اجازت دی تو اس کے بعد غلام کو ہر طرح کی تجارت کا اختیار حاصل ہوگا اور اس کے واسطے خریدنے بیچنے، رہن لینے رہن رکھنے وغیرہ سارے تصرفات کی اجازت ہوگی۔سبب یہ ہے کہ آقا کی طرف غلام کو عطاء کردہ اجازت مطلق اور بغیر کسی قید اور تخصیص کے ہے، اس اطلاق اور عموم کا تقاضا یہ ہے کہ تجارت کی ساری قسموں کی اجازت حاصل ہوگی، اور اس تخصیص کی بناء پر تعیم ختم نہ ہوگی، حضرت امام زفرؒ۔اور حضرت امام شافعیؒ۔اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ محض اسی نوع میں اجازت تجارت ہوگی، جس کی آقا کی جانب سے اجازت دی گئی ہو اس لئے کہ اس جگہ اذن سے مقصود نائب و وکیل مقرر کرنا ہے تو آقا جس شئی کے ساتھ تصرف خاص کر دے اجازت بھی اس کے ساتھ مخصوص ہوگی احناف کے نزدیک اذن کا مطلب تجارت کے ممانعت ختم ہونا اور اسقاط حق ہے اور یہ ممانعت ختم ہونے کی بناء پر غلام کو اپنی اہلیت کے باعث تصرف کرے گا تو اذن اور تصرف کا جہاں تک تعلق ہے جو دونوں کے لئے نہ کوئی وقت تقیید ہوگی اور نہ اس کی کسی خاص نوع کی تجارت کے ساتھ تخصیص ہوگی، البتہ اگر آقا محض متعین شئی کے بارے میں اجازت عطا کرے تو غلام درحقیقت اجازت یافتہ شمار نہ ہوگا، اس لئے کہ حقیقت کے اعتبار سے یہ اجازت نہیں، بلکہ صرف خدمت لینا ہے۔

س: فَإِذَا أَذِنَ له في شيْءٍ بعينه مثلاً أن يأمُرَه بشراءِ ثوبٍ لِلْكِسوَةِ أو طعامٍ لأهلِهِ ما حكمُه ؟

ج: هذا ليسَ اذناً فى التجارةِ فيتقيَّدُ بما أمرَ، وَلَا يَجْرِى عَلَيْهِ أحكامُ المأذُونِ۔

س: اگر مولی نے اسکو ایک خاص چیز خریدنے کی اجازت دی ہو۔جیسے اسکو حکم دیا پہننے کے لئے کپڑا خریدنے کا یا گھر کے لئے کھانا خریدنے کا تو اسکا کیا حکم ہے؟

ج: یہ تجارت کے لئے اجازت نہیں ہوگی بلکہ یہ اجازت مقید ہوگی اسی (چیز) کے ساتھ جس کا اس کو حکم کیا، اور اس پر ماذون کے احکام بھی جاری نہیں ہونگے۔

﴿ماذون غلام کے اقرار دیون کا حکم﴾

س: وماحكمُ اقرارِ المأذونِ بالدُّيونِ والمغصوبِ والودائع ؟

ج: هذا الاقرارُ صحيحٌ۔

س: عبد ماذون کا دیون، غصب، اور ودیعت کے اقرار کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ اقرار درست ہے۔

توضیح: ماذون غلام نے اقرار کیا کہ میرے ذمہ فلاں کا دین ہے کہ میں نے فلاں کی فلاں چیز غصب کی ہے جس کا ادا کرنا

Marfat.com

میرے ذمہ لازم ہے ایسا اقرار کرنا جائز ہے کیونکہ یہ سب تجارت کے لوازمات ہیں اس لئے تجارت کی اجازت کی وجہ سے ان چیزوں کی اجازت بھی ہو جائے گی، اور یہ مسئلہ اس اصول پر متفرع ہے ایک چیز کی اجازت سے اس کے لوازمات کی بھی اجازت ہو جاتی ہے۔

س: اِذَا اُذِنَ له اِذْنًا عامًّا هَلْ يَجُوْ زُ له اَن يتزَ وَّجَ ؟

ج: لا يجو زُ له اَن يتزَ وَّجَ، ولا اَن يُزَ وِّجَ ما اشْتَرا هُ مِنَ الْعَبِيْدِ والاِمَاءِ ۔

س: جب اسکو اجازت عامہ مل گئی تو کیا وہ شادی کر سکتا ہے؟

ج: اس کے لئے شادی کرنا جائز نہیں اور نہ ہی وہ ان غلاموں اور لونڈیوں کی شادی کرا سکتا ہے جن کو اس نے خریدا ہو۔

توضیح: ماذون کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی شادی کرے اور نہ ہی یہ کہ اپنے مملوک کی شادی کرائے کیونکہ غلام کی شادی کرنے سے نقصان ہے وہ یہ کہ نان ونفقہ ادا کرنا ہوگا، نیز یہ تجارت میں سے نہیں ہے اس لئے اپنی شادی نہیں کر سکتا، یہ ہی نقصان مملوک کی شادی کرانے میں ہے، اس لئے اپنے مملوک غلام باندی کی بھی شادی نہیں کرا سکتا نیز یہ تجارت کے لوازمات یا معاون بھی نہیں ہیں اس لئے بھی شادی نہیں کرا سکتا امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں باندی کی شادی کرانے سے بچہ ہوگا جو کہ باندی غلام کا ہوگا اور باندی کا مہر بھی آئے گا جو فائدے کی چیز ہے اس لئے ماذون غلام اپنی باندی کی شادی کروا سکتا ہے۔

﴿ماذون غلام کا اپنے خرید شدہ غلام کو مکاتب بنانے اور مال کے عوض آزاد کرنے کا حکم﴾

س: فَهَلْ يجو زُ له اَن يُكاتِبَ الْعبدَ الَّذِى اشْتَرا هُ او يَعتِقَه على مالٍ ؟

ج: لا يجو زُ ذلك ۔

س: کیا اس کے لئے اپنے خریدے ہوئے غلام کو مکاتب بنانا یا اسکو مالی عوض کے بدلے آزاد کرنا جائز ہوگا؟

ج: یہ جائز نہیں۔

﴿ماذون غلام کے ہبہ اور صدقہ کا حکم﴾

س: وَهل يجُو زُ له اَن يهَبَ او يتصَدَّ قَ ؟

ج: لا يجو زُ له اَن يَّهَبَ بعِوَ ضٍ او بغيرِ عوَ ضٍ، الا اَن يُّهدِىَ اليَسِيْرَ من الطّعا مِ او يضيفَ من يُطعِمه ۔

س: کیا اسکے لئے ہبہ اور صدقہ کرنا جائز ہے؟

ج: اس کے لئے مطلقا ھبہ کرنا جائز نہیں۔ چاہے ھبہ بعوض ہو، یا بغیر عوض۔ سوائے تھوڑا سا کھانا ھدیہ کرنے یا مہمانی دینے کے جس نے اس کو کھلایا ہو۔

Marfat.com

ماذون مقروض غلام کو قرضوں کی ادائیگی کے لئے بیچنا

س: عبدًا أذن له مولاهُ فاشتغل بالتجاراتِ و لزمتهُ ديونٌ من يؤدِّيها ؟

ج: ديونهُ متعلقة برقبتِهٖ يباعُ فيها للغُرماء، الا ان يَّفْدِيَهُ المَوْلٰى، فَاِذَا بيعَ يُقسَمُ ثَمنُهٗ بينهم بالحِصَص، فان فَضَل من دُيونه شيءٌ طولبَ به بعدَ الحُرِّيَةِ۔

س: عبد ماذون نے تجارت شروع کی اور اس پر دیون (قرض) لازم ہو گئے تو ان کو کون ادا کرے گا؟

ج: اس کے دیون اسی کی گردن پر ہوں گے۔ اس کو قرض خواہوں کے قرض میں بیچا جائے گا الا یہ کہ مولی ادا کر دے، پس جب اس کو بیچا گیا تو اسکی قیمت کو غرماء کے درمیان ان کے حصوں کے بقدر تقسیم کیا جائے گا اور اگر اسکے باوجود بھی ان کے دیون بچ جائیں تو وہ مطالبہ کریں گے اس کے آزاد ہونے کے بعد۔

ماذون مقروض غلام کے قبضہ میں موجود مال کا حکم

س: عبد ماذونٌ لزِمتهُ ديونٌ تُحيطُ بمالِه ورَقَبتِه هل يملكُ المولٰى ما في يدِهٖ ؟

ج: لا يملكُ المولٰى ذلكَ، و يتفرَّعُ عليهِ انَّ المولٰى اذا اَعتَق عَبيدَ عبدِهِ الماذونِ لم تُعتَق، و هذا عندَ ابي حنيفة رحمه الله تعالٰى، وقالا رحمهما الله تعالٰى يملِكُ المولٰى ما في يدِ عبده الماذونِ و لو كانَتِ الدُّيونُ تُحيطُ بِه۔

س: عبد ماذون پر دیون لازم ہو گئے جو حاوی (گھیرے ہوئے) ہیں اس کے مال اور گردن، کو تو کیا آقا مالک ہو گا اس مال کا جو اس کے ہاتھ میں ہے؟

ج: مولی اسکا مالک نہیں ہو گا۔ اور اسپر یہ مسئلہ بھی متفرع ہوتا ہے اگر آقا اپنے غلاموں کو آزاد کر دے تو عبد ماذون آزاد نہیں ہو گا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مولی مالک ہو گا جو کچھ عبد ماذون کے پاس ہے اگرچہ دیون اس کو محیط ہوں۔

توضیح: ماذون غلام پر اتنا قرض ہو گیا جو مال اس کے ہاتھ میں ہے اس کو بھی بیچ دیا جائے اور غلام کو بھی بیچ کر قرض ادا کرنا چاہئے تو بھی نہ ادا ہو مثال کے طور پر غلام اور اس کے مال کی قیمت پچاس ہزار روپے ہیں اور اس پر ساٹھ ہزار قرض ہو گیا تو اس کی جان اور مال سب قرض میں گھرا ہوا ہے گویا کہ مولی کے غلام کی پاس کچھ بھی باقی نہیں رہا سارے کا سارا قرض خواہوں کا ہو گیا، اس لئے مولی اس غلام کے مال کا مالک نہیں رہا اب اگر وہ غلام کے مال کو خرچ کرنا چاہے نہیں کر سکتا، تاہم غلام ابھی بھی مولی کا ہے اگرچہ مال مولی کا نہیں رہا کیونکہ معنوی طور پر غلام ماذون کی جان اور مال قرض والوں کا ہو گیا ہے اور اگر وہ اپنے غلام کو آزاد کرنا چاہے یعنی ماذون غلام میں جو غلام خریدا ہے اس غلام کو آزاد کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا کیونکہ یہ غلام گویا کہ مولی کے نہیں رہے، قرض خواہوں کے ہو گئے اس لئے مولی ماذون غلاموں کے غلاموں کو آزاد کرے تو آزاد نہیں ہوں گے۔

Marfat.com

﴿عبد ماذون مدیون کو آزاد کرنے کا حکم﴾

س: ما حکمُ اعتاقِ المولی عبدَہ الماذونَ المدیونَ ؟

ج: اذا أَعْتَقَهُ المولی نَفَذَ عتقُه، والمولٰی ضامنٌ بقیمتِهٖ للغُرَماء، وما بقِی من الدُّیونِ یُطالب به المعتَق۔

س: مولی کا اپنے عبد ماذون مدیون کو آزاد کرنیکا کیا حکم ہے؟

ج: جب مولی آزاد کردے تو آزادی نافذ ہوگی اور مولی اسکی قیمت کا قرض خواہوں کے لئے ضامن ہوگا اور جو کچھ دیون باقی بچ جائیں تو وہ معتق (غلام جو آزاد ہوا) سے مطالبہ کریں گے۔

﴿ماذون غلام کا اپنے مولی سے بیع کرنے کا حکم﴾

س: وما حکمُ بیعِ العبدِ الماذونِ من مولاہُ ؟

ج: اذا بَاعَ العبدُ الماذونُ من مولاہ شیئاً بمثلِ قیمتِه أو اکثرَ جازَ، وان باع بنقصان لم یجُز ،وھذا اذا کان علیه دینٌ ،وان لم یکن علیه دینٌ فلا یَتَحَقَّقُ البیعُ بینَھما لأن العبدَ وما فی یدِہ کُلُّه ملکٌ لِلمولٰی۔

س: اگر مولی کسی چیز کو اپنے عبد ماذون پر بیچے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: جائز ہے مثل قیمت یا اس سے کم پر نہ کہ قیمت سے اکثر پر اور یہ بھی مقید ہے جبکہ غلام مدیون ہو۔ پس اگر آقا اس کو مبیع حوالہ کر دے ثمن کے قبض کرنے سے پہلے تو ثمن باطل ہو جائے گا (کیونکہ اس صورت میں آقا کا دین غلام پر آجائے گا اور مولی کے غلام پر دین ثابت نہیں ہوتا) تو گویا یہ سمجھا جائیگا کہ اس نے بغیر عوض کے دیا ہے تو بیع جائز نہیں ہوگی اور آقا کو رجوع کا حق حاصل ہو گا۔ (جوہرہ)

توضیح: ماذون غلام جو کہ قرض گھرا ہوا تھا اس نے اپنے مولی سے کوئی چیز بیچی اور وہ ہی قیمت جو بازار میں تھی وصول کی تو یہ جائز ہے، کیونکہ مولی نے ایک اجنبی شخص کی طرح اس کو پوری قیمت ادا کر دی ہے، اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا اس لئے یہ جائز ہے، اور اگر نقصان کے ساتھ بیچا تو جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ پہلے گزر چکا ہے ماذون غلام اپنا قرض ہو کہ اس کی جان اور مال اس میں گھر جائے تو وہ مال اب مولی کا نہیں رہا اس لئے اگر مولی کم قیمت میں خریدے گا تو متہم ہوگا کہ یہ قرض والوں کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس لئے کم قیمت میں غلام ماذون سے خریدنا جائز نہیں ہے، اور اگر زیادہ قیمت پر مولی نے چیز خرید لی تو بھی جائز ہے۔

﴿مولیٰ کا اپنے عبد ماذون سے کچھ بیچنا﴾

س: وَان باعَ المولٰی شیئاً من عبدِہ الماذونِ ماذا حکمُه ؟

ج: جازَ بمثلِ القیمة أو أقلَّ لا باکثرَ من القیمَةِ ،وھذا ایضاً مقیّدٌ بمَا اذا کانَ العبدُ مدیوناً ،فان سلمَّه الیه

Marfat.com

قبلَ قبضِ الثَّمنِ بطَل الثَّمَنُ۔

س: اگر مولی کسی چیز کو اپنے عبد ماذون پر بیچے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: جائز ہے مثل قیمت یا اس سے کم پر، نہ کہ قیمت سے اکثر پر اور یہ بھی مقید ہے جبکہ غلام مدیون ہو۔ پس اگر آقا اسکو مبیع حوالہ کر دے ثمن کو قبض کرنے سے پہلے تو ثمن باطل ہو جائے گا (کیونکہ اس صورت میں آقا کا دین غلام پر آجائے گا اور مولی کے غلام پر دین ثابت نہیں ہوتا) تو گویا یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے بغیر عوض کے دیا ہے تو بیع جائز نہیں ہوگی اور آقا کو رجوع کا حق حاصل ہو گا) (جوھرہ)

﴿ثمن کی وصولی کے لئے مبیع کو روکنا جائز ہے﴾

س: وَاِنْ اَمْسَکَہٗ فی یدِہٖ حتی یَسْتَوْفِیَ الثَّمَنَ ما ذا حکمُہ؟

ج: ھٰذا جائزٌ۔

س: اگر مبیع کو اپنے پاس روکے رکھا یہاں تک کہ ثمن پورا وصول کر لیا تو کیا حکم ہے؟

ج: یہ جائز ہے۔

س: اذا حجَر المولٰی علی عبدِہ ھل یصیرُ مَحْجُوْرًا؟

ج: یصیرُ محجورًا بحَجرِہ بشرطِ أن یُظھِر الحَجْر بینَ أھلِ السُّوْقِ۔

س: جب مولی اپنے غلام کو مجور بنا دے تو کیا وہ مجور ہو جائے گا؟

ج: مجور ہوگا اس شرط پر کہ اسکا حجر کو ظاہر کر دے بازار والوں پر۔

توضیح: مولی نے غلام ماذون کو تجارت کرنے سے منع کر دیا تو جب بازار کے اکثر لوگوں کو اس کے مجور ہونے کا علم ہو جائیگا تب حجر ہوگا اگر ایک دو آدمیوں کو مجور کا علم ہوا تو اب یہ حجر نہیں ہوگا، اگر اس دوران میں غلام نے تجارت کر لی تو وہ نافذ ہو گی کیونکہ اگر اکثر لوگوں کو علم نہ ہو تو ممکن ہے کہ یہ سمجھ کر کہ ابھی اس پر حجر نہیں ہوا ہے۔ لوگ اس سے خرید و فروخت کر لیں تو پھر انہیں نقصان اٹھانا پڑے گا اس لئے اکثر لوگوں کو یہ علم ہونا ضروری ہے۔

س: وھل صورۃٌ أخرٰی لِحجْرِ العبدِ الماذُوْنِ؟

ج: اذا ماتَ المولٰی أو جنَّ أو لحق بدارِ الحربِ مرتَدًّا صارَ العبدُ الماذونُ محجورًا علیہ، وکذا اذا أبَقَ العبدُ الماذونُ صار محجورًا علیہ، ولأمۃُ الماذونۃ اذا ولَدَت من مولاھا فذلک حجرٌ علیھا۔

س: کیا عبد ماذون کے مجور ہونے کی کوئی دوسری صورت بھی ہے؟

ج: جی ہاں (۱) جب مولی مر جائے (۲) یا مجنون ہو جائے (۳) یا مرتد ہو کر دار الحرب چلا جائے (۴) تو عبد ماذون مجور ہو جائے

Marfat.com

گا، یا عبد ماذون بھاگ جائے (۵) یا امہ ماذون لونڈی کا اپنے آقا سے بچہ پیدا ہو جائے تو بھی مجحور ہوں گے۔

﴿مجحور غلام کا اقرار دیون﴾

س: ما حکمُ اقرارِ العبدِ الماذونِ بالدیونِ والغصوبِ والامانات اذا حُجر علیه؟

ج: هذه کلُّه جائزٌ فیما فی یدِه من المالِ عند ابی حنیفة رحمه الله وقالا لا یصِحُّ اقرارُه۔

س: عبد ماذون کا مجحور ہونے کے بعد دیون، غصب، اور امانت کے اقرار کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ اقرار جائز ہے صرف اسی مال میں جو کچھ مال اس کے ہاتھ میں ہو امام ابو حنیفہؒ کے ہاں، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ اقرار صحیح نہیں۔

توضیح: آقا نے اپنے ماذون غلام کو حجر کر دیا اب اس کے قبضہ میں جو مال ہے اس کے بارے میں وہ اقرار کرتا ہے کہ یہ مال فلاں کی امانت ہے یا فلاں کا غصب کیا ہوا ہے، یا فلاں آدمی کا میرے ذمہ اتنا دین ہے اس کے بدلہ میں یہ مال دینا ہے تو اس مال کے بارے میں اس قسم کا اقرار کرنا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے نمبر (۱) کیونکہ اقرار کا دارومدار قبضہ پر ہے اور غلام کا اس مال پر قبضہ ہے اس لئے وہ اقرار کر سکتا ہے نمبر (۲) ماذون غلام کو ابھی ابھی مجحور کیا ہے اس لئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس کے لوگوں کے جو حقوق آئے ہوتے ہیں وہ ان سے فارغ ہونا چاہتا ہے اس لئے اس کا اقرار درست ہوگا، البتہ جو مال مولی نے لے لیا اور ماذون غلام کے قبضہ میں نہیں رہا اس کے بارے میں کوئی اقرار نہیں کر سکتا۔ حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ کیونکہ وہ مجحور ہو چکا ہے اس لئے اب اسے اقرار کرنے کا اختیار نہیں رہا۔ کیونکہ غلام کے ہاتھ میں جو مال ہے وہ مولی کا ہے اور دوسرے کے مال میں کسی کے لئے اقرار کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿بچے کے ولی کا بچے کو تجارت کی اجازت دینا﴾

س: و ما حکمُ اذنِ ولیِ الصبیّ للصّبی فی التِّجارَة؟

ج: هذا الاذنُ صحیحٌ، فاذا اَذِنَ له فهو بالبیع و الشراءِ کالعبدِ الماذونِ فینفُذُ تصرُّفُه اذا کان یعقِل البیعَ والشِّراءَ۔

س: بچے کے ولی کا بچے کو اجازت دینے کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ اجازت درست ہے پس جب اسکو اجازت مل گئی تو وہ بیع وشراء میں عبد ماذون کی طرح ہوگا اور اسکے تصرفات نافذ ہوں گے جبکہ وہ خرید وفروخت جانتا ہو۔

Marfat.com

کتاب الوقف

﴿وقف کا بیان﴾

لغات: مجرد، محض۔ فقط۔ فقراء، فقیر کی جمع مفلس، محتاج، یحول، پھر جانا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ بقر گائے کراع گھوڑے، خچر گدھے کراء الارض مشاعا۔ زمین کے گوشے مشترک مقاسمه۔ تقسیم کرنا بانٹنا۔ رباط۔ قلعہ، یفرض، الگ کرنا جدا کرنا السقایه، حوض۔

﴿وقف کیا ہے؟﴾

س: الوقفُ ما هو ؟

ج: هو لغةً الحبسُ، وفي الشرع عبارةٌ عن حبسِ العينِ على حُكمِ مِلكِ الواقف، والتَّصدُّقِ بالمنفعَةِ۔

س: وقف کسے کہتے ہیں؟

ج: وقف لغت میں حبس (روکنے) کو کہتے ہیں اور شریعت میں نام ہے عین شے کو روکے رکھنا، واقف کی ملکیت پر اور اس کے منافع کا صدقہ کر دینا (یعنی عین شے محبوس ہو مالک کی ملکیت کے اندر لیکن اس کے منافع کو صدقہ کر دے، اور یہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں ہے۔ بشرطیکہ حاکم کے فیصلہ دینے سے قبل ہو ورنہ اس کے بعد واقف کی ملکیت شے موقوفہ سے زائل ہو جائے گی، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملک پر روکے رکھنا اور اسکے منافع کو جس پر چاہے وقف کر دے۔

﴿مشروعیت وقف کی وجہ﴾

س: لماذا شُرِعَ الوقفُ ؟

ج: شُرِعَ لأجلِ استمتاعِ أهل الحاجاتِ بالعين مع بقائها ولأنْ تكونَ تلك العَينُ صدقةً جاريةً للواقفِ، قال النبي ﷺ: إذا مات الانسانُ، انقطعَ عنه عمَلُه إلّا من ثلاثةٍ: الا من صدقةٍ جاريةٍ، أو علمٍ يُنتفَع به، أو ولدٍ صالحٍ يَدعو له۔

س: وقف کیوں مشروع اور جائز ہوا؟

ج: اس لئے تاکہ اہل حاجت اس سے فائدہ حاصل کریں عین شے کے باقی رہنے کے ساتھ ساتھ اور یہ کہ صدقہ جاریہ ہو وقف کے لئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جب انسان مرجاتا ہے۔ تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے تین (۱) یا تو صدقہ جاریہ چھوڑا ہو (۲) یا علم جس سے نفع اٹھایا جاتا ہو (۳) یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی ہو۔

Marfat.com

﴿وقف کرنے والے کی ملکیت کا زائل ہونا﴾

س: متی یزولُ مِلکُ الواقِف عن العَینِ الموقُوفَةِ؟

ج: لا یزول ملکُ الواقفِ عن الوقفِ عندَ أبی حنیفةَ، اِلا أن یَحکم به الحاکم أو یُعَلِّقَهُ بموتِہٖ فیقول اِذَا مِتُّ، فقد وقفتُ داری عَلٰی کذا۔ وقال أبو یوسفَ رحمه الله تعالی: یزولُ المِلکُ بمُجرَّد القَولِ، وقال محمد رحمه الله تعالی لا یزولُ الملکُ حتی یجعلَ للوقفِ ولِیًّا و یُسلِّمَه اِلیه۔

س: عین موقوفہ سے واقف کی ملکیت کب زائل ہوگی؟

ج: امام ابوحنیفہؒ کے ہاں، واقف کی ملکیت عین موقوفہ سے زائل نہیں ہوتی سوائے دو باتوں کے (۱) یا تو حاکم اس کا فیصلہ دیدے (۲) یا واقف اس کو اپنی موت سے معلق کردے۔ یعنی یوں کہے۔ اگر میں مرگیا تو میں نے اپنے گھر کو وقف کیا فلاں چیز کے لئے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں محض یہ کہنے سے ہی ملکیت زائل ہو جائے گی۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ملکیت اس وقت تک زائل نہیں ہوگی جب تک کہ وقف چیز کے لئے کوئی متولی نہیں بنایا ہو کہ جس کے حوالہ کردی گئی۔

توضیح: جہاں تک وقف کا تعلق ہے احناف کے ائمہ ثلاثہ اور دیگر ائمہ سب کے نزدیک درست ہے مگر امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا لزوم نہیں ہوتا یعنی وقف کرنے والے کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ وقف کو باطل اور کالعدم کردے پس حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واقف کی ملکیت دو ہی صورتوں میں زائل اور ختم ہوگی۔ (۱) یا تو ایسا ہو کہ حاکم اس کا حکم دے۔ (۲) یا وقف کرنے والے نے اسے اپنے انتقال تک پر معلق کردیا ہو یعنی وقف کرنے والے نے کہا کہ میرا انتقال ہو جائے تو میرا مکان فلاں شخص کے لئے وقف ہے حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں اس طرح کہنے کی احتیاج نہیں صرف واقف کے وقف کردینے سے واقف کی ملکیت ختم ہو جائے گی امام محمدؒ فرماتے ہیں متولی وقف متعین ہونے کی صورت میں وقف کی گئی چیز متولی کے قابض ہو جانے پر واقف کی ملکیت ختم ہو جائے گی حضرات فقہاءؒ نے صاحبینؒ کے قول کو راجح قرار دیتے ہوئے اس پر فتویٰ قرار دیا ہے۔

﴿چیز واقف کے ملک سے نکلنے کے بعد پھر اس کے ملک میں داخل ہوگی؟﴾

س: هل یدخلُ الوقفُ فی ملکِ الموقُوفِ علیہِ، بعدَ ہ خروجِہٖ عن ملکِ الواقفِ؟

ج: اِذا صحَّ الوقفُ علی، الاختلافِ الَّذی ذکرناہُ، خرجَ من ملکِ الواقِفِ ولم یدخُل فی ملکِ الموقوفِ علَیہِ۔

س: کیا شے موقوفہ، موقوف علیہ کی ملکیت میں داخل ہو جائے گی واقف کی ملکیت سے نکلنے کے بعد؟

ج: جب وقف صحیح ہو جائے (اختلاف مذکورہ پر) تو وہ واقف کی ملکیت سے تو نکل جائے گی لیکن موقوف علیہ کی ملکیت میں داخل

Marfat.com

نہیں ہوگی۔

وقف کے تمام ہونے کی شرط

س: وَ هَل لِتَمامِ الوقْفِ شرطٌ عندَ علمائِنا الثَّلاثَةِ؟

ج: لا يتمُّ الوقفُ عند أبي حنيفه ومحمد رحمهما الله تعالى، حتى يجعلَ آخرَه لجهةٍ لا تنقطعُ أبدًا، وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: إذا سمى فيه جهة تنقطع جاز أيضا وصار بعدها للفقراء وإن لم يسمهم

س: کیا ائمہ ثلاثہ کے ہاں وقف کے تمام ہونے کے لئے کوئی شرط ہے؟

ج: طرفین کے ہاں وقف تام نہیں ہوگا جب تک کہ اس کے آخر کو ایسی جہت کیلئے نہ بنادے جس کے لئے کبھی منقطع ہونا نہ ہو۔ اور امام ابویوسف فرماتے ہیں۔ جب وقف میں کسی ایسی جہت کا نام لیا جس کے لئے منقطع ہونا ہے تب بھی وقف جائز ہے۔ اور اس جہت کے ختم ہونے کے بعد وہ پھر فقراء کے لئے ہوگی اگرچہ ان کا نام نہ لیا ہو۔

وقف مشاع کا حکم

س: وَمَا حكمُ وقفِ المُشاعِ؟

ج: هو جائزٌ عند أبي يوسف رحمه الله تعالى، وقالَ محمدٌ رحمهُ اللّٰه تعالى: لَا يَجُوْزُ۔

س: مشاع (مشترک) کے وقف کا کیا حکم ہے؟

ج: امام ابویوسف کے ہاں جائز اور امام محمد کے ہاں جائز نہیں۔

توضیح: وہ چیز جو مشترک طور پر وقف ہو اس کی دو قسمیں ہیں نمبر (۱) ایسی چیز ہو جس سے تقسیم ممکن نہ ہو، نمبر (۲) ایسی چیز جو تقسیم کی جاسکتی ہو، مثال کے طور پر گھر وغیرہ تو ایسی چیز کا مشترک طور پر وقف کرنا جس کی تقسیم ممکن نہ ہو یہ متفقہ طور پر سب کے نزدیک جائز ہے اور رہی ایسی چیز جس کی تقسیم ہوسکتی ہو اس کے وقف کو امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے، اس لئے کہ تقسیم قبضہ کے اتمام سے پہلے ہے، اور امام ابویوسف کیونکہ اس میں قابض قبضہ کرنے کو شرط قرار نہیں دیتے، تو اس کا اتمام بھی شرط نہیں ہوگا۔ اس کے برعکس امام محمد قابض ہونے کو شرط قرار دیتے ہیں لہذا ان کے نزدیک وقف مشترک درست نہ ہوگا، فقہاء بخارہ نے امام محمد کہ قول کو اختیار فرمایا ہے، بزازیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ مشترک وقف کا جہاں تک تعلق ہے، اس میں امام محمد کا قول مفتی بہ ہے اور صاحب شرح الوقایہ نے امام ابویوسف کے قول کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔

زمین کے وقف کرنے کا حکم

س: وَمَا حكمُ وقفِ العَقَارِ؟

Marfat.com

ج: وقفُ العَقَارِ صحِيحٌ ـ
س: زمین کے وقف کرنے کا کیا حکم ہے
ج: زمین کا وقف صحیح ہے۔
س: وما حكمُ وقفِ الأشياءِ، الّتي تُنقَل وتُحوَّلُ؟
ج: قال أبو حنيفه رحمه الله تعالى: لا يجوز وقفُ ما ينقل ويُحوَّلَ، وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: إذا وقَف ضَيْعةً ببقرها وأكَرتِها وهم عبيده جاز، وقال محمد رحمه الله تعالى: يجوز حبس الكُرَاع والسلاح فِي سبيلِ الله ـ
س: اشیاء منقولہ اور بدلنے والی (چیزوں) کے وقف کا کیا حکم ہے؟
ج: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اشیاء منقولہ اور بدلنے والی (چیزوں) کا وقف جائز نہیں اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں اگر زمین کو وقف کردے مع بیلوں اور کاشت کاروں کے جو واقف کے غلام ہوں تو جائز ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں گھوڑوں اور اسلحہ کا وقف کرنا اللہ کی راہ میں یعنی جہاد کے لئے جائز ہے۔

﴿وقف کی بیع تملیک اور تقسیم کا حکم﴾

س: وما حكمُ بيع الوقف وتَمليكِه وتَقسيمِه؟
ج: لا يجوزُ بيعُ الوقف، ولا تمليكُه۔ وأما تَقسيمُه فيصِحُّ في المُشاعِ إذا طلبَ الشريكُ القِسمةَ، وهذا عند أبي يوسف رحمه الله تعالى فإنَّ وقفَ المُشاعَ عنده صحيحٌ ـ
س: موقوفہ کے بیچنے، تملیک اور تقسیم کا کیا حکم ہے؟
ج: موقوفہ کا بیچنا اور مالک بنانا درست نہیں ہے۔ باقی رہا اسکو تقسیم کرنا تو مشترک میں تقسیم درست ہے جب شریک اس کا مطالبہ کرے امام ابو یوسفؒ کے ہاں کیونکہ ان کے ہاں مشاع چیز کا وقف درست ہے۔ (اور طرفین کے ہاں جائز نہیں)

﴿جس جگہ پر مسجد بنائی گئی ہو اس سے واقف کی ملکیت کب زائل ہوگی؟﴾

س: ومتى يزولُ ملكُ الواقف عن البُقْعة إذا بنٰى مسجدًا؟
ج: لا يزولُ مِلكُه عنه حتى يَفرِزَهُ عن ملكِه بطريقِه، ويأذن للنّاس بالصلاة فيه، فإذا صلّى فيه واحدٌ زال مِلكه عندَ أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ـ وقال أبو يوسف رحمه الله تعالى: يزولُ مِلكُه عنه بقوله: جعلتُه مسجدًا ـ
س: واقف کی ملکیت اس زمین سے کب زائل ہوگی جس میں مسجد بنائی گئی ہو؟

Marfat.com

ج: اس کی ملکیت ختم نہیں ہوگی اس سے یہاں تک کہ وہ اسکو اپنی ملکیت سے علیحدہ کردے راستہ بنا کر (یعنی اس کیلئے الگ راستہ اپنے زمین سے جدا کردے) اور لوگوں کو اس میں نماز کی اجازت دیدے۔ پس جب اس میں ایک آدمی نماز ادا کرے تو طرفین کے ہاں اسکی ملکیت ختم ہو جائے گی۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کے اسکی ملکیت اس کے فقط اس طرح کہنے ہی سے ختم ہو جائے گی کہ میں نے اسکو مسجد بنایا ہے۔

توضیح: اگر کسی نے مسجد بنائی تو اس میں اس کی ملک زائل نہ ہوگی یہاں تک اس کو اپنی ملکیت سے علیحدہ کردے اس کے راستے کے ساتھ اور لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دے تو پھر جب اس میں ایک آدمی نے نماز پڑھ لی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کی ملکیت زائل ہوگئی کیونکہ ان کے یہاں ولی کو سپرد کرنا ضروری ہے اور یہاں کوئی مخصوص ولی نہیں ہے۔ اس لئے ملکیت سے الگ کر کے ایک آدمی کا نماز پڑھوانا کافی ہوگا، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کسی ولی کو سپرد کرنا ضروری نہیں بلکہ اتنا کہہ دے کہ میں نے مسجد بنالی اس سے وقف مکمل ہو جائیگا۔

﴿مقبرہ و مسافر خانہ، سرایا اور پانی پینے کی جگہ بنانے کا حکم﴾

س: وما حكمُ السِّقايةِ والخانِ، أو الرِّباطِ، أو المقبَرةِ؟

ج: من بنٰى سِقايةً للمُسْلِمِيْن أو خاناً يسكنه بنو السبيل، أو رباطًا، أو جعل أرضه مقبرة لم يزل ملكه عن ذلك عند أبي حنيفه رحمه الله تعالى حتى يحكمَ به حاكمٌ، وقال ابو يوسف رحمه الله تعالى يزول ملكه با لقول، وقال محمد إذا استقى الناسُ من السقايَة، وسكنوا الخانَ والرباطَ، ودفنُوا فِي المَقْبَرةِ زالَ المِلْكُ۔

س: مقبرہ، مسافر خانہ، سرایا اور پانی پینے کیلئے جگہ (حوض ٹینکی) بنانے کا کیا حکم ہے؟

ج: جس شخص نے پانی پینے کے لئے جگہ بنائی مسلمانوں کے لئے یا مسافروں کیلئے سرائے رباط (مسافر خانہ، یا سرحد پر مجاھدین کے لئے کوئی جگہ بنائی) بنایا اپنی زمین کو قبرستان بنایا۔ تو امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اسکی ملکیت اس سے ختم نہ ہوگی جب تک کہ حاکم نے اس کا فیصلہ نہ دیا ہو۔ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں صرف کہنے ہی سے ملکیت زائل ہو جائے گی۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے سقایہ (حوض وغیرہ) سے پیا اور سرائے اور مسافر خانہ میں ٹھہرے اور قبرستان میں دفن کیا تو اسکی ملکیت ختم ہو جائے گی۔

توضیح: اگر کوئی شخص حوض یا مسافر خانہ بنوا کر وقف کرے یا قبرستان کے لئے اپنی زمین وقف کرے تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب تک حاکم اس کے اس کے موقوفہ ہونے کا فیصلہ نہ کردے۔ اس پر مالک کی ملکیت برقرار رہے گی۔ اس لئے کہ اس صورت میں مالک کا حق ختم نہیں ہوا، لہذا حوض وغیرہ سے اس کا نفع اٹھانا درست ہوگا لہذا ما بعد الموت یا حاکم کے حکم کی طرف اس کی اضافت شرط قرار دی جائیگی۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ صرف اس کے کہنے سے ہی اس کی ملکیت زائل ہو جائیگی کیونکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جیسا کہ پہلے گزرا کہ قبضہ اور سپرد کرنا وقف کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ صرف زبان سے کہہ دینے سے وقف مکمل

Marfat.com

ہو جائیگا اور اس کی ملکیت ختم ہو جائیگی۔ حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اگر کسی شخص نے اس سے نفع اٹھالیا مثلاً حوض سے پانی پی لیا اور مسافر خانے میں ٹھہر گیا اور قبرستان میں دفن کرنا شروع کر دیا تو ملک زائل ہو جائیگی۔ اور شرعی طور پر اسے موقوف شمار کیا جائیگا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسافر خانہ وغیرہ وقف کرنا ہو تو فیصلہ کرنے کے بعد وقف ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ''صرف'' میں نے وقف کر دیا'' کہنے سے وقف ہو جائیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کو کوئی مسافر یا مسکین استعمال کرے تو وقف مکمل ہو جائیگا۔

﴿وقف کی آمدنی کیسے خرچ ہوگی؟﴾

س: إذا كانَ لِلوقف غَلّة كيف يُنفِقُها المتوَلّي ؟

ج: يجب عليه أن يبتدىءَ من الغَلة بعمارة الوقف، شَرَط ذلك الواقفُ، أو لم يشترِط

س: اگر وقف کی آمدنی ہو تو متولی کیسے خرچ کرے گا؟

ج: واجب ہے اس پر کہ وہ آمدنی سے خرچ کرے اولاً وقف کی عمارت پر۔ چاہے واقف نے شرط لگائی ہو یا نہ لگائی ہو۔

س: لو جعلَ الواقفُ دار السُّكنٰى فمن يعمُرُها ويقومُ بإصلاحِها ؟

ج: عمارتُها وإصلاحُها على من له السُّكنى ،فَإن امتَنَع من ذلكَ أو كان فقيرًا آ جَر الحاكمُ الدارَ وعمَّرها بأُجرتِها ، فإذا عُمّرتْ ردَّ ها إلى من له السُّكنٰى ۔

س: اگر واقف نے مکان کو رہنے کے لئے وقف کیا تو اس کی مرمت اور اصلاح و درستگی کون کرے گا؟

ج: اس کی تعمیر اور اصلاح اس شخص پر ہے جو اس میں رہتا ہو۔ پس اگر وہ نہ کرے یا غریب ہو تو حاکم اس کو کرایہ پر دے گا اور اس کے کرائے سے اس کی مرمت وغیرہ کرے گا پھر جب اس کو درست کر دے تو دوبارہ لوٹا دے گا رہنے والے کی طرف۔

س: إذا انهدمَتِ الدارُ الموقوفةُ، ماذا يُفعل بأ نقاضِها ؟ ألا يَقسِمها بين مُستحقّي الوقف؟

ج: يَصرِفُ الحاكمُ أَنقاضَها في عِمارةِ الوقفِ إن احتاج إلَيْه ، وإن استغنٰى عنْها أَمْسَكَها حتّٰى يحتاجَ إلى عمارَتِها فيصرفَه فيها ، ولا يجوزُ أن يَقسِمها بين مستحقي الوقفِ ۔

س: اگر وقف شدہ مکان منہدم ہو جائے تو اس کے ملبے کے ساتھ کیا جائے گا؟ کیا اس مکان کو مستحقین کے درمیان تقسیم کیا جاسکتا ہے؟

ج: حاکم اس ملبے کو وقف کی تعمیر میں لگا دے اگر ضرورت ہو۔ ورنہ اس کو روکے رکھے یہاں تک کہ ضرورت پڑ جائے عمارت میں تو پھر اس میں صرف کر دے گا۔ اور اس کا تقسیم کرنا مستحقین میں جائز نہیں (کیونکہ ان کا حق صرف منافع کا حاصل کرنا ہے نہ کہ عین کا)

﴿کسی کا چیز کو وقف کر کے اپنی ولایت رکھنا﴾

س: رجلٌ وقف وقفًا وجعل غَلّته لنفسه، أو جعلَ الوِلايَةَ إليه ماذا حكمُه ؟

Marfat.com

ج:هذا جائزٌ عند أبي يوسفَ رَحِمه الله تعالى ، وقال مُحمَّد رحمه الله تعالى :لا يجوزُ ذلك ۔

س:ایک آدمی نے کوئی چیز وقف کی اور اس کی آمدنی یا ولایت (متولی ہونا) اپنے لئے مقرر کی۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج:امام ابو یوسفؒ کے ہاں جائز اور امام محمدؒ کے ہاں جائز نہیں) فتوی امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔ کہ اس سے لوگوں کو وقف میں ترغیب دینا ہے (حاشیہ قدروی وغیرہ)

توضیح: وقف کرنے والے نے وقف تو کر دیا لیکن یہ بھی شرط لگائی کہ اس کی کچھ آمدنی میں بھی استعمال میں لاؤں گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اسی طرح اس نے یہ شرط لگائی کہ اس کی ولایت میں خود کروں گا اور میں ہی اس کا نگران ہوں گا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہے جائز نہیں۔ کیونکہ یہ مال اللہ کا ہو گیا اس لئے اپنے استعمال کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے۔

كتاب اللقيط

﴿کتاب اللقیط﴾

لغات: لقیط ، اٹھایا ہوا، نومولود بچہ جو پھینک دیا جائے علامت نشان قریہ ، دیہات ، ذمی دارالاسلام کا غیر مسلم باشندہ صنعت، کارگری پیشہ۔

﴿لقیط کو اٹھا لینے کا حکم﴾

س :صبيٌّ أو صبيَّةٌ، وُجِدَ أحدُهما مطروحاً، كيفَ يفعلُ من يَجِدُه ؟

ج: يَلقُطه اى يحمِلُه من موضِعِهِ لئلا يُضِيعُ ،ويكون محفوظًا من الهلاك ويسمَّى لقيطاً لأ جل أنه التُقِط ۔

س: بچہ یا بچی پھینکا ہوا کسی نے پایا تو جس نے پایا ہے۔ وہ کیا کرے گا؟

ج: اس کو اس جگہ سے اٹھالے گا تا کہ ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائے۔ اس کو لقیط کہا جاتا ہے۔ کہ اس نے اس کو پڑا ہوا اٹھایا۔

توضیح: لقیط اس بچے کو کہتے ہیں جس کے ماں باپ نے اس کو ایسے ہی چھوڑ دیا ہو، اور اس کی جان بچانے کی خاطر کوئی اس کو اٹھا لے اور اس کی پرورش کرنے لگے لقیط کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ خطرہ نہ ہو کہ نہ اٹھانے کی صورت میں ضائع ہوگا تو اسے اٹھا نا مستحب ہوگا، کہ اس میں جہاں شفقت و مہربانی کا پہلو ہے وہی ایک جان کا تحفظ اور گویا نئی زندگی بخشنا بھی ہے۔ اور اگر اس کے ضائع ہونے کا خطرہ بھی ہو اس صورت میں اٹھالینا واجب ہے۔

﴿لقیط کا خرچ بیت المال سے ہوگا﴾

س: فإذا التقطَهُ الَّذي راه من يُنفِق علَيْهِ ؟

ج: يُنفَق عليه مِن بيتِ المالِ ۔

Marfat.com

س: جس شخص نے لقیط کو اٹھایا۔ تو اس پر کون خرچ کرے گا؟

ج: بیت المال سے اس پر خرچ ہوگا۔

س التقطه رجلٌ، فهل لرجلٍ آخرَ ان یاخُذه' منهُ ؟

ج: لیس لَه ذٰلِك ۔

س: ایک آدمی نے لقیط اٹھالیا تو کیا دوسرا شخص اس سے لے سکتا ہے؟

ج: نہیں لے سکتا۔

﴿لقیط کے متعلق کسی کے بیٹے ہونے کے دعوی کا حکم﴾

س: فإن ادّعی مدَّعٍ أنه ابنُه' هل یُقبَل قولُه ؟

ج: نعم یُقبل قولُه مع الیمینِ ۔

س: اگر کوئی مدعی ہو کر کہے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ تو کیا اس کی بات مانی جائیگی؟

ج: جی ہاں۔ مع قسم کے قبول ہوگی۔

س: وإن جاءَ رَجُلانِ کلُّ منهُما یَدَّعِی أنه ابنُه، کیف یُقضٰی بینهُما ؟

ج: إن وَصَفَ أحدُهما عَلَامَةً فی جسدِهٖ، فهو أولٰی به ،وان لم یَصِف أحدُهما علامةً فهو ابنُهما ، و لو سبقتْ دعوةُ أحدِهما فهو ابنُه ۔

س: اگر دو آدمی آئے اور دونوں نے اپنے بیٹے ہونے کا دعوی کیا تو ان کے درمیان کیا فیصلہ کیا جائے گا؟

ج: اگر ان میں سے کسی ایک نے کوئی ایسی علامت بتائی جو اس کے جسم میں ہو۔ تو وہ زیادہ مستحق ہوگا۔ اور اگر کسی نے بھی نہیں بتائی تو دونوں کا بیٹا ہوگا (کیونکہ دونوں دعوی کرنے میں برابر ہیں اور راجح موجود نہیں) اور جس نے ان میں سے پہلے دعوی کیا تو وہ اسی کا بیٹا ہوگا۔

﴿لقیط کے متعلق ذمی کے دعوی کا حکم﴾

س: صبیٌّ وُجِد فی مِصرٍ مِنْ أمصارِ المُسلمینَ ،أو فی بعضِ قُراهم، فادَّعی ذِمِّیٌّ أنه ابنُه، هل یثبُت نَسَبُه' منهُ ؟

ج: النَّسَبُ یثبُت منه، لکن اللَّقیطُ یحکم بِإسلامِهٖ، لأنه وجد فی دار الإسْلَامِ ۔

س: مسلمانوں کے شہر یا بستی میں بچہ پایا گیا اور ایک ذمی نے دعوی کیا اپنے بیٹے ہونے کا۔ تو کیا اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہوگا؟

ج: نسب تو اس سے ثابت ہوگا۔ لیکن لقیط کے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا کیونکہ دار الاسلام میں پایا گیا ہے

Marfat.com

س: فان وُجدَ فی قریۃ من قُری اھلِ الذِّمَّۃِ، اوفی بیعَۃ الیھودِ او کنیسۃِ النَّصارٰی ما ذاحکمُہ؟
ج: ھو ذِمّیٌّ فی ھذہ الصُّورَۃِ۔
س: اگر بچہ اہل ذمہ کی بستی یا یہود ونصاریٰ کے عبادت خانہ (گرجے) میں پایا گیا تو کیا حکم ہوگا؟
ج: اس صورت میں وہ بچہ ذمی ہوگا۔

﴿لقیط کے غلام یا لونڈی ہونے کے دعویٰ کا حکم﴾

س: رجل ادّعی أن ھذا اللقیطَ عبدُہ أو أمَتُہ ھل یُقبَل قولُہ؟
ج: لا یُقبَل، وھو من الأحرارِ۔
س: مدعی نے لقیط پر دعویٰ کیا اپنے غلام یا لونڈی ہونے کا۔ تو کیا اس کا دعویٰ کو قبول کیا جائے گا؟
ج: نہیں، بلکہ بچہ آزاد ہوگا۔
توضیح: لقیط کا حکم یہ ہے کہ اسے دارالاسلام کے تابع قرار دیتے ہوئے مسلمان بھی شمار کیا جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ آزادی بھی۔

س: ادّعی عبدٌ أنہ ابنُہ، ھل تُقبَل دعواہ؟
ج: یُقبل قولُہ، لکن اللَّقِیطُ یُعدُّ من الأحرارِ۔
س: غلام نے اس پر اپنے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا تو کیا اس کے دعویٰ کو مانا جائے گا؟
ج: اس کی بات مانی جائے گی۔ لیکن بچہ آزاد ہوگا۔

﴿لقیط کے ساتھ بندھے ہوئے مال کا حکم﴾

س: وُجد مع اللَّقِیطِ مالٌ مشدودٌ علیہ، لمن یکونُ ھذا المالُ؟
ج: ھو مالُ اللّقیط، لأنہ فی یدہ وھو من اَھلِ الملکِ۔
س: لقیط کے ساتھ مال بندھا ہوا پایا گیا تو یہ مال کس کا ہوگا؟
ج: یہ مال لقیط کا ہوگا۔ کیونکہ اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ مالک بننے کا اہل ہے۔
س: رجل التقطَ لقیطًا ثمّ أراد أن یزوِّجہ أو یتصرَّفَ فی مالہ، ھل لہ ذلکَ؟
ج: لا یجوز للمُلْتَقِطِ أن یزوجہ ولا أن یتصرّفَ فی مالہ لکن لہ ولایۃُ الانفاقِ علیہ من مالِہ و شراءُ ما لا بُدَّ لہ منہ کالطعام والکسوۃ۔
س: ایک آدمی نے لقیط کو اٹھالیا پھر اس کی شادی کرنا چاہی یا اس کے مال میں تصرف کرنا چاہا۔ تو کیا اس کے لئے یہ جائز ہے؟

Marfat.com

ج: اس کے لئے جائز نہیں کہ اس کی شادی کرائے یا اس کے مال میں تصرف کرے۔ لیکن اس کو ولایت انفاق حاصل ہوگی کہ اس کے مال سے اس پر خرچ کرے اور اس کے لئے اشیاء ضروریہ خریدے جیسے کھانا، کپڑے وغیرہ۔

س: فإن وهَب احد هِبةً للّقيط، مَن يقبضه؟

ج: يقبضه الملتقِط۔

س: اگر کسی نے لقیط کو ھبہ دیا تو کون اس کی طرف سے قبض کرے گا؟

ج: ملتقط (اٹھانے والا) قبض کریگا۔

س: هل يجوزُ للمُلتقِطِ ان يسلِّم اللقيط في صناعة او يؤاجره في عمل؟

ج: جائز له ذلكَ۔

س: کیا ملتقط کے لئے جائز ہے کہ وہ لقیط کو کسی صنعت (پیشہ) کے لئے سپرد کرے یا مزدوری پر لگائے۔

ج: جائز ہے (لیکن جامع الصغیر میں اس کے مواجرت پر لگانے کو مکروہ قرار دیا ہے)

كتاب اللقطة

﴿کتاب لقطہ﴾

لغات: الملتقطه، گری پڑی چیز اٹھانے والا، عشرہ دس، عرفه، اعلان کرے، تشیهر ایام، یوم کی جمع دن، صاحب، مالک، خیار اختیار، امضاء، برقرار رہنا،

﴿لقطہ کیا ہے؟﴾

س: اللُّقَطةُ ما هي؟

ج: هي المالُ المنبوذُ في مكانٍ، ويُسَمّى لُقطةً لأن مَن رآهُ يُبادِرُ الى التِقاطِه۔

س: لقطہ کسے کہتے ہیں؟

ج: لقطہ اس مال کو کہا جاتا ہے جو کسی جگہ پھینکا ہوا ہو۔ اور اس کو لقطہ اس لئے کہا جاتا کہ ہر دیکھنے والا اس کے لینے کی طرف دوڑتا اور سبقت کرتا ہے۔

توضیح: کسی گرے ہوئے مال کو اٹھا لینے کو لقطہ کہتے ہیں لقطہ امانت ہے اور اٹھانے والے کے ہاتھ میں جبکہ اٹھانے والے نے گواہ بنایا کہ میں نے اس کو اس لئے اٹھایا ہے تا کہ اس کی حفاظت کروں، اور اس کو اس کے مالک کے پاس لوٹا دوں اور اگر حفاظت کرنے والے اور لوٹانے پر گواہ نہیں بنایا تو بعض صورتوں میں وہ ضمانت کا مال ہو جائیگا۔

Marfat.com

﴿کیا لقطہ اٹھانا جائز ہے؟﴾

س: اِذا رأی هذا المالَ احدٌ هل یجوز لَه ان یَّلتقِطه؟

ج: ان کان یخافُ علیه الضِّیاعَ، یجبُ علیه التقاطُه، وان لَّم یخَف الضیاع لم یجب الالتقاطُ، ولکنَّه جائزٌ، واِذا التقط یُشهِدُ انه یأخذُها، لیحفظها و یردَّها علی صاحِبها، فاِذا اخذَها کانت امانةٌ فی یدِہٖ۔

س: اگر کوئی لقطہ دیکھ لے تو کیا اس کے لئے اس کا اٹھانا جائز ہے؟

ج: اگر اندیشہ ہو اس کے ضائع ہونے کا تو اس کا اٹھانا واجب ہے۔ اور اگر ضائع ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر واجب تو نہیں لیکن اٹھانا جائز ہے اور جب اٹھالے تو اس پر گواہ بنادے کہ میں نے اس کو حفاظت کے لئے اٹھایا ہے اور مالک تک لوٹانے کے لئے۔ پس جب وہ اس کو اٹھالے گا تو وہ چیز اس کے پاس امانت ہوگی۔

﴿لقطہ اٹھانے والے پر کیا لازم ہوگا؟﴾

س: فاِذا اخذها، ما ذا یجبُ علیه؟

ج: ان کانت اللُّقطَةُ اقلَّ من عشرة دراهمَ عرَّفها ایّامًا وان کانت عشرة دراهم فصاعدًا عرفها حَولاً فاِن جاء صاحبُها فبها، والا تصدّق بها

س: اگر لقطہ اٹھالے تو اس پر کیا لازم و واجب ہے؟

ج: اگر لقطہ دس دراہم سے کم ہو۔ تو تین دن تک اس کی تشہیر کرے گا۔ اور اگر دس یا اس سے زائد ہو تو پھر ایک سال تک اس کی تشہیر کرے گا۔ پس اگر اس مدت کے اندر اس کا مالک آیا تو فبہا۔ ورنہ اس کو صدقہ کردے گا۔

توضیح: جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ لقطہ جو شخص اٹھائے گا اس کے ہاتھ میں امانت ہوگا، تو اس کا حکم بھی امانت والا ہوگا، اگر بغیر تعدی وزیادتی کے چیز اس کے پاس تلف ہوگئی تو اس پر اس کے تاوان کا وجوب نہ ہوگا، اب اگر یہ اٹھائی ہوئی چیز قیمت میں دس دراہم سے کم ہے تو چند دن تک اس کی تشہیر کرے، اس دوران اگر مالک آجائے تو اس کے سپرد کردے اور اگر مالک نہ آئے اور اس کا علم نہ ہو سکے تو پھر وہ چیز صدقہ ہے اور اگر وہ چیز دس یا دس دراہم سے زیادہ قیمت کی ہو تو ایک سال تک اس کی تشہیر کرے گا۔ اگر اس مدت میں مالک آگیا تو درست ہے ورنہ اس کو بھی صدقہ کرے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت کے مطابق یہی ہے حضرت امام محمدؒ نے اپنی کتاب اصل میں دس دراہم کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلق فرمایا کہ سال بھر تشہیر کرے حضرت امام مالک بھی یہی فرماتے ہیں اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ اتنے دن تک اس کی تشہیر کرے کہ ظن غالب ہو جائے۔ کہ مالک نے اس چیز کی جستجو تلاش چھوڑ دی ہوگی جب اتنی مدت گزر جائے اور مالک نہ آئے تو پھر اسے صدقہ کردے۔

Marfat.com

﴿لقطہ صدقہ کرنے کے بعد مالک آجائے تو......؟﴾

س: إن جاء صاحبها بعد أن تصدّق بها، ما ذا يفعل؟

ج: هو بالخيار إن شاء أمضى الصدقة، وإن شاء ضمّن المتقِط۔

س: اگر صدقہ کرنے کے بعد اس کا مالک آ گیا۔ تو اب کیا ہوگا

ج: مالک کو اختیار ہوگا چاہئے تو اس صدقہ کو برقرار رکھے۔ اور چاہئے تو اٹھانے والے کو ضامن بنائے۔

توضیح: اگر لقطہ اٹھانے والے نے وہ چیز صدقہ کر دی بعد میں مالک آ گیا تو چیز کے مالک کو دو حق حاصل ہوں گے ان میں سے جس کو بھی اختیار کر لے نمبرا: صدقے کو برقرار رکھے، نمبر۲: صدقے کرنے والے ملتقط سے اس کا سامان وصول کر لے کیونکہ دوسرے کے مال میں اس کی اجازت کہ بغیر تصرف ہوا ہے، اگر مالک نے ملتقط سے ضمان وصول کر لی تو ملتقط کو صدقے کا ثواب ملے گا اور وہ صدقہ اسی کی طرف سے شمار ہوگا۔

س: هل يجوزُ التقاطُ الشاةِ، والبقرِ، والبعيرِ؟

ج: يجوزُ ذلكَ۔

س: کیا بکری، بیل اور اونٹ کا اٹھانا جائز ہے؟

ج: جائز ہے۔

توضیح: کسی شخص کو بکری، یا گائے، یا اونٹ، گم شدہ ملے تو اسے پکڑ لے مگر یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب کہ ان کے ضائع ہونے کا پورا خطرہ ہو، اور اگر اس طرح کوئی خطرہ نہ ہو تو بکری کے علاوہ ان میں سے کسی جانور کو پکڑنا درست نہیں ہے بکری کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے بکری کو پکڑ لو، وہ تمہاری یا تمہارے بھائی کی ہے یا بھیڑیئے کے لئے ہے۔

﴿جانور پر خرچ کا تاوان کس پر......؟﴾

س: التقط بهيمةً فأنفقَ عليها من عند نفسه من يضمَن هذه النفقةَ؟

ج: إذا أنفَق عليها بغيرِ إذنِ الحاكِم، فهو مُتبرِّع لا يضمَنُها أحدٌ، وإن أنفَقَ بإذن الحاكم كان ذلك ديناً على صاحِبها۔

س: جانور کو اٹھا لیا اور اپنی طرف سے اس پر خرچ کرنا شروع کیا۔ تو اس خرچ کا تاوان کس پر ہوگا؟

ج: اگر ملتقط نے بغیر حاکم کی اجازت کے اس پر خرچ کیا۔ تو وہ متبرع (احسان کرنے والا) ہوگا۔ اور کوئی بھی ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر حاکم کی اجازت سے خرچ کیا تو مالک کے ذمہ دین ہوگا۔

توضیح: اگر لقطہ اٹھانے والے نے حاکم کی اجازت کے بغیر لقطے پر خرچ کیا تو یہ اس پر احسان ہوگا یعنی مالک سے مقدمہ کر کے

Marfat.com

خرچ نہیں لے سکے گا، ہاں اگر مالک خود دے دے تو حرج نہیں اور اگر حاکم کے فیصلے سے خرچ کیا تو یہ مالک کے ذمہ قرض ہوتا جائیگا، جب بکری کا مالک آئے گا تو ملتقط اس سے یہ قرض وصول کرلے گا،

س: التقطَ بهيمة، فا ن انفقَ عليْها، تستغرق النفقةُ قيمتَها كيف يفعل المتلقط ؟

ج: يحضر لدَى القا ضى و يبّين له صورةَ الحا ل ،فا ن كا نت للبهيمة منفعة ،آجر ها الحا كم، وأ نفق عليها من أجر تها ، وان لم يكن لها منفعة، ويخاف أن تستغرق النفقة ، قيمتَها، با عَهَا وأمرَ بحفُظ ثمنها ،وان كان الأ صلحُ الاِ نفا قَ عليها على أذِنَ فى ذلكَ، و جعل النفقةَ دَيْناً على ما لِكِها ۔

س: ملتقط نے جانور تو اٹھالیا لیکن اب اگر اس پر خرچ کرتا ہے تو اس کا خرچ اس کی قیمت کو ختم کر رہا ہے (یعنی اس کا خرچ قیمت سے بڑھ رہا ہے) تو ملتقط کیا کرے؟

ج: قاضی کے سامنے صورت حال بیان کردے، اب اگر جانور کی کوئی منفعت ہو (یعنی اس سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہو) تو حاکم اس کو اجرت پر دیدے گا اور اس کی اجرت کو اس پر خرچ کرتا رہے گا۔ اور اگر اس سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہ کیا جاسکتا ہو۔ اور یہ اندیشہ ہو کہ اس کا خرچ اس کی قیمت ہی کو غرقاب کردے گا۔ تو وہ فروخت کردے گا اور اس کی قیمت کے محفوظ رکھنے کا حکم دے گا۔ لیکن اگر اصلح اور مناسب اس پر خرچ کرنا ہو تو اس پر خرچ کی اجازت دیدے گا۔ اور پھر تمام خرچ شدہ وہ مالک کے ذمہ قرض و دین ہوگا۔

﴿لقطہ پر حاکم کی اجازت سے خرچ کردہ رقم کی وصولی کا حکم﴾

س: حَضرَ ما لكُها و قد أ نفقَ عليهاالمُلْتَقِطُ بِا ذنِ الحا كمِ، هل يجو زُ له' أن يمنعَه منها ،حتّٰى يأ خذَ النفقةَ ؟

ج: نعم يجو زُ له ذلكَ ۔

س: مالک آیا جبکہ ملتقط لقطہ پر حاکم کی اجازت سے خرچ کرچکا ہے۔ تو کیا وہ اس کو روک سکتا ہے جب تک کہ اس نے اپنا خرچ وصول نہ کیا ہو؟

ج: اس کے لئے روکنا جائز ہے۔

﴿لقطہ کے ملک کے دعویدار پر بینہ پیش کرنا ضروری ہے﴾

س: ر جل التقطَ لُقطةًفجا ء ر جلٌ يدّ عى ا نه' ما لكُ هذهِ اللُّقطةِ هل يدفعُ اليهِ المتقطُ، مُعتمِدًا على دعوَاه؟

ج: لا يَدْ فَعُها اِليهِ،حتى يقيم البّينَة۔

س: ملتقط نے لقطہ اٹھالیا۔ پھر مدعی نے اس پر اپنے مالک ہونے کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے۔ تو کیا ملتقط اس دعویٰ پر اعتماد کرکے اسے دے سکتا ہے؟

Marfat.com

ج:نہیں دے گا۔جب تک کہ وہ بینہ قائم نہ کردے۔

﴿لقطہ کے مالک کے پاس گواہ نہ ہونے کی صورت کا حکم﴾

س: لا يجد المدعى بيّنةً و يبين علا متها ماحكمُه ؟

ج: يَحِلُّ للملتقطِ ان يد فعَهَا اليه ،ولكنه لا يُجبَر على ذلكَ في القَضَاءِ ۔

س:مدعی کی پاس کوئی گواہ نہیں۔لیکن وہ علامات بیان کرتا ہے۔تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج:ملتقط کے لئے دینا حلال ہے لیکن اس کو قضاء مجبور نہیں کیا جاسکتا (یعنی حاکم کا اس کو دینے پر مجبور نہیں کرسکتا جب تک کہ بینہ قائم نہ ہو)

﴿لقطہ کو فقیر پر صدقہ کرنا ضروری ہے﴾

س:عرَّ ف الملتقلطُ اللُّقطَةَ ا يا مًا او حَوْ لاً فبعد ان يَئِسَ من ما لِكِها وَاَرَاد ان يتصَدَّ قَ، على مَن يتصد ق ؟

ج: يتصد قُ على الفقيرِ و يُجنبُها عن الغني۔

س: ملتقط نے کئی دن یا ایک سال تک اس کی تشہیر کی لیکن اب وہ مالک سے مایوس ہوگیا اور اس کا صدقہ کرنا چاہتا ہے تو کس پر صدقہ کریگا؟

ج:فقیر کو دے گا اور مالدار سے دور رہے گا۔

﴿مالدار کے لئے لقطہ سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے﴾

س:الاَ يحِلُّ للملتقط أن ينتفِعَ بها ؟

ج: ان كان غنيًا، لم يجُزْ له الا نتفا عُ بها ،وان كا ن فقيرًا فلا بأسَ بأن ينتفعَ بها ۔

س:کیا ملتقط کے لئے اس سے خود نفع اٹھانا جائز ہے؟

ج:اگر مالدار ہے تو جائز نہیں اور اگر غریب ہے تو کوئی حرج نہیں

س:أراد المقلتقطُ أن يتصد قَ بها لأ جلِ غناء فتصَدَّ قَ على ا بِيهِ او اُمِّه او ابنه الكبيرِ أو زو جتِه و هم فقرا ء ،هل يجوز له ذلك ۔

ج:نعم يجوز ۔

س: ملتقط اپنے مالدار ہونے کی وجہ سے اس کو صدقہ کرنا چاہتا ہے۔پھر اس نے اپنے والدین یا بڑے بیٹے یا بیوی کو صدقہ کیا جبکہ وہ فقیر ہیں تو کیا اس کے لئے یہ جائز ہے؟

Marfat.com

ج: جائز ہے۔

توضیح: مال دار کو لقطے سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ صدقہ کرے اور صدقہ غرباء پر ہوتا ہے اس لئے نہ تو خود استعمال کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی مالدار کو دے سکتا ہے حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے لقطہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے لقطے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا لقطہ حلال نہیں ہے، جس نے کچھ اٹھایا تو اس کو ایک سال تک تشہیر کرنی چاہئے پھر اگر اس چیز کا مالک آجائے تو اس کی طرف لوٹا دو، اور اگر اس کا مالک نہ آئے تو اس کا صدقہ کر دو (مسلم شریف ص ۷۸) اور اگر ملتقط فقیر ہو تو تشہیر کے بعد اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اگر لقطہ پانے والا خود مال دار ہے، لیکن اس کا باپ بیٹا ماں اور بیوی غریب ہیں تو یہ ان لوگوں پر لقطے کا مال صدقہ کر سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنی زکوٰۃ کا مال اپنے باپ ماں بیٹے بیوی پر خرچ نہیں کر سکتا، مگر یہ مال ملتقط کا نہیں ہے بلکہ اجنبی کا ہے، اس لئے اجنبی کا مال ملتقط کے فقیر باپ یا بیٹے یا ماں یا بیوی پر لگ سکتا ہے۔ اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اور جب خود فقیر ہو تو کھا سکتا ہے، تو ان لوگوں پر کیوں نہیں لگا سکتا، جبکہ وہ فقیر ہوں۔

﴿حل اور حرم کے لقطہ میں کوئی فرق نہیں ہے﴾

س: هل فرقٌ بين لُقطَطِ الحِلِّ ولقطةِ الحرمِ ؟

ج: لَا فَرقَ بينهُما ،حكمُهما سواءٌ۔

س: کیا حرم شریف اور حل (غیر حرم) کے لقطہ میں کوئی فرق ہے؟

ج: کوئی فرق نہیں سب برابر ہیں۔

﴿کتاب الخنثی﴾

مولود چھوٹا بچہ جمع موالید سبق آگے بڑھ جانا، سبقت کرنا سواء ، برابر ثدی پستان، الوصول ، پہنچنا، بہت میل میلاپ رکھنے والا، بہت دینے والا،

﴿اگر پیشاب ذکر سے کرتا ہے تو لڑکا ہے﴾

س: إذَا كان للمولودِ فَرْجٌ وذَكَرٌ، و يُسمُّو نه خُنثٰی كيف يُقضٰى بالأحكامِ في حَقّهِ ؟

ج: ان كان يَبُولُ من الذَّكَرِ، فهو غلامٌ ـوان كان يبولُ من الفَرْجِ فهو أنثى ـ

س: جب بچہ کا فرج (شرمگاہ) اور ذکر (عضو مخصوص) دونوں ہوں جس کو خنثیٰ (ہیجڑا) کہا جاتا ہے۔ تو اس کے حق میں احکام کا کیا فیصلہ کیا جائے گا؟

ج: اگر ذکر سے پیشاب کرتا ہو تو لڑکا، اور اگر فرج سے کرتا ہو تو لڑکی۔

Marfat.com

توضیح: اصطلاح میں خنثیٰ وہ کہلاتا ہے جس کا فرج بھی ہو اور ذکر بھی اور اب اس کو مذکر و مونث قرار دیے جانے میں تفصیل یہ ہے کہ اس کے ذکر سے پیشاب کرنے کی صورت میں اس کو مذکر سمجھیں گے، اور فرج سے پیشاب کرنے کی صورت میں اس کو مونث سمجھا جائیگا، بیہقی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ سے خنثیٰ کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کیسے وارث ہوگا (مذکر و مونث) تو آپ نے فرمایا جس طرف سے وہ پیشاب کرے یعنی فرج سے پیشاب کرے تو مونث، اگر ذکر سے کرے تو مذکر۔

﴿دونوں راستوں سے پیشاب کرنے کی صورت کا حکم﴾

س: فان کان یبولُ منھما، کیفَ یُحکَمُ ؟

ج: یُنظَرُ اِلی البوْل ، اِن کان یَسبِقُ خُرُوْجُہٗ من احدِ ھما نُسِب اِلیہ ،وان کان فی السَّبْقِ سَواء، فیُنسَب اِلی اکثرِ ھا بولاً ،ھٰذا عند ھما رحمھما اللہ تعالی و قال ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالی :لا اعتبارَ بالکَثْرۃِ۔

س: اگر دونوں راستوں سے پیشاب کرتا ہو تو کیا حکم ہوگا؟

ج: پیشاب کو دیکھا جائے گا۔ جس راستہ سے پہلے نکلتا ہو اسی کی طرف وہ منسوب ہوگا۔ اور اگر سبقت کرنے میں دونوں برابر ہوں تو پھر اکثر کا اعتبار ہوگا صاحبین کے ہاں اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں کثرت کا اعتبار نہیں۔

توضیح: اور اگر ایسی صورت ہو کہ خنثیٰ دونوں مقامات سے پیشاب کرے تو پھر دیکھا جائیگا کہ پہلے کس راستہ سے کرتا ہے، جس راستہ سے پہلے کرتا ہو اسی راستہ کا اعتبار کرتے ہوئے، اس کے مذکر یا مونث ہونے کا حکم لگایا جائیگا، اور اگر کوئی ایک ہی وقت میں دونوں راستوں سے کرے اس کا مسئلہ مشکل ہے اور ایک ہی جانب فیصلہ کر دینا دشوار ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کے نزدیک جس مقام سے زیادہ پیشاب کرتا ہو اسی کا اعتبار ہوگا اور وہی اس کا اصل عضو قرار دیا جائیگا، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قلت و کثرت کا اعتبار نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں پیشاب کی کمی زیادتی راستہ کہ کم اور کشادہ ہونے کی علامت ہے اس کے اصل عضو ہونے کی نہیں ہے اس لئے صرف اس کو معیار قرار دے کر قطعی فیصلہ نہیں دیا جا سکتا اور صرف اسی بنیاد پر اسے مذکر یا مونث شمار نہیں کیا جائیگا۔

﴿مرد یا عورت ہونے کی بعض اور علامات﴾

س: وھل علامۃٌ اخرٰی غیرُ ذلک، یُعرَفُ بھا انہ رجلٌ او امراۃٌ ؟

ج: اذا بلغ الخنثیٰ، و خرجتْ لہ لِحیۃٌ او وصَل الی النِّساءِ، فھو رَجُلٌ، وان ظھَر لہ ثَدْیٌ کثدی المراۃ اونزل لہ لَبَنٌ فی ثدْیَیۃِ او حاض او حبِل او امکن الوصولُ الیہ من جھۃِ الفرج فھو امراۃٌ۔

س: کیا اس کے علاوہ کوئی اور علامت اس کے مرد یا عورت ہونے کی ہے؟

Marfat.com

ج: جب خنثیٰ بالغ ہو جائے اور اس کی داڑھی نکل آئے یا عورت سے صحبت کرلے تو وہ مرد ہوگا۔ اور اگر اس کے پستان ظاہر ہو گئے عورت کی طرح، یا دودھ اتر آیا پستانوں میں، یا حیض آیا، یا حمل ٹھہر گیا، یا اس کے ساتھ فرج کے راستہ سے جماع کرنا ممکن ہوا تو وہ عورت ہوگی۔

س: فان لم يظهرْ له شَيْءٌ من هذه العلاماتِ، كيف يُحكَمُ؟

ج: لا يحكمُ بذكورتِهِ ولا أنوثتِه، و يقال إنه خُنثي مُشْكِلٌ۔

س: اگر ان علامات میں سے کوئی بھی علامت ظاہر نہ ہو تو کیا فیصلہ ہوگا؟

ج: اس کے مذکر اور مونث ہونے کا کوئی فیصلہ نہیں ہوگا، بلکہ اس کو خنثیٰ مشکل کہا جائے گا۔

﴿خنثیٰ مشکل نماز کی صفوں میں مردوں اور عورتوں کے درمیان والی صف میں ہوں گے﴾

س: فاذا حضر للصّلاةِ في أيِّ صفٍّ يقوم هذا الخنثى المُشْكِلُ؟

ج: يقوم بين صفِّ الرجالِ و صفِّ النساء، و يقومُ الغِلمانُ أمامَه۔

س: نماز میں خنثیٰ مشکل کونسی صف میں کھڑا ہوگا؟

ج: وہ مردوں اور عورتوں کی صف کے درمیان کھڑا ہوگا اور نابالغ بچے اس کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

﴿خنثیٰ مشکل کا میراث سے حصہ﴾

س: و ماذا ينالُ الخُنثى المشكلُ من ميراثِ أبيهِ؟

ج: هو يعدُّ أنثى في استحقاق الإرْثِ عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى كما اذا ترَكَ الميِّت ابنًا و خنثى يكون المالُ بينهما على ثلاثة أسهم للابن سهمانِ وللخنثى سهمٌ، الا أن يثبت غير ذلك۔ وقال أبو يوسف و محمد رحمهما الله تعالى: للخنثى نصف ميراث الذَّكَر، و نصفُ ميراثِ الأنثى، وهو قولُ الشعبيِّ رحمه الله تعالى۔

س: خنثیٰ مشکل کو اپنے والد کی میراث سے کتنا حصہ ملے گا؟

ج: میراث کے مستحق ہونے میں اس کو مونث شمار کیا جائے گا امام ابوحنیفہؒ کے ہاں مثلاً میت نے ایک بیٹا اور ایک خنثیٰ چھوڑا، تو مال ان کے درمیان تین حصوں میں تقسیم ہوگا۔ دو حصے بیٹے کے اور ایک حصہ خنثیٰ کے لئے، الا یہ کہ کوئی دوسری صورت پیش آجائے جس میں خنثیٰ کو زیادہ ملتا ہو (جیسے کہ بعض صورتوں میں اس کو زیادہ حصہ ملتا ہے)۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ خنثیٰ کو نصف میراث مذکر کی اور نصف مونث کی ملے گی۔ اور یہی قول امام شعبی عامر بن شراحیل الھمدانی کا بھی ہے۔

توضیح: مرد اور عورت کی علامتوں سے کچھ پتہ نہ چلے اور مذکورہ طریقوں سے جیسا کہ اوپر گزرا ایک جانب ترجیح نہ دی جاسکے تو

Marfat.com

وہ خنثیٰ مشکل کہلاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ والد کی میراث سے خنثیٰ مشکل کو مذکر کا حصہ دیا جائے یا مونث کا یا کوئی اور صورت ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک میراث کے مسئلہ میں خنثیٰ مونث کے حکم میں ہے اس لئے اگر والد کی وفات ہوئی اس نے ایک بیٹا اور ایک خنثیٰ مشکل چھوڑا تو میراث تین حصوں میں تقسیم ہوگی۔ دو حصے بیٹے کو ملیں گے، اور ایک حصہ جیسے بیٹی کو دیا جاتا ہے، ویسے ہی خنثیٰ کو بھی دیا جائیگا۔ حضرات صاحبینؒ کے نزدیک خنثیٰ کے لئے مذکر کی میراث کا آدھا ہوگا۔ اور مونث کی میراث کا بھی آدھا ہوگا۔ امام شافعیؒ کا بھی یہی قول ہے۔

﴿قول امام شعبیؒ کی تفسیر میں حضرات صاحبینؒ کا اختلاف﴾

س: أخذَ ابو یوسفَ و محمد رحمهما الله تعالیٰ قولَ الشَّعبِیْ رحمه الله تعالیٰ فهل فیهما اختلاف فی شرح قوله؟

ج: نعم اختلفا فی قیاسِ قولِهٖ، فقال أبو یوسف رحمه الله تعالیٰ: یُجعَلُ المالُ سبعةَ أسهمٍ بین الابن و الخُنثٰی، للابن أربعةٌ وللخنثی ثلاثةٌ، وقال محمدٌ رحمه الله تعالیٰ: یُقسَم المالُ بینهما علی اثنیْ عَشرَ سهمًا لِلابن سبعة وللخنثٰی خمسَةٌ۔

س: صاحبین نے امام شعبی کے قول کو لیا ہے، تو کیا ان کا آپس میں اس قول کی تشریح میں اختلاف ہے؟

ج: جی ہاں۔ اس کے قول کی وضاحت میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مال کو سات حصوں میں تقسیم کیا جائے گا بیٹے اور خنثیٰ کے درمیان۔ تو چار بیٹے کے اور تین خنثیٰ کے ہوں گے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ مال کو بارہ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ سات بیٹے کے اور پانچ خنثیٰ کے ہوں گے۔

توضیح: حضرات صاحبینؒ میں امام شعبیؒ کے قول کی وضاحت میں اختلاف ہوا ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت کا حل نکالنے کے لئے دیکھا جائیگا کہ اگر تنہا خنثیٰ موجود ہوتا تو اس کو حصہ کس طرح ملتا اس اعتبار سے سہام کی تفصیل کی جائیگی۔ جبکہ امام محمدؒ کے نزدیک لڑکا اور خنثیٰ دونوں ایک ساتھ موجود ہوں تو ان کو کس طرح حصے ملیں گے کس اعتبار سے تقسیم ہوگی تو مذکورہ صورت میں مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک لڑکا اگر ایک ہو تو اس کو پورا مال ملتا ہے اس اعتبار سے اس کو آدھا ملے گا اور اگر لڑکی ایک ہو تو اس کو آدھا ملتا ہے۔ تو لڑکی کے حصہ کے آدھے یعنی کل مال کا چوتھائی ملے گا اس لئے اگر کل مال کے چار حصے کریں تو خنثیٰ کو کل مال کا آدھا دو حصے ملیں گے اور ایک لڑکی ہو تو پورے مال کا آدھا یعنی چار حصوں میں سے دو حصے ملے گے اور خنثیٰ کو لڑکی کے حصہ کا بھی آدھا ملنا ہے۔ اس لئے دو حصوں کا آدھا ایک حصہ ہوا تو گویا خنثیٰ کو چار حصوں میں سے تین حصے ملیں گے۔ لڑکے کو چار حصے ملیں گے۔ اس لئے سارے مال کو سات حصوں میں تقسیم کیا جائیگا۔ اس میں سے چار حصے ملے گے۔ اور خنثیٰ کو تین حصے ملیں گے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک مذکورہ صورت میں خنثیٰ اور لڑکے کو ملا کر تقسیم ہوگی وہ اس طرح کہ اگر دونوں کو لڑکا مانیں تو دونوں کو آدھا آدھا

Marfat.com

ملے گا اور خنثی کے لئے اس کا بھی آدھا ہوگا۔ اور ایک لڑکا اور خنثی کو لڑکی مانیں تو تین حصوں میں تقسیم ہوگا ایک تہائی خنثی کا اور دو تہائی لڑکے کا اور اوپر معلوم ہو چکا کہ ایک تہائی کا بھی آدھا خنثی کو ملے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ پہلے آدھے کا آدھا اور دوسرے کے تہائی کا آدھا دونوں ملا کر جو مجموعہ ہوگا وہ خنثی کو ملے گا اس طرح بالآخر کل بارہ حصے بنیں گے اور بارہ حصوں میں سے سات لڑکے کے ہونگے اور پانچ خنثی کے ہونگے مزید توضیح کے لئے اس طرح سمجھیں کہ مرنے والے نے ایک لڑکا چھوڑا اور ایک خنثی اور میراث میں کل جائیداد ایک لاکھ روپے چھوڑی اب اس کو امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق تقسیم کریں تو

لڑکے کا حصہ	57.142.856
خنثی کا حصہ	42.857.142

اور اگر امام محمدؒ کے قول کے مطابق تقسیم کریں تو۔

لڑکے کا حصہ	58.333.333
خنثی کا حصہ	41.666.666

س: ومن یختن الخنثیٰ ؟

ج: تبتا ع له أ مة من ما له تَخْتِنُه فا ن لم یکن له ما لٌ یَبتا عُ له ا لا مام أ مَةً من بیتِ الما لِ فا ذا خَتَنَتْهُ با عها، وردَّ ثمنَها الی بیت الما ل۔

س: خنثیٰ کا ختنہ کون کرے گا؟

ج: اس کے مال سے اس کے لئے لونڈی خریدی جائے گی جو اس کا ختنہ کرے۔ اگر اس کا مال نہ ہو تو حاکم اس کے لئے بیت المال سے لونڈی خرید لے، پھر جب وہ لونڈی اس کا ختنہ کر لے۔ تو اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو دوبارہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

❀❀❀

Marfat.com

حصہ دوم

از

کتاب النکاح تا کتاب النفقات

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

بندہ اپنی اس چھوٹی سی کوشش کو اپنی مادر علمی استاذ العلماء عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب نور اللہ مرقدہ کے روح پرور گلستان جامعہ خیر المدارس ملتان کے مایہ ناز، علم وعمل کے پیکر حسن اخلاق کے خوگر اپنے اساتذہ کرام کے نام منسوب کرتا ہے۔ جن کی محبت ہمارے قلوب کا بہترین سرمایہ ہے اور جن کی توجہات کی بدولت مجھے علم دین کی کچھ معلومات حاصل ہوئیں۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

مفتی اعظم فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب دامت برکاتہم

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم

جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا محمد یٰسین صابر صاحب دامت برکاتہم

ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت مولانا شبیر الحق کشمیری صاحب دامت برکاتہم

یادگار اسلاف حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

بحر العلوم حضرت مولانا منظور احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث حضرت مولانا شیر محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ التفسیر حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد خدا بخش صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عابد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ العلماء حضرت مولانا محمد یٰسین شاکر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

فقط محمد اسد اللہ عمر نعمانی غفرلہ

دار العلوم سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

Marfat.com

پیش لفظ

نحمد اللہ تعالیٰ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد علم فقہ تفسیر وحدیث کے بعد تمام علوم دینیہ میں سب سے اعلیٰ مقام رکھتا ہے، اس علم کی خدمت بھی بہت بڑی سعادت کا ذریعہ ہے، اللہ جل مجدہ کا بہت بڑا احسان ہوا کہ اس حقیر کو بھی اس علم کی خدمت کا موقع ملا یہ خالص میرے اللہ کی مہربانی وکرم ہے کہ یہ کام مجھ جیسے ناکارہ سے ہوا۔

ایک عرصہ سے خیال ہوا کہ التسہیل الضروری پر کچھ کام ہو جائے ایک مرتبہ شروع کیا مگر تھوڑا سا ہونے کے بعد بعض عوارض ومصروفیات کی وجہ سے رک گیا، پھر دوبارہ شروع کیا تو کتاب البیوع سے کچھ حصہ پر کام ہوا مگر پھر تعطل کا شکار ہو گیا، اس دوران بعض مدرس ومہتمم حضرات اور معلمات صاحبات کی طرف سے تقاضا بھی ہوتا رہا مگر اسوقت کام کا ہونا اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا نہ ہوسکا۔ اس سال ۱۴۲۶ھ عید الاضحیٰ کے موقع پر جب بارہ دن کی تعطیلات کیں تو خیال ہوا کہ ان تعطیلات میں کتاب النکاح سے کتاب النفقات تک مکمل ہو جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے کام شروع کردیا، میں کیسے اپنے مہربان وکریم رب کا شکر ادا کروں جس نے دس دن کے قلیل عرصہ میں یہ کام کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔ میں بصد عجز ونیاز اس کریم کے دربار عالیہ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو شرف قبولیت بخشے۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔ اور آپ حضرات سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی اس کتاب کی عنداللہ مقبولیت کی دعا فرمائیں اور اپنی خصوصی دعاؤں میں احقر کو بھی یاد رکھیں۔

کتاب کی تکمیل پر استاذ مکرم ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت مولانا مفتی سید عبدالقدوس شاہ صاحب ترمذی دامت برکاتہم سے کتاب کے نام کے متعلق مشورہ کیا تو انہوں نے اس کا نام التفہیم الضروری تجویز فرمایا اگرچہ احقر نے بھی پہلے یہ نام رکھنا چاہا تھا بلکہ دارالعلوم سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے جو جوامع الکلم شائع کی گئی تھی اس میں بھی **التفهيم الضروری** کے حوالہ سے کتاب کا تعارف کرایا گیا تھا۔ مگر برادر مکرم واستاذ محترم حضرت مولانا محمد عبیداللہ قاسم صاحب اور حضرت مولانا محمد عبداللہ ابوبکر صدیق صاحب نے خاص جماعت کے اپنی اکثر کتابوں کو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ سے یہ نام نہ رکھنے کا مشورہ دیا اس لئے احقر نے اسکا نام التنعيم الصبوری رکھنے کا ارادہ کرلیا مگر حضرت شاہ صاحب دام ظلہم سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ

Marfat.com

چونکہ مقصود بھی تفہیم ہے اور اس میں کچھ حرج بھی نہیں ہے اس لئے مجھے التفہیم الضروری نام رکھنا پسند آیا ہے تو کتاب کا یہی نام رکھ دیا گیا۔

آخر میں اللہ جل مجدہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو احقر کے والدین، اساتذہ، احقر واہلیہ اور اس کتاب کی تصحیح وتبیض میں کام کرنے والی دارالعلوم سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی معلمات محترمہ معلمہ بنت قاری محمد احمد صاحب، محترمہ معلمہ بنت رانا محمد اقبال صاحب، محترمہ معلمہ بنت رانا محمد لیاقت صاحب، محترمہ معلمہ بنت حافظ منیر احمد صاحب، کیلئے ذریعہ مغفرت وترقی درجات بنائے۔ (آمین)

فقط

محمد اسد اللہ عمر نعمانی غفرلہ

خادم حدیث ودارالافتاء ومہتمم

دارالعلوم سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

پھول نگر تحصیل پتوکی ضلع قصور

Marfat.com

كِتَابُ النِّكَاحِ

﴿یہ کتاب النکاح ہے﴾

لغوی تحقیق: نکاح کے لغوی معنی میں چار قول ہیں (۱) وطی اور عقد نکاح کے درمیان مشترک ہے (۲) عقد نکاح میں حقیقت اور وطی میں مجاز (۳) وطی میں حقیقت اور عقد میں مجاز (۴) اسکے حقیقی معنی ملانا اور جمع کرانا ہیں۔

س اَلنِّكَاحُ مَاهُوَفِي الشَّرِيْعَةِ الْغَرَّاءِ ؟

ج: هُوَ عَقْدٌ يَرِدُ عَلٰى مِلْكِ الْمُتْعَةِ قَصْدًا ، وَمِلْكُ الْمُتْعَةِ عِبَارَةٌ عَنْ مِلْكِ اِنْتِفَاعِ الرَّجُلِ بِالْمَرْأَةِ وَطْيًا وَّلَمْسًا وَتَقْبِيْلاً.

س: شریعت مطہرہ میں نکاح کیا ہے؟

ج: وہ ایسا عقد ہے جو وارد ہوتا ہے ملک متعہ پر بطور ارادہ کے اور ملک متعہ عبارت ہے عورت کے ساتھ مرد کے نفع اٹھانے کی ملکیت سے بطور جماع اور چھونے اور بوسہ لینے کے۔

نکاح کے شرعی معنی: اصطلاح شریعت میں نکاح اس مخصوص عقد کا نام ہے جو بالقصد مفید ملک متعہ ہو۔ یعنی اسکے ذریعہ مرد کا عورت سے نفع حاصل کرنا۔ (چھونا، بوسہ لینا، جماع کرنا) حلال ہو۔

نکاح کا شرعی حکم: اگر وسعت کے ساتھ نکاح کا بہت زیادہ تقاضا ہے کہ نکاح کئے بغیر فعل حرام وزنا، جلق بازی میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہے تو نکاح کرنا فرض ہوگا۔ اور اگر نکاح کرنے کی صورت میں عورت پر ظلم وستم کرنے کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے، اور اگر عورت کی حق تلفی کا خوف ہے خواہ وہ حق نفس ہو یا حق مال تو ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا مکروہ ہے، اعتدال کی حالت میں یعنی ضرورت کا درجہ نہیں لیکن حقوق ادا کرنے پر قدرت ہے تو بعض کے نزدیک واجب ہے مگر صحیح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے اسکی دلیل حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی

اگر نکاح کی ضرورت تو ہے مگر وسعت نہیں ہے تو اس بارے میں اصلاح انقلاب جلد (۱) صفحہ ۴۰ پر حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اقوال مختلف ہیں احقر وجوب کے قول کو راجح سمجھتا ہے اور وسعت کا تدارک محنت مزدوری یا قرض لیکر جس کے ادا کرنے کی پکی نیت رکھے اور ادا کی کوشش بھی کرے، اور اگر اس کے باوجود بھی ادا نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ اسکے قرض خواہ کو (خود) راضی فرما دیں کیونکہ اس نے دین کی حفاظت کے لئے نکاح کیا تھا اور اس میں مقروض ہو گیا، مگر فضولیات کے لئے قرض لینا جائز نہیں ہے، بلکہ نان ونفقہ کے لئے یا مہر کے لئے جہاں کہیں کل یا بعض مہر فوراً لیا جاتا ہو۔

س: لِمَ قَيَّدْتُمُوْهُ بِالْقَصْدِ؟

ج: لِاَنَّ مِلْكَ الْمُتْعَةِ قَدْ يَحْصُلُ تَبَعًا فِيْ ضِمْنِ مِلْكِ الرَّقَبَةِ كَمَا اِذَا اشْتَرٰى الْاَمَةَ اَوْ وَرِثَهَا

س: تم نے اسکو ارادہ کے ساتھ کیوں مقید کیا ہے؟

ج: اس لئے کہ ملک متعہ کبھی حاصل ہوتا ہے تبعاً ملک الرقبہ کے ضمن میں جیسا کہ جب خریدے لونڈی کو یا وارث ہو اس کا۔

توضیح: سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح کی شرعی تعریف میں قصد کی قید کیوں لگائی ہے؟

جواب: کا حاصل یہ ہے کہ ملک رقبہ کے ضمن میں کبھی ملک متعہ بھی تبعاً حاصل ہو جاتا ہے جیسے کسی شخص نے کوئی لونڈی خریدی یا وراثت وغیرہ سے مالک ہو گیا تو ملک رقبہ کے ضمن میں ملک متعہ بھی حاصل ہو جائے گا، اس لئے قصداً کی قید لگا کر بلا قصد تبعاً حاصل ہونے والے ملک متعہ کو خارج کر دیا گیا ہے۔

﴿انعقاد نکاح﴾

س: كَيْفَ يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ؟

ج: يَنْعَقِدُ بِالْاِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ بِلَفْظَيْنِ يُعَبَّرُ بِهِمَا عَنِ الْمَاضِيْ اَوْ بِاَحَدِهِمَا عَنِ الْمَاضِيْ وَالْاٰخَرِ عَنِ الْمُسْتَقْبِلِ فَالْاَوَّلُ كَمَا يَقُوْلُ وَلِيُّ الْمَرْئَةِ زَوَّجْتُهَا اِيَّاكَ وَ يَقُوْلُ الْمُتَزَوِّجُ قَبِلْتُهَا وَالثَّانِيْ كَمَا اِذَا قَالَ الْمُتَزَوِّجُ زَوِّجْنِيْ فُلَانَةً فَيَقُوْلُ وَلِيُّهَا زَوَّجْتُهَا اِيَّاكَ فَقَوْلُهٗ زَوِّجْنِيْ صِيْغَةُ الْاَمْرِ عُنِيَ بِهِ الْمُسْتَقْبِلُ هٰهُنَا

س: نکاح کیسے منعقد ہوتا ہے؟

ج: منعقد ہو جاتا ہے ایجاب اور قبول کے ایسے دو لفظوں سے جن سے تعبیر کیا جائے ماضی کو یا ان میں سے ایک سے ماضی کو اور دوسرے سے مستقبل کو پس پہلا جیسا کہ عورت کا ولی کہے میں نے اسکا نکاح تجھ سے کیا اور نکاح کرنے والا کہے میں نے اسکو قبول کیا، اور دوسرا جیسا کہ نکاح کرنے والا کہے فلاں عورت کا نکاح مجھ سے کر دے تو اسکا ولی کہے میں نے اس کا نکاح کر دیا تجھ سے پس اس کا زوجنی کہنا امر کا صیغہ ہے اس کے ساتھ مستقبل مراد لیا گیا ہے یہاں۔

مسئلہ: نکاح کا انعقاد ایجاب اور قبول کے ایسے دو لفظوں سے حاصل ہو جاتا ہے۔ جس سے زمانہ ماضی کو بیان کیا جائے یا ان میں سے ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ عورت کے ولی نے کسی شخص سے کہا کہ زو جتھا ایاک میں نے فلاں کا نکاح تجھ سے کر دیا تو اس شخص نے بھی جواب میں کہہ دیا قبلتھا میں نے قبول کر لیا تو اس صورت میں زو جت اور قبلت دونوں فعل ماضی واحد متکلم کے صیغے ہیں ان سے ایجاب وقبول حاصل ہو کر نکاح درست ہو گیا۔

Marfat.com

دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ کسی نکاح کا ارادہ رکھنے والے شخص نے کسی لڑکی کے ولی سے کہا کہ اس کا نکاح مجھ سے کردے تو اس نے جواباً کہا زوجتها ایاك میں نے اس کا نکاح تجھ سے کردیا۔ اس صورت میں زوجنی ایجاب ہے جو کہ امر کا صیغہ ہے ،اس سے مراد مستقبل لیا گیا ہے اور زوجت قبول ہے جو فعل ماضی ہے، لہٰذا نکاح درست ہو گیا۔

﴿الفاظ نکاح﴾

س: بَيِّنُوا الْأَلْفَاظَ الَّتِي يَنْعَقِدُ بِهَا النِّكَاحُ ؟

ج: يَنْعَقِدُ بِلَفْظِ النِّكَاحِ وَالتَّزَوُّجِ مِنَ الْمُتَعَاقِدَيْنِ، وَكَذَا يَنْعَقِدُ بِالْإِنْكَاحِ وَالتَّزْوِيجِ وَالتَّمْلِيكِ وَالْهِبَةِ وَالصَّدَقَةِ مِنَ الْوَلِيِّ إِذَا صَدَرَ بَعْدَهَا الْقَبُولُ

س: وہ الفاظ بیان کرو جن سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

ج: منعقد ہو جاتا ہے متعاقدین کے نکاح اور تزوج کے لفظ کیساتھ اور اسی طرح منعقد ہو جاتا ہے ولی کے انکاح اور تزویج اور تملیک اور ہبہ اور صدقہ کے (لفظ کے ساتھ) جب صادر ہو اس کے بعد قبول

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ وہ کون سے الفاظ ہیں جن سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

جواب: کا خلاصہ یہ ہے کہ متعاقدین کے لفظ نکاح اور تزوج کہنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے نیز انکاح (نکاح کرانا) تزویج تملیک ہبہ اور صدقہ وغیرہ الفاظ جب ولی کی طرف سے ہوں بشرطیکہ ان کے بعد قبول بھی پایا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

﴿وہ الفاظ جن سے نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾

س: إِذَا قَالَ الْوَلِيُّ اٰجَرْتُكَ فُلَانَةً أَوْ أَعَرْتُهَا أَوْ أَبَحْتُهَا لَكَ مَا ذَا حُكْمُهُ ؟

ج: لَا يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ بِهٰذِهِ الْأَلْفَاظِ۔

س: جب ولی نے کہا اجرت پر دی تجھ کو فلاں عورت یا عاریت کے طور پر یا مباح کر دیا اسکو ج: ان الفاظ کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ تیرے لئے اس کا کیا حکم ہے؟

توضیح: حاصل سوال اگر ولی کسی آدمی کو کہتا ہے کہ میں نے تجھے فلاں عورت اجرت پر دی، (۲) یا تجھے عاریتاً دی (۳) یا مباح کردی تو کیا ان الفاظ سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔

جواب یہ ہے کہ ان الفاظ سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔

﴿گواہوں کی موجودگی کی شرط اور ان کے ضروری اوصاف﴾

س: وَهَلْ يَشْتَرِطُ شَرْطٌ لِانْعِقَادِ النِّكَاحِ غَيْرَ الْإِيجَابِ وَالْقَبُولِ ؟

Marfat.com

ج نَعَمْ يُشْتَرَطُ لِذٰلِكَ حُضُوْرُ شَاهِدِيْنَ حُرَّيْنِ بَالِغَيْنِ عَاقِلَيْنِ مُسْلِمَيْنِ اَوْ رَجُلٌ وَّامْرَأَتَيْنِ كَذٰلِكَ، وَلَا بُدَّ اَنْ يَّسْمَعَ الشُّهُوْدُ الْاِيْجَابَ وَالْقُبُوْلَ فَلَا يَنْعَقِدُ بِحُضُوْرِ الْاَصَمَّيْنِ اَوِ النَّائِمَيْنِ ، وَيَصِحُّ بِحُضُوْرِ الْاَعْمَيَيْنِ السَّامِعَيْنِ ۔

س: اور کیا کوئی شرط ہے نکاح کے منعقد ہونے کے لئے بغیر ایجاب اور قبول کے؟

ج: ہاں شرط ہے اس کے لئے حاضر ہونا دو گواہوں کا جو آزاد بالغ عاقل مسلمان ہوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کا اسی طرح کا ہونا، اور ضروری ہے کہ سنیں گواہ ایجاب اور قبول پس نہیں منعقد ہوگا دو بہروں کی یا دو سونے والوں کی موجودگی میں اور درست ہے دو اندھوں سننے والوں کی موجودگی میں ۔

توضیح سوال: کا حاصل یہ ہے کہ ایجاب وقبول کا ہونا تو نکاح کے لئے شرط ہے ہی کیا اسکے علاوہ بھی نکاح کے انعقاد کے لئے کوئی ایسی شرط ہے جس کے بغیر نکاح منعقد نہ ہو سکے۔

جواب: کی توضیح ہے کہ نکاح کے انعقاد کے لئے ایجاب وقبول کے علاوہ یہ بھی لازم ہے کہ نکاح کے وقت درجہ ذیل صفات کے حامل دو گواہ بھی موجود ہوں۔(۱) آزاد (۲) بالغ (۳) عاقل پھر یہ یا تو دونوں ہی مرد ہوں اور اگر دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ نیز ان گواہوں کا ایجاب وقبول کو سننا بھی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے دو بہروں کی موجودگی میں نکاح کیا تو چونکہ بہرے ایجاب وقبول نہیں سن سکتے اس لئے نکاح بھی نہیں ہوگا اسی طرح اگر دو آدمی سوئے ہوئے تھے اس وقت ایجاب وقبول کیا انہوں نے نہیں سنا تو بھی نکاح کا انعقاد نہیں ہوگا۔

البتہ اگر دو ایسے گونگوں کی موجودگی میں نکاح کیا جو بہرے نہ تھے ان کی قوت سماعت درست تھی تو نکاح درست ہو جائے گا کیونکہ جیسا کہ اوپر گذرا ہے کہ ایجاب اور قبول کا سننا ضروری ہے۔ بغیر گواہوں کے نکاح درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا وہ سب عورتیں زانی ہیں جو بغیر گواہوں کے نکاح کر لیتی ہیں اور آزاد ہونا اس لئے ضروری ہے کہ شہادت بلا ولایت نہیں ہوتی اور غلام کو تو خود اپنی ذات پر ولایت حاصل نہیں ہوتی چہ جائیکہ اس کو کسی اور پر ولایت حاصل ہو۔ بالغ ہونا بھی اس لئے ضروری ہے کہ نابالغ کو بھی ولایت حاصل نہیں ہوتی جبکہ شہادت کے لئے ولایت ضروری ہے۔ اس طرح مسلمانوں کے نکاح میں گواہوں کا بھی مسلمان ہونا ضروری ہے کیونکہ کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں ہے۔ قرآن مقدس میں ارشاد باری ہے ولن يجعل الله للكفرين على المؤمنين سبيلا البتہ دونوں گواہوں کا مرد ہونا ضروری نہیں ہے ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔

س بحَصَلَ الْاِيْجَابُ بِحُضُوْرِ شُهُوْدٍ غَيْرَ عُدُوْلٍ هَلْ يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ بِذٰلِكَ؟

ج: نَعَمْ يَنْعَقِدُ ، لِاَنَّ كَوْنَ الشُّهُوْدِ عُدُوْلًا لَيْسَ بِمَشْرُوْطٍ فِي اِنْعِقَادِ النِّكَاحِ

س: حاصل ہو گیا ایجاب غیر عادل گواہوں کی موجودگی میں کیا منعقد ہو جاتا ہے نکاح اسکے ساتھ؟

Marfat.com

ج: جی ہاں منعقد ہو جاتا ہے اسلئے کہ گواہوں کا عادل ہونا مشروط نہیں ہے نکاح کے منعقد ہونے میں

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ایجاب وقبول کا عادل گواہوں کی موجودگی میں ہی ہونا ضروری ہے یا اگر غیر عادل گواہوں کی موجودگی میں بھی ہو جائے تو بھی نکاح منعقد ہو جائے گا؟ حاصل جواب یہ ہے کہ نکاح کے گواہوں کے لئے عادل ہونا ضروری نہیں غیر عادل کی موجودگی میں بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔

﴿حد قذف لگائے گئے گواہوں کی موجودگی میں نکاح﴾

س: حَصَلَ الْاِيْجَابُ وَ الْقَبُوْلُ بِحُضُوْرِ رَجُلَيْنِ مَحْدُوْدَيْنِ فِيْ قَذْفٍ هَلْ يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ؟

ج: نَعَمْ يَنْعَقِدُ

س: حاصل ہو گیا ایجاب اور قبول دو آدمیوں کی موجودگی میں جن کو حد قذف لگائی گئی ہو تو کیا منعقد ہو جاتا ہے نکاح اس صورت میں؟

ج: جی ہاں منعقد ہو جاتا ہے۔

توضیح: سوال کی توضیح یہ ہے کہ ایجاب وقبول ایسے دو گواہوں کی موجودگی میں ہوا کہ انہوں نے کسی پر الزام لگایا تھا اور وہ اس الزام کو کسی طرح بھی ثابت نہ کر سکے تھے اس لئے ان کو (تہمت لگانے کی سزا یعنی) حد قذف لگائی گئی تھی، کیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا۔ جواب یہ ہے کہ ایسے گواہوں کی موجودگی میں کیے گئے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ کیونکہ ہمارے ہاں نکاح کے گواہوں کے لئے عدالت شرط نہیں ہے، اس لئے، فاسقوں اور محدود فی القذف کی موجودگی میں بھی نکاح صحیح ہے۔

﴿دو ذمی گواہوں کی موجودگی میں ذمیہ کا نکاح﴾

س: تَزَوَّجَ مُسْلِمٌ ذِمِّيَّةً بِشَهَادَةِ ذِمِّيَّيْنِ هَلْ يَصِحُّ النِّكَاحُ؟

ج: يَنْعَقِدُ عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ وَلَا يَنْعَقِدُ عِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، فَلَا بُدَّ عِنْدَهُ اَنْ يُّشْهِدَ الشَّاهِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ

س: نکاح کیا ایک مسلمان نے ایک ذمیہ عورت سے دو ذمیوں کی گواہی میں کیا درست ہے نکاح؟

ج: شیخین ؒ کے نزدیک منعقد ہو جاتا ہے اور محمدؒ کے نزدیک منعقد نہیں ہوتا پس ضروری ہے ان کے نزدیک کہ اس صورت میں دو مسلمان گواہوں کو گواہ بنائے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد نے کسی ذمیہ عورت سے دو ذمی گواہوں کی موجودگی میں نکاح کیا تو کیا یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ جس عورت سے نکاح کیا جا رہا ہے اگر وہ ذمی ہے تو مسلمان مرد کا نکاح شیخین کے نزدیک دو

Marfat.com

ذمیوں کی موجودگی میں بھی صحیح ہو جائے گا مگر امام محمدؒ اور امام زفرؒ کے نزدیک نکاح صحیح نہ ہوگا کیونکہ ایجاب وقبول کا سننا ہی شہادت ہے اور مسلمان کے حق میں کافر کی شہادت معتبر نہیں ہے۔ اس لئے مسلمان کا یہ کلام نہ سننے کے درجہ میں ہو گیا، جب کلام نہ سننے کے درجہ میں ہو گیا تو شہادت نہ ہوگی اور بلا شہادت نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ شیخین فرماتے ہیں کہ عقد نکاح میں شہادت کی شرط مہر واجب ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے کہ مسلمان کے حق میں کافر کی شہادت کا اعتبار لازم آئے بلکہ ملک ثابت ہونے کے اعتبار سے ہے، اس پر وہ دونوں شاہد ہیں، لہٰذا ان کی شہادت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور جب شہادت معتبر ہوگی تو نکاح صحیح ہوگا۔

س: هَلْ يَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ أَنْ يَتَزَوَّجَا ؟

ج: جَازَ نِكَاحُ الرَّجُلِ وَالْمَرْءَةِ فِي حَالَةِ الْإِحْرَامِ ، لٰكِنْ لَا يَجُوْزُ الْوَطْيُ وَدَوَاعِيْه

س: کیا جائز ہے محرم کے لئے اور محرمہ کے لئے کہ وہ نکاح کریں؟

ج: جائز ہے نکاح آدمی کا اور عورت کا احرام کی حالت میں لیکن نہیں ہے جائز جماع اور اسکے دواعی

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اس مرد یا عورت کا نکاح جو احرام باندھے ہونے کی حالت میں ہیں درست ہے یا نہیں۔

جواب کی توضیح یہ ہے کہ جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہو اس سے احرام کی حالت میں نکاح کرنا جائز ہے، عورت کا ولی اور نکاح کرنے والا شخص خواہ حلال ہو خواہ احرام باندھے ہونے کی حالت میں ہو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت انس بن مالکؓ سب حضرات اسی کے قائل ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک محرمہ (احرام والی) سے نکاح جائز نہیں ہے ان کی دلیل لا ینکح المحرم ولا ینکح ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے احرام کی حالت میں ہی نکاح کیا ہے۔

سوال: حضرت ابن عباسؓ سے طبرانی میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت میمونہؓ سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا ہے؟

جواب: خود حافظ طبرانیؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے پندرہ طرق سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ محرم تھے اس کے بعد انہوں نے فرمایا ہے کہ هذا هو الصحيح نیز حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کو حضرت ام المؤمنین سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تائید بھی حاصل ہے لہٰذا یہی روایت معتبر ہوگی۔ اس تفصیل کے بعد یہ بھی یاد رہے کہ صرف عقد نکاح جائز ہے، وطی اور دواعی وطی جب تک احرام کی حالت میں رہیں جائز نہیں۔

﴿بیویوں کی تعداد میں مقرر شدہ نصاب شرعی﴾

س: هَلْ فِي عَدَدِ الْأَزْوَاجِ نِصَابٌ مُقَدَّرَةٌ فِي الشَّرِيْعَةِ الْغَرَّاءِ ؟

ج: نَعَمْ فِي ذٰلِكَ نِصَابٌ فَيَحِلُّ لِلرَّجُلِ الْحُرِّ أَنْ يَجْمَعَ فِي نِكَاحِهِ أَرْبَعَ نِسْوَةٍ مِنَ الْحَرَائِرِ أَوِ الْإِمَاءِ وَلَا يَحِلُّ

Marfat.com

لَهٗ اَنْ يَّجْمَعَ فِيْ نِكَاحِهٖ فِيْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ فَوْقَ اَرْبَعِ نِسْوَةٍ ، فَاِذَا طَلَّقَ اِحْدَى الْاَرْبَعِ وَمَضَتْ عِدَّتُهَا اَوْ مَا تَتْ اِحْدَاهُنَّ جَازَ لَهٗ اَنْ يَّتَزَوَّجَ اِمْرَءَةً غَيْرَهَا لِيُكْمِلَ نِصَابَهٗ وَاَمَّا الْعَبْدُ فَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّجْمَعَ فِيْ نِكَاحِهٖ فِيْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ فَوْقَ الثِّنْتَيْنِ ، وَلَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ اَنْ تَنْكِحَ غَيْرَ زَوْجِهَا الَّذِيْ هِيَ فِيْ نِكَاحِهٖ حَتّٰى يُطَلِّقَهَا اَوْ يَمُوْتَ عَنْهَا وَتَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا ، وَهٰذَا لِاَنَّهٗ يَحْرُمُ عَلَى الْمَرْءَةِ اَنْ تَتَزَوَّجَ رَجُلَيْنِ مَعًا

س: کیا بیویوں کی تعداد میں کوئی نصاب مقرر ہے شریعت مطہرہ میں؟

ج: جی ہاں اس میں نصاب ہے پس حلال ہے آزاد مرد کے لئے کہ وہ جمع کرے اپنے نکاح میں چار بیویاں آزاد عورتوں سے یا لونڈیوں سے اور حلال نہیں ہے اسکے لئے کہ جمع کرے اپنے نکاح میں ایک ہی وقت میں چار عورتوں سے اوپر پس جب طلاق دیدی چار عورتوں میں سے ایک کو اور گزر گئی اسکی عدت یا مرگئی ان میں سے ایک تو اس کیلئے جائز ہے کہ نکاح کرلے اس کے علاوہ کسی عورت سے تا کہ پورا کرے اپنا نصاب اور بہر حال غلام تو اس کے لئے حلال نہیں کہ جمع کرے ایک وقت میں دو سے اوپر اور حلال نہیں عورت کے لئے کہ نکاح کرے اس زوج کے علاوہ سے جسکے نکاح میں ہے یہاں تک کہ طلاق دے یا مرجائے اور اس کی عدت پوری ہو جائے اور یہ اس لئے کہ عورت پر حرام ہے کہ وہ دو مردوں سے اکٹھے شادی کرے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مرد ایک وقت میں شرعاً کتنی عورتیں اپنے نکاح میں رکھ سکتا ہے، کیا اس کے لئے کوئی نصاب مقرر ہے؟

جواب کی توضیح یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے اس کا نصاب مقرر کیا ہے جو کہ یہ ہے۔ ایک آزاد مرد کے لئے چار عورتوں کو اپنے نکاح میں جمع کر لینا جائز ہے۔ چار عورتوں سے زیادہ عورتیں نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ عورتیں آزاد ہوں یا لونڈیاں ہوں۔ قرآن مقدس میں ارشاد باری ہے۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ۔ جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار، سے نکاح کر سکتے ہو اور اگر یہ ڈر ہو کر تم ان کے درمیان انصاف نہیں کرسکو گے تو ایک عورت سے نکاح کرلو۔ پھر جب کسی شخص کی چار بیویاں ہوں تو وہ ان چار میں سے کسی ایک کو طلاق دے دے اور اس کی عدت ختم ہو جائے یا ان میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو پھر اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس کی جگہ اور عورت سے نکاح کر لے۔ باقی رہا غلام تو اس کے لئے ایک وقت میں دو عورتوں سے زیادہ عورتوں کا نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ عورت کے لئے اپنے خاوند کے ہوتے ہوئے دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر خاوند طلاق دے دے یا اس کی وفات ہو جائے تو عدت پوری کر لینے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی اجازت ہے کیونکہ عورت کے لئے دو آدمیوں سے اکٹھا نکاح کرنا حرام ہے۔

عقد واحد میں حلال اور حرام عورت سے نکاح کا حکم

س: تَزَوَّجَ اِمْرَاَتَيْنِ فِيْ عَقْدٍ وَّاحِدٍ وَّاِحْدٰهُمَا لَا تَحِلُّ لَهٗ مَا حُكْمُ هٰذَا النِّكَاحِ ؟

Marfat.com

ج: صَحَّ نِكَاحُ الَّتِيْ تَحِلُّ لَهُ وَبَطَلَ نِكَاحُ الْاُخْرٰى، وَجَمِيْعُ الْمُسَمّٰى مِنَ الْمَهْرِ لِلَّتِيْ حَلَّ نِكَاحُهَا

س: نکاح کیا دو عورتوں سے ایک ہی عقد میں اور ان میں سے ایک حلال نہیں ہے اسکے لئے کیا حکم ہے اس نکاح کا؟

ج: درست ہو گیا نکاح اسکا جو حلال ہے اسکے لئے اور باطل ہو گیا نکاح دوسری کا اور پورا مقرر کردہ مہر اسی کیلئے ہے جسکا نکاح حلال ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے ایک ہی عقد میں دو عورتوں سے نکاح کیا اور ان میں سے ایک کے ساتھ تو نکاح کرنا حلال تھا اور دوسری کے ساتھ نکاح کرنا حلال نہیں تھا۔ قرابت نسب یا رضاعت یا کسی اور وجہ سے تو اس نکاح کا کیا حکم ہوگا؟ یعنی دونوں کا نکاح باطل ہو جائے گا یا ایک کا درست ہوگا اور دوسری کا باطل؟۔

جواب:۔ جو خاتون اس کے لئے حلال تھی اس کا نکاح صحیح ہوگا، اور جو حرام تھی اس کا نکاح باطل ہے، اور جس قدر مہر مقرر کیا گیا وہ سب اسی عورت کو دیا جائے گا جس کا نکاح درست ہو گیا۔ صورت اس کی یہ ہے کہ کسی نے ایک حلال اور دوسری حرام عورت سے نکاح کرتے ہوئے کہا کہ میں نے فلاں اور فلاں سے دو ہزار روپے حق مہر کے عوض نکاح کیا تو ظاہر ہے کہ نکاح تو ایک ہی سے درست ہوا لہذا پورے دو ہزار اسی عورت کو مل جائیں گے جو اس کے لئے حلال تھی اور جس کا نکاح صحیح ہو گیا تھا۔

سوال: جب عقد ایک ہے تو دونوں کا نکاح باطل ہو جانا چاہیے۔ جیسے اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو دونوں کو اکٹھا بیچا جائے تو بیع دونوں میں باطل ہوتی ہے۔

جواب: دونوں صورتوں میں ایک فاسد شرط لگائی گئی ہے بیع میں تو غلام کے خریدنے کے ساتھ آزاد کو خریدنا اور نکاح میں حلال کے ساتھ حرام کا نکاح تو چونکہ بیع میں شرط فاسد لگ جائے تو بیع فاسد ہو جاتی ہے مگر نکاح میں شرط فاسد لگائی گئی ہو تو وہ شرط خود باطل ہو جاتی ہے نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔ اس لئے حلال عورت کا نکاح صحیح ہو جائے گا محرمہ کا باطل ہو جائے گا۔

عقد شغار کا حکم

س: زَوَّجَ الرَّجُلُ اُخْتَهُ اَوْ بِنْتَهُ عَلٰى اَنْ يُّزَوِّجَهُ النَّاكِحُ اُخْتَهُ اَوْ بِنْتَهُ لِيَكُوْنَ اَحَدُ الْعَقْدَيْنِ عِوَضًا عَنِ الْاٰخَرِ، مَا ذَا حُكْمُهُ؟

ج: اَلْعَقْدَانِ جَائِزَانِ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مَهْرُ مِثْلِهَا

س: نکاح کیا آدمی نے اپنی بہن کا یا بیٹی کا اس شرط پر کہ نکاح کرے گا نکاح کرنے والا اپنی بہن یا بیٹی کا اس سے تا کہ دونوں عقدوں میں سے ایک دوسرے کا عوض ہو جائے، اس (صورت) کا کیا حکم ہے؟

ج: دونوں عقد جائز ہیں اور ان دونوں (عورتوں) میں سے ہر ایک کے لئے مہر مثلی ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی سے اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کیا کہ وہ اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کرے گا اور ایک

Marfat.com

عقد دوسرے عقد کا عوض ہوگا تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ اس عقد کو عقد شغار کہتے ہیں، ہمارے نزدیک یہ دونوں عقد جائز ہیں، اور ہر ایک کو مہر مثل ملتا ہے۔

سوال: نکاح شغار سے تو نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے پھر حنفیہ اس کو کیوں جائز قرار دیتے ہیں۔

جواب: نبی کریم ﷺ کے منع فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مہر نہیں ہوتا، اور یہاں جب مہر مثل واجب کر دیا گیا تو حقیقت میں یہ نکاح شغار ہی نہ رہا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں عقد باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں نصف بضع مہر اور نصف بضع منکوح ہوتا ہے، حالانکہ باب نکاح میں اشتراک نہیں ہوتا۔ ہم یہ کہتے ہیں ان عقدوں میں ایسی چیز کو مہر بنایا گیا ہے جو مہر بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی اس لیے چونکہ ایسی صورت کا حکم یہ ہوتا ہے کہ عقد باطل نہیں ہوتا بلکہ مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ جیسے کوئی شخص مہر میں شراب یا خنزیر مقرر کر دے تو اس کی تعیین باطل ہو جاتی ہے اور مہر مثل واجب ہوتا ہے۔ اس لیے اس صورت میں بھی مہر مثل واجب ہوگا اور نکاح درست ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

س: رُجُلٌ زَوَّجَ رَجُلًا اَوْ اِمْرَءَةً بِغَیْرِ اِسْتِئْذَانٍ مَا حُکْمُہٗ ؟

ج: اَلنِّکَاحُ مَوْقُوْفٌ عَلَی الْاِذْنِ فَاِذَا اَذِنَ الَّذِیْ لَمْ یُسْتَاْذَنْ جَازَ ، وَاِنْ رَدَّ بَطَلَ وَھٰذَا یُسَمّٰی نِکَاحُ الْفُضُوْلِیِّ فِیْ عُرْفِ الْفُقَھَاءِ

س: کسی شخص نے نکاح کر دیا کسی آدمی کا یا عورت کا بغیر اجازت کے کیا حکم ہے اسکا؟

ج: نکاح اجازت پر موقوف ہے پس جب اجازت دے دے وہ جس سے اجازت نہیں لی گئی تو جائز ہے اور اگر رد کر دے باطل ہے اور فقہاء کے عرف میں اس کا نام نکاح فضولی رکھا جاتا ہے۔

﴿نکاح فضولی کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بغیر اجازت لینے کے کسی مرد یا عورت کا نکاح کرا دیا تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ فقہاء کے عرف میں اس نکاح کو نکاح فضولی کہتے ہیں، نکاح فضولی کا حکم یہ ہے کہ یہ اس شخص کی اجازت پر موقوف رہے گا جس کا نکاح بغیر اجازت کرا دیا گیا ہے، اگر وہ اجازت دے تو نکاح جائز ہو جائے گا اور اگر اجازت نہ دے تو نکاح باطل ہو جائے گا۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ فضولی کے تمام تصرفات باطل ہیں، کیونکہ عقد کی وضع اس کے حکم کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور فضولی حکم کے اثبات پر قادر نہیں ہے لہذا اس کا تصرف باطل ہوگا، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ایجاب و قبول کا صدور اس کے اہل سے برمحل ہوا ہے اس لئے لغو نہیں ہو سکتا، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ موقوف ہو جائے، اور فضولی اگرچہ اثبات حکم پر قادر نہیں ہے مگر اس کی وجہ سے حکم معدوم نہیں ہوتا بلکہ مؤخر ہو جاتا ہے جیسے بیع جس میں خیار شرط رکھ لیا جائے تو اس کا حکم معدوم نہیں ہوتا بلکہ مؤخر ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

س: وَمَا حُكْمُ النِّكَاحِ الْمُوَقَّتِ وَالْمُتْعَةِ

ج: هُمَا بَاطِلَان ۔

س: اور نکاح موقت اور متعہ کا کیا حکم ہے؟

ج: وہ دونوں باطل ہیں۔

توضیح: سوال نکاح موقت اور متعہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نکاح موقت اور متعہ دونوں باطل ہیں۔

نکاح متعہ: اگر کوئی شخص کسی عورت سے کہے کہ میں تجھ سے دس دن تک یا ایک ماہ تک متعہ کرتا ہوں تو اسکو نکاح متعہ کہتے ہیں۔

نکاح مؤقت: اگر مرد عورت سے گواہوں کی موجودگی میں کہے کہ میں تجھ سے دس دن کے لئے یا ایک ماہ کے لئے نکاح کرتا ہوں تو اس کو نکاح مؤقت کہتے ہیں۔

نکاح متعہ اور مؤقت میں فرق: معراج الدرایہ میں ان دونوں کے درمیان فرق اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ نکاح مؤقت میں تو لفظ نکحت یا تزوجت ذکر کیا جاتا ہے اور متعہ میں اتمتع یا استمتع ذکر کیا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ نکاح مؤقت میں مہر کی مقدار کی تعیین لازم ہوتی ہے جب کہ نکاح متعہ میں تعیین لازم نہیں ہوتی، صاحب عنایہ نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ نکاح مؤقت میں گواہ موجود ہوتے ہیں اور مدت متعینہ ہوتی ہے متعہ میں ضروری نہیں۔ صاحب فتح القدیر نے کہا ہے کہ نکاح مؤقت نکاح متعہ کے افراد میں داخل ہے۔

﴿نکاح مؤقت اور متعہ کا حکم﴾

نکاح مؤقت اور متعہ دونوں باطل ہیں، اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ نکاح متعہ ایام خیبر اور ایام فتح مکہ میں حلال تھا لیکن فتح مکہ کے بعد قیامت تک کے لئے وہ حرام ہو گیا۔ شیعہ لوگ جس متعہ کے قائل ہیں بتحقیق علامہ انور شاہ کاشمیری اس کا جواز تو کبھی بھی نہیں ہوا اور اگر کبھی حلال ہوا بھی ہو تو ان کے لئے حضرت علیؓ کی حدیث قابل عبرت ہے جس میں متعہ کی صریح ممانعت ہے اور صحیحین میں موجود ہے۔

اَلْقَسْمُ بَيْنَ النِّسَآءِ

﴿عورتوں کے درمیان باری مقرر کرنا﴾

س: إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ اِمْرَأَتَانِ أَوْ أَكْثَرُ كَيْفَ يُعَاشِرُ بِهِنَّ ؟

ج: يُعَاشِرُ كُلَّ امْرَءَةٍ بِالْمَعْرُوْفِ ، وَمِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ يَّعْدِلَ بَيْنَهُنَّ فِي الْقَسْمِ

Marfat.com

س: جب ہوں آدمی کی دو بیویاں یا زیادہ کیسے رہے انکے ساتھ؟
ج: ہر ایک عورت کے ساتھ اچھے طریقے سے رہے، اور معروف سے یہ ہے کہ برابری کرے انکے درمیان باری میں (نوٹ) توضیح اگلے مسئلہ کے بعد آرہی ہے۔

﴿بیوی میں عدل کا طریقہ کار﴾

س: مَا صُوْرَةُ الْعَدْلِ فِي الْقَسْمِ ؟
ج: يُقْسَمُ اللَّيَالِي فِي التَّبِيْتِ عِنْدَ كُلِّ وَاحِدَةٍ ، فَيَبِيْتُ عِنْدَ هٰذِهٖ لَيْلَةً وَعِنْدَهٰذِهٖ لَيْلَةً مَثَلاً
س: عدل کی کیا صورت ہے باری میں؟
ج: تقسیم کرے راتیں ہر ایک کے ہاں رات گزارنے میں پس ایک رات گزارے اس عورت کے ہاں اور ایک رات اسکے ہاں مثال کے طور پر۔

توضیح: اگر کسی شخص کی بیویوں کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ ان کے ساتھ رات گزارنے، اور لباس وغیرہ پہنانے اور انس وتعلق میں جہاں تک ہو سکے برابری کا طریقہ اختیار کرے ان کے درمیان اس سلسلے میں کسی قسم کا امتیازی سلوک نہ کرے، بیوی چاہے کنواری ہو چاہے غیر کنواری، پرانی ہو یا نئی، مسلمان ہو یا کتابیہ ہو، حنفیہ کے ہاں حکم برابر ہے۔ کیونکہ قرآن مقدس میں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے ولن تستطيعوا ان تعدلوا بين النساء مطلق ہے کسی قید کے بغیر ذکر کیا گیا ہے۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ بیوی باکرہ ہو تو اسکے پاس سات دن رہے اور ثیبہ کے پاس تین دن رہے کیوں کہ بخاری ومسلم کی روایات سے یہی تفصیل ثابت ہے۔ حنفیہ ان روایات کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ مقصود حدیث پاک سے یہ ہے کہ باری کا جو آغاز ہے وہ نئی منکوحہ سے ہونا چاہیئے پھر اگر شوہر باکرہ کے پاس سات دن گزارے تو دوسری کے پاس بھی سات دن گزارے، حنفیہ کی دلیل قرآن مقدس کی آیت کے علاوہ یہ دو حدیثیں بھی ہیں جس کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے۔

(۱) من كا نت له امراتا ن ومال الى احدهما فى القسم جآء يو م القيمه وشقه ما ئل
جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے تقسیم میں ایک طرف مائل ہو گیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ فالج زدہ ہوگا۔

(۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ان النبی ﷺ كان يعدل فى القسم بين نسائه وكان يقول ۔ اللهم هذا قسمى فيما ا ملك فلا تئوا خذنى فيما لا املك ۔
نبی کریم ﷺ اپنی بیویوں میں بانٹنے میں عدل فرماتے تھے اور (اللہ تعالی سے دعا کرتے) اے اللہ یہ میری تقسیم ہے جس کا میں مالک ہوں اور جس کا میں مالک نہیں اس پر میرا مواخذہ نہ فرمانا (یعنی محبت کی زیادتی)

Marfat.com

طرز استدلال: یہ دونوں روایتیں مطلق ہیں لہذا نئی اور پرانی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔ دلیل عقلی یہ ہے کہ باری مقرر کرنا نکاح کے حقوق میں سے ہے جیسے نفقہ حقوق نکاح میں سے ہے اور اس حق میں کنواری اور ثیبہ، نئی، پرانی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے،

﴿ہر بیوی کی باری میں جماع کا حکم﴾

س: هَلْ يَجِبُ اَنْ يُّجَامِعَ كُلَّ وَاحِدَةٍ فِيْ نَوْبَتِهَا وَيُسَوِّيْ بَيْنَهُنَّ فِيْ ذٰلِكَ ؟

ج: اَلْقَسْمُ يَجِبُ فِي الْمَبِيْتِ وَلَا يَجِبُ فِي الْجِمَاعِ لِاَنَّ الْجِمَاعَ يَبْتَنِيْ عَلَى النَّشَاطِ وَلَا نَشَاطَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ

س: کیا ہر ایک سے اسکی باری میں جماع کرنا اور انکے درمیان اس میں برابری کرنا واجب ہے؟

ج: باری واجب ہے رات گزارنے میں اور نہیں واجب جماع کرنے میں اس لئے کہ جماع موقوف ہوتا ہے نشاط پر اور نشاط ہر رات نہیں ہوتا۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ باری رات میں ہی واجب ہے یا ہم بستری کرنے میں بھی واجب ہے۔

جواب: برابری صرف رات گزارنے میں ہی واجب ہے جماع (ہم بستری) میں واجب نہیں ہے کیونکہ جماع نشاط وطبیعت کی شگفتگی پر موقوف ہے اور یہ خاوند کے اختیار میں نہیں ہے (واللہ اعلم بالصواب)۔

﴿نئی اور پرانی باکرہ و ثیبہ بیوی کے درمیان فرق نہیں ہے﴾

س: هَلْ فِيْ ذٰلِكَ فَرْقٌ بَيْنَ الْبِكْرِ وَالثَّيِّبِ ، وَبَيْنَ الْقَدِيْمَةِ وَالْجَدِيْدَةِ؟

ج: لَا فَرْقَ فِيْ ذٰلِكَ ، فَيَعْدِلُ فِي الْقَسْمِ بِكْرَيْنِ كَانَتَا اَوْ ثَيِّبَتَيْنِ اَوْ كَانَتْ اِحْدَاهُمَا بِكْرًا وَالْاُخْرٰى ثَيِّبًا اَوْ كَانَتْ اِحْدَاهُمَا جَدِيْدَةً وَالْاُخْرٰى قَدِيْمَةً

س: کیا اس میں فرق ہے درمیان باکرہ اور ثیبہ کے اور درمیان پرانی اور نئی کے؟

ج: اس میں فرق نہیں پس برابری کرے باری میں دونوں باکرہ ہوں یا ثیبہ ہوں یا ان دونوں میں سے ایک باکرہ اور دوسری ثیبہ ہو یا ان میں سے ایک نئی اور دوسری پرانی۔

نوٹ اوپر والے مسئلہ کے ذیل میں وضاحت ہو چکی۔

﴿لونڈی اور آزاد عورت کے درمیان باری کا شرعی حکم﴾

س: مَا حُكْمُ الْقَسْمِ فِيْمَا اِذَا كَانَتْ لَهٗ اِمْرَاَةٌ حُرَّةٌ وَالْاُخْرٰى اَمَةٌ؟

ج: يُقْسِمُ بَيْنَهُمَا اَثْلَاثًا ، فَلِلْحُرَّةِ اللَّيْلَتَانِ وَلِلْاَمَةِ اللَّيْلَةُ

Marfat.com

س: باری کا کیا حکم ہے اس (صورت) میں جب اس کے لئے ایک آزاد عورت ہو اور دوسری لونڈی؟

ج: بانٹے ان کے درمیان تین حصوں میں پس آزاد کے لئے دو راتیں اور لونڈی کے لئے ایک رات ہے سوال کا حاصل یہ ہے کہ دو بیویاں ہیں ایک تو آزاد ہے دوسری باندی ہے تو کیا ان کے درمیان بھی مساوات ہوگی؟

جواب: اگر ایک بیوی آزاد ہو اور دوسری بیوی باندی ہو تو آزاد بیوی کے حصے سے باندی کا حصہ آدھا ہے لہذا ان کے درمیان تین تہائیوں میں باری مقرر کرے، اگر آزاد بیوی کے لئے دو راتیں ہیں تو باندی کے لئے ایک رات ہے وعلی ھذا القیاس۔

﴿سفر میں باری کا حکم﴾

س: وَمَا حُكْمُ الْقَسْمِ فِي السَّفَرِ؟

ج: لَا حَقَّ لَهُنَّ فِي الْقَسْمِ إِذَا سَافَرَ الزَّوْجُ، وَلَهُ أَنْ يُسَافِرَ بِمَنْ شَاءَ مِنْهُنَّ، وَالْأَوْلَى أَنْ يَقْرَعَ بَيْنَهُنَّ قَبْلَ أَنْ يُسَافِرَ، فَمَنْ خَرَجَتْ قُرْعَتُهَا سَافَرَ بِهَا تَطْيِيبًا لِقُلُوبِهِنَّ

س: اور سفر میں باری کا کیا حکم ہے؟

ج: جب خاوند سفر کرے (تو) باری میں ان کا کوئی حق نہیں، اور اسکو اختیار ہے ان میں سے جسکے ساتھ چاہے سفر کرے اور بہتر یہ ہے کہ قرعہ اندازی کرلے اپنے سفر کرنے سے پہلے پس جس کے نام قرعہ نکل آئے اسکے ساتھ سفر کرلے، ان کے دل کو خوش کرنے کیلئے۔

توضیح: سوال: سفر میں باری کا کیا حکم ہے؟ یعنی سفر میں باری کا اعتبار ہے یا نہیں؟

جواب: سفر میں باری بیویوں کا کوئی حق نہیں ہے، شوہر کو اختیار ہے جس کو چاہے سفر میں لے جائے، مگر افضل یہ ہے کہ ان کے دلوں کو مطمئن کرنے کیلئے سفر کرنے سے پہلے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرلے، قرعہ اندازی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی بیویاں ہو ں اتنے کاغذ کے ٹکڑے لے ایک کاغذ پر لفظ سفر اور باقیوں پر حضر لکھ دے اور ان کو لپیٹ کر کسی بچے کے ذریعے بیویوں کے پاس پہنچا دے جس بیوی کے پاس سفر والا کاغذ پہنچے اسے سفر میں لے جائے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک قرعہ اندازی واجب ہے، ان کی د لیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب سفر کا ارداہ فرماتے تو قرعہ اندازی کیا کرتے تھے۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ قرعہ اندازی کا عمل صرف بیویوں کے دل خوش اور مطمئن کرنے کے لئے تھا لہذا وہ استحباب کے قبیل سے ہوگا نہ کہ وجوب کے قبیل سے۔

﴿سوکن کے لئے باری چھوڑنا﴾

س: رَضِيَتْ إِحْدَاهُنَّ بِتَرْكِ قَسْمِهَا لِصَاحِبَتِهَا مَا ذَا حُكْمُهُ؟

ج: هٰذَا جَائِزٌ، وَيَسْقُطُ حَقُّهَا بِذٰلِكَ، إِلَّا أَنَّ لَهَا أَنْ تَرْجِعَ مَتٰى شَاءَتْ

س: ان میں سے ایک راضی ہوگئی اپنی باری کے چھوڑنے پر اپنی سوکن کے لئے اس کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

ج: یہ جائز ہے، اور اسکے ساتھ اسکا حق ساقط ہو جائے گا، مگر اسکو اختیار ہوگا رجوع کرنے کا جب چاہے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ بیویوں میں سے کوئی اگر اپنی کسی سوکن کے حق میں باری چھوڑنے پر راضی ہوگئی تو اس کا کیا حکم ہے، یعنی ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کردی تھی اور وہ جب اپنی باری سوکن کو ہبہ کردے تو اس کا حق ساقط ہو جاتا ہے مگر بعد میں وہ کسی وقت رجوع کرنا چاہے تو رجوع بھی کرسکتی ہے، یہ اس کے لئے جائز ہے کیونکہ زمانہ مستقبل میں عورت کا حق واجب ہی نہیں تو اس کے ساقط کرنے سے ساقط بھی نہ ہوگا کیونکہ اسقاط کا تحقق اس میں ہی ہو سکتا ہے جو پہلے واجب ہو چکا ہو، تو یہ رجوع کرنا اپنی باری دینے سے رکنا ہوگا نہ کہ کسی ساقط شدہ چیز کو واپس لینا۔ واللہ اعلم۔

فَصْلٌ فِي الْمُحَرَّمَاتِ

﴿یہ فصل محرمات کے بیان میں ہے﴾

س: بَيِّنُوا النِّسْوَةَ الَّتِي يَحْرُمُ النِّكَاحُ بِهِنَّ؟

ج: اَلْمُحَرَّمَاتُ عَلٰى اَنْوَاعٍ، اَلْمُحَرَّمَاتُ النَّسَبِيَّةُ، وَالْمُحَرَّمَاتُ بِالرِّضَاعِ وَالْمُحَرَّمَاتُ بِالْمُصَاهَرَةِ وَالْمُحَرَّمَاتُ بِالْجَمْعِ، وَالْمُحَرَّمَاتُ الَّتِي تَعَلَّقَ بِهَا حَقُّ الْغَيْرِ، وَالْمُحَرَّمَاتُ بِالْكُفْرِ وَالشِّرْكِ

س: تم وہ عورتیں بیان کرو جن کے ساتھ نکاح حرام ہے؟

ج: محرمات کی کئی قسمیں ہیں محرمات نسبیہ اور محرمات بالرضاع اور محرمات بالمصاھرہ، اور محرمات بالجمع اور وہ محرمات کہ متعلق ہے انکے ساتھ غیر کا حق اور محرمات بالکفر اور محرمات بالشرک۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ وہ کون سی عورتیں ہیں جن سے شریعت مطہرہ نے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے۔

جواب ان محرمات کی کئی قسمیں ہیں

(۱) محرمات نسبیہ: یعنی وہ عورتیں جن سے نسب کی وجہ سے نکاح کرنا حرام ہو،

(۲) محرمات بالرضاع: یعنی وہ عورتیں جس سے نکاح حرام ہونے کا سبب لڑکے کو دودھ پلانے والی عورت کا ایسا رشتہ ہے جو اگر حقیقی ماں سے ہوتا تو وہ عورتیں اس پر حرام ہوتیں۔

(۳) محرمات بالمصاہرہ: وہ عورتیں جن کے حرام ہونے کا سبب مصاہرت ہو۔ (مصاہرت کا مفہوم آگے سمجھ آجائے گا)

(۴) محرمات بالجمع: وہ عورتیں جس سے الگ الگ تو نکاح کرنا جائز ہو مگر ان کو نکاح میں اکٹھا کرلینا حرام ہو۔

(۵) المحرمات التی تعلق بھا حق العیر۔ وہ عورتیں جو کسی کی بیوی ہیں یا معتدہ ہیں

(۶) محرمات بالکفر والشرک: وہ عورتیں جو کفر وشرک کی وجہ سے حرام ہیں۔

Marfat.com

س بَيِّنُوا الْمُحَرَّمَاتِ النَّسَبِيَّةِ؟

ج: هُنَّ الْاُمَّهَاتُ، وَالْبَنَاتُ، وَالْاَخَوَاتُ، وَالْعَمَّاتُ، وَالْخَالَاتُ، وَبَنَاتُ الْاَخِ، وَبَنَاتُ الْاُخْتِ، وَقَدْ جَآءَ تَصْرِيْحُ ذٰلِكَ فِي الْقُرْاٰنِ الْكَرِيْمِ، وَالْاُمَّهَاتُ تَشْمِلُ اُمَّ الرَّجُلِ وَجَدَّاتِهٖ مِنْ قِبَلِ اَبِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاِنْ عَلَوْنَ، وَكَذٰلِكَ الْبَنَاتُ تَشْمِلُ الْبَنَاتِ الصُّلْبِيَّةَ وَبَنَاتِ الْاِبْنِ وَبَنَاتِ الْبِنْتِ وَاِنْ سَفَلْنَ، تَعُمُّ الْاَخَوَاتُ الْاَخَوَاتِ لِاَبٍ وَاُمٍّ وَالْاَخَوَاتِ لِاَبٍ وَالْاَخَوَاتِ لِاُمٍّ وَبَنَاتُ الْاَخِ لِاَبٍ وَالْاَخَوَاتُ لِاُمٍّ، كَمَا اَنَّ بَنَاتِ الْاَخِ تَعُمُّ بَنَاتِ الْاَخِ لِاَبٍ وَاُمٍّ وَبَنَاتِ الْاَخِ لِاُمٍّ، وَقِسْ عَلٰى هٰذَا بَنَاتِ الْاُخْتِ فِي الْجِهَاتِ الثَّلَاثِ وَكَذٰلِكَ الْعَمَّاتُ لَا يَحِلُّ النِّكَاحُ بِهِنَّ مِنْ اَيِّ جِهَةٍ كُنَّ اَيْ سَوَاءٌ كَانَتِ الْعَمَّةُ اُخْتًا لِاَبِيْهِ مِنْ اَبٍ وَاُمٍّ اَوْ لِاَبٍ فَقَطْ اَوْ لِاُمٍّ فَقَطْ، وَقِسْ عَلٰى هٰذَا الْخَالَاتِ فِي الْجِهَاتِ الثَّلَاثِ

س: پس تم بیان کرو محرمات نسبیہ؟

ج: وہ مائیں اور بیٹیاں، اور بہنیں اور چچیاں اور خالائیں اور بھائیوں کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں ہیں تحقیق آئی ہے تصریح اس کی قرآن کریم میں اور امہات شامل ہے آدمی کی ماں کو اور اس کی جدات کو باپ کی طرف سے ہوں اور ماں کی طرف سے اور اگر چہ اوپر درجہ کی ہوں اور اسی طرح بنات شامل ہے بنات صلبیہ کو اور پوتیوں کو اور نواسیوں کو اگر چہ نیچے کی ہوں اور عام ہے اخوات کا لفظ حقیقی بہنوں کو اور علاتی بہنوں کو اور اخیافی بہنوں کو جیسا کہ بنات الاخ کا لفظ عام ہے حقیقی بھتیجیوں کو اور علاتی بھتیجیوں اور اخیافی بھتیجیوں کو اور اس پر قیاس کر بھانجیوں کو تینوں جہتوں میں اور اسی طرح پھوپھیوں کے ساتھ نکاح حلال نہیں خواہ وہ کسی جہت سے ہوں یعنی برابر ہے کہ ہو پھوپھی باپ کی حقیقی بہن یا علاتی یا اخیافی فقط، اور قیاس کر ان پر خالات کو تینوں جہتوں میں۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ وہ کون سی عورتیں ہیں جن سے نسبی رشتے کی بناء پر نکاح کرنا ناجائز ہے۔

جواب، وہ عورتیں یہ (درج ذیل) ہیں۔

مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں ان کے حرام ہونے کی تصریح قرآن مقدس میں موجود ہے ارشاد ربانی ہے حرمت علیکم امھتکم وبنتکم واخوتکم (الایہ) سورہ نساء پارہ ۴ آیت کریمہ میں ام کا لفظ ہے اور بنت کا، لغت میں ام اصل کو اور بنت فرع کو کہتے ہیں تو ام کا لفظ دادی، نانی، پردادی، پرنانی وغیرہ اوپر کی تمام عورتوں کو شامل ہے اور بنت کا لفظ پوتی پڑپوتی، نواسی وغیرہ اگر چہ نیچے تک کی ہوں تمام کو شامل ہے، اور اخوات کا لفظ حقیقی بہن، علاتی بہن (جو صرف باپ کی طرف سے ہو) اخیافی بہن (جو صرف ماں کی طرف سے ہو) تمام کو شامل ہے۔ اور عمات کا لفظ (پھوپھیاں) باپ کی حقیقی بہنوں علاتی بہنوں، اخیافی بہنوں تمام کو شامل ہے۔ اسی طرح خالات کا لفظ، یہ ماں کی تینوں قسموں کی بہنوں (حقیقی، علاتی، اخیافی) کو شامل ہے۔ اور اسی طرح بنت الاخ کا لفظ بھی تینوں قسموں کی بھتیجیوں (یعنی حقیقی، علاتی، اخیافی) تمام کو شامل ہے اور بنت الاخت کا لفظ بھی ان تینوں قسموں کی بھانجیوں کو شامل ہے۔

Marfat.com

﴿محرمات بالرضاع﴾

س: بَيِّنُوا الْمُحَرَّمَاتِ بِالرِّضَاعِ؟

ج: يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ اَنْ يَّنْكِحَ بِاُمِّهِ الَّتِيْ اَرْضَعَتْهُ وَبِاُخْتِهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَكُلُّ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ اِلَّا بَعْضَ مِنْهُ وَسَيَجِيْءُ فِيْ بَابِ الرِّضَاعِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى.

س: بیان کروتم محرمات بالرضاع؟

ج: حرام ہے آدمی پر کہ نکاح کرے اپنی اس ماں کے ساتھ جس نے اس کو دودھ پلایا اور اپنی رضاعی بہن کے ساتھ اور وہ جو حرام ہے نسب سے وہ حرام ہے رضاعت سے مگر بعض اس سے (مستثنیٰ ہے) اور وہ عنقریب آئیگا رضاعت کے باب میں ان شاءاللہ۔

توضیح: جن رشتوں کی حرمت اوپر نسب کے اعتبار سے بیان ہوئی اور آگے مصاہرت کے بیان میں آئے گی وہ تمام رشتے رضاعت کے سبب سے بھی حرام ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب۔ جو رشتہ نسب کی وجہ سے حرام ہوتا ہے وہ رضاعت کے سبب سے بھی حرام ہوتا ہے۔ مگر بعض رشتے اس حدیث میں بیان کئے گئے قانون سے مستثنیٰ ہیں ان کا بیان عنقریب آگے رضاع میں ان شاءاللہ تعالیٰ آرہا ہے۔

﴿محرمات صہریہ﴾

س: بَيِّنُوا الْمُحَرَّمَاتِ الصِّهْرِيَّةَ؟

ج: يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ اَنْ يَّتَزَوَّجَ بِامْرَاَةٍ نَكَحَهَا اَبُوْهُ، دَخَلَ بِهَا اَوْلَمْ يَدْخُلْ وَكَذٰلِكَ يَحْرُمُ اَنْ يَّنْكِحَ بِنِسَاءِ اَجْدَادِهٖ مِنْ جِهَةِ الْاُمِّ اَوِالْاَبِ وَاِنْ عَلَوْا وَيَحْرُمُ اَنْ يَّتَزَوَّجَ بِامْرَاَةِ ابْنِهٖ وَبِامْرَاَةِ ابْنِ بِنْتِهٖ وَاِنْ سَفَلُوْا دَخَلَ بِهَا الْاِبْنُ اَوْلَا وَيَحْرُمُ اَنْ يَّنْكِحَ الرَّجُلُ بِاُمِّ امْرَاَتِهٖ دَخَلَ بِابْنَتِهَا اَوْلَمْ يَدْخُلْ وَيَحْرُمُ اَنْ يَّنْكِحَ بِابْنَةِ امْرَاَتِهِ الَّتِيْ دَخَلَ بِهَا سَوَاءٌ كَانَتْ فِيْ حِجْرِهٖ اَوْ فِيْ حِجْرِ غَيْرِهٖ

س: تم بیان کرو محرمات صہریہ کو؟

ج: آدمی پر حرام ہے کہ نکاح کرے ایسی عورت کے ساتھ جس سے اس کے باپ نے نکاح کیا ہو، دخول کیا ہو اس کے ساتھ یا نہ کیا ہو اور اسی طرح حرام ہے یہ کہ نکاح کرے اپنے اجداد کی عورتوں کے ساتھ ماں یا باپ کی جہت سے اور اگرچہ اوپر درجہ کے ہوں اور حرام ہے یہ کہ نکاح کرے اپنے بیٹے کی عورت کے ساتھ اور اپنی بیٹی کے بیٹے کی عورت کے ساتھ اور اگرچہ نچلے درجہ کے ہوں دخول کیا ہو اس کے ساتھ بیٹے نے یا نہ کیا ہو اور حرام ہے یہ کہ نکاح کرے آدمی اپنی عورت کی ماں کے ساتھ دخول کیا ہو اس کی بیٹی کے ساتھ یا نہ کیا ہو اور حرام ہے یہ کہ نکاح کرے اپنی اس بیوی کی بیٹی کیساتھ جس سے دخول کیا ہو، برابر ہے کہ اس کی گود میں ہو یا اس کے غیر کی گود میں۔

Marfat.com

توضیح: مرد پر ایسی خواتین سے نکاح کرنا حرام ہے جس کے ساتھ اس کے باپ نے نکاح کیا ہو خواہ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اسی طرح یہ بھی حرام ہے کہ ماں کی جانب سے یا باپ کی جانب سے اپنے اجداد یعنی دادوں نانوں کی بیویوں سے نکاح کرے اگر چہ وہ اوپر تک چلے جائیں دلیل قرآن کریم کی آیت ولا تنکحوا ما نکح اباءکم من النساء ۔اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں، حضرت براء بن عازبؓ نے بیان فرمایا کہ میرے ماموں میرے پاس سے گزرے ان کے پاس ایک جھنڈا تھا، میں نے کہا آپ کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کی طرف بھیجا ہے، جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے آپ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اس کا سر کاٹ کر لاؤں اور اس کا مال لے لوں۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۷۴)

اور کسی شخص کا اپنے بیٹے کی بیوی سے اور بیٹی کے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا (اگر چہ یہ نیچے تک چلے جائیں) حرام ہے خواہ بیٹے نے اس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو، دلیل قرآن کریم کی آیت وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم یعنی تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری پشتوں سے ہیں وہ بھی تم پر حرام ہیں۔

سوال آیت میں من اصلابکم کی قید سے معلوم ہوتا ہے یہ حکم صرف صلبی بیٹے کا ہے رضاعی بیٹے کا نہیں لہذا رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح حلال ہوگا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔

جواب۔ اصلاب کی قید سے منہ بولے بیٹے کے اعتبار کو ساقط کرنا مقصود ہے نہ کہ رضاعی بیٹے کی بیوی کی حلت کو بتانا۔ مزید توضیح اس جواب کی یہ ہے کہ جن بیٹوں کی بیویاں تمہارے لیے حرام ہیں (۱) وہ تمہارے پشت سے ہوں، اور اگر پشت سے نہ ہوں تو دونوں طرح کے ہیں نمبر (۱) منہ بولا بیٹا (۲) رضاعی بیٹا مگر حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ رضاعی بیٹا وہ بیٹا بمنزل نسبی بیٹے کے ہے، اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اصلاب کی قید سے صرف منہ بولے بیٹے کو خارج کیا گیا ہے، لہذا رضاعی بیٹے کی بیوی حلال نہ ہوگی۔

اور کسی مرد کا اپنی بیوی کی ماں سے نکاح کرنا بھی حرام ہے خواہ اس کی بیٹی سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت امھات نساءکم ہے یعنی تمہاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام کی گئیں ہیں ان سے بھی نکاح نہیں ہوسکتا۔ کسی عورت سے نکاح ہو جانا ہی اس کی ماں سے نکاح ہونے کی حرمت کے لئے کافی ہے خواہ بیوی سے دخول ہوا ہو یا نہ ہو کیونکہ آیت میں دخول کی قید نہیں ہے۔ وربائبکم التی فی حجورکم من نساءکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن ولا جناح علیکم ۔ یعنی جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جنہیں تم گودوں میں لیتے ہو اور کھلاتے ہو ان لڑکیوں سے بھی نکاح کرنا حرام ہے، بشرطیکہ تم نے ان کی لڑکیوں کی ماؤں سے جماع کیا ہو اگر کسی عورت سے نکاح تو کرلیا مگر جماع نہیں کیا پھر اس عورت کو طلاق دے دی تو اس عورت کی پہلے شوہر والی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ آیت کریمہ میں فی حجورکم کی قید احترازی نہیں ہے، جس عورت سے نکاح کر کے اس سے جماع کرلیا تو اس کی لڑکی سے نکاح درست نہیں ہے اگر چہ اس نے کسی دوسرے رشتہ دار کے پاس پرورش پائی ہو اور اس کی گود میں پلی ہو۔

Marfat.com

﴿محرمات بالجمع﴾

س: بَیِّنُوا الْمُحَرَّمَاتِ بِالْجَمْعِ؟

ج: یَحْرُمُ الْجَمْعُ بَیْنَ ذَوَاتِ الْاَرْحَامِ فَیَحْرُمُ الْجَمْعُ بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ نِکَاحًا کَمَا جَاءَ تَصْرِیْحُ ذٰلِکَ فِي الْقُرْاٰنِ الْکَرِیْمِ وَقَدْ رَوٰی اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی اَنْ تُنْکَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰی عَمَّتِهَا اَوِ الْعَمَّةُ عَلٰی بِنْتِ اَخِیْهَا وَالْمَرْاَةُ عَلٰی خَالَتِهَا اَوِ الْخَالَةُ عَلٰی بِنْتِ اُخْتِهَا لَا تُنْکَحُ الصُّغْرٰی عَلَی الْکُبْرٰی وَلَا الْکُبْرٰی عَلَی الصُّغْرٰی وَذَکَرَ الْفُقَهَاءُ لِذٰلِکَ قَاعِدَةً کُلِّیَّةً وَهِیَ اَنَّ کُلَّ امْرَاَتَیْنِ لَوْ فُرِضَتْ اِحْدَاهُمَا ذَکَرًا مِنْ اَیِّ جَانِبٍ کَانَ لَمْ یَجُزِ النِّکَاحُ بَیْنَهُمَا بِرِضَاعٍ اَوْ نَسَبٍ فَاِنَّ الْجَمْعَ بَیْنَهُمَا حَرَامٌ۔

س: بیان کرو محرمات بالجمع کو؟

ج: حرام ہے جمع کرنا درمیان ذوات الارحام کے پس حرام ہے جمع کرنا دو بہنوں کے درمیان نکاح کے اعتبار سے جیسا کہ آئی ہے تصریح اس کی قرآن کریم میں اور تحقیق روایت کیا ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے شک رسول اللہ ﷺ نے منع کیا کہ نکاح کیا جائے عورت اپنی پھوپھی پر یا پھوپھی اپنی بھتیجی پر، اور عورت اپنی خالہ پر یا خالہ اپنی بھانجی پر، نہ نکاح کی جائے چھوٹی بڑی پر اور نہ بڑی چھوٹی پر اور فقہاء نے ذکر کیا اس کے لئے قاعدہ کلیہ اور وہ یہ کہ ہر وہ دو عورتیں، اگر فرض کر لی جائے ان میں سے ایک مذکر کسی بھی جانب سے ہو تو ان کے درمیان نکاح جائز نہ ہو رضاع یا نسب کی وجہ سے پس بے شک ان کے درمیان جمع کرنا حرام ہے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ وہ کون سی عورتیں ہیں جن میں سے ایک اگر کسی نکاح میں موجود ہو تو اس کی موجودگی میں دوسری سے نکاح نہ کیا جا سکے، البتہ اس کی جدائی کے بعد (خواہ بصورت وفات ہو یا طلاق) نکاح کرنا جائز ہو۔

تفصیل سمجھنے سے قبل کتاب میں مذکورہ قاعدہ کلیہ سمجھ لیا جائے ضابطہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں جن میں سے کسی ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو دوسری اس کے لئے حلال نہ ہو، (خواہ نسب کی وجہ سے ہو، خواہ رضاعت کی وجہ سے) تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا ذوات الارحام کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسے دو بہنیں تو ان کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے قرآن مقدس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے و لا تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف۔ اس طرح عورت اور اس کی پھوپھی کو بھی جمع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اگر ان میں ایک لڑکا فرض کر لیا جائے دوسری یا تو پھوپھی ہوگی یا بھتیجی اور ظاہر ہے کہ نہ تو پھوپھی سے نکاح جائز ہے اور نہ ہی بھتیجی سے، یعنی پھوپھی کو لڑکا فرض کریں تو دوسری عورت بھتیجی ہوگی اور بھتیجی کو لڑکا شمار کریں تو دوسری عورت پھوپھی ہوگی کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ نہ نکاح کیا جائے عورت سے اس کی پھوپھی پر اور نہ اس کی خالہ پر اور نہ اس کی بھانجی پر۔ ایسی دو عورتوں کے درمیان جمع کرنا اس لئے حرام ہے کہ اس میں قطع رحمی لازم آتی ہے۔ طبرانی کی روایت میں اس کی تصریح ہے اگر مرد فرض کرنے کی تقدیر پر دوسری عورت حرام نہ ہو تو ائمہ اربعہ کے نزدیک نکاح جائز ہے۔ مثلاً ایک عورت اور اس کے شوہر

Marfat.com

کی بیٹی کہ اگر ان میں سے ایک عورت کو مرد فرض کرلیا جائے تو اس پر عورت کے شوہر کی بیٹی حرام نہیں ہے، اور اگر شوہر کی بیٹی کو مرد فرض کیا جائے تو عورت اس پر حرام ہے، تو ایسی دو عورتوں کے درمیان جمع کرنا جائز ہے۔

﴿محرمات بالکفر والشرک﴾

س: بَيِّنُوا الْمُحَرَّمَاتِ بِالْكُفْرِ وَالشِّرْكِ؟

ج: اِذَا كَانَ الْمَرْءُ عَلٰى غَيْرِ دِيْنِ الْاِسْلَامِ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْاَةِ الْمُسْلِمَةِ اَنْ تَنْكِحَه عَلٰى اَيِّ مِلَّةٍ كَانَ ، وَلَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ الْمُسْلِمِ اَنْ يَتَزَوَّجَ مُشْرِكَةً كَالْوَثَنِيَّةِ وَالْمَجُوْسِيَّةِ اَوْ كَافِرَةٍ غَيْرِهَا اِلَّا اِنْ كَانَتْ كِتَابِيَّةً اَيْ يَهُوْدِيَّةً اَوْ نَصْرَانِيَّةً فَيَجُوْزُ النِّكَاحُ بِهَا .فَاَمَّا الصَّابِئَةُ فَيَجُوْزُ نِكَاحُهَا اِنْ كَانَتْ تُؤْمِنُ بِنَبِيٍّ وَ تُقِرُّ بِكِتَابٍ ،وَاِنْ كَانَتْ تَعْبُدُ الْكَوَاكِبَ وَلَا تُقِرُّ بِكِتَابٍ لَمْ يَجُزْ لِلرَّجُلِ الْمُسْلِمِ اَنْ يَنْكِحَهَا۔

س: بیان کرو محرمات بالکفر اور شرک کو؟

ج: جب آدمی دین اسلام کے علاوہ پر ہو تو مسلمان عورت کیلئے حلال نہیں کہ اس سے نکاح کرے جس ملت پر بھی ہو، اور مسلمان آدمی کیلئے حلال نہیں ہے کہ وہ مشرکہ عورت سے شادی کرے جیسے وثنیہ اور مجوسیہ یا کافرہ اس کے علاوہ مگر یہ کہ ہو کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ پس اس کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ پس بہرحال صابیہ تو اس سے نکاح جائز ہے اگر کسی نبی کو مانتی ہو اور کسی کتاب کا اقرار کرتی ہو، اور اگر ستاروں کی پوجا کرتی ہو اور کسی کتاب کا اقرار نہ کرتی ہو تو مسلمان آدمی کیلئے نکاح کرنا جائز نہیں۔

توضیح: اگر مرد دین اسلام کے علاوہ کس اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو تو کسی بھی مسلمان عورت کے لئے اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اور مسلمان مرد کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی ایسی خاتون سے نکاح کرے جو مشرکہ ہو جیسے بت پرست اور آتش پرست یا ان کے علاوہ کسی اور کافرہ عورت سے نکاح کرلے۔ قرآن پاک میں ہے ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن حدیث پاک میں ہے تم ان سے وہی برتاؤ کرو جو اہل کتاب سے کرتے ہو بجز اس کے کہ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک صابیہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، صاحبین کے نزدیک صابیہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے فرقہ صابیہ کے اہل کتاب ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تحقیق یہ ہے کہ زبور کو مانتے ہیں ستاروں کی پرستش نہیں کرتے بلکہ ان کی تعظیم کرتے ہیں جیسے مسلمان کعبۃ اللہ کی تعظیم کرتے ہیں صاحبین فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ بت پرستوں میں داخل ہے کیونکہ یہ ستاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ اسی اشتباہ کی بناء پر صاحب قدوری فرمارہے ہیں کہ اگر یہ لوگ کسی نبی اور آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں تو ان کی عورتوں سے نکاح درست ہے ورنہ نہیں۔ باقی اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے والمحصنات من الذين اوتو الكتاب الخ

Marfat.com

﴿وہ محرمات جن سے غیر کا حق متعلق ہے﴾

س: بَيِّنُوا الْمُحَرَّمَاتِ الَّتِي يَتَعَلَّقُ بِهَا حَقُّ الْغَيْرِ ؟

ج: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ يَتَزَوَّجَ بِزَوْجَةِ رَجُلٍ آخَرَ اَوْ مُعْتَدَّتِهٗ سَوَاءٌ كَانَتِ الْعِدَّةُ مِنْ طَلَاقٍ اَوْ وَفَاةٍ اَوْ دُخُوْلٍ فِيْ نِكَاحٍ فَاسِدٍ

س: تم وہ محرمات بیان کرو جن کے ساتھ غیر کا حق متعلق ہے؟

ج: کسی آدمی کے لئے حلال نہیں کہ نکاح کرے کسی اور آدمی کی بیوی کے ساتھ یا اس کی معتدہ کے ساتھ برابر ہے کہ طلاق کی عدت ہو یا وفات کی یا نکاح فاسد میں دخول کرنے کی۔

توضیح: وہ عورتیں جو کسی مرد کے نکاح میں ہوں یا معتدہ ہوں پھر چاہے رخصتی ہوگئی ہو یا ابھی نہ ہوئی ہو بہر صورت اس کا نکاح کسی دوسرے مرد سے حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ عورت اپنے خاوند کے نکاح سے نکل نہ جائے اس کا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے اور پھر اس کی عدت گزر جائے خواہ طلاق کی عدت ہو یا وفات کی ہو یا نکاح فاسد میں دخول کی وجہ سے ہو تب کسی دوسرے مرد سے اس کا نکاح ہوسکتا ہے اس کے بغیر نہیں ہوسکتا اس کو پانچویں پارے کی پہلی آیت والمحصنت من النسآء الا ما ملکت ایمانکم میں بیان فرمایا گیا ہے۔

مسائل شتی

﴿مسائل متفرقہ﴾

س: هَلْ تَثْبُتُ حُرْمَةُ الْمُصَاهَرَةِ بِالزِّنَا ؟

ج: نَعَمْ تَثْبُتُ ، فَمَنْ زَنٰى بِامْرَأَةٍ اَوْ مَسَّهَا بِشَهْوَةٍ اَوْ هِيَ مَسَّتْهُ كَذٰلِكَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِ اُمُّهَا وَبِنْتُهَا

س: کیا حرمت مصاہرہ زنا کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے؟

ج: جی ہاں ثابت ہو جاتی ہے پس جس شخص نے زنا کیا عورت کے ساتھ یا چھوا اسکو شہوت کے ساتھ یا چھوا اسکو عورت نے اسی طرح (یعنی شہوت کے ساتھ) حرام ہے اس پر اس کی ماں اور بیٹی

﴿زنا سے حرمت مصاہرہ کے ثبوت کا حکم﴾

توضیح: عورت سے زنا کرنا حرمت مصاہرت کا سبب ہے۔ حضرت عمران بن حصین حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت ابی بن کعب، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھم اور جمہور تابعین رحمھم اللہ کا یہی مذہب ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے من مس امرأۃ بشہوۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا امام شافعی اس کے قائل نہیں ہیں وہ فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ حرمت مصاہرت ایک نعمت خداوندی ہے کہ اجنبیہ عورتیں امہات کے ساتھ اور اجنبی مرد اباء کے ساتھ لاحق ہوجاتے ہیں، پس یہ نعمت فعل حرام کے ساتھ حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وطی جو حرمت مصاہرت کا سبب ہے وہ اس حیثیت سے نہیں کہ وہ زنا ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ بچہ کا سبب ہے اور بچہ میں کوئی قبح نہیں ہے بلکہ وہ محترم ومکرم ہے تو اس حیثیت سے سبب میں بھی کوئی قبح نہیں ہوگا۔ بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرلیتا ہے یا اس کو شہوت کے ساتھ چھولیتا ہے یا عورت مرد کو شہوت کے ساتھ چھولیتی ہے تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس شخص پر حرام ہوجاتی ہے۔

﴿نکاح میں عورت اور اس کے خاوند کی بیٹی کو جمع کرنے کا حکم﴾

س: هَلْ يَجُوزُ الْجَمْعُ بَيْنَ امْرَأَةٍ وَابْنَةِ زَوْجٍ كَانَ لَهَا مِنْ قَبْلُ وَهِيَ مَوْلُوْدَةٌ مِنِ امْرَأَةٍ أُخْرٰى؟

ج: هٰذَا جَائِزٌ

س: کیا جائز ہے جمع کرنا ایک عورت اور اسکے خاوند کی بیٹی کے درمیان جو پہلے تھا اور وہ پیدا ہوئی ہے اور عورت سے؟

ج: یہ جائز ہے۔

توضیح: سوال: کسی عورت کا کسی مرد سے نکاح ہوا، اولاد پیدا ہوئی پھر اس نے ایک اور شادی کرلی پھر اس عورت کو چھوڑ دیا، اس عورت نے آگے کسی شخص سے نکاح کرلیا تو کیا اس عورت کا دوسرا خاوند اگر اس کے پہلے شوہر کی بیٹی سے جو اس کے پیٹ سے نہیں بلکہ دوسری بیوی کے پیٹ سے ہے کے ساتھ نکاح کرکے دونوں کو نکاح میں جمع کرنا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اس کی وجہ گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ نقشہ

﴿ایک بہن کو طلاق دے کر دوسری بہن سے نکاح کا حکم﴾

س: طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهُ هَلْ يَجُوزُ لَهٗ اَنْ يَّتَزَوَّجَ بِاُخْتِهَا؟

ج: اِذَا طَلَّقَ رَجُلٌ امْرَأَتَهٗ طَلَاقًا بَائِنًا اَوْ رَجْعِيًّا لَمْ يَجُزْ لَهٗ اَنْ يَّتَزَوَّجَ بِاُخْتِهَا حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا

س: آدمی نے اپنی عورت کو طلاق دی کیا اس کیلئے جائز ہے کہ نکاح کرے اس کی بہن کے ساتھ؟

ج: جب طلاق دی کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ یا رجعی اسکے لئے کہ نکاح جائز نہیں کرے اسکی بہن کے ساتھ یہاں تک کہ پوری ہوجائے اس کی عدت۔

توضیح: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے خواہ وہ طلاق رجعی ہو یا بائن مغلظہ ہو یا طلاق البتہ، تمام صورتوں میں یہ شخص جب تک اس کی بیوی کی عدت پوری نہیں ہوجاتی اس کی بہن سے حنفیہ کے نزدیک اس شخص کے لئے شادی کرنا حرام ہے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہم حضرات اسی کے قائل ہیں۔

امام شافعیؒ امام مالکؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں کہ اگر اس کی عدت تین طلاقوں کی یا طلاق بائن کی ہو تو اس کی بہن سے شادی کرنا

Marfat.com

جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں نکاح بالکل ختم ہو چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر اس کو علم ہو کہ اس سے صحبت کرنا حرام ہے اس کے باوجود اگر وہ صحبت کرلے تو اس پر حد واجب ہوگی۔

حنفیہ کی دلیل ما روی ان اصحاب رسول الله ﷺ لم یجتمعوا علی شئی کا جتما عھم علی اربع قبل الظھر وان لا تنکح امرأة فی عدة اختھا۔ رہی یہ بات کہ نکاح بالکل ختم ہو چکا ہے تو یہ بھی ہمیں تسلیم نہیں ہے کیونکہ عورت کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہے، عورت کے لیے خروج ممنوع ہے، باقی رہی یہ بات کہ اس پر حد واجب ہے تو یہ بھی ہمیں تسلیم نہیں ہے مبسوط میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور اگر تسلیم کر بھی لیں تو بھی عورت کے حلال ہونے کے لحاظ سے مرد کی ملکیت اس پر زائل ہو چکی ہے اس لئے زنا متحقق ہو گیا، لیکن مذکورہ بالا لحاظ سے ملکیت باقی ہے اس لئے اس کی بہن سے نکاح کرنے کی وجہ سے یہ شخص جامع الاختین ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ من وجہ نکاح ختم ہو چکا ہے اور من وجہ باقی ہے، اس لئے ایک بہن کی عدت پوری ہو جانے سے پہلے دوسری بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔

﴿ملک یمین کے طور پر دو بہنوں سے وطی کا حکم﴾

س: رَجُلٌ لَه' مَمْلُوْكَتَانِ وَهُمَا اُخْتَانِ هَلْ يَجُوْزُ لَه' اَنْ يَّطَأَ هُمَا بِمِلْكِ الْيَمِيْنِ

س: کسی آدمی کی دو مملوکہ ہیں اور وہ دونوں بہنیں ہیں کیا جائز ہے اس کیلئے کہ وطی کرے ان دونوں سے ملک یمین کے ساتھ؟

ج: لَا يَحِلُّ لَه' وَطْئُهُمَا كِلْتَيْهِمَا وَلَه' اَنْ يَّسْتَمْتِعَ بِاَيَّتِهِمَا شَاءَ، فَاِذَا اسْتَمْتَعَ بِاِحْدَاهُمَا فَلَيْسَ لَه' اَنْ يَّسْتَمْتِعَ بِالْاُخْرٰى بَعْدَ ذٰلِكَ مَا لَمْ يُحَرِّمِ الْاُوْلٰى عَلٰى نَفْسِهٖ

ج: اس کیلئے ان دو کی وطی حلال نہیں اور اس کیلئے (جائز ہے) کہ وطی کرے ان دو میں سے جس سے چاہے پس جب ان دو میں سے ایک کے ساتھ وطی کرلے تو اس کیلئے جائز نہیں ہے کہ دوسری کے ساتھ وطی کرے اس کے بعد جب تک کہ پہلی کو اپنے نفس پر حرام نہ کرلے۔

توضیح: سوال ایک آدمی کی دو لونڈیاں ہیں اور وہ دونوں بہنیں ہیں تو کیا یہ آدمی ملک یمین کے طور پر دونوں سے وطی کر سکتا ہے؟ دو بہنیں اگر چہ لونڈیاں ہوں وطی میں بھی نکاح کی طرح ان کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، ان میں سے جس کسی کے ساتھ چاہے ایک ہی سے وطی کر سکتا ہے دوسری سے وطی نہیں کر سکتا، پھر اگر ایک سے وطی کر چکا ہے تو اب دوسری سے اس وقت تک وطی کرنا اس کے لئے جائز نہیں جب تک کہ جس سے وطی کر چکا ہے اس کو اپنے اوپر حرام نہ کرلے، جب حرام کرلے گا تو پھر دوسری لونڈی سے وطی کرنا اس کے لئے جائز ہو جائے گا۔

س: كَيْفَ يُحَرِّمُهَا عَلٰى نَفْسِهٖ؟

ج: يُزَوِّجُهَا مِنْ رَجُلٍ اَوْ يُكَاتِبُهَا اَوْ يُخْرِجُهَا مِنْ مِّلْكِهَا عَتَاقٍ اَوْ هِبَةٍ اَوْ بَيْعٍ اَوْ صَدَقَةٍ

Marfat.com

س: اس کو اپنے نفس پر کیسے حرام کرے گا؟

ج: شادی کرے اسکی کسی آدمی سے یا مکاتب بنائے اسکو یا نکال دے اس کو اپنے ملک سے آزاد کرنے یا ھبہ کرنے یا بیچنے یا صدقہ کرنے کے ساتھ۔

توضیح: سوال یہ ہے کہ آقا جس لونڈی سے وطی کر چکا ہے اس کو اپنے اوپر حرام کرنا چاہتا ہے تو اب اس کو حرام کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟

جواب: یا تو اس لونڈی کا کسی اور شخص سے نکاح کرادے یا پھر اس کو مکاتبہ بنادے یا اس کو بذریعہ آزادی، ہبہ، فروخت، یا صدقہ کر کے اپنی ملکیت سے نکال دے جب مندرجہ امور میں سے کچھ بھی کر لے گا تو وہ لونڈی اس پر حرام ہو جائے گی۔

بَابُ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاَكْفَاءِ

﴿یہ باب اولیاء اور کفو کے بیان میں ہے﴾

س: مَنْ هُوَ الْوَلِيُّ ؟

ج: تَثْبُتُ وِلَايَةُ النِّكَاحِ بِاَسْبَابِ اَرْبَعَةٍ ، اَلْقَرَابَةُ وَالْوِلَاءُ وَالْاِمَامَةُ وَالْمِلْكُ اَمَّا مِنْ جِهَةِ الْقَرَابَةِ فَالْعَصَبَةُ هُمُ الْاَوْلِيَاءُ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْعَصَبَاتِ فِي الْاِرْثِ وَيُقَدَّمُ الْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ وَاَقْرَبُ الْاَوْلِيَاءِ اِلَى الْمَرْاَةِ الْاِبْنُ ثُمَّ ابْنُ الْاِبْنِ وَاِنْ سَفَلَ، ثُمَّ الْاَبُ ثُمَّ الْجَدُّ اَبُ الْاَبِ وَاِنْ عَلَا ، ثُمَّ الْاَخُ لِاَبٍ وَاُمٍّ، ثُمَّ الْاَخُ لِاَبٍ ثُمَّ ابْنُ الْاَخِ لِاَبٍ وَاُمٍّ، ثُمَّ ابْنُ الْاَخِ لِاَبٍ وَاِنْ سَفَلُوْا ثُمَّ الْعَمُّ لِاَبٍ وَاُمٍّ ثُمَّ الْعَمُّ لِاَبٍ، ثُمَّ ابْنُ الْعَمِّ لِاَبٍ وَاُمٍّ ثُمَّ ابْنُ الْعَمِّ لِاَبٍ وَاِنْ سَفَلُوْا ثُمَّ عَمُّ الْاَبِ لِاَبٍ وَاُمٍّ، ثُمَّ عَمُّ الْاَبِ لِاَبٍ، ثُمَّ بَنُوْ هُمَا عَلٰى هٰذَا التَّرْتِيْبِ وَاَمَّا مِنْ جِهَةِ الْوِلَاءِ فَهُوَ وِلَاءُ الْعَتَاقَةِ، فَاِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمَرْاَةِ وَلِيٌّ مِنَ الْعَصَبَةِ مِنْ جِهَةِ الْقَرَابَةِ جَازَ لِمَوْلَى الْعَتَاقَةِ الَّذِيْ اَعْتَقَهَا اَنْ يُزَوِّجَهَا لِاَنَّهُ آخِرُ الْعَصَبَاتِ وَعِنْدَ عَدَمِ الْعَصَبَاتِ يَلِيْ اُولُوا الْاَرْحَامِ تَزْوِيْجَ الصَّغِيْرِ وَالصَّغِيْرَةِ وَاَمَّا مِنْ حَيْثُ الْاِمَامَةِ فَالْمُرَادُ بِهٖ وِلَايَةُ الْاِمَامِ وَالسُّلْطَانِ وَالْقَاضِيْ ، فَاِذَا عَدِمَ الْاَوْلِيَاءُ فَالْوِلَايَةُ اِلَيْهِمْ وَاَمَّا مِنْ جِهَةِ الْمِلْكِ فَالْمُرَادُ بِهٖ مَوْلَى الْعَبْدِ وَالْاَمَةِ فَاِنَّ لَهٗ وِلَايَةَ تَزْوِيْجِهِمَا وَاِنْ لَمْ يَرْضَيَا بِذٰلِكَ ، وَاِذَا نَكَحَ الْعَبْدُ اَوْ نَكَحَتِ الْاَمَةُ بِغَيْرِ اِذْنِ الْمَوْلٰى فَالنِّكَاحُ مَوْقُوْفٌ عَلٰى اِجَازَتِهٖ ،فَاِنْ اَجَازَ جَازَ وَاِنْ رَدَّ بَطَلَ

س: ولی کون شخص ہے؟

ج: نکاح کی ولایت چار سببوں کے ساتھ ثابت ہو جاتی ہے، رشتہ داری ولاء اور امامت اور ملک بہر حال قرابت کی جہت سے تو عصبہ اولیا ہیں وراثت میں عصبات کی ترتیب پر اور مقدم ہے زیادہ قریبی پھر زیادہ قریبی اور سب سے زیادہ قریب اولیاء سے عورت کی طرف بیٹا ہے پھر پوتا اور اگر چہ نیچے کے ہوں، پھر باپ پھر دادا یعنی باپ کا باپ اور اگر چہ اوپر کے ہوں، پھر بھائی حقیقی

Marfat.com

پھر علاتی بھائی پھر حقیقی بھتیجا، پھر علاتی بھتیجا، اور اگرچہ نیچے کے ہوں پھر حقیقی چچا پھر علاتی چچا پھر چچے کا حقیقی بیٹا پھر چچے کا علاتی بیٹا اگرچہ نیچے کے ہوں پھر باپ کا حقیقی چچا پھر باپ کا علاتی چچا پھر ان دونوں کے بیٹے اسی ترتیب پر اور بہرحال ولاء کی جہت سے تو وہ ولاء عتاقہ ہے، پس جب نہ ہو کسی عورت کا عصبہ سے ولی قرابت کی جہت سے تو جائز ہے اس مولا عتاقہ کے لئے جس نے آزاد کیا ہے کہ وہ نکاح کرے اس کا اس لئے کہ وہ عصبات میں آخری ہے اور عصبات کے نہ ہونے کے وقت ولی ہوں گے ذوی الارحام چھوٹے لڑکے اور لڑکی کے نکاح کرنے کے اور بہرحال امامت کی حیثیت سے تو اس سے مراد امام کی ولایت ہے اور بادشاہ اور قاضی کی پس جب اولیاء نہ ہوں تو ولایت انکے لئے ہے۔ اور بہرحال ملک کی جہت سے تو مراد اس سے غلام اور لونڈی کا مولی ہے، پس بے شک اس کو ہے انکے نکاح کی ولایت، اور اگرچہ وہ اس پر راضی نہ ہوں، اور جب نکاح کر لیا غلام نے یا لونڈی نے مولی کی اجازت کے بغیر تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے، اگر اجازت دے دی (تو) جائز ہے اور اگر رد کر دیا (تو) باطل ہے

بَابُ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاَكْفَاءِ

نکاح کی ولایت کے چار اسباب ہیں نمبر (۱) قرابت (۲) ولاء (۳) امامت (۴) ملکیت جب نکاح کی ولایت کا ثبوت قرابت داری کی وجہ سے ہو تو عصبہ ولی ہوگا۔ پھر عصبات کے ولی بننے کی ترتیب وہی ہوگی جو میراث کی کتابوں میں وارث بننے کے لئے ذکر کی گئی ہے۔ لہذا الاقرب فالاقرب مقدم ہوگا۔ پھر چونکہ عورت کے سب سے زیادہ قریب اس کا بیٹا ہے اس لئے وہ ولی ہوگا پھر پوتا پھر پڑپوتا الخ۔ پھر باپ پھر دادا پھر پڑدادا پھر سگا بھائی پھر باپ شریک بھائی، پھر سگا بھتیجا، پھر باپ شریک بھتیجا، نیچے تک پھر سگا چچا، پھر باپ شریک چچا، پھر حقیقی چچازاد بھائی، پھر باپ شریک چچازاد بھائی، نیچے تک، پھر باپ کا سگا چچا، پھر باپ کا باپ شریک چچا، پھر ان چچاؤں کے بیٹے مذکورہ ترتیب کے مطابق ولی بنیں گے۔

(۲) نکاح کی ولایت کا دوسرا سبب ولاء ہے (ولاء العتاقه) یعنی جس عورت کا عصبات میں سے کوئی بھی قریبی ولی نہ ہو تو جس شخص نے اس کو آزاد کیا تھا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کا نکاح کرائے، کیونکہ یہ (مولی العتاقه) عصبات سے آخری عصبات میں سے ہے۔ اور اگر عصبات میں سے کوئی بھی نہ ہو تو پھر بچی اور بچے کے نکاح کرانے کا حق اولو الارحام کو حاصل ہوگا۔

(۳) نکاح کی ولایت کا تیسرا سبب:۔ امامت و احکامیت ہے جب دیگر اولیاء نہ ہوں تو اس صورت میں ولایت کا حق حاکم وقت اور قاضی کو حاصل ہوگا۔ (۴) ولایت نکاح کا چوتھا سبب ملکیت ہے۔ یعنی غلام اور لونڈی کے نکاح کرانے کی ولایت مولی و آقا کو حاصل ہے خواہ غلام اور لونڈی راضی ہوں یا نہ ہوں پھر لونڈی اور غلام کو خود اپنے نکاح کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، اگر مولی کی اجازت کے بغیر یہ نکاح کر لیتے ہیں تو پھر ان کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر مولی اجازت دے دے تو نکاح ہو جائے گا ورنہ باطل ہو جائے گا۔

Marfat.com

﴿بغیر ولی کے باکرہ کے نکاح کر لینے کا حکم﴾

س: مَا حُکْمُ نِکَاحِ الْحُرَّةِ الْبَالِغَةِ اِذَا نَکَحَتْ بِرِضَائِهَا وَلَمْ يَعْقِدْ عَلَيْهَا وَلِيٌّ ؟

ج: يَجُوْزُ نِكَاحُهَا بِرِضَائِهَا وَاِنْ لَمْ يَعْقِدْ عَلَيْهَا وَلِيُّهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى بِكْرًا كَانَتْ اَوْثَيِّبًا، وَاِذَا نَكَحَتِ الْعَاقِلَةُ الْبَالِغَةُ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا جَازَ نِكَاحُهَا ، وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَنْعَقِدُ نِكَاحُهَا اِلَّا بِاِذْنِ وَلِيِّهَا۔

س: آزاد بالغ عورت کے نکاح کا کیا حکم ہے جب نکاح کیا ہو اپنی خوشی کیساتھ اور اسکا عقد ولی نے نہ کیا ہو؟

ج: اسکی رضا کے ساتھ اسکا نکاح جائز ہے اور اگر چہ اس کا عقد اس کے ولی نے نہ کیا ہو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باکرہ ہو یا ثیبہ اور جب نکاح کیا عاقلہ بالغہ نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر تو اس کا نکاح جائز ہے اور فرمایا (امام) ابویوسفؒ اور (امام) محمدؒ نے کہ نکاح منعقد نہیں ہوگا اس کا مگر اس کے ولی کی اجازت کے ساتھ۔

توضیح: امام اعظمؒ کے نزدیک عاقلہ اور بالغہ آزاد عورت ولی سے اجازت لئے بغیر نکاح کر لیتی ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے (یعنی اگر وہ اس نکاح پر رضامندی کا اظہار کر دیتے ہیں تو نکاح درست ہو جائے گا ورنہ درست نہیں ہوگا) امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ولی کی رضا کے بغیر عورت کو نکاح کر لینے کا حق ہی حاصل نہیں ہے ان حضرات کی دلیل حدیث لا نکاح الا بولی اور اس مضمون کی دیگر تمام روایات ہیں امام اعظم ابوحنیفہؒ کا استدلال قرآن مقدس کی ان آیات سے ہے جن میں بظاہر بھی نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے مثلاً: قال اللہ عز وجل فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره (۲) فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن۔

نیز مسلم شریف میں مرفوع حدیث پاک ہے۔ بیوہ عورت اپنے ولی کی نسبت اپنی ذات کی زیادہ مستحق ہے۔ نکاح خالص عورت کے حق میں تصرف ہے اس میں وہ عاقلہ اور بالغہ ہونے کی بناء پر اہلیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ اموال میں تصرف اور شوہر کے حسب صواب دید انتخاب و نکاح کرنے کا بالاتفاق اس کو حق دیا گیا ہے۔ باقی رہی ولی کی شرط اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر نکاح میں کسی قسم کی کمی بیشی آئے تو ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔ مثال کے طور پر عورت مہر مثلی سے کم پر نکاح کر لے۔

﴿باکرہ بالغہ کو ولی کے نکاح پر مجبور کرنے کا حکم﴾

س: هَلْ يَجُوْزُ لِلْوَلِيِّ اِجْبَارُ الْبِكْرِ الْبَالِغَةِ الْعَاقِلَةِ عَلَى النِّكَاحِ؟

ج: لَيْسَ لِلْوَلِيِّ اِجْبَارُهَا لِاَنَّهَا اَحَقُّ بِنَفْسِهَا بِكْرًا كَانَتْ اَوْ ثَيِّبًا

س: کیا جائز ہے ولی کیلئے مجبور کرنا باکرہ بالغہ عاقلہ کو نکاح پر؟

Marfat.com

ج: نہیں ہے ولی کیلئے مجبور کرنا اس کو اس لئے کہ وہ زیادہ حق دار ہے اپنے نفس کی باکرہ ہو یا ثیبہ

توضیح: عاقلہ اور بالغہ عورت کو ولی نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔ کیونکہ اس پر ولی کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک باکرہ لڑکی حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے والد نے میرا زبردستی نکاح کر دیا ہے اور (جہاں نکاح کیا ہے) وہ مجھے پسند نہیں ہے تو نبی کریم ﷺ نے اسے اختیار دے دیا یعنی نکاح فسخ کرنے کا اختیار دے دیا۔ نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت بغیر نہ کیا جائے، طرز استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مبارک الفاظ کا عموم واضح طور پر بتلا رہا ہے کہ بالغہ پر کسی کو بھی ولایت اجبار نہیں خواہ ولی باپ ہو یا کوئی اور شخص ہو۔

﴿کیا ولی کو اجازت طلب کرنا ضروری ہے؟﴾

س: سَلَّمْنَا اَنَّہٗ لَا یَجُوْزُ اِجْبَارُھَا لٰکِنْ عَامَّۃُ النِّسَاءِ لَا یَنْکِحْنَ اَنْفُسَھُنَّ یُزَوِّجُھُنَّ الْاَوْلِیَاءُ فَھَلْ یَحْتَاجُ الْوَلِیُّ اِلَی الْاِسْتِئْذَانِ؟

ج: لَمَّا لَمْ یَجُزْ لِلْوَلِیِّ اِجْبَارُھَا لَزِمَہٗ اَنْ یَّسْتَاْذِنَھَا بِاَنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکِ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ، فَاِنْ اَذِنَتْ جَازَ لَہُ الْاِنْکَاحُ وَاِنْ رَدَّتْ رُدَّ۔

س: تسلیم کر لیا ہم نے کہ نہیں جائز مجبور کرنا اس کو لیکن عام عورتیں اپنا نہیں نکاح کرتیں انکے ولی ہی نکاح کرتے ہیں پس کیا ولی اجازت طلب کرنے کی طرف محتاج ہے؟

ج: جب ولی کے لئے اس کو مجبور کرنا جائز نہیں تو اس سے اجازت لینا لازم ہے بایں طور کہ میں ارادہ رکھتا ہوں کہ نکاح کر دوں تیرا فلاں سے جو بیٹا ہے فلاں کا پس اگر اجازت دے دے تو اس کیلئے نکاح کرانا جائز اور اگر رد کر دے رد ہو جائے گا۔

توضیح: اوپر والے مسئلہ کے تحت پوری تفصیل کے ساتھ یہ بات لکھ دی گئی ہے کہ ولی عاقلہ اور بالغہ کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا، پھر اگر وہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اجازت طلب کر لینے کے بعد اس کا نکاح کرے یعنی پہلے اس کو بتائے کہ میں فلاں شخص سے تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں اگر تو وہ نکاح کرنے کی اجازت دے دے تو نکاح کرانا جائز ہو جائے گا اور اگر وہ نکاح کرانے کی اجازت نہیں دیتی بلکہ رد کر دیتی ہے تو رد ہو جائے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہ ﷺ وکیف اذنہا قال ان تسکت (متفق علیہ) مزید تفصیل آگے آرہی ہے۔

﴿باکرہ سے اجازت لینے کا طریقہ﴾

س: اَلْبِکْرُ تَسْتَحْیِیْ اَنْ تُجِیْبَ بِاللِّسَانِ فَکَیْفَ تُجِیْزُ؟

Marfat.com

ج: إِذَا اسْتَأْذَنَهَا الْوَلِيُّ فَسَكَتَتْ أَوْ ضَحِكَتْ أَوْبَكَتْ بِغَيْرِ صَوْتٍ فَذٰلِكَ إِذْنٌ مِّنْهَا ، فَإِنِ اسْتَأْذَنَهَا غَيْرُ الْوَلِيِّ أَوْ وَلِيٌّ غَيْرُهُ أَوْلٰى مِنْهُ لَا بُدَّ مِنْ إِظْهَارِ رِضَائِهَا بِالْقَوْلِ

س: باکرہ حیا کرتی ہے کہ جواب دے زبان کے ساتھ پس وہ کیسے اجازت دے گی؟

ج: جب اجازت طلب کرے اس سے ولی تو وہ خاموش ہو جائے یا ہنس پڑے یا رو دے بغیر آواز کے تو یہ اسکی اجازت ہے پس اگر اجازت طلب کرے اس سے غیر ولی یا اسکے علاوہ ولی اسکا زیادہ قریبی ہو (تو) اس کی رضامندی کا اظہار قول کے ساتھ ضروری ہے۔

توضیح: جب باکرہ عورت سے ولی نکاح کرانے کی اجازت طلب کرے وہ (بوجہ حیا) خاموش رہے، یا ہنس پڑے، یا بغیر آواز کے رو پڑے تو یہ اس عورت کی طرف سے اجازت شمار ہوگی مگر یہ صرف اسی صورت میں ہے جب ولی اجازت مانگے، اگر ولی کے علاوہ کوئی اور اجازت طلب کرے یا ولی ایسا ہو کہ لڑکی کے جو اسکے اولیاء میں اس سے زیادہ قریبی دوسرا ولی موجود ہے تو اس صورت میں زبان سے رضامندی کا اظہار ضروری ہے۔

﴿باکرہ نکاح سے انکار کردے تو ولی کیا کرے﴾

س: فَإِنْ أَبَتْ مَا ذَا يَفْعَلُ الْوَلِيُّ ؟

ج: لَا يُزَوِّجُهَا لِأَنَّهَا رَدَّتْ .

س: پس اگر وہ انکار کردے تو کیا کرے ولی؟

ج: اس کا نکاح نہ کرے اس لئے کہ اس نے رد کر دیا ہے۔

توضیح: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے، طرز استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے مبارک الفاظ کا عموم واضح طور پر بتلا رہا ہے کہ بالغہ پر ولایت اجبار نہیں خواہ ولی باپ ہو یا کوئی اور شخص ہو۔ لہذا اجازت کا مانگنا ضروری ہے پھر اگر وہ اجازت دے دیتی ہے تو نکاح کرانا درست ہے اور اگر وہ انکار کر دیتی ہے پھر نکاح نہ کرایا جائے۔

﴿ثیبہ سے اجازت لینے کا حکم﴾

س: اِمْرَأَةٌ نَكَحَتْ أَوَّلًا ثُمَّ أَمَتْ فَأَرَادَ الْوَلِيُّ أَنْ يُّنْكِحَهَا ثَانِيًا هَلْ يَلْزِمُهُ الْإِسْتِئْذَانُ ؟

س: کسی عورت نے پہلے نکاح کیا پھر بے خاوند ہوگئی پس ارادہ کیا ولی نے اسکا دوبارہ نکاح کرنے کا کیا اس کو اجازت طلب کرنا لازم ہے؟

ج: لَا بُدَّ مِنَ الْأَمْرَيْنِ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ أَنْ يَّسْتَأْذِنَهَا الْوَلِيُّ وَأَنْ تُصَرِّحَ هِيَ بِرِضَائِهَا بِالْقَوْلِ ، وَلَا يَكْتَفِي بِالسُّكُوْتِ أَوِ الضِّحْكِ أَوِ الْبُكَاءِ

ج: اس صورت میں دو کام ضروری ہیں (ایک) یہ کہ اجازت طلب کرے اس سے ولی اور (دوسرا) یہ کہ وہ اپنی خوشی کی قول کے

Marfat.com

ساتھ تصریح کرے، اور سکوت یا ہنسنے یا رونے پر کفایت نہ کرے۔

توضیح: اگر ولی ثیبہ یا مطلقہ کا نکاح کرانا چاہتا ہو تو اس میں دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے ایک تو اس سے اجازت لینا ضروری ہے، اور دوسرا اجازت بھی زبان سے لینا ضروری ہے وہ زبان سے رضامندی کا اظہار کرے اگر زبان سے رضامندی کا اظہار نہیں کرتی اور خاموش رہتی ہے، یا ہنس دیتی ہے، یا بلا صوت (آواز) رونے لگ جاتی ہے تو یہ کافی نہیں ہے۔

﴿بغیر نکاح کے بکارت زائل ہو جانے والی سے اجازت کا حکم﴾

س: بِكْرٌ لَمْ تَزَوَّجْ لٰكِنْ زَالَتْ بِكَارَتُهَا بِوَثْبَةٍ اَوْ حَيْضَةٍ اَوْ جِرَاحَةٍ اَوْ تَعَنُّس هَلْ هِيَ فِيْ حُكْمِ الْبِكْرِ اَوْ فِيْ حُكْمِ الثَّيِّبِ؟

ج: هِيَ فِيْ حُكْمِ الْاَبْكَارِ فَيُكْتَفٰى لِلْاِذْنِ مِنْهَا بِسُكُوْتِهَا وَمَا شَابَهَه،

س: باکرہ نے شادی نہیں کی لیکن زائل ہوگئی اس کی بکارت کودنے یا ماہواری یا زخم یا تعنس (نکاح کا وقت گزرنے تک بیٹھے رہنے کی وجہ سے) کیا وہ باکرہ کے حکم میں ہے یا ثیبہ کے حکم میں؟

ج: کنواری لڑکیوں کے حکم میں ہے پس کافی ہے اس کا سکوت اور جو اسکے مشابہ ہو اجازت لئے کے

توضیح: یہ ہے کہ اگر کثرت حیض، کودنے یا کسی زخم کی وجہ سے یا زیادہ مدت ٹھہرے رہنے کی وجہ سے کسی عورت کی بکارت زائل ہوگئی تو ان تمام صورتوں میں یہ کنواری لڑکیوں کے حکم میں ہوگی یعنی اجازت طلب کرنے کے وقت اس کی خاموشی اجازت ہوگی کلام کرنا ضروری نہیں ہے۔ اسکی ایک دلیل تو یہ ہے کہ یہ عورت حقیقت میں باکرہ ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ اس عورت کو مرد کے ساتھ اختلاط اور ممارست کا موقع نہیں ملا لہذا یہ بھی شرم وحیاء کی وجہ سے زبان سے اجازت نہ دے گی۔

س: بِكْرٌ لَمْ تَزَوَّجْ لٰكِنْ زَالَتْ بِكَارَتُهَا بِالزِّنَاءِ مَا حُكْمُهَا فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ؟

س: کنواری لڑکی نے نکاح کیا لیکن اس کی بکارت زنا کی وجہ سے زائل ہوگئی تو اس مسئلہ میں اس کا حکم کیا ہے؟

ج: هِيَ فِيْ حُكْمِ الْاَبْكَارِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَيُكْتَفٰى بِسُكُوْتِهَا عِنْدَ الْاِسْتِئْذَانِ، وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: هِيَ فِيْ حُكْمِ الثَّيِّبِ فِيْ ذٰلِكَ۔

ج: حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ کنواری لڑکیوں کے حکم ہے پس اجازت طلب کرنے کے وقت اس کے چپ رہنے پر اکتفاء کیا جائے اور حضرت ابو یوسفؒ کہ وہ اس (مسئلہ) میں ثیبہ کے حکم میں ہے۔ وحضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں۔

توضیح: اگر کسی عورت کی بکارت زنا کی وجہ سے زائل ہوگئی تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بھی باکرہ کے حکم میں ہے، امام شافعیؒ اور صاحبین کے نزدیک یہ ثیبہ کے حکم میں ہے لہذا اس کے سکوت پر اکتفا نہیں کیا جائے گا دلیل یہ ہے کہ یہ حقیقت میں ثیبہ ہو چکی ہے کیونکہ جس عورت کے پاس پہلے مرد پہنچ چکا ہو اس عورت کو ثیبہ کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ لوگ اس عورت کو باکرہ

Marfat.com

سمجھتے ہیں اب اگر یہ کلام کرے گی تو لوگ اس کو معیوب قرار دیں گے اس لئے یہ حیاء کرے گی اور بولے گی نہیں اب سے اس کے مصالح معطل ہو کر رہ جائیں گے، اس لئے اس کو باکرہ کے حکم میں ہی سمجھا جائے گا۔

﴿لڑکی اور لڑکے کے درمیان اختلاف کا حکم﴾

س: رَجُلٌ زَوَّجَ بِنْتَهُ الْبِكْرَ الْبَالِغَةَ، فَقَالَ الزَّوْجُ بَلَغَكِ النِّكَاحُ فَسَكَتِّ، وَقَالَتْ: مَا سَكَتُّ بَلْ أَنَا رَدَدْتُ، كَيْفَ يُحْكَمُ بَيْنَهُمَا؟

ج: اَلْقَوْلُ فِي ذٰلِكَ قَوْلُهَا وَلَا يَمِيْنَ عَلَيْهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهٰذِهٖ مِنَ الْمَسَائِلِ الَّتِيْ لَا يُسْتَحْلَفُ فِيْهَا عِنْدَهٗ، وَيُسْتَحْلَفُ عِنْدَهُمَا

س: کسی آدمی نے اپنی باکرہ بالغہ بیٹی کا نکاح کرایا، پھر خاوند نے کہا تجھے نکاح کی خبر پہنچی تو تو خاموش رہی اور اس نے کہا کہ میں خاموش نہیں رہی بلکہ میں نے رد کر دیا تھا، ان کے درمیان کیسے فیصلہ کیا جائے گا؟

ج: اس میں اس (عورت) کی بات قبول کی جائے گی اور اس پر قسم نہیں ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور یہ ان مسائل میں سے ہے کہ جن میں امامؒ کے نزدیک قسم نہیں لی جاتی اور صاحبینؒ کے نزدیک قسم لی جاتی ہے

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تجھے جب میرے سے نکاح کی خبر ملی تھی تو تو نے خاموشی اختیار کر لی تھی اس لئے تیرے ساتھ میرا نکاح لازم ہو گیا ہے۔ عورت نے کہا ایسا نہیں ہوا۔ جب مجھے نکاح کی اطلاع ملی تھی تو میں نے فوراً اس کو رد کر دیا تھا لہٰذا نکاح نہیں ہوا اور حالت یہ ہے کہ نہ تو گواہ مرد کے پاس موجود ہیں اور نہ ہی عورت کے پاس تو امام اعظمؒ کے نزدیک بغیر قسم کے عورت کا قول معتبر ہوگا، صاحبین اور امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک عورت مدعی علیہ ہے اس لئے کہ مدعی کے پاس چونکہ گواہ نہیں ہے عورت کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔ کما جاء فی الحدیث البینة علی المدعی والیمین الخ امام زفرؒ کے نزدیک عورت کا قول معتبر ہی نہیں بلکہ مرد کا قول معتبر ہوگا۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ ان چھ چیزوں میں سے ہے جن سے مدعی علیہ پر قسم نہیں آتی وہ چھ چیزیں۔ نکاح، رجعت فی الایلاء، استیلاء، رق، ولاء ہیں۔ تفصیل هذا المسئله فی شرح الهدایه۔

﴿ولی کا بغیر اجازت طلب کئے چھوٹے بچے یا بچی کا نکاح کرنا﴾

س: صَغِيْرٌ اَوْ صَغِيْرَةٌ زَوَّجَهُمَا الْوَلِيُّ مِنْ غَيْرِ اِسْتِئْذَانٍ هَلْ صَحَّ نِكَاحُهُمَا؟

ج: نَعَمْ صَحَّ، لِاَنَّهٗ جَازَ لَهٗ اَنْ يُنْكِحَهُمَا مِنْ غَيْرِ اِسْتِئْذَانٍ وَهٰذَا مَعْنٰى اِجْبَارُ الْوَلِيِّ اِيَّاهُمَا، وَيَعُمُّ هٰذَا الْحُكْمُ فِي الصَّغِيْرَةِ بِكْرًا كَانَتْ اَوْ ثَيِّبًا

س: بچہ یا بچی کی شادی کر دی ولی نے بغیر اجازت طلب کرنے کے کیا درست ہے ان کا نکاح؟

Marfat.com

ج: جی ہاں درست ہے، اس لئے کہ اسکے لئے جائز ہے کہ نکاح کرے ان دونوں کا اجازت لئے بغیر اور یہی معنی ہے ولی کے مجبور کرنے کا ان دونوں کو اور عام ہے یہ حکم بچی میں باکرہ ہو یا ثیبہ ہو

توضیح: اگر چھوٹی عمر کے بچے یا بچی کا نکاح باپ یا باپ کے موجود نہ ہونے کی صورت میں دادا نے کر دیا تو یہ نکاح لازم ہو جائے گا۔ بالغ ہونے کے بعد اس لڑکے اور لڑکی کو خیار بلوغ (خیار بلوغ کہتے ہیں بالغ ہونے کے بعد لڑکے اور لڑکی کو اپنے بچپن میں کئے گئے نکاح کو توڑ دینے یا برقرار رکھنے کے اختیار کو) حاصل نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ باپ اور دادا دونوں کامل الرائے ہیں اور بھرپور شفقت رکھتے ہیں اس لئے ان دونوں کا کیا ہوا نکاح لازم ہو جائے گا یہ ایسے ہی ہوگا جیسے بالغ ہونے کے بعد ان دونوں کی رضامندی سے باپ یا دادا نے نکاح کر دیا ہو۔ جیسے یہ نکاح لازم ہوگا وہ نکاح بھی لازم ہو جائے گا۔ ولایت اجبار کا یہی مطلب ہے بچی خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔

﴿ولی اقرب کی غیر موجودگی میں ولی ابعد کے لئے نکاح کا حکم﴾

س: اَلْوَلِیُّ الْاَقْرَبُ غَائِبٌ وَمَسَّتِ الْحَاجَةُ اِلَی الْاِنْکَاحِ هَلْ یَجُوْزُ لِلْوَلِیِّ الْاَبْعَدِ اَنْ یُّزَوِّجَهُمَا ؟

ج: اِذَا غَابَ الْوَلِیُّ الْاَقْرَبُ غَیْبَةً مُّنْقَطِعَةً جَازَ لِلْوَلِیِّ الْاَبْعَدِ اَنْ یُزَوِّجَهُمَا

س: ولی اقرب غائب ہے اور نکاح کرانے کی طرف حاجت پیش آ گئی کیا جائز ہے ولی ابعد کو کہ ان دونوں کا نکاح کرائے؟

ج: جب ولی اقرب غیبت منقطعہ سے غائب ہو تو ولی ابعد کیلئے ان کا نکاح کرنا جائز ہے۔

توضیح: اگر اس طرح ہو کہ ولی اقرب اتنا دور ہے کہ اس پر غیبت منقطعہ کا اطلاق ہو سکتا ہے تو اس صورت میں ولی ابعد کے لئے نکاح کر دینا درست ہے، پھر جب ولی ابعد نے نکاح کر دیا بعد میں ولی اقرب آ گیا تو یہ نکاح درست رہے گا اس کو باطل قرار نہیں دیا جائے گا۔

س: اَلْغَیْبَةُ الْمُنْقَطِعَةُ مَاهِیَ ؟

ج: هِیَ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْ بَلَدٍ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ الْقَوَافِلُ فِیْ سَنَةٍ اِلَّا مَرَّةً وَّاحِدَةً

س: غیبت منقطہ کیا ہے؟

ج: وہ (غیبت) یہ ہے کہ ہو (ولی) ایسے شہر میں کہ نہ پہنچیں اس تک قافلے سال میں مگر ایک ہی مرتبہ

غیبت منقطعہ کی تعریف: (۱) ولی ایسے شہر میں موجود ہو جہاں قافلے سال میں ایک دفعہ پہنچ سکتے ہوں (اختارہ القدوری) (۲) ادنی مدت سفر یعنی تین دن کی مسافت پر چلے جانے سے غیبت منقطعہ متحقق ہو جاتی ہے کیونکہ مدت سفر کی کوئی انتہاء نہیں ہے، اس لئے کم سے کم مدت سفر کا اعتبار کیا گیا ہے، (اختارہ بعض المتاخرین) (۳) شمس الائمہ سرخسیؒ اور دیگر بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر ولی ایسی جگہ چلا جائے کہ اگر اس کی رائے معلوم کی جائے تو کفوفوت ہو جائے گا، یہ تیسرا قول دلائل فقہیہ سے زیادہ قریب

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ کفوفوت ہو جانے کے باوجود اس کی ولایت کو باقی رکھنے میں کوئی شفقت نہیں ہے حالانکہ ولایت کا مدار ہے ہی شفقت پر، یہی وجہ ہے کہ جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اگر کوئی ولی شہر میں چھپ جائے اور اس کے بارے میں کسی کو علم نہ ہو تو یہ غیبت منقطعہ ہوگی۔

﴿مجنونہ عورت کا باپ اور بیٹا دونوں ہوں تو نکاح کا ولی کون ہوگا؟﴾

س: اِمْرَأَةٌ مَجْنُوْنَةٌ لَهَا وَلِيَّانِ اَبُوْهَا وَابْنُهَا فَمَنْ هُوَ الْوَلِيُّ فِيْ اِنْكَاحِهَا ؟

ج: وَلِيُّهَا هُوَ ابْنُهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلِيُّهَا اَبُوْهَا۔

س: کسی مجنونہ عورت کے دو ولی ہیں اسکا باپ اور اس کا بیٹا پس اس کے نکاح کرانے میں کون ولی ہے؟

ج: اس کا ولی اس کا بیٹا ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور فرمایا امام محمدؒ نے کہ اس کا ولی اس کا باپ ہے۔

توضیح: حاصل سوال یہ ہے کہ ایک مجنونہ عورت کا باپ ہے اور پہلے شوہر سے بالغ بیٹا ہے تو اس مجنونہ کے نکاح کی ولایت کس کو حاصل ہوگی؟

جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں شیخین اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے شیخین فرماتے ہیں کہ ولایت کا حق بیٹے کو حاصل ہے۔ جبکہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ حق ولایت باپ کو ہے۔ امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ باپ میں بیٹے کی نسبت شفقت زیادہ ہوتی ہے اور ولایت کا مدار شفقت پر ہے، لہذا زیادہ شفقت ہونے کی وجہ سے ولایت کا حقدار باپ ہوگا نہ کہ بیٹا۔

شیخین کی دلیل: یہ ہیکہ عصبہ ہونے میں بیٹا مقدم ہے چنانچہ بیٹے کے موجود ہونے کی صورت میں باپ کو وراثت سے صرف چھٹا حصہ ملتا ہے اور بیٹا عصبہ ہوتا ہے، اور ولایت عصوبت (یعنی عصبہ ہونے پر) مبنی ہے لہذا ولی بیٹا ہوگا باپ نہیں ہوگا، (اور شفقت زیادہ ہونے کی) امام محمدؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ولایت میں نفس شفقت کا اعتبار ہے، زیادتی شفقت کا اعتبار نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی عورت کا نانا بھی موجود ہو اور چچیرا بھتیجا بھی موجود ہو تو ولایت میں بھتیجا مقدم ہوگا، حالانکہ شفقت و محبت زیادہ نانا میں ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ولایت میں نفس شفقت کا اعتبار ہے نہ کہ زیادتی شفقت کا۔

﴿بچے یا بچی کے لئے بلوغ کے بعد فسخ نکاح کا حکم﴾

س: اَلصَّغِيْرُ اَوِ الصَّغِيْرَةُ زَوَّجَهُمَا وَلِيُّهُمَا فِيْ صِغَرِهِمَا ثُمَّ بَلَغَا فَهَلْ يَحْصُلُ لَهُمَا حَقُّ الْفَسْخِ؟

ج: اِنْ زَوَّجَهُمَا الْاَبُ اَوِ الْجَدُّ فَلَا خِيَارَ لَهُمَا بَعْدَ الْبُلُوْغِ ،وَاِنْ زَوَّجَهُمَا غَيْرُ الْاَبِ وَالْجَدِّ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْخِيَارُ اِنْ شَاءَ اَقَامَ عَلَى النِّكَاحِ وَاِنْ شَاءَ فَسَخَ

س: بچے یا بچی کے ولی نے بچپن میں ان کا نکاح کر دیا پھر وہ بالغ ہو گئے تو کیا حاصل ہوگا ان دونوں کو فسخ کا حق؟

ج: اگر تو باپ یا دادا نے ان کا نکاح کیا ہو تو بالغ ہونے کے بعد ان کو اختیار نہیں، اور اگر ان دونوں کا نکاح باپ اور دادا کے علاوہ

Marfat.com

نے کیا ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے اگر چاہے قائم رہے نکاح پر اور اگر چاہے فسخ کر دے۔

توضیح: اگر نابالغ لڑکی یا لڑکے کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کوئی دوسرا ولی کرے تو اس صورت میں بالغ ہونے کے بعد انہیں یہ حق حاصل ہوگا کہ خواہ وہ نکاح برقرار رکھیں خواہ نکاح برقرار نہ رکھیں، حضرت امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ انہیں یہ حق حاصل نہ ہوگا، انھوں نے اسے باپ دادا پر قیاس فرمایا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک کیونکہ دوسرے اولیاء باپ دادا کے برابر شفیق نہیں ہوسکتے لہٰذا ان کے عقد کو نا قابل فسخ قرار دینا ان کے مقاصد میں خلل کا سبب بنے گا۔ اس لئے دیگر اولیاء باپ دادا کے برابر نہیں ہوں گے کہ ان کے نکاح کا بھی وہی حکم ہوگا جو باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کا حکم ہے۔

﴿عصبات کے علاوہ اقارب کا بچی یا بچے کا نکاح کرانا﴾

س: هَلْ لِغَيْرِ الْعَصَبَاتِ مِنَ الْاَقَارِبِ اَنْ يُزَوِّجَ الصَّغِيْرَ اَوِ الصَّغِيْرَةَ مِثْلَ الْاُخْتِ وَالْاُمِّ وَالْخَالَةِ؟

ج: نَعَمْ يَجُوْزُ

س: کیا اقارب سے عصبات کے علاوہ کو (اختیار ہے) کہ نکاح کرائیں بچے یا بچی کا جیسے بہن اور ماں اور خالہ؟

ج: ہاں جائز ہے؟

توضیح: عصبات کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ولایت کا ثبوت کس کے لئے ہوگا؟ اس بارے میں اختلاف ہے، امام اعظمؒ کے نزدیک عصبات کے علاوہ دوسرے قرابت داروں کے لئے ثابت ہوگی مثلاً بہن، ماموں، خالہ، پھوپھی وغیرہ امام صاحب کا مذھب استحسانا ہے، امام محمدؒ کے نزدیک عصبات کے علاوہ دوسرے قرابتداروں کے لئے ولایت ثابت نہیں ہوگی، اور قیاس بھی یہی ہے، امام ابویوسفؒ کے قول میں اضطراب ہے، لیکن مشہور قول یہ ہے کہ امام محمدؒ کے ساتھ ہے، امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ ولایت کا مدار شفقت پر ہے اور شفقت ہر اس شخص میں پائی جائے گی جس میں قرابت باعثة علی الشفقت (یعنی ایسی رشتہ داری جو شفقت کا سبب ہو) موجود ہو۔ لہذا ولایت ہر اس شخص کو حاصل ہو جائے گی جس میں یہ قرابت پائے جائے گی خواہ وہ عصبہ ہو یا غیر صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے النکاح الی العصبات حدیث پاک کا جواب یہ ہے کہ عصبات کی موجودگی میں تو نکاح انہی سے ہوگا اور عدم موجودگی کی صورت میں اس حدیث میں غیر عصبات کی نفی نہیں کی گئی۔

﴿ولی کا چھوٹی بچی کا مہر نصف کر دینا یا بچے کی بیوی کا دوگنا کر دینا﴾

س: زَوَّجَ الْاَبُ الصَّغِيْرَةَ وَنَصَّفَ مِنْ مَهْرِ مِثْلِهَا اَوْ زَوَّجَ اِبْنَهُ الصَّغِيْرَ وَزَادَ فِيْ مَهْرِ امْرَأَتِهٖ عَلٰى مَهْرِ الْمِثْلِ مَا حُكْمُهٗ؟

ج: جَازَ ذٰلِكَ عَلَيْهِمَا لِلْاَبِ وَالْجَدِّ وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ لِغَيْرِ هِمَا

س: نکاح کیا باپ نے چھوٹی بچی کا اور اس کے مہر مثلی سے آدھا کر دیا یا نکاح کیا اپنے چھوٹے بیٹے کا اور اس کی عورت کا مہر مہر مثلی پر

Marfat.com

بڑھادیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ ان پر باپ اور دادا کیلئے جائز ہے اور ان کے غیر کیلئے یہ جائز نہیں ہے۔

توضیح: مسئلہ کی صورت اس طرح ہے کہ والد نے اپنی چھوٹی (نابالغ) بیٹی کا نکاح کیا مہر مقرر کرنے میں اس نے مہر مثلی سے کمی کر دی یا باپ نے اپنے چھوٹے (نابالغ) لڑکے کا نکاح کیا اور مہر زیادہ مقرر کر دیا (اور یہ کمی اور زیادتی معمولی نہیں ہے بلکہ غبن فاحش کے قبیل سے ہے) تو اس صورت کا کیا حکم ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ باپ اور دادا کے لئے تو ایسا کرنا جائز ہے، ان کے علاوہ کسی اور کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ باپ اور دادا میں شفقت کی دلیل (یعنی قرب قرابت) موجود ہے اور ان کے علاوہ میں دلیل شفقت موجود نہیں ہے اس لئے دیگر اولیاء کو ان کے حق میں ایسا کرنا جائز نہ ہوگا (تفصیل ھذا المسئلۃ فی الھدایہ)

﴿ولی کے لئے عاقل بالغ ہونا شرط ہے﴾

س: هَلْ يُشْتَرَطُ فِي الْوِلَايَةِ شَيْءٌ سِوَى الْقَرَابَةِ وَغَيْرِهَا مِمَّا ذُكِرَ؟

ج: يُشْتَرَطُ اَنْ يَكُوْنَ الْوَلِيُّ بَالِغًا عَاقِلًا، فَلَا وِلَايَةَ لِصَغِيْرٍ وَلَا لِمَجْنُوْنٍ؟

س: کیا ولایت میں قرابت اور اسکے علاوہ جو چیزیں ذکر کی گئی ہیں کے سوا کوئی (اور) چیز (بھی) شرط ہے؟

ج: ولی کا بالغ عاقل ہونا شرط ہے، پس صغیر اور مجنون کیلئے ولایت نہیں ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ولایت کے لئے جو شرائط قرابت وغیرہ اوپر بیان کر دی گئی ہیں ان کے علاوہ بھی کوئی شرط ہے؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ شرائط کے علاوہ ولی کا بالغ اور عاقل ہونا بھی ضروری ہے ولی اگر عاقل نہ ہو بلکہ مجنون ہو یا بالغ نہ ہو بلکہ بچہ ہو تو اس کو حق ولایت حاصل نہ ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ غیر پر ولایت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب خود پر حق ولایت ہو اور یہ دونوں ایسے ہیں کہ ان کو خود پر حق ولایت نہیں ہے تو دوسرے پر حق ولایت کیسے حاصل ہوگا؟ غلام بھی اسی وجہ سے حق ولایت نہیں رکھتا کہ اس کو خود پر حق ولایت نہیں ہے۔

﴿کافر کی ولایت کا حکم﴾

س: وَمَا حُكْمُ وِلَايَةِ الْكَافِرِ؟

ج: لَا وِلَايَةَ لِكَافِرٍ عَلٰى مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ وَاِنْ كَانَ اَقْرَبَ النَّاسِ اِلَيْهِمَا

س: اور کافر کی ولایت کا کیا حکم ہے؟

ج: کافر کی مسلم اور مسلمہ پر کوئی ولایت نہیں اگرچہ لوگوں میں ان کی طرف سب سے زیادہ قریبی ہو۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کیا کسی کافر کو مسلمان مرد و عورت پر حق ولایت حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب یہ ہیکہ کوئی کافر کسی مسلم مرد و عورت پر حق ولایت نہیں رکھتا خواہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قریبی کیوں نہ ہو، اس کی وجہ یہ

Marfat.com

ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے ولن یجعل الله للکفرین علی المؤمنین سبیلا (سورۃ النساء ۱۴۱) ترجمہ: ہرگز نہیں بنائے گا اللہ کافر کے لئے مؤمنین پر راہ سبیل سے مراد یہاں شرعی تصرف ہے لہذا کسی کافر کو مسلمان پر حق ولایت حاصل نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان کے خلاف کافر کی گواہی بھی مقبول نہیں اور نہ ہی کافر مسلمان کا وارث ہوگا اور نہ مسلمان کافر کا۔

﴿مہر مثلی سے کم مہر کیے گئے نکاح پر اولیاء کو حق اعتراض﴾

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ أَنَّ الْمَرْأَةَ الْبَالِغَةَ لَا يَجُوْزُ لِلْوَلِيِّ إِجْبَارُهَا فَتَزَوَّجَتْ اِمْرَأَةٌ بَالِغَةٌ رَجُلًا وَنَقَصَتْ مِنْ مَّهْرِ مِثْلِهَا هَلْ يَثْبُتُ لِلْوَلِيِّ الْاِعْتِرَاضُ عَلٰى مَا اخْتَارَتْ لِنَفْسِهَا؟

ج: قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْأَوْلِيَاءِ حَقُّ الْاِعْتِرَاضِ عَلَيْهَا حَتّٰى يُتِمَّ لَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا أَوْ يُفَارِقُهَا زَوْجُهَا

س: تحقیق ذکر کیا تم نے کہ بے شک عورت بالغہ کو ولی کا مجبور کرنا جائز نہیں پس شادی کر لی بالغہ عورت نے کسی آدمی سے اور کم کر دیا اپنے مہر مثلی سے کیا ثابت ہوگا ولی کیلئے اعتراض اس چیز پر جو اس نے اختیار کی اپنے نفس کیلئے؟

ج: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اولیاء کو اس پر اعتراض کا حق ہے یہاں تک کہ پورا کر دے اس کیلئے اس کا مہر مثلی یا جدا کر دے اس کو اس کا خاوند۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ پہلے یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے کہ بالغہ عورت پر اولیاء کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے تو اب کسی بالغہ عورت نے کسی مرد سے مہر مثلی سے کم پر نکاح خود کر لیا تو کیا اس کے اولیاء کو عورت کے اپنی ذات کے لئے مہر مثلی سے کم مال قبول کر لینے پر اعتراض کا حق حاصل ہوگا یا نہیں؟

جواب اس کا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس پر اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے، یہاں تک کہ خاوند یا تو مہر مثلی پورا ادا کرے یا پھر اس عورت کو جدا کر دے البتہ صاحبین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہے، صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دس درہم تک تو مہر شریعت کا حق ہے اور اس سے زائد عورت کا حق ہے، عورت نے مہر مثلی سے کم کر کے اپنا ہی حق ساقط کیا ہے اور جو کوئی اپنا حق ساقط کرے تو اس پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ اولیاء اپنی خاندانی عورتوں کے مہر کی زیادتی پر فخر کرتے ہیں اور مہر کے کم ہونے پر عار محسوس کرتے ہیں، اس لئے مہر میں کمی کا ہونا کفو نہ ہونے کے مشابہ ہو گیا، اور عدم کفاءۃ میں اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہوتا ہے لہذا اس صورت میں بھی حق اعتراض حاصل ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

﴿چچازاد ولی کا لڑکی سے خود نکاح کر لینا﴾

س: اِمْرَأَةٌ وَلِيُّهَا ابْنُ عَمِّهَا زَوَّجَهَا مِنْ نَّفْسِهٖ مَا حُكْمُهٗ؟

ج هٰذَا جَائِزٌ وَالنِّكَاحُ صَحِيْحٌ اِذَا كَانَ بِحَضْرَةِ الشَّاهِدَيْنِ

Marfat.com

س: کسی عورت کا ولی اس کے چچا کا بیٹا ہے پس نکاح کر لیا اس کا خود سے کیا حکم ہے اس کا؟

ج: یہ جائز ہے اور نکاح درست ہے جب ہو دو گواہوں کی موجودگی میں۔

سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی عورت کا ولی ایسا شخص تھا جس کا نکاح اس عورت سے ہو سکتا ہے جیسے چچازاد تو اس نے اس عورت کا نکاح خود سے کر لیا تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے یہ نکاح درست ہے بشرطیکہ (کم از کم) دو گواہوں کی موجودگی میں ہوا ہو۔

﴿بالغہ عورت کی اجازت سے کسی شخص کا خود سے نکاح کر لینے کا حکم﴾

س: اِمْرَأَةٌ بَالِغَةٌ اَذِنَتْ لِرَجُلٍ اَنْ يُّزَوِّجَهَا مِنْ نَّفْسِهٖ فَعَقَدَ بِحَضْرَةِ شَاهِدَيْنِ هَلْ يَصِحُّ هٰذَا النِّكَاحُ؟

ج: نَعَمْ يَصِحُّ

س: بالغہ عورت نے اجازت دے دی کسی آدمی کو کہ نکاح کر لے اسکا خود سے پس اسنے نکاح کر لیا دو گواہوں کی موجودگی میں تو کیا یہ نکاح درست ہے؟

ج: جی ہاں درست ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی عورت نے جو کہ بالغہ تھی کسی آدمی کو یہ اجازت دے دی کہ وہ اس عورت سے اپنا نکاح کر لے تو اس آدمی نے دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کر لیا تو کیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نکاح درست ہوگا۔

مَسَائِلُ تَتَعَلَّقُ بِالْكَفَائَةِ

﴿یہ مسائل متعلق ہیں کفائت کے ساتھ﴾

س: اَلْكُفُوُ مَا هُوَ؟ وَالْكَفَاءَةُ مَاهِيَ؟

ج: اَلْكَفَائَةُ هِيَ الْمُمَاثَلَةُ وَالْكُفُوُ مَنْ كَانَ مِثْلُكَ وَتُعْتَبَرُ الْكَفَائَةُ فِي النِّكَاحِ فِي النَّسَبِ وَالدِّيْنِ وَالْمَالِ وَ الصَّنَائِعِ

س: کفو کیا ہیں؟ اور کفاءۃ کیا ہے؟

ج: کفاءۃ وہ مماثلت ہے اور کفو وہ ہے جو تیری مثل ہے اور معتبر ہے کفاءۃ نکاح میں نسب میں اور دین اور مال اور صنعتوں (پیشے) میں۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کفاءت کیا چیز ہے اور کفو کسے کہتے ہیں؟

Marfat.com

جواب اس کا یہ ہے کہ کفاءت مماثلت، برابری کو کہتے ہیں اور کفواس کو کہتے ہیں جو تیری طرح ہو، نکاح میں کفائت کا اعتبار چار چیز وں میں ہوتا ہے۔(۱) نسب میں (۲) دین میں (۳) مال میں (۴) پیشوں میں: فائدہ: کفاءۃ کا اعتبار مرد کی جانب سے ہوتا ہے کیونکہ عورت کو کم درجہ کے آدمی کا فراش ناگوار ہوتا ہے۔

دین میں کفاءۃ

س الكفاءة في الدين ماهي؟

ج: هِيَ الْكَفَاءَةُ فِي الدِّيَانَةِ اَيِ التَّقْوٰى وَالصَّلاحِ ، فَلَا يَكُوْنُ الْفَاسِقُ كُفُوًا لِلصَّالِحَةِ

س: دین میں کفاءۃ کیا ہے؟

ج: وہ کفاءۃ دیانت میں ہے یعنی تقوی اور نیکی میں پس فاسق صالحہ کا کفو نہیں ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ دین میں کفاءۃ کا کیا مطلب ہے؟ جواب کی توضیح یہ ہے کہ دین سے مراد دیانت ہے یعنی تقوی، صلاح، حسب اور مکارم اخلاق لہذا نیک اور صالحہ عورت کا فاسق شخص کفو نہیں ہو سکتا یہ شیخین کا مذھب ہے دلیل یہ ہے کہ یہ اعلی مفاخر میں سے ہے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے ان اکرمکم عند الله اتقکم۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ لوگ عورت کو اس کے شوہر کے نسب کے گھٹیا ہونے سے زیادہ شوہر کے فاسق ہونے پر عار دلائیں گے۔ امام محمدؒ دیانت کا اعتبار کفاءت میں نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں کہ دیانت امور آخرت میں سے ہے، لہذا احکام دینا اس پر موقوف نہیں ہوں گے مگر کسی کا شوہر اگر اس درجہ فسق وفجور کے اندر مبتلا ہے جو چاہے اس کو طمانچہ لگا دے اور لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور نشے کی حالت میں اس کو بازار میں نکالیں تا کہ بچے اس کے ساتھ کھیل کریں تو ایسا شخص کسی نیک عورت کا کفو نہیں بن سکتا، کیونکہ یہ شخص انتہائی ذلیل وحقیر ہے۔

مال میں کفاءۃ

س: كَيْفَ تَتَحَقَّقُ الْكَفَاءَةُ فِي الْمَالِ؟

ج: اِذَا كَانَ الزَّوْجُ مَالِكًا لِلْمَهْرِ وَالنَّفَقَةِ فَهُوَ كُفُوٌ لَهَا۔

س: کیسے متحقق ہوگی کفاءۃ مال میں؟

ج: جب خاوند مہر اور نفقہ کا مالک ہو تو وہ اس کا کفو ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مال میں کفاءت کا تحقق کیسے ہوگا؟

جواب کی توضیح یہ ہے کہ مال میں کفاءت سے مقصود کہ شوہر نفقہ ومہر ادا کر دینے پر قادر ہونا ہے یہاں تک کہ اگر شوہر دونوں یعنی نفقہ ومہر کا مالک نہیں ہے تو وہ کفو نہیں ہوگا۔ اگرچہ عورت فقیر ہی کیوں نہ ہو۔ مہر کا مالک ہونا تو ضروری اس لئے ہے کہ مہر بدل بضع ہے لہذا اس کے ادا کرنے پر قدرت کا ہونا ضروری ہوگا۔ اور نفقہ اس لئے ضروری ہے کہ نفقہ سے زوجیت کا رشتہ قائم ودائم رہے گا یاد

Marfat.com

رہے کہ عبارت میں مہر سے مراد مہر معجّل ہے مؤجل نہیں کیونکہ مہر معجّل کی مقدار کا مالک ہونا ضروری ہے مؤجل کا نہیں اور اس کی مقدار اتنی ہے جس کی تعجیل متعارف ہے، اس کے سوا عرفاً مؤجل ہے۔

﴿پیشوں میں کفاءۃ﴾

س: وَمَا مَعْنَى الْكَفَائَةِ فِي الصَّنَائِعِ؟

ج: مَعْنَاهُ: اَنْ لَّا يَكُوْنَ الزَّوْجُ مِنْ اَهْلِ الْحِرَبِ الَّتِيْ يَتَعَيَّرُوْنَ بِهَا كَالْحَجَامَةِ وَالدِّبَاغَةِ وَالْكَنَاسَةِ مَثَلاً؟

س: اور کیا معنی ہے پیشوں میں کفاءۃ کا؟

ج: اس کا معنی یہ ہے کہ خاوند ان پیشہ والوں میں سے نہ ہو کہ لوگ اس کو عار سمجھتے ہیں جیسے حجامت اور رنگنا اور بیت الخلاء کی صفائی مثال کے طور پر؟

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ پیشوں میں کفاءت ہونے کا کیا مطلب ہے؟

جواب کی توضیح یہ ہے کہ پیشوں میں کفاءت کا مطلب یہ ہے کہ خاوند کا تعلق کسی ایسے پیشہ سے نہ ہو جس پر لوگ عار اور شرم محسوس کرتے ہیں جیسے حجامت رنگریزی اور بیت الخلاء کی صفائی وغیرہ کا پیشہ۔ پیشوں میں کفاءت کے معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ عمدہ پیشوں پر فخر کرتے ہیں اور گھٹیا پیشوں پر شرم اور عار محسوس کرتے ہیں۔

﴿غیر کفو میں کیے گئے نکاح کا حکم﴾

س: تَزَوَّجَتْ اِمْرَاَةٌ بِغَيْرِ كُفْوٍ وَالْاَوْلِيَاءُ يَعْتَرِضُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ فَمَا حُكْمُ اِعْتِرَاضِهِمْ؟

ج: لَهُمْ حَقُّ الْاِعْتِرَاضِ وَلَهُمْ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَهُمَا

س: کسی عورت نے بغیر کفو کے نکاح کیا اور اولیاء اس پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کے اعتراض کا کیا حکم ہے؟

ج: ان کو اعتراض کا حق ہے اور ان کیلئے اختیار ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان تفریق کر دیں۔

توضیح: کسی عورت نے اپنا نکاح از خود کسی ایسے شخص سے کر لیا جو اس کا کفو نہیں ہے تو عورت کے اولیاء کو یہ حق حاصل کہ وہ اپنے اوپر سے عار کو ختم کرنے کے لئے قاضی کے پاس حاضر ہو کر اس نکاح کو فسخ و ختم کرا دیں مگر یاد رہے کہ یہ حق اولیاء کو صرف اس وقت تک ہے جب تک کہ عورت نے بچہ نہ جنا ہو، بچہ جننے کے بعد اولیاء کا حق فسخ باقی نہیں رہے گا۔

عدة مسائل تتعلق بنكاح العبيد والاماء

﴿چند مسائل جو غلام اور لونڈی کے نکاح کے ساتھ متعلق ہیں﴾

س: هَلْ يَصِحُّ اَنْ تَنْكِحَ الْمَرْاَةُ عَبْدَهَا اَوْ يَنْكِحُ الرَّجُلُ اَمَتَهٗ؟

Marfat.com

ج: لَانِكَاحَ بَيْنَ الْمَوْلَا ةِ وَعَبْدِ هَا وَلَا بَيْنَ الْمَوْلٰى وَاَمَتِهٖ لٰكِنْ يَجُوْزُ لِلْمَوْلٰى اَنْ يَسْتَمْتِعَ بِاَمَتِهٖ كَالْاِسْتِمْتَاعِ بِزَوْجَتِهٖ اِذَا كَانَتِ الْاَمَةُ مُسْلِمَةً اَوْ نَصْرَانِيَّةً اَوْ يَهُوْدِيَّةً وَلَا يَحِلُّ لَهُ الْاِسْتِمْتَاعُ بِمَجُوْسِيَّةٍ وَوَثَنِيَّةٍ، وَشَرْطٌ آخَرُ لِحَلِّ الْاِسْتِمْتَاعِ بِاَمَتِهٖ وَهُوَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ جَامِعًا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ وَطْيًا وَقَدْ بَيَّنَّاهُ مِنْ قَبْلُ

س: کیا عورت کا اپنے غلام سے اور آدمی کا اپنی لونڈی سے نکاح کرنا درست ہے؟

ج: مولاۃ اور اسکے غلام کے درمیان آقا اور اسکی لونڈی کے درمیان نکاح نہیں ہے، لیکن مولی کے لئے جائز ہے کہ نفع اٹھائے اپنی لونڈی کے ساتھ اپنی بیوی سے نفع اٹھانے کے طرح جب یہ لونڈی مسلمہ یا نصرانیہ یا یہودیہ ہو اور حلال نہیں ہے استمتاع مجوسیہ اور وثنیہ کے ساتھ اور اپنی لونڈی سے استمتاع کے حلال ہونے کے لئے ایک اور شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ دو بہنوں کو ایک وطی میں جمع کرنے والا نہو اور تحقیق ہم اس کو پہلے بیان کر چکے ہیں

﴿مالک کا لونڈی سے یا مالکہ کا غلام سے نکاح کر لینے کا حکم﴾

توضیح: مولیٰ کو اپنی باندی سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے خواہ وہ پوری باندی کا مالک ہو، یا کچھ حصہ کا، اسی طرح عورت کو بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنے غلام سے نکاح کرے خواہ پورے غلام کی مالک ہو یا بعض کی۔ آئمہ اربعہ کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنی باندی سے یا کوئی عورت اپنے غلام سے مالک ومملوک رہتے ہوئے نکاح کر لیں تو یہ نکاح باطل ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسے منافع اور فوائد کے پیش نظر مشروع ہے جو میاں بیوی دونوں کے درمیان مشترک ہے۔

کچھ فوائد منافع عورت کو حاصل ہوتے ہیں جیسے مہر، کسوی، نفقہ، وغیرہ کا مرد پر وجوب اور کچھ مرد کو حاصل ہوتے ہیں مثلاً عورت کا مرد کے مکان میں قیام، عورت کے نفس پر مرد کو قدرت حاصل ہونا۔ اندرون خانہ کام کرنا مثلاً کھانا پکانا کپڑے وغیرہ دھونا بچوں کی تربیت کرنا، بچوں کو دودھ پلانا۔ اور مالکیت مملوکیت کا جمع ہونا شرکت کے منافی ہے اس لئے نکاح باطل ہو گیا بہر حال مولیٰ کے لئے اپنی باندی سے بیوی کی طرح استمتاع (نفع اٹھانا) جائز ہے مگر اس کے لئے شرط ہے کہ لونڈی مجوسیہ بھی نہ ہو اور وثنیہ بھی نہ ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ مولا وطی میں دو بہنوں کو جمع کرنے والا بھی نہ ہو اس مسئلہ کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

﴿مسلمان کا غیر کی لونڈی سے نکاح کرنا﴾

س: هَلْ يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ الْمُسْلِمِ اَنْ يَّنْكِحَ اَمَةَ غَيْرِهٖ؟

ج: نَعَمْ يَجُوْزُ ذٰلِكَ، اِذَا كَانَتْ مُسْلِمَةً اَوْ كِتَابِيَّةً۔

س: کیا مسلمان آدمی کیلئے غیر کی لونڈی سے نکاح کرنا جائز ہے؟

ج: جی ہاں یہ جائز ہے، جب وہ مسلمان یا کتابیہ عورت ہو۔

توضیح: حاصل یہ ہے کہ مسلمان مرد کے لئے کسی اور شخص کی لونڈی سے نکاح کرنا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

جواب:۔ یہ کسی اور شخص کی لونڈی کے ساتھ نکاح کر لینا جائز تو ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ جس لونڈی سے نکاح کا ارادہ ہو یا تو وہ مسلمان ہو چکی ہو، اگر مسلمان نہ ہوئی ہو تو پھر اہل کتاب میں سے ہو، اگر وہ نہ تو مسلمہ ہے اور نہ ہی اہل کتاب میں سے ہے مثلاً وہ مجوسیہ ہے یا وثنیہ ہے تو پھر اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے امام شافعیؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ کتابیہ باندی سے نکاح جائز نہیں ہے امام مالک بھی اسی کے قائل ہیں اور ایک روایت میں امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام شافعی کی دلیل ہے کہ لونڈیوں سے نکاح کا جواز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہے] کیونکہ باندی کے ساتھ نکاح کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ایک جز کو مملوک بنانا چاہتا ہے، کیونکہ غیر کی باندی سے جو اولاد ہوگی شرعاً وہ بھی مملوک ہوگی (کیونکہ مملوکیت اور حریت میں اولاد ماں کے تابع ہے) اور مملوک بنانا ہلاک کرنا ہے تو گویا یہ اپنے ایک جز کو ہلاک کرنا چاہتا ہے مگر شدت حاجت کی وجہ سے ضرورۃ اس کو جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ باندیوں سے نکاح کرنا ضرورۃ ثابت ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز ضرورۃ ثابت ہو وہ بقدر ضرورۃ ہی ثابت ہوا کرتی ہے، اور ضرورت ایک مسلمان باندی سے نکاح کر کے پوری ہو گئی، لہذا کتابیہ سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں، ضرورت نہ رہی تو نکاح کا جواز بھی باقی نہ رہا اسی وجہ سے امام شافعیؒ قدرت علی الحرہ کو باندی سے نکاح کرنے سے مانع قرار دیا ہے۔

ہماری دلیل۔ یہ ہے کہ باندی سے نکاح کرنا مطلقاً جائز ہے، مقتضائے نکاح کے مطلق ہونے کی وجہ سے مثلاً فانکحوا ما طاب لکم من النساء اور احللکم ما وراء ذالکم ان آیات میں مطلقاً نساء سے نکاح کے جواز کو عام رکھا گیا ہے خواہ آزاد سے ہو یا باندی۔ امام شافعیؒ کا یہ کہنا کہ باندی سے نکاح کرنا اپنے جز کو مملوک بنانا ہے تو اس کا جواب یہ ہے باندی سے نکاح کرنا یہ اپنے جز کو رقیق (غلام) بنانا نہیں بلکہ آزاد جز کو حاصل کرنے سے رکنا ہے اور شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اصل جز کو حاصل نہ کرے یعنی عورت کی رضامندی سے عزل کرلے تاکہ اصل بچہ ہی نہ پیدا ہو۔ لہذا وصف حریت کو حاصل نہ کرنے کی اجازت بطریق اولی ہوگی واللہ اعلم بالصواب۔

﴿ آزاد عورت پر لونڈی سے یا لونڈی پر آزاد سے نکاح کا حکم ﴾

س: وَمَا حُكْمُ تَزَوُّجِ الْأَمَةِ عَلَى الْحُرَّةِ أَوِ الْحُرَّةِ عَلَى الْأَمَةِ ؟

ج لَا يَجُوزُ الْأَوَّلُ وَيَجُوزُ الثَّانِيُ۔

س: اور آزاد عورت پر لونڈی سے یا آزاد عورت سے لونڈی پر نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟

ج: نہیں ہے جائز اول اور جائز ہے دوسری۔

توضیح حاصل یہ ہے کہ کہ آزاد بیوی کی موجودگی میں لونڈی سے نکاح کرنے یا لونڈی کی موجودگی میں آزاد عورت سے نکاح کر لینے کا کیا حکم ہے؟ جواب یہ ہے کہ پہلی صورت (یعنی آزاد بیوی کی موجودگی میں لونڈی سے نکاح کرنا) تو جائز نہیں ہے البتہ دوسری

Marfat.com

صورت (یعنی لونڈی کی موجودگی میں آزادعورت سے نکاح کر لینا) جائز ہے۔صورت اول کی توضیح: اگر پہلے سے آزادعورت نکاح میں موجود ہے تو احناف کی نزدیک باندی سے نکاح جائز نہیں ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں آزاد کے لئے تو یہ اگرچہ جائز نہیں ہے مگر غلام کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر لونڈی سے نکاح کرنے کی صورت میں آزادعورت رضامند ہو تو نکاح کرنا درست ہے اگر رضامند نہ ہو تو پھر نکاح کرنا درست نہیں ہے۔امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ مرد آزاد ہو تو پھر اپنے جزء کو مملوک بنانا لازم آتا ہے مگر چونکہ شوہر غلام ہے اس لئے یہ مانع نہیں پایا گیا اس لئے نکاح الامه علی الحره جائز ہوگا۔ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے لا تنکح الامة علی الحرة آزادعورت کی موجودگی میں باندی سے نکاح نہ کیا جائے۔ طرز استدلال یہ ہے کہ یہ حدیث عام ہے خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام عورت راضی ہو یا ناراض بہر صورت آزادعورت کی موجودگی میں لونڈی سے نکاح نہیں کیا جائے گا۔دوسری صورت کی توضیح یہ ہے کہ باندی کی موجودگی میں آزادعورت سے نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے اس کی دلیل حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے وتنکح علی الامه لونڈی کی موجودگی میں آزادعورت سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔

س: زَوَّجَ الْاَمَةَ مَوْلَاهَا ثُمَّ اَعْتَقَتْ فَهَلْ لَهَا الْخِيَارُ فِي اِبْقَاءِ النِّكَاحِ؟

ج: لَهَا الْخِيَارُ فِي ذٰلِكَ سَوَاءٌ كَانَ زَوْجُهَا حُرًّا اَوْ عَبْدًا۔

س: آقا نے لونڈی کا نکاح کرایا پھر اس کو آزاد کر دیا تو کیا اس کو نکاح باقی رکھنے کا اختیار ہے؟

ج: اس کو اس میں اختیار ہے برابر ہے کہ اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ آقا نے (بنی خالص یا مکاتبہ) باندی کا کسی شخص سے نکاح کر دیا، پھر نکاح کے بعد اس نے کسی وقت اسکو آزاد کر دیا تو کیا آزاد ہو جانے کے بعد اس لونڈی کو نکاح کے باقی رکھنے نہ رکھنے میں کوئی اختیار حاصل ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے حنفیہ کے ہاں خواہ اس باندی کا شوہر غلام ہو یا آزاد دونوں صورتوں میں اس کا نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے میں اختیار حاصل ہوگا۔امام شافعی فرماتے ہیں کہ خاوند کے آزاد ہونے کی صورت میں اس کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا۔حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ لونڈی کو اختیار ملنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر خاوند کی ملک بڑھ رہی ہے تیسری طلاق کا حق ملنے کی صورت میں اب اس کو اختیار ہے کہ وہ اپنے اوپر ملک بڑھنے دے یا نہ دے امام شافعیؒ کے خلاف حضرت بریرہؓ کی حدیث حجت ہے کہ جب وہ آزاد ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرے ساتھ تیری بضعہ بھی آزاد ہے پس تجھے اختیار ہے اس میں ملکیت بضع کا حاصل ہونا علی الاطلاق ہے خواہ خاوند آزاد ہو یا غلام دونوں صورتوں میں یہ اختیار ہے یاد رہے کہ یہ اختیار صرف اسی مجلس میں حاصل ہوگا جس میں اس کو آزاد ہونے کی خبر ملی ہے، مجلس بدلنے پر یہ خیار بھی ختم ہو جائے گا، ہاں اگر جب باندی کو آزادی کی خبر ملی تو اس کو خیار ملنے کے مسئے کا علم نہیں تھا تو اب جس مجلس میں اس کو اس مسئلہ کا علم ہوگا اسی مجلس میں اس کو خیار بھی ملے گا۔

Marfat.com

﴿مولی سے اجازت لئے بغیر نکاح کر چکنے کے بعد لونڈی کو مولی کا آزاد کرنا﴾

س: تَزَوَّجَتْ أَمَةٌ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلَاهَا ثُمَّ اعْتِقَتْ مَا حُكْمُ هٰذَا النِّكَاحِ؟

ج: صَحَّ النِّكَاحُ وَلَا خِيَارَ لَهَا۔

س: لونڈی نے اپنے مولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا پھر (مولی نے اسکو) آزاد کر دیا تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

ج: نکاح درست ہے اور اس کو اختیار نہیں ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ باندی نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی شخص سے نکاح کر لیا، نکاح کے بعد آقا نے اس کو آزاد کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ اس عورت کا نکاح درست ہو جائے گا مگر اس کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ نکاح کے درست اور نافذ ہو جانے کی وجہ تو یہ ہے کہ باندی میں نکاح کرنے کی صلاحیت موجود ہے، مگر چونکہ آقا کا اس پر حق ہوتا ہے اس لئے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کا نفاذ نہیں ہوتا، پھر جب مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو اب آقا کا حق اس پر باقی نہیں رہا لہذا نکاح نافذ ہو جائے گا، رہی یہ بات کہ عورت کو فسخ نکاح کا اختیار کیوں نہیں ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کا نفاذ آزاد ہونے کے بعد ہو رہا ہے اور شوہر کی ملکیت طلاق میں کوئی اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔ پہلی صورت میں باندی کو آزادی کے بعد خیار ملنے کی وجہ یہ تھی کہ آزادی کے بعد چونکہ یہ دو طلاقوں کا محل تھی اسی لئے شوہر کو دو طلاق کا ہی حق تھا، آزادی کے بعد شوہر کو ایک اور طلاق کا حق مل گیا۔ مگر اس صورت میں ایسا نہیں ہے اس لئے عورت کو خیار فسخ بھی نہیں ملے گا۔

﴿مولیٰ کے لئے لونڈی کو خاوند کے گھر ٹھہرانے کا حکم﴾

س: زَوَّجَ الْمَوْلٰى أَمَتَهٗ فَهَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يُبَوِّءَهَا فِي بَيْتِ زَوْجِهَا؟

ج: لَيْسَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّهَا تَخْدُمُ الْمَوْلٰى وَيُقَالُ لِزَوْجِهَا مَتٰى ظَفَرْتَ بِهَا وَطِئْتَهَا

س: شادی کی مولی نے اپنی لونڈی کی تو کیا واجب ہے اس پر کہ ٹھکانے دے اس کو اس کے خاوند کے گھر؟

ج: اس پر یہ لازم نہیں ہے لیکن وہ خدمت کرے مولی کی اور خاوند سے کہا جائے گا کہ جب کامیاب ہو جائے (یعنی موقع پالے) تو وطی کر لے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ آقا نے اپنی لونڈی کا کسی شخص سے نکاح کر دیا، کیا نکاح کرنے کے بعد آقا پر یہ لازم ہے کہ وہ اس عورت کو شب باشی کے لئے خاوند کے گھر بھیجے۔

جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ آقا پر ہرگز واجب نہیں کہ وہ باندی کو اس خاوند کے گھر شب باشی کے لئے بھیجے، بلکہ باندی دستور کے مطابق آقا کی خدمت گزاری میں لگی رہے گی اور اس کا شوہر جس وقت موقع پائے گا اس سے ہم بستری کر لے گا۔ اس لئے کہ آقا کو با

Marfat.com

ندی اور اس کے منافع دونوں پر ملکیت حاصل ہے، اس اعتبار سے اس کا حق زیادہ قوی ہے۔ اور شب باشی کرانے کی صورت میں اس کا حق ضائع ہونا لازم آتا ہے۔

لونڈی خاوند کے گھر ہو تو نفقہ کا حکم

س: فَإِنْ بَوَّءَ هَا مَعَهُ فِي بَيْتِهِ مَا حُكْمُ النَّفْقَةِ؟

ج: تَجِبُ النَّفْقَةُ عَلَىٰ زَوْجِهَا

س: پس اگر اس کو ٹھکانہ دیا اس (خاوند) کے ساتھ اس کے گھر میں تو نفقہ کا کیا حکم ہے؟

ج: نفقہ اس کے خاوند پر واجب ہوگا۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اگر آقا باندی کو خاوند کے گھر رہنے کی اجازت دے دیتا ہے تو اب اس عورت کا خرچہ آقا کے ذمہ ہوگا یا شوہر کے ذمہ ہوگا؟

جواب: اس کا یہ ہے کہ اس کا خرچہ شوہر کے ذمہ ہوگا آقا کے ذمہ نہیں ہوگا۔

س: بَوَّءَ هَا الْمَوْلَىٰ فِي بَيْتِ الزَّوْجِ ثُمَّ بَدَالَهُ أَنْ يَّسْتَخْدِمُهَا هَلْ يَجُوْزُ لَهُ ذٰلِكَ؟

ج: نَعَمْ هٰذَا جَائِزٌ

س: ٹھہرا دیا اس کو مولی نے خاوند کے گھر میں پھر ظاہر ہوگئی (ضرورت) اس سے خدمت لینے کی کیا اس کے لئے یہ جائز ہے؟

ج: جی ہاں یہ جائز ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل؛ یہ ہے کہ اگر آقا نے اپنی باندی کو خاوند کے گھر ٹھہرنے کی اجازت دے دی پھر اس کو باندی سے خدمت لینے کے لئے واپس بلانے کی ضرورت پیش آگئی تو کیا اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اجازت ختم کر کے اس کو واپس بلالے۔

جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ اس کے لئے ایسا کر لینا جائز ہے۔

غلام نے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کیا تو مہر کا حکم

س: تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِإِذْنِ مَوْلَاهُ فَمَنْ يُّؤَدِّيْ مَهْرَ زَوْجَتِهِ؟

ج: مَهْرُهَا دَيْنٌ فِي رَقَبَتِهِ يُبَاعُ فِيْهِ إِنْ لَّمْ يُؤَدِّ الْمَوْلَىٰ الْمَالَ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهِ

س: شادی کی غلام نے اپنے مولی کی اجازت سے تو کون ادا کرے گا اس کی بیوی کا مہر؟

ج: اس کی گردن میں اس کا مہر قرض ہے، بیچ دیا جائیگا اس میں اگر مولی نہ ادا کریگا مال اپنے پاس سے

توضیح سوال: کا حاصل یہ ہے کہ آقا نے اپنے غلام کی اجازت سے نکاح کر لیا تو اب اس کی بیوی کا مہر کس پر لازم ہوگا خود غلام پر یا آقا پر۔

Marfat.com

جواب:اس کا یہ ہے کہ اگر غلام نے مولی کی اجازت سے نکاح کیا ہو تو مہر غلام پر واجب ہوگا،اس پر مہر کو ادا کرنے کے لئے اس غلام کو بیچ دیا جائے گا،البتہ اگر اس غلام کی قیمت سے پورا مہر ادا نہ ہو سکا تو دوبارہ غلام کو بیچا نہ جائے گا بلکہ جب غلام آزاد ہو جائے گا تو آزاد ہو جانے کے بعد اس سے مہر کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جائے گا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ مہر کا دین غلام کے رقبہ میں ہے اور ہر وہ دین جو غلام کے رقبہ میں ہو اس دین کے عوض غلام کو بیچ دیا جاتا ہے۔

بَابُ المهر

﴿مہر کے بیان میں یہ باب ہے﴾

مہر کے نام:مہر کے سات نام ہیں جن میں سے چار قرآن کریم میں آئے ہیں اور تین احادیث مبارکہ میں۔وہ چار نام جو قرآن کریم میں آئے ہیں،وہ یہ ہیں۔(۱)صداق (۲)نحلہ یہ دونوں نام اس آیت میں ہیں واتو النسآء صدقتهن نحله (۳)اجر واتوهن اجورهن (۴)فریضه وقد فرضتم لهن فريضةً۔جو تین احادیث مبارکہ میں آئے ہیں وہ یہ ہیں (۱)مہر، فان لمسها فلها المهر (۲)علیقه،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ادوا العلايق قيل يا رسول الله مالعلايق قال ما ترضى الاهلون۔(۷) العقر: ارشاد ہے عقر نسائها یہاں عقر سے مراد مہر ہے۔

س:اَلْمَهْرُ مَا هُوَ ؟

ج:هُوَ الْمَالُ الَّذِیْ یَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ فِیْ عَقْدِ النِّکَاحِ فِیْ مُقَابَلَةِ مَنَافِعِ الْبُضْعِ اَمَّا بِالتَّسْمِیَةِ اَوْ بِنَفْسِ الْعَقْدِ

س:مہر کیا ہے؟

ج:وہ وہ مال ہے جو واجب ہوتا ہے خاوند پر عقد نکاح میں بضع کے منافع کے مقابلہ میں یا تو مقرر کر دینے کے ساتھ یا صرف عقد کے ساتھ

توضیح: مہر کیا ہے یعنی مہر کسے کہتے ہیں؟

جواب:مہر کی تعریف:مہر اس مال کو کہتے ہیں جو عقد نکاح میں بضع کے منافع کے مقابلہ میں واجب ہوتا ہے خواہ وہ مقرر کرنے کے ساتھ ہو یا نفس عقد کے ساتھ۔

س:بَیِّنُوْا اَقَلَّ الْمَهْرِ وَاَکْثَرَہٗ ؟

ج:اَقَلُّهٗ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ فَاِنْ سَمَّى اَقَلَّ مِنْ عَشَرَةٍ فَلَهَا عَشَرَةٌ ، وَلَا حَدَّلِاَکْثَرِهٖ فَمَا تَرَاضَيَا عَلَيْهِ وَسَمَّيَاهُ فَهُوَ الْوَاجِبُ

س:تم بیان کرو کم از کم مہر اور زیادہ سے زیادہ؟

ج:اقل مہر دس دراہم ہیں پس اگر مقرر کر دئے دس سے کم تو اس (عورت) کے لئے دس دراہم ہیں اور نہیں کوئی حد اسکے اکثر کی،

Marfat.com

پس وہ (مقدار) جس پر وہ راضی ہو جائیں اور مقرر کر دیں تو وہ واجب ہے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مہر کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر ہے یا نہیں؟

جواب: یہ ہے کہ مہر کی اکثر مقدار کی کوئی تحدید نہیں ہے، متعاقدین جس مقدار پر راضی ہوں اور جو مقدار وہ مقرر کر لیں اس کی ادائیگی واجب ہے۔ البتہ اقل مقدار مقرر ہے جو کہ دس درھم ہے۔ مگر یہ مسلک احناف کا ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں مہر کی کم سے کم مقدار دینار کی چوتھائی یا تین درھم ہیں، امام احمدؒ امام شافعیؒ فرماتے ہیں جو چیز عقد بیع میں ثمن بن سکتی ہے وہ عقد نکاح میں مہر بھی بن سکتی ہے۔ ہماری دلیل: حضور ﷺ کا ارشاد ہے ولا مھر اقل من عشرۃ ،دس دراہم سے کم مہر نہیں ہے۔

س: فَإِنْ لَّمْ يُسَمِّ مَهْرًا وَحَصَلَ الْإِيْجَابُ وَالْقَبُوْلُ فِيْ حُضُوْرِ الشَّاهِدَيْنِ هَلْ يَصِحُّ النِّكَاحُ؟

ج: يَصِحُّ النِّكَاحُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ وَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا إِنْ دَخَلَ بِهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا وَإِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا وَقَبْلَ الْخَلْوَةِ الصَّحِيْحَةِ فَلَهَا الْمُتْعَةُ وَسَتَعْرِفُ مَعْنَاهَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

س: پس اگر مقرر کیا ہو مہر اور حاصل ہو گیا ایجاب اور قبول دو گواہوں کی موجودگی میں کیا درست ہے نکاح؟

ج: اس صورت میں نکاح درست ہے، اور اس کے لئے مہر مثل ہے اگر دخول کیا ہو اس کے ساتھ یا مر گیا اور اگر اس کے ساتھ دخول اور خلوت صحیحہ سے پہلے اس کو طلاق دے دے تو اس کے لئے متعہ ہے اور عنقریب پہچان لے گا تو اس (متعہ) کا معنی ان شاء اللہ تعالی

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مجلس عقد نکاح میں گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہوا مگر مہر مقرر نہیں ہوا تو کیا اس صورت میں نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

جواب: یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں نکاح درست ہو جائے گا اور عورت کو مہر مثلی دیا جائے گا اگر خاوند نے اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا وفات پا گیا ہو اور اگر دخول اور خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی ہو تو پھر اس کے لئے متعہ ہوگا۔ متعہ کی تفصیل انشاء اللہ آگے آجائے گی۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ نکاح عقد انضمامی وعقد ازدواجی کا نام ہے اور یہ معنی زوجین سے پورے ہو جاتے ہیں لہذا نکاح درست ہونے کے لئے مہر کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے فانکحوا ماطاب لکم من النساء الخ اب اگر ہم مہر کے ذکر کرنے کی شرط لگادی تو نص پر زیادتی کرنی لازم آئے گی جو درست نہیں ہے۔

﴿مہر نہ دینے کی شرط پر کئے گئے نکاح کا حکم﴾

س: فَإِنْ تَزَوَّجَ عَلٰى أَنْ لَّا مَهْرَ لَهَا مَا ذَا حُكْمُهٗ؟

ج: حُكْمُهٗ حُكْمُ مَنْ لَّمْ يُسَمِّ لَهَا الْمَهْرُ مِنْ وُجُوْبِ مَهْرِ الْمِثْلِ أَوِ الْمُتْعَةِ كَمَا ذَكَرْنَا آنِفًا

Marfat.com

س: پس اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ اس کے لئے مہر نہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اس کا حکم اس (عورت) والا حکم ہے جس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو یعنی مہر مثلی کا واجب ہونا یا متعہ کا جیسا کہ ابھی ہم ذکر کر چکے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عقد نکاح میں صرف یہ ہی نہیں کہ مہر کو ذکر نہیں کیا بلکہ یہ شرط لگا دی کہ عورت کے لئے کوئی مہر نہ ہوگا تو اس صورت میں نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ہے کہ اس صورت کا بھی وہی حکم ہے جو ابھی اوپر بیان ہوئی کہ شوہر پر مہر مثلی واجب ہوگا یا متعہ۔

س: سَمّٰى لَهَا مَهْرًا ثُمَّ طَلَّقَهَا هَلْ يَجِبُ الْمُسَمّٰى كُلُّه؟

ج: فِيْهِ تَفْصِيْلٌ، اِنْ دَخَلَ بِهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا وَلَوْ قَبْلَ الدُّخُوْلِ فَلَهَا الْمُسَمّٰى وَاِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَقَبْلَ الْخَلْوَةِ الصَّحِيْحَةِ فَلَهَا نِصْفُ الْمُسَمّٰى قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى شَانُه ((وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ))

س: عورت کے لئے مہر مقرر کیا پھر اس کو طلاق دے دی کیا تمام مقرر شدہ (مہر) واجب ہوگا؟

ج: اس میں تفصیل ہے اگر دخول کیا ہو اس کے ساتھ یا مر گیا ہو اگرچہ دخول سے پہلے تو اس کیلئے مقرر شدہ مہر ہے اور اگر اسکو دخول اور خلوۃ صحیحہ سے پہلے طلاق دی تو اس کے لئے مقرر شدہ (مہر) کا آدھا ہے فرمایا اللہ تعالی تبارک وتعالی شانہ نے اور اگر طلاق دے دو تم انکو انکے چھونے سے پہلے اور مقرر کر چکے ہو تم نے ان کے لئے مہر پس اسکا آدھا ہے جو مقرر کیا تم نے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت کا مہر مقرر ہو چکا پھر اس عورت کو طلاق دے دی تو کیا جتنا مہر مقرر ہوا ہے سارے کا سارا دینا پڑے گا یا اس میں کچھ کمی کی بھی اجازت ہے؟

جواب: یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر تو خاوند نے بیوی سے دخول کیا ہو یا اس کی وفات ہوگئی ہو خواہ قبل الدخول ہی تب تو مقرر شدہ پورے مہر کی عورت حقدار ہوگی اور اگر دخول یا خلوۃ صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی تو اس صورت میں مقرر شدہ مہر کا آدھا ملے گا۔ اس کی دلیل قرآن کریم ارشاد خداوندی ہے وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ یعنی اگر تم نے جماع سے پہلے طلاق دے دی تو اور مہر مقرر کر رکھا ہے تو مقرر شدہ میں نصف دے دو۔ تو آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ طلاق قبل الدخول کی صورت میں آدھا مہر واجب ہوگا۔

س: تَزَوَّجَ مُسْلِمَةً عَلٰى خَمْرٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ مَاذَا حُكْمُه؟

ج: اَلنِّكَاحُ جَائِزٌ وَهِيَ تَسْتَحِقُّ مَهْرَ الْمِثْلِ

س: شادی کی مسلمان عورت نے خمر پر یا خنزیر پر اس کا کیا حکم ہے؟

ج: نکاح جائز ہے اور وہ مہر مثلی کی مستحق ہے

Marfat.com

مسلمان کے شراب یا خنزیر کو مہر ٹھرانے کا حکم

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کسی شخص نے کسی مسلمان عورت سے نکاح کیا اور مہر شراب یا خنزیر ٹھہرایا تو اس صورت میں نکاح کا کیا حکم ہوگا۔

جواب: نکاح جائز ہے اور وہ عورت مہر مثلی کی حق دار ہوگی یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ و امام احمد کا ہے۔ امام مالک نکاح کو بیع پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح بیع میں خمر اور خنزیر کو ثمن بنالیا جائے تو بیع فاسد ہو جاتی ہے اسی طرح نکاح میں مہر خمر یا خنزیر کو بنالیں گے تو بھی نکاح بھی فاسد ہو جائے گا۔ آئمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ جب شوہر نے عورت سے نکاح کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تجھ سے خمر پر نکاح کیا تو گویا اس نے خمر کو قبول کرنے کی شرط لگادی، اور شراب قبول کرنے کی شرط، شرط فاسد ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ نکاح شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا بلکے خود شرط فاسد باطل ہو جایا کرتی ہے۔ لہذا مذکورہ صورت میں نکاح درست ہے اور خاوند پر مہر مثلی واجب ہوگا۔

س: تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً عَلٰی مَهْرٍ سَمَّاهُ ثُمَّ اِنَّهُ زَادَ فِيْهِ أَوْ هِيَ حَطَّتْ مِنْهُ مَاحُكْمُ هٰذَا الْحَطِّ وَالزِّيَادَةِ ؟

س: عورت نے نکاح کیا اس مہر پر (جو شوہر) نے مقرر کیا پھر شوہر نے اسمیں اضافہ کیا یا عورت نے اس سے کم کر دیا تو اس کمی اور زیادتی کا کیا حکم ہے؟

ج: اَلْحَطُّ وَالزِّيَادَةُ كِلَاهُمَا جَائِزَانِ ، وَلَزِمَتْهُ الزِّيَادَةُ اِنْ دَخَلَ بِهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا وَتَسْقُطُ الزِّيَادَةُ بِالطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ

ج: کم کرنا اور زیادہ کرنا دونوں جائز ہیں اور لازم ہے اس کو زیادتی اگر دخول کیا ہو اس کے ساتھ یا مر گیا ہو اور ساقط ہو جائیگی زیادتی دخول سے پہلے طلاق کے ساتھ

مقرر شدہ مہر میں کمی زیادتی کا حکم

توضیح: کسی عورت سے آدمی نے مہر مقرر پر نکاح کیا مگر بعد میں مرد نے اس میں زیادتی کردی یا عورت نے اس سے کچھ کم کر دیا تو اس کمی زیادتی کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ کمی اور زیادتی دونوں جائز ہیں، اگر اس شخص نے عورت سے دخول کر لیا یا اس کی وفات ہوگئی تو زیادتی (کی ادائیگی بھی) لازم ہوگئی لیکن دخول سے پہلے اگر طلاق دے دی تو پھر زیادتی ساقط ہو جائے گی اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے۔ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضة اور تمہیں اس بات میں گناہ نہیں ہے کہ تم دونوں ٹھہرالو آپس کی رضامندی مقرر کیئے ہوئے کے بعد اس آیت کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ اگر زوجین مہر مقرر کر لینے کے بعد کسی بات پر راضی ہو جائیں۔ مثلاً عورت اپنی خوشی سے مہر میں کمی کر دے یا خاوند اپنی رضا سے مہر مقرر سے کچھ زیادہ دے دے تو وہ مختار ہے

Marfat.com

اس میں کچھ گناہ نہیں ہے

س: تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً عَلٰی اَلْفِ دِرْهَمٍ عَلٰی اَنَّهٗ لَا یُخْرِجُهَا مِنَ الْبَلَدِ اَوْ عَلٰی اَنْ لَا یَتَزَوَّجَ عَلَیْهَا امْرَأَةً مَا ذَا یَجِبُ عَلَیْهِ ؟

ج: یُنْظَرُ فِیْ ذٰلِكَ ، فَاِنْ وَفٰی بِالشَّرْطِ فَلَهَا الْمُسَمّٰی ،وَاِنْ تَزَوَّجَ عَلَیْهَا امْرَأَةً اَوْ اَخْرَجَهَا مِنَ الْبَلَدِ فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا

س: عورت نے ہزار درہم پر نکاح کیا اس شرط پر کہ اس کو (شوہر) شہر سے نہیں نکالے گا یا اس شرط پر کہ وہ اس پر کسی اور عورت سے نکاح نہیں کریگا تو اس پر کیا واجب ہے؟

ج: اس (بارے) میں دیکھا جائے گا اگر تو وہ شرط کو پورا کر دے تو اس کے لئے مقرر شدہ مہر ہے اور اگر اس پر دوسری عورت سے نکاح کر لیا یا اس کو شہر سے نکالا تو اس کے لئے مہر مثلی ہے

﴿شہر سے باہر نہ نکالنے کی شرط پر وجوب کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے عورت سے ہزار درہم پر نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ اس کو اس شہر سے نہیں نکالے گا یا اس شرط پر کہ اس پر کسی اور عورت سے شادی نہیں کرے گا تو اس صورت میں عورت پر کیا واجب ہوگا۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ خاوند طے شدہ شرط پوری کرتا ہے یا نہیں اگر تو شوہر طے شدہ شرط کو پوری کر دے تو اس صورت میں تو عورت کو مقرر شدہ مہر ملے گا۔ اور اگر شوہر طے شدہ شرط پوری نہیں کرتا بلکہ اس کی موجودگی میں وہ دوسری عورت سے شادی کر لیتا ہے یا وہ اس کو دوسرے شہر میں لے جاتا ہے تو پھر اس صورت میں عورت کو مہر مثلی ملے گا۔

س: تَزَوَّجَهَا عَلٰی حَیَوَانٍ غَیْرِ مَوْصُوْفٍ هَلْ یَصِحُّ ذٰلِكَ ؟

ج: اَلتَّسْمِیَةُ صَحِیْحَةٌ وَلَهَا الْوَسَطُ مِنَ الْحَیَوَانِ ، وَالزَّوْجُ مُخَیَّرٌ اِنْ شَاءَ اَعْطَاهَا ذٰلِكَ وَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهَا قِیْمَتَهٗ

س: عورت سے ایسے حیوان پر نکاح کیا جس کی وصف بیان نہیں کی گئی کیا یہ درست ہے؟

ج: مقرر کرنا درست ہے اور اس کے لئے درمیانہ جانور ہے اور خاوند با اختیار ہے۔ اگر چاہے اسکو وہ (متوسط جانور) دے دے اور اگر چاہے اسکی قیمت دے دے

﴿غیر موصوف حیوان کو بطور مہر مقرر کرنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے عورت سے نکاح کیا، نکاح میں مہر کے طور پر ایسا حیوان مقرر کیا جس کی وصف بیان نہیں کی تو کیا یہ درست ہے؟

Marfat.com

جواب: یہ ہے کہ مقرر کرنا صحیح ہے اس صورت میں عورت کو درمیانے قسم کا جانور ملے گا، اور (پھر) شوہر کو اختیار ہے کہ وہ درمیانہ قسم کا جانور دے دے یا اس جانور کی قیمت ادا کر دے۔ یاد رہے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب جانور کی نوع جیسے گائے بھینس وغیرہ بیان کر دے اور یہ نہ بیان کرے کہ وہ بھینس یا گائے اعلیٰ قسم کی ہوگی یا ادنیٰ درجہ کی ہوگی یا متوسط درجہ کی تو اس صورت میں یہ درمیانے جانور یا اس کی قیمت کی ادائیگی لازم ہوگی، لیکن اگر جانور کی قسم ہی بیان نہیں کی بلکہ یہ کہہ دیا کہ مہر کے طور پر دابہ دوں گا تو اس صورت میں تسمیہ ہی صحیح نہ ہوگا اور مہر مثلی واجب ہوگا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں مہر مثلی واجب ہوگا۔

﴿غیر موصوف کپڑے کو مہر مقرر کرنا﴾

س: تَزَوَّجَ عَلٰی ثَوْبٍ غَیْرِ مَوْصُوْفٍ مَا ذَا یَجِبُ عَلَیْهِ؟

ج: یَجِبُ عَلَیْهِ مَهْرُ الْمِثْلِ۔

س: ایسے کپڑے پر نکاح کیا جس کا وصف بیان نہ کیا گیا ہو تو اس پر کیا واجب ہے؟

ج: اس پر مہر مثلی واجب ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے عورت سے نکاح کیا، مہر میں کپڑا مقرر کیا مگر اس کی وصف بیان نہیں کی تو اس صورت میں شوہر کے ذمہ کیا واجب ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ اس صورت میں مہر مثلی واجب ہوگا۔ یہ ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں نوع مجہول ہے اس لئے کہ کپڑوں کی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً روئی کا کتان، ریشم کا، اس لئے مسمی مجہول ہے لہذا مہر مثلی واجب ہوگا۔

﴿نکاح کرنے کے بعد زوجین کا مہر مقرر کرنا﴾

س: تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَلَمْ یُسَمِّ لَهَا مَهْرًا ثُمَّ تَرَاضَیَا عَلٰی تَسْمِیَةِ مَهْرٍ مَا ذَا تَسْتَحِقُّ الْمَرْأَةُ فِیْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ؟

ج: اَلتَّرَاضِیْ صَحِیْحٌ وَلَهَا مَا تَرَاضَیَا عَلَیْهِ، لٰكِنْ اِنْ دَخَلَ بِهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا فَلَهَا هٰذَا الْمُسَمّٰی، وَاِنْ طَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ وَالْخَلْوَةِ الصَّحِیْحَةِ فَلَهَا الْمُتْعَةُ

س: نکاح کیا عورت سے اور اسکے لئے مہر مقرر نہیں کیا پھر دونوں مہر مقرر کرنے پر راضی ہو گئے عورت کس چیز کی مستحق ہوگی اس صورت میں؟

ج: راضی ہونا صحیح ہے اور اسکے لئے وہ ہے جس پر دونوں راضی ہو گئے لیکن اگر دخول کیا اسکے ساتھ یا مر گیا ہو تو اسکے لئے مقرر شدہ ہے اور اگر اسکو دخول اور خلوۃ صحیحہ سے پہلے طلاق دے دے تو اسکے لئے متعہ ہے

﴿وقت نکاح کے بعد مہر مقرر کرنا﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے عورت سے نکاح کیا بوقت نکاح مہر مقرر نہیں کیا پھر (بعد میں) وہ مہر مقرر کرنے پر

Marfat.com

راضی ہو گئے تو اس صورت میں عورت کس چیز کی مستحق ہے؟

جواب: یہ ہے کہ آپس کی رضامندی سے مہر مقرر کر لینا درست ہے پھر اگر شوہر نے بیوی سے دخول کر لیا یا فوت ہو گیا تو عورت مقرر شدہ مہر کی حقدار ہوگی، اور اگر دخول سے پہلے ہی شوہر نے طلاق دے دی یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دی تو اس صورت میں عورت متعہ کی مستحق ہوگی۔ یاد رہے کہ یہ طرفین کے نزدیک ہے امام ابو یوسفؒ کا قول اول یہ ہے کہ اس مقرر شدہ مقدار کا نصف واجب ہوگا، یہی قول امام شافعیؒ کا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا دوسرا قول طرفینؒ کے ساتھ ہے۔

امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ زوجین نے باہمی اتفاق سے جو مقدار مقرر کی ہے یہ مفروض ہے اور آیت مبارکہ فنصف ما فرضتم سے مفروض کی تنصیف ثابت ہے، مفروض فی حالة العقد یامفروض بعد العقد۔ لہٰذا اس صورت میں بھی طلاق اگر قبل الدخول پائی گئی تو نصف مفروض واجب ہوگا متعہ واجب نہیں ہوگا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد نکاح کے وقت مہر مذکور نہ ہونے کی وجہ سے مہر مثل واجب ہو گیا۔ بعد میں زوجین نے ایک مقدار پر اتفاق کر لیا تو بعد میں متعین کی گئی مقدار حقیقت میں اس مقدار کی تعیین ہے جو اس عقد کی وجہ سے واجب ہوا تھا۔ اور عقد کی وجہ سے جو واجب ہوا تھا وہ مہر مثلی تھا اور مہر مثلی کی تنصیف نہیں ہوتی۔ لہٰذا جو اس کے مرتبہ میں ہوگا اس کی بھی تنصیف نہ ہوگی اور جب تنصیف نہیں ہو سکتی تو متعہ واجب ہے۔

﴿آزاد آدمی کا ایک سال کی خدمت یا قرآن سکھانے کو مہر مقرر کرنا﴾

س: تَزَوَّجَ حُرٌّ اِمْرَأَةً عَلٰى أَنْ يَّخْدِمَهَا سَنَةً أَوْ عَلٰى أَنْ يُّعَلِّمَهَا الْقُرْآنَ هَلْ تَصِحُّ هٰذِهِ التَّسْمِيَةُ ؟

ج: لَا تَصِحُّ هٰذِهِ التَّسْمِيَةُ وَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ

س: آزاد آدمی نے نکاح کیا عورت سے اس شرط پر کہ خدمت کریگا اسکی ایک سال یا اس شرط پر کہ اسکو قرآن سکھلائیگا کیا یہ (مہر) مقرر کرنا صحیح ہے؟

ج: یہ (مہر) مقرر کرنا درست نہیں ہے اور اسکے لئے مہر مثلی ہے اس صورت میں۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی آزاد شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ اس کی ایک سال تک (بطور مہر) خدمت کرے گا یا اس کو قرآن کریم (بطور مہر) سکھلائے گا، تو کیا یہ مہر مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ ہے کہ ان چیزوں کا بطور مہر مقرر کرنا درست نہیں ہے۔ اور اس صورت میں عورت کو مہر مثلی ملے گا، یہ شیخینؒ کے نزدیک ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں آزاد شوہر کی خدمت کی قیمت واجب ہوگی امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم اور آزاد و غلام دونوں کی خدمت کو مہر بنانا درست ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ عقد معاوضہ ہے لہٰذا جو چیز معوض بن سکتی ہے یعنی جس کا عوض لیا جا سکتا ہے اس کو عقد نکاح میں مہر بھی بنایا جا سکتا ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ عقد نکاح میں ابتغاء بالمال مشروع ہے چنانچہ قرآن

Marfat.com

کریم میں ان تبتغوا باموالکم اور تعلیم قرآن مال نہیں ہے اسی طرح خدمت بھی مال نہیں ہے لہذا ان دونوں کے ساتھ ابتغاء مشروع نہیں ہوگا۔

غلام کا آزاد عورت کی ایک سال کی خدمت کو مہر مقرر کرنا

س: فَإِنْ تَزَوَّجَ عَبْدٌ حُرَّةً بِإِذْنِ مَوْلَاهُ عَلٰى خِدْمَتِهِ إِيَّاهَا سَنَةً مَا ذَا حُكْمُهُ؟

ج: اَلنِّكَاحُ صَحِيْحٌ وَلَهَا خِدْمَتُهُ سَنَةً۔

س: پس اگر نکاح کیا غلام نے آزاد عورت سے اپنے مولی کی اجازت سے اس (عورت) کی ایک سال کی خدمت پر (تو) اس (نکاح کا) کیا حکم ہے؟

ج: نکاح صحیح ہے اور اس (عورت) کے لئے ایک سال کی خدمت ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی غلام نے اپنے آقا سے اجازت لے کر آزاد عورت سے نکاح کرلیا، اس (شرط) پر کہ وہ اس عورت کی ایک سال تک خدمت کرے گا، یعنی ایک سال کی خدمت کو مہر ٹھہرایا تو اس صورت کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ نکاح درست ہے اور (مہر کے طور پر) وہ اس عورت کی ایک سال تک خدمت کرے گا۔ مگر اس پر ایک سوال ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اوپر والے مسئلہ میں تو آپ نے کہا کہ خدمت مال نہیں ہے اس لئے وہ مہر نہیں بن سکتی، اس مسئلہ میں خدمت کو مہر بنا رہے ہیں تو وجہ فرق کیا ہے؟

جواب: پہلے مسئلہ میں آزاد شخص کی خدمت کو مہر بنایا جارہا تھا اور اس مسئلہ میں غلام کی خدمت کو مہر بنایا جارہا ہے، آزاد کی خدمت اور غلام کی خدمت میں فرق ہے وہ اس طرح کہ آزاد کی خدمت ابتغاء بالمال نہیں ہے غلام کی خدمت ابتغاء بالمال ہے، کیونکہ جب غلام خدمت کرے گا تو گویا اس نے اپنی گردن کو سپرد کردیا اور غلام کا رقبہ (گردن) مال ہے لہذا اس صورت میں مہر مال ہوگا غیر مال نہیں اور آزاد ایسا نہیں ہے کہ جب وہ خدمت کرے تو اپنی رقبہ کو سپرد کردے پس آزاد کی خدمت مال نہ ہوگی۔

عورت کے لئے ولی کے ضمان مہر کا حکم

س: ضَمِنَ الْوَلِيُّ الْمَهْرَ لِلْمَرْأَةِ هَلْ يَصِحُّ ضَمَانُهُ؟

ج: ضَمَانُهُ صَحِيْحٌ، وَجَازَ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تُطَالِبَ زَوْجَهَا أَوْ وَلِيَّهَا؟

س: ولی عورت کے لئے مہر کا ضامن ہوگیا کیا اسکا ضامن بننا صحیح ہے؟

ج: اسکا ضامن ہونا صحیح ہے اور عورت کے لئے جائز ہے کہ اپنے خاوند سے مطالبہ کرے یا اپنے ولی سے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ولی عورت کے مہر کا ضامن ہوگیا کیا اس کی یہ ضمان صحیح ہے؟

Marfat.com

جواب: یہ ہے کہ ضمان صحیح ہے، عورت کو اختیار ہے کہ وہ ان دونوں میں سے جس سے چاہے مہر کی ادائیگی کا مطالبہ کرسکتی ہے خواہ خاوند سے مہر کی ادائیگی کا مطالبہ کرے یہ بھی درست ہے، ولی سے ادائیگی کا مطالبہ کرے یہ بھی درست ہے۔

﴿نکاح فاسد میں قاضی کی تفریق کے بعد لزوم مہر کا حکم﴾

س: نَكَحَ نِكَاحًا فَاسِدًا فَفَرَّقَ الْقَاضِيْ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ مَا حُكْمُ أَدَاءِ الْمَهْرِ ؟

ج: إِذَا فَرَّقَ بَيْنَهُمَا قَبْلَ الدُّخُوْلِ فَلَا مَهْرَ لَهَا ، وَكَذٰلِكَ إِذَا فَرَّقَ بَيْنَهُمَا بَعْدَ الْخَلْوَةِ ، وَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا مَهْرُ مِثْلِهَا لٰكِنَّهُ لَا يُزَادُ عَلَى الْمُسَمّٰى

س: نکاح فاسد کیا پس تفریق کردی قاضی نے میاں بیوی کے درمیان تو مہر ادا کرنے کا کیا حکم ہے

ج: جب تفریق کردے انکے درمیان دخول سے پہلے تو اسکے لئے مہر نہیں ہے اور اسی طرح جب تفریق کردے دونوں کے درمیان خلوت کے بعد، اور اگر دخول کیا ہو اسکے ساتھ تو اسکے لئے مہر مثلی ہے لیکن وہ نہیں بڑھایا جائے گا مقرر شدہ پر

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے نکاح فاسد کرلیا تو قاضی نے میاں بیوی کے درمیان تفریق کردی تو مہر کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ہے کہ جب قاضی نے دخول سے پہلے ان کے درمیان تفریق کردی تو عورت کے لئے کچھ بھی مہر نہیں ہوگا، نہ کل، نہ آدھا، اسی طرح خلوت کے بعد بھی تفریق ہو (مگر دخول نہ ہوا ہو) تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر دخول کرلیا ہو تو اس صورت میں عورت کے لئے مہر مثلی کی ادائیگی ضروری ہوگی، لیکن یہ مہر مسمی (مقرر شدہ) سے زیادہ نہیں کیا جائے گا۔ نکاح فاسد مثلاً بغیر گواہوں کے نکاح طلاق بائنہ میں ایک بہن کی عدت گزرنے سے پہلے دوسری بہن سے نکاح کرلینا، چوتھی بیوی کی عدت گزرنے سے پہلے پہلے پانچویں عورت سے نکاح کرلینا، آزاد عورت پر لونڈی سے نکاح کرلینا۔ نکاح فاسد میں جماع سے پہلے مہر واجب نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نکاح فاسد میں محض عقد کی وجہ سے مہر واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ عقد فاسد ہے البتہ بضع کے منافع وصول کرلینے کے بعد مہر کا وجوب ہوجاتا ہے۔

سوال: نکاح صحیح میں تو خلوت کو وطی کے قائم مقام قرار دیا گیا تھا نکاح فاسد میں خلوۃ وطی کے قائم مقام کیوں نہیں؟ جواب: نکاح فاسد میں چونکہ شرعی مانع موجود ہے، اس لئے شرعی مانع کی وجہ سے یہ خلوت فاسدہ ہوگی اور خلوت فاسدہ وطی کے قائم مقام نہیں ہوتی اور نکاح صحیح کی صورت میں خلوۃ صحیحہ ہوگی اس لئے وہ وطی کے قائم مقام ہے۔ لہذا نکاح فاسد میں خلوت کے بعد بھی مہر کا وجوب نہیں ہوگا۔

﴿نکاح فاسد میں کی گئی وطی سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم﴾

س: وَمَا حُكْمُ الْعِدَّةِ بَعْدَ هٰذَا التَّفْرِيْقِ وَثُبُوْتِ النَّسَبِ إِنْ وَلَدَتْ مِنْهُ ؟

Marfat.com

ج: عَلَيْهَا عِدَّةُ الطَّلَاقِ وَيَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا مِنْهُ۔

س: اوراس تفریق کے بعد عدت اور ثبوت نسب کا کیا حکم ہے اگر اس سے بچہ جنے؟

ج: اس پر عدت طلاق ہے اور اسکی اولاد کا اس (خاوند) سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ نکاح فاسد کے بعد جب قاضی نے تفریق کردی تو اب عدت کا کیا حکم ہوگا نیز اگر وطی بھی ہوگئی تھی تو بچہ پیدا ہو گیا تو اس نسب کے ثبوت کا کیا ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ اس کی عدت عدت طلاق ہے اور اس بچے کا نسب اسی شخص سے ثابت ہوگا جس سے نکاح فاسد کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عدت کا آغاز تفریق کے وقت سے ہوگا، آخری وطی کے بعد سے نہیں۔ یہ ائمہ اربعہ کا مذھب ہے۔ امام زفرؒ کے نزدیک آخری وطی کے بعد سے عدت کی ابتدا ہوگی چنانچہ آخر وطی کے بعد تفریق سے پہلے تین حیض گزر گئے تو امام زفرؒ کے نزدیک عدت پوری ہو گئی اور ائمہ اربعہ کے نزدیک تفریق کے بعد سے عدت شروع ہوگی ائمہ اربعہ کی دلیل یہ ہے کہ نکاح فاسد کی صورت میں عدت کے وجوب کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ نکاح کا شبہ ہے، کیونکہ ارکان عقد یعنی ایجاب وقبول پائے گئے ہیں اور شبہ نکاح تفریق سے مرتفع ہوگا، اس لئے تفریق کے وقت سے عدت کی ابتداء ہوگی۔ اور نکاح فاسد کے نتیجہ میں اگر بچہ پیدا ہوگیا تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت نسب میں احتیاط کی جاتی ہے، کیونکہ اگر بچہ کا نسب ثابت نہ ہوا اور اس کا کوئی معروف مربی اور باپ نہ ہوا تو وہ بچہ ضائع ہو جائے گا صرف یہ ہی نہیں کہ اس کی درست تربیت نہ ہوگی بلکہ بسا اوقات تو موت تک واقع ہو جاتی ہے۔

مقطوع الزکر کی خلوت کے بعد مہر کا حکم

س: خَلَا الْمَجْبُوْبُ بِامْرَأَتِهٖ ثُمَّ طَلَّقَهَا مَا ذَا يَجِبُ عَلَيْهِ؟

ج: يَجِبُ عَلَيْهِ كَمَالُ الْمَهْرِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِاَ نَّ الْمَرْأَةَ سَلَّمَتْ نَفْسَهَا وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: عَلَيْهِ نِصْفُ الْمَهْرِ

س: مجبوب (مقطوع الذکر) نے اپنی بیوی سے خلوت کی پھر اسکو طلاق دے دی تو اس پر کیا واجب ہوگا۔

ج: اس پر پورا مہر واجب ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اسلئے کہ عورت نے اپنا نفس سپرد کر دیا اور امام محمدؒ نے فرمایا اسپر آدھا مہر (واجب) ہے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مقطوع الذکر آدمی نے اپنی بیوی سے خلوت کرلی پھر اس کے بعد اس کو طلاق دی تو اس شخص پر کیا واجب ہوگا؟

جواب۔ یہ ہے کہ (امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک) اس پر پورے مہر کا وجوب ہوگا اس لیے کہ عورت نے اپنے نفس کو اسکے سپرد کر دیا ہے، اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اس شخص پر نصف مہر واجب ہوگا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ مقطوع الذکر کی خلوت صحیح ہے یا فاسد

Marfat.com

ہے، اس میں امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرات صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ خلوت صحیحہ ہے اس لئے شوہر پر کامل مہر کا وجوب ہوگا، صاحبین فرماتے ہیں کہ یہ خلوت فاسدہ ہے لھذا اگر طلاق دے دی تو نصف مہر واجب ہے، امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت پر تسلیم یعنی بضع کو سپرد کرنا واجب ہے اور وہ یہ کر چکی ہے لھذا مرد پر کامل مہر کا وجوب ہوگا۔

الخلوة الصحيحة

﴿خلوۃ صحیحہ کے بیان میں﴾

س: اَلْخَلْوَةُ الصَّحِيْحَةُ مَا هِيَ؟

ج: هِيَ أَنْ لَّا يَكُوْنَ هُنَاكَ مَانِعٌ مِنَ الْوَطْيِ، مَثَلاً لَا يَكُوْنُ أَحَدُهُمَا مَرِيْضًا وَلَا صَائِمًا فِيْ رَمَضَانَ، وَلَا مُحْرِمًا بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، وَلَا تَكُوْنُ الْمَرْأَةُ حَائِضًا

س: خلوۃ صحیحہ کیا ہے؟

ج: وہ یہ ہے کہ وہاں وطی سے مانع کوئی چیز نہ ہو مثال کے طور پر ان دونوں میں سے کوئی ایک مریض (بھی) نہ ہو اور نہ رمضان میں روزہ رکھے ہوئے ہو اور نہ حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہو اور نہ عورت حائضہ ہو

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ خلوت صحیحہ کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ خلوت صحیحہ کہتے ہیں کہ وہاں کوئی چیز وطی سے مانع نہ ہو، مثال کے طور پر ان میں سے کوئی مریض نہ ہو، اور نہ ہی کوئی رمضان المبارک میں روزہ رکھے ہوئے ہو، اور نہ حج عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہو، اور نہ ہی عورت حائضہ ہو۔

﴿خلوت صحیحہ اور فاسدہ کی تعریف﴾

پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ خلوت کی دو قسمیں ہیں (۱) خلوت صحیحہ (۲) خلوت فاسدہ اگر وطی سے مانع کوئی چیز موجود نہ ہو تو وہ خلوت صحیحہ کہلائے گی اور اگر کوئی مانع موجود ہے تو وہ خلوت خلوت فاسدہ کہلائے گی۔

﴿خلوت سے موانع کی اقسام﴾

جو چیزیں وطی سے مانع بنتی ہیں ان کی چند قسمیں ہیں۔ (۱) مانع حقیقی (۲) مانع طبعی (۳) مانع شرعی (۴) مانع حسی۔ مانع حقیقی کی مثال مرض ہے اور مانع طبعی اور مانع شرعی کی مثال حیض ہے۔ حیض مانع طبعی تو اس وجہ سے ہے کہ اس میں خون کے ساتھ تلویث ہو گی جس کو طبعیت سلیمہ پسند نہیں کرتی اور مانع شرعی اس لیے کہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے ولا تقربوھن حتی یطھرن۔ اور صرف مانع طبعی کی مثال ایسی بچی ہونا جو قابل جماع نہ ہو، اور صرف مانع شرعی کی مثال فرض حج کا احرام ہے، اور مانع حسی کی مثال یہ ہے کہ مکان میں میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی شخص موجود ہو خواہ بینا ہو یا نابینا، بیدار ہو یا سویا ہوا ہو یا بالغ ہو

Marfat.com

یا سمجھدار بچہ ہو۔

س: لِمَ قَيَّدْتُمُ الصَّوْمَ بِصَوْمِ رَمَضَانَ ؟

ج: لِأَنَّهُ إِذَا صَامَ اَحَدُهُمَا مُتَطَوِّعًا وَوَجَدَ الزَّوْجُ خَلْوَةً فَهٰذِهِ الْخَلْوَةُ تُعْتَبَرُ صَحِيحَةً

س: تم نے رمضان کے روزہ کی قید کیوں لگائی ؟

ج: اس لئے کہ جب ان دو سے کسی نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہو اور خاوند خلوۃ پالے تو یہ خلوۃ معتبر درست ہوگی

﴿نفلی روزہ مانع خلوت نہیں ہے﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ تم نے موانع وطی میں رمضان کے روزے ہونے کی شرط لگائی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب یہ ہے کہ رمضان کی قید اس لیے لگائی گئی کہ یہ حکم فرض روزہ کا ہے نفل روزہ کا نہیں ہے اگر میاں بیوی میں سے کسی کا نفلی روزہ ہو اور خاوند نے خلوت پائی ہو تو یہ خلوت صحیحہ ہوگی فاسدہ نہیں ہوگی اور عورت کے لئے شوہر پر کامل مہر لازم ہوگا۔ حاصل یہ ہوا کہ نفلی روزہ مانع خلوت نہیں ہے۔

﴿مَهْرُ الْمِثْلِ﴾

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ مِرَارًا مَهْرَ الْمِثْلِ فِيْ أَجْوِبَتِكُمْ فَنُرِيْدُ أَنْ نَعْلَمَ أَنَّ مَهْرَ الْمِثْلِ مَا هُوَ ؟

ج: مَهْرُ الْمِثْلِ مَهْرُ مِثْلِهَا مِنَ الْأَخَوَاتِ وَالْعَمَّاتِ وَبَنَاتِ الْعَمِّ فِي السِّنِّ وَالْجَمَالِ وَالْمَالِ وَالْعَقْلِ وَالدِّيْنِ وَالْبَلَدِ وَالْعَصْرِ، وَلَا يُعْتَبَرُ بِأُمِّهَا أَوْ خَالَتِهَا إِذَا لَمْ تَكُوْنَا مِنْ قَبِيْلَتِهَا

س: تحقیق تم نے اپنے جوابوں میں بہت مرتبہ مہر مثل کا ذکر کیا ہے پس ہم جاننا چاہتے ہیں کہ مہر مثل کیا ہے؟

ج: مہر مثلی (وہ ہے) جو اسکی بہنوں اور پھوپھیوں اور چچازاد بہنوں کا مہر ہے جو حسن اور جمال اور مال میں اور عقل میں اور دین میں اور شہر میں اور زمانہ میں اس کی مثل ہوں اور نہیں معتبر اس کی ماں یا اسکی خالہ (کا مہر) جب وہ دونوں اس کے قبیلہ سے نہ ہوں۔

﴿مہر مثلی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے گذشتہ اوراق میں بہت مرتبہ مہر مثلی کا تذکرہ کیا ہے تو ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ مہر مثلی کیا چیز ہے؟

جواب یہ ہے کہ مہر مثل کا اعتبار عورت کے باپ کی قوم والی عورتوں کے لحاظ سے ہوتا ہے، جیسے باپ شریک بہنیں، پھوپھیاں، پھوپھیوں کی لڑکیاں وغیرہ، لڑکی کی ماں اور اس کی خالہ اگر اس کے قبیلہ سے نہ ہوں تو ان کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے۔

Marfat.com

لها مهر مثل نسائها وهن اقارب الاب ۔اور مماثلت کا اعتبار نو اوصاف میں ہے (۱) عمر میں (۲) حسن و جمال میں (۳) مال میں (۴) عقل میں (۵) دیانت میں (۶) نسب میں (۷) شہری ہونے میں (۸) ہم عصر ہونے میں (۹) عفت و پاکدامنی میں۔

فائدہ۔اگر عورت کے باپ کے خاندان میں ان اوصاف کی حاملہ عورت نہ پائی جائے تو پھر ان اوصاف کی اجنبیہ عورت کے ساتھ مہر مثل کا اعتبار ہوگا۔شرح مجمع میں ہے کہ اگر مذکورہ سب اوصاف باپ کی قوم میں نہ ہوں تو جس قدر ہوں ان کا اعتبار ہوگا۔

اَلْمُتْعَةُ

﴿متعہ کا بیان﴾

س:اَلْمُتْعَةُ مَا هِيَ ؟

ج:هِيَ ثَلَاثَةُ أَثْوَابٍ مِنْ كِسْوَةِ مِثْلِهَا وَهِيَ دِرْعٌ وَخِمَارٌ وَمِلْحَفَةٌ

س:متعہ کیا ہے؟

ج:وہ تین کپڑے ہیں اسکی مثل (عورت) کے لباس اور وہ قمیص اور دوپٹہ اور بڑی چادر ہے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے (کہ گذشتہ اوراق میں متعہ کا ذکر ہے مثلا وہ عورت جس کو مہر مقرر نہ ہونے کی صورت میں طلاق قبل الدخول وخلوت صحیحہ مل جائے تو اس کے متعلق لکھا ہے کہ اس کو متعہ ملے گا تو) وہ متعہ کیا چیز ہے۔

جواب۔متعہ تین کپڑے ہیں۔قمیص، چادر، اوڑھنی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباسؓ سے متعہ کی یہی مقدار دارقطنی وغیرہ میں نقل کی گئی ہے۔متعہ حنفیہ کے نزدیک واجب ہے،امام مالکؒ کے نزدیک مستحب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس کو احسان سے تعبیر فرمایا ہے کما قال حقا علی المحسنین۔

حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد خداوندی ہے متعوهن علی الموسع قدره وعلی المقتر قدره ۔اس آیت مبارکہ میں ایک تو متعوا امر ہے دوسرا علی کلمہ لزوم تیسرا امتاعا مصدر مؤکد چوتھا حقا سب وجوب پر دلالت کرتے ہیں،اس لئے محسنین میں تاویل کی جائے گی ای یتمون الواجب ویزیدون علی ذالك احسانهم۔

س:لِمَنْ تَجِبُ الْمُتْعَةُ مِنَ الْمُطَلَّقَاتِ وَلِمَنْ تَسْتَحِبُّ لَهَا مِنْهُنَّ ؟

ج:تَجِبُ لِلَّتِي طَلَّقَهَاقَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا وَلَمْ يُسَمِّ لَهَا مَهْرًا ، وَتَسْتَحِبُّ لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ سِوَاهَا اِلَّا لِلَّتِي طَلَّقَهَا الزَّوْجُ قَبْلَ الدُّخُوْلِ بِهَا وَقَدْ سَمّٰى لَهَا مَهْرًا ،

س:طلاق والی عورتوں میں سے کس کے لئے متعہ واجب ہے اور کس کے لئے مستحب ہے۔

ج:جسکو دخول سے پہلے طلاق دی ہو اور مہر مقرر نہ کیا ہو اس کے لئے واجب ہے اور مستحب ہے ہر مطلقہ کے لئے جو اسکے سوا ہیں مگر

Marfat.com

جس کو خاوند نے دخول سے پہلے طلاق دی اور اس کے لئے مہر مقرر کر چکا ہے

﴿مطلقات کے لئے وجوب واستحباب متعہ کا بیان﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مطلقہ عورتوں میں سے وہ کونسی عورتیں ہیں جن کو متعہ دینا واجب ہے اور کونسی عورتیں ہیں جن کے لئے متعہ مستحب ہے؟

جواب: مطلقہ عورتیں چار قسم کی ہیں (۱) مفوضہ: وہ عورت جس کا نکاح بغیر مہر کے ہوا ہو اور وطی سے پہلے ہی طلاق ہو گئی ہو اس کے لئے متعہ واجب ہے۔ (۲) مطلقہ موطوءہ جس کا مہر متعین ہو (۳) مطلقہ موطوءہ جس کا مہر معین نہ ہو ان دونوں کے لئے متعہ مستحب ہے (۴) مطلقہ غیر موطوءہ جس کا مہر معین ہو اس کے لئے متعہ نہ مستحب ہے

مَسَائِلُ التَّفْرِيْقِ بِسَبَبِ الْعُيُوْب

﴿عیوب کے سبب سے تفریق کے مسائل کا بیان﴾

س: رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً بِهَا عَيْبٌ هَلْ لَهٗ خِيَارٌ أَنْ يَّرُدَّ النِّكَاحَ؟

ج: لَا خِيَارَ لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ، وَلَهٗ حَقُّ التَّطْلِيْقِ فِيْ كُلِّ وَقْتٍ

س: کسی آدمی نے عورت سے نکاح کیا اسمیں عیب ہے تو کیا اس کو نکاح رد کرنے کا اختیار ہے

ج: اس میں اس کو اختیار نہیں اور اس کو ہر وقت طلاق کا حق ہے

﴿عیب کی بنا پر شوہر کو نکاح رد کرنے کا اختیار نہیں﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، نکاح کے بعد اس میں کوئی عیب نظر آ گیا تو کیا اس عیب کی وجہ سے شوہر کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ نکاح کو رد کر دے؟

جواب: یہ ہے کہ شوہر کو نکاح رد کر دینے کا کوئی حق واختیار نہیں ہے کیونکہ عقد نکاح سے استحقاق وطی ہوتا ہے اور وہ عیب اس کو فوت نہیں کرتا لہٰذا شوہر کو نکاح رد کر دینے کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔ البتہ اس کو طلاق دینے کا حق ہر وقت حاصل ہے (جب نبھانہ ہو سکے تو جب چاہے طلاق دے سکتا ہے)

﴿عورت نے خاوند میں جنون وغیرہ کا مرض پایا تو خیار کا حکم﴾

س: تَزَوَّجَتِ امْرَأَةٌ رَجُلًا فَوَجَدَتْ بِهٖ جُنُوْنًا أَوْ جُذَامًا أَوْ بَرَصًا فَهَلْ لِلْمَرْأَةِ خِيَارُ الْفَسْخِ؟

ج: لَا خِيَارَ لَهَا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَأَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَهَا الْخِيَارُ

Marfat.com

س: ایک عورت نے مرد سے نکاح کیا اس میں جنون یا جذام یا برص پایا تو عورت کیلئے خیار فسخ ہے؟
ج: اس کیلئے خیار نہیں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام محمدؒ نے فرمایا اس کو اختیار ہے۔
توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی عورت نے آدمی سے شادی کی پھر اس نے اس میں جنون جذام یا برص کا مرض پایا تو کیا عورت کو خیار فسخ حاصل ہوگا یا نہیں؟
جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حضرات شیخین سے امام محمدؒ کا اختلاف ہے۔ شیخین کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں شوہر کے حق کو باطل کرنا ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ عورت کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔
س: اِمْرَأَةٌ وَجَدَتْ زَوْجَهَا عِنِّيناً وَطَالَبَتِ الْحَاكِمَ اَنْ يَّفْسَخَ النِّكَاحَ كَيْفَ يَحْكُمُ الْحَاكِمُ؟
ج: طَلَبَ الْحَاكِمُ الزَّوْجَ وَاَجَّلَهٗ حَوْلاً لِلتَّدَاوِيْ، فَاِنْ وَصَلَ اِلَيْهَا فِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ فَلَا خِيَارَ لَهَا، وَاِلَّا فَرَّقَ بَيْنَهُمَا اِنْ طَلَبَتِ الْمَرْأَةُ ذٰلِكَ
س: عورت نے شوہر کو نامرد پایا اور اس نے حاکم سے نکاح فسخ کرنے کا مطالبہ کیا تو حاکم کیسے فیصلہ کرے؟
ج: طلب کرے حاکم خاوند کو اور اس کو مہلت دے ایک سال علاج کی پس اگر پہنچ جائے اس کی طرف اس مدت میں تو اس کو اختیار نہیں، ورنہ اگر عورت طلب کرے تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے۔

عنین کی بیوی تفریق کا مطالبہ کرے تو عنین کو ایک سال کی مہلت دے جائے گی

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت نے اپنے خاوند کو عنین پایا اور اس نے حاکم کے پاس جا کر مطالبہ کر دیا کہ میرا خاوند چونکہ عنین ہے (یعنی جماع کرنے کے قابل نہیں ہے) اس لئے میرا نکاح فسخ کر دیا جائے تو اس صورت میں حاکم فیصلہ کرے۔
جواب یہ ہے کہ حاکم اس عورت کے شوہر کو بلائے اور اس کو ایک سال کی مہلت دے کہ وہ اپنا علاج معالجہ کر لے۔ مہلت دینے کے بعد ایک سال کی مدت کے اندر اندر اگر خاوند اپنا علاج کر کے اس عورت کی طرف پہنچ جاتا ہے (یعنی جماع کر لیتا ہے) تو اس عورت کو خیار فسخ نہیں ہوگا۔ اور اگر اس مدت میں خاوند جماع کرنے کے قابل نہیں ہوتا تو پھر دیکھا جائے گا کہ عورت اب بھی نکاح کے فسخ کا مطالبہ کرتی ہے یا نہیں اگر اب بھی عورت نکاح کے فسخ کرنے کا مطالبہ کرے تو پھر قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے گا۔

عنین اور اس کی بیوی کے درمیان قاضی کی تفریق کا حکم

س: اِنْ فَرَّقَ الْقَاضِيْ بَيْنَهُمَا فَهٰذَا التَّفْرِيْقُ مَا ذَا حُكْمُهٗ؟
ج: هٰذَا التَّفْرِيْقُ يُعْتَبَرُ طَلَاقاً بَائِناً
س: اگر قاضی نے ان دونوں کے درمیان تفریق کر دی تو اس تفریق کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

ج: یہ تفریق طلاق بائن شمار ہوگی

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ قاضی نے میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دی تو اب اس تفریق کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ قاضی کی یہ تفریق طلاق بائن ہوگی۔ طلاق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تفریق ایسے سبب کی جہت سے واقع ہوئی جو خاوند کی طرف سے ہے اور بائن اس لیے ہوگی کہ اس کی مشروعیت کی وجہ یہ ہے کہ عورت اپنے نفس کی مالک ہو جائے، اگر ہم کہیں کہ اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی تو پھر عورت اپنے نفس کی مالک نہیں ہو سکتی۔

﴿مذکورہ بالا صورت میں مہر کا حکم﴾

س: وَمَا حُكْمُ الْمَهْرِ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ ؟

ج: لَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ اِنْ خَلَا بِهَا

س: اور اس صورت میں مہر کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر اس کے ساتھ خلوت کی ہو تو اس کیلئے پورا مہر ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں عورت مہر کی کس مقدار کی حق دار ہوگی کل کی یا نصف کی یا مہر مقرر نہ ہونے کی صورت میں مہر مثلی کی یا متعہ کی۔

جواب یہ ہے کہ (اگر شوہر نے اس عورت سے خلوۃ صحیحہ کی ہوگی تو) پورے مہر کی حق دار ہوگی کیونکہ عنین کی خلوت خلوت صحیحہ ہوتی ہے اس کے ذریعہ عدت واجب ہو جاتی ہے تو مہر بھی کامل ہی دیا جائے گا۔

فائدہ۔ اس تفریق کے بعد اگر وہ کسی عورت سے شادی کرتا ہے اور اس کو علم ہے کہ یہ عنین ہے یا کوئی عورت عنین کا علم ہوتے ہوئے اس سے شادی کر لیتی ہے تو پھر اس کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہوگا کما فی اللباب۔

﴿مقطوع الذکر کی بیوی کے مطالبہ پر بغیر مہلت کے تفریق ہوگی﴾

س: وَاِنْ وَجَدَتْ زَوْجَهَا مَجْبُوْبًا وَطَالَبَتِ الْحَاكِمَ اَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا بِمَا ذَا يَحْكُمُ الْحَاكِمُ ؟

س: اور اگر پایا اس نے اپنے خاوند کو مقطوع الذکر اور مطالبہ کیا حاکم سے کہ تفریق کر دے ان کے درمیان تو کیا فیصلہ کرے گا حاکم؟

ج: يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا فِي الْحَالِ وَلَا يُؤَجِّلُ ، لِاَنَّهُ لَا يُرْجٰى مِنْهُ الْجِمَاعُ طُوْلَ حَيَاتِهٖ

ج: ان کے درمیان فوراً تفریق کر دے گا اور مہلت نہیں دے گا کیونکہ اس سے زندگی بھر جماع کی امید نہیں ہے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت نے خاوند کو مقطوع الذکر پایا تو کیا اس صورت میں بھی شوہر کو ایک سال کی مہلت ملے گی یا قاضی فوراً میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے گا؟

جواب یہ ہے کہ اس صورت میں شوہر کو کوئی مہلت نہیں دی جائے گی بلکہ قاضی فوراً ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔ وجہ فرق اوپر

Marfat.com

والے اور اس مسئلہ کے درمیان یہ ہے کہ عنین کے تو صحت یاب ہو کر جماع پر قادر ہونے کی امید موجود تھی اس لئے اس کو ایک سال تک علاج کا موقعہ فراہم کیا گیا مگر مجبوب (مقطوع الذکر) سے تو زندگی بھر جماع کے قابل ہونے کی امید نہیں ہے، اس لئے اس کو مہلت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

س: وَاِنْ وَجَدَتْهُ خَصِيًّا وَطَالَبَتِ التَّفْرِيْقَ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ تَأْجِيْلٌ؟

ج: نَعَمْ يُأَجِّلُهُ الْحَاكِمُ كَمَا يُأَجِّلُ الْعِنِّيْنَ

س: اور اگر پایا اس کو خصی (نامرد) اور مطالبہ کیا تفریق کا کیا اس میں مہلت دینا ہے؟

ج: جی ہاں مہلت دے گا حاکم جیسے مہلت دیا جاتا ہے عنین۔

﴿خصی شخص کو بھی سال کی مہلت دی جائے گی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت نے خاوند کو خصی پایا اور اس نے قاضی کے پاس جا کر تفریق کا مطالبہ کر دیا تو اس صورت کا کیا حکم ہے، یا قاضی ان کے مابین مقطوع الذکر کی طرح فوراً تفریق کر دے گا یا عنین والے مسئلہ کی طرح خصی شخص کو بھی علاج کے لیے مہلت دی جائے گی۔

جواب یہ ہے کہ خصی (اس شخص کو کہتے ہیں جس کا آلہ درست ہو خصیتین مسل دیئے گئے ہوں آلہ منتشر نہ ہوتا ہو) کو عنین کی طرح ایک سال مہلت دی جائے گی تا کہ وہ اپنا علاج کرا سکے، کیونکہ اس کے متعلق امید ہے کہ اس کا عدم انتشار کا مرض درست ہو جائے اور یہ قابل جماع ہو جائے۔ حضرت عمر حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہی مروی ہے (دار قطنی ابن ابی شیبہ)

پھر اگر وہ صحت یاب ہو جائے تو بہتر ہے اگر نہ ہو تو قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے گا، قاضی کی اس تفریق سے عورت بائنہ ہو جائے گی۔

مسائل البینونة والتفریق بسبب اختلاف الدین واختلاف الدار

﴿اختلاف دین واختلاف دار کے سبب سے ہونے والی بینونت کے مسائل﴾

س: أَسْلَمَتِ الْمَرْأَةُ وَزَوْجُهَا كَافِرٌ هَلْ تَبِيْنُ مِنْهُ بِاِسْلَامِهَا؟

ج: لَا تَبِيْنُ بِنَفْسِ الْاِسْلَامِ بَلْ يَعْرِضُ الْقَاضِيْ الْاِسْلَامَ عَلٰى زَوْجِهَا، فَاِنْ اَسْلَمَ فَهِيَ اِمْرَأَتُهُ وَاِنْ اَبٰى فَرَّقَ الْقَاضِيْ بَيْنَهُمَا، وَكَانَ ذٰلِكَ التَّفْرِيْقُ طَلَاقًا بَائِنًا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ هُوَ فُرْقَةٌ بِغَيْرِ طَلَاقٍ

س: مسلمان ہوگئی عورت اور اسکا خاوند کافر ہے کیا بائنہ ہو جائے گی اس سے اپنے اسلام کے ساتھ؟

Marfat.com

ج: صرف اسلام کے ساتھ بائنہ نہ ہوگی بلکہ قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے گا پس اگر وہ مسلمان ہوگیا تو وہ اس کی بیوی ہے اور اگر انکار کر دیا تو قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا اور یہ تفریق امام ابوحنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کے نزدیک طلاق بائن ہوگی اور فرمایا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے وہ بغیر طلاق کے فرقت ہے۔

﴿کافرہ عورت اسلام لاتے ہی بائنہ نہ ہوگی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ایک کافرہ عورت نے اسلام قبول کر لیا اور خاوند اس کا کافر ہے، کیا وہ اپنے اسلام لے آنے کی وجہ سے اس شوہر سے بائنہ ہو جائے گی؟

جواب یہ ہے کہ وہ نفس اسلام سے بائنہ نہیں ہو جائے گی، بلکہ قاضی اس عورت کے شوہر پر اسلام پیش کرے گا اگر وہ اسلام قبول کر لیتا ہے تو عورت اس کی بیوی رہے گی اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے تو پھر ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ اور یہ تفریق طرفین کے نزدیک طلاق ہے، فسخ نہیں امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس شخص پر اسلام پیش ہی نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اگر وہ قبل از دخول اسلام لے آیا تو فی الحال فرقت ہو جائے گی۔ اور اگر بعد از دخول اسلام لایا تو حیض گزر جانے کے بعد تفریق کر دی جائے گی۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ یہ تفریق طلاق بائنہ نہیں ہوگی بلکہ فسخ نکاح ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ فرقت کا سبب ایسی چیز ہے جس میں میاں بیوی دونوں شریک ہیں یعنی ایک مسلمان ہوگیا اور دوسرے نے اسلام لانے سے انکار کر دیا اس لئے فرقت واقع ہوئی، اور ہر وہ فرقت جو ایسے سبب سے ہو جس میں میاں بیوی دونوں شریک ہوں طلاق نہیں ہوگی مثلاً میاں بیوی میں سے کوئی دوسرے کا مالک ہوگیا تو اس کی وجہ سے جو فرقت ہوگی وہ طلاق نہیں ہوگی بلکہ فسخ نکاح ہوگا۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ شوہر اسلام لانے سے انکار کرنے کی وجہ سے امساک بالمعروف سے رک گیا حالانکہ وہ اسلام قبول کر لینے کے ساتھ امساک بالمعروف پر قادر تھا اور شریعت کا اصول ہے کہ اگر شوہر امساک با لمعروف سے رک جائے تو قاضی تسریح باحسان میں شوہر کے قائم مقام ہوگا۔ اور تسریح طلاق کا نام ہے اس لئے قاضی کی یہ تفریق طلاق ہوگی۔

س: اَسْلَمَ رَجُلٌ تَحْتَهٗ اِمْرَاَةٌ مَجُوْسِيَّةٌ هَلْ تَبِيْنُ اِمْرَاَتُهٗ بِذٰلِكَ ؟

ج: لَا تَبِيْنُ بِنَفْسِ اِسْلَامِ الزَّوْجِ بَلْ يَعْرِضُ الْقَاضِیْ عَلَيْهَا الْاِسْلَامَ ، فَاِنْ اَسْلَمَتْ فَهِیَ اِمْرَاَتُهٗ وَاِنْ اَبَتْ فَرَّقَ الْقَاضِیْ بَيْنَهُمْ وَلَا يَكُوْنُ هٰذَا التَّفْرِيْقُ طَلَاقًا لِاَنَّ هٰذِهٖ فُرْقَةٌ جَاءَ تْ مِنْ قِبَلِهَا

س: آدمی مسلمان ہوگیا اور اس کے نیچے مجوسیہ عورت ہے کیا بائنہ ہو جائیگی اس کی عورت اس (اسلام) کے ساتھ؟

ج: نہیں بائنہ ہوگی صرف خاوند کے اسلام کے ساتھ بلکہ پیش کرے گا قاضی اس پر اسلام پس اگر مسلمان ہوگئی تو وہ اس کی بیوی ہے اور اگر انکار کر دے تفریق کر دے قاضی ان کے درمیان اور یہ تفریق طلاق نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ فرقت اس (عورت) کی طرف

Marfat.com

سے آئی ہے۔

﴿کافر کے اسلام لاتے ہی اس کی مجوسیہ بیوی بائنہ نہ ہوگی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی کافر نے اسلام قبول کرلیا لیکن اس کی مجوسیہ بیوی نے اسلام قبول نہیں کیا تو کیا اس صورت میں عورت بائنہ ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب یہ ہے کہ صرف اسلام لانے سے وہ بائنہ نہیں ہوجائے گی بلکہ قاضی اس عورت پر اسلام پیش کرے گا اگر یہ اسلام قبول کرلیتی ہے تو نکاح باقی رہے گا اور اگر یہ اسلام لانے سے انکار کردیتی ہے تو قاضی ان کے درمیان تفریق کردے گا مگر یہ تفریق پہلی صورت کی طرح طلاق بائنہ نہیں ہوگی بلکہ اس صورت میں نکاح فسخ ہوجائے گا۔ ان دونوں صورتوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں تو قاضی تسریح باحسان میں شوہر کے قائم مقام تھا۔ یہاں وہ عورت کا قائم مقام نہیں ہوسکتا کیونکہ تسریح طلاق ہے اور عورت طلاق کی اہلیت نہیں رکھتی، اس لئے یہ فرقت فسخ نکاح ہوگی نہ کہ طلاق۔

س: وَمَا حُكْمُ الْمَهْرِ فِيْ ذٰلِكَ؟

ج: إِنْ كَانَ قَدْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَلَا مَهْرَ لَهَا

س: اور اس (صورت) میں مہر کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر اسکے ساتھ دخول کیا ہو تو اس کے لئے پورا مہر ہے اور اگر دخول نہ کیا ہو تو اسکے لئے مہر نہیں ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں مہر کا کیا حکم ہوگا یعنی کامل مہر کا لزوم ہوگا یا کم کا؟

جواب یہ ہے کہ قاضی کی تفریق کے بعد دیکھا جائے گا کہ شوہر نے اس عورت سے دخول کرلیا تھا یا نہیں اگر تو دخول کرلیا تھا تو پھر تو عورت کے لئے پورا مہر واجب ہوجائے گا کیونکہ دخول کی وجہ سے مہر مؤکد ہوگیا۔ اور اگر دخول نہیں کیا تو پھر عورت کے لیے مہر نہیں ہوگا۔ کیونکہ تفریق عورت کی طرف سے ہوئی ہے اور دخول نہ ہونے کی وجہ سے مہر بھی مؤکد نہیں ہوا ہے اس لئے عدم دخول کی صورت میں عورت کے لیے کوئی مہر نہیں ہوگا۔

س: اَسْلَمَ زَوْجُ الْكِتَابِيَةِ هَلْ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا؟

ج: لَا حَاجَةَ اِلَى التَّفْرِيْقِ لِاَنَّهٗ يَصِحُّ نِكَاحُ الْمُسْلِمِ الْكِتَابِيَّةَ اِبْتِدَاءً فَكَذَا يَصِحُّ بَقَاءً

س: کتابیہ عورت کا شوہر مسلمان ہوگیا تو کیا ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی؟

ج: تفریق کیطرف کوئی حاجت نہیں اسلئے کہ مسلمان کا نکاح کتابیہ عورت سے ابتداء درست ہے پس اسی طرح باقی ہونے کے اعتبار سے (بھی) درست ہوگا

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت اہل کتاب میں سے تھی اس کے شوہر نے اسلام قبول کرلیا عورت مسلمان نہیں ہوئی تو اس

Marfat.com

صورت میں ان دونوں کے درمیان تفریق کی جائے گی یا نہیں کی جائے گی۔

جواب یہ ہے کہ اس صورت میں میاں بیوی کے درمیان تفریق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کے لئے اہل کتاب میں سے کسی عورت سے ابتداء نکاح کرنا جائز ہے، جب ابتداء نکاح کرنا جائز ہے تو بقاء بھی یہ نکاح درست ہی ہوگا۔

دارالحرب میں مسلمان ہونے والی عورت کی فرقت کا حکم

س: اَسْلَمَتِ الْمَرْأَةُ فِیْ دَارِ الْحَرْبِ وَ زَوْجُهَا کَافِرٌ هَلْ تَقَعُ الْفُرْقَةُ بَیْنَهُمْ بِذٰلِكَ ؟

ج: لَا تَقَعُ الْبَیْنُوْنَةُ حَتّٰی تَحِیْضَ ثَلَاثَ حِیَضٍ ، فَاِذَا خَرَجَتْ مِنَ الْحَیْضَةِ الثَّالِثَةِ بَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا .

س: عورت دارالحرب میں مسلمان ہوگئی اور اس کا خاوند کافر ہے کیا اس وجہ سے ان کے درمیان فرقت واقع ہو جائیگی

ج: جب تک اسکو تین حیض نہ آجائیں فرقت واقع نہ ہوگی، پس جب تیسرے حیض سے نکلے گی اپنے خاوند سے بائنہ ہو جائیگی

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت دارالحرب میں مسلمان ہوگئی مگر اس کا شوہر کافر ہے تو کیا اس کے مسلمان ہونے سے میاں بیوی کے درمیان فرقت کا وقوع ہو جائے گا یا نہیں جواب: مسئلہ یہ ہے کہ دارالحرب میں ایک عورت مسلمان ہوئی اور اس کا شوہر کافر ہے تو زوجین کے درمیان تفریق نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ عورت تین حیض گزارے۔ اور اگر ذوات الحیض میں سے نہ ہو تو تین ماہ گزار لے۔ پھر تین ماہ یا تین حیض گزرنے کے بعد فرقت واقع ہو جائے گی۔ اور یہ عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ فرقت واقع ہونے کے بعد پھر عدت کے لئے دوسرے تین حیض یا تین ماہ گزارے (عینی شرح ہدایہ)

س: خَرَجَ اَحَدُ الزَّوْجَیْنِ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ اِلٰی دَارِ الْاِسْلَامِ مُسْلِمًا مَتٰی تَقَعُ الْبَیْنُوْنَةُ بَیْنَهُمَا ؟

س: زوجین میں سے ایک دارالحرب سے دار اسلام کی طرف مسلمان ہو کر نکل گیا کب واقع ہوگی بینونت ان دونوں کے درمیان؟

ج: تَقَعُ الْبَیْنُوْنَةُ بِنَفْسِ الْخُرُوْجِ اِلٰی دَارِ لَاِسْلَامِ ، وَلَا یُنْظَرُ فِیْ ذٰلِكَ اِلٰی اَمْرٍ آخَرَ

ج: جدائی واقع ہو جائیگی دارالاسلام کی طرف نفس خروج کے ساتھ اور نہیں دیکھا جائے گا اسمیں کسی اور امر کی طرف

دارالحرب سے مسلمان ہو کر نکلتے ہی بینونت واقع ہو جائے گی

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ میاں بیوی میں کوئی مسلمان ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف نکل آیا تو اس صورت میں ان کے درمیان بینونت کا وقوع کب ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ جب زوجین میں سے کوئی مسلمان ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف نکل آتا ہے تو اس کے نکلتے ہی بینونت واقع ہو جائے گی، اس صورت میں کسی اور بات کی طرف نظر نہ کی جائے گی بلکہ تباین دارین ہوتے ہی بینونت واقع ہو جائے گی۔

Marfat.com

﴿غیر حاملہ مہاجرہ پر عدت کا وجوب نہیں ہے﴾

س إِمْرَأَةٌ أَسْلَمَتْ فِيْ دَارِ الْحَرْبِ وَخَرَجَتْ مُهَاجِرَةً إِلٰى دَارِ الْإِسْلَامِ وَكَانَ لَهَا هُنَا كَ زَوْجٌ هَلْ تَلْزِمُهَا الْعِدَّةُ؟

ج: لَا عِدَّةَ عَلَيْهَا ، وَلَهَا اَنْ تَتَزَوَّجَ فِي الْحَالِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهٰذَا اِذَا كَانَتْ غَيْرَ حَامِلٍ ، فَاِذَا كَانَتْ ذَاتَ حَمْلٍ لَا يَجُوْزُ لَهَا التَّزَوُّجُ حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا۔

س: کوئی عورت مسلمان ہوگئی دار الحرب میں اور نکل گئی ہجرت کر کے دار الاسلام کی طرف اور اس کا خاوند وہاں (دار الحرب) ہے کیا اس پر عدت لازم ہے؟

ج: اس پر عدت نہیں اور اسکو اختیار ہے کہ فوراً شادی کر لے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور یہ جب ہے کہ غیر حاملہ ہو، پس جب حاملہ ہو تو اس کے لئے نکاح کرنا جائز نہیں ہے

﴿یہاں تک کہ وضع حمل کرے﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دار الحرب میں اسلام لے آتی ہے اور وہاں سے ہجرت کر کے دار الاسلام پہنچ جاتی ہے، دار الحرب میں اس عورت کا شوہر موجود ہے تو کیا اس صورت میں عورت پر عدت گزارنا لازم ہے یا نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ یہ عورت حاملہ ہے یا غیر حاملہ ہے اگر حاملہ نہیں ہے تو پھر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس عورت پر عدت گزارنا لازم نہیں ہے، اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔ صاحبین کے نزدیک عورت پر عدت گزارنا واجب ہے۔ امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ عدت نکاح سابق کا اثر ہے، جو ملک نکاح کے احترام کو ظاہر کرنے کے لیے واجب ہوتی ہے اور حال یہ ہے کہ حربی مرد کی ملک نکاح کا کوئی احترام نہیں ہے، لھذا اس مہاجرہ پر عدت واجب نہیں ہوگی۔

﴿مہاجرہ عورت کا وضع حمل سے قبل نکاح کرنا﴾

دوسری صورت یہ ہے کہ ہجرت کر کے دار الاسلام آنے والی عورت حاملہ ہو تو اس صورت میں وضع حمل سے پہلے نکاح نہ کرے یہ امام محمدؒ کی روایت ہے امام ابوحنیفہؒ سے دوسری روایت امام ابو یوسفؒ اور حسن بن زیادؒ کی ہے کہ نکاح کر لے تو ٹھیک ہے البتہ وضع حمل سے پہلے وطی نہ کرے (قول اول اصح ہے)

س: اِرْتَدَّ اَحَدُ الزَّوْجَيْنِ عَنِ الْاِسْلَامِ (وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ) مَتٰى تَقَعُ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا؟

ج: تَقَعُ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا فِي الْحَالِ ، وَتَكُوْنُ الْفُرْقَةُ بِغَيْرِ طَلَاقٍ

س: مرتد ہو گیا زوجین میں سے ایک اسلام سے (والعیاذ باللہ) کب واقع ہوگی بینونت ان کے درمیان؟

Marfat.com

ج: واقع ہوگئی بینونت ان کے درمیان فی الحال، اور ہو جائیگی فرقت بغیر طلاق کے

﴿مرتد ہو جانے کی صورت میں زوجین کے درمیان جدائی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں سے کوئی العیاذ باللہ مرتد ہو گیا تو ان کے درمیان بینونت کا وقوع کب ہوگا؟
جواب یہ ہے زوجین میں سے کوئی اگر اسلام سے پھر جائے تو ان میں اس وقت جدائی ہو جائے گی، تین حیض گزرنے تک موقوف نہ ہوگی اور یہ فرقت شیخین کے نزدیک بلا طلاق ہوگی، (امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر ردت شوہر کی طرف سے ہوگی تو فرقت طلاق ہوگی) اب اگر شوہر مرتد ہوا ہے اور وہ بیوی سے صحبت کر چکا تو عورت کو پورا مہر ملے گا جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

س: وَمَا حُكْمُ الْمَهْرِ فِيْ ذٰلِكَ ؟

ج: اِنْ كَانَ الزَّوْجُ هُوَ الْمُرْتَدُّ وَقَدْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا كَمَالُ الْمَهْرِ ، وَاِنْ لَّمْ يَدْخُلْ فَلَهَا نِصْفُ الْمَهْرِ ، وَاِنْ كَانَتِ الْمَرْءَةُ هِيَ الْمُرْتَدَّةُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ قَبْلَ الدُّخُوْلَ فَلَا مَهْرَ لَهَا ، وَاِنْ كَانَتِ الرِّدَّةُ بَعْدَ الدُّخُوْلِ فَلَهَا الْمَهْرُ

س: اور کیا حکم ہے مہر کا اس میں؟

ج: اگر خاوند مرتد ہو اور تحقیق دخول کیا ہو اس کے ساتھ تو اس کے لئے پورا مہر ہے، اور اگر نہ کیا ہو تو اس کے لئے آدھا مہر ہے، اور اگر عورت مرتدہ ہوئی پس اگر وہ دخول سے پہلے ہو تو اس کے لئے مہر نہیں اور اگر ہو مرتدہ دخول کے بعد تو اس کے لئے مہر ہے

﴿صورت مذکورہ میں مہر کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے مذکورہ صورت میں مہر کا کیا حکم ہے؟
جواب یہ ہے کہ اگر شوہر مرتد ہوا ہے اور بیوی سے دخول بھی کر چکا ہے تو اس کو پورا مہر دیا جائے گا۔ کیونکہ دخول کی وجہ سے مہر مؤکد ہو چکا ہے جس کو کسی بھی صورت میں ساقط نہیں کیا جا سکتا، اور اگر صحبت نہ کی تو پھر اس صورت میں عورت کو آدھا مہر ملے گا کیونکہ یہ فرقت طلاق قبل الدخول کے مشابہ ہے، اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور اس سے شوہر نے ابھی وطی نہیں کی تو اس صورت میں عورت کو کچھ بھی نہیں ملے گا، کیونکہ اس نے ارتداد کے ذریعہ بضع کو روک لیا جیسے بائع مبیع کو قبضہ سے پہلے تلف کر دے، اور اگر عورت سے وطی ہو چکی ہو تو اس کو پورا مہر ملے گا، کیونکہ وہ دخول کی وجہ سے مؤکد ہو چکا ہے البتہ یہ نفقہ کی حق دار نہ ہوگی، کیونکہ فرقت اس کی طرف سے ہے۔

س: زَوْجَانِ مُسْلِمَانِ اِرْتَدَّا مَعًا (والعیاذ باللہ) ثُمَّ اَسْلَمَا مَعًا مَا حُكْمُ الْفُرْقَةِ بَيْنَهُمْ؟

س: دو مسلمان میاں بیوی مرتد ہو گئے اکٹھے (العیاذ باللہ) پھر اکٹھے مسلمان ہو گئے تو ان کے درمیان فرقت کا کیا حکم ہے؟

ج: لَا فُرْقَةَ بَيْنَهُمَا فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ ، وَهُمَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا .

Marfat.com

ج: نہیں فرقت ان کے درمیان اس صورت میں اور دونوں اپنے نکاح پر ہیں۔

﴿زوجین اکٹھے مرتد ہونے کے بعد اکٹھے مسلمان ہو گئے تو نکاح باقی ہے﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں اکٹھے مرتد ہو گئے پھر دونوں اکٹھے مسلمان ہو گئے تو اس صورت میں ان کے درمیان فرقت کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ میاں بیوی اکٹھے مرتد ہو گئے پھر دونوں اکٹھے ہی مسلمان ہو گئے تو یہ دونوں اپنے نکاح پر رہیں گے تجدید نکاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بنو حنیفہ جو مسیلمہ کذاب کی قوم میں سے ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے، یہ لوگ زکوۃ کا انکار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو گئے پھر خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی طرف صحابہ رضی اللہ عنہم کو لشکر روانہ فرمایا تو وہ لوگ سب مسلمان ہو گئے، لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو تجدید نکاح کا حکم نہیں دیا، اس پر سب صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق تھا۔ لھذا صحابہؓ کا اجماع ہو گیا، اور اجماع کی وجہ سے قیاس ترک کر دیا جاتا ہے۔

س: رَجُلٌ اِرْتَدَّ عَنْ اْلِاسْلَامِ اَوِ امْرَأَةٌ اِرْتَدَّتْ عَنْهُ (والعياذ بالله) وَهُمَا يُرِيْدَانِ التَّزَوُّجَ مَاحُكْمُ فِيْ تَزَوُّجِهِمَا؟

ج: لَا يَجُوْزُ اَنْ يَّتَزَوَّجَ الْمُرْتَدُّ مُسْلِمَةً وَلَا مُرْتَدَّةً وَلَا كَافِرَةً اَصْلِيَّةً، وَكَذَالِكَ الْمُرْتَدَّةُ لَا يَتَزَوَّجُهَا مُسْلِمٌ وَلَا كَافِرٌ وَلَا مُرْتَدٌّ.

س: آدمی مرتد ہو گیا اسلام سے یا عورت مرتدہ ہو گئی اس سے (العیاذ باللہ) اور وہ نکاح کرنا چاہتے ہیں ان کے نکاح کرنے میں کیا حکم ہے

ج: جائز نہیں کہ نکاح کرے مرتد مسلمان عورت سے اور نہ مرتدہ سے اور نہ کافرہ اصلیہ سے اور اسی طرح مرتدہ سے نہ مسلمان نکاح کرے اور نہ کافر اور نہ مرتد۔

﴿مرتد اور مرتدہ کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کوئی آدمی اسلام سے مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ) یا کوئی عورت مرتدہ ہو گئی، ان دونوں کا ارادہ نکاح کا ہے تو ان دونوں کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ یہ جائز نہیں کہ مرتد مسلمان عورت سے نکاح کرے یا مرتدہ سے اور نہ ہی کافرہ اصلیہ سے اسی طرح مرتدہ عورت سے بھی نہ تو مسلمان نکاح کرے نہ کافر نہ مرتد۔ کیونکہ یہ واجب القتل ہیں ان کو جو مہلت دی جاتی ہے وہ صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ غور و فکر کرلیں اور نکاح کرنے سے تو وہ غفلت میں پڑ جائے گا اس کے علاوہ ان کے درمیان مصالح نکاح کا قیام بھی نہیں ہو سکتا حالانکہ نکاح کی مشروعیت اس کی مصلحت کے پیش نظر ہوتی ہے۔

Marfat.com

س: زَوْجَانِ كَافِرَانِ فِي دَارِ الْحَرْبِ سُبِيَ اَحَدُهُمَا وَاُدْخِلَ بِهِ دَارَ الْإِسْلَامِ مَتٰى تَقَعُ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا ؟

س: دو کافر میاں بیوی دارالحرب میں (تھے) ان میں سے ایک قید کرلیا گیا اور داخل کردیا گیا دارالاسلام میں کب واقع ہوگی فرقت ان کے درمیان؟

ج: تَقَعُ الْبَيْنُوْنَةُ بَيْنَهُمَا حِيْنَمَا دَخَلَ دَارَ الْإِسْلَامِ ، وَاِنْ سُبِيَا مَعًا لَمْ تَقَعِ الْبَيْنُوْنَةُ

ج: جب دارالاسلام میں داخل ہوگیا (فورا) ان دونوں کے درمیان فرقت واقع ہوجائیگی اور اگر دونوں اکٹھے قیدی ہوگئے فرقت واقع نہیں ہوگی۔

﴿زوجین میں سے کوئی قید کرکے دارالاسلام میں داخل کردیا گیا تو فورا فرقت واقع ہوجائے گی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کافر تھے دارالحرب ہی رہ رہے تھے ان میں سے ایک گرفتار ہوگیا اور دارالاسلام میں داخل کردیا گیا تو ان کے درمیان بینونت کا وقوع کب ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ دارالاسلام میں داخل ہوتے ہی ان کے درمیان بینونت واقع ہوجائے گی، اور اگر اکٹھے قیدی بنالئے گئے تو پھر ان کے درمیان بینونت واقع نہیں ہوگی۔

اَلْوَلَدُ يَتْبَعُ خَيْرَ الْاَبَوَيْنِ

﴿بچہ تابع ہوگا ماں باپ میں سے بہتر کے﴾

س: وَلَدٌ وُلِدَ بَيْنَ اَبَوَيْنِ اَبُوْهُ مُسْلِمٌ فَمَنْ يَتَّبِعُهُ الْوَلَدُ فِي الدِّيْنِ ؟

ج: يَتَّبِعُ اَبَاهُ وَاِذَا اَسْلَمَ اَحَدُ الزَّوْجَيْنِ وَلَهُمَا وَلَدٌ صَغِيْرٌ يَتَّبِعُهُ الْوَلَدُ، وَيَصِيْرُ مُسْلِمًا بِاِسْلَامِ مَنْ اَسْلَمَ مِنْهُمَا

س: بچہ پیدا ہوا درمیان (الگ الگ مذہب کے) والدین کے اس کا باپ مسلمان ہے (ماں غیر مسلم ہے) پس بچہ دین میں (والدین میں سے) کس کے تابع ہوگا۔

ج: وہ باپ کے تابع ہوگا اور جب مسلمان ہوگیا زوجین میں سے ایک اور ان کی چھوٹی اولاد ہے تو (نابالغ) اولاد اسی کے تابع ہوگی اور ان میں سے جو مسلمان ہوا ہے اسکے تابع ہوکر مسلمان ہوگی

﴿بچہ والدین میں سے مسلمان کے تابع ہوگا﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ایک بچہ پیدا ہوا والد مسلمان ہے ماں مسلمان نہیں ہے تو یہ بچہ ابوین یعنی ماں باپ میں سے کس کے تابع ہوگا؟

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ وہ اپنے باپ کے تابع ہوگا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو تو بچہ دین اسلام پر ہوگا۔ اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے، بشرطیکہ بچہ اور میاں بیوی میں سے جو مسلمان ہے دونوں ایک دار میں ہوں، اگر تباین دارین پایا گیا تو مثلاً باپ تو دارالاسلام میں ہے، بچہ دارالحرب میں ہے یا اس کا عکس تو پھر بچہ اپنے باپ کے اسلام کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے کوئی مسلمان ہوگیا اور اس کا ایک چھوٹا بچہ ہے تو یہ بچہ زوجین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مسلمان ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بچہ کو مسلمان بنانے میں اس پر شفقت ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، دنیا میں تو اس طرح کہ اس کے ساتھ کفار جیسا سلوک نہ ہوگا اور مرنے کے بعد مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ اور آخرت میں یہ کہ جہنم کے عذاب سے نجات پائے گا۔

س: وَلَدٌ بَيْنَ اَبَوَيْنِ وَاحَدُهُمَا كِتَابِيٌّ وَالْاٰخَرُ مَجُوْسِيٌّ فَمَنْ يَتَّبِعُهُ الْوَلَدُ؟

ج: يَتَّبِعُ الْكِتَابِيَّ دُوْنَ الْمَجُوْسِيِّ، وَالْاَصْلُ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ الْوَلَدَ يَتَّبِعُ خَيْرَ الْاَبَوَيْنِ دِيْنًا

س: ایک بچہ (دو مختلف مذہب کے) والدین کے درمیان پیدا ہوا ان میں سے ایک کتابی ہے اور دوسرا مجوسی ہے، بچہ کس کے تابع ہوگا؟

ج: کتابی کے تابع ہوگا نہ کہ مجوسی کے اور قانون اس میں یہ ہے کہ بچہ تابع ہوگا دین کے اعتبار سے ماں باپ میں سے بہتر کے

﴿بچہ خیر الابوین کے تابع ہوگا﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ایک بچہ کے ماں باپ میں سے ایک تو اہل کتاب میں سے ہے اور دوسرا مجوسی ہے تو بچہ کس کے تابع ہوگا، کتابی کے تابع ہوگا یا مجوسی کے تابع ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ بچہ کتابی کے تابع ہوگا مجوسی کے تابع نہیں ہوگا۔ کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ بچہ ابوین میں سے بہتر کے تابع ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ مجوسی کتابی سے بدتر ہے۔ اس لئے کہ اہل کتاب کا دین ان کے دعوے سے آسمانی ہے، اس لئے ان کا ذبیحہ حلال ہے، اور کتابیہ عورت سے نکاح کی اجازت ہے، بخلاف مجوسی کے کہ اس کا دین بالکل باطل ہے۔

﴿فائدہ﴾

(۱) اِذَا تَزَوَّجَ الْكَافِرُ بِغَيْرِ شُهُوْدٍ اَوْ فِيْ عِدَّةِ كَافِرٍ وَذٰلِكَ فِيْ دِيْنِهِمْ جَائِزٌ ثُمَّ اَسْلَمَا اُقِرَّا عَلَيْهِ، وَلَا يَحْتَاجَانِ اِلٰى نِكَاحٍ جَدِيْدٍ

س: جب نکاح کیا کافر نے بغیر گواہوں کے یا کسی کافر کی عدت میں اور یہ ان کے دین میں جائز ہے پھر دونوں مسلمان ہو گئے اسی (نکاح) پر برقرار رہیں گے اور نئے نکاح کی طرف محتاج نہیں ہونگے

Marfat.com

﴿حالت کفر میں گواہوں کے کئے گئے نکاح کا حکم﴾

توضیح: کسی کافر نے کسی کافرہ عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کرلیا اور یہ نکاح ان کے مذھب میں جائز بھی ہے پھر وہ اسلام لے آئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک ان کا نکاح بدستور باقی رہے گا، اور امام زفرؒ کے ہاں فاسد ہوجائے گا۔
صاحبین پہلی صورت یعنی بلاشھود والی میں تو امام صاحبؒ کے ساتھ ہیں اور دوسری صورت (یعنی کسی کافر کی معتدہ کے ساتھ نکاح کر لینے) میں امام زفرؒ کے ساتھ ہیں، امام زفرؒ فرماتے ہیں لا نکاح الا بشھود وغیرہ خطابات سب کے حق میں عام ہیں، لھذا ان کو بھی لازم ہوں گے قبل از اسلام جو ان سے تعرض نہیں کیا جاتا، وہ اس لئے نہیں کہ ان کے عقائد کی تقریر تثبیت مقصود ہوتی ہے، بلکہ اس لئے کہ ان سے اعراض کیا جاتا ہے۔ صاحبین یہ فرماتے ہیں کہ حرمت نکاح معتدہ مجمع علیہ ہے لھذا ان لوگوں کو بھی اس کا التزام کرنا ہے، بخلاف حرمت نکاح بلاشھود کے کہ یہ مختلف فیہ ہے۔
(۲) اِذَا تَزَوَّجَ الْمَجُوْسِیُ اُمَّهٗ اَوْبِنْتَهٗ ثُمَّ اَسْلَمَا فُرِّقَ بَيْنَهُمَا
جب نکاح کیا مجوسی نے اپنی ماں یا بیٹی سے پھر اسلام لے آئے تو ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی
توضیح: اگر کسی کافر نے محرمہ عورت مثلاً اپنی ماں یا لڑکی سے نکاح کیا پھر وہ اسلام لائے تو باتفاق ائمہ ان کے درمیان تفریق کردی جائے گی۔ صاحبین کے نزدیک تو ظاھر ہے، کیونکہ ان کے ہاں نکاح محارم کفار کے حق میں بھی باطل ہے۔ اور امام صاحب کے ہاں حرمت چونکہ بقاء نکاح کے منافی ہے اس لئے تفریق ضروری ہے۔

كِتَابُ الرِّضَاعِ

﴿یہ کتاب رضاعت کے بیان میں ہے﴾

س: كَمْ شَهْرًا مُدَّةُ الرِّضَاعِ الَّتِىْ لَا يَجُوْزُ الْاِرْضَاعُ بَعْدَهَا؟
ج: مُدَّةُ الرِّضَاعِ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا، وَعِنْدَهُمَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ سِنَتَانِ
س: کتنے مہینے رضاعت کی مدت کے ہیں جن کے بعد دودھ پلانا جائز نہیں؟
ج: رضاعت کی مدت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تیس مہینے ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک دو سال ہیں

﴿دودھ پلانے کی کل مدت﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ دودھ پلانے کی کل مدت کتنے ماہ ہے جن کے بعد دودھ پلانا درست ہی نہ ہو۔
جواب یہ ہے کہ رضاع کی مدت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تیس ماہ یعنی اڑھائی سال ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو سال ہے یہ مختصر تذکرہ ہے مدت رضاع میں اختلاف کا، تفصیل اس طرح ہے کہ مدت رضاع میں شدید اختلاف ہے امام صاحب اور صاحبین کا

Marfat.com

مذھب تو اوپر بیان ہو چکا ہے امام زفرؒ کے نزدیک تین سال ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک دو سال ہیں، حضرات صاحبینؒ کی دلیل قرآن کریم کی آیت وحمله وفصاله ثلثون شهرا ۔طرز استدلال یہ ہے کہ آیت مبارکہ حمل وفصال دو چیزوں کی مدت تیس ماہ بیان فرمائی گئی ہے اور حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے تو فصال کی مدت دو ماہ باقی رہ گئی ۔امام اعظم ابوحنیفہؒ کی دلیل بھی قرآن کریم کی یہی آیت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں حمل وفصال ہر ایک کی مدت تیس ماہ یعنی اڑھائی سال بیان فر مائی گئی ہے لہذا دودھ پلانے کی کثیر مدت دو سال چھ ماہ ہے رہی یہ بات کہ آپ مدت حمل پھر صرف دو سال کیوں قرار دیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مدت حمل میں کی حدیث پاک سے ثابت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں (صحیحین عن ابن عباس ائمہ ستہ غیر ابن ماجہ عن عائشہ بالفاظ بچہ پیٹ میں دو سال سے زیادہ نہیں رہتا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس قسم کا مضمون شارع کے سماع ہی سے معلوم ہو سکتا ہے تو یقیناً حضرت عائشہؓ نے یہ نبی کریم ﷺ سے سنا ہوگا ۔لھذا یہ حدیث مرفوع کے درجہ میں ہے۔

س: اَیُّ حُکْمٍ یَتَعَلَّقُ بِالرِّضَاعِ؟

ج: اِذَا حَصَلَ الرِّضَاعُ فِیْ مُدَّتِهٖ عَلٰی اخْتِلَافِ الْقَوْلَیْنِ قَلِیْلًا کَانَ اَوْ کَثِیْرًا یَتَعَلَّقُ بِهٖ حُرْمَةُ النِّکَاحِ بَیْنَ الرَّضِیْعَیْنِ وَبَیْنَ الرَّضِیْعِ وَالْمُرْضِعَةِ وَاُصُوْلِ الْمُرْضِعَةِ وَفُرُوْعِهَا ، وَقَدْ ذَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ بَیَانِ الْمُحَرَّمَاتِ الْاُمَّهَاتِ الْمُرْضِعَاتِ وَالْاَخَوَاتِ الْمُرْضَعَاتِ ، وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ

س: کون سا حکم رضاعت سے متعلق ہے؟

ج: جب رضاعت حاصل ہو جائے اپنی مدت میں دونوں قولوں کے اختلاف پر تھوڑا ہو یا زیادہ اس سے نکاح کی حرمت متعلق ہو جا ئیگی رضیعین اور رضیع اور مرضعہ کے اصول کے درمیان اور اس کے فروع کے درمیان اور تحقیق اللہ تعالی نے محرمات کے بیان میں ذکر فرمایا ہے رضاعی ماؤں اور رضاعی بہنوں کو اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نے رضاعت سے حرام کر دیا ہے جو نسب سے حرام کیا

﴿رضاعت سے متعلق حکم﴾

توضیح: جواب یہ ہے کہ اوپر جن مدتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان مدتوں میں اگر کسی عورت نے بچہ کو دودھ پلا دیا تو دودھ پینے والے بچوں کی آپس میں اور دودھ پلانے والی عورت اور دودھ پینے والے بچے کے درمیان اور دودھ پلانے والی عورت کے اصول و فروع اور دودھ پینے والے بچے کے درمیان حرمت نکاح ثابت ہو جائے گی خواہ دودھ تھوڑا پیا ہو یا زیادہ پیا ہو۔اجلہ صحابہ کرامؓ اسی کے قائل ہیں اور حضرات حنفیہ کا یہی مذھب ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ شکم سیر چسکاریوں کے بغیر رضاعت کا ثبوت نہیں ہوتا امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں ۔ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک دو چسکاری یا ایک دو مرتبہ

Marfat.com

چھاتی منہ میں ڈالنا حرام نہیں کرتا، حضرات حنفیہؒ کی دلیل قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے (وامھاتکم الاتی ارضعنکم) اور حدیث مبارکہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب میں کوئی تفصیل نہیں ہے اور خبر واحد کے ذریعے سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے، اور ان اللہ حرم من الرضاعۃ ما حرم من النسب ان حضرات کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپکی پیش فرمودہ روایت منسوخ ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے نسخ کی تصریح ثابت ہے۔ کسی نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں ایک چسکاری حرام نہیں کرتی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ (حکم) پہلے تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ (بحر)

س اِذَا اَرْضَعَتْ اِمْرَأَةٌ صَبِيًّا اَوْ صَبِيَّةً بَعْدَ مُدَّةِ الرِّضَاعِ مَا ذَا حُكْمُهُ؟

ج: اَلْاِرْضَاعُ بَعْدَ مُدَّةِ الرِّضَاعِ لَا يَجُوْزُ، وَاِذَا مَضَتْ مُدَّتُهُ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ

س: جب دودھ پلایا کسی عورت نے بچے کو یا بچی کو رضاع کی مدت کے بعد اس کا کیا حکم ہے؟

ج: رضاع کی مدت کے بعد دودھ پلانا جائز نہیں ہے اور جب اس کی مدت پوری ہو جائے اس کے ساتھ تحریم متعلق نہ ہوگی

﴿مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے سے حرمت متعلق نہ ہوگی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کسی عورت نے ایسے بچے یا بچی کو دودھ پلایا جو مدت رضاعت کی عمر سے آگے بڑھ چکے تھے تو اس صورت میں ثبوت رضاعت کا کیا حکم ہے (کیونکہ ثبوت رضاعت سے حرمت نکاح کا ثبوت ہوگا)

جواب یہ ہے کہ رضاعت کی مدت پوری ہو جانے کے بعد کسی بچہ کو دودھ پلانا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے مدت رضاعت گزر جانے کے بعد کسی بچہ کو دودھ پلا دیا تو اس سے تحریم کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

س: بَيِّنُوا اَحْكَامَ حُرْمَةِ الرِّضَاعِ بِالتَّفْصِيْلِ؟

ج: اِفْهَمْ وَاحْفَظِ الْمَسَائِلَ التَّالِيَةَ

س: بیان کرو تم رضاع کی حرمت کے احکام تفصیل کے ساتھ؟

ج: تو سمجھ اور آنے والے مسائل کو محفوظ کر لے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ (اجمالی طور پر تو حرمت رضاع کے احکام کو بیان کر دیا گیا ہے) اب تفصیلی طور پر رضاع کے احکام بیان کریں۔

جواب یہ ہے کہ (سوال کے مطابق آگے رضاع کے مسائل کی تفصیل بیان کی جارہی ہے) اس لئے اس کو سمجھیں اور آنے والے مسائل کو یاد رکھیں۔

(۱) اِذَا ارْتَضَعَ صَبِيٌّ وَصَبِيَّةٌ عَلٰى ثَدْيِ امْرَأَةٍ حَرُمَ النِّكَاحُ بَيْنَهُمَا

جب بچی اور بچے نے ایک عورت کی چھاتی سے دودھ پیا تو آپس میں ان کا نکاح حرام ہے مسئلہ نمبر (۱) جب کسی بچہ اور بچی نے

Marfat.com

ایک ہی عورت کی چھاتی سے دودھ پی لیا تو ان کے درمیان (حرمت رضاعت ثابت ہو جانے کی وجہ سے) نکاح حرام ہوگا کیونکہ اگر وہ دودھ دو شوہروں سے ہے تو وہ دونوں آپس میں ماں شریک بھائی بہن ہیں اور اگر ایک شوہر سے ہے تو وہ ماں باپ شریک بھائی ہیں اسی طرح دودھ پینے والی لڑکی اور اس دایہ کے لڑکے کے درمیان بھی حلت نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں، نیز دایہ کے پوتے کے درمیان بھی حلت نہیں ہے کیونکہ دایہ کا پوتا بھتیجا ہوتا ہے۔

(۲) لَا يَجُوْزُ اَنْ تَتَزَوَّجَ الْمُرْضِعَةُ اَحَدًا مِنْ وَلَدِ الْمَرْاَةِ الَّتِیْ اَرْضَعَتْهَا

جائز نہیں ہے کہ نکاح کیا جائے دودھ پینے والی کا اس عورت کی اولاد میں سے کسی ایک سے جس کو اس نے دودھ پلایا۔

مسئلہ (۲) جب کسی عورت نے کسی بچی کو دودھ پلا دیا تو اب بعد میں اس بچی کی اولاد میں سے کسی سے اس عورت کا نکاح جائز نہیں ہے۔

(۳) اِذَا اَرْضَعَتِ الْمَرْاَةُ صَبِيَّةً حَرُمَتْ هٰذِهِ الصَّبِيَّةُ عَلٰى زَوْجِهَا وَعَلٰى اٰبَائِهٖ وَاَبْنَائِهٖ، وَيَصِيْرُ الزَّوْجُ الَّذِیْ نَزَلَ لَهَا مِنْهُ اللَّبَنُ اَبًا لِلْمُرْضِعَةِ، وَهٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ يُسَمِّيْهَا الْفُقَهَاءُ بِمَسْاَلَةِ لَبَنِ الْفَحْلِ۔

جب عورت نے دودھ پلایا بچی کو حرام ہوگئی یہ بچی اس کے خاوند پر اور اس کے اباء پر اور اس کے بیٹوں پر، اور وہ خاوند جس سے اس کا دودھ اترا وہ دودھ پینے والی کا باپ ہو جائیگا۔ اور اس مسئلہ کا نام فقہاء مسئلہ لبن الفحل رکھتے ہیں۔

مسئلہ (۳) جب کسی عورت نے کسی بچی کو دودھ پلا دیا تو اب یہ بچی اس عورت کے خاوند پر اور خاوند کے آباء پر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہو جائے گی، اور اس عورت کا وہ خاوند جس سے اس کا دودھ اترا ہے وہ بچی کا باپ ہوگا، یہ مسئلہ حضرات فقہاء کے ہاں لبن الفحل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

(٤): لَا يَتَزَوَّجَ الصَّبِیُّ الْمُرْضِعُ اُخْتَ زَوْجِ الْمُرْضِعَةِ لِاَنَّهَا عَمَّتُهٗ مِنَ الرِّضَاعِ

نہ نکاح کرے دودھ پینے والا بچہ مرضعہ کے خاوند کی بہن سے اس لئے کہ وہ اس کی رضاعی پھوپھی ہے۔

مسئلہ (۴) جس بچے نے کسی عورت کا دودھ پی لیا تو وہ عورت کے شوہر کی بہن سے بھی نکاح نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ اس کی رضاعی پھوپھی ہے۔

(٥): لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَاَةَ ابْنِهٖ مِنَ الرِّضَاعِ كَمَا لَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَتَزَوَّجَ امْرَاَةَ ابْنِهٖ مِنَ النَّسَبِ

نہیں حلال آدمی کے لئے کہ نکاح کرے اپنے بیٹے کی بیوی سے جو رضاعت سے ہو جیسا کہ نہیں حلال اس کے لئے کہ نکاح کرے اپنے بیٹے کی عورت سے جو نسب سے ہو۔

مسئلہ (۵) کسی شخص کے لئے اپنے رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے نسبی بیٹے کی بیوی سے نکاح کرے۔

(٦) يَجُوْزُ اَنْ يَتَزَوَّجَ الرَّجُلُ بِاُخْتِ اَخِيْهِ مِنَ الرِّضَاعِ كَمَا يَجُوْزُ فِیْ بَعْضِ الصُّوَرِ اَنْ يَتَزَوَّجَ بِاُخْتِ اَخِيْهِ مِنَ النَّسَبِ، وَذٰلِكَ مِثْلُ الْاَخِ مِنَ الْاَبِ اِذَا كَانَ لَهٗ اُخْتٌ مِنْ اُمِّهٖ جَازَ لِاَخِيْهِ مِنْ اَبِيْهِ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا

Marfat.com

جائز ہے یہ کہ نکاح کرے آدمی اپنے بھائی کی بہن سے جو کہ رضاع سے ہو جیسا کہ جائز ہے بعض صورتوں میں کہ نکاح کرے اپنے بھائی کی نسبی بہن کے ساتھ اور یہ علاتی بھائی کی مثال ہے کہ جب اس کی اخیافی بہن ہو تو اس کے علاتی بھائی کے لئے نکاح کرنا جائز ہے

مسئلہ (۶) رضاعی بھائی بہن سے نکاح کر لینا جائز ہے، جیسا کہ بعض صورتوں میں نسبی بھائی کی (اخیافی) بہن سے جائز ہے، کیونکہ ان میں کوئی موجب حرمت نہیں ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایک کا علاتی (باپ شریک) بھائی ہے اور اس بھائی کی اخیافی (ماں شریک) بہن ہے تو اس بھائی کو اس بہن سے نکاح کر لینا جائز ہے۔

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ فِي بَيَانِ الْمُحَرَّمَاتِ أَنَّ كُلَّ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ إِلَّا بَعْضَ مَا يُسْتَثْنَى مِنْهُ، فَنُرِيْدُ أَنْ نَّعْلَمَ هٰذَا الْمُسْتَثْنٰى ؟

ج: يُسْتَثْنٰى مِنْهُ الصُّوَرُ التَّالِيَةُ۔

س: تحقیق ذکر کیا تم نے محرمات کے بیان میں کہ بے شک تمام وہ جو حرام ہے نسب سے حرام ہے رضاعت سے مگر بعض وہ جو مستثنیٰ ہے اس سے پس ارادہ کرتے ہیں ہم کہ جان لیں مستثنیٰ کو۔

ج: مستثنیٰ ہے اس سے آنے والی صورتیں۔

(۱) يَجُوْزُ النِّكَاحُ بِأُمِّ أُخْتِهٖ مِنَ الرِّضَاعِ وَلَا يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ بِأُمِّ أُخْتِهٖ مِنَ النَّسَبِ

(۲) يَجُوْزُ أَنْ يَّتَزَوَّجَ أُخْتَ ابْنِهٖ مِنَ الرِّضَاعِ، وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ

(۳) يَجُوْزُ أَنْ يَّنْكِحَ أُمَّ عَمِّهٖ وَعَمَّتِهٖ مِنَ الرِّضَاعِ، وَلَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ

(۱) اپنی بہن کی رضاعی ماں سے نکاح جائز ہے اور نسبی بہن کی ماں سے نکاح جائز نہیں ہے

(۲) اپنے رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز ہے اور نسبی بیٹے کی بہن سے جائز نہیں ہے

(۳) اپنے رضاعی چچا اور پھوپھی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور نسبی سے جائز نہیں ہے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے پیچھے محرمات کے بیان میں یہ قانون ذکر کیا تھا۔ کل ما یحرم من الرضاع یحرم من النسب اور کچھ اس سے مستثنیٰ قرار دیئے تھے ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مستثنیٰ صورتیں کون سی ہیں؟

آنے والی صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں

(۱) رضاعی بہن کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور اپنے نسبی بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے استثناء کی پہلی صورت بیان فرمائی ہے کہ نسبی بہن کی ماں سے تو نکاح حرام ہے۔ کیونکہ اس کی ماں یا تو اس کی بھی ماں ہوگی یا اس کے باپ کی مدخولہ ہوگی دونوں

Marfat.com

صورتوں میں نکاح حرام ہے۔اور رضاعت میں یہ بات نہیں ہے کیونکہ رضاعی بہن کی ماں نہ تو اس کی ماں ہے اور نہ ہی اس کے باپ کی مدخولہ ہے لھذا اس سے نکاح جائز ہوگا۔

(۲) اپنے بیٹے کی رضاعی بہن سے شادی کر لینا جائز ہے، اور یہ نسب میں جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نسب کی صورت میں اپنے بیٹے کی بہن یا تو اپنی لڑکی ہوگی یا ربیبہ ہوگی دونوں صورتوں میں نکاح جائز نہیں ہے اور رضاعت میں یہ دونوں باتیں یعنی اپنی لڑکی یا ربیبہ ہو نا نہیں ہے اس لئے بیٹے کی رضاعی بہن سے نکاح کر لینا جائز ہے۔

(۳) اپنے رضاعی چچا اور پھوپھی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور نسب میں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ان کی نسبی ماں یا تو جد صحیح کی موطوءہ ہوگی یا جد فاسد کی موطوءہ ہوگی دونوں صورتوں میں نکاح جائز نہیں ہے اور رضاعت میں چونکہ یہ بات نہیں ہے اس لئے نکاح جائز ہوگا

س: اِخْتَلَطَ لَبَنُ امْرَأَتَيْنِ فَسُقِيَ رَضِيْعًا أَوْ رَضِيْعَةً بِأَيِّهِمَا يَتَعَلَّقُ التَّحْرِيْمُ ؟

ج: قَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَتَعَلَّقُ التَّحْرِيْمُ بِأَكْثَرِهِمَا ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى : يَتَعَلَّقُ التَّحْرِيْمُ بِهِمَا۔

س: دو عورتوں کا دودھ مل گیا پس پلا دیا گیا بچے یا بچی کو ان دو میں سے کس عورت کے ساتھ تحریم متعلق ہوگی؟

ج: امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ان دو میں سے اس کے ساتھ تحریم متعلق ہوگی جس کا دودھ زیادہ ہے، اور امام محمدؒ نے فرمایا تحریم ان دونوں کے ساتھ متعلق ہوگی۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی طرح دو عورتوں کا دودھ آپس میں مل گیا وہ دودھ کسی بچے یا بچی کو پلا دیا گیا تو اب دو عورتوں میں سے تحریم کس سے متعلق ہوگی؟

جواب یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں ان دو عورتوں میں سے جس عورت کا دودھ غالب ہوگا حرمت بھی متعلق ہوگی امام صاحبؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے کیونکہ وہ دونوں مل کر ایک ہی چیز ہو گئے ہیں اسلئے کم کو زیادہ کے تابع کیا جائے گا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دونوں عورتوں سے حرمت ثابت ہو جائے گی امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ جنس اپنی جنس پر غالب نہیں آتی۔ کیونکہ غلبہ کا تحقیق اس وقت ہوتا ہے جب کہ چیز مغلوب و معدوم ہو جائے اور چیز اپنی جنس میں مل کر معدوم نہیں ہوتی بلکہ اس میں اضافہ اور زیادتی ہی ہوگی اس لئے کہ ان دونوں کا مقصد متحد ہے پس جب ایک چیز اپنی جنس میں مل کر معدوم نہیں ہوتی تو ان میں سے کوئی دودھ کسی کے تابع نہ ہوگا اور حرمت مستقل طور پر دونوں عورتوں سے ثابت ہو جائے گی۔ امام زفرؒ اور امام شافعیؒ بھی امام محمدؒ کے ساتھ ہیں امام ابو حنیفہؒ کی دوسری روایت بھی یہی ہے

س: فَإِنْ نَزَلَ لِلْبِكْرِ لَبَنٌ فَأَرْضَعَتْ صَبِيًّا أَوْ صَبِيَّةً مَا حُكْمُهُ ؟

ج: يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ

Marfat.com

س: پس اگراتر آیاباکرہ کے لئے دودھ پس پلایااس نے بچے کو یا بچی کو اس کا کیا حکم ہے؟
ج: اس کے ساتھ حرمت متعلق ہوجائیگی۔

﴿باکرہ کے دودھ سے حرمت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ باکرہ لڑکی کے پستان سے دودھ نکل آیا وہ دودھ کسی بچے یا بچی کو پلا دیا گیا تو اس کا کیا حکم ہوگا؟
جواب یہ ہے کہ اگر باکرہ کے پستان سے دودھ نکلا اور وہ دودھ کسی بچے یا بچی کو پلا دیا گیا تو اس میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی، کیونکہ نص وامهاتكم الاتی ارضعنكم مطلق ہے اس میں باکرہ اور ثیبہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ باکرہ کا دودھ بھی نشوونما کا سبب ہے لہذا اس سے شبہ بعضیت ثابت ہو جائے گا اور اس شبہ بعضیت وجزئیت کی وجہ سے احتیاطاً حرمت رضاعت ثابت کردی جائے گی۔

س: وَاِنْ نَزَلَ لِلرَّجُلِ لَبَنٌ فَاَرْضَعَ صَبِيًّا اَوْ صَبِيَّةً مَا حُكْمُ التَّحْرِيْمِ بِذٰلِكَ؟
ج: لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ

س: اور اگر اترا آدمی کا دودھ پس پلا دیا اس نے بچے کو یا بچی کو کیا حکم ہے تحریم کا اس کے ساتھ؟
ج: نہیں متعلق ہوگی اس کے ساتھ تحریم۔

﴿مرد کے دودھ سے حرمت ثابت نہ ہوگی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی آدمی کا دودھ اتر آیا وہ دودھ کسی بچے یا بچی کو پلا دیا گیا تو اس صورت میں تحریم کا کیا حکم ہوگا؟
جواب: اگر کسی مرد کا دودھ نکل آیا اور وہ بچہ کو پلا دیا گیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی (اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے) اس کی دلیل یہ کہ مرد کا دودھ حقیقت میں دودھ ہی نہیں ہے، جیسا کہ مچھلی کا خون درحقیقت خون ہی نہیں ہے لہذا اس سے نشوونما بھی نہ ہوگی اور مرد کا دودھ حقیقت میں دودھ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے ولادت متصورہ نہیں ہے ولادت مقصود نہیں تو دودھ بھی متصور نہ ہوگا لہذا اس سے حرمت رضاعت بھی ثابت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

س: صَبِيٌّ وَصَبِيَّةٌ شَرِبَا مِنْ لَبَنِ شَاةٍ مَا ذَا حُكْمُهٗ؟
ج: لَا رِضَاعَ بَيْنَهُمَا

س: بچے اور بچی دونوں نے ایک بکری کا دودھ پیا کیا حکم ہے اس کا؟
ج: ان دونوں کے درمیان رضاعت نہیں۔

﴿ایک بکری کا دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ایک بچے اور بچی نے ایک ہی بکری کا دودھ پیا تو اس صورت کا کیا حکم ہوگا؟

Marfat.com

جواب: ان کے درمیان کوئی رضاع نہیں ہے، کیونکہ آدمی اور جانور کے درمیان کوئی جزئیت نہیں ہے اور حرمت جزئیت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

س: رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَأَةً كَبِيرَةً وَتَزَوَّجَ صَبِيَّةً رَضِيعَةً فَارْضَعَتِ الْكَبِيرَةُ الصَّغِيرَةَ فَمَا حُكْمُ هٰذَا الْإِرْضَاعِ؟

س: کسی آدمی نے ایک بڑی عورت سے نکاح کیا اور ایک دودھ پینے والی بچی سے نکاح کیا پس بڑی نے چھوٹی کو دودھ پلادیا تو اس دودھ پلانے کا کیا حکم ہے۔

ج: حَرُمَتَا عَلَيْهِ كِلْتَاهُمَا

ج: اس پر وہ دونوں حرام ہوگئیں۔

﴿عورت کا شوہر کی منکوحہ صغیرہ کو دودھ پلادینے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے ایک بڑی عورت سے نکاح کیا اور ایک چھوٹی (کم سن) دودھ پیتی بچی سے نکاح کر لیا، ہوا اس طرح کہ بڑی عورت نے بچی کو اپنا دودھ پلادیا اب اس دودھ پلانے کا کیا حکم ہوگا۔

جواب: یہ ہے کہ بڑی عورت اور بچی دونوں شوہر پر حرام ہو جائیں گی۔ بڑی عورت کی تو حرمت مؤبدہ ثابت ہے اور اس لئے کہ وہ اپنے شوہر کی رضاعی ساس ہوگئی اور صغیرہ کے بارے میں قدرے تفصیل ہے وہ یہ کہ اگر اس شوہر نے بڑی عورت سے وطی کی ہو اس کے نتیجے میں بڑی عورت سے بچہ پیدا ہوا اور دودھ اتر آیا، پھر یہ دودھ اس بڑی عورت نے بچی کو پلا دیا تو اس صغیرہ کے ساتھ بھی حرمت مؤبدہ ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر صورت اس طرح ہے کہ اس شخص نے ایسی عورت سے نکاح کیا کہ جو پہلے شوہر سے دودھ والی ہے تو پھر دیکھا جائے گا کہ اس خاوند نے بھی کبیرہ سے دخول کیا ہے یا نہیں کیا اگر تو کرلیا تو بھی حرمت مؤبدہ ثابت ہو جائے گی اور اگر نہیں کیا تو صغیرہ شوہر پر حرام نہیں ہوگی کیونکہ یہ صغیرہ ربیبہ ہے اور ربیبہ کا یہی حکم ہے کہ اگر تو اس کی ماں سے دخول ہو چکا ہو تو اس سے نکاح حرام ہے اور اگر نہ ہوا ہو تو نکاح حرام نہیں ہے حلال ہے۔ (فتح القدیر۔ الکفایہ)

س: وَمَا حُكْمُ وُجُوبِ الْمَهْرِ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ؟

ج: إِنْ كَانَ لَمْ يَدْخُلْ بِالْكَبِيرَةِ فَلَا مَهْرَ لَهَا، وَلِلصَّغِيرَةِ نِصْفُ الْمَهْرِ وَيَرْجِعُ بِهِ عَلَى الْكَبِيرَةِ إِنْ كَانَتْ تَعَمَّدَتْ بِهِ الْفَسَادَ، وَإِنْ لَمْ تَتَعَمَّدِ الْفَسَادَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهَا

س: اور اس صورت میں مہر کے واجب ہونے کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر بڑی سے دخول نہ کیا ہو تو اس کا مہر نہیں ہے اور چھوٹی کے لئے آدھا مہر ہے اور رجوع کرے گا اس میں بڑی پر اگر جان بوجھ کر فساد کیا ہو اور اگر جان بوجھ کر فساد نہ کیا تو کچھ نہیں اس پر

Marfat.com

﴿مذکورہ صورت میں وجوب مہر کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں مہر کے وجوب کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ (اگر تو کبیرہ سے دخول نہیں کیا تو پھر اس کبیرہ کے لیے کوئی مہر نہیں ہے اور چھوٹی کے لئے آدھا مہر ہے اور اس آدھے مہر میں بھی شوہر اس کبیرہ سے رجوع کرے گا، مگر یہ اس صورت میں ہے کہ جب عورت نے جان بوجھ کر نکاح کے فساد کا ارادہ کیا ہو اور اگر نکاح کے فساد کا ارادہ نہیں (بھوک، ہلاکت دور کرنے کا ارادہ ہے) تو اس صورت میں شوہر کو نصف مہر میں عورت کی طرف رجوع کرنے کا حق نہیں ہوگا، اور عورت پر کوئی بھی چیز لازم نہ ہوگی۔

س: وَكَيْفَ يَثْبُتُ الرِّضَاعُ؟

ج: يَثْبُتُ بِشَهَادَةِ رَجُلَيْنِ اَوْرَجُلٍ وَّامْرَأَتَيْنِ ، وَلَاتُقْبَلُ فِي الرِّضَاعِ شَهَادَةُ النِّسَاءِ مُنْفَرِدَةً۔

س: اور کیسے ثابت ہوگی رضاعت؟

ج: ثابت ہو جائیگی گواہی دو آدمیوں یا ایک آدمی کی اور دو عورتوں کی گواہی سے اور نہ قبول کی جائے رضاعت میں اکیلی عورتوں کی گواہی۔

﴿ثبوت رضاعت﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ثبوت رضاعت کیسے ہوگا؟

جواب دو آدمیوں یا ایک آدمی اور دو عورتوں کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ رضاعت کے مسئلہ میں صرف عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہوگی۔ یہ احناف کا مسلک ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اکیلی چار عورتوں کی گواہی رضاعت میں قبول کرلی جائے گی اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہی عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جائے گی، مگر شرط یہ ہے کہ وہ عورت متصف بالعدالت ہو۔ کیونکہ حرمت رضاعت، منجلہ حقوق شرع کے ایک حق ہے پس خبر واحد سے ثابت ہو سکتا ہے جیسے ایک شخص نے گوشت خریدا اور کسی نے اس کو خبر دی کہ یہ مجوسی کا ذبیحہ ہے تو اس کے لئے کھانا جائز نہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ باب نکاح میں ثبوت حرمت زوال ملک سے جدا نہیں ہوتی، کیونکہ بقاء نکاح مع ثبوت حرمت دائمی متصور نہیں ہو سکتا اور بطلان نکاح دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کے بغیر نہیں تو حرمت کا ثبوت بھی اس کے بغیر نہیں ہو سکتا بخلاف گوشت کے مسئلہ کے کہ حرمت تناول زوال ملک سے جدا ہو سکتی ہے جیسے شراب میں حرمت کے باوجود ملک یمین ثابت ہو جاتی ہے۔

س: اِخْتَلَطَ لَبَنُ امْرَأَةٍ بِالْمَاءِ فَشَرِبَ مِنْهُ صَبِيٌّ اَوْصَبِيَّةٌ هَلْ يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ؟

ج: اِذَاكَانَ اللَّبَنُ هُوَ الْغَالِبُ يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيْمُ ، وَاِنْ كَانَ الْمَاءُ هُوَ الْغَالِبُ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيْمُ

س: مل گیا ایک عورت کا دودھ پانی کے ساتھ پس پی لیا اس سے بچے یا بچی نے کیا اس کے ساتھ تحریم متعلق ہوگی؟

Marfat.com

ج: جب دودھ غالب ہو اسکے ساتھ تحریم متعلق ہوگی اور اگر پانی غالب ہو تو اس کے ساتھ تحریم متعلق نہیں ہوگی

﴿پانی ملے دودھ سے حرمت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت کا دودھ پانی میں مل گیا تو اس سے بچے یا بچی نے پی لیا تو کیا اس سے تحریم متعلق ہوگی؟ جواب یہ ہے کہ دیکھا جائے گا کہ دودھ غالب ہے یا پانی غالب ہے اگر تو دودھ غالب ہو تو پھر حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور اگر دودھ پر پانی غالب آ گیا ہو تو پھر حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

﴿دودھ ملے کھانے سے حرمت کا حکم﴾

س: فَإِذَا اخْتَلَطَ لَبَنُ امْرَأَةٍ بِالطَّعَامِ مَاحُكْمُهُ؟

ج: إِذَا اخْتَلَطَ اللَّبَنُ بِالطَّعَامِ لَمْ يَتَعَلَّقْ بِهِ التَّحْرِيمُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَإِنْ كَانَ اللَّبَنُ غَالِبًا، وَقَالَ صَاحِبَاهُ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيمُ إِذَا كَانَ اللَّبَنُ هُوَ الْغَالِبُ

س: پس عورت کا دودھ جب کھانے کے ساتھ مل گیا تو اس (صورت) کیا حکم ہے؟

ج: جب کھانے میں دودھ مل گیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسکے ساتھ تحریم متعلق نہیں ہوگی اگر چہ دودھ غالب ہو، اور صاحبینؒ نے فرمایا جب دودھ غالب ہو اس کے ساتھ تحریم متعلق ہوگی

﴿عورت کا دودھ ملے کھانے سے حرمت رضاعت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کھانے میں عورت کا دودھ مل گیا اور وہ کھانا ایسے چھوٹے بچے کو کھلا دیا گیا جو مدت رضاعت میں ہے تو کیا جس عورت کا دودھ کھانے میں ملا ہے اس کے اور کھانا کھانے والے بچے کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ اور حضرات صاحبینؒ کا اختلاف ہے، امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی اگر چہ دودھ غالب ہو اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر دودھ غالب ہو تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ غالب کا اعتبار ہے بشرطیکہ دودھ کو کسی چیز نے اپنی حالت سے متغیر نہ کیا ہو (جیسا کہ اوپر والے مسئلوں میں گزرا) امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مقصود (یعنی حصول غذا) میں دودھ پر کھانا غالب ہے اگر چہ حقیقت میں غالب نہ تھا اس لئے اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی واضح رہے کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب دودھ ملے کھانے کو آگ نے نہ چھوا ہو یعنی آگ پر پکایا ہو، اگر پکا لیا گیا ہو تو پھر صاحبین کے نزدیک بھی اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی (هکذا فی الهدایہ)

س: وَمَا حُكْمُ التَّحْرِيمِ إِذَا اخْتَلَطَ لَبَنُ امْرَأَةٍ بِالدَّوَاءِ وَشَرِبَهُ رَضِيعٌ؟

Marfat.com

ج: يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيمُ إِذَا كَانَ اللَّبَنُ غَالِباً

س: اور جب عورت کا دودھ دواء کے ساتھ مل گیا اور بچے نے اس کو پی لیا تو تحریم کا کیا حکم ہے

ج: جب دودھ غالب ہو اس کے ساتھ تحریم متعلق ہو جائیگی۔

﴿دوا ملے دودھ سے حرمت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت کا دودھ دوا میں مل گیا اور اس کو دودھ پیتے بچے نے پی لیا تو حرمت رضاعت کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر دوا غالب ہوگی تو حرمت ثابت نہ ہوگی، دودھ غالب ہوگا تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔

س: اِمْرَأَةٌ مَاتَتْ فَحُلِبَ لَبَنُهَا فِي إِنَاءٍ ثُمَّ أُوْجِرَ بِهِ الصَّبِيُّ مَا حُكْمُهُ؟

ج: يَتَعَلَّقُ بِهِ التَّحْرِيمُ۔

س: کوئی عورت فوت ہوگئی پس اسکا دودھ برتن میں نکالا گیا پھر بچے کے حلق میں ٹپکا دیا گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اسکے ساتھ متعلق ہو جائیگی تحریم۔

﴿بچہ کے حلق میں مردہ عورت کے دودھ ٹپکانے سے حرمت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ایک عورت فوت ہوگئی اس کا دودھ ایک برتن میں دوہا گیا اور وہ دودھ بچے یا بچی کے منہ میں ڈال دیا گیا تو اس صورت کا کیا حکم ہے،

جواب: اس صورت میں حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ یہ مسلک احناف امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حرمت ثابت نہ ہوگی۔ کیونکہ حرمت رضاعت کے ثبوت میں اصل عورت ہے اس کے واسطے سے حرمت دوسروں تک متعدی ہو جاتی ہے، اور فوت ہو جانے کے بعد وہ حرمت کا محل ہی نہ رہی یہی وجہ ہے کہ مردہ عورت سے وطی کر لینے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ حرمت رضاعت کا سبب جزئیت کا شبہ ہے جو دودھ میں بایں معنی ہے کہ اس سے بچہ کی نشونما ہوتی ہے۔ اور یہ چیز دودھ میں بہر حال موجود ہے، بخلاف مصاہرت کے کہ وہاں جو وطی میں شبہ جزئیت ہوتا ہے وہاں بایں معنی ہوتا ہے کہ وہ موضع حرث سے ملاقی ہوتا ہے اور مرنے کے بعد اس کا محل حرث ہونا زائل ہو گیا ہے اس لئے یہ دونوں مسئلے جدا ہو گئے۔ فقط واللہ اعلم۔

س: اِخْتَلَطَ لَبَنُ امْرَأَةٍ بِلَبَنِ شَاةٍ فَسُقِيَ صَبِيًّا أَوْ صَبِيَّةً مَا حُكْمُهُ؟

ج: إِنْ كَانَ لَبَنُ الْمَرْأَةِ غَالِباً تَعَلَّقَ بِهِ التَّحْرِيمُ، وَإِنْ غَلَبَ لَبَنُ الشَّاةِ لَمْ يَتَعَلَّقْ

س: عورت کا دودھ بکری کے دودھ کے ساتھ مل گیا پس بچے کو یا بچی کو پلا دیا گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اگر عورت کا دودھ غالب ہو اس کے ساتھ تحریم متعلق ہوگی اور اگر بکری کا دودھ غالب ہو تو (تحریم) متعلق نہیں ہوگی

Marfat.com

﴿بکری اور عورت کے مخلوط دودھ سے حرمت کا حکم﴾

توضیح :سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت کا دودھ بکری کے دودھ میں مل گیا، پھر وہ دودھ بچے یا بچی کو پلا دیا گیا تو اس صورت کا کیا حکم ہوگا؟

جواب اگر تو عورت کا دودھ غالب ہوگا تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور اگر بکری کا دودھ غالب ہوگا تو حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر تفصیل سے لکھ دیا گیا ہے کہ اعتبار ثبوت حرمت رضاعت میں غالب کا ہے نہ کہ مغلوب کا۔

كِتَابُ الطَّلَاق

﴿یہ کتاب الطلاق ہے﴾

کتاب النکاح کے بعد صاحب کتاب کتاب الطلاق لائے ہیں، کیونکہ طلاق کا وجود بغیر نکاح کے ہو ہی نہیں سکتا اس لئے پہلے نکاح کے مسائل لائے پھر کتاب الرضاع کو بھی کتاب الطلاق سے مقدم کر دیا کیونکہ رضاعت سے حرمت مؤبدہ ثابت ہوتی اور طلاق سے حرمت غیر مؤبدہ۔ طلاق اسم مصدر ہے بمعنی تطلیق لغت میں مطلقاً بندکھو لنے کو طلاق کہتے ہیں۔

طلاق کی تعریف :حضرات فقہاء کے ہاں مخصوص الفاظ کے ساتھ قید نکاحی کو اٹھا لینے کو طلاق کہتے ہیں۔

س :إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَأَةً ثُمَّ لَا يَتَوَافَقَانِ مَاذَا يَفْعَلُ الرَّجُلُ ؟

ج :قَدْ اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِحُسْنِ الْمُعَاشَرَةِ وَقَالَ (وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ) فَاِنْ لَّمْ يُمْكِنْ ذٰلِكَ وَاَرَادَ الْمُفَارَقَةَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمَا صُوْرَةَ الْخَلَاصِ، وَهُوَ اَنْ يُّطَلِّقَ الرَّجُلُ الْمَرْاَةَ وَيُخْرِجَهَا مِنْ نِّكَاحِهٖ ، وَالرَّجُلُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ مُطَلِّقٌ وَالْمَرْاَةُ طَالِقٌ اَیْ ذَاتُ طَلَاقٍ

س :جب آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا پھر موافقت نہیں ہوئی تو آدمی کیا کرے؟

ج :تحقیق اللہ تعالیٰ نے حسن معاشرت کا حکم فرمایا (چنانچہ) فرمایا وعاشروھن بالمعروف پس اگر یہ ممکن نہ ہو اور جدائی کا ارادہ کرے تو اللہ نے ان کے لئے چھٹکارے کی صورت بنا دی ہے اور وہ یہ کہ طلاق دے آدمی عورت کو اور نکال دے اسے اپنے نکاح سے اور آدمی اس صورت میں مطلق (طلاق دینے والا) ہے اور عورت طالق یعنی طلاق والی ہے۔

﴿زوجین میں موافقت نہ ہو سکے تو خلاصی کی صورت﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ آدمی نے عورت سے شادی کر لی پھر ان دونوں میں موافقت نہیں ہو سکی تو آدمی کیا کرے؟

جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حسن معاشرت کا حکم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وعاشروھن بالمعروف پھر اگر

Marfat.com

حسن معاشرت ممکن نہ ہو اور جدائی کا ارادہ ہو تو ان دونوں کے لئے خلاصی کی صورت بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرد عورت کو طلاق دے دے اور اس کو اپنے نکاح سے نکال دے، اس صورت میں مرد طلاق دینے والا ہوگا اور عورت طلاق والی ہوگی۔ اس طرح وہ ایک دوسرے سے خلاصی پالیں گے۔

س: هَلْ يَنْقَسِمُ الطَّلَاقُ عَلٰى اَقْسَامٍ؟

ج: اَلطَّلَاقُ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ (۱) اَحْسَنُ الطَّلَاقِ (۲) طَلَاقُ السُّنَّةِ (۳) طَلَاقُ الْبِدْعَةِ فَالْاَوَّلُ: اَنْ يُّطَلِّقَهَا تَطْلِيْقَةً وَّاحِدَةً فِيْ طُهْرٍ لَمْ يُجَامِعْهَا فِيْهِ ثُمَّ لَا يُجَامِعُهَا حَتّٰى يَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَالثَّانِيْ: اَنْ يُّطَلِّقَ الْمَدْخُوْلَ بِهَا ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ فِيْ ثَلَاثَةِ اَطْهَارٍ لَاجِمَاعَ فِيْهَا۔ وَيُسَمِّيْهِ الْفُقَهَاءُ بِالطَّلَاقِ الْحَسَنِ، وَالسُّنَّةُ فِي الطَّلَاقِ مِنْ وَّجْهَيْنِ سُنَّةٌ فِي الْوَقْتِ، وَسُنَّةٌ فِي الْعَدَدِ، فَالسُّنَّةُ فِي الْعَدَدِ يَسْتَوِيْ فِيْهَا الْمَدْخُوْلُ بِهَا وَغَيْرُ الْمَدْخُوْلِ بِهَا، وَالسُّنَّةُ فِي الْوَقْتِ يَثْبُتُ فِي الْمَدْخُوْلِ بِهَا خَاصَّةً وَهُوَ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فِيْ طُهْرٍ لَمْ يُجَامِعْهَا فِيْهِ وَالثَّالِثُ اَنْ يُّطَلِّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ مَجْمُوْعَةٍ فِيْ كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ، اَوْ يُطَلِّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ فِيْ طُهْرٍ وَّاحِدٍ (۱) فَاِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ تَطْلِيْقَةً وَاحِدَةً وَهِيَ مَدْخُوْلٌ بِهَا وَقَعَ الطَّلَاقُ عَلَيْهَا لٰكِنَّهَا لَا تَبِيْنُ مِنْهُ حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا، فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يُّرَاجِعَهَا جَازَ لَهٗ ذٰلِكَ فِي الْعِدَّةِ، وَاِذَا كَانَتْ غَيْرُ مَدْخُوْلٍ بِهَا فَاِنَّهَا تَبِيْنُ مِنْهُ بِتَطْلِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ، وَلَا يَحِلُّ لِلزَّوْجِ اَنْ يُّرَاجِعَهَا فِي الْعِدَّةِ وَلَا بَعْدَ الْعِدَّةِ، وَسَنَشْرَحُ لَكَ هٰذَا فِيْمَا بَعْدُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

س: کیا طلاق کئی قسموں پر منقسم ہوتی ہے؟

ج: طلاق تین قسموں پر ہے (۱) طلاق احسن (۲) طلاق سنت (۳) طلاق بدعت پس پہلی قسم یہ ہے کہ طلاق دے اس کو ایک طلاق ایک طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو پھر اس سے جماع نہ کرے یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ طلاق دے مدخول بھا کو تین طلاقیں تین طہروں میں جس میں جماع نہ کیا ہو اور نام رکھتے ہیں اس کا فقہاء طلاق حسن اور سنت طلاق میں دو صورتیں ہیں (۱) وقت میں سنت اور (۲) عدد میں سنت پس سنتِ عدد میں برابر ہے مدخول بھا، اور غیر مدخول بھا، اور سنت وقت ثابت ہوتی ہے خاص کر مدخول بھا میں اور وہ یہ ہے کہ طلاق دے اس کو ایسے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو۔ اور تیسری یہ ہے کہ طلاق دے اکٹھی تین طلاقیں ایک ہی کلمہ میں یا طلاق دے اس کو تین طلاقیں ایک ہی طہر میں پس جب طلاق دے اپنی بیوی کو ایک طلاق اور وہ مدخول بھا ہو واقع ہو جائیگی طلاق اس پر لیکن وہ بائنہ نہ ہوگی یہانتک کہ پوری ہو جائے اس کی عدت پس جب ارادہ کرے کہ رجوع کرے اس سے اس کے لئے یہ عدت میں جائز ہے اور جب ہو غیر مدخول بھا پس بے شک بائنہ ہو جائیگی اس سے ایک طلاق کے ساتھ اور نہیں حلال خاوند کے لئے کہ اس سے رجوع کرے عدت میں اور عدت کے بعد اور عنقریب تیرے لئے اسکی تفصیل بیان کریں گے بعد میں ان شاء اللہ تعالیٰ

Marfat.com

﴿اقسام طلاق﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کیا طلاق کئی قسموں میں منقسم ہوتی ہے یا طلاق کی ایک ہی قسم ہے۔

جواب، طلاق کی تین قسمیں ہیں۔(۱) احسن الطلاق (۲) طلاق السنہ (۳) طلاق البدعہ

احسن طلاق: طلاق احسن یہ ہے کہ جس طہر میں وطی نہ ہوئی ہو اس میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دینا دوبارہ وطی نہ کرنا یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے کیونکہ حضرات صحابہ کرامؓ اس طرح طلاق دینے کو مستحب سمجھتے تھے اس لئے یہ طلاق احسن ہے۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ حدیث پاک میں تو طلاق کو ابغض المباحات فرمایا گیا ہے تو یہ احسن کیسے ہوگئی۔ جواب یہ ہے کہ یہ طلاق دوسری دو قسموں کے مقابلہ میں احسن ہے نہ کہ فی نفسہ احسن ہے۔ طلاق السنۃ مدخول بہا کو ایسے تین طہروں میں جن میں جماع نہ کیا ہو علیحدہ علیحدہ تین طلاقیں دینے کو طلاق سنت کہتے ہیں، اس طلاق کو فقہاء طلاق حسن کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس کو طلاق سنت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا تھا کہ سنت یہ ہے کہ طہر کا انتظار کرے اور ہر طہر میں طلاق دے (دار قطنی، طبرانی عن ابن عمر) اور طلاق میں سنت دو وجہوں سے ہے (۱) سنت فی الوقت (۲) سنت فی العدد

سنت فی الوقت: خاص کر مدخول بہا میں ثابت ہے (غیر مدخول بہا میں نہیں) اور سنت فی العدد میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا دونوں برابر ہیں۔ سنت فی الوقت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو سنت فی العدد میں دونوں اس لئے برابر ہیں کہ کلمہ واحدہ میں تین طلاقیں دینے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اسے ایک طلاق دے چکنے کے بعد اپنے فعل پر ندامت ہو جائے اور وہ اس کا تدارک کرنا چاہے اور یہ چیز دونوں میں موجود ہے۔

طلاق البدعہ: مدخول بہا کو ایک ہی کلمہ میں تین طلاقیں دینا یا ایک طہر میں یا حالت حیض میں طلاق دینا یہ طلاق طلاق بدعت ہے۔ اسی طرح دو طلاقیں دینا ایک ہی طہر میں یہ بھی اسی میں شامل ہے، پھر کوئی شخص اگر اپنی بیوی کو جو مدخول بہا ہے ایک ہی طلاق دیتا ہے اس پر طلاق تو پڑ جائے گی لیکن وہ بائنہ نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اس کی عدت پوری ہو جائے، پھر اگر دوران عدت اس کا رجوع کرنے کا ارادہ ہو جائے تو اس کے لئے رجوع کرنا جائز ہے عدت گزر جانے کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکے گا۔

اور اگر غیر مدخول بہا کو ایک طلاق دی تو وہ ایک ہی طلاق سے بائنہ ہو جائیگی اور خاوند کے لئے حلال نہ ہوگا کہ وہ اس سے عدت میں یا عدت کے بعد رجوع کرلے۔ اس کی مزید تشریح باب طلاق غیر المدخول بہا اور باب الرجعہ میں آئے گی۔

س: فَإِنْ طَلَّقَ طَلَاقَ الْبِدْعَةِ مَاحُكْمُ هٰذَا الطَّلَاقِ؟

ج: يَقَعُ الطَّلَاقُ بِذٰلِكَ وَيَكُوْنُ الزَّوْجُ عَاصِيًا لِأَنَّهُ خَالَفَ السُّنَّةَ

س: پس اگر طلاق دی طلاق بدعت اس طلاق کا کیا حکم ہے؟

ج: اس کے ساتھ طلاق واقع ہو جائیگی اور خاوند گنہگار ہوگا اس لئے کہ اس نے سنت کی مخالفت کی ہے

Marfat.com

﴿طلاق بدعت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بیوی کو طلاق بدعت دے دی تو اس طلاق کا (وقوع عدم وقوع وغیرہ کے اعتبار سے) کیا حکم ہے۔

جواب: یہ ہے کہ طلاق تو واقع ہو جائے گی لیکن شوہر سنت کی مخالفت کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

س: هَلْ يَقَعُ الطَّلَاقُ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ ؟

ج: يَقَعُ الطَّلَاقُ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ لٰكِنَّهُ مَمْنُوْعٌ فَيَلْزِمُهُ اَنْ يُّرَاجِعَهَا ثُمَّ اِذَا شَاءَ طَلَّقَهَا فِيْ طُهْرٍ لَا جِمَاعَ فِيْهِ وَهٰذَا اِذَا كَانَتْ مَدْخُوْلاً بِهَا ، فَاِنْ طَلَّقَ غَيْرَ الْمَدْخُوْلِ بِهَا فِيْ حَالَةِ الْحَيْضِ جَازَ ذٰلِكَ ۔

س: کیا حیض کی حالت میں طلاق واقع ہو جائے گی؟

ج: واقع ہو جائیگی طلاق حالت حیض میں لیکن وہ ممنوع ہے پس لازم ہے اس پر کہ رجوع کرے اس سے پھر جب چاہے اس کو طلاق دے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو اور یہ جب ہے کہ وہ مدخول بہا ہو پس اگر طلاق دے دی غیر مدخول بہا کو حیض کی حالت میں تو جائز ہے۔

﴿حالت حیض میں دی گئی طلاق کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو کیا یہ طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: حیض کی حالت میں بھی دی گئی طلاق واقع تو ہو جائے گی لیکن ایسا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے پھر اگر شوہر نے بیوی کو طلاق رجعی دی ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس سے رجوع کرے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ صاحبزادہ سے کہو کہ رجوع کر لے۔ (ائمہ ستہ عن ابن عمرؓ) (اس روایت سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حیض کی حالت میں طلاق واقع ہی نہیں ہوتی بالکل غلط ہے وگرنہ نبی کریم ﷺ فرماتے کہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ نے رجوع کرنے کا حکم فرمایا اور ظاہر ہے کہ رجوع طلاق واقع ہونے کے بعد ہی ہوگا بغیر طلاق کے وقوع کے رجوع کا کوئی مطلب نہیں ہے) پھر رجوع کر لینے کے بعد طلاق دینا چاہے تو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو یہ حکم اس وقت ہے جب بیوی مدخول بہا ہو اگر غیر مدخول بہا بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو یہ جائز ہے۔

س: وَمَا حُكْمُ الطَّلَاقِ فِي حَالَةِ الْحَمْلِ ؟

ج: يَجُوْزُ الطَّلَاقُ فِي حَالَةِ الْحَمْلِ وَلَوْ كَانَ عَقِيْبَ الْجِمَاعِ

Marfat.com

س: اور حمل کی حالت میں طلاق کا کیا حکم ہے؟
ج: حمل کی حالت میں طلاق جائز ہے اگر چہ جماع کے بعد ہو۔

﴿حالت حمل میں طلاق کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت کا حالت حمل میں طلاق دے دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حاملہ عورت کو طلاق دے دینا جائز ہے خواہ جماع (کے فورا) بعد ہی کیوں نہ ہو اسکی وجہ یہ کہ حمل کا زمانہ بھی وطی میں رغبت کا زمانہ ہے دو وجہوں سے (ا) حاملہ کے ساتھ وطی غیر معلق ہو گی یعنی ایسا نہیں ہے کہ حاملہ سے دوبارہ وطی کرنے سے ایک اور بچہ پیدا ہو جائے اور دوسری سے ایک بچہ اور، پس خاوند جب یہ سمجھے گا کہ وطی تفریح کے لئے ہے اس سے مزید کوئی بوجھ پڑنے والا نہیں تو وطی میں مزید رغبت ہو گی دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کو اولاد سے فطرۃ محبت ہوتی ہے اور بچہ کی وجہ سے حاملہ سے بھی محبت میں اضافہ ہو گا کمی نہیں اور محبت کی زیادتی داعی الی الوطی ہوتی ہے نہ کہ وطی سے مانع۔

س: رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّطَلِّقَ الْمَدْخُوْلَ بِهَا ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ مُّوَافِقًا لِلسُّنَّةِ كَيْفَ يَفْعَلُ ؟
ج: يُطَلِّقُ تَطْلِيْقَةً وَاحِدَةً فِيْ طُهْرٍ لَاجِمَاعَ فِيْهِ، ثُمَّ يُطَلِّقُ هٰكَذَا فِي الطُّهْرِ الثَّانِيْ ثُمَّ يُطَلِّقُ هٰكَذَا فِي الطُّهْرِ الثَّالِثِ
س: کوئی آدمی ارادہ کرتا ہے کہ طلاق دے مدخول بہا کو تین طلاقیں سنت کے موافق تو وہ کیسے کرے
ج: ایک طہر میں ایک طلاق دے جس میں جماع نہ ہو پھر طلاق دے اسی طرح دوسرے طہر میں پھر طلاق دے اسی طرح تیسرے طہر میں۔

﴿مدخول بہا بیوی کو سنت کے موافق طلاق دینے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے مدخول بہا بیوی کو سنت کے موافق تین طلاقیں دینے کا ارداہ کیا تو وہ کیسے طلاق دے؟

جواب: وہ بیوی کو ایسے طہر میں جس میں اس نے جماع نہ کیا ہو ایک طلاق دے دے پھر دوسرے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو دوسری طلاق دے دے، پھر تیسرے طہر میں جس میں جماع نہ کیا ہو تیسری طلاق دے دے، اس طرح تین طلاقیں دینے والا شخص سنت کے موافق طلاق دینے والا ہو گا۔

س: يُرِيْدُ اَنْ يُّطَلِّقَهَا لِلسُّنَّةِ لٰكِنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْحَيْضِ كَيْفَ يَفْعَلُ
ج: يُطَلِّقُهَا وَاحِدَةً فِيْ شَهْرٍ ، فَاِذَا مَضٰى شَهْرٌ طَلَّقَهَا اُخْرٰى فَاِذَا مَضٰى شَهْرٌ طَلَّقَهَا اُخْرٰى
س: (شوہر) سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہے لیکن وہ حیض والیوں میں سے نہیں ہے تو وہ کیا کرے؟
ج: اس کو ایک مہینہ میں ایک طلاق دے پھر جب مہینہ گزر جائے اس کو دوسری طلاق دے پھر جب مہینہ گزر جائے تو اس کو تیسری

Marfat.com

طلاق دے

سنت کے موافق طلاق دینا

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو سنت کے موافق طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہے، مگر وہ عورت ایسی ہے کہ اس کو حیض نہیں آتا (بچپن کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے) تو اب یہ کیا طریقہ اختیار کرے کہ اس کو دی گئی طلاق موافق سنت ہو، سنت کے مخالف نہ ہو۔ جواب: یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ایک مہینہ ایک طلاق دے پھر جب مہینہ گزر جائے تو اگلے مہینہ میں دوسری طلاق دے دے پھر جب مہینہ گزر جائے تو اگلے مہینہ تیسری طلاق دے دے۔ ایسی عورتیں جو ذوات الحیض ہوں ان کے بارے میں سنت کے موافق طلاق دینے کا یہی طریقہ ہے کہ ہر مہینہ ایک طلاق دے۔ کیونکہ مہینہ صغیرہ اور کبیرہ دونوں کے حق میں حیض کے قائم مقام ہے، قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے وَاللَّائِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِن نِّسَآءِ کُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ وَّاللَّائِیْ لَمْ یَحِضْنَ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم پر ان دونوں قسم کی عورتوں کی عدت طلاق مشتبہ ہو جائے۔ تو ان کا حکم یہ کہ وہ تین ماہ عدت گزاریں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر ان عورتوں کو حیض آتا ہوتا تو ان کی عدت تین حیض ہوتے۔ مگر چونکہ ان کو حیض نہیں آرہا اسلئے انکی عدت تین ماہ ہے پس ثابت ہو گیا کہ مہینہ حیض کے قائم مقام ہے۔

س: هَلْ یَجُوْزُ اَنْ یُّطَلِّقَ الَّتِیْ لَا تَحِیْضُ بِحَیْثُ لَا یَفْصِلُ بَیْنَ وَطْیِهَا وَطَلَاقِهَا بِزَمَانٍ؟

ج یَجُوْزُ ذٰلِكَ۔

س: کیا جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسکو اس طرح طلاق دینا کہ اسکی وطی اور طلاق کے درمیان زمانہ سے فصل نہ ہو جائز ہے؟

ج: یہ جائز ہے۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے اور بیوی ذوات الحیض میں سے نہیں ہے اور وہ طلاق اس طرح دیتا ہے کہ وطی اور طلاق کے درمیان ایک ماہ کا فصل نہیں کرتا تو کیا اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔؟

جواب: یہ ہے کہ اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے، مگر امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ صحبت کرنے اور طلاق دینے میں ایک ماہ کا فصل ضرور کرے، اور یہ اس وقت ہے جب عورت ذوات الحیض سے نہ ہو اور حمل رہنے کی امید نہ ہو اگر عورت ذوات الحیض میں سے ہے تو اس صورت میں بالاتفاق افضل یہی ہے کہ ایک ماہ بعد طلاق دے۔ فقط واللہ اعلم

س: رَجُلٌ اِمْرَاَتُهٗ حَامِلٌ وَیُرِیْدُ اَنْ یُّطَلِّقَهَا لِلسُّنَّةِ ثَلَاثًا کَیْفَ یَفْصِلُ بَیْنَ کُلِّ تَطْلِیْقَةٍ؟

س: کسی آدمی کی بیوی حاملہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تین طلاق سنت دے تو وہ کیسے فصل کرے ہر طلاق کے درمیان؟

ج: یَفْصِلُ بَیْنَ التَّطْلِیْقَتَیْنِ بِشَهْرٍ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَبِیْ یُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا یُطَلِّقُهَا لِلسُّنَّةِ اِلَّا وَاحِدَةً۔

Marfat.com

ج: فصل کرے دو طلاقوں کے درمیان ایک مہینہ کے ساتھ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام محمد نے فرمایا اس کو طلاق سنت نہیں دے سکتا مگر ایک ہی۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی حاملہ بیوی کو موافق سنت تین طلاق دینا چاہے تو وہ ہر طلاق کے درمیان کیسے فصل کرے۔

جواب امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک تو وہ دو طلاقوں کے درمیان ایک ماہ کا فصل کرے یہی قول امام ابو یوسف کا ہے، امام محمد امام شافعی امام مالک امام زفر امام احمد نے فرمایا کہ سنت طلاق صرف ایک طلاق ہے۔ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اباحت طلاق حاجت کی وجہ سے ہے اور مہینہ دلیل حاجت ہے جیسا کہ صغیرہ اور آئسہ کے حق میں ہے، اور حاملہ کے حق میں مہینہ کا دلیل حاجت ہونا اس لیے ہے کہ مہینہ طبیعت سلیمہ کے لئے مطابق تجدد اور رغبت کا زمانہ ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ مہینہ حاملہ کے حق میں بھی دلیل حاجت ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ حکم دلیل حاجت پر دائر ہوتا ہے نا کہ حقیقی حاجت پر اور چونکہ حاملہ عورت کے حق میں دلیل حاجت یعنی مہینہ موجود ہے۔ لھذا اس کے حق میں بھی متفرق طور پر تین ماہ میں طلاق دینے کا حکم مرتب کیا جائے گا۔

س: هَلْ يَقَعُ طَلَاقُ كُلِّ زَوْجٍ؟

ج يَقَعُ طَلَاقُ كُلِّ زَوْجٍ اِذَا كَانَ عَاقِلاً بَالِغًا ، وَلَايَقَعُ طَلَاقُ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُوْنِ وَالنَّائِمِ

س: کیا ہر خاوند کی طلاق واقع ہو جائے گی؟

ج: ہر خاوند کی طلاق واقع ہو جائیگی جب وہ عاقل بالغ ہو اور بچے اور مجنون کی طلاق اور سونے والے کی واقع نہ ہو گی

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کیا جو بھی خاوند بیوی کو طلاق کہہ دے ہر ایک کی طلاق واقع ہو جائے گی؟

جواب یہ ہے کہ ہاں ہر خاوند کی طلاق واقع ہو جائے گی جب وہ عاقل ہو بالغ ہو اور بچہ، مجنون اور سونے والے کی طلاق واقع نہ ہو گی، کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر طلاق نافذ ہو جاتی ہے سوائے بچہ اور دیوانہ (مجنون) کی طلاق کے اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سویا ہوا شخص عدیم الاختیار ہوتا ہے، حالانکہ تصرف کی شرط اختیار فی التکلم ہے اور جب اختیار ہی نہیں تو طلاق بھی واقع نہ ہو گی۔

س: وَمَاحُكْمُ طَلَاقِ السُّكْرَانِ وَالْمُكْرِهِ ؟

ج يَقَعُ طَلَاقُهُمَا۔

س: اور نشے والے اور مجبور کیے ہوئے کی طلاق کا کیا حکم ہے؟

ج: واقع ہو جائیگی ان دونوں کی طلاق۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ نشے سے مست اور وہ شخص جسے طلاق دینے پر مجبور کر دیا گیا کیا کی طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ عبارت میں سکران سے مراد وہ شخص ہے جو انتہائی نشہ کی حالت میں

Marfat.com

ہوحتی کہ زمین وآسمان میں امتیاز نہ کر سکے مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص انتہائی نشہ کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس شخص کی عقل ایسے سبب سے زائل ہوئی ہے جو گناہ و معصیت ہے یعنی شراب وغیرہ کا پینا اس لئے اس شخص کو زجراور توبیخ کرنے کے لئے اس کی عقل کو حکماً باقی قرار دیا گیا ہے۔ پس جب حکماً اس کی عقل باقی ہے تو اس کا طلاق کا ارادہ کرنا بھی صحیح ہوگا اور جب ارادہ طلاق صحیح ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اسی طرح اگر کسی شخص کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اس نے مجبور ہو کر طلاق دے دی تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ طلاق واقع نہ ہوگی، اسی کے قائل امام مالکؒ امام احمدؒ بھی ہیں۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اختیار اور اکراہ جمع نہیں ہو سکتے اور تصرفات شرعیہ اختیار ہی سے معتبر ہوتے ہیں، پس اختیار نہ ہونے کی وجہ سے مکرہ کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مکرہ نے اپنی منکوحہ پر طلاق واقع کرنے کا ارادہ کیا ہے، اس حال میں کہ اس کو طلاق واقع کرنے کی لیاقت بھی ہے لھذا طلاق واقع ہو جائے گی رہی یہ بات کہ اس نے اختیار سے طلاق نہیں دی تو یہ بھی قابل تسلیم نہیں ہے اس لئے کہ مکرہ کے سامنے دو برائیاں تھیں ایک جان کا ضائع ہونا اور دوسرا بیوی کا ضائع ہونا یعنی طلاق نہ دی تو جان گئی اور طلاق دی تو بیوی گئی تو اس شخص نے ان دو میں سے آسان یعنی بیوی کا جانا اختیار کر لیا اور دو برائیوں کو پہچانا اور اہون کو اختیار کر لینا یہی قصد واختیار کی علامت ہے، فقط واللہ اعلم

﴿گونگے کی طلاق کا حکم﴾

س: وَمَا حُكْمُ طَلَاقِ الْأَخْرَسِ ؟

ج: يَقَعُ طَلَاقُهٗ بِالْإِشَارَةِ .

س: اور گونگے کی طلاق کا کیا حکم ہے؟

ج: اس کی طلاق اشارہ کے ساتھ واقع ہو جائیگی۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ گونگے کی طلاق کا کیا حکم ہے یعنی وہ اگر اشارہ سے بیوی کو طلاق دے دیتا ہے تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

جواب یہ ہے کہ گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہو جائے گی، اس کی دلیل یہ ہے کہ گونگے کا اشارہ مشہور و معین ہے، اس لیے اشارہ عبارت کی طرح ہوگا، پس اس کے اشارہ سے نکاح، طلاق، عتاق، بیع وشرا سب صحیح ہوں گے، خواہ وہ گونگا کتابت پر قادر ہو یا نہ ہو۔ بعض شوافع حضرات فرماتے ہیں کہ جو گونگا کتابت پر قادر ہو اس کی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اشارہ کتابت کے مقابلہ میں اولی ہے اس سے ضرورت پوری ہوگی، جب اس سے ضرورت پوری ہوگئی تو اشارہ تکلم کی طرح نہ ہوگا لہذا کتابت پر قادر گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع نہ ہوگی۔

Marfat.com

س: عَبْدٌ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً بِاِذْنِ مَوْلَاهُ مَنْ يُّطَلِّقُهَا ؟

ج: يُطَلِّقُهَا الْمُتَزَوِّجُ أَعْنِي الْعَبْدَ ، فَإِذَا طَلَّقَ وَقَعَ الطَّلَاقُ، وَلَا يَقَعُ طَلَاقُ الْمَوْلٰى عَلٰى امْرَأَةِ عَبْدِهٖ

س: کسی غلام نے اپنے مولی کی اجازت کے ساتھ کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کو کون طلاق دے گا؟

ج: طلاق دے گا اس کو خاوند مراد لیتا ہوں میں غلام کو پس جب طلاق دے گا طلاق واقع ہو جائیگی اور مولی کی طلاق اس کے غلام کی بیوی پر واقع نہ ہوگی۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی غلام نے اپنے مولی کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کر لیا تو اب اس عورت کو طلاق کون دے سکتا ہے شوہر غلام یا آقا؟

جواب یہ ہے کہ اس کو متزوج یعنی جس غلام نے شادی کی ہے وہ طلاق دے سکتا ہے پس جب وہ طلاق دے دے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی، مولی اگر اپنے غلام کی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ ملک نکاح غلام کا حق ہے نہ کہ مولی کا پس اس کا ساقط کرنا بھی اسی غلام کا حق ہوگا نہ کہ مولی کا۔

بَابُ اِيْقَاعِ الطَّلَاقِ

﴿یہ باب طلاق واقع کرنے کے بیان میں آیا ہے﴾

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ اَنَّهٗ يَجُوْزُ الْمُرَاجَعَةُ بَعْدَ الطَّلَاقِ الرَّجْعِيِّ فَهَلْ هُنَاكَ طَلَاقٌ لَا يَجُوْزُ الرُّجُوْعُ بَعْدَهٗ ؟

ج: اَلطَّلَاقُ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَنْحَاءٍ طَلَاقٌ رَجْعِيٌّ يَجُوْزُ الرُّجُوْعُ بَعْدَهٗ فِي الْعِدَّةِ وَطَلَاقٌ بَائِنٌ لَا يَجُوْزُ الرُّجُوْعُ بَعْدَهٗ اِلَّا بِنِكَاحٍ جَدِيْدٍ وَطَلَاقٌ مُغَلَّظٌ لَا يَجُوْزُ النِّكَاحُ بَعْدُ بِذٰلِكَ الزَّوْجِ حَتّٰى تَنْكِحَ الْمَرْأَةُ زَوْجًا غَيْرَهٗ بَعْدَ مُضِيِّ الْعِدَّةِ وَيُجَامِعُهَا الزَّوْجُ الثَّانِيْ ثُمَّ يَمُوْتُ عَنْهَا اَوْ يُطَلِّقُهَا وَتَمْضِيْ عِدَّتُهَا

س: تحقیق تم نے ذکر کیا کہ طلاق رجعی کے بعد مراجعت جائز ہے پس کیا کوئی طلاق ہے کہ اس کے بعد رجوع جائز نہ ہو؟

ج: طلاق تین قسموں پر ہے طلاق رجعی اس کے بعد عدت میں رجوع جائز ہے اور طلاق بائن اس کے بعد رجوع جائز نہیں مگر نئے نکاح کے ساتھ اور طلاق مغلظہ کے بعد نکاح جائز نہیں اس خاوند کے ساتھ، یہاں تک کہ عدت کے گزرنے کے بعد عورت اس کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرے اور زوج ثانی اس سے جماع کرے پھر مر جائے یا اس کو طلاق دے دے اور اس کی عدت پوری ہو جائے

﴿طلاق رجعی و بائن اور مغلظ کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ پیچھے تم نے یہ کہا تھا کہ طلاق کے بعد مراجعت جائز ہے تو کیا کوئی ایسی طلاق بھی ہے جس کے بعد رجوع نہ ہو سکتا ہو؟

Marfat.com

جواب: طلاق کی تین قسمیں ہیں

(۱) طلاق رجعی۔ طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ طلاق دے چکنے کے بعد عدت میں رجوع جائز ہے

(۲) طلاق بائن۔ طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ نکاح جدید کے بغیر رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳) طلاق مغلظہ۔ طلاق مغلظہ کا حکم یہ ہے کہ اس کے بعد اس مرد سے نکاح جائز نہیں ہے یہاں تک کہ یہ عورت کسی اور شخص سے نکاح کرلے اور وہ خاوند اس سے جماع کرلے پھر جماع کے بعد وہ خاوند فوت ہو جائے یا اس عورت کو طلاق دے دے پھر اس کی عدت پوری ہو جائے۔ اس صورت میں تو پہلا خاوند دوبارہ اس سے نکاح کرسکتا ہے وگرنہ نہیں کرسکتا۔

س: كَيْفَ يَقَعُ الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ وَالْبَائِنُ ؟

ج: اَلطَّلَاقُ عَلٰى ضَرْبَيْنِ مِنْ حَيْثُ الْاَلْفَاظِ (۱) صَرِيْحٌ (۲) كِنَايَةٌ ، فَالصَّرِيْحُ قَوْلُ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ ، اَوْ مُطَلَّقَةٌ ، اَوْ طَلَّقْتُكِ ، وَيَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ وَلَا يَقَعُ بِهٖ اِلَّا وَاحِدَةٌ وَاِنْ نَوٰى اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا يَفْتَقِرُ اِلٰى نِيَّةِ الطَّلَاقِ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ ، وَمِنَ الْاَلْفَاظِ الصَّرِيْحَةِ فِي الطَّلَاقِ قَوْلُهٗ : اَنْتِ الطَّلَاقُ وَاَنْتِ طَالِقٌ الطَّلَاقَ ، وَاَنْتِ طَالِقٌ طَلَاقًا ، فَاِنْ لَمْ تَكُنْ لَهٗ نِيَّةٌ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ فَهِيَ وَاحِدَةٌ رَجْعِيَّةٌ ، وَاِنْ نَوٰى ثِنْتَيْنِ لَا يَقَعُ اِلَّا وَاحِدَةٌ ، وَاِنْ نَوٰى ثَلَاثًا فَثَلَاثٌ ، وَلَوْ قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ (مَرَّتَيْنِ) تَقَعُ بِهٖ تَطْلِيْقَتَانِ رَجْعِيَّتَانِ ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى شَانُهٗ (اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ) وَالضَّرْبُ الثَّانِيْ ، اَعْنِي الْكِنَايَةَ (وَهِيَ لَيْسَتْ صَرِيْحَةٌ فِي الطَّلَاقِ) ، لَا يَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ ، اِلَّا بِالنِّيَّةِ ، اَوْ بِدَلَالَةِ الْحَالِ

س: طلاق رجعی اور بائن کیسے واقع ہوگی؟

ج: الفاظ کی حیثیت سے طلاق کی دو قسمیں ہیں (۱) صریح (۲) کنایہ پس صریح آدمی کا کہنا اپنی بیوی کو تجھے طلاق ہے یا تو مطلقہ ہے یا میں نے تجھے طلاق دی اور واقع ہو جائیگی اس کے ساتھ طلاق رجعی اور اس کے ساتھ ایک ہی واقع ہوگی اور اگرچہ نیت کی ہو اس سے زیادہ کی اور نہ محتاج ہوگا طلاق کی نیت کی طرف ان الفاظ کے ساتھ اور طلاق میں الفاظ صریح سے اس کا قول أنت الطلاق اور أنت طالق الطلا ق اور انت طالق طلا قا پس اگر ان الفاظ کے ساتھ اس کی کوئی نیت نہ ہو تو ایک ہی طلاق رجعی ہوگی اور اگر دو کی نیت کی تو (بھی) ایک ہی واقع ہوگی، اور اگر نیت کی تین کی تو تین ہونگی اور اگر کہا کہ تجھے طلاق تجھے طلاق واقع ہونگی اس کے ساتھ دو طلاقیں رجعی فرمایا اللہ تعالیٰ شانہ نے طلاق دو مرتبہ ہے پس روکنا ہے معروف کے ساتھ یا چھوڑنا ہے اچھے طریقہ کے ساتھ اور دوسری قسم، یعنی کنایہ اور یہ (وہ الفاظ ہیں) جو طلاق میں صریح نہ ہوں، ان کے ساتھ طلاق واقع نہ ہوگی، مگر نیت کے ساتھ، یا حال کی دلالت کے ساتھ

﴿الفاظ کی حیثیت سے طلاق کی قسمیں﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ طلاق رجعی اور بائن کیسے واقع ہوگی۔

Marfat.com

جواب: الفاظ کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں (۱) صریح (۲) کنایہ طلاق صریح کی تعریف: طلاق صریح وہ طلاق ہے جس کی مراد بغیر بیان کئے ظاہر ہو جائے۔ صریح طلاق یہ ہے کہ شوہر بیوی سے کہے انت طالق ، انت مطلقة یا طلقتك ، ان الفاظ سے طلاق رجعی واقع ہوگی۔ دلیل یہ ہے کہ یہ الفاظ طلاق کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور غیر طلاق میں استعمال نہیں ہوتے۔ لہذا یہ الفاظ طلاق کے معنی میں صریح ہوں گے۔ اور طلاق صریحی کے بعد آیت وبعولتهن احق بردهن سے رجوع کرنا ثابت ہے اور صریح طلاق نیت کی محتاج بھی نہیں ہے کیونکہ یہ الفاظ غلبہ استعمال کی وجہ سے صریح ہیں اور نیت ابہام دور کرنے کے لئے ہوتی ہے جب ابہام ہی نہیں تو نیت کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔

ان مذکورہ تین الفاظ سے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اگر ان میں سے کوئی لفظ بول کر ایک سے زیادہ کی نیت کی تو عندالحنفیہ پھر بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور طلاق کے الفاظ صریح میں سے یہ تین لفظ بھی ہیں انت طلاق یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقا۔ اگر ان تین الفاظ میں سے شوہر کوئی لفظ بولتا ہے اور وہ کوئی بھی نیت نہیں کرتا تو ایک طلاق واقع ہوگی کیونکہ الفاظ صریحہ نیت کے محتاج نہیں ہوتے اسی طرح اگر دو کی نیت کرتا ہے تب بھی ایک واقع ہوگی کیونکہ مصدر اسم جنس ہے اور اسم جنس کے دو فرد ہوتے ہیں ایک حقیقی ایک حکمی فرد حقیقی ایک طلاق ہے اور فرد حکمی کل کا مجموعہ یعنی تین طلاقیں لہذا اگر دو کی نیت کی تو چونکہ نہ تو وہ فرد حقیقی ہے نہ حکمی ہے لہذا دو واقع نہیں ہوں گی بلکہ ایک واقع ہوگی البتہ اگر تین کی نیت کی تو تین واقع ہو جائیں گی کیونکہ یہ فرد حکمی ہے۔ اور اگر شوہر بیوی سے کہتا ہے انت طالق انت طالق (دو مرتبہ) تو اس عورت پر دو رجعی طلاقیں واقع ہوں گی (جبکہ وہ عورت مدخول بہا ہو) اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے الطلاق مرتن فامساك بمعروف او تسريح باحسان

طلاق کنایہ کی تعریف: طلاق کنایہ وہ طلاق ہے جس کی مراد بغیر بیان کئے ظاہر نہ ہو سکے۔

طلاق کنایہ کا حکم: ان الفاظ سے اس وقت تک قضاء طلاق واقع نہ ہوگی جب تک کہ طلاق کی نیت نہ کی گئی ہو یا حال کی دلالت کی وجہ سے طلاق کے معنی متعین نہ ہو گئے ہوں۔ کیونکہ کنائی الفاظ میں طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال ہوتا ہے اور بلا ترجیح کسی ایک کو متعین کرنا جائز نہیں ہے۔ اور مرجح نیت ہے یا دلالت حال، مثلاً میاں بیوی کے درمیان طلاق کے متعلق گفتگو جاری تھی، عورت نے شوہر سے کہا مجھے طلاق دے دو تو شوہر نے اعتدی کہہ دیا، یا استبرئی، انت واحدة کہہ دیا، تو ان الفاظ میں طلاق اور غیر طلاق دونوں کا احتمال ہے، مثلاً اعتدی میں ایک احتمال تو یہی ہے کہ عدت (طلاق) گزار لے اور دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو شمار کر اسی طرح استبرئی میں بھی دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ تو اپنے رحم کی صفائی حاصل کر کیونکہ تو مطلقہ ہوگئی ہے اور دوسرا احتمال یہ کہ تو رحم صاف کرتا کہ میں تجھے طلاق دوں، اسی طرح انت واحدة میں بھی دو احتمال ہیں۔ ایک احتمال تو یہ ہے کہ تو مطلقہ بطلاق واحدہ ہے اور دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ تو میرے نزدیک اپنی خوبیاں کے اعتبار سے ایک ہی ہے لیکن چونکہ خاوند کی زبان سے یہ جملہ اس وقت نکلا ہے جب طلاق میں گفتگو جاری تھی اس لئے حالت مذاکرہ دلالت کر رہی ہے شوہر کی مراد طلاق ہے لہذا ایک طلاق رجعی واقع ہوگی۔

Marfat.com

س: نُرِيْدُ زِيَادَةَ الْإِيْضَاحِ فِي ذٰلِكَ؟

ج: اَلْفَاظُ الْكِنَايَةِ عَلٰى ضَرْبَيْنِ، ثَلَاثَةٌ مِّنْهَا يَقَعُ بِهَا الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ وَلَا يَقَعُ بِهَا اِلَّا وَاحِدَةٌ، وَاِنْ نَوٰى ثِنْتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا، وَهِيَ قَوْلُهٗ: اِعْتَدِّيْ، وَاسْتَبْرِئِيْ رِحْمَكِ وَاَنْتِ وَاحِدَةٌ، وَبَقِيَّةُ الْكِنَايَاتِ: يَقَعُ بِهَا وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ، وَاِنْ نَوٰى ثَلَاثًا كَانَتْ ثَلَاثًا وَاِنْ نَوٰى ثِنْتَيْنِ كَانَتْ وَاحِدَةً وَهٰذِهِ الْاَلْفَاظُ مِثْلُ قَوْلِهٖ، اَنْتِ بَائِنٌ وَبَتَّةٌ، وَبَتْلَةٌ، وَحَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ وَالْحِقِيْ بِاَهْلِكِ، وَاَنْتِ خَلِيَّةٌ، اَوْ بَرِيَّةٌ، وَكَذَا قَوْلُهٗ: وَهَبْتُكِ لِاَهْلِكِ، وَاخْتَارِيْ، وَفَارَقْتُكِ اَنْتِ حُرَّةٌ وَكَذَا قَوْلُهٗ تَقَنَّعِيْ، وَاسْتَتِرِيْ، وَاغْرُبِيْ، وَابْتَغِي الْاَزْوَاجَ، فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ نِيَّةُ الطَّلَاقِ لَمْ يَقَعِ الطَّلَاقُ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِيْ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ فَيَقَعُ الطَّلَاقُ فِي الْقَضَاءِ وَلَا يَقَعُ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا اَنْ يَنْوِيَهٗ، وَاِنْ لَمْ يَكُوْنَا فِيْ مُذَاكَرَةِ الطَّلَاقِ وَكَانَا فِيْ غَضَبٍ اَوْ خُصُوْمَةٍ يَقَعُ الطَّلَاقُ بِكُلِّ لَفْظَةٍ لَا يُقْصَدُ بِهَا السَّبُّ وَالشَّتِيْمَةُ، وَلَا يَقَعُ بِمَا يُقْصَدُ بِهَا السَّبُّ وَالشَّتِيْمَةُ اِلَّا اَنْ يَنْوِيَ الطَّلَاقَ۔ فَالْحَاصِلُ: اَنَّ الطَّلَاقَ الرَّجْعِيَّ يَقَعُ بِاللَّفْظِ الصَّرِيْحِ، وَيَلْتَحِقُ بِهٖ قَوْلُهٗ: اِعْتَدِّيْ وَاسْتَبْرِئِيْ رِحْمَكِ وَاَنْتِ وَاحِدَةٌ، وَالطَّلَاقُ الْبَائِنُ مَا كَانَ بِلَفْظِ الْكِنَايَةِ اِذَا نَوٰى بِهِ الطَّلَاقَ اَوْ كَانَتْ هُنَاكَ دَلَالَةُ الْحَالِ، وَيَصِيْرُ الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ بَائِنًا اِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ وَلَمْ يُرَاجِعْ فِيْهَا وَالطَّلَاقُ الْمُغَلَّظُ: مَا كَانَ بِثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ سَوَاءٌ كَانَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَطْهَارٍ اَوْ فِيْ ثَلَاثَةِ اَشْهُرٍ اَوْ بِكَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ اَوْ ثَلَاثَةٌ فِيْ طُهْرٍ وَّاحِدٍ، اَوْ نَوٰى ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ بِلَفْظِ الْكِنَايَةِ اِلَّا مَا اسْتُثْنِيَ مِنْهَا

س: ہم اس میں زیادہ وضاحت چاہتے ہیں؟

ج: الفاظ کنایہ دو قسموں پر ہیں ان میں تین سے طلاق رجعی واقع ہوگی اور اس کے ساتھ ایک ہی واقع ہوگی، اور اگرچہ دو یا تین کی نیت کی ہو اور وہ اس کا قول عدت گزار اور رحم پاک کر اور تو اکیلی ہے اور باقی کنایات کے ساتھ ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور اگر تین کی نیت کی ہو تین واقع ہوں گی، اور دو کی نیت کی ہو تو (بھی) ایک ہی (واقع) ہوگی اور یہ الفاظ جیسے اسکا قول، تو مجھ سے جدا ہے، تیرا تعلق مجھ سے نہیں، تیری رسی تیری گردن پر اور اپنے گھر والوں سے مل جا، اور تو چھوڑ دی گئی، تو بری ہے، اور اس طرح اس کا قول اور میں نے تجھے تیرے اھل کے ہبہ کر دیا، اپنے آپ کو اختیار کر، اور تجھے جدا کر دیا، تو آزاد ہے اور اسی طرح اس کا قول چادر اوڑھ، پردہ کر، دور ہو جا، خاوند تلاش کر اگر تو اس میں اسکی طلاق کی نیت نہ ہو تو ان الفاظ کے ساتھ طلاق واقع نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ مذاکرہ طلاق میں ہوں تو قضاء طلاق واقع ہوگی اور بندے اور اللہ کے درمیان بغیر نیت کے واقع نہ ہوگی اور اگر مذاکرہ طلاق میں نہ ہو اور غصہ یا جھگڑا میں ہو تو ہر اس لفظ کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی جس سے گالی اور ڈانٹنے کا ارادہ نہیں کیا جاتا اور جس کے ساتھ گالی اور ڈانٹ کا ارادہ کیا جاتا ہے اس سے واقع نہ ہوگی مگر یہ کہ طلاق کی نیت کرے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ۔ بے شک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے لفظ صریح کے ساتھ اور ملحق ہے اس کے ساتھ اس کا قول عدت گزار تو اور رحم پاک کر تو اور تو اکیلی ہے اور طلاق

Marfat.com

بائن وہ ہے جو کنایہ کے لفظ کے ساتھ ہو جب اس کے ساتھ طلاق کی نیت کی ہو یا وہاں حال کی دلالت ہو، اور طلاق رجعی بائن ہو جائیگی جب عدت پوری ہوگئی اور اس میں رجوع نہیں کیا۔ اور طلاق مغلظ: وہ ہے جو تین طلاقیں ہوں برابر ہے کہ وہ تین طہروں میں ہوں یا تین مہینوں میں یا ایک ہی کلمہ میں، یا تین ایک ہی طہر میں، یا کنایہ کے لفظ کے ساتھ تین طلاقوں کی نیت کی ہو مگر جو (الفاظ) اس سے مستثنیٰ قرار دئے گئے ہیں۔

﴿الفاظ کنایہ کی مزید توضیح﴾

توضیح سوال کا حاصل یہ ہے کہ طلاق کنایہ کے متعلق ہم مزید توضیح کے طلبگار ہیں۔

جواب: یہ ہے کہ الفاظ کنایہ کی دو قسمیں ہیں ان دو قسموں میں سے تین الفاظ ایسے ہیں جن سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ اور ایک ہی واقع ہوتی ہے اگر چہ شوہر یہ الفاظ بول کر دو یا تین طلاقوں کی ہی نیت کیوں نہ کرلے۔ اور وہ شوہر کے یہ تین الفاظ ہیں۔

اعتدی ، استبرئی رحمك ، انت واحده ۔

فائدہ۔ ان تین الفاظ کی مکمل تشریح و توضیح اوپر ہم بیان کر چکے ہیں۔ وبقية الكنايات الخ کنایات سے طلاق واقع ہوجانے کی توضیح یہ ہے کہ میاں بیوی کے احوال تین قسم پر مشتمل ہیں (۱) حالت رضا (۲) حالت ناراضگی (۳) حالت مذاکرہ۔ طلاق اور کنائی الفاظ میں بھی تین احتمال ہیں ایک یہ کہ ان الفاظ میں طلاق کا رد بھی ہوسکتا ہے اور عورت کے الفاظ کا جواب بھی ہوسکتا ہے جیسے تقنعی، استتری، اغربی (۲) ان الفاظ میں سب وشتم اور جواب کی صلاحیت ہو جیسے خلیہ، بریۃ، حرام، بائن، بتۃ، بتلۃ (۳) ان الفاظ پر طلاق کا رد ہوتا ہو اور نہ ان میں سب وشتم کی صلاحیت ہو جیسے اعتدی ، استبرئی رحمك، انت واحده ، انت حرة ، اختاری ، سرحتك ، فارقتك ۔

اب اگر میاں بیوی رضا کی حالت میں ہوں تو تینوں قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہے اور اگر ناراضگی کی حالت ہو تو پہلے دونوں قسم کے کنایات نیت پر موقوف ہیں۔ اور اگر مذاکرہ طلاق کی حالت ہو تو صرف پہلی قسم کے کنایات نیت پر موقوف ہیں۔ درج ذیل الفاظ میں سے کوئی لفظ اگر خاوند کہتا اور ایک کی نیت کرتا ہے تو ایک ہی واقع ہوگی دو کی نیت کرتا ہے تو پھر بھی ایک ہی واقع ہوگی۔ ہاں اگر تین کی نیت کرتا ہے تو پھر تین واقع ہوجائیں گی مگر تین کا واقع ہوجانا عدد کی حیثیت سے نہیں ہوگا بلکہ اس لئے ہوگا کہ تین طلاقیں حرہ کے حق میں بینونت کی انتہائی قسم ہے، جیسے باندی کے حق میں دو طلاقیں انتہائی ہیں، چنانچہ اگر کوئی باندی کو یہ الفاظ کہہ کر دو کی نیت کرتی ہے تو اس پر دو واقع ہوجائیں گی کیوں کہ دو طلاق باندی کے حق میں انتہائی قسم ہے۔

انت بائنه ، بتة ، بتلة ، حبلك على غاربك ، الحق باهلك ، انت خلية ، انت برية ، وهبتك لاهلك ، اختاری ، فارقتك ، انت حرة ۔ تقنعی ، استتری ، اغربی ، ابتغی الازواج

پھر اگر ان الفاظ کے کہتے وقت شوہر کی طلاق کی نیت نہ ہوگی تو طلاق واقع ہوگی ہی نہیں۔ مگر یہ کہ یہ الفاظ مذاکرہ طلاق کی حالت

Marfat.com

میں کہے جائیں۔ اگر طلاق کے مذاکرہ کی حالت میں کہے گئے تو پھر قضاءً تو طلاق واقع ہو جائے گی (مگر دیانۃً) یعنی فیما بینہ وبین اللہ واقع نہ ہوگی مگر یہ کہ طلاق دینے کی نیت کر لی ہو،

س: اِذَا وَصَفَ الزَّوْجُ الطَّلَاقَ بِضَرْبٍ مِّنَ الزِّيَادَةِ اَیُّ طَلَاقٍ يَقَعُ فِیْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ؟

ج: يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ بَائِنًا، فَاِذَا قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ بَائِنٌ اَوْ اَنْتِ طَالِقٌ اَشَدَّ الطَّلَاقِ اَوْ اَفْحَشَ الطَّلَاقِ اَوْ طَلَاقَ الشَّيْطَانِ اَوْ طَلَاقَ الْبِدْعَةِ اَوْ قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ كَالْجَبَلِ اَوْ مِلَاَ الْبَيْتِ تَبِيْنُ امْرَاَتُهٗ بِذٰلِكَ وَلَا يَجُوْزُ الرُّجُوْعُ بَعْدَهٗ،

س: جب خاوند طلاق دینے میں مزید کوئی صفت بیان کر دے تو ایسی صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی۔

ج: واقع ہو جائیگی اس کے ساتھ طلاق بائن پس جب کہا، تو مطلقہ بائنہ ہے یا تجھے بہت سخت طلاق۔ یا افحش الطلاق یا طلاقِ شیطان یا طلاقِ بدعت یا کہا تجھے طلاق ہے پہاڑ کی طرح یا گھر کے بھراؤ کی طرح، اس کے ساتھ اس کی عورت بائنہ ہو جائیگی اور اس کے بعد رجوع جائز نہیں

﴿وصف زائد کے ساتھ طلاق کو موصوف کرنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ خاوند نے طلاق کو کسی زائد وصف کے ساتھ موصوف کر دیا تو اس صورت میں کون سی طلاق واقع ہوگی؟

جواب: یہ ہے کہ اس صورت میں بیوی پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر خاوند نے بیوی کو خطاب کرتے ہوئے کہا، تو طلاق بائن والی ہے یا تو بڑی سخت طلاق والی ہے یا تو بدترین طلاق والی ہے یا تجھ پر شیطان کی طلاق ہے یا تجھ پر بدعت کی طلاق ہے یا پہاڑ کے برابر طلاق ہے یا گھر بھرنے کے برابر طلاق ہے اس شخص کی عورت بائنہ ہو جائے گی یعنی ان تمام جملوں کے کہنے سے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اس کے بعد شوہر کو رجوع کرنا جائز نہیں ہوگا۔ طلاق بائنہ واقع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ طلاق تو نفس لفظ سے ہی واقع ہوگی اور جب اس نے اس کو ایک زائد لفظ سے متصف کر دیا تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے معنی کا ہونا ضروری ہے جو نفس لفظ میں نہیں ہے اور وہ ہے بینونت تو اب اس عورت پر واقع ہونے والی طلاق، طلاق بائنہ ہوگی نہ کہ رجعی۔

س: اِذَا اَضَافَ الطَّلَاقَ اِلٰى بَعْضِ اَجْزَاءِ الْمَرْاَةِ هَلْ يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ؟

ج: اِذَا اَضَافَ الطَّلَاقَ اِلٰى جُمْلَتِهَا اَوْ اِلٰى مَا يُعَبَّرُ بِهِ مِنَ الْجُمْلَةِ يَقَعُ الطَّلَاقُ مِثْلَ اَنْ يَّقُوْلَ: اَنْتِ طَالِقٌ عُنُقُكِ طَالِقٌ اَوْ رُوْحُكِ طَالِقٌ اَوْ بَدَنُكِ طَالِقٌ اَوْ جَسَدُكِ طَالِقٌ اَوْ فَرْجُكِ طَالِقٌ اَوْ وَجْهُكِ طَالِقٌ وَلَا يَقَعُ الطَّلَاقُ بِقَوْلِهٖ: يَدُكِ طَالِقٌ اَوْ رِجْلُكِ طَالِقٌ، لِاَنَّ الْيَدَ وَالرِّجْلَ لَا يُعَبَّرُ بِهِمَا عَنِ الْجُمْلَةِ

س: جب عورت کے بعض اجزاء کی طرف طلاق کی اضافت کی تو کیا اس کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی؟

Marfat.com

ج: جب طلاق کی اضافت عورت کے کل یا اس (عضو) کی طرف کی جس سے کل کی تعبیر ہوتی ہے طلاق واقع جائیگی جیسا کہ وہ کہے تو مطلقہ ہے یا تیری گردن کو طلاق ہے یا تیری روح کو طلاق ہے یا تیرے بدن کو طلاق ہے یا تیرے جسم کو طلاق ہے یا تیرے فرج کو طلاق ہے یا تیرے چہرے کو طلاق ہے اور نہ واقع ہوگی طلاق اس کے قول تیرا ہاتھ طلاق والا ہے یا تیرا پاؤں طلاق والا ہے، اس لئے کہ ہاتھ اور پاؤں دونوں سے تمام (جسم) کی تعبیر نہیں کی جاتی

﴿بیوی کے بعض اعضاء کی طرف طلاق کی اضافت کا حکم﴾

توضیح سوال کا حاصل یہ ہے کہ جب خاوند نے بیوی کو طلاق دیتے وقت لفظ طلاق کی اضافت بیوی کے جسم کے بعض اعضاء کی طرف کردی تو کیا اس طرح طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں۔

جواب: یہ ہے کہ جب خاوند نے بیوی کو طلاق دیتے ہوئے اس کے کل طرف یا اس کے ایسے عضو کی طرف جس سے کل کی تعبیر ہوتی ہے طلاق کی نسبت کردی تو طلاق واقع ہو جائے گی جیسے وہ کہے کہ تجھے طلاق یا تیری گردن یا تیری روح یا تیرے جسم یا تیری شرمگاہ یا تیرے چہرے کو طلاق تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر خاوند نے اس کے ایسے عضو کی طرف نسبت کردی جس سے کل کی تعبیر نہیں ہوتی جیسے ہاتھ پاؤں تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ مثال کے طور پر یوں کہا یدك طالق رجلك طالق تیرے ہاتھ کو طلاق، تیرے پاؤں کو طلاق، تو ان صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی یہ احناف کے ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے امام شافعیؒ اور امام زفرؒ امام مالکؒ امام احمدؒ ان سب حضرات کا مذہب یہ ہے کہ طلاق واقع ہو جائے گی۔

س: لَمْ يَذْكُرِ الزَّوْجُ فِي الطَّلَاقِ عُضْوًا مِنَ الْأَعْضَاءِ بَلْ ذَكَرَ جُزْءً شَائِعًا مَثَلًا قَالَ نِصْفُكِ طَالِقٌ أَوْ ثُلُثُكِ طَالِقٌ، هَلْ يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ ؟

ج: نَعَمْ يَقَعُ بِذٰلِكَ

س: خاوند نے طلاق میں اعضاء میں سے کوئی عضو ذکر نہیں کیا بلکہ جزء شائع ذکر کیا مثال کے طور پر کہا تیرے نصف کو طلاق یا تیرے ثلث کو طلاق کیا واقع ہو جائیگی اس کے ساتھ طلاق؟

ج: ہاں اس کے ساتھ (طلاق) واقع ہو جائیگی

﴿بیوی کے جزء شائع کی طرف طلاق کی اضافت کا حکم﴾

توضیح سوال کا حاصل یہ ہے کہ خاوند نے طلاق کے الفاظ کہتے وقت بیوی کے اعضاء میں سے کسی عضو کی طرف نسبت نہیں کی بلکہ اس کے جزء شائع کی طرف نسبت کردی مثال کے طور پر اس طرح کہا۔ تیرے نصف کو طلاق ہے یا تیرے ثلث کو طلاق ہے تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی؟ جواب یہ ہے کہ جی ہاں اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

عبارت مذکور جزء شائع کا مطلب یہ ہے کہ جسم کا غیر معین حصہ جو بدن کے ہر حصہ پر صادق آئے اور یہ بھی یاد رہے کہ جزء شائع کل

Marfat.com

کے حکم میں ہوتا ہے لہذا اجزء شائع کی طرف نسبت کل کی طرف نسبت ہوگی لہذا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

س: وَلَوْ نَصَّفَ التَّطْلِيقَةَ الْوَاحِدَةَ اَوْ ثَلَّثَ مَثَلاً قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ نِصْفَ تَطْلِيقَةٍ اَوْ ثُلُثَ تَطْلِيقَةٍ اَوْ ثُلُثَيْ تَطْلِيقَةٍ مَاحُكْمُ هٰذَا التَّطْلِيقِ؟

ج: يَقَعُ بِذٰلِكَ تَطْلِيقَةٌ وَّاحِدَةٌ كَامِلَةٌ لِاَنَّ الطَّلاَ قَ لاَ يَتَجَزّٰى۔

س: اور اگر ایک طلاق کو آدھا یا تہائی بنایا مثال کے طور پر کہا تجھے آدھی طلاق ہے یا طلاق کا تیسرا حصہ ہے یا دو ثلث طلاق ہے اس طلاق کا کیا حکم ہے؟

ج: اس کے ساتھ ایک ہی کامل طلاق واقع ہو جائیگی اس لئے کہ طلاق تقسیم نہیں ہوتی

﴿طلاق کو آدھا اور تہائی کر کے واقع کرنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ خاوند نے طلاق کو نصف کر دیا یا تین حصوں میں تقسیم کر دیا مثال کے طور پر اس طرح کہتا ہے کہ تجھے طلاق ہے آدھی طلاق یا طلاق کا تیسرا حصہ یا طلاق کے دو ثلث تو اس (طرح) طلاق دینے کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ایک کامل طلاق واقع ہوگی آدھی یا تہائی یا دو تہائی واقع نہ ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق متجزی نہیں ہوتی یعنی منقسم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتی اور قاعدہ یہ ہے کہ بعض مالا یتجزی کا ذکر کل کے ذکر کی طرح ہوا کرتا ہے تو گویا نصف طلاق یا ثلث طلاق کا ذکر کرنا کل کا ذکر کرنا ہے، اس لئے ذکر شدہ الفاظ سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی۔

بَابُ تَعْلِيقِ الطَّلاَ قِ بِا لشُّرُوْطِ

﴿طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنے کے بیان میں﴾

س: قَالَ رَجُلٌ لِامْرَأَةٍ: اِنْ تَزَوَّجْتُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ مَاحُكْمُ هٰذِهِ الْاِضَافَةِ؟

ج: يَقَعُ الطَّلاَ قَ عَقِيْبَ النِّكَاحِ فِىْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ

س: آدمی نے کسی عورت سے کہا اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تجھے طلاق ہے اس اضافت کا کیا حکم ہے؟

ج: اس صورت میں نکاح کرنے کے بعد طلاق واقع ہو جائیگی۔

﴿اجنبیہ عورت سے کہنا کہ اگر تجھ سے شادی کی تو طلاق﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی اجنبیہ عورت سے یوں کہا کہ اگر تجھ سے شادی کر لی تو تجھے طلاق ہے تو اس اضافت کا کیا حکم ہے۔

Marfat.com

جواب: یہ ہے کہ جب یہ شخص اس عورت سے نکاح کرے گا تو اس صورت میں نکاح کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔

س: وَاِنْ اَضَافَ الطَّلَاقَ اِلٰی شَرْطٍ مَثَلًا قَالَ لِامْرَأَتِهٖ :اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ مَاذَا حُکْمُہٗ؟

س: اور اگر طلاق کی اضافت کسی شرط کی طرف کی مثلاً اپنی عورت سے کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق اس (صورت) کا کیا حکم ہے؟

ج: یَقَعُ بِہِ الطَّلَاقُ اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ اَیُّ شَرْطٍ کَانَ ۔ اِلَّا اَنْ یَقُوْلَ :اَنْتِ طَالِقٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مُتَّصِلًا فَاِنَّ الطَّلَاقَ لَا یَقَعُ بِہٰذَا الشَّرْطِ

ج: جب شرط پائی گئی طلاق واقع ہو جائے گی خواہ کوئی شرط ہو۔ مگر یہ کہ کہے تجھے طلاق انشاء اللہ، (اور) متصلا (انشاء اللہ کہے) تو طلاق واقع نہیں ہوگی اس شرط کے ساتھ۔

﴿بیوی کو کہنا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق، کہنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ شوہر نے بیوی کو الفاظ طلاق کہتے ہوئے کسی شرط کی طرف اضافت کر دی، مثال کے طور پر بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق تو (اس صورت میں) طلاق واقع ہونے نہ ہونے کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ہے کہ خاوند نے جس شرط کی طرف الفاظ طلاق کی اضافت کی ہے اگر وہ شرط پائی گئی خواہ وہ کوئی بھی شرط ہو تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ مگر انت طالق انشاء اللہ کہنے کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ ان شاء اللہ انت طالق کے متصل بعد کہا ہو۔

دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے طلاق کے ساتھ قسم کھائی یا آزاد کرنے کی اور متصل ان شاء اللہ کہہ دیا تو اس پر حنث نہیں یعنی اس کی قسم ٹوٹے گی نہیں تا کہ طلاق یا اعتاق واقع ہو۔

س: قَالَ لِاَجْنَبِیَّۃٍ :اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ تَزَوَّجَہَا فَدَخَلَتِ الدَّارَ ہَلْ تُطَلَّقُ بِذٰلِکَ ؟

ج: لَا تُطَلَّقُ فِیْ ہٰذِہِ الصُّوْرَۃِ لِاَنَّ الطَّلَاقَ یَقَعُ بَعْدَ وُجُوْدِ الشَّرْطِ اِذَا کَانَ الْحَالِفُ مَالِکًا لِامْرَأَۃٍ مِلْکَ النِّکَاحِ حِیْنَ مَا حَلَفَ اَوْ یُضِیْفُہٗ اِلٰی مِلْکٍ ۔

س: کہا اجنبیہ عورت سے اگر تو داخل ہوئی گھر میں تجھے طلاق پھر اس سے نکاح کر لیا پھر وہ گھر میں داخل ہوئی کیا مطلقہ ہو جائے گی اس کے ساتھ؟

ج: اس صورت میں مطلقہ نہ ہوگی اس لئے کہ طلاق وجود شرط کے بعد واقع ہوتی ہے جب حالف (قسم کھانے والا) عورت کے نکاح کا مالک ہو قسم کھانے کیوقت یا اسکی اضافت کرے ملک کی طرف

Marfat.com

اجنبیہ گھر میں داخل ہو تو طلاق کہنے کا حکم

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی اجنبیہ عورت سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق پھر اس نے اس سے نکاح کرلیا پھر وہ عورت گھر میں داخل ہوگئی تو کیا اس صورت میں وہ مطلقہ ہوجائے گی یا نہیں؟

جواب بیان کردہ صورت میں وہ مطلقہ نہیں ہوگی کیونکہ طلاق شرط کے پائے جانے کے بعد واقع ہوا کرتی ہے جب کہ قسم کھانے والا قسم کھانے کے وقت یا عورت کے ملک نکاح کا مالک ہو یا ملک کی طرف نسبت کرے اور ذکر کردہ صورت میں نہ تو وہ ملک نکاح کا مالک ہے اور نہ ہی اس نے ملک کی طرف نسبت کی ہے اس لئے عورت اس شخص کے نکاح کر لینے کے بعد بھی مطلقہ نہ ہوگی۔

س: وَاَلْفَاظُ الشَّرْطِ مَا هِيَ وَمَاحُكْمُ اسْتِعْمَالِهَا ؟

ج: اَلْفَاظُ الشَّرْطِ: اِنْ، وَاِذَا وَاِذَامَا ، وَمَتَى، وَمَتَى مَا، فَاِذَا اَضَافَ الطَّلَاقَ اِلَى شَرْطٍ بِاَحَدِ هٰذِهِ الْاَلْفَاظِ يَقَعُ الطَّلَاقُ عَقْبَ وُجُوْدِ الشَّرْطِ وَتَنْحَلُّ الْيَمِيْنُ۔

س: الفاظ شرط کیا ہیں اور ان کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

ج: الفاظ شرط یہ ہیں ان، اذا، واذا ما، متی، متی ما، پس جب طلاق کی اضافت کرے کسی شرط کی طرف ان الفاظ میں سے کسی ایک کے ساتھ شرط کے پائے جانے کے ساتھ طلاق واقع ہوجائیگی اور قسم پوری ہوجائے گی۔

الفاظ شرط اور ان کا حکم استعمال

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ الفاظ شرط کون سے ہیں اور ان کے استعمال کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ الفاظ شرط یہ ہیں ان، اذا، اذ ما، متی، متی ما، اگر شوہر ان الفاظ میں سے کسی لفظ کو ذکر کرتے ہوئے طلاق کی کسی شرط کی طرف نسبت کردیتا ہے تو شرط پائے جانے کے بعد طلاق واقع ہوجائے گی اور اس شخص کی قسم پوری ہوجائے گی یعنی ایک بار شرط پائے جانے پر قسم منتھی ہوگئی کیونکہ ذکر شدہ الفاظ لغت کے اعتبار سے تکرار وعموم کا تقاضا نہیں کرتے لہذا جب ایک مرتبہ شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہوجائے اس کے بعد اگر وہ اسی کام کو دوبارہ کرتی ہے تو دوبارہ طلاق کا وقوع نہیں ہوگا جیسا کہ اگلے مسئلے میں آرہا ہے۔

س: مَا مَعْنَى اِنْحِلَالُ الْيَمِيْنِ ؟

ج: مَعْنَاهُ اَنَّهُ اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ مَرَّةً وَوَقَعَ الطَّلَاقُ بِذٰلِكَ لَا يَقَعُ ثَانِيًا بِوُجُوْدِ الشَّرْطِ بَعْدَ هٰذِهِ الْمَرَّةِ لِاَنَّ اَثَرَ الشَّرْطِ قَدْ زَالَ بِوُجُوْدِهٖ مَرَّةً وَّاحِدَةً

س: انحلال یمین کے کیا معنی ہیں

ج: اس کا معنی یہ ہے کہ جب ایک مرتبہ شرط پائی جائے تو اسکے ساتھ طلاق تو واقع ہوجائے گی، اس مرتبہ کے بعد شرط کے پائے جا

Marfat.com

نے کے ساتھ دوسری مرتبہ واقع نہیں ہوگی، اس لئے کہ شرط کا اثر تحقیق زائل ہو چکا ایک مرتبہ پائے جانے کے ساتھ۔

﴿شرط پوری ہونے پر قسم کا منحل ہو کر ختم ہونا﴾

توضیح: کلما کے علاوہ تمام الفاظ شرط کا یہی حکم ہے کہ جب شرط پوری ہوگئی تو یمین (قسم) منحل ہو کر ختم ہو جائے گی دلیل یہ ہے کہ کلما کے علاوہ جتنے بھی الفاظ ہیں (جیسا کہ اوپر گزرا) لغۃ عموم و تکرار کا تقاضا نہیں کرتے لہذا ایک مرتبہ فعل پائے جانے سے شرط پوری ہو جائے گی اور بغیر شرط کے قسم باقی نہیں رہتی اس لئے بعد میں اگر اسی عمل کو دوبارہ دہرایا گیا تو دوبارہ طلاق واقع نہیں ہوگی رہا یہ کہ کلما کے لفظ کا کیا حکم ہے تو اس کی مکمل توضیح آگے آرہی ہے۔

س: هَلْ فِي الْفَاظِ الشَّرْطِ مَا يَتَكَرَّرُ بِهِ الطَّلَاقُ بِتَكَرُّرِ وُجُوْدِ الشَّرْطِ؟

ج: نَعَمْ كَلِمَةُ كُلَّ (مَا) إِذَا اَضَافَ بِهَا الطَّلَاقِ إِلٰى شَرْطٍ يَتَكَرَّرُ الطَّلَاقُ إِذَا تَكَرَّرَ الشَّرْطُ۔

س: کیا الفاظ شرط میں کوئی لفظ ہے جس کے ساتھ شرط کے بار بار پائے جانے کی وجہ سے طلاق متکرر ہو جائے

ج: ہاں کلما کا کلمہ ہے جب اس کے ساتھ طلاق کی اضافت کسی شرط کی طرف کرے گا تو جب شرط متکرر ہوگی طلاق متکرر ہو جائیگی

﴿کلما کے لفظ سے کسی شرط کی طرف طلاق کی اضافت کرنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ الفاظ شرط میں کوئی ایسا لفظ بھی ہے کہ اگر خاوند طلاق کی کسی شرط کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کو ذکر کر دے تو جب بھی شرط پائی جائے گی طلاق واقع ہو جائے گی۔

جواب: جی ہاں وہ کلما کا کلمہ ہے اگر شوہر نے طلاق کی نسبت کسی شرط کی طرف کی اور اس کلمہ یعنی کلما کو ذکر کر دیا تو جب بھی شرط مکرر ہوگی طلاق بھی مکرر ہوگی کیونکہ کلما میں صرف ایک مرتبہ شرط پائے جانے سے قسم منحل ہو کر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ تین بار پایا جانا ضروری ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کلما کا لفظ افعال میں عموم چاہتا ہے قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔ کلما نضجت جلودهم اور تعمیم کے لئے تکرار لازم ہے، اس لئے کلما کے کلمہ کہنے کی صورت میں شرط پائے جانے کے بعد بھی قسم باقی رہے گی۔

س مَثِّلُوْا لِذَالِكَ مِثَالًا

ج: قَالَ رَجُلٌ لِا مْرَأَتِهٖ: كُلَّمَا دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ فَدَخَلَتِ الدَّارَ طُلِّقَتْ، ثُمَّ إِذَا دَخَلَتْ طُلِّقَتْ، ثُمَّ إِذَا دَخَلَتْ طُلِّقَتْ، وَلَا زَائِدَ فِي الشَّرِيْعَةِ عَلٰى ثَلَاثِ طَلَقَاتٍ فَلَا يَقَعُ شَيْئٌ بَعْدَهَا۔

س: اس کی کوئی مثال بیان کرو؟

ج: کسی آدمی نے اپنی بیوی سے کہا جب بھی داخل ہوئی تو گھر میں تو تجھے طلاق ہے پس گھر میں داخل ہوگئی مطلقہ ہو جائے گی پھر جب داخل ہوئی مطلقہ ہو جائیگی پھر جب داخل ہوگی مطلقہ ہو جائی گی اور نہیں زائد شریعت میں تین طلاقوں پر پس نہ واقع ہوگی کچھ اس کے بعد۔

Marfat.com

کلما کے متعلق مذکورہ تفصیل کی مثال

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ تم نے اوپر کلما کے متعلق جو تفصیل بیان کی ہے اس کی کوئی مثال پیش کریں۔

جواب یہ ہے کہ کسی شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کلما دخلت الدار فانت طالق جب بھی تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق پس عورت یکے بعد دیگرے تین مرتبہ گھر میں داخل ہوئی تو اس پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ یعنی ایک مرتبہ داخل ہوئی تو ایک طلاق واقع ہو گئی پھر دوبارہ داخل ہوئی تو دوسری طلاق واقع ہو جائے گی، تیسری مرتبہ داخل ہوئی تو تیسری طلاق واقع ہو گئی۔ پھر چوتھی مرتبہ داخل ہوئی تو طلاق واقع نہیں ہو گی کیونکہ شریعت مطہرہ میں تین ہی طلاقیں ہیں تین سے زائد طلاق نہیں ہے تو جب تیسری طلاق واقع ہو گئی تو اس کے بعد کچھ بھی واقع نہ ہوگا

س: وَقَعَتِ الطَّلَقَاتُ الثَّلَاثُ بِتَكَرُّرِ الشَّرْطِ فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ وَدَخَلَتِ الدَّارَ هَلْ يَقَعُ عَلَيْهَا شَيْئٌ مِنَ الطَّلَاقِ ؟

ج: لَا يَقَعُ شَيْئٌ

س: اس مسئلہ میں شرط کے متکرر ہونے کی وجہ سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں پھر نکاح کر لیا اس سے دوسرے خاوند کے بعد اور گھر میں داخل ہوئی تو کیا اس پر کوئی چیز طلاق سے واقع ہو گی؟

ج: کوئی چیز واقع نہ ہو گی۔

تکرار شرط کی وجہ سے مغلظہ ہو چکنے کے بعد طلاق کا حکم

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ اوپر والے مسئلہ کے مطابق تکرار شرط کی وجہ سے تین طلاقیں عورت پر واقع ہو گئیں اور یہ مغلظہ ہو گئی، پھر اس کا نکاح کہیں اور ہو گیا وہاں سے اس کو طلاق مل گئی یا شوہر فوت ہو گیا اس نے عدت گزاری اور پھر پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کر لیا تو اس صورت میں بھی اگر وہ گھر میں داخل ہوتی ہے دوبارہ اس پر طلاق واقع ہو گی؟

جواب یہ ہے کہ اب اس پر کچھ بھی واقع نہ ہو گا یعنی ایک طلاق بھی واقع نہیں ہو گی۔

س: إِذَا قَالَ: كُلُّ امْرَأَةٍ أَتَزَوَّجُهَا فَهِيَ طَالِقٌ هَلْ يَقَعُ الطَّلَاقُ عَلٰى كُلِّ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فِي حَيَاتِهٖ ؟

ج: نَعَمْ يَقَعُ الطَّلَاقُ عَقِيْبَ النِّكَاحِ عَلٰى كُلِّ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا طُوْلَ حَيَاتِهٖ لِأَنَّهٗ عَمَّمَ وَشَمَّلَ لَفْظَهٗ، كُلَّ امْرَأَةٍ كَائِنَةً مَّنْ كَانَتْ

س: جب کہا ہر عورت کہ میں اس سے نکاح کروں تو اسے طلاق تو کیا ہر عورت پر طلاق واقع ہوتی رہے گی جس سے اپنی زندگی میں وہ نکاح کرے گا؟

ج: جی ہاں واقع ہو جائیگی طلاق نکاح کے بعد ہر عورت پر جس سے وہ نکاح کرے گا اپنی پوری زندگی میں اس لئے کہ اس نے تعمیم

Marfat.com

کی ہے اور شامل کر دیا اپنے لفظ میں ہر عورت کو جو بھی کوئی ہو

﴿ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق، کہنے کا حکم﴾

توضیح :یہ ہے کہ جب کسی شخص نے کہا ہر وہ عورت جس سے میں نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے کیا وہ اپنی زندگی میں جس کسی عورت سے بھی نکاح کرے گا اس پر ہی طلاق واقع ہو جائے گی؟

جواب۔ہاں وہ اپنی زندگی میں جس کسی عورت سے بھی نکاح کرے گا نکاح کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ اس نے تعمیم کر دی ہے اور اس کا یہ لفظ خواہ کوئی بھی عورت ہو ہر ایک کو شامل ہے، لہذا اب یہ جس کسی عورت سے بھی نکاح کرے گا نکاح ہونے کے فورا بعد اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔اگر چہ وہ سو بار ہی کیوں نہ نکاح کر لے کیونکہ اس نے کلما کا لفظ سبب ملک یعنی تزوج پر داخل کر دیا ہے تو جب بھی تزوج والا فعل پایا جائے گا فورا طلاق واقع ہو جائے گی۔

س: قَالَ لَهَا ـ اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَلَّقَهَا مُنْجِزًا قَبْلَ وُجُوْدِ الشَّرْطِ فَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَدَخَلَتِ الدَّارَ بَعْدَ هٰذَا النِّكَاحِ هَلْتُطَلَّقُ؟

ج نَعَمْ تُطَلَّقُ لِاَنَّ زَوَالَ الْمِلْكِ بَعْدَ الْيَمِيْنِ لَا يُبْطِلُ الْيَمِيْنَ بَلْ يُبْطِلُهَا وُجُوْدُ الشَّرْطِ فَاِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ فِيْ مِلْكِهٖ اِنْحَلَّتِ الْيَمِيْنُ وَوَقَعَ الطَّلَاقُ

س: عورت کو کہا اگر تو داخل ہوگئی گھر میں تو تجھے طلاق ہے پھر طلاق دے دی اس کو فورا شرط پائے جانے سے پہلے پس اسکی عدت پوری ہوگئی پھر اس سے نکاح کر لیا اور داخل ہوگئی گھر میں اس نکاح کے بعد کیا مطلقہ ہو جائیگی؟

ج: ہاں مطلقہ ہو جائیگی اس لئے کہ ملک کا زائل ہو جانا قسم کے بعد یمین کو باطل نہیں کرتا بلکہ باطل کرتا ہے اس کو شرط کا پایا جانا پس جب اسکے ملک میں شرط پائی گئی تو قسم پوری ہو جائے گی اور طلاق واقع ہو جائیگی

﴿ملک کا زائل ہونا یمین کو باطل نہیں کرتا﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے بیوی سے کہا ان دخلت الدار فانت طالق اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے طلاق، ابھی وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوئی تھی کہ شوہر نے اس کو ایک یا دو طلاق بائن دے دی پھر عورت کی عدت پوری ہوگئی عدت کے بعد پھر نکاح کر لیا پھر یہ عورت اس گھر میں داخل ہوگئی تو کیا وہ مطلقہ ہو جائے گی۔

جواب۔جی ہاں وہ مطلقہ ہو جائے گی اس لئے کہ قسم کے بعد ملک کا زائل ہو جانا یمین کو باطل نہیں کرتا، بلکہ وہ شرط کے وجود کو باطل کر دیتا ہے پس جب شرط اس کے ملک میں ہی پائی گئی تو قسم پوری ہوگئی اور طلاق واقع ہوگئی۔

س عَلَّقَ طَلَاقَهَا بِشَرْطٍ ثُمَّ نَجَّزَ الطَّلَاقَ قَبْلَ وُجُوْدِ الشَّرْطِ وَبَانَتْ مِنْهُ ثُمَّ وُجِدَ الشَّرْطُ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا ثَانِياً هَلْ يَقَعُ الطَّلَاقُ بِوُجُوْدِ الشَّرْطِ ؟

Marfat.com

س: عورت کی طلاق کسی شرط پر معلق کردی پھر فوری طلاق دے دی اور وہ بائنہ ہوگئی پھر پائی گئی شرط پھر دوبارہ اس سے نکاح کرلیا کیا وجود شرط کے ساتھ طلاق واقع ہوجائے گی؟

ج: لَا يَقَعُ الطَّلَاقُ، لِاَنَّ الشَّرْطَ قَدْ وُجِدَ فِي غَيْرِ مِلْكِهٖ فَانْحَلَّتْ بِذٰلِكَ يَمِيْنُهٗ

ج: طلاق واقع نہیں ہوگی اسلئے کہ تحقیق شرط پائی گئی اس کے ملک کے علاوہ میں پس اسکے ساتھ اسکی قسم پوری ہوگئی

﴿زوال ملک کی حالت میں وجود شرط سے قسم کا پورا ہونا﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق پھر عورت کو شرط پوری ہونے سے پہلے یعنی گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی ایک یا دو طلاق بائن دے دیں، طلاق ہونے کے بعد یہ بائنہ ہوگئی اب یہ اس گھر میں داخل ہوگئی پھر شوہر نے اس سے دوبارہ نکاح کرلیا نکاح کے بعد پھر شرط پائی گئی یعنی یہ عورت اس گھر میں داخل ہوگئی تو کیا اب دوبارہ اس پر طلاق واقع ہوگی؟

جواب: یہ ہے کہ اس صورت میں نکاح کے بعد جب وہ دوبارہ داخل ہوگی تو اب اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ پہلی مرتبہ شرط اس وقت پائی گئی جب یہ اس کے ملک میں نہیں تھی اس لئے طلاق واقع نہ ہوئی البتہ اس داخل ہونے سے قسم پوری ہوگئی اب چونکہ قسم پوری ہوچکی ہے اس لئے دوبارہ نکاح ثانی کے بعد جب داخل ہوگی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ قسم تو ہر صورت میں ختم ہوجائے گی لیکن طلاق واقع ہونے کے لئے ملک کا پایا جانا شرط ہے اگر ملک نہ ہوگا تو طلاق کا وقوع بھی نہ ہوگا۔

س: عَلَّقَ الطَّلَاقَ بِشَرْطٍ ثُمَّ اخْتَلَفَ الزَّوْجَانِ فِي وُجُوْدِهٖ فَمَنْ يُّقْبَلُ قَوْلُهٗ؟

ج: يُقْبَلُ فِيْهِ قَوْلُ الزَّوْجِ اِلَّا اَنْ تُقِيْمَ الْمَرْاَةُ الْبَيِّنَةَ عَلٰى وُجُوْدِ الشَّرْطِ

س: معلق کیا طلاق کو کسی شرط کے ساتھ پھر اختلاف ہوگیا زوجین کا شرط کے پائے جانے میں پس کس کا قول قبول کیا جائے گا؟

ج: قبول ہوگا اس میں خاوند کا قول مگر یہ کہ قائم کردے عورت گواہ وجود شرط پر

﴿وجود شرط میں زوجین کے درمیان اختلاف کی صورت میں حکم طلاق﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے طلاق کو کسی شرط سے مشروط کردیا پھر اس شرط کے وجود میں میاں بیوی کا اختلاف ہوگیا، تو اس صورت میں کس کی بات قبول کی جائے گی میاں کی یا بیوی کی؟

جواب: یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں خاوند کی بات مقبول ہوگی، ہاں اگر بیوی شرط کے وجود پر گواہ پیش کردے تو پھر عورت کی بات قبول کرلی جائے گی۔

س: بَعْضُ الْاُمُوْرِ لَا يُعْلَمُ اِلَّا مِنْ جِهَتِهَا فَاِنْ عَلَّقَ الطَّلَاقَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ مَثَلًا قَالَ، اِنْ حِضْتِ فَاَنْتِ طَالِقٌ كَيْفَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمَا اِذَا اخْتَلَفَا فِي وُجُوْدِهٖ؟

Marfat.com

س: بعض امور نہیں معلوم ہو سکتے مگر عورت کی طرف سے پس اگر معلق کیا طلاق کو ایسے امور کے ساتھ مثال کے طور پر کہا اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق کیسے فیصلہ کیا جائیگا ان دونوں کے درمیان جب وہ وجود شرط میں اختلاف کریں

ج: يُقْبَلُ فِيْ مِثْلِهَا قَوْلُ الْمَرْأَةِ فِيْ حَقِّ نَفْسِهَا

ج: قبول ہوگا اس میں عورت کا قول اسکے نفس کے حق میں

﴿جس شرط کا وجود صرف عورت سے معلوم ہوسکتا ہو اس میں اختلاف کی صورت میں عورت کی بات قبول ہوگی﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے طلاق کو ایسی شرط پر معلق کر دیا جس کا وجود صرف عورت کی جانب سے ہی معلوم ہو سکتا ہے مثال کے طور پر یوں کہا کہ اگر تو حائضہ ہوگئی تو تجھے طلاق پھر شرط کے پائے جانے میں اختلاف ہو گیا تو اس صورت میں خاوند کا قول مان کر اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا یا عورت کی بات مان کر اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا؟

جواب: یہ ہے کہ اس قسم کی صورتوں میں عورت کی بات ہی قبول کی جائے گی مگر صرف اسی کے حق میں نہ کہ غیر کے حق میں۔

س: مَا مَعْنٰى قَوْلِكُمْ فِيْ حَقِّ نَفْسِهَا ؟

ج: يَتَّضِحُ ذٰلِكَ بِمِثَالٍ نَذْكُرُهُ لَكَ ۔ وَهُوَ اَنَّهُ اِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهِ اِنْ حِضْتِ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَضَرَّتُكِ طَالِقٌ ۔ فَقَالَتْ: حِضْتُ يَقَعُ الطَّلَاقُ عَلَيْهَا لَا عَلٰى ضَرَّتِهَا اِلَّا اَنْ يُّصَدِّقَهَا الزَّوْجُ فَتُطَلَّقَانِ جَمِيْعًا وَكَذٰلِكَ اِذَا قَالَ لَهَا :اِنْ كُنْتِ تُحِبِّيْنَنِيْ اَوْ تُبْغِضِيْنَنِيْ فَاَنْتِ طَالِقٌ فَقَالَتْ اَنَا اُحِبُّكَ اَوْ اُبْغِضُكَ تُطَلَّقُ وَيَكُوْنُ قَوْلُهَا حُجَّةً عَلَيْهَا وَاِنْ اَظْهَرَتْ خِلَافَ مَا اَضْمَرَتْ لٰكِنْ لَا تُصَدَّقُ عَلٰى غَيْرِهَا

س: کیا معنی اسکے قول کا اس کے نفس کے حق میں؟

ج: واضح ہو جائیگا یہ اس مثال کیساتھ جو ہم ذکر کریں گے تیرے لئے اور وہ یہ کہ جب کہا اپنی بیوی کو اگر تو حائضہ ہوگئی تو تجھے طلاق اور تیری سوکن کو طلاق پس کہا میں حائضہ ہوگئی واقع ہو جائیگی طلاق اس پر نہ کہ اسکی سوکن پر مگر یہ کہ تصدیق کر دے اس کی خاوند پس مطلقہ ہو جائیں گی دونوں اور اسی طرح جب اس کو کہا تو مجھ سے محبت کرتی ہے یا مجھ سے بغض رکھتی ہے تو تجھے طلاق اس نے کہا میں تجھ سے محبت کرتی ہوں یا بغض رکھتی ہوں تو مطلقہ ہو جائیگی اور اس کا قول اس پر حجت ہوگا اور اگر چہ ظاہر کیا ہو اس کے خلاف جو پوشیدہ ہے، لیکن اس کے غیر پر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی

﴿عورت کا قول اپنے نفس میں مقبول ہونے کی مثال سے وضاحت﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اوپر والے سوال کے جواب میں فی حق نفسها مکتوب ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

Marfat.com

جواب: یہ ہے کہ ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں جس سے آپ کے لئے اس کی وضاحت ہو جائے گی مثال یہ ہے کہ خاوند نے طلاق کو حیض کے آنے پر معلق کیا اور کہا ان حضت فانت طالق وضرتك طالق اگر تجھے حیض آیا تو تجھے اور تیری سوکن کو طلاق، اب یہ عورت کہتی ہے کہ مجھے حیض آ گیا تو اس عورت پر تو طلاق واقع ہو جائے گی مگر دوسری عورت پر طلاق واقع نہیں ہو گی، کیونکہ اس کی بات اس کے اپنے حق میں تو معتبر ہے دوسرے کے حق میں معتبر نہیں ہے۔

پھر اگر قیاس کو دیکھا جائے تو خود اس پر بھی طلاق واقع نہیں ہونی چاہیے اور اس کا قول اس کے حق میں بھی معتبر نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ شوہر پر حنث کی دعویدار ہے اور شوہر منکر ہے اور قول منکر کا ہی مقبول ہوتا ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ یہاں شرط کے وجود کا علم اسی عورت کی طرف سے ہی ہو سکتا ہے نیز آیت قرآنی ولا یکتمن ما خلق الله فی ارحامهن میں مامور بالاظہار وہی ہے اگر اس کے قول کو معتبر نہ مانا جائے تو پھر وجوب اظہار کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہتا۔ وکذلك الخ خاوند نے بیوی سے کہا ان کنت تحبینی او تبغضینی فا نت طالق بیوی نے جواب میں کہہ دیا کہ میں تو تجھ سے محبت رکھتی ہوں یا بغض رکھتی ہوں تو وہ مطلقہ ہو جائے گی اور اس کا قول اسی کے خلاف حجت ہوگا اگرچہ اس نے اس کے خلاف ہی کیوں نہ کہا ہو جو اس کے دل میں ہے، لیکن اس کے غیر کے خلاف اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔

مزید توضیح اس کی یہ ہے کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ اگر تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو تجھے طلاق یا اس طرح کہا کہ اگر تو مجھ سے نفرت کرتی ہے تو تجھے طلاق عورت نے پہلی صورت میں کہہ دیا میں تجھ سے محبت کرتی ہوں یا دوسری صورت میں کہہ دیا کہ میں تو تجھ سے بغض رکھتی ہوں تو ان دونوں صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی چاہے اس نے بات خلاف حقیقت ہی کیوں نہ کہی ہو یعنی صورت اول میں باوجود بغض کے اس نے محبت کا کہہ دیا ہو یا صورت ثانی میں محبت کے باوجود اس نے بغض کہہ دیا ہو پھر بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ مگر اس صورت میں بھی یاد رہے کہ اس کے قول کا اعتبار صرف اسی کے متعلق ہوگا دوسری کے متعلق اس کے قول کا اعتبار نہیں ہوگا مثلاً خاوند نے اس طرح کہا ان کنت تحبنی فانت طالق وهذه معك) اگر تو مجھ سے محبت کرتی ہے تو تجھے بھی طلاق ہے اور تیرے ساتھ ہی اس تیری سوکن) بھی طلاق ہے اس نے جواب میں کہہ دیا کہ میں تجھ سے محبت رکھتی ہوں تو اس پر تو طلاق واقع ہوگی اس کی سوکن پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

س: قَالَ لَهَا: اِذَا حِضْتِ فَاَنْتَ طَالِقٌ اَوْ قَالَ: اِذَا حِضْتُ حَيْضَةً فَاَنْتَ طَالِقٌ مَا حُكْمُ هٰذَا الشَّرْطِ؟

ج: هَاتَانِ مَسْئَلَتَانِ فَافْهَمْهُمَا حَقَّ الْفَهْمِ، فَاِذَا قَالَ لَهَا: اِذَا حِضْتِ فَاَنْتِ طَالِقٌ فَرَأَتِ الدَّمَ لَمْ يَقَعُ الطَّلَاقُ حَتّٰى يَسْتَمِرَّ الدَّمُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا فَاِذَا تَمَّتْ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ مَعَ اللَّيَالِيْ يُحْكَمُ بِوُقُوْعِ الطَّلَاقِ مِنْ حِيْنَ رَأَتِ الدَّمَ وَذٰلِكَ لِاَنَّ الدَّمَ مَا دُوْنَ الثَّلَاثِ فَلَيْسَ بِحَيْضٍ بَلْ هُوَ اِسْتِحَاضَةٌ فَيُنْتَظَرُ اِلٰى اسْتِمْرَارِهٖ اِلٰى مُدَّةِ اَقَلِّ الْحَيْضِ وَاِنْ قَالَ لَهَا: اِذَا حِضْتِ حَيْضَةً فَاَنْتِ طَالِقٌ لَمْ تُطَلَّقْ حَتّٰى الثَّانِيَةِ فَاِنَّهٗ عَلَّقَ طَلَاقَهَا عَلَى الْحَيْضَةِ الْكَامِلَةِ

س: کہا اس سے جب حیض آئے تو تجھے طلاق یا کہا جب تجھے پہلا ایک حیض آئے تو تجھے طلاق، اس شرط کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

ج: ان دونوں مسئلوں کو خوب سمجھ لو جیسا کہ سمجھنے کا حق ہے پس جب کہا بیوی سے جب تجھے حیض آ جائے تو تجھے طلاق پس اس نے خون دیکھ لیا طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ خون تین دن اور راتیں جاری رہے پس جب تین دن مع تین راتوں کے پورے ہو جائیں طلاق واقع ہونے کا حکم اس وقت سے لگے گا جب سے اس نے خون دیکھا ہے اور یہ اس لئے کہ خون جو تین سے کم ہو حیض نہیں ہے بلکہ وہ استحاضہ ہے پس دیکھا جائے گا استمرار حیض کی کم سے کم کی مدت کی طرف اور اگر اس کو کہا، جب تجھے ایک حیض آ جائے تو تجھے طلاق وہ مطلقہ نہیں ہوگی دوسرے (حیض آنے) تک اسلئے کہ اس (شوہر) نے بیوی کی طلاق کو دوسرے کامل حیض پر معلق کر دیا ہے

﴿بیوی کی طلاق کو حیض سے معلق کرنے کی صورتوں کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا کہ جب تو حائضہ ہوگئی تو تجھے طلاق یا کہ جب تجھے ایک حیض آ جائے تو تجھے طلاق تو اس شرط کا کیا حکم ہوگا؟ یعنی عورت پر کب طلاق واقع ہوگی۔ کیا حیض شروع ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی یا پورا حیض گزر جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی؟

جواب: یہ ہے کہ یہ دو مسئلے ہیں، ان دونوں مسئلوں کو ویسے ہی سمجھ جیسے ان کو سمجھنے کا حق ہے۔

جس صورت میں خاوند نے بیوی کو اس طرح کہا۔ اذا حضت فانت طالق تو جب ہی عورت خون دیکھے گی اسی وقت اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ تین رات دن تک خون جاری رہے پھر جب تین رات دن پورے ہو جائیں گے تو جس وقت سے اس نے خون دیکھا ہے اس وقت سے طلاق واقع ہونے کا حکم لگایا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ تین دن سے کم آنے والا خون حیض نہیں ہوتا بلکہ استحاضہ ہوتا ہے تو اب خون جب دیکھا جائے گا جہاں اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ حیض ہو وہیں یہ بھی احتمال موجود ہے کہ شاید وہ استحاضہ ہو اس لئے اس خون کے تین دن تک جاری رہنے کا انتظار کیا جائے گا جو کہ حیض کی مدت اقل ہے اگر خون کا استمرار تین دن تک ہو گیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ حیض تھا اس لئے جب سے خون دیکھا ہے اسی وقت سے طلاق کے واقع ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا۔

اور جب خاوند نے بیوی کو کہا اذا حضت حیضة فانت طالق تو اس صورت میں عورت جب تک ایک حیض کامل پورا کر کے پاک نہیں ہو جاتی اتنے تک اس پر طلاق واقع ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا کیونکہ شوہر نے حیضة کا لفظ بڑھا کر کامل حیض مراد لیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ہوگا جب وہ حیض سے پاک ہو جائے گی۔

مذکورہ بالا تقریر سے دونوں صورتوں میں وجہ فرق سمجھ آ گئی کہ چونکہ دوسری صورت میں شوہر نے حیضة کے لفظ کا اضافہ کر کے طلاق کو حیض کامل سے معلق کر دیا ہے۔ اس لئے دوسری صورت میں طلاق تب ہی واقع ہوگی جب وہ ایک حیض کامل گزار کر پاک ہو جائے گی اس لئے پہلے طلاق واقع ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

س: قَالَ لَهَا اَنْتِ طَالِقٌ بِمَكَّةَ مَعَ اَنَّهَا لَيْسَتْ فِيْهَا مَا حُكْمُهُ؟

Marfat.com

ج: يَقَعُ عَلَيْهَا الطَّلَاقُ فِي أَيِّ بَلَدٍ كَانَتْ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِيهَا وَكَذَالِكَ إِذَا قَالَ لَهَا، لِأَنَّهُ لَمْ يُعَلِّقِ الطَّلَاقَ بِدُخُولِ مَكَّةَ أَوْ بِدُخُولِ الدَّارِ

س: بیوی سے کہا تجھے مکہ میں طلاق ہے باوجود اس کے کہ وہ مکہ میں نہیں ہے اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اس پر طلاق ابھی واقع ہو جائیگی خواہ کسی شہر میں ہو اور اگر چہ مکہ میں نہ ہو اس لئے کہ نہیں معلق کیا طلاق کو مکہ میں داخل ہونے کے ساتھ یا گھر میں داخل ہونے کے ساتھ۔

﴿طلاق کو شہر یا گھر میں دخول کے ساتھ معلق نہ کرنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے بیوی کو الفاظ طلاق کہتے ہوئے کہا کہ تجھے مکہ میں طلاق ہے، حالانکہ وہ مکہ مکرمہ میں موجود نہیں ہے تو اس صورت کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ خاوند کے یہ الفاظ کہتے ہی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی خواہ بیوی کہیں بھی موجود ہو، اسی طرح اگر خاوند نے بیوی سے کہا کہ تجھے گھر میں طلاق ہے تو اس صورت میں بھی فوراً اس کو طلاق واقع ہو جائے گی خواہ وہ گھر میں موجود نہ بھی ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ خاوند نے طلاق کو مکہ میں یا گھر میں داخل ہونے کے ساتھ معلق نہیں کیا اس لئے یہ عورت فی الحال ہی مطلقہ ہو جائے گی۔

س: قَالَ لَهَا: أَنْتِ طَالِقٌ إِذَا دَخَلْتِ مَكَّةَ هَلْ هٰذَا يُخَالِفُ الْمَسْئَلَةَ الْأُولٰى؟

ج: نَعَمْ يُخَالِفُ لِأَنَّهُ عَلَّقَ الطَّلَاقَ هٰهُنَا بِدُخُولِهَا، فَلَا يَقَعُ الطَّلَاقُ حَتّٰى تَدْخُلَهَا

س: کہا اس کو تجھے طلاق ہے جب تو داخل ہوئی مکہ میں کیا یہ مخالف ہے پہلے مسئلہ کے؟

ج: جی ہاں مخالف ہے اس لئے کہ اس نے طلاق کو یہاں داخل ہونے کے ساتھ معلق کر دیا پس طلاق واقع نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس میں داخل ہو

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ خاوند نے بیوی سے کہا اگر تو مکہ میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے تو کیا یہ پہلے مسئلہ کے مخالف ہے؟ یعنی اس صورت اور پہلی صورت کا حکم الگ الگ ہے یا ایک ہی حکم ہے؟

جواب: جی ہاں یہ مسئلہ مسئلہ اولی کے مخالف ہے یعنی اس صورت اور اس صورت میں فرق ہے وہ یہ کہ پہلے مسئلہ میں تو طلاق کو دخول سے معلق نہیں کیا تھا اس میں طلاق کو دخول سے معلق کیا ہے لہذا پہلے مسئلہ میں فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اور دوسرے مسئلہ میں جب تک عورت مکہ میں داخل نہیں ہوگی اس وقت تک اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

س: إِنْ قَالَ لَهَا أَنْتِ طَالِقٌ غَدًا مَتٰى يَقَعُ الطَّلَاقُ؟

ج: يَقَعُ بِطُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي مِنَ الْغَدِ

س: اگر اس کو کہا تجھے کل طلاق ہے کب واقع ہوگی طلاق؟

Marfat.com

ج: کل کی فجر ثانی (صبح صادق) کے طلوع کے ساتھ واقع ہو جائے گی۔

﴿طلاق کو دخول مکہ سے معلق کرنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا کہ تجھے کل طلاق ہے تو کب طلاق واقع ہوگی؟
جواب: یہ ہے کہ جونہی اگلے دن کی صبح ثانی یعنی صبح صادق طلوع ہوگی تو اس کے طلوع ہوتے ہی اس پر طلاق واقع ہو جائے گی۔
س: قَالَ لَهَا، اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا اِلَّا وَاحِدَةً اَوْ قَالَ، اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا اِلَّا اثْنَتَيْنِ مَا حُكْمُ هٰذَا الْاِسْتِثْنَاءِ؟
س: اس کو کہا تجھے تین طلاقیں ہیں مگر ایک یا کہا تجھے طلاقیں ہیں تین مگر دو اس استثناء کا کیا حکم ہے؟
ج: يُعْمَلُ بِمَا اسْتُثْنِيَ، فَتَقَعُ الثِّنْتَانِ فِي الصُّوْرَةِ الْاُوْلٰى، وَوَاحِدَةٌ فِي الصُّوْرَةِ الثَّانِيَةِ
ج: مستثنیٰ پر عمل کیا جائے گا پس دو واقع ہوں گی پہلی صورت میں اور ایک دوسری صورت میں

﴿شوہر کا بیوی کو تجھے تین طلاق مگر ایک کہنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں مگر ایک یا کہا کہ تجھے تین طلاقیں ہیں مگر دو تو اس استثناء کا کیا حکم ہوگا؟
جواب: یہ ہے کہ استثناء کے مطابق عمل کیا جائے گا یعنی جب خاوند نے کہا انت طالق ثلاثا الا واحدہ تو اس صورت میں دو طلاقیں واقع ہوں گی اور جب کہا انت طالق ثلاثا الا اثنین تو اس صورت میں صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی صاحب کتاب نے دو مثالیں ذکر کر کے اشارہ کر دیا کہ استثناء قلیل و کثیر دونوں کا جائز ہے۔

فَصْلٌ فِي الطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ

﴿طلاق کے بیان میں ہے﴾

س: مَا حُكْمُ الطَّلَاقِ قَبْلَ الدُّخُوْلِ؟
ج: اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ قَبْلَ الدُّخُوْلِ يَقَعُ بِهِ الطَّلَاقُ، فَاِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فِي لَفْظَةٍ وَّاحِدَةٍ وَقَعْنَ عَلَيْهَا، وَاِنْ فَرَّقَ الثَّلَاثَ بَانَتْ بِالْاُوْلٰى وَلَمْ تَقَعِ الثَّانِيَةُ وَالثَّالِثَةُ، وَلَا يَقَعُ الرَّجْعِيُّ عَلَى الَّتِيْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا اَلْبَتَّةَ، وَطَلَاقُهَا اِمَّا بَائِنٌ وَاِمَّا مُغَلَّظٌ
س: دخول سے پہلے طلاق کا کیا حکم ہے؟
ج: جب طلاق دی آدمی نے اپنی عورت کو دخول سے پہلے طلاق واقع ہو جائیگی پس اگر طلاقیں دی اسکو تین ایک ہی لفظ میں واقع ہو

Marfat.com

جائیں گی اس پر، اگر علیحدہ علیحدہ تین دیں پہلی کے ساتھ بائنہ ہوگی اور نہ واقع ہوگی دوسری اور تیسری، اور جس سے دخول نہیں کیا اس پر رجعی بالکل واقع نہ ہوگی اور اسکی طلاق یا تو بائنہ ہوگی اور یا مغلظ

﴿دخول سے پہلے طلاق کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ دخول سے پہلی دی گئی طلاق کا کیا حکم ہے۔

جواب: یہ ہے کہ اگر شوہر نے بیوی سے دخول کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دی تو وہ طلاق واقع ہو جائے گی پس اگر ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دے دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی کیونکہ طلاق کے بعد جب عدد مذکور ہو تو طلاق عدد کے مطابق واقع ہوتی ہے اور غیر مدخولہ کا تین طلاقوں کا محل ہونا حدیث مرفوع اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے آثار سے ثابت ہے جیسا کہ امام محمدؒ نے تصریح کی ہے اور اگر علیحدہ علیحدہ تین طلاقیں دیں تو پہلی سے بائنہ ہوگئی اور دوسری اور تیسری طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ پہلی طلاق پڑنے سے وہ بائنہ ہوگئی تو بعد کی دو طلاقیں لغو ہوگئیں۔ اور غیر مدخول بہا بیوی پر طلاق رجعی واقع نہ ہوگی بالکل، اور اسکی طلاق یا تو بائن ہوگی یا مغلظہ ہوگی۔

س: قَالَ لَهَا اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً وَوَاحِدَةً اَوْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً قَبْلَ وَاحِدَةٍ اَوْ بَعْدَ هَا وَاحِدَةٌ كَمْ يَقَعُ مِنَ الطَّلَاقِ؟

ج: يَقَعُ عَلَيْهَا طَلَاقٌ وَاحِدٌ فِي هٰذِهِ الصُّوَرِ

س: اسکو کہا تو ایک اور ایک طلاق والی ہے یا کہا تجھے ایک طلاق سے پہلے ایک طلاق یا ایک طلاق کے بعد ایک کتنی طلاقیں واقع ہونگیں؟

ج: ان صورتوں میں اس پر ایک طلاق واقع ہوگی

﴿انت طالق واحدة وواحدة کہنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ میاں نے بیوی سے کہا انت طالق واحدة وواحدة تجھے طلاق ہے ایک اور ایک یا کہا انت طالق واحدة قبل واحدة او بعدها واحدة تجھے طلاق ہے ایک ایک سے پہلے یا ایک کے بعد تو اس صورت میں بیوی پر کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟

جواب: یہ ہے کہ ان صورتوں میں بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ کیونکہ ہر طلاق کو جدا جدا واقع کرنا مقصود ہے تو جب اول واقع ہو جائیگی تو باقی لغو ہو جائیں گی۔

س اِنْ قَالَ: اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً اَوْ مَعَ وَاحِدَةٍ اَوْ مَعَهَا وَاحِدَةٌ مَا حُكْمُ هٰذِهِ الصُّوَرِ؟

ج: تَقَعُ ثِنْتَانِ فِي هٰذِهِ الصُّوَرِ۔

Marfat.com

س: اگر کہا تجھے ایک طلاق ایک طلاق کے بعد یا ایک کے ساتھ ایک یا اسکے ساتھ ایک ان صورتوں کا کیا حکم ہے

ج: ان صورتوں میں اس پر دو واقع ہونگی

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ اگر میاں نے بیوی سے کہا انت طالق واحدۃ بعد واحدۃ تجھے ایک طلاق ہے ایک کے بعد یا کہتا ہے انت طالق مع واحدۃ تجھے طلاق ہے ایک کے ساتھ انت طالق معھا واحدۃ تجھے طلاق ہے اور اس کے ساتھ ایک ہے تو ان تمام صورتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ہے کہ مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں دو طلاقیں واقع ہوں گی کیونکہ ماضی میں طلاق واقع کرنا فی الحال واقع کرنا ہے پس دونوں ایک ساتھ واقع ہوں گی۔

س: قَالَ لَهَا: اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةٌ وَّوَاحِدَةٌ فَدَخَلَتْهَا مَا ذَا حُكْمُهٗ؟

ج: فِيْهِ خِلَافٌ بَيْنَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَصَاحِبَيْهِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: تَقَعُ وَاحِدَةٌ وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: تَقَعُ ثِنْتَانِ۔

س: اپنی بیوی کو کہا اگر گھر میں داخل ہوئی پس تجھے ایک طلاق اور ایک طلاق پس وہ داخل ہوگئی اس (گھر) میں اسکا کیا حکم ہے؟

ج: اس میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ایک واقع ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ دو واقع ہونگی۔

﴿غیر مدخول بہا بیوی'' کو اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو ایک طلاق اور ایک طلاق'' کہنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ میاں نے غیر مدخول بہا بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگئی تو تجھے ایک طلاق اور ایک طلاق پھر وہ عورت گھر میں داخل ہوگئی تو اس عورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ہے کہ اس صورت میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی، صاحبینؒ کے نزدیک دو طلاقیں واقع ہوں گی۔ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے واو مطلق جمع کے لئے ہے نہ کہ ترتیب کے لئے اور میاں نے دونوں طلاقوں کو وجود شرط کے وقت واقع کیا ہے اور وجود شرط کی حالت واحدہ ہے لہذا دونوں طلاقیں ایک ساتھ واقع ہوں گی، امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب طلاق شرط پر معلق ہوتی ہے تو وہ وجود شرط کے وقت تنجیزی طلاق کے حکم میں ہوتی ہے۔ اگر تنجیزی طلاق دے تو دوسری طلاق واقع نہیں ہوتی تو حکماً تنجیزی ہوجانے کی صورت میں بھی دوسری طلاق واقع نہیں ہوگی۔

فائدۃ: هٰذَا التَّفْصِيْلُ كُلُّهٗ يَجْرِيْ فِيْ غَيْرِ الْمَدْخُوْلِ بِهَا، فَاَمَّا الْمَدْخُوْلُ بِهَا فَتَقَعُ عَلَيْهَا ثِنْتَانِ فِي الْوُجُوْهِ كُلِّهَا۔

فائدہ: یہ تفصیل ساری کی ساری جاری ہوگی غیر مدخول بہا میں پس بہر حال مدخول بہا تو اس پر تمام وجوہ میں دو واقع ہوں گی

Marfat.com

﴿بَابُ تَفْوِيضِ الطَّلَاقِ﴾

س: قَالَ لِامْرَأَتِهِ اِخْتَارِيْ نَفْسَكِ ،يَنْوِيْ بِذٰلِكَ الطَّلَاقَ أَوْ قَالَ لَهَا: طَلِّقِيْ نَفْسَكِ هَلْ يَجُوْزُ لَهَا أَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا ؟

ج: جَازَ لَهَا أَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا فِيْ هَاتَيْنِ الصُّوْرَتَيْنِ مَا دَامَتْ فِيْ مَجْلِسِهَا ذٰلِكَ،فَإِنْ قَامَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ أَوْ أَخَذَتْ فِيْ عَمَلٍ آخَرَ خَرَجَ الْأَمْرُ مِنْ يَدِهَا۔ إِلَّا إِذَا قَالَ الرَّجُلُ طَلِّقِيْ نَفْسَكِ مَتٰى شِئْتِ فَإِنَّهٗ يَجُوْزُ لَهَا أَنْ تُطَلِّقَ نَفْسَهَا فِيْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ وَبَعْدَهٗ۔

س: اپنی عورت کو کہا تو اپنے نفس کو اختیار کر، اس کے ساتھ طلاق کی نیت کرتے ہوئے یا اسکو کہا اپنے نفس کو طلاق دے کیا اس کے لئے اپنے نفس کو طلاق دینا جائز ہے؟

ج: جائز ہے اس کے لئے کہ طلاق دے اپنے نفس کو دونوں صورتوں میں جب تک رہے اس مجلس میں پس اگر کھڑی ہوگئی وہ اس مجلس سے یا کسی دوسرے عمل میں شروع ہوگئی اس کے ہاتھ سے معاملہ نکل جائے گا، مگر جب آدمی نے کہا تو اپنے نفس کو طلاق دے جب تو چاہے پس بے شک اس کو طلاق دینا جائز ہے اپنے نفس کو اس مجلس میں اور اسکے بعد

﴿بیوی سے اختاری نفسک یا طلقی نفسک وغیرہ کہنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ خاوند نے بیوی سے کہا اختاری نفسک اپنے نفس کو اختیار کرلے اور یہ کہتے ہوئے اس کی نیت طلاق کی ہے یا اس نے بیوی سے کہا طلقی نفسک اپنے نفس کو طلاق دے دے تو کیا بیوی کے لئے اس صورت میں خود کو طلاق دینا جائز ہے؟

جواب: یہ ہے کہ بیوی جب تک اسی مجلس میں رہے اسوقت تک اس کے لئے خود کو طلاق دینا جائز ہے مذکورہ دونوں صورتوں میں۔ پھر اگر بیوی اس مجلس سے اٹھ گئی یا کسی اور کام میں لگ گئی تو معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا مگر جب خاوند نے بیوی کو کہا۔ طلقی نفسک متی شئت ۔جب چاہے خود کو طلاق دے دینا تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اسی مجلس میں خود کو طلاق دے یا اس مجلس کے بعد طلاق دے۔

س: إِذَا قَالَ لَهَا :اِخْتَارِيْ نَفْسَكِ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا فِيْ مَجْلِسِهَا مَا حُكْمُهٗ؟

س: جب کہا اسکو کہ اختیار کر تو اپنے نفس کو پس اس نے اختیار کرلیا اپنے نفس کو اس مجلس میں اسکا کیا حکم ہے؟

ج: يَقَعُ بِذٰلِكَ تَطْلِيْقَةٌ وَّاحِدَةٌ بَائِنَةٌ ،وَلَا يَكُوْنُ اِخْتِيَارُهَا نَفْسَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ وَإِنْ نَوَى الزَّوْجُ ذٰلِكَ ، وَلَا بُدَّ فِيْ وُقُوْعِ التَّطْلِيْقَةِ مِنْ ذِكْرِ النَّفْسِ فِيْ كَلَامِهٖ أَوْ فِيْ كَلَامِهَا۔

ج: واقع ہو جائیگی اسکو ایک طلاق بائنہ اور اسکو اختیار نہ ہوگا اپنے نفس کو تین طلاقیں دینے کا اگرچہ خاوند نے اسکی نیت کی ہو اور

Marfat.com

طلاق واقع ہونے میں نفس کا ذکر کرنا ضروری ہے مرد یا عورت کے کلام میں۔

﴿بیوی کے اختیار استعمال کرنے بعد طلاق کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ خاوند نے زوجہ سے کہا اختاری نفسك تو خود کو اختیار کرلے تو اس نے اسی مجلس میں خود کو اختیار کرلیا تو اس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ ہے کہ اس صورت میں اس عورت پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی، اور اس کے خود کو اختیار کر لینے کی صورت میں تین طلاقیں واقع نہیں ہوں گی اگر چہ خاوند نے بھی تین طلاقوں کی نیت کر لی ہو اور طلاق واقع کرنے میں شوہر کے کلام میں یا بیوی اور شوہر دونوں کے کلام میں نفس کے لفظ کا ذکر کرنا ضروری ہے کیونکہ مرد کا صرف اختاری کہنا عورت کا اخترت کہنا اس میں ابہام رہتا ہے۔ قیاس کے تقاضے کے مطابق تو شوہر بیوی سے اختاری نفسك کہے تو طلاق واقع نہیں ہونی چاہیے کیونکہ خود شوہر اختاری کے لفظ سے بیوی پر طلاق واقع کرنے کا مالک نہیں ہے تو دوسرے کو بھی مالک نہیں بنا سکتا، مگر استحساناً واقع ہو جائے گی کیونکہ اجماع صحابہؓ سے مخیرہ عورت کا مجلس میں اپنی ذات کو اختیار کر لینے کا حق ثابت ہے (عبدالرزاق، طبرانی، ابن شیبہ وغیرہ) ہاں اگر عورت اس مجلس سے اٹھ کھڑی ہوتی ہے یا کسی اور کام وغیرہ میں مصروف ہو جاتی ہے (جیسا کہ اوپر گزرا) تو اس کا اختیار باقی نہیں رہتا کیونکہ قیام وغیرہ اعراض کی دلیل ہیں پھر عورت ایک طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اگر چہ شوہر تین کی نیت کرلے کیونکہ اختیار میں تنوع نہیں ہوتا۔

س: قَالَ لَهَا: طَلِّقِيْ نَفْسَكِ فَطَلَّقَتْ اَیَّ تَطْلِیْقَةٍ یَقَعُ بِذٰلِكَ؟

ج: یَقَعُ وَاحِدَةً رَجْعِیَّةً، لٰكِنْ اِذَا اَرَادَالزَّوْجُ بِذٰلِكَ ثَلَاثُ تَطْلِیْقَاتٍ وَطَلَّقَتْ ثَلَاثًا وَقَعْنَ عَلَیْهَا، وَلَوْ نَوَی الثِّنْتَیْنِ لَا یَصِحُّ اِلَّا اِذَا كَانَتِ الْمَنْكُوْحَةُ اَمَةً۔

س: اس کو کہا طلاق دے تو اپنے نفس کو پس اسنے طلاق دی کونسی طلاق واقع ہوگی اس کے ساتھ

ج: واقع ہوگی ایک رجعی لیکن جب ارادہ کیا خاوند نے اس کے ساتھ تین طلاقوں کا اور عورت نے تین طلاقیں دیں واقع ہو جائیں گی، اور اگر دو کی نیت کی درست نہ ہوگی مگر جب منکوحہ لونڈی ہو۔

﴿اختیار طلاق ملنے کے بعد بیوی کا خود کو طلاق دینا﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ میاں نے بیوی سے کہا طلقی نفسك اس نے اپنے آپکو طلاق دے دی تو اس صورت میں بیوی پر کون سی طلاق واقع ہوگی؟

جواب: اس صورت میں بیوی پر ایک طلاق رجعی واقعی ہوگی لیکن جب شوہر اس سے تین طلاقوں کی نیت کر لے اور بیوی تین طلاقیں دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ طلقی کے معنی ہیں افعلی فعل الطلاق یعنی امر مصدر کو متضمن ہے اور مصدر

Marfat.com

اسم جنس ہے اور اسم جنس یعنی فرد حقیقی پر صادق آتا ہے کل جنس یعنی فرد حکمی کے احتمال کے ساتھ (یہی حکم تمام اسماء اجناس کا ہے) اس لئے طلقی میں تین کی نیت کرنا صحیح ہے جب نیت کرنا صحیح ہے اور نیت کر لی گئی تو تین طلاقیں بھی واقع ہو جائیں گی۔ اور اگر نیت نہیں کی تو فرد حقیقی کی طرف راجع ہو کر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی طلاق رجعی کیوں واقع ہوگی؟ اس وجہ سے کہ عورت کے سپرد صریح طلاق ہے اور صریح الطلاق سے طلاق رجعی واقع ہوا کرتی ہے۔

س: فَإِنْ وَكَّلَ رَجُلاً بِالتَّطْلِيقِ وَقَالَ: طَلِّقِ امْرَأَتِيْ هَلْ يَكُوْنُ ذٰلِكَ مُقَيَّدًا بِالْمَجْلِسِ ؟
وہ مجلس کے ساتھ مقید ہوگا؟

ج: لَا يَتَقَيَّدُ بِالْمَجْلِسِ ، وَلَهٗ أَنْ يُّطَلِّقَهَا فِي الْمَجْلِسِ وَبَعْدَهٗ ، هٰذَا إِذَا أَطْلَقَ وَلَمْ يُقَيِّدْ بِالْمَشِيْئَةِ ، فَإِنْ قَالَ : طَلِّقْهَا إِنْ شِئْتَ، فَلَهٗ أَنْ يُّطَلِّقَهَا فِي الْمَجْلِسِ خَاصَّةً۔

س: پس اگر کسی آدمی کو طلاق کا وکیل بنایا اور کہا طلاق دے دے تو میری بیوی کو کیا؟

ج: مجلس کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ وہ طلاق دے اسکو مجلس میں یا اسکے بعد یہ جب ہے کہ اس نے مطلقا کہا اور چاہت کے ساتھ مقید نہیں کیا پس اگر کہا اسکو طلاق دے اگر تو چاہے، تو اس کو خاص کر مجلس میں طلاق دینے کا اختیار ہے۔

﴿طلاق کا وکیل بنانے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ میاں نے کسی شخص کو بیوی کی طلاق کا وکیل بنایا اور اس کو کہا طلق امراتی کہ میری بیوی کو طلاق دے دے تو کیا وہ اسی مجلس کے ساتھ مقید ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ یہ شخص مجلس کے ساتھ مقید نہیں ہوگا بلکہ اس مجلس کے بعد بھی وہ اس کی بیوی کو طلاق دینے کا مجاز ہوگا واضح رہے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب خاوند نے صرف طلقی امرأتی کے الفاظ کہے ہوں ساتھ ان شئت نہ کہا ہو اگر خاوند نے طلقی امرآتی ان شئت کے الفاظ کہے ہوں تو اس صورت میں وہ صرف اسی مجلس میں طلاق دے سکتا ہے۔ مجلس کے بعد طلاق نہیں دے سکتا۔

طلاق المریض

﴿مریض کی طلاق کا بیان﴾

س: هَلْ تَرِثُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا بَعْدَ طَلَاقِهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ ؟

ج: إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ طَلَاقًا بَائِنًا فِي مَرَضِ مَوْتِهٖ وَمَاتَ قَبْلَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا وَرِثَتْهُ، وَإِنْ مَاتَ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ

Marfat.com

فَلَا مِيرَاثَ لَهَا ،وَحُكْمُ الطَّلَاقِ الْمُغَلَّظِ مِثْلُ الْبَائِنِ فِي ذٰلِكَ، وَيُسَمِّيهَا الفُقَهَاءُ بِمَسْئَلَةِ الْفَارِّ ، بِمَعْنَى أَنَّ الزَّوْجَ عَجَّلَ الطَّلَاقَ لِأَنْ لَّا تَرِثَ مِنْهُ ، فَجُوْزِيَ بِتَوْرِيثِهَا فِي الْعِدَّةِ وَجُعِلَتْ عِدَّتُهَا أَبْعَدَ الْأَجَلَيْنِ كَمَا سَيَجِيْءُ فِي بَابِ الْعِدَّةِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

س: کیا عورت اپنی طلاق کے بعد بعض احوال میں اپنے خاوند کی وارث ہوگی؟

ج: جب طلاق دی اپنی بیوی کو طلاق بائن اپنی مرض الوفات میں اور فوت ہو گیا اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے تو اسکی وارث ہو گی اور اگر فوت ہوا عدت کے پورا ہو جانے کے بعد تو اس کے لئے وارثت نہ ہوگی ،اور طلاق مغلظہ کا حکم اس میں طلاق بائن کی طرح ہے اور اس کا نام فقہاء مسئلہ الفارر کھتے ہیں بمعنی اس کے کہ خاوند نے طلاق میں جلدی کی تا کہ وہ اسکی وارث نہ ہو پس اسکی میراث عدت میں جاری کر دی گئی اور اس کی عدت بنائی گئی ابعد الاجلین جیسا کہ عنقریب آئے گا باب العدۃ میں ان شاء اللہ تعالی

﴿مطلقہ کا خاوند کی وارث بننا﴾

توضیح :سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کیا بعض احوال میں مطلقہ عورت اپنے خاوند کی وارث بن جاتی ہے؟

جواب: جب خاوند نے بیوی کو مرض الموت میں طلاق بائن دے دی اور اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے ہی وہ فوت ہو گیا تو عورت اس کی وارث ہوگئی اور اگر اس کا انتقال عدت گزر جانے کے بعد ہوا ہے تو پھر وارث نہیں ہوگی ،امام اعظمؒ کے نزدیک اگر وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے تو عدت کے بعد بھی وارث ہوگی ،امام مالکؒ کے نزدیک چاہیے یکے بعد دیگرے وہ دس شوہروں سے بھی نکاح کرے تب بھی وارث ہوگی امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقہ ثلث اور مختلعہ (خلع کرنے والی) وارث نہیں ہوں گی خواہ شوہر کا انتقال زمانہ عدت میں ہو یا عدت کے بعد ہو۔ کیونکہ میراث کا سبب تو زوجیت ہے اور طلاق بائن سے زوجیت باطل ہو چکی ہے اس لیے یہ عورت وارث نہیں ہوگی۔ ہم کہتے ہیں کہ زوجیت وراثت کا سبب ہے اور شوہر نے مرض الموت میں طلاق دے کر اس سبب کو باطل کرنا چاہا ہے اس لیے اس کے قصد کی تاثیر کو عورت سے ضرر کو دور کرنے کی خاطر عدت کے پورا ہو جانے تک مؤخر کیا جائے گا کیونکہ بعض حقوق کے لحاظ سے عدت تک نکاح باقی رہتا ہے اس لیے وراثت کے حق میں بھی عدت تک نکاح باقی رہ سکتا ہے عدت کے بعد نہیں ۔اس مسئلہ میں چند قیود ہیں ان کو بھی ملاحظہ فرمالیجئے اول یہ کہ طلاق کو بائن کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ اگر عورت کو طلاق رجعی دی ہے تو یہ عورت حکم نکاح کی وجہ سے وارث ہوگی نہ کہ فرار کی وجہ سے اس لیے کہ طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے زمانہ میں من کل الوجوہ نکاح باقی رہتا ہے۔ دوسرا یہ کہ طلاق بائن کو مرض الوفات کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ اگر شوہر نے مرض میں طلاق دی پھر وہ ٹھیک ہو گیا پھر عدت میں فوت ہو گیا تو بھی وارث نہ ہوگی ہدایہ میں عورت کی غیر رضا سے مقید کیا ہے کیونکہ اگر عورت کی رضا سے طلاق ہوئی تب بھی وہ وارث نہ ہوگی۔ واضح رہے کہ طلاق مغلظہ کا حکم اس مسئلہ میں طلاق بائن والا

Marfat.com

ہے۔فقہاء اس مسئلہ کا نام مسئلہ الفارر کھتے ہیں، مسئلہ الفار نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ شوہر نے بیوی کوطلاق دینے میں جلدی کی وہ اس کی وارث نہ بنے تو عدت میں اس کے وارث ہونے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس کی عدت ابعد الاجلین مقرر کی گئی ہے۔اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ آگے باب العدۃ میں آرہی ہے۔

مَسَائِلُ شَتّٰی

﴿متفرق مسائل﴾

﴿ملکیت طلاق میں خاوند کا اعتبار ہے یا بیوی کا؟﴾

س: كَمْ يَمْلِكُ الْحُرُّ وَالْعَبْدُ مِنَ الطَّلَاقِ ؟

ج: هٰذَا مُعْتَبَرٌ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ بِالزَّوْجَةِ لَا بِالزَّوْجِ ، فَإِذَا كَانَتِ الزَّوْجَةُ أَمَةً فَطَلَاقُهَا تَطْلِيقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا ، وَطَلَاقُ الْحُرَّةِ ثَلٰثُ تَطْلِيقَاتٍ حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا ،وَحَاصِلُهٗ :أَنَّ زَوْجَ الْأَمَةِ لَايَمْلِكُ إِلَّا تَطْلِيقَتَيْنِ،فَإِذَا طَلَّقَهَا تَطْلِيقَتَيْنِ فَقَدِاسْتَوْفٰى مَاكَانَ يَمْلِكُهٗ ، فَثِنْتَانِ فِي حَقِّهَا كَالثَّلَاثِ فِي حَقِّ الْحُرَّةِ وَتَتَغَلَّظُ الْحُرْمَةُ بِهِمَا۔

س: کتنی طلاقوں کا مالک ہوگا آزاد اور غلام؟

ج: حنفیہؒ کے نزدیک اس میں بیوی کا اعتبار ہے نہ کہ خاوند کا پس جب بیوی لونڈی ہو تو اس کی طلاق دوطلاقیں ہیں اور اسکی عدت دو حیض ہیں اسکا خاوند آزاد ہو یا غلام اور آزاد عورت کی طلاق تین طلاقیں ہیں اسکا خاوند آزاد ہو یا غلام، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ لونڈی کا خاوند صرف دوطلاقوں کا مالک ہوگا، پس جب اس کو دوطلاقیں دے دیں تو اس نے پورا حق وصول کر لیا جس کا وہ مالک تھا، پس لونڈی کے حق میں دو، تین کی طرح ہیں آزاد کے حق میں اور ان دو (طلاقوں) کیساتھ حرمت غلیظہ (ثابت) ہوجائے گی۔

توضیح :سوال کا حاصل یہ ہے کہ آزاد اور غلام کتنی طلاقوں کا مالک ہوگا۔

جواب: احناف کے ہاں ملکیت طلاق میں عدد کا اعتبار زوجہ کے لحاظ سے ہے۔پس جب عورت لونڈی ہو تو خاوند کو دوطلاق کا حق ہو گا، خاوند خواہ آزاد ہو یا غلام ہو اور اس کی عدت بھی دو حیض ہوگی، اور بیوی اگر آزاد عورت ہے تو پھر خاوند کو تین طلاقوں کا حق ہوگا خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد۔

خلاصہ یہ ہوا کہ لونڈی کا خاوند صرف دوطلاقوں کا مالک ہوگا پھر جب لونڈی کے خاوند نے اسکو دوطلاقیں دے دیں تو اس نے جتنی طلاقیں دینے کا اس کو حق وہ تھا پورا وصول کر لیا اور یہ دوطلاقیں لونڈی کے حق میں آزاد عورت کے حق تین طلاقوں کی طرح ہوں گی، مطلب یہ ہے کہ جیسے آزاد عورت تین طلاقوں کے بعد مغلظہ ہو جاتی ہے لونڈی دوطلاقوں کے بعد مغلظہ ہو جائے گی۔ائمہ ثلاثہ کے

Marfat.com

ہاں عورت کی بجائے مرد کا اعتبار ہے یعنی شوہر آزاد ہوگا تو اس کو تین طلاق کا حق ہوگا اور غلام ہوگا تو دو طلاق کا حق ہوگا۔ ان حضرات کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ طلاق کا اعتبار مردوں کے لحاظ سے ہے اور عدت کا اعتبار عورتوں کے لحاظ سے ہے (ابن شیبہ عبدالرزاق) ہماری دلیل نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ باندی کی دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دار قطنی، بیہقی عن عائشہؓ) اور حدیث ابن عباسؓ کا جواب یہ ہے کہ اس میں ایقاع طلاق مراد ہے نہ کہ عدد طلاق یعنی طلاق دینا مرد کا حق ہے۔

س: هَلْ سِوَى الطَّلَاقِ شَيْئٌ يُفَرِّقُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَامْرَأَتِهِ؟

ج: إِذَا مَلَكَ الزَّوْجُ امْرَأَتَهُ أَوْ شَقْصًا مِنْهَا أَوْ مَلَكَتِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا أَوْ شَقْصًا مِنْهُ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَهُمَا۔

س: کیا طلاق کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے جو آدمی اور اسکی بیوی کے درمیان تفریق کر دے۔

ج: جب مالک ہو گیا خاوند اپنی بیوی کے ایک حصہ کا یا عورت مالک ہو گئی اپنے خاوند کی یا اسکے بعض کی تو ان کے درمیان فرقت واقع ہو جائیگی

﴿زوجین میں سے کوئی دوسرے کا مالک ہو جائے تو تفریق ہو جائے گی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ طلاق کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے جو آدمی اور اسکی بیوی کے درمیان تفریق ڈال دے؟

جواب: جب خاوند بیوی یا بیوی کے کچھ حصے کا مالک ہو جائے یا بیوی خاوند کی مالک ہو جائے یا خاوند کے کچھ حصے کی تو ان کے درمیان (بغیر طلاق کے) فرقت واقع ہو جائے گی کیونکہ ملک نکاح اور ملک رقبہ میں منافات ہے جمع نہیں ہوں گے۔

باب الخلع

﴿یہ باب خلع کے بیان میں ہے﴾

س: هَلْ صُوْرَةٌ أُخْرٰى غَيْرَ الطَّلَاقِ، تَخْرُجُ بِهِ الْمَرْأَةُ مِنْ نِكَاحِ زَوْجِهَا؟

ج: إِذَا تَشَاقَّ الزَّوْجَانِ وَخَافَا أَنْ لَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا بَأْسَ أَنْ تَفْتَدِيَ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا بِمَالٍ تَخْتَلِعُ بِهِ نَفْسَهَا مِنْ زَوْجِهَا، فَإِذَا قَالَتْ لِلزَّوْجِ خَالَعْتُكَ بِمَالٍ كَذَا وَقَبِلَهُ الزَّوْجُ وَقَعَ عَلَيْهَا تَطْلِيْقَةٌ بَائِنَةٌ وَلَزِمَهَا الْمَالُ، وَهٰذَا يُسَمّٰى خُلْعًا۔

س: کیا بغیر طلاق کے کوئی صورت ہے جس سے عورت اپنے خاوند کے نکاح سے نکل جائے۔

ج: جب میاں بیوی میں نا چاقی ہو اور خوف کریں کہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو حرج نہیں کہ فدیہ دے عورت اپنے نفس کا ایسے مال کے ساتھ کہ اسکے عوض اپنے نفس کو اپنے خاوند سے چھڑا لے پس جب خاوند نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھ سے اتنے

Marfat.com

مال پر خلع کی اور قبول کرلیا اس کو خاوند نے تو اس پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اس پر مال لازم ہو جائے گا اور اس کا نام خلع رکھا جاتا ہے۔

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کیا طلاق کے علاوہ کوئی اور بھی ایسی صورت ہے جس سے بیوی اپنے خاوند کے نکاح سے نکل جائے؟

جواب: یہ ہے کہ جب میاں بیوی میں نا چاقی ہو جائے اور وہ خوف کرنے لگیں کہ وہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ عورت اپنے نفس کا فدیہ مال کے ساتھ دے کر اپنے خاوند سے خلع کرے۔ پس جب وہ خاوند سے کہے میں تجھ سے اتنے مال پر خلع کرتی ہوں اور خاوند اس کو قبول کرے تو اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور مال لازم ہو جائے گا اور اس (معاملہ) کا نام خلع رکھا جاتا ہے۔ اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے فلا جناح علیها فیما افتدت به آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ مرد پر کوئی گناہ نہیں ہے فدیہ لینے میں اور عورت پر کوئی گناہ نہیں ہے فدیہ دینے میں، یہ فدیہ دینا عورت کی جانب سے درحقیقت اپنے آپ کو قید سے رہا کرانے کے لیے ہوتا ہے۔

س: قَالَتِ الزَّوْجَةُ : خَالَعْتُكَ بِكَذَا مِنَ الْمَالِ وَقَبِلَهُ الزَّوْجُ هَلْ يَجُوْزُلِلزَّوْجِ اَنْ يَقْبَلَ ذٰلِكَ الْمَالَ مِنْ غَيْرِ كَرَاهَةٍ؟

ج: فِيْهِ تَفْصِيْلٌ اِنْ كَانَ النُّشُوْزُ مِنْ قِبَلِهٖ كُرِهَ لَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ مِنْهَا عِوَضًا وَاِنْ كَانَ النُّشُوْزُ مِنْ قِبَلِهَا كُرِهَ لَهٗ اَنْ يَّاْخُذَ اَكْثَرَ مِمَّا اٰتَاهَا ، وَمَعَ ذٰلِكَ جَازَ فِى الْقَضَاءِ اَخْذُ الْمَالِ فِى الصُّوْرَتَيْنِ ، وَكَانَ الطَّلَاقُ بَائِنًا

س: عورت نے کہا کہ میں نے اتنے مال کے ساتھ تجھ سے خلع کی اور خاوند نے اس کو قبول کرلیا تو کیا خاوند کیلئے اس مال کو بغیر کراہت کے قبول کرنا جائز ہے؟

ج: اس میں تفصیل ہے اگر نشوز خاوند کی طرف سے ہو تو اسکو عورت سے عوض لینا مکروہ ہے اگر نشوز عورت کی طرف سے ہو تو خاوند کو جو اس کو دیا اس سے زیادہ لینا مکروہ ہے اور اس کے باوجود دونوں صورتوں میں قضاء مال لینا جائز ہے اور (خلع سے) طلاق بائن (واقع) ہوگی۔

﴿خاوند کے لئے بدل خلع قبول کرنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ زوجہ نے شوہر سے کہا خالعتك بكذا فی المال میں نے تجھ سے اتنے مال میں خلع کی کیا خاوند کیلئے جائز ہے کہ وہ اس مال کو بلا کراہیت قبول کرے؟

جواب: یہ ہے کہ اگر نشوز اور ناگواری کا اظہار شوہر کی طرف سے ہو تو پھر اس کیلئے بدل خلع کے طور پر عورت سے کچھ لینا مکروہ ہے اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احداهن قنطارا فلا تاخذ

Marfat.com

وامنه شیاء اتأ خذ و نه بهتانا واثما مبینا ۔ اور اگر تم نے ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنے کا ارادہ کیا حالانکہ تم نے ایک کو ڈھیر بھر دے رکھا ہے تو تم اس سے کچھ مت لو کیا تم اسکو تہمت لگا کر لیتے ہو اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر۔ تو اس آیت مبارکہ میں عورت سے عوض لینے کی کراہیت پر صراحت موجود ہے، اس لئے عورت سے عوض لینا مکروہ قرار دیا گیا ہے، البتہ اگر شوہر نے لے لیا تو کراہت کے باوجود جائز ہے۔ اور اگر نشوز و ناگواری عورت کی طرف سے ہو تو مقدار مہر تک لینا تو شوہر کے لئے بغیر کراہت کے جائز ہے، مگر مہر کی مقدار سے زائد لینا مکروہ ہے اور مقدار مہر پر زیادتی کے مکروہ ہونے کی دلیل ثابت بن قیس بن شماس کی بیوی سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے واماالزیادۃ فلا یعنی حضور اکرم ﷺ نے زیادتی کی نفی فرمادی جب اباحت منتفی ہو گئی تو کراہت ثابت ہو گئی۔ پھر عورت کے ناشزہ ہونے کی صورت میں اگر شوہر نے مہر کی مقدار سے زیادہ لے لیا تو قضاء جائز ہے اسی طرح اگر سرکشی شوہر کی طرف سے ہے پھر بھی شوہر نے مقدار مہر سے زیادہ لے لیا تو بھی قضاء جائز ہے۔ دلیل یہ آیت کریمہ فلا جناح علیهما فیما افتدت کا مقتضی دو چیزیں ہیں۔ (۱) شرعاً جواز (۲) اباحت یعنی حلت اور اباحت اور جواز میں فرق یہ ہے کہ اباحت کی ضد کراہت ہے اور جواز کی ضد حرمت ہے مگر جو مباح ہوگا وہ جائز ضرور ہوگا مگر جائز کے لئے مباح ہونا ضروری نہیں ہے۔ مثلاً جمعہ کے دن اذان کے وقت خرید و فروخت کرنا جائز ہے مگر مباح نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے، معلوم ہوا کہ جواز و کراہت دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ اب طریق استدلال یہ ہوگا کہ اباحت کے حق میں معارض یعنی حضور ﷺ کے ارشاد (اماالزیادۃ فلا کی وجہ سے آیت معمول بہا نہ رہی اور چونکہ جواز کے حق میں کوئی معارض موجود نہیں ہے اس لئے جواز کے حق میں آیت پر عمل باقی رہے گا۔ کیونکہ اباحت کی نفی جواز کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ مہر کی مقدار سے زیادہ لینا شوہر کے لئے جائز تو ہے مگر مباح نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

س طَلَّقَهَا عَلٰی مَالٍ فَقَبِلَتْ ذٰلِكَ وَلَمْ يَذْكُرْ اَحَدُهُمَا لَفْظَ الْخُلْعِ، هَلْ يَقَعُ الطَّلَاقُ بِذٰلِكَ

ج نَعَمْ يَقَعُ الطَّلَاقُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ اَيْضًا وَيَلْزِمُهَا الْمَالُ وَيَكُوْنُ الطَّلَاقُ بَائِنًا

س: عورت کو مال پر طلاق دی اس نے اس کو قبول کر لیا اور ان میں سے کسی ایک نے خلع کا لفظ ذکر نہیں کیا، کیا اس کے ساتھ طلاق واقع ہو جائے گی؟

ج: جی ہاں اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اس پر مال لازم ہے اور طلاق بائن ہوگی

﴿طلاق علی المال بلا ذکر لفظ خلع کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ میاں نے بیوی کو مال کے عوض طلاق دی بیوی نے اس کو قبول کر لیا اور ان میں سے کسی نے بھی خلع کا لفظ ذکر نہیں کیا تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی؟

جواب: یہ ہے کہ جی ہاں اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت پر مال کی ادائیگی لازم ہو جائے گی اور طلاق، طلاق

Marfat.com

بائن واقع ہوگی۔ مثال کے طور پر خاوند نے بیوی سے کہا تجھے ہزار کے بدلے طلاق ہے بیوی نے اسی مجلس میں اس کو قبول کرلیا تو بیوی پر طلاق واقع ہوجائے گی اور اس پر مال بھی لازم ہوگا اور طلاق بائن واقع ہوگی اس لئے کہ عورت نے مال اس لئے خرچ کیا ہے کہ وہ قید سے رہائی پائے اور اس کا نفس اس کے سپرد ہو اور ظاہر ہے کہ یہ طلاق بائن ہی کی صورت میں ہوسکتا ہے لہذا اس پر طلاق بائن واقع ہوگی۔

س: خَالَعَتِ الْمَرْأَةُ الْمُسْلِمَةُ عَلٰى خَمْرٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ وَقَبِلَ الزَّوْجُ ذٰلِكَ مَا ذَا يَلْزِمُهَا؟

ج: لَا يَلْزِمُهَا شَيْئٌ وَتَكُوْنُ الْفُرْقَةُ بَائِنَةً

س: مسلمان عورت نے شراب یا خنزیر پر خلع کی اور خاوند نے اس کو قبول کرلیا تو اس پر کیا لازم ہوگا

ج: اس کو کچھ لازم نہ ہوگا اور یہ فرقت (طلاق) بائنہ ہوگی۔

﴿مسلمان عورت کے خمر اور خنزیر پر خلع کرنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان عورت نے شراب یا خنزیر پر خلع کی اور خاوند نے اس کو قبول کرلیا تو اس صورت میں عورت پر کیا لازم ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ عورت پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا اور فرقت طلاق بائنہ ہوگی۔ یہی حکم ہے ہر اس صورت کا جس میں بدل خلع کوئی باطل چیز بنائی گئی ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عوض واجب کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مقررہ چیز عورت پر واجب کردی جائے دوسری صورت یہ ہے کہ غیر مسمی اس پر واجب کیا جائے مگر یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں ہے۔ پہلی صورت میں تو اس لئے کہ مسلمان شراب وغیرہ کو نہ تو سپرد کرسکتا ہے اور نہ ہی شرعا اس پر قبضہ کرنیکی اس کو اجازت ہے، چونکہ یہ مسلمان ہے اس لئے مذکورہ وجہ سے اس پر مسمی واجب نہیں کیا جاسکتا اور غیر مسمی کو اس لیے واجب نہیں کیا جاسکتا ہے کہ عورت نے اس کو اپنے ذمہ قبول نہیں کیا ہے لہذا طلاق بائن واقع ہوجائے گی مگر عورت پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔

س: طَلَّقَهَا عَلٰى خَمْرٍ اَوْ خِنْزِيْرٍ مِنْ دُوْنِ ذِكْرِ الْخُلْعِ، هَلْ يَقَعُ الطَّلَاقُ؟

ج: نَعَمْ يَقَعُ الطَّلَاقُ وَيَبْطُلُ الْعِوَضُ، وَيَكُوْنُ الطَّلَاقُ رَجْعِيًّا

س: عورت کو خلع (کالفظ) ذکر کئے بغیر شراب یا خنزیر پر طلاق دی، کیا طلاق واقع ہوجائے گی؟

ج: جی ہاں طلاق واقع ہوجائے گی اور عوض باطل ہوجائے گا اور طلاق رجعی ہوگی۔

﴿طلاق علی الخمر والخنزیر کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ خاوند نے زوجہ کو (خلع کا ذکر کئے بغیر) خمر یا خنزیر پر طلاق دی تو کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوجائے گی مثلا خاوند نے کہا انت طالق علی خمر؟

Marfat.com

جواب: یہ ہے کہ جی ہاں طلاق واقع ہو جائے گی اور عوض باطل ہو جائے گا اور طلاق رجعی ہوگی مزید توضیح اس مسئلہ کی یہ ہے کہ شوہر نے مدخول بہا عورت کو عوض پر طلاق دی اور یہ تیسری طلاق بھی نہیں ہے اور جو عوض مقرر کیا گیا ہے وہ باطل ہے تو اس صورت میں عورت پر واقع ہونے والی طلاق رجعی ہوگئی اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی طلاق کو اس کے قبول کرنے پر معلق کیا گیا اور اس نے قبول بھی کر لیا تو دونوں صورتوں میں (یعنی جو اس سے پہلے مسئلہ میں گزری اور دوسری صورت اس مسئلہ میں بیان ہو رہی ہے) میں طلاق واقع ہوگئی مگر پہلی صورت میں بائن واقع ہوئی تھی اس میں رجعی وجہ فرق یہ ہے کہ جب عوض باطل ہو گیا تو صورت اول میں عمل کرنے والا لفظ خلع تھا اور لفظ خلع الفاظ کنایہ میں ہے اور الفاظ کنایہ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اس لئے طلاق بائن واقع ہو گئی۔ اور دوسری صورت میں عوض باطل ہو جانے کے بعد انت طالق صریح لفظ عمل کرنے والا رہ جاتا ہے اور صریح لفظ طلاق سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ عورت پر کچھ واجب کیوں نہیں ہوگا تو اس کی ایک وجہ تو پہلے مسئلہ میں عرض کر دی گئی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت نے کوئی مال متقوم بیان نہیں کیا کہ مرد کو دھوکہ دینے والی شمار ہو پس جب وہ دھوکہ دینے والی نہیں ہے تو اس پر کوئی چیز واجب بھی نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

س: اَیُّ مَالٍ تَخْتَلِعُ بِهِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا ؟

ج: كُلُّ مَا جَازَ اَنْ يَكُوْنَ مَهْرًا فِي النِّكَاحِ جَازَ اَنْ يَكُوْنَ بَدَلًا عَنِ الْخُلْعِ

س: کس مال کے بدلے عورت اپنے خاوند سے خلع کر سکتی ہے؟

ج: جس چیز کا نکاح میں مہر بننا جائز ہے اس کا بدل خلع بننا بھی جائز ہے

﴿بدل خلع کونسا مال بن سکتا ہے﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کون سے مال کے بدلے عورت خاوند سے خلع کر سکتی ہے؟

جواب: ہر وہ مال جس کو نکاح میں مہر بنانا جائز ہے اس کو بدل خلع بنانا بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ نکاح کی طرح خلع بھی ایک عقد ہے جو بضع پر وارد ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ اگر خلع میں عورت شراب یا خنزیر مقرر کرے تو شوہر کے لئے کچھ نہیں ہوتا، لیکن خلع صحیح ہو جاتا ہے، بخلاف نکاح سے کہ اس میں خاوند کو مہر مثل ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ خاوند کے ملک میں بضع کا آنا تو متقوم ہے مگر اس کی ملک سے اس کا جانا متقوم نہیں واضح رہے کہ مذکورہ ضابطہ عکس نہیں ہے یعنی جو چیز خلع میں عوض ہو سکے وہ نکاح میں مہر بن سکے ضروری نہیں ہے اس لئے کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جو بدل خلع بن سکتی ہیں مگر مہر نہیں بن سکتیں مثلاً ایک درہم سے نو درہم تک بدل خلع بن سکتے ہیں مگر مہر نہیں بن سکتے۔

س: اِنْ قَالَتْ: خَالِعْنِيْ عَلٰى مَا فِيْ يَدِيْ فَخَالَعَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِيْ يَدِهَا شَيْئٌ مَاذَا يَلْزِمُهَا؟

ج: لَا يَلْزِمُهَا شَيْئٌ وَيَقَعُ الطَّلَاقُ بَائِنًا

Marfat.com

س: اگر عورت نے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ میں اس پر مجھ سے خلع کر لے حالانکہ اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ تھا اس پر کیا لازم ہوگا۔
ج: اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور واقع ہو جائے گی طلاق بائن۔

﴿خالی ہاتھ بیوی کا شوہر سے خلع کرنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ بیوی نے خاوند سے کہا کہ آپ مجھ سے اس پر جو میرے ہاتھ میں ہے خلع کر لیں خاوند نے اس کو قبول کر لیا اور اس سے خلع کر لی حالانکہ عورت کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں تھا تو اس صورت میں عورت کے ذمہ کیا لازم ہوگا؟
جواب: یہ ہے کہ اس صورت میں عورت پر کچھ بھی لازم نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ عورت کے کلام۔ ما فی یدی میں کا لفظ عام ہے جو مال اور غیر مال سب کو شامل ہے، اس لئے عورت مال کا ذکر کر کے اپنے شوہر کو دھوکہ دینے والی شمار نہیں ہوگی اور جب وہ دھوکہ دینے والی نہیں ہے تو اس پر کوئی چیز لازم نہ ہوگی۔

س: اِنْ قَالَتْ خَالِعْنِیْ عَلٰی مَا فِیْ یَدِیْ مِنْ مَّالٍ فَخَالَعَهَا وَ لَمْ یَکُنْ فِیْ یَدِهَا شَیْئٌ هَلْ یَقَعُ الطَّلَاقُ وَیَلْزِمُهَا المال فی هذه الصورة؟
ج: یَقَعُ الطَّلَاقُ الْبَائِنُ وَیَلْزِمُهَا رَدُّ مَهْرِهَا الَّذِی قَبَضَتْ
س: عورت نے کہا مجھ سے خلع کر جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے مال سے پس خلع کر لی اس نے اور اس کے ہاتھمیں کچھ نہ تھا کیا اس پر طلاق واقع ہو جائیگی اور مال لازم ہوگا اس صورت میں
ج: واقع ہو جائے گی طلاق بائن اور لازم ہوگا اس کو مہر کا واپس کرنا جس پر عورت نے قبضہ کیا ہوگا خالی ہاتھ بیوی کا شوہر سے کہنا جو میرے

﴿ہاتھ میں مال ہے اس پر خلع کر لیں، کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ زوجہ نے شوہر سے کہا آپ مجھے سے اس مال پر خلع دے دیں جو میرے ہاتھ میں ہے خاوند نے خلع دے دی حالانکہ عورت کے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا تو کیا اس صورت میں عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اس پر مال لازم ہوگا یا نہیں؟ یاد رہے کہ پہلی صورت میں بیوی نے صرف کہا تھا مافی یدی آگے من مال نہیں کہا تھا اس صورت میں من مال کا اضافہ ہے۔

جواب: یہ ہے کہ اس صورت میں عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور جو مہر اس نے خاوند سے وصول کیا تھا اس کو واپس کرنا اس پر لازم ہوگا۔ اس لئے کہ جب عورت نے مال کا ذکر کیا ہے تو شوہر بغیر عوض ملک نکاح دور کرنے پر راضی نہیں ہوا اور جہالت کی وجہ سے مسمی اور اس کی قیمت کو واجب کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے اور بضع کی قیمت یعنی مہر مثلی بھی واجب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حالت خروج میں بضع غیر متقوم ہے پس اسی کو واجب کرنا متعین ہو گیا جتنے میں وہ شوہر کو پڑی ہے شوہر سے ضرر دور کرنے کے لئے

Marfat.com

اس لئے جس مہر کی ادائیگی شوہر نے کی تھی وہی عورت کو واپس کرنا ہوگا۔

س: قَالَتْ :خَالِعْنِي عَلَى مَا فِي يَدِي مَنْ دَرَاهِمَ اَوْ مِنَ الدَّرَاهِمَ فَخَالَعَهَا وَلَمْ يَكُنْ فِي يَدِهَا شَيْئٌ مَا ذَا يَجِبُ عَلَيْهَا ؟

ج: يَجِبُ عَلَيْهَا اَدَاءُ ثَلَاثَةِ دَرَاهِمَ ۔

س: عورت نے کہا جو کچھ دراھم سے میرے ہاتھ میں ہیں ان پر مجھ سے خلع کر تو خاوند نے خلع کرلیا وراس کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو اس پر کیا واجب ہوگا؟

ج: اس پر تین دراھم کا ادا کرنا واجب ہوگا۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ زوجہ نے خاوند سے کہا خالعنی علی ما فی ید ی من دراہم او من الدراہم۔ کہ آپ مجھ سے جو کچھ ہاتھ میں دراہم ہیں۔ (دراہم کے لفظ پر الف لام داخل کئے بغیر یا داخل کر کے) حالانکہ عورت کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ تھا تو اس پر کیا واجب ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ اس پر تین درہموں کا ادا کرنا ضروری ہوگا، اس کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے دراہم جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے من بیانیہ ہے اس لئے عورت پر تین درہموں کی ادائیگی واجب ہوگی۔

س: قَالَتْ :طَلِّقْنِي ثَلَاثًا بِاَلْفٍ، فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً مَا ذَا يَلْزِمُهَا ؟

ج يَلْزِمُهَا ثُلُثُ الْاَلْفِ۔

س: عورت نے کہا: مجھے ایک ہزار کے بدلے تین طلاقیں دے، تو اس کو خاوند نے ایک طلاق دے دی تو اس پر کیا لازم ہوگا؟

ج: اس پر ہزار کی تہائی لازم ہے۔

﴿بیوی کے تین ہزار کے بدلے تین طلاقوں﴾

﴿کے مطالبہ پر شوہر کا ایک طلاق دینا﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت نے خاوند سے کہا مجھے ہزار درہم کے عوض تین طلاقیں دے دیں تو شوہر نے اس کو ایک طلاق دے دی تو اس صورت کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس صورت میں عورت کے ذمہ ہزار دراہم کا تیسرا حصہ لازم ہوگا اور اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے جب ایک ہزار کے بدلے تین طلاقیں طلب کی ہیں تو گویا اس نے ہر ایک طلاق کو ہزار کی تہائی کے عوض طلب کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ باعوض پر داخل ہوتا ہے تو الف (ایک ہزار) عوض ہوگا اور تین طلاقیں معوض ہوں گی اور ضابطہ یہ ہے کہ عوض معوض پر منقسم ہوتا ہے، اس لئے ہزار تین طلاقوں پر منقسم ہوگا۔

Marfat.com

باقی رہی یہ بات کہ طلاق بائن کیوں واقع ہوگی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ طلاق علی مال ہے اور طلاق علی مال سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

س: وَلَوْقَالَتْ: طَلِّقْنِیْ ثَلاثًا عَلٰی اَلْفٍ فَطَلَّقَهَا وَاحِدَةً مَا ذَاحُكْمُه؟

ج: فِیْهِ خِلَافٌ بَیْنَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَصَاحِبَیْهِ، قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی: لَا شَیْئَ عَلَیْهَا وَیَمْلِكُ الرَّجْعَةَ، وَقَالَا رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی: یَجِبُ عَلَیْهَا ثُلُثُ الْمَالِ كَمَا فِی الْمَسْئَلَةِ الْاُوْلٰی۔

س: اور اگر بیوی نے کہا تین طلاقیں دے مجھے ایک ہزار پر تو اس نے اسکو ایک ہی طلاق دی تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اس میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اس پر کچھ نہیں اور رجوع کرنے کا مالک ہو گا اور صاحبینؒ نے فرمایا واجب ہے اس پر مال کی تہائی جیسا کہ (گزرا) پہلے مسئلہ میں۔

﴿طلقنی ثلاثا علی الف کہنے پر ایک طلاق دینے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ بیوی نے خاوند سے کہا کہ مجھے ہزار پر تین طلاقیں دے دیں خاوند نے ایک طلاق دی تو اس صورت کا کیا حکم ہوگا، واضح رہے کہ پہلی صورت میں الف پر باداخل کرتے ہوئے بیوی نے کہا طلقنی ثلاثا بالف جب کہ اس صورت میں علی الف کے الفاظ ہیں یعنی با کی جگہ علی ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس صورت میں امام اعظم ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے مابین اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عورت پر کچھ لازم نہیں ہے اور خاوند رجوع کا مالک ہوگا یعنی طلاق رجعی واقع ہوگی اور صاحبین فرماتے ہیں کہ پہلی صورت کی طرح اس صورت میں بھی ہزار کی تہائی لازم ہوگی کیونکہ طلاق علی مال عورت کی جانب سے عقد معاوضہ ہے اور معاوضات میں با اور علی دونوں برابر ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ علی شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ 'یبایعنك علی ان لا یشرکن' اور مشروط اجزاء شرط پر منقسم نہیں ہوتا پس مال واجب نہ ہوا (کیونکہ شرط تین کی تھی وہ پوری نہیں ہوئی) لہذا طلاق رجعی واقع ہوئی

س: قَالَ لَهَا الزَّوْجُ: طَلِّقِیْ نَفْسَكِ ثَلاثًا بِاَلْفٍ اَوْ عَلٰی اَلْفٍ فَطَلَّقَتْ نَفْسَهَا وَاحِدَةً مَا ذَا حُكْمُه؟

ج: لَا یَقَعُ عَلَیْهَا شَیْئٌ مِنَ الطَّلَاقِ كَمَا لَا یَجِبُ عَلَیْهَا شَیْئٌ مِنَ الْمَالِ

س: خاوند نے عورت سے کہا اپنے نفس کو ہزار کے بدلے یا ہزار پر تین طلاقیں دے تو اس نے خود کو ایک ہی طلاق دی تو اس کا کیا حکم ہے۔

ج: کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی جیسے کہ عورت پر کچھ مال لازم نہیں ہوگا۔

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ تو خود کو ایک ہزار کے عوض یا ایک ہزار کی شرط پر تین طلاق دے دے تو اس نے خود کو ایک طلاق دی تو اس صورت کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ اس صورت میں نہ تو اس پر کوئی طلاق واقع ہوگی اور نہ ہی اس کے ذمہ مال لازم ہوگا۔
اس کی دلیل یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو بائنہ کرنے پر اس صورت میں راضی ہوا ہے کہ اس کو پورا ایک ہزار دیا جائے، پس خاوند کا ایک ہزار کے بدلے اپنی ملک کو زائل کرنے پر راضی ہونا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ ایک ہزار سے کم میں بھی اپنی ملک زائل کرنے پر راضی ہے اس کے برخلاف پہلی صورت میں (جو پہلے مسئلہ میں گزری) عورت جب ایک ہزار عوض دے کر بھی بائنہ ہونے کے لئے راضی ہے تو ایک ہزار سے کم یعنی ایک ہزار کی تہائی پر بدرجہ اولی راضی ہوگی۔

س: اِخْتَلَعَا وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَوْ لِاَحَدِهِمَا حُقُوْقٌ عَلَى الْاٰخَرِ مَا حُكْمُ اَدَائِهَا ؟

ج: قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى الْخُلْعُ يَسْقُطُ كُلَّ حَقٍّ مُتَعَلِّقٍ بِالنِّكَاحِ وَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَاحِدٍ مِّنْهُمَا شَيْئٌ مِنَ الْحُقُوْقِ ، اَمَّا مَا كَانَ مِنْ حَقٍّ لَا يَتَعَلَّقُ بِالنِّكَاحِ فَهُوَ وَاجِبُ الْاَدَاءِ كَمَا كَانَ ، وَذٰلِكَ مِثْلُ اِنِ اسْتَدَانَ اَحَدُهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ ثُمَّ خَالَعَا فَلَا يَسْقُطُ الدَّيْنُ بِالْخُلْعِ وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى :اَلْخُلْعُ لَا يَسْقُطُ مِنَ الْحُقُوْقِ اِلَّا مَا سَمَّيَا وَهُنَاكَ صُوْرَةٌ اُخْرٰى لِاِسْقَاطِ الْحُقُوْقِ وَهِيَ الْمُبَارَاةُ وَهِيَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى تَسْقُطُ كُلُّ حَقٍّ يَتَعَلَّقُ بِالنِّكَاحِ ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى :اَلْمُبَارَاةُ وَالْخُلْعُ سَوَاءٌ وَاِنَّهُمَا لَا يَسْقُطَانِ اِلَّا مَا سَمَّيَا

س: میاں بیوی نے خلع کی جبکہ ان میں سے ہر ایک کے دوسرے پر یا صرف ایک کے دوسرے پر کچھ حقوق تھے تو ان کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟

ج: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ خلع ساقط کر دیتا ہے ان تمام حقوق کو جو نکاح کے ساتھ متعلق تھے۔ اور انمیں سے کسی پر بھی کچھ حقوق باقی نہیں رہیں گے۔ باقی رہے وہ، حقوق جو نکاح کے ساتھ متعلق نہیں تو ان کی ادائیگی واجب ہوگی جیسے تھی۔ زوجین میں سے ایک نے دوسرے سے قرض لیا تھا پھر دونوں میں خلع واقع ہوئی۔ تو یہ دین (قرض) خلع سے ساقط نہیں ہوگا اور صاحبین فرماتے ہیں کہ خلع سے صرف وہی حقوق ساقط ہوگے جو ان دونوں نے ذکر کئے ہوں۔ یہاں پر ایک اور صورت بھی حقوق کے ساقط کرنے کے لئے ہے جسے مبارات کہتے ہیں (یعنی ایک دوسرے کو بری کرنا) شیخین کے ہاں مبارات ہر حق جو متعلق بالنکاح ہو کو ساقط کر دیتی ہے۔ اور امام محمد نے فرمایا، مبارات اور خلع دونوں برابر ہیں۔ اور یہ صرف ذکر کردہ حقوق کو ساقط کرتی ہیں۔

﴿خلع سے سقوط حقوق کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ میاں بیوی نے خلع کی حالانکہ دونوں کے ایک دوسرے پر یا ان میں سے ایک کے دوسرے کے ذمہ حقوق لازم ہیں تو ان کے ادا کرنے کا کیا حکم ہے؟
جواب یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ خلع ہر اس حق کو جو نکاح سے متعلق ہو ساقط کر دے گی مہر، نان، نفقہ، سکنی وغیرہ

Marfat.com

(نکاح سے م... نکاح ہے جس کے بعد خلع یا مباراۃ ہوا گر شوہر نے بیوی کو طلاق بائن دے کر دوبارہ نکاح کیا ہوا تو اور دوسرا مہر مقرر ہوا ہو تو پہلا مہر سے بری نہ ہوگا) اور جس حق کا تعلق نکاح سے نہیں ہے وہ واجب الاداء رہے گا۔ مثال کے طور پر میاں بیوی میں سے کسی نے دوسرے سے قرض لیا ہوا ہے پھر انہوں نے خلع کر لی تو خلع سے وہ ساقط نہ ہوگا۔ اور امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ خلع کسی حق کو بھی ساقط نہیں کرتی مگر وہ حقوق جن کو انہوں نے مقرر کر دیا ہو۔ اور یہاں حقوق کے اسقاط کی ایک اور صورت بھی ہے اور وہ مباراۃ ہے اور وہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حقوق متعلقہ بالنکاح تمام کو ساقط کر دیتی ہے۔

اور امام محمد فرماتے ہیں کہ مباراۃ اور خلع برابر ہیں، وہ دونوں ہی حقوق ساقط نہیں کرتیں مگر وہ جو انہوں نے مقرر کر دیئے ہوں۔

مباراۃ مفاعلت کا مصدر ہے بمعنی ایک دوسرے سے بری ہونا یہاں اس کی صورت یہ ہے کہ بیوی شوہر سے کہے کہ مجھے اتنے مال پر بری کر دے اور شوہر کہے کہ میں نے تجھے بری کر دیا۔ امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خلع اور مباراۃ سے وہی حقوق ساقط ہوتے ہیں جو زوجین کے مقرر کئے ہوئے ہوں امام ابو یوسف مسئلہ خلع میں امام محمد کیساتھ ہیں اور مسئلہ مباراۃ میں امام ابو حنیفہ کے ساتھ (جیسا کہ اوپر گزرا) امام محمد فرماتے ہیں کہ خلع عقد معاوضہ ہے جس کی تاثیر صرف استحقاق مشروط میں ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کا دوسرے پر قرض ہو تو وہ ساقط نہیں ہوتا، امام ابو یوسف فرماتے ہیں مباراۃ کو مطلقاً جانبین برائت چاہتی ہے لیکن یہاں اس کو حقوق نکاح سے مقید کیا جائے گا کیونکہ مبارات سے زوجین کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ جو حقوق معاشرت کی وجہ سے لازم ہوئے ہیں ان سے بری ہوں، ان حقوق سے براءت مقصود نہیں ہوتی جو معاملہ کی وجہ سے لازم ہوں۔

امام صاحب فرماتے ہیں مبارات کی طرح خلع بھی جانبین سے براءۃ چاہتا ہے کیونکہ خلع بمعنی فصل ہے اور فصل وجدائی کا تحقق اسی وقت ہی ہو سکتا ہے جب جانبین میں سے کسی کا دوسرے پر کوئی حق نہ رہے ورنہ منازعت پیش۔

باب الرجعة

﴿یہ باب رجوع کرنے کے بیان میں آیا ہے﴾

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ فِيمَا سَبَقَ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ تَطْلِيقَةً رَجْعِيَّةً اَوْ تَطْلِيقَتَيْنِ رَجْعِيَّتَيْنِ فَلَهٗ اَنْ يُرَاجِعَهَا فِي الْعِدَّةِ فَهَلْ يَشْتَرِطُ لِذٰلِكَ رِضَاءُ الْمَرْاَةِ ؟

ج: لَا يُشْتَرَطُ ذٰلِكَ ، وَلَهٗ اَنْ يُرَاجِعَهَا رَضِيَتِ الْمَرْاَةُ بِذٰلِكَ اَوْلَمْ تَرْضِ

س: تحقیق آپ پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دیدے یا دو رجعی طلاقیں تو اس کو عدت میں رجوع کرنے کا اختیار ہے تو کیا اس کیلئے عورت کی رضا شرط ہے

ج: اس کیلئے یہ شرط نہیں ہے اور اس کو رجوع کرنے کا اختیار ہے، اس میں عورت راضی ہو یا راضی نہ ہو

Marfat.com

﴿طلاق رجعی مین رجوع کے لئے بیوی کا راضی ہونا شرط نہیں﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ تم پچھلے صفحات میں رجعت کا تذکرہ کر کے آئے ہو کہ شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے دے یا دو طلاق رجعی تو مرد کو اختیار ہے کہ وہ عدت میں عورت سے مراجعت کرے تو کیا مراجعت میں عورت کا راضی ہونا شرط ہے یا نہیں؟

جواب یہ ہے کہ اس میں عورت کا راضی ہونا شرط نہیں ہے، مرد کو رجوع کر لینے کا اختیار ہے خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو بس عدت میں رجوع کرنا شرط ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ اس کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے فا ذا بلغن اجلهن فا مسکو هن بمعروف او فا رقوهن بمعروف اس آیت میں مطلقا رجعت کا ذکر ہے عورت کی رضا یا عدم رضا کی کوئی تفصیل نہیں ہے اس لئے خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں رجوع کیا جا سکتا ہے۔

س: كَيْفَ يُرَاجِعُهَا ؟

ج: يَقُوْلُ لَهَا : رَاجَعْتُكِ اَوْيَقُوْلُ : رَاجَعْتُ امْرَأَتِيْ ، وَهٰذَا رَجُوْعٌ بِا لْقَوْلِ، وَلَوْ وَطِئَهَا اَوْ قَبَّلَهَا اَوْ لَمَسَهَا بِالشَّهْوَةِ اَوْ نَظَرَ اِلٰى فَرْجِهَا الدَّاخِلِ بِشَهْوَةٍ يَكُوْنُ مُرَاجِعًا ، وَهٰذَا رُجُوْعٌ بِالْفِعْلِ۔

س: کیسے رجوع کرے گا اس سے؟

ج: بیوی کو کہے: میں نے تجھ سے رجوع کیا یا کہے میں نے اپنی عورت سے رجوع کیا یہ رجوع بالقول ہے، اور اگر اس سے وطی کی، یا اس کا بوسہ لیا یا اس کو شہوت کے ساتھ چھوا یا دیکھا اس کے فرج داخل کی طرف شہوت کے ساتھ تو (بھی) رجوع کرنے والا ہوگا اور یہ رجوع بالفعل ہے

﴿رجوع کرنے کا طریقہ﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ خاوند بیوی سے مراجعت کیسے کرے۔

جواب یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے کہے میں نے تجھ سے رجعت کر لی یا کہے میں نے اپنی بیوی سے رجعت کر لی یا اس سے وطی کر لے یا اس کا بوسہ لے لے یا اس کو شہوت سے چھو لے یا شہوت سے اس کی شرمگاہ کو دیکھ لے ان تمام صورتوں میں یہ رجوع کرنے والا ہوگا پہلی دو صورتوں میں مراجعت بالقول ہوئی اور بعد والی چار صورتوں میں رجعت بالفعل۔

س: هَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَى الرَّجْعَةِ ؟

ج: لَا يَجِبُ الْاِشْهَا دُ ، وَلٰكِنَّهٗ يَسْتَحِبُّ لَهٗ اَنْ يَشْهَدَ عَلَى الرَّجْعَةِ شَاهِدَيْنِ ، وَاِنْ لَمْ يَشْهَدْ صَحَّتِ الرَّجْعَةُ ،

س: کیا رجوع کرنے پر گواہ بنانا اس پر واجب ہے؟

ج: گواہ بنانا واجب نہیں ہے اور لیکن مستحب ہے اس کے لئے کہ رجوع پر دو گواہ بنائے اور اگر گواہ نہ بنائے رجوع درست ہو جائے

Marfat.com

گا

رجوع پر گواہ بنانا مستحب ہے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کیا خاوند پر واجب ہے کہ وہ رجعت پر گواہ بنائے۔
جواب۔ خاوند کے لئے رجعت پر گواہ بنانا ضروری اور واجب نہیں ہے لیکن مستحب ہے کہ وہ رجعت پر گواہ بنالے، اگر گواہ نہیں بناتا تو بھی رجعت صحیح و درست ہے۔
گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ دو مسلمان گواہوں سے کہے کہ تم گواہ رہو میں نے اپنی بیوی سے مراجعت کرلی ہے۔
امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی دو روایتیں ہیں ایک ہمارے ساتھ اور دوسری روایت ان سے وجوب کی ہے۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ رجعت کے سلسلہ میں جو نصوص منقول ہیں وہ تمام قید اشہاد سے مطلق ہیں جیسے (۱) فامسکوھن بمعروف (۲) اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِ مْسَاكٌ بِمَعْرُ وْفٍ (۳) وَبُعُوْ لَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ (٤) فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَتَرَاجَعَا (۵) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مُرْ اِبْنَكَ فَلْيُرَاجِعْهُ

س: طَلَّقَهَا رَجْعِيًّا وَانْقَضَتِ الْعِدَّةُ فَقَالَ الزَّوْجُ: اِنِّي كُنْتُ رَاجَعْتُكِ فِي الْعِدَّةِ فَصَدَّقَتْهُ اَوْ كَذَّبَتْهُ بِمَا ذَا يُحْكَمُ؟
ج: اِنْ صَدَّقَتْهُ فَهِيَ رَجْعَةٌ، وَاِنْ كَذَّبَتْهُ فَا لْقَوْلُ قَوْلُهَا، وَلَا يَمِيْنَ عَلَيْهَا فِي ذٰلِكَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى
س: خاوند نے طلاق رجعی دی۔ اور عدت ختم ہوگئی۔ اور خاوند نے کہا کہ میں نے تجھ سے عدت کے اندر رجوع کرلیا تھا، اور عورت نے اسکی تصدیق یا تکذیب کی، تو کیا حکم ہوگا؟
ج: اگر تصدیق کی تو رجوع ہوگا، اور اگر اس کو جھٹلا دیا تو عورت کی بات قبول ہوگی، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک اس (مسئلہ) میں اس پر قسم نہیں ہے

عدت میں رجوع کرنے نہ کرنے میں عورت کا قول معتبر ہوگا

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ خاوند نے بیوی کو طلاق رجعی دی اور عدت پوری ہوگئی، عدت پوری ہو چکنے کے بعد خاوند کہتا ہے کہ میں نے تو عدت میں ہی تجھ سے رجوع کرلیا تھا، اگر عورت تصدیق کردے تو پھر کیا حکم ہوگا اور تکذیب کردے تو پھر کیا حکم ہوگا۔
جواب یہ ہے کہ اگر تو عورت خاوند کی تصدیق کردیتی ہے تو یہ رجعت ہوگی اور اگر تصدیق نہیں کرتی بلکہ تکذیب کرتی ہے تو عورت کی بات معتبر ہوگی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس (عورت) پر اس میں قسم بھی لازم نہیں ہوگی۔ کیونکہ تصادق زوجین سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے تو رجعت بطریق اولی صحیح ہو جائے گی، ہاں اگر عورت انکار کردے تو رجعت صحیح نہ ہوگی کیونکہ شوہر اس چیز کی خبر دے رہا ہے جس کے فی الحال انشاء کا وہ مالک نہیں ہے اور عورت اس کی منکر ہے تو قول اسی (عورت) کا معتبر ہوگا۔
س: قَالَ الزَّوْجُ قَدْ رَاجَعْتُكِ، فَقَالَتْ مُجِيْبَةً لَهُ: قَدِ انْقَضَتْ عِدَّتِيْ هَلْ تَصِحُّ هٰذِهِ الرَّجْعَةُ؟

Marfat.com

ج: لَاتَصِحُّ هٰذِهِ الرَّجْعَةُ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ، وَقَالَا الرَّجْعَةُ صَحِيْحَةٌ فِىْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ ۔

س: خاوند نے کہا، میں نے تجھ سے رجوع کرلیا۔عورت نے جواب دیتے ہوئے کہا، میری عدت ختم ہو چکی۔تو کیا یہ رجوع صحیح ہے؟

ج: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رجوع صحیح نہیں۔اور صاحبینؒ نے فرمایا اس صورت میں رجوع کرنا صحیح ہے۔

توضیح: شوہر نے بیوی سے کہا کہ میں عدت میں رجوع کر چکا ہوں، بیوی نے متصلاً ہی شوہر سے کہدیا کہ میری عدت تو گزر بھی چکی ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک رجوع صحیح نہیں ہوگا امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ رجعت صحیح ہے۔صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ رجعت نے زمانہ عدت کو پالیا ہے کیونکہ بظاہر عدت کا وقت جب تک عورت عدت گزرنے کی خبر نہ دے باقی ہے اس لئے رجعت کا قول: پہلے ہے اور عدت گزرنے کی خبر بعد میں دی گئی ہے تو رجعت صحیح ہو جائے گی۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ رجعت کا قول عدت گزرنے کے بعد پایا گیا ہے کیونکہ عورت عدت گزر جانے کی خبر دینے میں امین ہے، اس لئے کہ یہ اس چیز کی خبر دینا ہے جو اس عورت کے رحم میں ہے، اور جو چیز رحم میں ہو اس کی خبر دینے والا امین ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِىْٓ اَرْحَامِهِنَّ یعنی عورتوں کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے۔بہر حال جب عورت عدت گزرنے کی خبر دے رہی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ عدت کا گزرنا پہلے ہے اور اس کا خبر دینا بعد میں ہے، جب خبر بعد میں دی جا رہی ہے تو معلوم ہوا کہ رجوع عدت گزرنے کے بعد ہو رہا ہے اور جو رجوع عدت گزرنے کے بعد ہو وہ درست نہیں ہوتا لہٰذا یہ رجوع صحیح نہ ہوگا۔

س: رَجُلٌ تَزَوَّجَ اَمَةً ثُمَّ طَلَّقَهَا طَلَاقًا رَجْعِيًّا وَقَالَ بَعْدَ اِنْقِضَاءِ عِدَّتِهَا : قَدْ كُنْتُ رَاجَعْتُكِ فِى الْعِدَّةِ ، فَصَدَّقَهُ الْمَوْلٰى وَكَذَّبَتْهُ الْاَمَةُ ، هَلْ يُعْتَبَرُ فِىْ ذٰلِكَ قَوْلُ الزَّوْجِ اَوِ الْمَوْلٰى ؟

س: ایک آدمی نے لونڈی سے نکاح کیا، پھر اس کو طلاق رجعی دی۔اور عدت ختم ہونے کے بعد اس سے کہا میں عدت کے اندر تجھ سے رجوع کر چکا تھا، تو مولی نے تصدیق کی اور لونڈی نے تکذیب کی، تو کیا اس میں خاوند کی بات معتبر ہوگی یا مولی کی؟

ج: لَا يُعْتَبَرُ قَوْلُهُمَا ، وَالْقَوْلُ قَوْلُهَا عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى

ج: ان دونوں کا قول معتبر نہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عورت کا قول معتبر ہے

دورانِ عدت رجوع کے متعلق لونڈی کا قول معتبر ہوگا

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کسی آدمی نے لونڈی سے شادی کر لی پھر اس کو طلاق رجعی دے دی اور عدت گزر جانے کے بعد اس لونڈی سے کہتا ہے کہ تحقیق میں نے تو تجھ سے عدت کے اندر مراجعت کر لی تھی، تو خاوند کی مولی نے تصدیق کر دی اور لونڈی نے اس کو جھٹلا دیا کیا اس صورت میں خاوند یا مولی کا قول مقبول ہوگا؟ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک خاوند اور مولی دونوں کا قول

Marfat.com

معتبر نہیں ہوگا اور لونڈی کا قول معتبر ہوگا۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مولی کا قول معتبر ہوگا نہ کہ لونڈی کا۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ رجعت کا حکم بقاء عدت اور انقضاء عدت پر مبنی ہے (یعنی اگر عدت باقی ہے تو رجعت ثابت ہو جائے گی اور اگر عدت گزر گئی تو رجعت کا حکم ثابت نہیں ہوگا) اور عدت کے باقی ہونے میں عدت کا قول معتبر ہے پس جو چیز عدت پر مبنی یعنی رجعت اس میں بھی عورت کا قول معتبر ہے۔

س: اِنْقَطَعَ دَمُ الْمُطَلَّقَةِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ هَلْ تَنْقَطِعُ بِذٰلِكَ الرَّجْعَةُ؟

ج: فِيْهِ تَفْصِيْلٌ ، اِنِ انْقَطَعَ لِعَشْرَةِ اَيَّامٍ اِنْقَطَعَتِ الرَّجْعَةُ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَاِنْ لَّمْ تَغْتَسِلْ بَعْدُ ، وَاِنِ انْقَطَعَ لِاَقَلِّ مِنْ عَشْرَةِ اَيَّامٍ لَمْ تَنْقَطِعِ الرَّجْعَةُ حَتّٰى تَغْتَسِلَ اَوْ يَمْضِيَ عَلَيْهَا وَقْتُ صَلٰوةٍ، اَوْتَتَيَمَّمَ وَتُصَلِّيَ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِذَا تَيَمَّمَتْ اِنْقَطَعَتِ الرَّجْعَةُ وَاِنْ لَّمْ تُصَلِّ

س: منقطع ہو گیا مطلقہ کا خون حیض سے کیا منقطع ہوگا اس کے ساتھ رجوع کرنا؟

ج: اس میں تفصیل ہے، اگر منقطع ہو گیا دس دن پر منقطع ہوگا رجوع کرنا، اور پوری ہو جائے گی اس کی عدت اور اگرچہ نہ غسل کیا ہو بعد میں، اور اگر منقطع ہو گیا دس دنوں سے کم نہیں منقطع ہوگا رجوع یہاں تک کہ غسل کرے یا گزارے اس پر نماز کا وقت، یا تیمم کرے اور نماز پڑھے، اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما للہ تعالی کے نزدیک ہے، اور امام محمدؒ رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا جب اس نے تیمم کر لیا رجوع کرنا منقطع ہوگا اگرچہ نماز نہ پڑھی ہو

﴿رجعت کا انقطاع کیا ہوگا﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مطلقہ عورت کے تیسرے حیض کا خون منقطع ہو گیا تو کیا اس کے ساتھ ہی رجعت بھی منقطع ہو جائے گی؟

جواب یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر خون دس دن پر منقطع ہوا ہے تو (فورا) رجعت منقطع ہو گئی اور اس کی عدت پوری ہو گئی اگرچہ عورت نے حیض منقطع ہونے کے بعد (ابھی) غسل نہ ہی کیا ہو اور اگر دس دن سے کم میں خون منقطع ہو گیا تو محض خون منقطع ہونے سے رجعت منقطع نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ عورت غسل کر لے یا اس پر ایک نماز کا پورا وقت گزر جائے یا وہ تیمم کر لے اور نماز پڑھ لے اور یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں جب اس نے تیمم کر لیا رجعت منقطع ہو گئی اگرچہ اس نے نماز نہ پڑھی ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رجعت کا منقطع ہونا موقوف ہے عدت کے گزر جانے پر اور عدت کا گزر جانا موقوف ہے تیسرے حیض سے فارغ ہونے پر اور تیسرے حیض سے فارغ ہونا موقوف ہے طہارت کے حصول پر اب حیض کا انقطاع دس دن پر ہوا ہے تو فورا طہارت حاصل ہو جائیگی کیونکہ حیض کا زمانہ دس دن سے زیادہ ہونے کا احتمال نہیں رکھتا اور تیسرے دن کی

Marfat.com

صورت میں چونکہ خون کے لوٹ آنے کا احتمال ہے اس لئے انقطاع دم کو قوت دی جائے گی یا تو حقیقت الضروری
یا پاک عورتوں کے احکام میں سے کوئی حکم اس پر لازم ہونے کے ساتھ مثلاً جب نماز کا پورا وقت گزر گیا تو نماز اس کے ساتھ
اور یہ پاک عورتوں کے احکام میں سے ہے یا وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے امام محمدؒ فرماتے ہیں تیمم کرتے ہی رجعت کا ... ہو گئی
گا کیونکہ تیمم کر کے اس کے لئے وہ چیز حلال ہو گئی جو غسل سے ہوتی ہے پس گویا اس نے غسل کر لیا شیخین فرماتے ہیں کہ
حدث نہیں ہے چنانچہ پانی پر قادر ہوتے ہی تیمم باطل ہو جاتا ہے تو اس کو ضرورۃ مشروع کیا گیا ہے اور ضرورۃ اداء صلوۃ کے و...
متحقق ہو گی نہ کہ اس سے پہلے پس معلوم ہوا کہ اگر اس نے نماز پڑھ لی تو تیمم سے طہارت حاصل ہو گئی ورنہ نہیں۔

س: اِغْتَسَلَتْ وَنَسِيَتْ مِنْ بَدَنِهَا عُضْوًا لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ هَلْ تَنْقَطِعُ بِذٰلِكَ الرَّجْعَةُ

ج: يُنْظَرُ فِيْ ذٰلِكَ ، اِنْ كَانَ الْعُضْوُ الْمَتْرُوْكُ الَّذِيْ لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ عُضْوًا كَامِلًا فَمَا فَوْقَهٗ لَمْ تَنْقَطِعِ الرَّجْعَةُ ، وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنَ الْعُضْوِ الْكَامِلِ اِنْقَطَعَتْ

س: غسل کر چکی اور بدن کے کسی عضو کو بھول گئی اس کو پانی نہیں پہنچا کیا رجوع اس کے ساتھ منقطع ہوگا؟

ج: اس میں دیکھا جائے گا، اگر عضو متروک جس کو پانی نہیں پہنچا کامل عضو ہے یا اس سے اوپر ہے تو رجوع (کا حق) منقطع نہ ہو گا، اور اگر عضو کامل سے کم ہے تو منقطع ہو جائے گا

غسل میں عضو کامل رہ گیا تو رجعت منقطع نہ ہو گی

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت نے غسل کیا اور اپنے بدن سے کوئی عضو بھول گئی اس پر پانی نہیں پہنچا تو کیا اس (غسل) کے ساتھ رجعت منقطع ہو جائے گی؟

جواب یہ ہے کہ اگر دس دن سے کم میں خون منقطع ہو جانے کے بعد عورت نے غسل کیا دیکھا جائے گا کہ وہ ایک عضو کامل یا اس سے بڑھکر ہے پس اگر ایسی حالت میں مراجعت کر لی تو صحیح ہو گی اور اگر وہ جز ایک عضو سے کم ہے تو رجعت منقطع ہو جائے گی یعنی ایسی حالت میں رجعت صحیح نہیں ہو گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو عضو سے کم ہے تو اس میں احتمال ہے کہ اس پر پانی پہنچ گیا ہو اور وہ فورا خشک ہو گیا اس لئے احتیاطا یہ حکم ہو گا کہ اس وقت کا رجوع درست نہیں ہے اور اس صورت میں کسی سے بھی نکاح درست نہیں کیونکہ پانی نہ پہنچنے کا احتمال ہے تو معتدہ الغیر سے نکاح کرنا لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے۔ اور جب پورا عضو یا اس سے بھی زیادہ رہ جائے تو چونکہ عضو کامل بہت جلد خشک نہیں ہوتا اور عادتاً عضو کامل سے انسان غافل بھی نہیں رہتا لہذا یہی کہا جائے گا کہ ابھی اس حصہ کو دھو یا ہی نہیں گیا اور جب ایسا ہے تو غسل ناممکن ہونے کی وجہ سے عدت باقی ہے اور عدت میں رجعت کا حکم باقی رہتا ہے۔ پس عضو کامل اور مادون العضو کے حکم جدا جدا ہونے کی وجہ ظاہر ہو گئی۔

فائدة: يُسْتَحَبُّ لِزَوْجِ الْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ اَنْ لَّا يَدْخُلَ عَلَيْهَا حَتّٰى يَسْتَاْذِنَهَا اَوْيُسْمِعَهَا خَفْقَ نَعْلَيْهِ ، كَمَا

Marfat.com

يَسْتَحِبُّ لَهَا اَنْ تَتَشَرَّفَ وَتَتَزَيَّنَ ، وَلَوْ وَطِئَهَاالزَّوْجُ لَا يَكُوْنُ آثِمًالِاَنَّ الطَّلاَ قَ الرَّجْعِيَّ لَا يَحْرُمُ الْوِطْئَ وَيَكُوْنُ بِذٰلِكَ مُرَاجِعًا، كَمَا ذَكَرْ نَا مِنْ قَبْلُ

فائدہ: مطلقہ رجعیہ کے خاوند کے لئے مستحب ہے کہ اس پر داخل نہ ہو یہاں تک کہ اس سے اجازت لے یا اسے اپنے جوتوں کی آواز سنائے، جیسا کہ مستحب ہے عورت کو کہ وہ آراستہ ہو اور زینت اختیار کرے اور اگر خاوند نے اس سے وطی کرلی تو گناہگار نہ ہوگا اس لئے کہ طلاق رجعی وطی کو حرام نہیں کرتی ور وہ اس کے ساتھ رجوع کرنے والا (شمار) ہوگا، جیسا کہ پہلے گزر چکا

نوٹ: مسئلہ واضح ہے۔

اَلْمَسَائِلُ الْمَتَعَلِّقَةُ بِنِكَاحِ الْمُبَانَةِ وَالْمُطَلَّقَةِ ثَلاثًا

﴿یہ مسائل متعلق ہیں بائنہ اور تین طلاقوں والی کے نکاح کے ساتھ﴾

س: اِذَا اَبَا نَ الزَّوْجُ امْرَاَتَه، اَىْ طَلَّقَهَا طَلاَ قًا بَائِنًا دُوْنَ الثَّلَاثِ هَلْ يَجُوْزُ لَه، اَنْ يَتَزَوَّجَهَا ثَانِيًا ؟

ج: نَعَمْ يَجُوْزُ لَه، اَنْ يَتَزَوَّجَهَا فِىْ عِدَّتِهَا وَبَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا ، وَاَمَّا غَيْرُه، فَلَايَجُوْزُ لَه، اَنْ يُنْكِحَهَا اِلَّا بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ

س: جب بائنہ کردیا خاوند نے اپنی عورت کو یعنی طلاق بائن دی بغیر تین کے کیا اس کے لئے جائز ہے کہ اس سے دوبارہ نکاح کر لے؟

ج: جی ہاں اس کے لئے اس سے اس کی عدت میں اور اس کی عدت گزرنے کے بعد نکاح کرنا جائز ہے اور بہرحال اسکا غیر، تو اس کیلیے عدت کے گزر جانے کے بعد ہی نکاح کرنا جائز ہے۔

﴿تین طلاقوں سے کم طلاق بائن کے بعد بھی نکاح جائز ہے﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ خاوند بیوی کو بائنہ کردے۔ یعنی طلاق بائن دے دے تین طلاقوں سے کم تو کیا اس کے لئے دوبارہ اس سے نکاح کرلینا جائز ہے؟

جواب یہ ہے کہ جی ہاں شوہر کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی اس معتدہ سے عدت میں نکاح کرے یا عدت کے بعد نکاح کرلے دونوں صورتیں صحیح ہیں کیونکہ محل کا حلال ہونا باقی ہے کیونکہ حلت کا زائل ہونا تیسری پر معلق ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے فان طلقها فلا تحل له ، اس سے معلوم ہوا کہ تیسری طلاق سے پہلے حلت کا زوال معدوم ہوگا تو تیسری طلاق سے پہلے شوہر کے لئے مدت میں نکاح کرنا بھی حلال ہوگا۔ البتہ شوہر کے علاوہ کسی اور کے لیے دوران عدت نکاح کرنا جائز نہیں ہے، عدت گزرجانیکے بعد نکاح کرنا جائز ہوگا۔

Marfat.com

س: طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ الْحُرَّةَ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ مُوَافِقًا لِلسُّنَّةِ اَوْ مُرْتَكِبًا لِلْبِدْعَةِ مَاحُكْمُ نِكَاحِهَا ثَانِيًا اِذَا اَرَادَ الْمُطَلِّقُ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا ؟

ج: اَلطَّلَقَاتُ الثَّلَاثُ فِيْ حَقِّ الْحُرَّةِ وَالطَّلَاقَانِ فِيْ حَقِّ الْاَمَةِ يُسَمّٰى طَلَاقًا مُغَلَّظًا ، وَلَا يَجُوْزُ لِلزَّوْجِ الْمُطَلِّقِ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا ثَانِيًا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ نِكَاحًا صَحِيْحًا بَعْدَ مَضِيِّ الْعِدَّةِ وَيَدْخُلُ بِهَا زَوْجُهَا الثَّانِيْ ثُمَّ يُطَلِّقُهَا اَوْيَمُوْتُ عَنْهَا وَتَمْضِيْ عِدَّتُهَا بَعْدَ ذٰلِكَ

س: طلاق دی اپنی آزاد بیوی کو تین طلاقیں سنت کے مطابق یا بدعت کا مرتکب ہو کر تو اس کے دوسرے نکاح کرنیکا کیا حکم ہے

ج: تین طلاقیں آزاد عورت کے حق میں اور دو طلاقیں لونڈی کے حق میں انکا نام رکھا جاتا ہے طلاق مغلظ اور نہیں جائز طلاق دینے والے خاوند کے لئے کہ نکاح کرے اس سے دوبارہ یہاں تک کہ نکاح کرلے دوسرا شخص نکاح صحیح عدت گزر جانے کے بعد اور دخول کرلے اس سے زوج ثانی، پھر طلاق دے دے یا فوت ہو جائے، اور اس کے بعد اس کی عدت پوری ہو جائے

﴿طلاق مغلظہ کے بعد شوہر اول سے نکاح کا حکم﴾

توضیح سوال کا حاصل یہ ہے کہ شوہر نے اپنی آزاد بیوی کو سنت کے موافق تین طلاقیں دیں یا بدعت کا ارتکاب کرتے ہوئے تین طلاقیں دے دیں، جب طلاق دینے والا اس سے نکاح کا ارادہ کرے تو اس کے نکاح ثانی کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ آزاد عورت کے حق میں تین طلاقوں اور لونڈی کے حق میں دو طلاقوں کا نام طلاق مغلظہ رکھا جاتا ہے۔ طلاق دینے والے شوہر کے لیے اس سے دوبارہ نکاح جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح صحیح کرے عدت گزر جانے کے بعد یا دوسرا شوہر اس کے ساتھ دخول بھی کرلے، پھر وہ اس کو طلاق دے دے یا مرجائے پھر عدت گزارے اس پر دلیل قرآن کریم کی آیت ہے۔ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

لفظ فان طلقھا میں طلاق سے مراد تیسری طلاق ہے اور تنکح سے مراد وطی ہے کیونکہ عقد نکاح کے معنی تو لفظ زوج کے اطلاق سے ہی حاصل ہو گئے اگر تنکح سے بھی عقد نکاح مراد لیں تو کلام میں صرف تاکید ہو گی حالانکہ کلام کو تاسیس پر محمول کرنا راجح ہے لان الافادة خير من الاعادة

س: مَا الْمُرَادُ بِالنِّكَاحِ الصَّحِيْحِ وَمَا فَائِدَةُ التَّقْيِيْدِ بِهٖ ؟

ج: اَلْمُرَادُ بِالنِّكَاحِ الصَّحِيْحِ النِّكَاحُ النَّافِذُ ، فَلَوْ وَطِئَهَا النَّاكِحُ نِكَاحًا فَاسِدًا لَا تَحِلُّ بِذٰلِكَ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ لِاَنَّ نِكَاحَهٗ غَيْرُ نَافِذٍ شَرْعًا

س: کیا مراد ہے نکاح صحیح کے ساتھ اور کیا فائدہ ہے اس کے ساتھ قید لگانے کا؟

ج: نکاح صحیح سے مراد نکاح نافذ ہے پس اگر ناکح نے نکاح فاسد سے وطی کرلی تو اس (وطی) کے ساتھ وہ زوج اول کے لئے حلال

Marfat.com

نہ ہوگی اس لئے کہ اس کا نکاح شرعاً غیر نافذ ہے

نکاح صحیح کی تعریف اور اس کے ساتھ صحیح کی قید لگانے کا فائدہ

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ نکاح صحیح سے مراد کیا ہے؟ اور نکاح کو صحیح کے ساتھ مقید کرنے کا کیا فائدہ ہے؟
جواب یہ ہے کہ نکاح صحیح سے مراد نکاح نافذ ہے۔ پس اگر کسی نے نکاح فاسد کر کے عورت سے وطی کر لی تو یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی کیونکہ شرعاً اس کا نکاح نافذ نہیں ہے، کیونکہ نکاح فاسد میں وطی حرام ہوتی ہے اور تفریق واجب ہوتی ہے اور وطی کرنے سے پہلے مہر لازم نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھالی کہ وہ نکاح نہیں کرے گا پھر اس نے نکاح فاسد کر لیا تو وہ حانث نہ ہوگا۔ بحر میں ہے کہ نکاح صحیح سے مراد نکاح نافذ ہے تو اس قید سے نکاح فاسد اور موقوف خارج ہو جائے گا۔ جیسا کہ اگر (مطلقہ ثلاث) سے غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا پھر اس سے وطی بھی کر لی تو یہ عورت خاوند اول کے لیے حلال نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ آقا سے اجازت لے کر اس سے وطی کرے۔ تو اس صورت میں وہ خاوند اول کے لئے حلال ہو جائے گی۔

س: اَمَةٌ طُلِّقَتْ ثِنْتَيْنِ فَصَارَ طَلَاقُهَا مُغَلَّظًا فَوَطِيَهَا مَوْلَاهَا بِمِلْكِ الْيَمِيْنِ اَلَا يَحِلُّ وَطْئُهُ اَنْ يَتَزَوَّجَهَا زَوْجُهَا الَّذِيْ طَلَّقَهَا مُغَلَّظًا؟

س: لونڈی کو دو طلاقیں دی گئیں تو اسکی طلاق مغلظ ہوگئی پس اس سے اس کے مولی نے وطی کی ملک یمین کے ساتھ تو کیا حلال کر دے گی اس کی وطی کہ وہ نکاح کرلے زوج اول سے جس نے اسے طلاق مغلظ دی ہے؟

ج: لَا يَحِلُّ ذٰلِكَ لِزَوْجِهَا ، لِاَنَّ الْمَشْرُوْطَ فِي الْاٰيَةِ الْكَرِيْمَةِ النِّكَاحُ بِزَوْجٍ آخَرَ وَالْمَوْلٰى لَيْسَ بِزَوْجٍ

ج: اس کے خاوند کے لئے یہ حلال نہیں ہے، اس لئے کہ آیت کریمہ میں مشروط دوسرے خاوند سے نکاح ہے اور مولی خاوند نہیں ہے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ لونڈی کو دو طلاقیں دی گئیں وہ دو طلاقوں سے مغلظ ہوگئی پھر اس سے ملک یمین کی وجہ سے مولی نے وطی کر لی تو کیا اس صورت میں یہ لونڈی خاوند اول (جس نے طلاق مغلظ دی تھی) کے لئے حلال ہو جائے گی۔
جواب یہ ہے کہ یہ عورت (جس کو خاوند نے دو طلاقیں دے کر مغلظ بنا دیا ہے اور یہ کسی اور شخص کی باندی ہے) مولی کی وطی کرنے سے یہ زوج اول کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ آیت کریمہ میں زوج آخر سے نکاح کی شرط لگائی گئی ہے اور مولی خاوند نہیں ہے اس لئے اس کا وطی کر لینا زوج اول کے لئے حلت ثابت نہیں کرے گا۔

س: لَيْسَ فِي الْاٰيَةِ ذِكْرُ الْوَطْئِ مِنَ الزَّوْجِ الثَّانِيْ فَلِمَا ذَا قَيَّدْتُمُ التَّحْلِيْلَ بِشَرْطِ الْوَطْئِ ؟

ج: هٰذَا ثَابِتٌ مِنَ النَّبِيِّ الْمُكَرَّمِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ

س: آیت میں دوسرے خاوند سے وطی کا ذکر نہیں ہے پس آپ نے تحلیل کو وطی کی شرط سے کیوں مقید کیا

ج: یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم سے ثابت ہے

Marfat.com

﴿حلال ہونے کے لئے وطی کی قید حدیث سے ثابت ہے﴾

توضیح:سوال کا مفہوم یہ ہے کہ آیت کریمہ میں تو دوسرے خاوند سے وطی کی شرط نہیں ہے پھر تم نے حلال ہونے کے لئے دوسرے خاوند سے وطی کی قید کیوں لگائی ہے؟

جواب یہ ہے کہ (وطی کی قید) نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہے۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رفاعہ کی بیوی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی میں رفاعہ کے پاس تھی اس نے مجھے طلاق بتہ (یعنی تین طلاقیں) دے دی تو میں نے عبدالرحمن بن زبیر سے شادی کر لی وہ تو نامرد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو رفاعہ کی طرف لوٹنے کا اراداہ رکھتی ہے؟ تو اس نے کہا میرا ارادہ یہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں یہاں تک کہ تو اس کا مزہ چکھ لے اور وہ تیرا مزہ چکھ لے (بخاری ومسلم) اس سے کنایہ وطی مراد ہے پس اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ زوج اول کے لئے حلال ہونے کی وطی شرط ہے، نیز آیت کریمہ حتی تنکح زوجا غیرہ میں تنکح سے مراد وطی ہونے کی بھی تائید ہوگئی۔

س: اِمْرَاَةٌ طُلِّقَتْ طَلَا قًا مُغَلَّظًا فَبَعْدَ مَضِي عِدَّتِهَا اَنْكَحَ رَجُلٌ وَّلَدَه' الْمُرَاهِقَ اِيَّا هَا وَوَطِئَهَا هٰذَا الْمُرَاهِقُ ، هَلْ يَحِلُّ وَطْئُه' لِزَوْجِهَا الْمُطَلِّقِ

ج: اَلصَّبِيُّ الْمُرَاهِقُ فِي التَّحْلِيْلِ كَالْبَالِغِ

س: عورت طلاق مغلظ دی گئی پس اس کی عدت گزرنے کے بعد آدمی نے اپنے مراھق بیٹے کا نکاح اس سے کرادیا اور اس مراھق (قریب البلوغ لڑکے) نے اس (عورت) سے وطی کی، کیا حلال کر دے گی اسکی وطی اس (عورت کو) طلاق (مغلظہ) دینے والے خاوند کے لئے

ج: مراھق (قریب البلوغ) بچہ تحلیل میں بالغ کی طرح ہے۔

﴿مراہق تحلیل میں بالغ کی طرح ہے﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کسی عورت کو طلاق مغلظہ دی گئی تو اس کی عدت گزر جانے کے بعد کسی شخص نے اپنے مراہق لڑکے سے اس کا نکاح کر دیا اور اس مراہق نے اس عورت سے وطی کر لی تو کیا اس کی وطی عورت کو خاوند اول کے لیے حلال کر دے گی؟

جواب یہ کہ مراہق (قریب البلوغ) تحلیل میں بالغ کی طرح ہے یعنی مراہق لڑکا مطلقہ ثلثہ کو زوج اول کے لئے حلال کرنے میں بالغ کی طرح ہے۔بشرطیکہ تحرک وآلہ شہوت جماع ہو۔

س: تَزَوَّجَ رَجُلٌ نِ الْمُطَلَّقَةَ بِا لثَّلَاثِ بِشَرْطِ التَّحْلِيْلِ هَلْ يَصِحُّ النِّكَاحُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ وَتَحِلُّ لِلزَّوْجِ الْاَوَّلِ بَعْدَ وَطْئِي الزَّوْجِ الثَّانِيْ ؟

س: شادی کی آدمی نے مطلقہ ثلاث سے حلالہ کی شرط کے ساتھ کیا نکاح درست ہو جائے گا اس صورت میں، اور وہ پہلے خاوند کے

Marfat.com

لئے دوسرے خاند سے وطی کرنے کے بعد حلال ہو جائیگی

ج اَلنِّكَاحُ بِشَرْطِ التَّحْلِيلِ مَكْرُوْهٌ كَرَاهَةَ تَحْرِيْمٍ ، لٰكِنَّهُ يَصِحُّ اِذَا وُجِدَارَكَانُ النِّكَاحِ فَاِنْ طَلَّقَهَا هٰذَا الزَّوْجُ بَعْدَ وَطْئِهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا بَعْدَ الْوَطْيِ تَحِلُّ لِلْاَوَّلِ

ج: نکاح حلالہ کی شرط کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے لیکن صحیح ہو جائیگا جب ارکان نکاح پائے گئے پھر اگر یہ خاوند وطی کرنے کے بعد طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو وہ پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جائیگی

شرط تحلیل کے ساتھ نکاح مکروہ تحریمی ہے

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے مطلقہ ثلث عورت سے تحلیل کی شرط پر نکاح کیا تو کیا اس صورت میں نکاح ہو جائے گا، اور وہ عورت دوسرے خاوند کے وطی کر لینے کے بعد پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: یہ ہے کہ شوہر ثانی اگر تحلیل کی شرط کے ساتھ نکاح کرے (اور کہے کہ میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ تجھے طلاق دوں گا) تو یہ مکروہ تحریمی ہے لیکن نکاح درست ہو جائے گا، پھر اگر اس شوہر نے وطی کرنے کے بعد عورت کو طلاق دے دی یا فوت ہو گیا تو یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔ امام مالک اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ امام ابو یوسفؒ (کی ایک روایت) فرماتے ہیں اگر تحلیل کی شرط لگائی تو عقد فاسد ہو جائے گا اور عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہو گی، امام محمدؒ کے نزدیک عقد فاسد نہیں ہو گا لیکن شوہر اول کے لئے حلال بھی نہیں ہو گی، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ محلل اور محلل لہ دونوں پر خدا کی لعنت ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضور ﷺ کا زوج ثانی کو محلل فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ عورت شوہر اول کے لئے حلال ہو جائے گی۔

س: اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ الْحُرَّةَ تَطْلِيْقَةً اَوْ تَطْلِيْقَتَيْنِ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَتَزَوَّجَتْ بِزَوْجٍ آخَرَ وَعَادَتْ اِلَى الْاَوَّلِ بِنِكَاحٍ جَدِيْدٍ بِكَمْ تَطْلِيْقَةٍ تَعُوْدُ اِلَيْهِ ؟

ج: تَعُوْدُ اِلَيْهِ بِثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ وَيَهْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِي مَا دُوْنَ الثَّلَاثِ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَ وَاَبِي يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَا يَهْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِي مَا دُوْنَ الثَّلَاثِ

س: جب آدمی آزاد عورت کو ایک یا دو طلاقیں دے اور اسکی عدت گزر گئی اور نکاح کر لیا دوسرے خاوند کے ساتھ اور لوٹ آئی پہلے کی طرف نئے نکاح کے ساتھ اسکی طرف کتنی طلاقوں کے ساتھ لوٹے گی؟

ج: اسکی طرف تین طلاقوں کے ساتھ لوٹے گی اور گرا دے گا دوسرا خاوند تین سے کم کو (بھی) امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمهما الله تعالی کے نزدیک اور امام محمدؒ نے فرمایا دوسرا خاوند تین سے کم (طلاقوں) کو نہیں گرائے گا

زوج ثانی تین طلاقوں سے کم بھی منہدم کر دیتا ہے

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی آزاد بیوی کو ایک یا دو طلاق دے دے اور اسکی عدت پوری ہو جائے پھر وہ کسی

Marfat.com

اور شخص سے نکاح کرلے (پھر وہ طلاق دیدے اور یہ عدت گزرنے کے بعد) نیا نکاح کر کے پہلے خاوند کے پاس لوٹ آئے تو (اب) اس خاوند کو دوبارہ کتنی طلاقیں دینے کا حق حاصل ہوگا؟ ایک کا دو کا تین کا؟

جواب یہ ہے کہ یہ زوج اول نئے سرے سے تین طلاقوں کا حق دار ہوگا اور دوسرا خاوند تین طلاقوں سے کم ایک اور دو کو بھی اسی طرح منہدم کر دیتا ہے جس طرح تین کو۔ یہ شیخین کا مذہب ہے، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسرا خاوند تین طلاقوں کو منہدم نہیں کرتا، بلکہ زوج اول ماقی من الثلاث کا مالک رہے گا اگر پہلے ایک طلاق دے چکا تو اب دو کا مالک ہوگا اور اگر پہلے نکاح میں دو طلاقیں دے چکا تو اب ایک کا مالک ہوگا یہی قول امام زفر اور امام شافعیؒ کا ہے۔ شیخین کی دلیل حضور ﷺ کا ارشاد ہے لعن اللہ المحلل والمحلل لہ ہے، طرز استدلال یہ ہے کہ محلل سے مراد زوج ثانی ہے اور حلت اس سے جو ہے وہ سابقہ حلت نہیں ورنہ تحصیل لازم آئے گی پس نئی حلت متعین ہوگئی اور یہ بھی ضروری ہے کہ نئی حلت پہلی حلت کا غیر ہو اور پہلی حلت ناقص ہے تو نئی حلت کامل ہوگی اور کامل حلت وہی ہوتی ہے جس میں شوہر تین طلاقوں کا مالک ہو پس ثابت ہو گیا کہ دی گئی طلاقیں تین ہوں یا تین سے کم دونوں برابر ہیں۔

س: لَوْ طَلَّقَ اِمْرَاَتَہٗ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ بِزَوْجٍ ثُمَّ عَادَتْ اِلَی الْاَوَّلِ بِالشَّرَائِطِ الْمُعْتَبَرَۃِ فِی الشَّرِیْعَۃِ بِکَمْ تَعُوْدُ مِنَ التَّطْلِیْقَاتِ؟

ج: تَعُوْدُ بِثَلَاثِ تَطْلِیْقَاتٍ لِاَنَّ الزَّوْجَ الثَّانِیْ ھَدَمَ التَّطْلِیْقَاتِ الثَّلَاثَ الْاُوَلِ وَھٰذَا بِالْاِجْمَاعِ بَیْنَ اَئِمَّتِنَا الثَّلَاثَۃِ

س: اگر شوہر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے پھر اس نے اور خاوند سے نکاح کر لیا پھر لوٹ آئی پہلے کی طرف ان شرائط کے ساتھ جو شریعت میں معتبر ہیں (تو) کتنی طلاقوں کے ساتھ لوٹے گی؟

ج: لوٹے گی وہ تین طلاقوں کے ساتھ اس لئے کہ دوسرے خاوند نے پہلی تین طلاقوں کو گرا دیا اور یہ ہمارے تینوں اماموں کا اجماعی مسئلہ ہے

نوٹ: یہ سوال و جواب محتاج توضیح نہیں ہے۔

س: طَلَّقَ اِمْرَاَتَہٗ ثَلَاثًا، فَقَالَتْ قَدِ انْقَضَتْ عِدَّتِیْ وَتَزَوَّجْتُ بِزَوْجٍ آخَرَ وَدَخَلَ بِیْ ثُمَّ طَلَّقَنِیْ وَانْقَضَتْ عِدَّتِیْ ھَلْ یَجُوْزُ لِزَوْجِھَا الْاَوَّلِ اَنْ یَّعْتَمِدَ بِقَوْلِھَا وَیَتَزَوَّجَھَا؟

ج: جَازَ لِلزَّوْجِ الْاَوَّلِ اَنْ یُّصَدِّقَھَا وَیَتَزَوَّجَھَا ثَانِیًا اِذَا کَانَ غَالِبُ ظَنِّہٖ اَنَّھَا صَادِقَۃٌ بِشَرْطِ اَنَّ الْمُدَّۃَ تَحْتَمِلُ ذٰلِکَ

س: اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں پس اس نے کہا تحقیق میری عدت پوری ہو چکی اور میں نے دوسرے خاوند سے نکاح کر لیا اور اس نے مجھ سے دخول کیا پھر مجھے طلاق دی اور میری عدت پوری ہو چکی کیا پہلے خاوند کے لئے جائز ہے کہ اس کے قول پر اعتماد کرے اور اس سے نکاح کرلے؟

Marfat.com

ج: پہلے خاوند کے لئے جائز ہے کہ اس کی تصدیق کرے اوراس سے دوبارہ نکاح کرلے جب اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ سچی ہے بشرطیکہ مدت اس کا احتمال رکھتی ہو۔

توضیح:سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں عورت اور مرد کی جدائی ہوگئی اور ایک دوسرے کے معاملات سے بے خبر ہوگئے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد یہ عورت اس شخص کے پاس دوبارہ آئی اور آکر کہتی ہے کہ میں نے عدت گزرنے کے بعد ایک شخص سے نکاح کرلیا تھا اس نے مجھ سے دخول کیا اور پھر اس نے مجھے طلاق دے دی، اس کے طلاق دینے کے بعد بھی میری عدت پوری ہو چکی ہے، تو کیا اس صورت میں پہلے خاوند کے لئے اس عورت کی بات پر اعتماد کرلینا اور اس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب یہ ہے کہ اگر خاوند اول کو اس کے سچ بولنے کا ظن غالب ہو اور مدت بھی اتنی گزر چکی ہو جس میں ان تمام باتوں (دو عدتوں) کے پورا ہونے کا احتمال بھی ہو تو اس صورت میں زوج اول کے لئے جائز ہے کہ وہ اس کی تصدیق کردے اور اس سے دوبارہ نکاح کرلے۔ کیونکہ یہ یا تو ایک معاملہ ہے بایں معنی کہ بوقت دخول بضع ایک شئی متقدم ہو جاتی ہے یا امر دینی ہے بایں معنی کہ اس سے حلت متعلق ہو جاتی ہے ان میں سے جو بھی ہو دونوں میں ایک مسلمان کا قول قبول کرلیا جاتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ ساری باتیں کتنی مدت میں پوری ہو سکتی ہیں اس میں ائمہ کا اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زوج اول اور ثانی دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں کم از کم مدت ساٹھ دن ہے اور صاحبین کے نزدیک انتالیس دن ہے۔

كِتَابُ الْعِدَّة

﴿یہ کتاب عدت کے بیان میں ہے﴾

س: اَلْعِدَّةُ مَا هِیَ ؟ وَلِمَا ذَا سُمِّيَتْ بِهٰذَا الْإِسْمِ؟۔

ج: إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ طَلَاقًا رَجْعِيًّا أَوْ بَائِنًا أَوْ مُغَلَّظًا أَوْ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ بِغَيْرِ طَلَاقٍ أَوْ مَاتَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ لَهَا أَنْ تَنْكِحَ زَوْجًا آخَرَ حَتّٰى تَمْضِيَ عَلَيْهَا مُدَّةٌ مَعْلُومَةٌ، وَتِلْكَ الْمُدَّةُ تَخْتَلِفُ حَسْبَ حَالِ الْمَرْأَةِ مِنَ الْأَقْرَاءِ وَالْأَشْهُرِ ، وَهٰذِهِ الْمُدَّةُ تُسَمّٰى بِالْعِدَّةِ لِمَا أَنَّ الْمَرْأَةَ الْمُطَلَّقَةَ تَعُدُّ الْأَشْهُرَ أَوِ الْأَقْرَاءَ

س: عدت کیا ہے؟ اور کس وجہ سے نام رکھا گیا اس نام کے ساتھ؟

ج: جب طلاق دی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی یا بائن یا مغلظہ یا واقع ہوگئی فرقت میاں بیوی کے درمیان بغیر طلاق کے یا فوت ہو گیا اس سے اس کا خاوند تو اس کے لئے جائز نہیں کہ نکاح کرے دوسرے خاوند سے یہاں تک کہ گزر جائے اس پر مدت معلومہ اور یہ مدت مختلف ہو جاتی عورت کے حال کے اعتبار سے حیضوں سے اور مہینوں سے اور یہ مدت نام رکھی جاتی ہے عدت کے ساتھ

Marfat.com

بوجہ اس کے کہ مطلقہ گنتی رہتی ہے مہینوں کو یا حیضوں کو۔

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ عدت کیا ہے اور عدت کے ساتھ اس کا نام کیوں رکھا گیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ جب خاوند بیوی کو طلاق دے دے چاہے طلاق رجعی ہو یا بائن یا مغلظ یا دونوں میں بغیر طلاق کے جدائی ہوگئی ہو، یا خاوند فوت ہوگیا ہو تو عورت کے لیے زوج ثانی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس پر ایک مدت معلوم نہ گزر جائے، اور یہ مدت عورتوں کے حالات کے اعتبار سے حیض اور مہینوں میں بدلتی رہتی ہے اور اس مدت کا نام عدت رکھا جاتا ہے، اور چونکہ مطلقہ عورت مہینوں اور حیض کو گنتی اور شمار کرتی رہتی ہے (اس لئے اس کو عدت کہتے ہیں) لغۃ عدت کہتے ہیں عورت کا ایام حیض شمار کرنا اور وجہ تسمیہ اوپر بیان کر دی گئی ہے۔

عدت کی اصطلاحی تعریف: شریعت میں عدت ان دنوں کو کہتے ہیں جو عورت کے اوپر سے خاوند کی ملک متعہ زائل ہونے کے بعد اس کو انتظار میں گزارنے لازم ہوتے ہیں بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو یا خلوت ہوگئی ہو، یا شوہر فوت ہوا ہو۔ عدت کا سبب نکاح یا شبہ نکاح اور اس کی شرط زوال نکاح ہے۔ اور اس کا حکم عدم جواز نکاح اور دوسری ممنوعات ہیں۔

س: وَمَا التَّفْصِيْلُ فِي الْعِدَّةِ الَّتِيْ اَشَرْتُمْ اِلَيْهَا اِجْمَالاً ؟

ج: اِحْفَظِ التَّفْصِيْلَ كَمَا يَلِيْ

(۱) اِذَا كَانَتِ الْمُطَلَّقَةُ حُرَّةً وَهِيَ مِمَّنْ تَحِيْضُ فَعِدَّتُهَا ثَلَاثُ حِيَضٍ كَوَامِلَ

(۲) وَاِنْ كَانَتْ لَا تَحِيْضُ مِنْ صِغَرٍ اَوْ كِبَرٍ فَعِدَّتُهَا ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ

(۳) وَاِذَا مَاتَ الرَّجُلُ عَنِ امْرَاَتِهِ الْحُرَّةِ وَهِيَ غَيْرُ حَامِلٍ فَعِدَّتُهَا اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَعَشْرَةُ اَيَّامٍ

(۴) وَاِنْ كَانَتِ الْمُطَلَّقَةُ اَوِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا حَامِلاً فَعِدَّتُهَا وَضْعُ الْحَمْلِ

س: اور کیا تفصیل ہے اس عدت میں جس کی طرف تم نے اجمالاً اشارہ کیا ہے؟

ج: یاد کر تفصیل جو کہ آگے آرہی ہے۔

(۱) جب ہو مطلقہ آزاد اور وہ ان عورتوں سے ہے جن کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین کامل حیض ہیں

(۲) اور اگر حیض نہ آتا ہو بچپن یا بڑھاپے کی وجہ سے تو اس کی عدت تین ماہ ہے۔

(۳) جب مر گیا خاوند اپنی آزاد بیوی چھوڑ کر اور وہ حاملہ نہیں تو اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے۔

(۴) اور اگر (عورت) مطلقہ یا متوفی عنہا زوجہا حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ عدت کی کیا تفصیل ہے جس کی طرف آپ نے اجمالاً اشارہ کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ درج ذیل تفصیل کو یاد کر لیجئے۔

(۱) مطلقہ آزاد عورت حیض والی کی عدت تین کامل حیض ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے وہ عورتیں جن کو طلاق

Marfat.com

دے دی گئی وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکیں یہ آیت عدۃ طلاق میں ظاہر المراد ہے۔

(۲) اور اگر حیض نہ آتا ہو خواہ بچپن کی وجہ سے نہ آتا ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے نہ آتا ہو دونوں صورتوں میں اس کی عدت تین ماہ ہو گی۔ اسی طرح وہ لڑکی جو بلوغ کی عمر تک پہنچ گئی ہو یعنی صاحبین کے نزدیک پندرہ سال کی ہوگئی ہو اور امام صاحبؒ کے نزدیک سترہ سال کی مگر ابھی تک حیض نہ آیا ہو (تو اس کی عدت بھی تین ماہ ہوگی) کیونکہ تین ماہ تین حیض کے قائم مقام ہیں۔ اس کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے۔ یعنی تمہاری (مطلقہ) بیویوں میں سے جو عورتیں (بوجہ زیادت سن کے) حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں (ان کی عدت کی تعیین میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہیں، اسی طرح جن عورتوں کو بوجہ کم عمری کے حیض نہیں آیا (حضرت تھانوی)

(۳) متوفی عنہا زوجہا (یعنی آزاد بیوہ عورت) کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

قرآن کریم میں اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے۔ والذین یتوفوں منکمویذرون ازواجا یتربصن با نفسھن اربعة اشھر وعشرا یعنی تم میں سے وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو چھوڑ کر وفات پا جاتے ہیں تو ان کی وہ بیویاں اپنے نفوس کو چار ماہ دس دن انتظار میں رکھیں۔

(۴) اگر مطلقہ یا بیوہ، حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔

س: لِمَ قَیَّدْتُمْ فِي بَیَانِ الْعِدَّةِ اَنْ تَکُوْنَ الْمَرْاَۃُ حُرَّۃً
فَهَلْ یَخْتَلِفُ حُکْمُ الْاَمَةِ فِیْمَا ذُکِرَ؟

س: آپ نے عدت کے بیان میں عورت کے آزاد ہونے کی قید کیوں لگائی ہے، تو کیا مذکورہ (صورتوں) میں لونڈی کا حکم مختلف ہے؟

ج: قَیَّدْنَا بِذٰلِكَ لِاَنَّ عِدَّةَ الْاَمَةِ الَّتِیْ تَحِیْضُ حَیْضَتَانِ، وَالْاَمَةُ الَّتِیْ لَاتَحِیْضُ بِصِغَرٍ اَوْ کِبَرٍ فِعِدَّتُهَا شَهْرٌ وَ نِصْفُ شَهْرٍ، وَاِذَا مَاتَ زَوْجُهَا فَعِدَّتُهَا شَهْرَانِ وَخَمْسَةُ اَیَّامٍ، فَاَمَّا اِذَاکَانَتْ حَامِلاً فَعِدَّتُهَا اَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا سَوَاءٌ کَانَتْ مُطَلَّقَةً اَوْتُوُفِّیَ عَنْهَا زَوْجُهَا

ج: مقید کیا ہم نے اس کے ساتھ اس لئے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہیں اور وہ لونڈی جس کو بچپن یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا تو اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے اور جمر گیا اس کا خاوند تو اس کی عدت دو ماہ اور پانچ دن ہے پس بہر حال جب وہ عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ بچہ جنے برابر ہے کہ مطلقہ ہو یا اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو۔

﴿آزاد عورت اور باندی کی عدت میں فرق﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ عدت کے بیان میں عورت کے آزاد ہونے کی قید کیوں لگائی ہے؟ کیا لونڈی کی عدت آزاد

Marfat.com

عورت کی عدت سے مختلف ہے؟ جواب یہ ہے کہ کہ ہم نے آزاد کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر لونڈی کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت دو حیض ہے، اور اگر حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے، اور اگر خاوند مر گیا ہو تو اس کی عدت دو ماہ پانچ دن ہوتی ہے، باقی رہی حاملہ تو اس کی عدت وضع حمل ہے چاہے مطلقہ ہو یا خاوند مر گیا ہو آزاد ہو یا لونڈی ہو۔ (طلاق الامة تطليقتان وعدتها حيضتان) نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے لونڈی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں البتہ حاملہ ہونے کی صورت میں جیسا کہ اوپر بیان ہوا لونڈی اور آزاد عورت عدت میں برابر ہیں۔

س إِذَا طَلَّقَ الزَّوْجُ امْرَأَتَهُ فِي الْحَيْضِ هَلْ تُحْتَسَبُ تِلْكَ الْحَيْضَةُ مِنَ الْحِيَضِ الثَّلَاثِ ؟

ج لَا تُحْتَسَبُ مِنْهَا ، بَلْ تَعْتَدُّ بِثَلَاثِ حِيَضٍ سِوَاهَا كَوَامِلَ بَعْدَ هٰذِهِ الْحَيْضَةِ الَّتِي طُلِّقَ فِيهَا

س: جب طلاق دی خاوند نے اپنی بیوی کو حیض میں کیا وہ حیض تین حیضوں سے شمار ہوگا؟

ج: ان سے شمار نہ ہوگا بلکہ عدت گزارے گی اس کے علاوہ تین حیض پورے اس حیض کے بعد جس میں طلاق دی گئی ہے۔

نوٹ: مسئلہ واضح ہے توضیح کی ضرورت نہیں ہے۔

س: اِمْرَأَةٌ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فِي مَرَضِ مَوْتِهِ ثُمَّ مَاتَ فِي عِدَّتِهَا فَأَيَّ الْعِدَّتَيْنِ تَعْتَدُّ ؟

ج: هِيَ تَعْتَدُّ أَبْعَدَ الْأَجَلَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى

س: خاوند نے بیوی کو اپنی مرض الموت میں طلاق دی پھر وہ اس کی عدت میں مر گیا تو وہ دو عدتوں میں سے کونسی عدت گزارے گی؟

ج: امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمهما الله تعالی کے نزدیک وہ ابعد الاجلین عدت گزارے گی

﴿مرض الموت میں شوہر نے طلاق دی تو عدت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ میاں نے بیوی کو مرض الموت میں طلاق دے دی، پھر خاوند اس کی عدت کے اندر فوت ہو گیا تو وہ کون سی عدت پوری کرے عدت وفات یا عدت طلاق۔

جواب وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ابعد الاجلین عدت گزارے گی طرفین کی دلیل یہ ہے کہ نکاح حق ارث میں باقی ہے تو احتیاطاً حق عدت میں بھی باقی رکھا جائے گا۔ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس کی عدت تین حیض ہیں جب طلاق بائن ہو یا تین طلاقیں دے دی ہوں اور اگر طلاق رجعی ہو تو پھر بالا جماع وہ عدت وفات پوری کرے گی۔

س: مَا مَعْنَى أَبْعَدِ الْأَجَلَيْنِ؟

ج: مَعْنَاهُ : أَنْ تَعْتَدَّ عِدَّةَ الْوَفَاةِ إِنْ كَانَتْ أَطْوَلَ ، وَتَعْتَدَّ عِدَّةَ الطَّلَاقِ إِنْ كَانَتْ أَطْوَلَ

س: کیا معنی ہے ابعد اجلین کا؟

ج: اس کا معنی یہ ہے کہ عدت گزارے وفات کی عدت اگر وہ لمبی ہو اور طلاق کی عدت گزارے اگر وہ لمبی ہو۔

Marfat.com

﴿ابعد الاجین کا مطلب﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ابعد الاجلین کا کیا مطلب ہے۔

جواب یہ ہے کہ ابعد الاجلین کا مطلب ہے اگر تو عدت وفات لمبی ہو تو وہ گزارے گی اور عدت طلاق لمبی ہو تو اس کو پورا کرے گی اس کی صورت اس طرح ہے کہ شوہر نے اپنی مرض الوفات میں بیوی کو ایک طلاق بائنہ دی یا تین طلاقیں دیں پھر عدت میں ہی اس کی وفات ہو گئی تو بیوی اس کی وارث ہوگی اور اس کی عدت ابعد الاجلین ہوگی یعنی اس پر طلاق کی وجہ سے تین حیض گزارنا واجب ہیں، پھر اگر تین حیض گزر گئے لیکن چار ماہ دس دن پورے نہیں ہوئے تو کہا جائے گا کہ ابھی عدت پوری نہیں ہوئی یہاں تک کہ چار ماہ دس دن پورے ہو جائیں اور اگر چار ماہ اور دس دن گزر گئے لیکن ممتدۃ الطہر ہونے کی وجہ سے تین حیض پورے نہیں ہوئے تو کہا جائے گا کہ ابھی عدت نہیں گزری چار ماہ دس دن پورے کرے۔

س: وَاَیُّ فَائِدَۃٍ لَھَا فِی ذٰلِكَ؟

ج: فَائِدَۃُ الْاِعْتِدَادِ بِاَبْعَدِ الْاَجَلَیْنِ اَنَّھَا تَرِثُہٗ مَادَامَتْ فِی عِدَّتِھَا فَکَانَ اِمْتِدَادُ الْعِدَّۃِ اَنْفَعُ لَھَا

س: اور کیا فائدہ ہے اس کا اس میں؟

ج: عدت گزارنے کا فائدہ ابعد اجلین کے ساتھ یہ ہے کہ وارث ہوگی اس کی جب تک اپنی عدت میں ہوگی پس عدت کا لمبا کرنا زیادہ نفع والا ہے عورت کیلئے۔

﴿ابعد الاجلین عدت گزارنے میں بیوی زیادہ عرصہ تک شوہر کی وارث ہوگی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت کو ابعد لاجلین عدت گزارنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں عورت کو کیا فائدہ ہے۔

جواب یہ ہے کہ جب تک عورت عدت میں ہوتی ہے تو شوہر کی وراثت کی حقدار ہوا کرتی ہے اسلئے ابعد الاجلین عدت گزارنے میں اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ ایک زیادہ عرصہ تک وہ اس کی وارث بن سکے گی۔ واضح رہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب خاوند نے عورت کی رضا کے بغیر طلاق دی ہو اگر عورت کی رضا سے طلاق ہوئی ہے تو اس صورت میں یہ عورت شوہر کی وارثہ نہ ہوگی۔

س: اَمَۃٌ طَلَّقَھَا زَوْجُھَا طَلَاقًا رَجْعِیًّا وَّکَانَتْ تَعْتَدُّ فَاَعْتَقَھَا مَوْلَاھَا قَبْلَ مَضِیِّ الْعِدَّۃِ اَیُّ عِدَّۃٍ تَعْتَدُّ؟

ج: تَنْتَقِلُ عِدَّتُھَا اِلٰی عِدَّۃِ الْحَرَائِرِ فَتُکْمِلُ عِدَّۃَ حُرَّۃٍ

س: لونڈی کو اس کے خاوند نے رجعی طلاق دی اور وہ عدت گزار رہی تھی کہ مولی نے اس کو آزاد کر دیا عدت گزرنے سے پہلے (تو) وہ کونسی عدت گزارے گی؟

ج: منتقل ہو جائے گی اس کی عدت آزاد عورتوں کی عدت کی طرف پس پوری کریگی آزاد عورت کی عدت

Marfat.com

﴿طلاق رجعی کی عدت میں لونڈی آزاد ہو جائے تو عدت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ خاوند نے بیوی کو طلاق رجعی دی وہ ابھی ایام عدت گزار رہی تھی (جو کہ باندی تھی کسی کی) کہ مولی نے اس کو عدت پوری ہونے سے پہلے ہی آزاد کر دیا تو اب وہ کون سی عدت گزارے گی آزاد عورت والی عدت یا باندی والی؟
جواب یہ ہے کہ اس کی عدت اب لونڈی کی عدت سے بدل کر آزاد عورت والی ہو گئی ہے یعنی اب اس کی عدت تین حیض ہو گئی ہے۔ لہٰذا یہ آزاد عورت والی عدت پوری کرے گی وجہ اس کی یہ ہے کہ طلاق رجعی میں نکاح باقی رہتا ہے۔

س: اَمَةٌ اُعْتِقَتْ وَهِيَ تَعْتَدُّ عِدَّةَ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ اَوِ الْمُغَلَّظِ اَوْ تَعْتَدُّ عِدَّةَ الْوَفَاةِ فَالْاٰنَ كَيْفَ تَعْتَدُّ؟

ج: تُكْمِلُ عِدَّةَ اَمَةٍ وَلَا تَنْقُلُ عِدَّتُهَا اِلٰى عِدَّةِ الْحَرَائِرِ

س: لونڈی آزاد ہو گئی اور وہ طلاق بائن یا مغلظ کی عدت گزار رہی تھی یا عدت گزار رہی تھی وفات کی عدت پس اب کیسے عدت گزارے گی؟

ج: پوری کرے گی لونڈی کی عدت اور اس کی عدت آزاد عورتوں کی عدت کی طرف منتقل نہ ہو گی

﴿مطلقہ بائنہ باندی کی عدت میں آزاد ہونے سے تغیر نہ ہوگا﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے مولی نے لونڈی کو ایسی حالت میں آزاد کیا جب کہ وہ طلاق بائن، یا مغلظ یا وفات کی عدت گزار رہی تھی تو اب وہ کون سی عدت پوری کرے گی۔
جواب وہ لونڈی کی ہی عدت پوری کرے گی اس پر آزاد عورت کی عدت نہیں ہے کیونکہ طلاق بائن، مغلظ اور شوہر کی وفات کی صورت میں نکاح زائل ہو جاتا ہے تو چونکہ یہ لونڈی اس وقت آزاد کی جا رہی جب خاوند کا ملک نکاح کلی طور پر زائل ہو چکا ہے اسی لئے آزاد عورت کی طرف عدت منتقل نہ ہو گی۔

س: اِمْرَاَةٌ يَئِسَتْ مِنَ الْحَيْضِ فَطَلَّقَهَا زَوْجُهَا وَكَانَتْ تَعْتَدُّ بِالشُّهُوْرِ ثُمَّ رَاَتْ دَمَ الْحَيْضِ فَالْاٰنَ كَيْفَ تَفْعَلُ؟

س: عورت ناامید ہو گئی حیض سے تو اس کو خاوند نے طلاق دے دی وہ عدت پوری کر رہی تھی مہینوں کے ساتھ کہ پھر اس نے حیض کا خون دیکھا تو اب وہ کیا کرے؟

ج: تَسْتَاْنِفُ الْعِدَّةَ بِالْحَيْضِ، وَانْتَقَضَ مَامَضٰى مِنْ عِدَّتِهَا

ج: نئے سرے سے حیض کے ساتھ عدت شروع کرے اور ختم ہو گیا جو گزر چکا اس کی عدت سے۔

﴿مہینوں سے عدت گزارنے والی نے دم حیض دیکھ لیا تو نئے سرے سے حیض سے عدت گزارے﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ عورت حیض سے آئسہ (ناامید) ہو گئی اور خاوند نے اس کو طلاق دے دی، اس نے مہینوں کے

Marfat.com

اعتبار سے عدت گزارنا شروع کردی ابھی عدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ اس نے حیض کا خون دوبارہ دیکھ لیا تو اس صورت میں وہ کیا کرے گی، کیا وہ پہلی ہی عدت جو مہینوں سے گزار ہی ہے اسی کو پورا کرے گی؟ جواب یہ ہے کہ اب وہ نئے سرے سے حیضوں کے حساب سے عدت گزارے گی کیونکہ اصل حیض کے ساتھ عدت گزارنا ہے اور مہینوں سے عدت گزارنا اس کا نائب ہے، اور نائب ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ تا اختتام حیات اصل سے نا امیدی ہو اور حیض آنے کے بعد نا امیدی نہیں رہی اس لئے عدت بالاشھر کا نائب ہونا باطل ہو گیا لہذا نئے سرے سے دوبارہ حیض سے عدت شروع کرے گی اور جو عدت پہلے گزار چکی ہے وہ کالعدم ہو جائے گی۔

س: رَجُلٌ نَكَحَ اِمْرَأَةً نِكَاحًا فَاسِدًا وَدَخَلَ بِهَا ثُمَّ فَرَّقَ الْقَاضِيْ بَيْنَهُمَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا الَّذِيْ نَكَحَهَا كَيْفَ تَعْتَدُّ؟

ج: تَعْتَدُّ بِالْحِيَضِ الثَّلَاثِ اِنْ كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْحَيْضِ وَاِلَّا فَبِالْاَشْهُرِ، اَوْ تَتَرَبَّصُ وَضْعَ الْحَمْلِ اِنْ كَانَتْ حَامِلًا، فَاِذَا وَضَعَتِ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا

س: کسی آدمی نے نکاح کیا کسی عورت سے فاسد نکاح اور دخول کیا اس کے ساتھ پھر قاضی نے ان کے درمیان تفریق کر دی، اور وہ ناکح فوت ہو گیا تو وہ کیسے عدت گذارے۔

ج: اگر حیض والیوں سے ہو تو تین حیضوں کے ساتھ عدت گزارے ورنہ مہینوں کے ساتھ، یا وضع حمل کا انتظار کرے اگر حاملہ ہو، پس جب بچہ جن دیا تو اس کی عدت پوری ہو جائیگی

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کسی آدمی نے عورت سے نکاح فاسد کر لیا (بایں طور کہ نکاح بلا، گواہ، یا عدم حلت کا علم ہوتے ہوئے ذی رحم محرم سے نکاح ہوا ہو) اور اس سے دخول بھی کر لیا پھر قاضی نے ان کے درمیان تفریق کر دی تو کیا اس عورت پر عدت لازم ہوگی؟ جواب یہ ہے کہ جی ہاں اس پر عدت لازم ہوگی، پھر اگر حیض والی ہے تو تین حیض ورنہ تین ماہ یا حاملہ ہے تو وضع حمل، پھر اگر وضع حمل ہو جائے تو عدت پوری ہو جائے گی۔ یہ حکم آزاد عورت کا ہے اگر باندی ہوگی تو اس کے احوال کے موافق اس کی عدت دو حیض یا ڈیڑھ ماہ یا وضع حمل ہوگی۔

س: اِمْرَأَةٌ وُطِئَتْ بِشُبْهَةٍ فَمَاتَ الْوَاطِئُ اَوْ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا الْقَاضِيْ هَلْ عَلَيْهَا عِدَّةٌ؟

ج: نَعَمْ عَلَيْهَا عِدَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُ حِيَضٍ۔

س: کسی عورت سے شبہ کے ساتھ وطی کی گئی پھر وطی کرنے والا مر گیا یا تفریق کر دی ان کے درمیان قاضی نے، کیا اس پر عدت ہے؟

ج: جی ہاں اس پر عدت ہے اور وہ تین حیض ہیں۔

س اَمَةٌ هِيَ اُمُّ وَلَدٍ مَاتَ عَنْهَا مَوْلٰهَا اَوْ اَعْتَقَهَا هَلْ عَلَيْهَا عِدَّةٌ؟

ج نَعَمْ عَلَيْهَا عِدَّةٌ وَتَعْتَدُّ بِثَلَاثِ حِيَضٍ۔

س: ام ولد لونڈی کا مولیٰ فوت ہو گیا یا اس نے ام ولد کو آزاد کر دیا تو کیا اس پر عدت ہے؟

Marfat.com

ج: جی ہاں اس پر عدت ہے اور وہ تین حیضوں کے ساتھ عدت گزارے گی۔

﴿ کیا موطوءہ بالشبہ پر عدت ہے ﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی شبہ کی بنا پر عورت سے وطی کی گئی پھر وطی کرنے والا مر گیا یا ان کے درمیان قاضی نے تفریق کر دی تو کیا اس عورت پر عدت ہوگی؟

جواب یہ ہے کہ اس عورت پر عدت ہوگی اور (اگر وہ حائضہ ہے تو) اس کی عدت تین حیض ہوگی (اگر حائضہ نہیں ہے تو اوپر تفصیل بیان ہو چکی اس کے مطابق عدت ہوگی)۔

س: صَغِيْرٌ زَوَّجَهُ وَلِيُّهُ امْرَأَةً فَمَاتَ عَنْهَا وَبِهَا حَبْلٌ كَيْفَ تَعْتَدُّ؟

ج: اِنْ كَانَتْ حَامِلاً عِنْدَ وَفَاتِهٖ فَعِدَّتُهَا اَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا وَاِنْ حَدَثَ الْحَمْلُ بَعْدَ مَوْتِهٖ فَعِدَّتُهَا اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَعَشْرَةُ اَيَّامٍ

س: کسی چھوٹے بچے کا نکاح کیا اس کے ولی نے کسی عورت سے پس وہ فوت ہو گیا اور عورت کو حمل ہے تو وہ کیسے عدت گزارے گی؟

ج: اگر عورت حاملہ ہو اس کی وفات کے وقت تو اس کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل کرے اور اگر حمل اس کی موت کے بعد ٹھہرا تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

﴿ چھوٹے بچے کی منکوحہ حاملہ کی عدت کا حکم ﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص نے جو کہ بچہ کا ولی تھا، بچہ کا نکاح ایک عورت سے کر دیا، پھر اس بچہ کی وفات ہو گئی اور عورت کو حمل ہے تو اس صورت میں عدت کا کیا حکم ہے، عورت کیسے عدت گزارے گی؟

جواب یہ ہے کہ بچہ کی وفات کے وقت اگر عورت حاملہ تھی تو طرفین کے نزدیک اس کی عدت وضع حمل ہوگی، امام مالکؒ امام ابو یوسفؒ، امام شافعیؒ کے نزدیک چار ماہ دس دن ہے، کیونکہ اس عورت کا حمل ثابت النسب نہیں ہے۔ اس واسطے کہ بچے سے علوق ہو ہی نہیں سکتا، پس یہ ایسا ہو گیا جیسے عورت بچہ کی وفات کے بعد حاملہ ہوئی ہو یعنی اس کی موت سے چھ ماہ بعد بچہ جنے یا اس سے زیادہ مدت کے بعد جنے تو اس صورت میں بالاجماع عدت وفات لازم ہے اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ آیت و اولات الاحمال اجلھن مطلق ہے حمل شوہر سے ہو یا غیر شوہر سے عدت وفات کی ہو یا طلاق کی اس کی تفصیل نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں بھی اس کی عدت وضع حمل ہوگی۔

س: بَيِّنُوْا وَقْتَ ابْتِدَاءِ الْعِدَّةِ فِيْ مَا ذَكَرْتُمْ مِنْ مَسَائِلِهَا

ج: اِبْتِدَاءُ الْعِدَّةِ فِي الطَّلَاقِ عَقِيْبَ الطَّلَاقِ، وَفِي الْوَفَاةِ عَقِيْبَ الْوَفَاةِ وَفِي التَّفْرِيْقِ فِي النِّكَاحِ الْفَاسِدِ عَقِيْبَ التَّفْرِيْقِ اَوْ عَزْمِ الْوَاطِئِ عَلٰى تَرْكِ وَطْئِهَا

Marfat.com

س: آپ نے جو مسائل ذکر کئے ہیں ان میں عدت کی ابتداء کا وقت بیان کریں

ج: عدت کی ابتداء طلاق میں طلاق کے بعد ہے اور وفات میں وفات کے بعد ہے اور نکاح فاسد میں تفریق کے بعد ہے یا واطی کے اس سے وطی چھوڑنے کا عزم کر لینے کے بعد

نوٹ: یہ مسئلہ محتاج توضیح نہیں۔

س: اِمْرَاَةٌ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا اَوْ مَاتَ عَنْهَا وَلَمْ تَعْلَمْ بِالطَّلَاقِ اَوِ الْوَفَاةِ حَتّٰى مَضَتْ مُدَّةُ الْعِدَّةِ مَاحُكْمُ عِدَّتِهَا؟

ج: اِنْقَضَتْ عِدَّتُهَا بِمَضِيِّ الْمُدَّةِ وَلَا عِدَّةَ عَلَيْهَا ثَانِيًا بَعْدَ الْعِلْمِ بِالطَّلَاقِ اَوِ الْوَفَاةِ

س: کسی عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی یا فوت ہو گیا اور اس کو طلاق یا وفات کا علم نہیں ہوا یہاں تک کہ اس کی عدت کی مدت پوری ہو گئی تو اس کی عدت کا کیا حکم ہے؟

ج: اس کی عدت مدت گزرنے کے ساتھ پوری ہو گئی طلاق یا وفات کے علم کے بعد دوبارہ عدت نہیں

﴿عدت کے زمانہ کے بقدر گزرنے کے بعد موت یا طلاق کا علم ہوا تو عدت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ خاوند نے عورت کو طلاق دے دی یا وہ مر گیا اور عورت کو طلاق یا وفات کا علم نہ ہو سکا جب اس کو اطلاع ملی تو اتنی مدت گزر چکی تھی جو اس کی عدت کی بنتی تھی (مثلاً طلاق کی صورت میں وقت طلاق سے اب تین حیض پورے آ چکے تھے) یا وفات کے بعد چار ماہ دس دن پورے ہو چکے تھے تو اب اس کی عدت کا کیا حکم ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ مدت پوری ہو جانے کی وجہ سے اس عورت کی عدت ختم ہو گئی، اب طلاق یا موت کا علم ہونے سے دوبارہ عدت گزارنا اس پر لازم نہیں۔

س: اِمْرَاَةٌ طُلِّقَتْ فَكَانَتْ تَعْتَدُّ وَوَطِئَهَا رَجُلٌ بِشُبْهَةٍ فَهَلْ تَسْتَاْنِفُ عِدَّتَهَا ؟

ج لَا تَسْتَاْنِفُ عِدَّتَهَا لٰكِنْ عَلَيْهَا عِدَّةٌ اُخْرٰى وَتَدَاخَلَتِ الْعِدَّتَانِ

س: عورت مطلقہ ہو گئی پس وہ عدت گزار رہی تھی کہ کسی آدمی نے شبہ سے وطی کر لی تو کیا نئے سرے سے اپنی عدت شروع کرے گی؟

ج: نہیں نئے سرے سے عدت شروع نہ کرے گی لیکن اس پر ایک دوسری عدت ہے اور تداخل ہو جائے گا دونوں عدتوں کا۔

﴿مطلقہ کی عدت میں وطی بالشبہ ہو گئی تو عدت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت کو طلاق دے دی گئی وہ عدت گزار رہی تھی کہ کسی آدمی نے شبہ میں اس سے وطی کر لی (مثلاً عورت بستر پر تھی، کسی نے کہہ دیا کہ یہ تیری بیوی ہے اس نے اس سے وطی کر لی، یا کسی کی عدت میں تھی اس سے نکاح کر لیا گیا، شوہر کو معلوم نہیں تھا کہ یہ عدت میں ہے) تو کیا اس عورت پر نئے سرے سے عدت گزارنی لازم آئے گی؟

جواب: یہ ہے کہ نئے سرے سے تو عدت گزارنی لازم نہیں گی، لیکن دوسری عدت گزارنی لازم ہو گی اور دونوں عدتیں متداخل ہو جا

Marfat.com

ئیں گی۔

س: مَا صُوْرَةُ تَدَاخُلِ الْعِدَّتَيْنِ؟

ج: صُوْرَتُهٗ: اَنَّ مَا تَرَاهُ مِنَ الْحَيْضِ يُحْتَسَبُ مِنْهُمَا بِجَمِيْعًا، فَإِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ الْاُوْلٰى وَلَمْ تَكْمِلِ الثَّانِيَةُ فَعَلَيْهَا اِتْمَامُ مَا بَقِيَ مِنْهَا

س: دوعدتوں کے تداخل کی کیا صورت ہے؟

ج: اس کی صورت یہ ہیکہ وہ جو حیض دیکھے گی وہ دونوں سے اکٹھا شمار کیا جائے گا پس جب پہلی عدت پوری ہو جائے اور دوسری پوری نہ ہو تو اس پر باقی عدت کا پورا کرنا لازم ہے

﴿دوعدتوں کے تداخل کی صورت﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ عبارت بالا میں دوعدتوں میں تداخل کا ذکر ہے تو دوعدتوں میں تداخل کی کیا صورت ہوگی؟
جواب اس کی صورت یہ ہے کہ عورت جو حیض دیکھے گی تو وہ دونوں عدتوں سے شمار ہوگا، پس جب پہلی عدت پوری ہوگئی اور دوسری عدت پوری نہ ہوئی تو اس عورت پر دوسری عدت کا بھی پورا کرنا لازم ہوگا۔

مثال کے طور پر عورت کو طلاق بائن واقع ہوگئی اس کو ایک بار حیض آیا، پھر اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور وطی کے بعد تفریق ہوگئی، پھر دوبارہ حیض آیا تو یہ تینوں حیض دونوں عدتوں میں شمار ہوں گے پس پہلا حیض اور اور بعد کے دونوں حیض مل کر پہلے شوہر کی عدت پوری ہوگئی مگر دوسرے شوہر کی عدت میں سے صرف دو حیض پوری ہوئے ہیں ایک باقی ہے تو اب جب تیسرا حیض بھی آجائے گا تو دوسرے شوہر کی بھی عدت پوری ہو جائے گی۔

خلاصہ یہ ہوا کہ پہلا حیض پہلی عدت کے ساتھ مخصوص ہے اور آخری حیض (چوتھا) دوسری عدت کے ساتھ مخصوص ہے اور جو درمیان کے دو حیض گزرے ہیں وہ دونوں عدتوں میں مشترک ومتداخل ہیں نیز اگر دونوں عدتیں مہینہ کے اعتبار سے ہوں تو ان میں بھی تداخل ہوگا مثلاً آئسہ کی عدت میں وطی بالشبہ ہوگئی تو اگر پہلی عدت دوسری عدت سے پہلے پوری ہوگئی تو دوسری عدت کو بھی مہینوں کے اعتبار سے پورا کرنا ضروری ہوگا۔ اور اگر عورت معتدۃ الوفات ہو اور اس سے وطی بالشبہ ہو جائے تو اس کی پہلی عدت مہینوں کے ذریعہ سے ہوگی یعنی دس دن چار ماہ اور دوسری عدت حیض کے ذریعہ سے ہوگی، اب اگر دس دن چار ماہ میں تین حیض آجائیں تو بسبب تداخل دونوں عدتیں پوری ہو جائیں گی، اور اگر اس مدت میں حیض جاری نہ ہو تو اس مدت کے بعد تین حیض کی عدت ثانیہ علیحدہ واجب ہوگی۔

س: رَجُلٌ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ طَلَاقًا بَائِنًا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فِيْ عِدَّتِهَا وَطَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا هَلْ تَسْتَأْنِفُ الْعِدَّةَ؟

ج: نَعَمْ تَسْتَأْنِفُهَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهَا اِتْمَامُ الْعِدَّةِ الْاُوْلٰى

Marfat.com

فَحَسْبُ ۔

س: کسی آدمی نے بیوی کو طلاق بائن دے دی پھر اس سے نکاح کرلیا اس کی عدت میں اور اس کو دخول کرنے سے پہلے طلاق دے دی کیا نئے سر سے عدت شروع کرے گی؟

ج: ہاں نئی سرے سے عدت شروع ہوگی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس پر پہلی عدت کا پورا کرنا کافی ہے۔

نوٹ: توضیح اگلے مسئلہ کے بعد آرہی ہے۔

س: فَهَلْ يَجِبُ لَهَا مَهْرٌ ؟

ج: نَعَمْ يَجِبُ لَهَا مَهْرٌ كَامِلٌ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهَا نِصْفُ الْمَهْرِ۔

س: تو کیا واجب ہے اس کے لئے مہر؟

ج: جی ہاں واجب ہے اس کے لئے مہر کامل امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور فرمایا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے لئے آدھا مہر ہے۔

مطلقہ بائنہ سے دوبارہ نکاح کرکے بلاوطی وخلوت طلاق دے دی تو عدت کا حکم

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مرد نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی، پھر عدت گزرنے سے پہلے ہی اس سے دوبارہ نکاح کرلیا، اور وطی اور خلوۃ صحیحہ سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو کیا اس صورت میں وہ نئے سرے سے عدت شروع کرے گی یا جو عدت وہ گزار رہی ہے اس کو پورا کرلینا کافی ہے۔

جواب: یہ ہے کہ حضرات احنافؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے چنانچہ شیخینؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے نکاح کی وجہ سے شوہر پر پورا مہر واجب ہوگا اور عورت پر مستقل طور پر دوسری عدت واجب ہوگی۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ شوہر پر آدھا مہر واجب ہوگا اور عورت پر پہلی ہی عدت کو پورا کرنا کافی ہے۔ مسئلہ مذکورہ ایک ضابطہ پر موقوف ہے کہ نکاح اول میں کیا گیا دخول دوسرے نکاح میں دخول شمار ہوگا یا نہیں ہوگا؟ اس بارے میں امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ نکاح اول میں دخول نکاح ثانی میں دخول شمار نہیں ہوگا اور شیخینؒ فرماتے ہیں کہ نکاح اول میں دخول نکاح ثانی میں بھی شمار ہوگا۔

امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ نکاح ثانی کے بعد دی گئی طلاق وطی اور خلوت صحیحہ سے پہلے ہے اور اس صورت میں نہ تو شوہر پر پورا مہر واجب ہوتا ہے اور نہ ہی عورت پر عدت واجب ہوتی ہے شیخین کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ عورت پہلے دخول کی وجہ سے شوہر کے ہاتھ مقبوضہ ہے اور ابھی تک پہلی وطی کا اثر (یعنی عدت) باقی ہے تو اب دوسرا نکاح جب کرلیا تو پہلا قبضہ دوسرے نکاح کے قبضہ واجبہ کے قائم مقام ہوگیا پھر جب اس کو طلاق دی تو یہ ایسا ہوگیا جیسے وطی کے بعد طلاق دی ہو تو اس وجہ سے شوہر پر پورا مہر واجب ہوگا اور عورت پر نئے سرے سے عدت واجب ہوگی۔ (قال الاسبیجابی الصحیح قولهما) اللباب ص۲۰۲ ج۲

Marfat.com

اَلاِحْدَاد

﴿سوگ کا بیان﴾

س: هَلْ يَجِبُ عَلَى الْمُطَلَّقَةِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا شَيْئٌ آخَرَ سِوَى اِمْضَاءِ مُدَّةِ الْعِدَّةِ ؟

ج: اِذَا كَانَتِ الْمَبْتُوْتَةُ وَالْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا بَالِغَةٌ مُسْلِمَةٌ فَعَلَيْهَا الْاِحْدَادُ فِىْ اَيَّامِ عِدَّتِهَا

س: کیا مطلقہ اور بیوہ عورت پر عدت کی مدت پورا کرنے کے علاوہ بھی کچھ واجب ہے؟

ج: جب ہو مبتوتہ اور بیوہ بالغہ مسلمان تو اس پر اس کی عدت کے دنوں میں احداد لازم ہے

س: اَلْاِحْدَادُ مَا هُوَ ؟

ج: هُوَ اَنْ تَتْرُكَ الطِّيْبَ وَالزِّيْنَةَ وَلَا تَخْتَضِبُ بِالْحِنَاءِ وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوْغًا بِوَرْسٍ اَوْ بِزَعْفَرَانٍ وَلَا تَدَّهِنُ وَلَا تَكْتَحِلُ اِلَّا بِعُذْرٍ

س: احداد کیا ہے؟

ج: وہ (احداد) خوشبو اور زینت کا چھوڑنا ہے اور نہ مہندی لگائے اور نہ کپڑے پہنے ورس اور زعفران کے ساتھ رنگے ہوئے اور نہ تیل لگائے اور نہ سرمہ لگائے مگر عذر کے ساتھ

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ سوگ کس طرح سے ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ وہ خوشبو، بناؤ سنگار کو چھوڑ دے گی اور مہندی، رنگدار کپڑا جو ورس یا زعفران سے رنگا نہیں پہنے گی، تیل اور سرمہ بغیر عذر کے استعمال نہیں کرے گی یہ سوگ ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے اور اوپر والے سوال میں کئی قیود لگائی گئی تھیں ان کے متعلق سمجھ لیا جائے کہ مبتوتہ کی قید سے رجعیہ بالغہ کی قید سے صغیرہ مسلمہ کی قید سے کافرہ نکل گئی جس کی تفصیل اگلے سوال کے جواب میں موجود ہے امام شافعیؒ کے نزدیک معتدہ بائنہ پر احداد (سوگ) واجب نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ سوگ تو خاوند کے فوت ہو جانے کے افسوس سے ہوتا ہے اور شوہر نے اس کو طلاق بائن دے کر وحشت میں ڈال دیا ہے اس پر کیا افسوس۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ احداد نکاح کی نعمت فوت ہو جانے کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ چیز مبتوتہ کے حق میں بھی موجود ہے۔

س: قَيَّدْتُمُ الْمَسْئَلَةَ بِمَا اِذَا كَانَتِ الْمَبْتُوْتَةُ وَالْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا بَالِغَةً مُسْلِمَةً فَهَلْ يَخْتَلِفُ الْحُكْمُ فِىْ ذٰلِكَ اِذَا كَانَتْ كَافِرَةً اَوْ صَغِيْرَةً؟

ج: قَيَّدْنَا بِذٰلِكَ لِاَنَّهٗ لَا اِحْدَادَ عَلٰى كَافِرَةٍ وَلَا صَغِيْرَةٍ

س: تم نے مقید کیا مسئلہ کو اس کے ساتھ کہ جب مبتوتہ اور متوفی عنہا زوجہا بالغہ ہو مسلمان ہو تو کیا مختلف ہے حکم اس میں جب ہو کافرہ یا چھوٹی بچی؟

Marfat.com

ج: ہم نے اس کے ساتھ اس لئے مقید کیا ہے کہ کافرہ اور چھوٹی بچی پر سوگ نہیں ہے

﴿کافرہ اور بچی پر سوگ واجب نہیں﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں آپ نے متوفی عنہا زوجہا کے ساتھ بالغہ اور مسلمان ہونے کی قید لگائی ہے، تو کیا اگر وہ کافرہ ہو یا بچی ہو تو حکم بدل جائے گا؟

جواب یہ ہے کہ ہم نے مسلمہ اور بالغہ کی قید اس لئے لگائی کہ کافرہ اور صغیرہ پر سوگ واجب نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں حقوق شرع کی مخاطب نہیں ہیں، ایک کم عمری کی وجہ سے اور دوسری کافرہ ہونے کی وجہ سے اور سوگ کرنا حقوق شرع میں داخل ہے۔ بحر الرائق میں ہے کہ سات عورتوں پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے (۱) کافرہ (۲) صغیرہ (۳) مجنونہ (۴) معتدۃ العتق (۵) معتدۃ النکاح الفاسدہ (۶) معتدہ موطوءہ بالشبہ (۷) معتدۃ الرجعیہ۔

س: بَقِیَ حُکْمُ الْاَمَۃِ مَا حُکْمُ الْاِحْدَادِ فِی عِدَّتِہَا؟

ج: اِذَا کَانَتِ الْاَمَۃُ مُسْلِمَۃً بَالِغَۃً فَعَلَیْہَا الْاِحْدَادُ فِیْمَا اِذَا مَاتَ زَوْجُہَا اَوْبَتَّ طَلَاقُہَا ۔ فَاَمَّا اِذَا تَوَفّٰی مَوْلٰہَا وَہِیَ اُمُّ وَلَدٍ لَہٗ فَلَا اِحْدَادَ عَلَیْہَا

س: باقی رہا حکم لونڈی کا کیا حکم ہے احداد کا اس کی عدت میں؟

ج: جب لونڈی مسلمان بالغہ ہو تو اس پر سوگ ہے اس (صورت) میں جب اس کا خاوند فوت ہو گیا یا اس کو طلاق بتہ دی، پس بہر حال جب مر گیا اس کا مولی اور وہ ام ولد ہے تو اس پر احداد نہیں ہے

﴿لونڈی کے لئے سوگ کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ لونڈی کا اپنی عدت میں سوگ منانے کا حکم کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ لونڈی اگر مسلمان بالغہ ہے تو خاوند کے مرنے یا طلاق مبتوتہ ملنے کی صورت میں اس پر بھی سوگ لازم ہے، لیکن اگر لونڈی ام ولد ہو اور آقا فوت ہو جائے تو اس پر سوگ واجب نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ سوگ واجب ہوتا ہے نعمت نکاح زائل ہونے کی وجہ سے اور اس کی نعمت نکاح زائل نہیں ہوئی کہ سوگ سے اس کا اظہار واجب ہوتا، اور اصل یہ ہے کہ عورت اپنے آپ کو آراستہ کرے یعنی سوگ نہ کرے اس لئے حکم اپنی اصل پر باقی رہے گا۔

حکم الخروج من بیت

﴿گھر سے نکلنے کا حکم﴾

س: ہَلْ سِوَی الْاِحْدَادِ حُکْمٌ یَتَعَلَّقُ بِالْمُطَلَّقَۃِ وَ الْمُتَوَفّٰی عَنْہَا زَوْجُہَا؟

Marfat.com

ج: لَا يَجُوْزُ لِلْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ وَالْمَبْتُوْتَةِ الْخُرُوْجُ مِنْ بَيْتِهَا لَيْلاً وَ نَهَارًا فَاَمَّا الَّتِیْ تُوَفِّیْ عَنْهَا زَوْجُهَا فَجَازَ لَهَا اَنْ تَخْرُجَ نَهَارًا وَبَعْضَ اللَّيْلِ وَلَا تَبِيْتَ فِیْ غَيْرِ مَنْزِلِهَا۔

س: کیا احداد کے علاوہ کوئی حکم ہے جو متعلق ہو مطلقہ اور متوفی عنہا زوجھا سے؟

ج: جائز نہیں مطلقہ رجعیہ کے لئے اور مبتوتہ کے لئے اپنے گھر سے نکلنا رات کو اور دن کو پس بہر حال وہ عورت کہ فوت ہو جائے اس کا خاوند تو اس کے لئے جائز ہے نکلنا دن کو اور رات کے بعض حصہ میں اور اپنے گھر کے علاوہ میں رات نہ گزارے۔

﴿معتدہ رجیعہ اور بائنہ کو گھر سے نکلنا جائز نہیں﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ متوفی عنھا زوجھا (یعنی جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو) اور مطلقہ بائنہ کو سوگ کرنے کا تو حکم ہے ہی کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اور حکم ہے جس کا تعلق متوفی عنھا زوجھا سے ہو یا مطلقہ سے ہو۔ جواب کی توضیح یہ ہے کہ معتدہ بائنہ اور معتدہ رجیعہ کے لئے اس گھر سے جس میں طلاق و فرقت کے وقت وہ تھی نکلنا جائز نہیں ہے، اسی مکان میں وہ عدت پوری کرے، کیونکہ اللہ جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے۔ واتقوالله ربكم ولاتخرجوهن من بيوتهن ولايخرجن الا أن يأتين بفاحشه مبينة. حضرت ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک فاحشہ سے مراد نفس خروج (یعنی نکلنا ہی) ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اس سے مراد زنا ہے، اور زنا کے بعد اقامت حد کے لئے اس کو نکالا جا سکتا ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ عورت زبان دراز ہو ہر وقت کا رنج و تکرار رکھتی ہو تو اس کو بھی نکال دینا جائز ہے، حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک فاحشہ سے مراد عورت کا ناشزہ اور نافرمان ہونا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ معتدہ خواہ رجیعہ ہو یا بائنہ ہو اس کو فرقت والے مکان سے نہ تو دن کو نکلنا جائز ہے نہ رات کو۔ (۲) رہی وہ عورت جو خاوند کی وفات کی وجہ سے عدت گزار رہی تو وہ دن اور رات کا کچھ حصہ گھر سے باہر (بوجہ ضرورت) گزار سکتی ہے کیونکہ اس کا (نفقہ) خرچ کسی پر واجب نہیں ہے اس لئے وہ معاش طلب کرنے کے لئے گھر سے نکلنے پر مجبور ہے بخلاف مطلقہ کے اس کا نفقہ خاوند پر واجب ہے، البتہ کہیں دوسری جگہ رات گزارنا متو فی عنھا زوجھا کیلئے بھی جائز نہیں ہے۔

س: اَيْنَ تَعْتَدُّ الْمُطَلَّقَةُ وَالْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا؟

ج: تَعْتَدَّانِ فِی الْمَنْزِلِ الَّذِیْ يُضَافُ اِلَيْهَا بِالسُّكْنٰی حَالَ وُقُوْعِ الْفُرْقَةِ اَوْ مَوْتَ الزَّوْجِ۔

س: کہاں عدت گزارے مطلقہ اور متو فی عنھا زوجھا (یعنی جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا ہو)؟

ج: عدت گزاریں گی دونوں اس گھر میں جس کی طرف اس کی نسبت ہے رہائش کی فرقت کے وقوع کے وقت یا خاوند کی موت کے وقت۔

Marfat.com

﴿معتدہ کے لئے مکان کی تعیین﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہیکہ مطلقہ اور بیوہ عورت نے جس گھر میں عدت گزارنی ہے اس سے مراد کون سا گھر ہے؟

جواب: بیوہ اور معتدہ اسی مکان میں عدت گزاریں گی جو رہائش کے اعتبار سے ان کی طرف منسوب ہے یعنی طلاق کے وقت یا خاوند کی وفات کے وقت جس گھر میں وہ سکونت پزیر تھیں وہیں عدت گزاریں گی یہاں تک کہ اگر کسی عورت کو اس حالت میں طلاق ہوئی کہ وہ گھر سے کہیں باہر تھی تو اس کو چاہیئے کہ وہ فوراً گھر واپس لوٹ آئے اور وہیں عدت گزارے۔ (هكذا فى اللباب)

س: اِمْرَاَةٌ تُوُفِّي عَنْهَا زَوْجُهَا وَ نَصِيْبُ اِرْثِهَا مِنْ دَارِ الْمَيِّتِ يَكْفِيْهَا ، فَهَلْ يَجُوْزُ اَنْ تَتْرُكَ هٰذَا الْبَيْتَ وَ تَنْقُلَ اِلٰى دَارِ اَبَوَيْهَا اَوْ دَارِ غَيْرِهِمَا؟

ج: لَا يَجُوْزُ لَهَا ذٰلِكَ اِلَّا بِعُذْرٍ

س: کسی عورت کا خاوند فوت ہو گیا اور عورت کی وراثت کا حصہ میت کے گھر سے اس کو کافی ہے تو کیا جائز ہے کہ چھوڑ دے اس گھر کو اور منتقل ہو جائے اپنے والدین کے گھر کی طرف یا انکے علاوہ کی طرف؟

ج: نہیں جائز اس کے لئے یہ مگر عذر کے ساتھ۔

﴿بیوی کیلئے حصہ وراثت رہائش کیلئے کافی ہو تو بلا عذر انتقال جائز نہیں﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت متوفی عنها زوجها کو خاوند کی میراث سے اسقدر حصہ مل گیا جو کہ اسے رہائش وغیرہ کافی ہے تو کیا وہ اس مکان کو چھوڑ کر اپنے والدین کے ہاں یا دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے تو یہ جائز ہے؟

جواب: اگر کوئی عذر ہو تو منتقل ہونا جائز ہے اور عذر نہ ہو تو منتقل ہو جانا جائز نہیں ہے۔ جیسے اس بات کا خوف ہونا کہ سامان چور اٹھا کر لے جائیں گے، یا مکان گرنے کا ڈر ہو تو اس صورت میں منتقل ہونا جائز ہے۔

س: وَاِنْ كَانَ نَصِيْبُهَا مِنْ دَارِ الْمَيِّتِ لَا يَكْفِيْهَا وَ اَخْرَجَهَا الْوَرَثَةُ مِنْ نَصِيْبِهِمْ هَلْ يَجُوْزُ لَهَا الْاِنْتِقَالُ مِنْهَا ؟

س: اور اگر اس (بیوہ) کا حصہ میت کے گھر سے اس کو کافی نہ ہو اور اس کے (دوسرے) وارث اپنے حصہ سے نکال دیں تو کیا اس کے لئے اس سے منتقل ہونا جائز ہے

ج: نَعَمْ يَجُوْزُ لَهَا اَنْ تَنْتَقِلَ مِنْهَا فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ

ج: جی ہاں اس کے لئے جائز ہے منتقل ہونا اس (گھر) سے اس صورت میں

﴿حصۂ وراثت رہائش کیلئے ناکافی ہو تو منتقل ہونا جائز ہے﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت کو خاند کی میراث سے مکان کا کچھ حصہ ملا تو ہے مگر وہ اسکی رہائش کے لئے ناکافی ہے اور

Marfat.com

دیگر ورثاء بھی اس کو اپنے حصے سے نکال دیں تو کیا اس صورت میں اس کے لئے مکان کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کی توضیح یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں عورت دوسرے مکان میں منتقل ہو سکتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس عورت کا منتقل ہونا عذر کی بنا پر ہے اور عذر عبادات میں معتبر ہوتا ہے، اس لئے یہاں بھی عذر معتبر ہوگا۔ اور اس پر ایک دلیل یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شہادت کا سانحہ پیش آ گیا تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کو بیت العدۃ سے منتقل فرمالیا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ المسلمین ہونے کی وجہ سے سرکاری مکان میں سکونت پزیر تھے اور آپ کی شہادت کے بعد یہ مکان تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ کے استعمال میں آ گیا اس وجہ سے حضرت ام کلثومؓ کو اس مکان سے منتقل کرنیکی ضرورت پیش آئی (هكذا فى العينى)

س: اِمْرَأَةٌ تَعْتَدُّ عِدَّةَ الْوَفَاةِ فَأَرَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَّخْطُبَهَا هَلْ يَجُوْزُ لَهُ ذٰلِكَ ؟

س: کوئی عورت وفات کی عدت گزار رہی تھی پس مسلمانوں میں سے کسی نے چاہا کہ پیغام نکاح دیں تو کیا اس کے لئے یہ جائز ہے

ج: لَا يَجُوْزُ ذٰلِكَ بِالتَّصْرِيْحِ، وَلَا بَأْسَ بِالتَّعْرِيْضِ۔

ج: جائز نہیں ہے یہ صراحت کے ساتھ اور حرج نہیں ہے تعریض (اشارہ) میں

﴿بیوہ کو دوران عدت پیغام نکاح دینے کا حکم﴾

توضیح سوال کا کیا حاصل یہ ہے کہ عورت عدت وفات گزار رہی ہو اور کوئی مسلمان اس سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے تو کیا اسکے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس کو دوران عدت پیغام نکاح دے؟

جواب: یہ ہے کہ واضح طور پر پیغام نکاح دینا جائز نہیں ہے ہاں تعریض یعنی اشارہ نکاح جائز ہے کیونکہ معتدہ کو اللہ جل جلالہ کے ارشاد و لا تعز مو عقدة النكا ح حتى يبلغ الكتا ب ا جله کی وجہ سے پیغام نکاح دینا حرام ہے، البتہ معتدہ وفات کے لئے تعریض کی و لا جناح عليكم فيما عر ضتم به من خطبة النسا ء کی وجہ سے اجازت ہے یعنی گول مول الفاظ میں مثال کے طور پر اس طرح کہا، کہ میں نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں، یا میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نیک بخت عورت عطاء فرمائے۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے یہی تفسیر منقول کی ہے۔ سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں اس طرح کہے کہ مجھے تجھ سے رغبت ہے یا میں چاہتا ہوں کہ ہم جمع ہو جائیں۔

س: طَلَّقَ الذِّمِّيُّ الذِّمِّيَّةَ اَوْ مَاتَ عَنْهَا مَا حُكْمُ عِدَّتِهَا؟

ج: لَا عِدَّةَ عَلَيْهَا اِذَا كَانَتْ حَائِلًا، فَاِذَا كَانَتْ حَامِلًا فَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ

س: طلاق دے دی ذمی نے ذمیہ عورت کو یا فوت ہو گیا تو اس کی عدت کا کیا حکم ہے

Marfat.com

ج: اس پر کوئی عدت نہیں جب غیر حاملہ ہو پس جب حاملہ ہو تو اس پر عدت ہے

﴿بیوہ اور مطلقہ ذمیہ کی عدت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ ذمی مرد نے ذمیہ عورت کو طلاق دے دی یا وہ مر گیا تو اب اس ذمیہ عورت کی عدت کا کیا حکم ہوگا۔

جواب: یہ ہے کہ اس عورت پر اگر حاملہ نہیں ہے تو کوئی عدت نہیں ہے اور اگر حاملہ ہے تو پھر اس کی عدت ہے، یہ حکم امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے، صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ دونوں صورتوں میں عدت واجب ہے، مگر یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب اہل ذمہ کا اعتقاد یہ ہو کہ ذمیہ عورت پر عدت نہیں ہے اور اگر عدت ہونے کا اعتقاد ہو تو پھر دونوں صورتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

س: طَلَّقَ الْمُسْلِمُ زَوْجَتَهُ الْكِتَابِيَّةَ اَوْمَاتَ عَنْهَا فَهَلْ عَلَيْهَا عِدَّةٌ؟

ج: نَعَمْ هِيَ تَعْتَدُّ حَائِلاً كَانَتْ اَوْ حَامِلاً، فَلاَ يَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا قَبْلَ انْقِضَاءِ عِدَّتِهَا۔

س: مسلمان نے اپنی بیوی کتابیہ کو طلاق دی یا وہ فوت ہو گیا تو کیا اس پر عدت ہے

ج: جی ہاں وہ عدت گزارے گی غیر حاملہ ہو یا حاملہ پس جائز نہیں کسی ایک کے لئے کہ شادی کرے اس سے اس کی عدت پوری ہونے سے پہلے۔

﴿کتابیہ مطلقہ اور بیوہ مسلم کی عدت کا حکم﴾

توضیح: سوال مسلمان نے اپنی کتابیہ بیوی کو طلاق دیدی یا وہ فوت ہو گیا تو کیا اس عورت پر عدت لازم ہے۔

جواب: جب کوئی کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں ہو وہ طلاق دے دے یا اس کی وفات ہو جائے دونوں صورتوں میں کتابیہ پر عدت لازم ہے، عدت کے زمانہ میں کسی مسلمان کیلئے اس سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو۔

س: اِمْرَأَةٌ حَمَلَتْ مِنَ الزِّنَا فَتُرِيْدُ اَنْ تَتَزَوَّجَ هَلْ يَجُوْزُ لَهَا ذٰلِكَ؟

ج: لَوْ تَزَوَّجَتْ هٰذِهِ الْمَرْأَةُ جَازَ نِكَاحُهَا وَ لٰكِنْ لَّا يَطَأُهَا زَوْجُهَا حَتّٰى تَضَعَ حَمْلَهَا، اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ النَّاكِحُ هُوَ الزَّانِيُ الَّذِيْ خُلِقَ مِنْ مَّائِهِ هٰذَا الْحَمْلُ فَاِنَّهٗ يَجُوْزُ لَهٗ وَطْئُهَا بَعْدَ النِّكَاحِ۔

س: کوئی عورت حاملہ ہو گئی زنا سے پس وہ شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کیا اس کے لئے یہ جائز ہے؟

ج: اگر یہ عورت نکاح کرے گی تو جائز ہے اس کا نکاح اور لیکن اس سے وطی نہ کرے گا اس کا خاوند یہاں تک کہ وہ اپنا حمل جن لے مگر یہ کہ نکاح کرنے والا وہی زانی ہو جس کے پانی (منی) سے یہ حمل پیدا ہوا پس بے شک اس کے لئے اس سے نکاح کے (فوراً) بعد وطی جائز ہے

Marfat.com

﴿زنا کے بعد نکاح کا حکم﴾

توضیح: حاصل سوال یہ ہے کہ کسی عورت سے زنا ہو گیا جس کے نتیجہ میں وہ حاملہ ہو گئی اب اس کا اردہ ہے کہ وہ شادی کرلے تو کیا اس صورت میں اس کے لئے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب: اگر تو یہ عورت اسی شخص سے شادی کرنے کی خواہاں ہے تو شادی کرنا بھی درست ہے، اور اس کے بعد وطی بھی، لیکن اگر شادی کسی اور شخص سے کر رہی ہے اور زانی کوئی اور ہے تو اس صورت میں نکاح تو فوراً بھی جائز ہے مگر جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے وطی کرنا جائز نہ ہوگا۔

ثبوت النسب

﴿نسب کے ثبوت بیان میں﴾

س: وَ كَيْفَ يَثْبُتُ نَسَبُ الْاَوْلَادِ مِنْ ابَائِهِمْ ؟

ج: تَزَوَّ جَ رَجُلٌ امْرَأَةً وَ جَاءَ تْ بِالْوَلَدِ لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ قَمَرِيَّةٍ فَصَاعِدًا يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ اِنِ اعْتَرَفَ بِهِ الزَّوْجُ اَوْ سَكَتَ ۔ وَاِنْ جَاءَتْ بِوَلَدٍ لِاَقَلٍّ مِّنْ سِتَّةِ اَشْهُرٍ مُنْذُ يَوْمِ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهُ مِنْهُ ۔

س: اور کیسے ثابت ہوگا اولاد کا نسب ان کے اباء سے؟

ج: کسی مرد نے کسی عورت سے شادی کی اور بچہ لائی چھ ماہ کا چاند کے حساب سے یا زیادہ کا ثابت ہو جائے گا اس کا نسب اس سے اگر اعتراف کرلے اسکا خاوند یا خاموش رہے اور اگر بچہ لائی چھ ماہ سے کم کا جس دن اس نے شادی کی نہ ثابت ہوگا اس کا نسب اس سے۔

﴿چھ ماہ اور چھ ماہ سے زیادہ کا بچہ ثابت النسب ہے﴾

توضیح: صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا، جس دن نکاح کیا چاند کے حساب سے پورے چھ ماہ بعد یا چھ ماہ سے زائد بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا نسب اس شخص سے ثابت ہو جائے گا۔ خواہ وہ اقرار کرے یا خاموش رہے۔ کیونکہ عورت کا فراش ہونا بھی ثابت ہے۔ اور حمل کی مدت بھی پوری ہو چکی ہے۔ اور اگر چھ ماہ سے کم مدت میں عورت سے بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا اس مرد سے نسب ثابت ہوگا، اس کی دلیل یہ ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت جو ہے وہ چھ ماہ ہے اور بچہ پیدا ہوا ہے چھ ماہ سے کم میں، تو اس سے معلوم ہوا کہ نطفہ نکاح سے پہلے قرار پا گیا تھا، پس ثابت ہو گیا کہ نطفہ اس شوہر کا نہیں ہے۔ اور جب اس کا نطفہ نہیں ہے تو اس سے نسب بھی ثابت نہیں ہوگا۔

س: قَدْ يُمْكِنُ اَنْ تَكُوْنَ الْمَرْاَةُ زَنَتْ وَظَهَرَ مِنْهُ هٰذَا الْحَمَلُ فَكَيْفَ يَثْبُتُ نَسَبُهُ مِنْ زَوْجِهَا ؟

Marfat.com

ج: يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنَ الزَّوْجِ وَلَا يُنْظَرُ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى مِثْلِ هٰذَا الْاِحْتِمَالِ حَتّٰى اَنَّهَا لَوْزَنَتْ فِي الْحَقِيْقَةِ يَثْبُتُ النَّسَبُ مِنَ الزَّوْجِ بِشَرْطٍ اَنَّ الْمُدَّةَ تَحْتَمِلُهُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ (اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ يَنْفِيَ نَسَبَهُ زَوْجُ الْمَرْاَةِ مِنْ نَفْسِهِ فَحُكِمَ بِاللِّعَانِ ،وَسَيَجِيْءُ مَعْنَى اللِّعَانِ وَكَيْفِيَّتُهُ فِيْ بَابِهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

س: تحقیق ممکن ہے کہ عورت نے زنا کیا ہو اور ظاہر ہو گیا ہو اس سے یہ حمل پس کیسے ثابت ہو جائے گا نسب خاوند سے؟

ج: ثابت ہو گا نسب خاوند سے اور نہیں دیکھا جائے گا اس میں اس طرح کے احتمال کی طرف یہاں تک کہ اگر زنا کرلیا ہوتا اس نے حقیقت میں (پھر بھی) نسب خاوند سے ثابت ہوتا بشرطیکہ مدت اس کا احتمال رکھتی ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ بستر والے کا ہے اور زانی کے لئے سنگساری ہے مگر یہ کہ نفی کر دے اس کے نسب کی عورت کا خاوند اپنے نفس سے پس فیصلہ کر دیا جائے گا لعان کا اور عنقریب لعان کی کیفیت اس کے باب میں آئے گی۔

﴿نا قابل التفات احتمال﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ عورت نے چھ ماہ کے قلیل عرصے میں بچہ جنم دے دیا ہے تو ممکن ہے عورت نے زنا کرایا ہو اور پیدا ہونے والا بچہ اس کا نتیجہ ہو، پھر اس بچہ کا نسب عورت کے خاوند سے کیسے ثابت ہو جائے گا۔

جواب: یہ ایک احتمال ہے اور اس قسم کے احتمال قابل التفات نہیں ہوا کرتے۔ پھر اگر حقیقت میں بھی عورت نے زنا کرالیا ہوتا تو بھی نسب خاوند سے ثابت ہوتا، بشرطیکہ مدت (اقل مدت حمل کا) احتمال رکھتی ہو، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ بچہ (صاحب) فراش یعنی شوہر کا ہے اور زانی کیلئے سنگساری ہے۔ ہاں اگر خاوند بچے کے نسب کا اپنی ذات سے انکار کر دیتا ہے تو اس صورت میں لعان کا فیصلہ دیا جائے گا، رہی یہ بات کہ لعان کا فیصلہ دیا جائے گا، رہی یہ بات کہ لعان کیا چیز ہے اس کا تذکرہ آگے باب اللعان میں آرہا ہے وہاں مکمل تفصیل بیان کر دی جائے گی۔

س: اِمْرَاَةٌ وَلَدَتْ وَلَدًا وَزَوْجُهَا يُنْكِرُ الْوِلَادَةَ كَيْفَ تَثْبُتُ الْوِلَادَةُ؟

ج: تَثْبُتُ بِشَهَادَةِ اِمْرَاَةٍ وَاحِدَةٍ بِوِلَادَتِهَا

س: کسی عورت نے بچہ جنا اور اس کا خاوند ولادت کا انکار کرتا ہے تو کیسے ولادت ثابت ہو گی

ج: ثابت ہو جائے گی (ولادت) ایک ہی عورت کی گواہی کے ساتھ اس عورت کے جننے کے بارے میں

﴿ثبوت ولادت کے لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہے﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی عورت نے بچہ جنا، خاوند اس بچہ کی ولادت کا انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ بچہ اس عورت سے پیدا نہیں ہوا اس صورت کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ اگر ایک عورت گواہی دے دے کہ یہ بچہ اس عورت سے پیدا ہوا ہے تو اس ایک ہی عورت کی گواہی کے ساتھ ولادت ثابت ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم۔

س: قَدْ ذَكَرْتُمُ الْحُكْمَ الشَّرْعِيَّ فِيْ ثُبُوْتِ النَّسَبِ مِنَ الزَّوْجِ الَّذِيْ لَمْ يُطَلِّقْ، فَمَا التَّفْصِيْلُ فِيْ ثُبُوْتِ النَّسَبِ مِنَ الزَّوْجِ الَّذِيْ طَلَّقَهَا؟

ج: فِيْهِ تَفْصِيْلٌ وَاحْفَظْهُ كَمَا يَلِيْ:

(۱) يَثْبُتُ النَّسَبُ وَلَدَ الْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ إِذَا جَاءَتْ بِهٖ لِسَنَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ مَالَمْ تُقِرَّ فِي الْعِدَّةِ وَرَاجَعَهَا بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا وَيُقَالُ فِي الصُّوْرَةِ الثَّانِيَةِ أَنَّهٗ وَطِيَهَا (۲) وَإِنْ جَاءَتِ الْمُطَلَّقَةُ الرَّجْعِيَّةُ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ ثَبَتَ نَسَبُهٗ مِنْهُ وَبَانَتْ مِنْ زَوْجِهَا (۳) وَلِمُطَلَّقَةِ الْمَبْتُوْتَةِ يَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِهَا مِنَ الزَّوْجِ الَّذِيْ طَلَّقَهَا إِذَا جَاءَتْ بِهٖ لِأَقَلَّ مِنْ سَنَتَيْنِ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهٖ لِتَمَامِ سَنَتَيْنِ مِنْ يَوْمِ الْفُرْقَةِ لَمْ يَثْبُتْ نَسَبُهٗ إِلَّا أَنْ يَدَّعَهُ الزَّوْجُ (٤) يَثْبُتُ النَّسَبُ وَلَدَ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا إِلٰى تَمَامِ سَنَتَيْنِ مِنْ وَقْتِ الْوَفَاةِ (٥) مُعْتَدَّةٌ اِعْتَرَفَ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا ثُمَّ جَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ يَثْبُتُ نَسَبُهٗ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهٖ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ لَمْ يَثْبُتِ النَّسَبُ

س: تحقیق تم نے ذکر کیا کہ حکم شرعی نسب کے ثبوت کے بارے میں اس خاوند سے جس نے طلاق نہیں دی۔ پس کیا تفصیل ہے نسب کے ثبوت میں اس خاوند سے جس نے طلاق دی اس کو؟ اس میں تفصیل ہے اس کو یاد کر جیسا کہ آگے آئے گا ثابت ہوگا نسب بچہ کا مطلقہ رجعیہ سے جب لائے اس کو دو سال کا یا زیادہ کا جب تک اقرار نہ کرے اس کی عدت پوری ہونے کا اور کہا جائے گا دوسری صورت میں بے شک اسنے وطی کی اس سے عدت میں اور رجوع کر لیا اس سے (۱) اور اگر لائی مطلقہ رجعیہ دو سال سے کم کے بچہ کو ثابت ہو جائے گا اس کا نسب اس سیا اور بائنہ ہو جائے گی اپنے خاوند سے (۳) اور مطلقہ مبتوتہ کے بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا اس خاوند سے جس نے اس کو طلاق دی ہو جب لائی ہو اس کو دو سال سے کم میں اور اگر لائے اس کو پورے دو سال کا فرقت کے دن سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا مگر یہ کہ دعوی کرے اس کا خاوند (۴) متوفی عنہا زوجہا کے لڑکے کا وفات سے دو سال پورے ہونے پر بھی نسب ثابت ہو جائیگا معتدہ نے اپنی عدت پوری ہونے کا اقرار کر لیا پھر چھ ماہ سے کم کا بچہ لائی ثابت ہو جائے گا اس کا نسب اور اگر لائی چھ ماہ کا نسب ثابت نہو گا

﴿غیر مطلقہ عورت کے بچے کے نسب کے ثبوت کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ تم نے اس خاوند سے جس نے طلاق نہ دی ہو کے نسب کے ثبوت کا حکم شرعی تو پہلے بیان کر دیا ہے اب یہ معلوم کرنا ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر اس نے بچہ جنا تو اس بارے میں ثبوت نسب کی کیا تفصیل ہے؟

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ اس میں قدرے تفصیل ہے اس کو محفوظ کرلو جس کو ہم آگے بیان کرنے لگے ہیں۔اس کی کئی صورتیں ہیں۔(الف) مطلقہ رجعیہ نے عدت پوری ہونے کا اقرار نہیں کیا اور دو سال پورے ہونے پر بچہ جنا۔(ب) مطلقہ رجعیہ نے عدت پوری ہونے کا اقرار نہیں کیا اور دو سال گزر جانے کے بعد بچہ جنا تو ان دونوں صورتوں میں مطلقہ رجعیہ کے بچے کے نسب کا ثبوت ہو جائے گا(۲) مطلقہ رجعیہ نے دو سال سے کم مدت میں بچہ جنا تو بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہو جائے گا اور یہ عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی(۳) خاوند نے عورت کو طلاق البتہ دی ہوئی تھی عورت نے دو سال سے کم مدت گزرنے پر بچہ جنا تو اس بچہ کا نسب اس عورت کے خاوند سے ثابت ہو جائے گا۔(ب) مطلقہ مبتوتہ نے فرقت کے دن سے دو سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بچہ جنا تو اس بچہ کا نسب اس کے خاوند سے ثابت نہ ہوگا مگر یہ کہ خاوند یہ دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو اس صورت میں بچہ کا نسب اس عورت سے ثابت ہو جائے گا۔

مسئلہ: یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو ایک طلاق بائن یا تین طلاقیں دی گئی ہوں اور پھر فرقت کے وقت سے دو سال سے کم عرصہ میں بچہ پیدا ہو گیا ہو تو اس بچہ کا نسب اس عورت کے شوہر سے ثابت ہو جائے گا، کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ طلاق کے وقت بچہ کا حمل قرار پا گیا ہو، پس اس بات کا یقین نہیں ہے کہ نطفہ قرار پانے سے پہلے عورت کا فراش صحیح ہونا زائل ہو گیا ہو لہٰذا احتیاطاً نسب ثابت ہو جائے گا۔ہاں اگر فرقت کے وقت سے پورے دو سال گزرنے پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں حمل بالیقین طلاق کے بعد ہوا ہے ہاں اگر یہ شخص اس کا مدعی ہو کہ یہ بچہ میرے ہی نطفہ سے ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ اس شخص نے بچہ کا نسب خود اپنے ذمہ کرلیا ہے فقط واللہ اعلم

(۴) خاوند کی وفات ہو گئی وفات کے وقت سے پورے دو سال کا عرصہ گزرنے پر عورت نے بچہ جنا تو اس بچہ کا نسب بھی اس عورت کے خاوند سے ثابت ہو جائے گا۔

(۱) معتدہ عورت نے اپنی عدت گزرنے کا اقرار کرلیا پھر چھ ماہ کی عدت سے کم بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ اس کی دروغ گوئی ظاہر ہو گئی ہے اور یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اقرار کے وقت رحم میں نطفہ تھا پس اس کا عدت پوری ہو جانے کا اقرار باطل ہو گیا اور اگر بچہ چھ ماہ یا اس سے زائد مدت گزر جانے کے بعد ہوتا ہے تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ بطلان قرار کا یقین نہیں ہے۔

واضح رہے کہ صاحب ہدایہ کے قول کے مطابق معتدہ کا لفظ ہر ہر معتدہ کو شامل ہے خواہ معتدہ رجعیہ ہو یا معتدہ بائنہ ہو یا متعدہ وفات سب کا یہی حکم ہے۔

س: هَلْ لِثُبُوْتِ نَسَبِ وَلَدِ الْمُعْتَدَّةِ شَرْطٌ سِوٰى مَا ذُكِرَ مِنَ الزَّمَانِ

ج اِشْتَرَطَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِثُبُوْتِ نَسَبِ وَلَدِهَا اَنْ يَشْهَدَ بِوِلَادَتِهَا رَجُلَانِ اَوْ رَجُلٌ وَامْرَاَتَانِ ، اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ هُنَاكَ حَبَلٌ ظَاهِرٌ اَوِاعْتِرَافٌ مِنْ قِبَلِ الزَّوْجِ فَيَثْبُتُ النَّسَبُ مِنْ غَيْرِ شَهَادَةٍ قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى : يَثْبُتُ النَّسَبُ فِيْ جَمِيْعِ الصُّوَرِ بِشَهَادَةِ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ فائدة : اَكْثَرُ مُدَّةِ الْعِدَّةِ سِنَتَانِ ،

Marfat.com

وَاَقَلُّه سِتَّةُ اَشْهُرٍ ۔

س: کیا معتدہ کے بچہ کے نسب کے ثبوت کے لئے کوئی شرط ہے سوا ان اشراط کے جو اوقات کی ذکر کی گئی ہیں

ج: شرط لگائی امام ابوحنیفہؒ نے اس کے بچہ کے نسب کے ثبوت کے لئے یہ کہ گواہی دیں اس کی ولادت کی دو آدمی یا ایک مرد اور دو عورتیں مگر یہ کہ وہاں حمل ظاہر ہو یا خاوند کی طرف سے اقرار ہو تو نسب ثابت ہو جائے بغیر گواہی کے امام ابویوسفؒ اور محمدؒ نے فرمایا: نسب ثابت ہو جائے گا تمام صورتوں میں ایک ہی عورت کی گواہی سے حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال اور کم سے کم چھ ماہ

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اوقات کے لحاظ سے اوپر شرائط کا بیان ہوا ان کے علاوہ بھی کوئی اور ایسی شرط ہے جس کا بچہ کے ثبوت نسب میں دخل ہو۔ جواب: یہ ہے کہ اگر معتدہ عورت نے بچہ جنا اور حمل پہلے سے ہی ظاہر تھا یا شوہر حمل کا اعتراف کر چکا تھا تو ان دونوں صورتوں میں بغیر شہادت و گواہی کے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔

اور اگر عورت نے بچہ جنا اور شوہر نے ولادت کا انکار کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نسب اس وقت ثابت ہوگا جبکہ بچہ کی ولادت پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں صاحبین فرماتے ہیں کہ تمام صورتوں میں ایک آزاد مسلمان عادل عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا خواہ پہلے سے حمل ظاہر ہو یا نہ ہو اور شوہر نے حمل کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں جبکہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں چار عورتوں کی گواہی شرط ہے امام مالکؒ کے نزدیک دو عورتوں کی موجودگی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

كِتَابُ اللِّعَانِ

﴿یہ کتاب اللعان ہے﴾

(۱) لغوی معنی: لعان مفاعلت کا مصدر ہے اس کے لغوی معنی ہیں دھتکارنا اور رحمت سے دور کرنا۔ شرعی تعریف: شریعت میں لعان ان چار شہادتوں اور لعن اور غضب کو کہتے ہیں جو میاں بیوی کے درمیان جاری ہوں، اور لعان کا رکن شہادت مؤکدہ بالیمین ہے اور اس کا سبب مرد کا اپنی بیوی پر ایسی تہمت لگانا جو جانب میں موجب حد ہو اور اس کی شرط قیام نکاح ہے اور اس کا حکم لعان سے فارغ ہوتے ہی وطی اور استمتاع کا حرام ہونا ہے۔ اور ہمارے نزدیک لعان کا اہل وہ شخص ہے جو شہادت و گواہی کا اہل ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک وہ ہے جو یمین کا اہل ہو۔

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ فِي الْبَابِ السَّابِقِ اَنَّ الزَّوْجَ اِذَا نَفٰى نَسَبَ وَلَدٍ وَلَدَتْهُ زَوْجَتُه فَاِنَّه يَلْزِمُهُ اللِّعَانُ ، فَنُرِيْدُ اَنْ نَعْلَمَ اَنَّ اللِّعَانَ مَاهُوَ ؟ وَ كَيْفَ هُوَ ؟

ج: اِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ امْرَاَتَه بِالزِّنَا وَ هُمَا مِنْ اَهْلِ الشَّهَادَةِ وَالْمَرْاَةُ مِمَّنْ يُحَدُّ قَاذِفُهَا اَوْ نَفٰى نَسَبَ وَلَدِهَا وَطَالَبَتْهُ الْمَرْاَةُ بِمُوْجَبِ الْقَذْفِ عَلَيْهِ اللِّعَانُ فَاِنِ امْتَنَعَ مِنْهُ حَبَسَهُ الْحَاكِمُ حَتّٰى يُلَاعِنَ اَوْ يُكَذِّبَ نَفْسَه فَيُحَدُّ حَدَّ الْقَذْفِ ، وَصِفَةُ اللِّعَانِ اَنْ يَبْتَدِئَ الزَّوْجُ عِنْدَ الْقَاضِيْ فَيَشْهَدُ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ يَقُوْلُ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ

Marfat.com

اِنِّیْ لَمِنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْمَا رَمَیْتُ هٰذِهٖ مِنَ الزِّنَا ثُمَّ یَقُوْلُ فِی الْخَامِسَةِ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِیْنَ فِیْمَا رَمَاهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا، وَیُشِیْرُ اِلَیْهَا فِیْ جَمِیْعِ ذٰلِكَ، ثُمَّ تَشْهَدُ الْمَرْاَۃُ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ تَقُوْلُ فِیْ كُلِّ مَرَّۃٍ: اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكَاذِبِیْنَ فِیْمَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا، وَالْخَامِسَةُ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْمَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا۔

س: تحقیق تم نے ذکر کیا پچھلے باب میں کہ خاوند نے جب نفی کردی بچہ کے نسب کی جس کو اسکی بیوی نے جنا تو اس پر لعان لازم ہے پس ہم جاننے کا ارادہ کرتے ہیں کہ لعان کیا ہے اور وہ کیسے ہے؟

ج: جب تہمت لگائی آدمی نے بیوی پر زنا کی اور وہ دونوں اہل شہادت سے ہیں اور عورت ان لوگوں میں سے ہے کہ حد لگائی جائیگی اسکے تہمت لگانے والے پر یا نفی کی اس کے لڑکے کے نسب کی اور مطالبہ کیا اس سے عورت نے قذف کے سبب کا تو اسپر لعان ہے پس اگر رک جائے تو اسے حاکم قید کرے یہاں تک کہ وہ لعان کرے یا جھٹلادے خود کو پس حد لگایا جائیگا حد قذف اور لعان کی صفت یہ ہے کہ ابتدا کرے خاوند قاضی کے پاس جاکر پس گواہی دے چار مرتبہ کہے ہر مرتبہ میں میں گواہی دیتا ہوں اللہ کی قسم کھا کر کہ میں سچوں میں سے ہوں اس میں جو میں نے الزام لگایا اس پر زنا کا پھر کہے پانچویں مرتبہ میں بے شک اللہ کی اس پر لعنت ہے اگر وہ جھوٹوں سے ہو اس بات میں کہ اس پر زنا کا الزام لگایا اور ہر مرتبہ میں عورت کی طرف اشارہ کرے پھر گواہی دے عورت چار گواہیاں ہر مرتبہ میں کہے میں گواہی دیتی ہوں اللہ کی قسم کھا کر کہ بے شک وہ جھوٹوں سے ہے اس بات میں جس کے ساتھ اسنے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے، اور پانچویں مرتبہ کہے بے شک اللہ کا غضب ہو اس (مجھ) پر اگر وہ سچوں سے ہو اس بات میں جس کے ساتھ اسنے مجھ پر زنا کی تہمت لگائی ہے۔

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ گذشتہ باب میں لعان کا ذکر ہوا کہ زوج جب اس بچے کے نسب کا انکار کردے جس کو اس کی بیوی نے جنا ہے تو اس پر لعان لازم ہے تو ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ لعان کیا ہے؟ اور وہ کیسے ہوتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ (اگر) شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی اور میاں بیوی اہل شہادت ہیں اور عورت ان عورتوں سے ہے جن پر تہمت لگانے والے کو حد لگائی جاتی ہے (۱) یعنی مسلمان عاقل بالغ آزاد ہیں اور فعل زنا اور تہمت زنا سے پاکدامن ہیں) یا شوہر نے بچہ کی نسب کی نفی کردی اور عورت حد قذف کا مطالبہ کیا تو مرد پر لعان واجب ہے۔ اگر شوہر لعان سے باز رہے تو قاضی اس کو قید کردے یہاں تک کہ وہ لعان کرے یا خود کو جھٹلادے، اب اگر وہ خود کو جھٹلا دیتا ہے تو اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور اگر وہ لعان کرے تو عورت پر بھی لعان واجب ہوگا۔

لعان کا طریقہ: قاضی میاں بیوی دونوں کو حاضر کرکے شوہر سے لعان کی ابتداء کرے، شوہر چار گواہی دے اور ہر بار کہے کہ میں اللہ کی قسم کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس عورت پر جو زنا کا عیب لگایا ہے میں اس میں سچا ہوں اور پانچویں بار کہے کہ اس نے جو عیب عورت پر لگایا ہے اس میں اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور ان باتوں کے کہتے وقت وہ عورت کی طرف اشارہ

Marfat.com

(بھی) کرتا ہے پھر اسی طرح عورت چار بار گواہی دے اور ہر بار کہے کہ میں اللہ کی قسم کے ساتھ گواہی دیتی ہوں کہ اس مرد نے مجھ پر زنا کاری کا جو عیب لگایا ہے اس میں یہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس نے مجھ پر زنا کاری کا جو عیب لگایا ہے اس میں اگر یہ سچا ہے تو اس (مجھ) پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو۔ لعان کی اس کیفیت پر دلیل سورۃ النور کی آیت ۵ سے آیت ۸ تک ہے

س: لَمَّا طَالَبَتِ الْمَرْاَةُ بِمُوْجَبِ لِقَذْفٍ وَاَمَرَ الْقَاضِيْ بِاللِّعَانِ وَتَهَيَّأَ الزَّوْجُ لِذٰلِكَ وَابَتِ الْمَرْاَةُ بِمَاذَا يَأْمُرُالْقَاضِيْ؟

ج: يَجِبُ عَلَيْهَا اللِّعَانُ اِذَا تَهَيَّأَ زَوْجُهَا، فَاِنِ امْتَنَعَتْ حَبَسَهَا الْحَاكِمُ حَتّٰى تَلَاعَنَ اَوْ تُصَدِّقَ الزَّوْجَ۔

س: جب مطالبہ کیا اس عورت نے قذف کے سبب کا اور قاضی نے لعان کا حکم دیا خاوند کو اور خاوند اس کیلئے تیار ہو گیا تو عورت نے انکار کر دیا تو قاضی کیا فیصلہ کریگا؟

ج: واجب ہے اسپر لعان، جب تیار ہو جائے خاوند اس پر پس اگر رکی رہی قید کر دے گا قاضی اسکو یہاں تک کہ لعان کرے یا خاوند کی تصدیق کرے۔

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ جب عورت نے موجب قذف کا مطالبہ کیا اور قاضی نے خاوند کو لعان کا حکم دے دیا اور شوہر اس کے لئے تیار ہو گیا اور عورت نے (لعان کرنے) سے انکار کر دیا تو قاضی کیا حکم دے گا؟

جواب یہ ہے کہ عورت پر لعان واجب ہے جب شوہر تیار ہو گیا، پس اگر عورت لعان کرنے سے انکار کر دے تو قاضی اس کو قید کر دے یہاں تک کہ وہ لعان کر لے یا اپنے شوہر کی تصدیق کر دے دلیل یہ ہے کہ لعان عورت پر بھی واجب ہے اور وہ اس کو پورا کرنے پر قادر بھی ہے اس وجہ سے اس حق میں اس کو قید کیا جائے گا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت کو قید نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر حد لگائی جائے گی۔

س: قَيَّدْتُمُ الْمَسْأَلَةَ بِمَا اِذَا كَانَ الزَّوْجَانِ مِنْ اَهْلِ الشَّهَادَةِ وَبِاَنْ تَكُوْنَ الْمَرْاَةُ مِمَّنْ يُحَدُّ قَاذِفُهَا فَمَا فَائِدَةُ هٰذَيْنِ الشَّرْطَيْنِ؟

ج: قَيَّدْنَا بِذٰلِكَ لِاَنَّ الزَّوْجَ اِذَا كَانَ عَبْدًا كَانَ اَوْ كَافِرًا اَوْ مَحْدُوْدًا فِيْ قَذْفٍ وَ قَذَفَ اِمْرَاَتَهٗ فَعَلَيْهِ حَدُّ الْقَذْفِ بِدُوْنِ لِعَانٍ، وَاِنْ كَانَ الزَّوْجُ مِنْ اَهْلِ الشَّهَادَةِ وَالْمَرْاَةُ اَمَةً اَوْ كَافِرَةً اَوْ مَحْدُوْدَةً فِيْ قَذْفٍ اَوْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا يُحَدُّ قَاذِفُهَا فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ فِيْ قَذْفِهَا وَلَا لِعَانَ

س: قید لگائی تم نے مسئلہ میں اسکے ساتھ کہ جب کہ ہوں میاں بیوی اہل شہادت اور یہ کہ عورت ان سے ہو جسکے تہمت لگانے والے پر حد لگائی جاتی ہے، پس کیا فائدہ ہے ان شرطوں کا؟

ج: مقید کیا ہم نے اس کے ساتھ اس لئے کہ خاوند جب غلام ہو یا کافر ہو یا حد لگایا گیا ہو قذف میں اور تہمت لگائی ہو اپنی بیوی پر تو اسپر حد قذف ہے بغیر لعان کے اور اگر ہو خاوند اہل شہادت سے اور عورت لونڈی یا کافرہ یا حد لگائی گئی ہو قذف میں یا عورت ان لو

Marfat.com

گوں سے ہو کہ اس پر الزام لگانے والے کو حد نہیں لگائی جاتی تو نہ اس پر حد قذف ہے اور نہ لعان

﴿زوجین کے اہل شہادت اور عورت کے من یحد قاذفھا کی قیود کا فائدہ﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ تم نے لعان کے مسئلہ کو اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ زوجین اہل شہادت میں سے ہوں اور عورت ایسی ہو جس کے قاذف پر حد لگائی جاتی ہے تو ان دو شرطوں کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: یہ ہے کہ ہم نے مسئلہ کو ان شرطوں سے اس لئے مقید کیا ہے کہ اگر شوہر غلام یا کافر یا محدود فی القذف ہو اور ایسا شخص عورت پر تہمت لگا دے تو اس کو حد قذف بغیر لعان کے لگے گی اور اگر شوہر اہل شہادت سے ہو اور عورت لونڈی یا کافرہ یا محدود فی القذف ہو یا ان میں سے ہو جن کے قاذف پر حد نہیں لگائی جاتی۔ تو خاوند پر اس کے قذف میں کوئی حد نہیں ہوگی اور نہ لعان ہوگا۔ لیکن شوہر کو تعزیر دینا واجب ہے کہ اس نے دوسرے کو تکلیف پہنچائی۔

س: اَمَرَ الْقَاضِیُ بِاللِّعَانِ فَتَلَا عَنَا فَهَلْ یَبْقِیْ بَیْنَهُمَا عِلَاقَةُ الزَّوْجِیَّةُ وَ هَلْ یَثْبُتُ نَسَبُ الْوَلَدِ مِنْ هٰذَا الزَّوْجِ الَّذِیْ لَا عَنَ ؟

ج: اِذَا تَلَا عَنَا فَرَّقَ الْقَاضِیُ بَیْنَهُمَا ، وَ کَانَتْ هٰذِهِ الْفُرْقَةُ تَطْلِیْقَةً بَائِنَةً عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی، وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ تَکُوْنُ هٰذِهِ الْفُرْقَةُ تَحْرِیْمًا مُتَوَبَّدًا ، وَاِنْ کَانَ اللِّعَانُ لِاَجَلِ نَفْیِ الْوَلَدِ نَفَی الْقَاضِیُ نَسَبَهُ مِنَ الرَّجُلِ الْمُلَاعِنِ وَاَلْحَقَهُ بِاُمِّهٖ۔

س: حکم کر دیا قاضی نے لعان کا پس ان دونوں نے لعان کیا تو کیا ان کے درمیان زوجیۃ کا علاقہ باقی رہے گا؛ اور کیا ثابت ہو جائیگا نسب لڑکے کا اس خاوند سے جس نے لعان کیا؟

ج: جب ان دونوں نے لعان کیا تفریق کر دے گا قاضی ان کے درمیان اور ہوگی یہ فرقت ایک ہی طلاق بائنہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ یہ فرقت ہوگی ہمیشہ کے لیے حرمت اور اگر لعان ہو بچہ کی نفی کی وجہ سے نفی کر دے گا قاضی اس کی لعان کرنے والے آدمی کے نسب سے اور لاحق کر دیگا اس کو ماں کے ساتھ۔

﴿لعان کے بعد قاضی کی تفریق طلاق بائن شمار ہوگی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے لعان کیا، تو کیا ان کے درمیان رشتہ زوجیت برقرار رہے گا؟ اور کیا بچے کا نسب اس خاوند سے جس نے لعان کیا ثابت ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ جب میاں بیوی لعان کر چکیں تو قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا اور یہ تفریق وجدائی طرفین کے ہاں بائن شمار ہوگی اور امام ابویوسفؒ کے ہاں یہ جدائی تحریم مؤبد ہوگی (یعنی زوجین ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے پر حرام ہو جائیں گے امام زفرؒ کے نزدیک نفس لعان سے ہی تفریق ہو جائے گی امام مالک وامام احمدؒ سے بھی یہی مروی ہے ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حدیث

Marfat.com

میں ہے،، متلاعنین میں کبھی اجتماع نہیں ہوسکتا، اس سے معلوم ہوا کہ محض لعان سے فرقت واقع ہو جائے گی ہماری دلیل حضرت سہل بن سعدؓ کی حدیث ہے جس کے آخر میں عویمر عجلانی کا قول ہے کذبت علیها یا رسول اللہ آپ ﷺ نے فرمایا تو اس کو روک لو، عویمر نے کہا کہ اگر میں اس کو روک لوں تو اس پر تین طلاق۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ عویمر نے حضور اکرم ﷺ کو جب کہا کہ میں نے اس پر جھوٹ بولا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو روک لو اگر محض لعان سے تفریق ہو جاتی آپ ﷺ اس کے اس جملہ پر نکیر فرماتے اور روکنے کا نہ فرماتے اس لئے معلوم ہوا کہ محض لعان سے تفریق نہ ہوگی۔ اور اگر شوہر نے بچے کی نفی کر کے تہمت لگائی تو قاضی نسب کی باپ سے نفی کر کے اس کی ماں سے ثابت کر دے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بلال بن امیہ کے قصہ میں اسی طرح کیا تھا۔

س: رَجَعَ الزَّوْجُ بَعْدَ اللِّعَانِ عَنْ قَوْلِهٖ وَ كَذَّبَ نَفْسَهٗ مَاذَا حُكْمُهٗ؟

ج: حَدَّهُ الْقَاضِیْ حِیْنَئِذٍ۔

س: رجوع کیا خاوند نے لعان کے بعد اپنے قول سے اور جھٹلا دیا اپنے نفس کو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اس کو قاضی اس وقت حد لگائے گا۔

﴿لعان کے بعد شوہر خود کو جھٹلا دے تو اس پر حد جاری ہوگی﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ لعان کر چکنے کے بعد خاوند نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور خود کو جھٹلا دیا تو اس (صورت) کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: یہ ہے کہ قاضی اس پر حد جاری کرے گا کیونکہ شوہر کا اپنی تکذیب کرنا خود پر حد کے وجوب کا اقرار کرنا ہے۔

س: وَ هَلْ یَجُوْزُ لَهٗ بَعْدَ هٰذَا اَنْ یَّتَزَوَّجَهَا ثَانِیًا؟

ج: یَجُوْزُ لَهٗ اَنْ یَّتَزَوَّجَهَا ثَانِیًا بَعْدَ اَنْ كَذَّبَ نَفْسَهٗ۔

س: اور کیا جائز ہے اس کے لیے اس کے بعد کہ دوبارہ اس سے نکاح کرے؟

ج: اس کے لیے دوبارہ شادی کرنا جائز ہے اپنے نفس کو جھٹلا دینے کے بعد۔

﴿لعان کے سبب سے قاضی نے تفریق کر دی تو دوبارہ نکاح کرنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے لعان کیا، لعان کے بعد قاضی نے تفریق کر دی تفریق سے جیسا کہ اوپر گزرا کہ طرفین کے نزدیک طلاق بائن واقع ہوتی ہے تو کیا اب یہ شوہر دوبارہ اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟

جواب: یہ ہے کہ اگر شوہر لعان و تفریق کے بعد خود کو جھٹلا دیتا ہے تو پھر وہ دوبارہ مذکورہ عورت سے طرفین کے نزدیک نکاح کر سکتا ہے امام زفرؒ ابو یوسفؒ مالک شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا، ان حضرات کی اس مسئلہ میں بھی وہی دلیل ہے جو

Marfat.com

اوپر گزری کہ متلاعنین کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ طرفین رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب شوہر نے خود کو جھٹلا دیا تو لعان، لعان باقی نہ رہا، تو حرمت لعان کے سبب طاری ہوئی تھی وہ بھی زائل ہو گئی

س: قَذَفَ امْرَأَةً لَيْسَتْ بِزَوْجَةٍ لَهُ فَحُدَّ بِذٰلِكَ مَا حُكْمُ النِّكَاحِ بَيْنَهُمَا؟

ج: يَجُوْزُ النِّكَاحُ بَيْنَهُمَا۔

س: تہمت لگائی کسی عورت پر جو اس کی بیوی نہیں ہے پس حد لگائی گئی اس وجہ سے کیا حکم ہے انکے درمیان نکاح کا؟

ج: نکاح ان کے درمیان جائز ہے۔

﴿جس عورت پر تہمت لگانے کی وجہ سے حد لگایا گیا اس سے نکاح کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے عورت پر تہمت لگائی جو اس کی بیوی نہیں پھر وہ اس کو اصول شرعی کے مطابق سچ ثابت نہیں کر سکا جس کی وجہ سے اس پر حد لگائی گئی تو کیا اس عورت سے تہمت لگانے والے کے لئے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان نکاح جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب شوہر کو حد قذف لگا دی گئی تو اس میں لعان کی لیاقت باقی نہیں رہی تو جو حکم اس کے ساتھ متعلق تھا یعنی تحریم وہ بھی اٹھ گیا۔ اس لئے اس عورت سے یہ شخص نکاح کر سکتا ہے۔

س: اِمْرَأَةٌ زَنَتْ فَحُدَّتْ ثُمَّ قَذَفَهَا رَجُلٌ فَهَلْ يَجُوْزُ لِلرَّجُلِ الْقَاذِفِ أَنْ يَتَزَوَّجَهَا

ج: نَعَمْ يَجُوْزُ لَهُ نِكَاحُهَا۔

س: کسی عورت نے زنا کیا پس حد لگا دی گئی پھر تہمت لگائی آدمی نے تو کیا جائز ہے تہمت لگانے والے آدمی سے شادی کرنا؟

ج: ہاں جائز ہے اسکا نکاح۔

س: قَذَفَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ صَغِيْرَةٌ أَوْ مَجْنُوْنَةٌ مَا حُكْمُ اللِّعَانِ بَيْنَهُمَا؟

ج: لَا لِعَانَ بَيْنَهُمَا وَلَا حَدَّ۔

س: کسی نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی حالانکہ وہ کم عمر ہے یا مجنونہ ہے کیا حکم ہے لعان کا ان کے درمیان

ج: ان کے درمیان نہ لعان ہے اور نہ حد ہے۔

﴿شوہر نے صغیرہ یا مجنونہ بیوی پر تہمت لگائی تو لعان نہیں﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے بیوی پر زنا کی تہمت لگائی حالانکہ وہ بچی ہے یا مجنونہ ہے تو ان کے درمیان لعان کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ نہ تو ان کے درمیان لعان ہوگا اور نہ ہی حد جاری ہوگی، دلیل یہ ہے کہ صغیرہ اور مجنونہ پر تہمت لگانے والے شخص کو حد نہیں ماری جاتی، اگرچہ ان کا قاذف اجنبی آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ اور لعان کی شرائط میں سے یہ ہے کہ عورت ایسی ہونی چاہئے جس

Marfat.com

کے قاذف پر حد جاری کی جائے۔ اس لئے شوہر سے لعان کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا اور حد بھی نہیں ماری جائے گی۔

س: وَمَا حُكْمُ اللِّعَانِ فِيمَا إِذَا قَذَفَ امْرَأَتَهُ وَهُوَ صَغِيرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ؟

ج: لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ اللِّعَانُ .

س: اور لعان کا کیا حکم ہے اس میں جب اس نے تہمت لگائی اپنی بیوی پر حالانکہ وہ چھوٹا ہے یا مجنون ہے

ج: نہیں متعلق اسکے ساتھ لعان۔

﴿مجنون یا کمسن شوہر نے بیوی پر تہمت لگائی تو لعان کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ شوہر نے بیوی پر تہمت لگائی اور (یہ) شوہر بچہ ہے یا پاگل ہے تو اس صورت میں لعان کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ ان کے درمیان لعان نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں شریعت کے مخاطب نہ ہونے کی وجہ سے شہادت کی لیاقت نہیں رکھتے حالانکہ (جیسا اوپر گزرا) کہ لعان کے لئے یہ ضروری ہے کہ میاں بیوی شہادت کی اہلیت رکھتے ہوں۔

س: قَذَفَ الْأَخْرَسُ امْرَأَتَهُ هَلْ يُحْكِمُ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا بِاللِّعَانِ؟

ج: إِذَا قَذَفَ الْأَخْرَسُ امْرَأَتَهُ لَا يَتَعَلَّقُ بِهِ اللِّعَانُ.

س: گونگے نے اپنی بیوی پر تہمت لگا دی کیا قاضی ان کے درمیان لعان کا فیصلہ کرے گا؟

ج: جب تہمت لگائی گونگے نے اپنی بیوی پر نہیں متعلق ہوگا اس کے ساتھ لعان۔

﴿گونگا بیوی پر تہمت لگائے تو لعان نہیں﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ گونگے شوہر نے اپنی بیوی پر (اشارے سے) تہمت زنا لگائی تو کیا اس صورت میں قاضی لعان کا حکم جاری کرے گا۔

جواب: یہ ہے کہ اس صورت میں لعان نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ لعان کا تعلق صریح قذف سے ہے جیسا کہ حد قذف صریح قذف سے واجب ہوتی ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جیسے گونگے کے اشارے سے باقی تصرفات بیع کو طلاق درست ہیں اسی طرح قذف بھی صحیح ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ لعان میں لفظ شہادت تلفظ کا رکن ہے حتی کہ اگر کوئی شخص اشہد کی جگہ احلف کہے تو صحیح نہیں اور گونگے سے اس کا تلفظ ممکن نہیں ہے۔ لہذا لعان نہ ہوگا۔

س: قَالَ الزَّوْجُ لَيْسَ حَمْلُكِ مِنِّي هَلْ يُحْكِمُ بِاللِّعَانِ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ؟

ج: لَا لِعَانَ فِي هٰذِهِ الصُّورَةِ .

س: خاوند نے کہا تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے کیا اس صورت میں لعان کا فیصلہ کیا جائے گا؟

Marfat.com

ج: اس صورت میں لعان نہیں ہے۔

﴿تیرا حمل مجھ سے نہیں کہنے سے لعان کا حکم﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اگر شوہر نے بیوی کو کہا کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو کیا اس صورت میں لعان واجب ہوگا؟
جواب کا حاصل یہ ہے کہ اس صورت میں لعان نہیں ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ اور امام زفرؒ کا قول ہے کہ حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ عورت تہمت لگانے کے بعد چھ ماہ سے قبل بچہ جن لیتی ہے تو حمل کی نفی کرنے کی وجہ سے لعان واجب ہوگا صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ قذف کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں جب عورت نے بچہ جنا تو یقین ہوگیا کہ بوقت قذف حمل موجود تھا تو تہمت لگانا پایا گیا اور جب تہمت لگانا پایا گیا تو شوہر پر لعان واجب ہوگا۔ امام ابوحنیفہ اور امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس وقت حمل کی نفی کی گئی اس وقت حمل کا ہونا یقینی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ پیٹ میں حمل نہ ہو بلکہ ہوا ابھری ہوئی ہو جس کو شوہر نے ہر حمل خیال کیا ہو، اس لئے وہ تہمت لگانے والا شمار نہیں ہوگا اور جب ثبوت قذف نہ ہوا تو لعان بھی واجب نہ ہوگا باقی رہی صاحبینؒ کی دلیل تو اس کا جواب یہ ہے کہ (لَيْسَ حَمْلُكَ مِنِّي) فی الحال تو قذف نہیں ہوا، کیونکہ ابھی حمل کا وجود ہی متقین نہیں ہے بلکہ حَمْلٌ فَلَيْسَ مِنِّي یعنی اگر تو حاملہ ہے تو تیرا یہ حمل مجھ سے نہیں ہے اور قذف کو شرط پر معلق کرنا درست نہیں ہے اس لئے یہ قذف نہ ہوگا اور جب قذف نہ ہوا تو لعان بھی واجب نہیں ہوگا۔

س: وَإِنْ قَالَ زَنَيْتِ وَهٰذَا الْحَمْلُ مِنَ الزِّنَا مَا حُكْمُ اللِّعَانِ بِهٰذِهِ الْقَوْلِ؟

ج: يَتَلَاعَنَانِ فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ وَلَا يَنْفِي الْقَاضِي الْحَمْلَ مِنْهُ۔

س: اور اگر (خاوند نے) کہا تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا سے ہے تو کیا حکم ہے لعان کا اس قول کے ساتھ؟

ج: لعان کریں گے اس صورت میں اور نہیں نفی کریگا قاضی حمل کی اس سے۔

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا تو نے زنا کیا ہے اور یہ حمل زنا سے ہے۔ اس قول کے ساتھ لعان کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس صورت میں میاں بیوی دونوں لعان کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ صراحتہً زنا کا لفظ کہنے کی وجہ سے زنا کا عیب لگانا پایا گیا البتہ قاضی اس حمل کی نفی نہیں کرے گا۔

س: مَتٰى يَصِحُّ نَفْيُ الرَّجُلِ نَسَبَ وَلَدِ امْرَأَتِهٖ؟

ج: إِذَا نَفٰى عَقِيْبَ الْوِلَادَةِ أَوْ فِي الْحَالِ الَّتِي تَقْبَلُ التهنيه فِيْهَا أَوْعِنْدَابْتِيَاعِ الَاتِ الْوِلَادَةِ صَحَّ نَفْيُهٗ وَلَاعَنَ بِهٖ، وَإِنْ نَفَا بَعْدَ ذٰلِكَ لَاعَنَ وَلٰكِن لَّا يَنْتَفِي نَسَبُ الْوَلَدِ عَنْهُ بِنَفْيِهٖ، وَهٰذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيْفَةَ وَقَالَ أَبُوْيُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى يَصِحُّ بِنَفْيِهٖ فِي مُدَّةِ النِّفَاسِ

Marfat.com

س: کب درست ہوگا آدمی کا نفی کرنا اپنی بیوی کے بیٹے کے نسب کا؟

ج: جب نفی کی ولادت کے فورا بعد یا اس حال میں جبکہ مبارک باد قبول کی جاتی ہے یا آلات ولادت خریدنے کے وقت تو اس کی نفی صحیح ہے اور اس کی وجہ سے لعان کرے گا اور اگر نفی کی اسکے بعد لعان کرے گا اور لیکن اسکی نفی سے بچے کا نسب منتفی نہ ہوگا اور یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور محمدؒ نے فرمایا درست ہے اس کی نفی نفاس کی مدت میں

﴿بیوی کے بیٹے کی نسب کی نفی کے درست ہونے کا حکم﴾

(۱) توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی بیوی کے بیٹے سے شوہر کا نسب کی نفی کرنا کب درست ہے۔

جواب: یہ ہے کہ درج ذیل صورتوں میں نسب کی نفی کا بیان ہے

(۱) بچہ پیدا ہوتے ہی اپنی بیوی کی بچے کے نفی کر دی۔

(۲) اس حالت میں نفی کی جب بچہ کی ولادت پر مبارک باد قبول کی جاتی ہے۔

(۳) اس وقت نفی کی جب بچہ کی ولادت کے لئے سامان خریدا جاتا ہے۔

ان تینوں حالتوں میں نفی کرنا صحیح ہے یعنی شوہر سے بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا اور اس کی نفی کی وجہ سے شوہر لعان کرے گا اور اگر ان اوقات کے بعد بچہ کی نسب کی نفی کی تو لعان کریگا اور اس رو سے بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا مذھب ہے اور فرماتے ہیں کہ مدت نفاس کے اندر اندر بچی کی نفی کرنا صحیح ہے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تھوڑا مدت میں نسب کی نفی کرنا درست ہے لمبی مدت کے بعد نفی کرنا درست نہیں ہے اور تھوڑی مدت مدت قصیرہ نفاس ہے اور لمبی مدت (مدت طویلہ) نفاس کے بعد ہے لہذا مدت قصیرہ میں نفی درست ہوگی یعنی زمانہ نفاس تک۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مدت مقرر کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں کیونکہ زمانہ تامل وغور کے لئے ہوتا ہے اور تامل وغور کرنے میں لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں اس لئے ہم نے ان چیزوں کا اعتبار کیا ہے جو بچہ کی نفی نہ کرنے پر دلالت کرتی ہیں اور وہ چیزیں جو بچے کی نفی پر دلالت کرتیں ہیں وہ بچہ کی ولادت پر مبارک باد قبول کرنا یا مبارک مبادی کے وقت خاموش رہنا یا ولادت کا سامان خریدنا اتنے وقت کا ایسی حالت میں گزر جانا کہ شوہر نے بچے کی نفی نہیں کی، یہ سب باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ شوہر بچہ کی پیدائش پر خوش ہے اور اس کو اپنا فرزند سمجھتا ہے اب اگر اس کے بعد نفی کرتا ہے تو یہ نفی کرنا درست نہ ہوگا۔

س وَيَتَّجِهُ هُنَاكَ سُوَالٌ عَجِيبٌ وَهُوَ أَنَّ الْمَرْأَةَ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ فِي بَطْنٍ وَّاحِدٍ فَنَفَى الْأَوَّلَ وَاعْتَرَفَ بِالثَّانِي أَوِ اعْتَرَفَ الْأَوَّلِ وَنَفَى الثَّانِي مَا حُكْمُ اللِّعَانِ وَثُبُوتِ النَّسَبِ فِي هَاتَيْنِ الصُّورَتَيْنِ ؟

ج: يَثْبُتُ نَسَبُ كِلَا الْوَلَدَيْنِ مِنَ الزَّوْجِ فِي الصُّورَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا، وَ يُحَدُّ حَدَّ الْقَذْفِ فِي الصُّورَةِ الْأُولَى وَيُلَاعِنُ فِي الصُّورَةِ الثَّانِيَةِ.

Marfat.com

س: اور متوجہ ہوتا ہے یہاں ایک عجیب سوال اور وہ یہ کہ عورت نے بچے جنے دو ایک ہی پیٹ سے پس پہلے کی نفی کر دی اور اقرار کر لیا دوسرے کا اور یا اعتراف کر لیا پہلے کا اور نفی کر دی دوسرے کی کیا حکم ہے لعان کا اور نسب کے ثبوت کا ان دو صورتوں میں؟

ج: ثابت ہو جائے گا نسب دونوں بچوں کا خاوند سے ان دونوں صورتوں میں، اور حد قذف لگایا جائے گا پہلی صورت میں اور لعان کرے گا دوسری صورت میں۔

﴿دو جڑویں بچوں کے ثبوت نسب کی صورتیں﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ یہاں ایک عجیب سوال متوجہ ہوتا ہے کہ عورت نے دو بچے جڑویں جنے (ایک پیٹ سے دو بچے جنے یعنی دونوں بچوں کے درمیان چھ ماہ سے کم فصل ہے) تو شوہر نے پہلے بچے کے نسب کی نفی کر دی اور دوسرے بچے کے نسب کا اقرار کر لیا یا پہلے بچے کے نسب کا اقرار کر لیا اور دوسرے کی نفی کر دی تو ان صورتوں میں لعان اور ثبوت نسب کا کیا حکم ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ پہلی صورت میں دونوں بچوں کا نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ دونوں بچے جڑواں ہیں ایک ہی منی سے پیدا ہوئے ہیں لہذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک بچہ اس کا ہو اور دوسرا بچہ اس کا نہ ہو اس لئے ان دونوں بچوں کا نسب اسی سے ثابت ہوگا البتہ شوہر پر حد قذف ماری جائے گی کیونکہ اس نے دوسرے بچے کا نسب کا اقرار کر کے خود کو جھوٹا ثابت کر دیا ہے۔ دوسری صورت میں بھی دونوں بچوں کا نسب ثابت ہو جائے گا اسی وجہ سے جو ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ دونوں بچے جڑواں ہے البتہ اس صورت میں شوہر پر لعان واجب ہوگا اس کی دلیل اور ان دونوں صورتوں (ایک منی سے پیدا ہوئے ہیں الخ) میں وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں شوہر نے تہمت لگائی مگر دوسرے بچے کے نسب کا اور اقرار کر کے اس سے رجوع کر لیا اور دوسری صورت میں رجوع نہیں کیا۔

بَابُ الْاِیْلَاءِ

﴿یہ باب ایلاء کے بیان میں ہے﴾

لغوی تحقیق: باب افعال کا مصدر ہے ایلاء قسم کھانا مولِ اسم فاعل کا صیغہ مضئی، گزرنا یمین قسم رتقاء وہ عورت جس کا رحم ہڈی وغیرہ کی وجہ سے بند ہو، فئی رجوع۔

س: اَلْاِیْلَاءُ مَا ھُوَ لُغَۃً وَاصطلاحا؟

ج: ھُوَ اِفْعَالٌ مِنَ الْاَلْیِ بِمَعْنَی الْقَسَمِ، وَھٰذَا مِنْ حَیْثُ اللُّغَۃِ، وَاَمَّا فِی الْاِصْطِلَاحِ فَھُوَ حَلْفُ الرَّجُلِ عَلٰی اَنَّہٗ لَا یَقْرُبُ امْرَأَۃً

س: لغت اور اصطلاح میں ایلا کیا ہے؟

ج: وہ الی بمعنی قسم سے (باب) افعال ہے، اور یہ لغت کے اعتبار سے ہے اور بہر حال اصطلاح میں پس وہ آدمی کا قسم کھانا ہے اسپر

Marfat.com

کہ وہ عورت (بیوی) کے قریب نہ جائے گا۔

توضیح :ایلاءشرعی: اصطلاح شریعت میں شوہر کے (چار ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک) وطی نہ کرنے کی قسم کھا لینے کو ایلاء کہتے ہیں۔

س :وَمَا حُكْمُ الْإِيْلَاءِ فِي الشَّرِيْعَةِ الْغَرَّاءِ؟

ج :اِحْفَظِ التَّفْصِيْلَ الآتِي لِتَعْرِفَ أَحْكَامَ الْإِيْلَاءِ فِي صُوْرَةِ الْمُخْتَلِفَةِ ۔ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِمْرَأَتِهِ :وَاللّٰهِ لَا أَقْرُبُكِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ فَهُوَ مُوْلٍ ،فَإِنْ وَطِئَهَا فِي الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ حَنَثَ فِي يَمِيْنِهِ وَلَزِمَتْهُ كَفَّارَةُ الْحِنْثِ وَسَقَطَ الْإِيْلَاءُ وَمَعْنَى سُقُوْطِهِ أَنَّهُ إِنْ قَرُبَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَلْزِمُهُ شَيْءٌ۔ وَهٰذَا الْقُرْبَانُ يُسَمّٰى فَيْئًا أَيْ رُجُوْعًا عَنِ الْيَمِيْنِ ، وَإِنْ لَمْ يَقْرُبْهَا حَتّٰى مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ بَانَتْ بِتَطْلِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ وَسَقَطَتِ الْيَمِيْنُ وَإِنْ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَقْرُبُكِ أَوْ قَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَقْرُبُكِ أَبَداً فَقَرَّبَهَا فِيْ مدۃاربعۃ أَشْهُرٍ حَنَثَ فِي يَمِيْنِهِ وَيَلْزِمُهُ الْكَفَّارَةُ ، وَإِنْ لَمْ يَقْرُبُهَا حَتّٰى مَضَتْ ارْبَعَةَأَشْهُرٍ بَانَتْ بِتَطْلِيْقَةٍ وَّاحِدَةٍ لٰكِنَّ الْيَمِيْنُ بَاقِيَةٌ فِي هٰذَا الصُّوْرَةِ فَإِنْ عَادَ فَتَزَوَّجَهَا عَادَ الْإِ يْلَاءُ فَإِنْ وَطِئَهَا، فِي الْأَرْبَعَةِالْأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُالْيَمِيْنِ، وَإِلَّا وَقَعَتْ تَطْلِيْقَةٌ أُخْرٰى فَإِنْ تَزَوَّجَهَا ثَالِثًا عَادَ الْإِيْلَاءُ ،فَإِنْ وَطِيْهَا فِي الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ وَإِلَّا وَقَعَتْ تَطْلِيْقَةٌ أُخْرٰى بَعْدَ مَضِيِّ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ ، فَإِنْ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ زَوْجٍ آخَرَ لَمْ يَقَعْ بِذٰلِكَ الايلاءِ طَلَاقٌ وَالْيَمِيْنُ بَاقِيَةٌ فَإِنْ وَطِيْهَا كَفَّرَ عَنْ يَمِيْنِهِ

س:اور کیا حکم ہے ایلاء کا شریعت مطہرہ میں؟

ج: آنے والی تفصیل کو یاد کرتا کہ پہچان لے ایلاء کے احکام مختلف صورتوں میں۔ جب آدمی نے کہا اپنی بیوی کو اور اللہ کی قسم نہیں قریب آؤنگا تیرے چار ماہ تو وہ ایلا کرنے والا ہے پس اگر وطی کرے گا اس سے چار ماہ میں حانث ہو جائے گا اپنی قسم میں اور اسکو کفارہ لازم ہوگا حنث کا اور ایلا ئساقط ہو جائے گا اور اسکے سقوط کا معنی یہ ہے کہ اگر اس کے بعد اُس کے قریب ہوگا کچھ لازم نہ ہوگا۔اور اس قریب ہونے کا نام فی ء رکھا جاتا ہے یعنی قسم سے رجوع کرنا اور اگر نہوا سکے قریب یہاں تک کہ گذر جائیں چار ماہ بائنہ ہو جائے گی ایک طلاق کے ساتھ اور قسم ساقط ہو جائے گی اور اگر کہا اللہ کی قسم تیرے قریب نہ آوں گا یا کہا اللہ کی قسم نہیں قریب آونگا تیرے ہمیشہ پس قریب آ گیا چار ماہ کی مدت میں حانث ہو جائے گا اپنی قسم میں اور لازم ہوگا اسکو کفارہ اور اگر قریب نہ ہوا اسکے یہاں تک کہ چار ماہ گزر گئیتو ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی لیکن قسم باقی رہے گی اس صورت میں پس اگر لوٹ آئے پس اس سے نکاح کرے ایلاء لوٹ آئے گا پس اگر وطی کرلے اس سے چار ماہ میں تو اس پر کفارہ یمین ہے وگرنہ واقع ہو جائے گی ایک دوسری طلاق پس اگر نکاح کرلے اس سے تیسری مرتبہ لوٹ آئے گا ایلاء پس اگر وطی کر لی اس سے چار ماہ میں تو اس پر قسم کا کفارہ ہے وگرنہ واقع ہو جائے گی ایک اور طلاق چار ماہ گزر جانے کے بعد پس اگر شادی کر لی اس سے دوسرے خاوند نے نہ واقع ہوگی اس ایلاء کے ساتھ طلاق اور قسم باقی رہے گی پس اگر تو وطی کرے گا اس سے اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے گا

Marfat.com

﴿چار ماہ تک قریب نہ آنے کی قسم کھانے کا حکم﴾

توضیح :سوال کا حاصل یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں ایلاء کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے جو آگے ہم بیان کرتے ہیں اس لئے آنے والی تفصیل کو محفوظ کرلو تا کہ مختلف صورتوں میں تمہیں ایلاء کے احکام معلوم ہوجائیں۔

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ شوہر بیوی سے کہے کہ **واللہ لا اقربک اربعة اشھر**، اللہ کی قسم میں چار ماہ تک تیرے قریب نہیں آؤں گا تو یہ شخص ایلاء کرنے والا کہلائے گا۔ اگر تو شوہر ان چار ماہ کے اندر اندر اس عورت سے وطی کر لیتا ہے تو وہ اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارہ حنث واجب ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا ساقط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب اگر دوبارہ یہ اس سے وطی کرتا ہے تو دوبارہ اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔ (کیونکہ قسم حانث ہونے کی وجہ سے مرتفع ہو جاتی ہے) اور اس قربان کا نام فی رکھا جاتا ہے فئی کا مطلب ۔ہے قسم سے رجوع کرنا یہ ہمارا مذہب ہے امام شافعیؒ کہتے ہیں شوہر اپنی قسم میں حانث تو ہو جائے گا مگر اس پر کفارہ حنث لازم نہیں آئے گا۔ امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ **للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشھر فان فاء وا فان اللہ غفور رحیم وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم** ۔وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایلاء کی مدت میں رجوع کرنے کی صورت میں اللہ تعالی نے مغفرت کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور مغفور کے فعل پر کفارہ واجب نہیں آتا اس وجہ سے اس شخص پر کفارہ واجب نہیں ہوگا ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ مغفرت کا وعدہ ہے آخرت میں اور کفارہ کا وجوب دنیا میں ہے اور ان دونوں میں منافات نہیں ہے مگر یہ امام شافعی کا قول قدیم ہے قول جدید ہمارے ساتھ ہے کہ کفارہ واجب ہوگا اسی کے قائل امام احمد اور امام مالکؒ ہیں۔ پھر اگر شوہر نے چار ماہ گزر گئے اور وطی نہیں کی تو عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور قسم بھی ساقط ہو جائے گی۔ بلا قید وقت قریب نہ آنے کی قسم کھانے کا حکم اور اگر شوہر بیوی سے کہتا ہے **واللہ لا اقربک** اللہ کی قسم میں تیرے قریب نہ آؤں گا **واللہ لا اقربک ابدا** اللہ کی قسم میں تیرے قریب نہ آوں گا ہمیشہ کے لئے پھر اگر وہ بیوی کے قریب ہوا یعنی وطی کرلی تو حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارہ یمین لازم آئے گا اور اگر اس نے وطی نہیں کی تو اس عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور قسم باقی رہے گی اپنی حالت پر، اس کی دلیل یہ ہے کہ قسم کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے لہذا یمین مؤبد ہو گی اور موجب حنث یعنی وطی کے پائے جانے کی وجہ سے مولی (شوہر) بھی حانث نہیں ہوا تا کہ یمین مرتفع ہو جاتی اس وجہ سے قسم اپنی حالت پر باقی رہے گی۔

اور اگر بینونت اور عدت گزر جانے کے بعد اس مولی شوہر نے پھر اس عورت سے نکاح کر لیا تو ایلاء بھی لوٹ آئے گا پھر اگر اس مدت ایلاء میں وطی کر لی تو قسم ٹوٹ گئی اور قسم کا کفارہ لازم ہوگیا اور اگر چار ماہ تک پھر وطی نہ کی تو چار ماہ گزرنے پر دوسری طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ قسم مطلق عن الوقت ہونے کی وجہ سے ابھی باقی ہے اور نکاح کر لینے کی وجہ سے عورت کا حق ثابت ہو گیا جو ظلم

Marfat.com

مطلق ہوگا پس طلاق بائن کے ذریعہ اس کو دور کر دیا جائے اور ایلاء ثانی کی مدت دوبارہ نکاح میں لانے کے وقت سے ہوگی (عنایہ) پھر اگر تیسری مرتبہ نکاح کرلیا تو ایلاء پھر لوٹ آئے گا اور (اگر وطی نہ کی تو) چار ماہ گزرنے پر تیسری طلاق واقع ہو جائے گی۔ پھر جب تین طلاقوں سے اس عورت کے لئے حرمت غلیظہ ثابت ہو جائے گی تو اب یہ عدت گزر جانے کے بعد کسی سے نکاح کرسکتی ہے ،اگر اس نے کسی سے نکاح کرلیا اور وطی بھی پائی گئی پھر دوسرے شوہر نے اس کو طلاق دے دی اور عورت کی عدت بھی گزر گئی پھر اس نے پہلے شوہر سے نکاح کرلیا تو اب اس (پہلے) ایلاء کی وجہ سے اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ ایلاء صرف پہلی ملک کے ساتھ مقید تھا جب وہ ملک ختم ہوگئی تو ایلاء بھی ختم ہوگیا۔ مگر قسم ابھی تک باقی ہے کیونکہ قسم تو مطلق ہے اور حانث ہونا پایا نہیں گیا تاکہ حانث ہونے سے قسم دور ہو جاتی لہذا اب اگر اس عورت سے وطی کرے گا تو قسم توڑنے کی وجہ سے کفارہ لازم آئے گا اس لئے کفارہ یمین ادا کرے گا۔

س اٰلیٰ مِنَ الْمُطَلَّقَةِ هَلْ يَكُوْنُ مُوْلِيًا؟

ج: اِنْ اٰلیٰ مِنَ الْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ يَكُوْنُ مُوْلِيًا وَاِنْ اٰلیٰ مِنَ الْبَائِنَةِ لَمْ يَكُنْ مُوْلِيًا

س: ایلاء کیا مطلقہ سے کیا وہ ایلاء کرنے والا ہوگا؟

ج: اگر ایلاء کیا مطلقہ رجعیہ سے تو ایلاء کرنے والا ہوگا اور اگر ایلاء کیا بائنہ سے تو ایلاء کرنے والا نہ ہوگا

﴿مطلقہ سے ایلاء ہوگا یا نہیں﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی مطلقہ عورت سے ایلاء کرے تو کیا وہ ایلاء کرنے والا ہوگا یا نہیں؟

جواب: یہ ہے کہ اگر تو مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کیا تو وہ مولی (ایلاء کرنے والا) ہوگا اور اگر بائنہ سے ایلاء کیا تو وہ مولی نہیں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اپنی مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کیا تو وہ ایلاء کرنے والا ہوگا اور اگر مطلقہ بائنہ سے ایلاء کیا تو وہ ایلاء کرنے والا نہ ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ مطلقہ رجعیہ میں زوجہ ہونا موجود ہے اور مطلقہ بائنہ میں زوجہ ہونا موجود نہیں ہے اور ایلاء کا محل وہ عورت ہے جو زوجہ ہو کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے للذین یولون من نساء ھم اور بائنہ کر دینے کے بعد زوجیت باقی نہیں رہتی اس وجہ سے مطلقہ بائنہ ایلاء کا محل نہیں ہوگی اس کے برخلاف مطلقہ رجعیہ کہ وہ ایلاء کا محل ہے کیونکہ طلاق رجعی کے بعد زوجیت باقی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ مطلقہ رجعیہ سے ہمارے نزدیک وطی کرنا جائز ہے ہاں اگر ایلاء کی مدت یعنی چار ماہ گزرنے سے پہلے اس کی عدت پوری ہوگئی تو ایلاء ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ عدت گزر جانے کی وجہ سے محل فوت ہوگیا۔

س: اِنْ حَلَفَ عَلٰى اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ مَاذَا حُكْمُهٗ؟

ج لَا اِيْلَاءَ ، اِذَا حَلَفَ عَلٰى اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ، وَمَعْنَاهُ اَنَّهٗ اِذَا قَرُبَهَا فِيْ هٰذِهِ الْمُدَّةِ حَلَفَ عَلَيْهَا يَحْنَثُ فِيْ يَمِيْنِهٖ وَيُكَفِّرُ وَلَوْ لَمْ يَقْرُبْهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ فَصَاعِدًا لَاتَبِيْنُ امْرَاَتُهٗ

Marfat.com

س: اگر قسم کھائی چار ماہ سے کم کی کیا حکم ہے اسکا؟

ج: جب چار ماہ سے کم کی قسم کھائی تو ایلاء نہیں ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر اس مدت میں بیوی کے قریب آ گیا جس پر قسم کھائی تو اپنی قسم میں حانث ہو جائیگا اور کفارہ ادا کرے گا اور اگر قریب نہ آیا چار ماہ یا زیادہ تو اسکی بیوی بائنہ نہ ہوگی

﴿چار ماہ سے کم وطی نہ کرنے کی قسم کھانے کا حکم﴾

(۲) توضیح سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص نے چار ماہ سے کم عرصہ کے لئے وطی نہ کرنے کی قسم کھائی تو اس کا کیا حکم ہے یعنی یہ ایلاء بنے گا یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اگر تو چار ماہ سے کم کی قسم کھائی تو یہ ایلاء نہیں کہلائے گا مطلب یہ ہے کہ اگر اس مدت میں جس کے متعلق اس نے قسم کھائی ہے وطی کر لیتا ہے تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ یمین واجب ہوگا اور اگر وہ چار ماہ یا اس سے کم زیادہ عرصہ وطی نہیں کرتا تو بھی اس کی بیوی بائنہ نہیں ہوگی

کیونکہ بائنہ ایلاء کی صورت میں ہوتی ہے اور یہ ایلاء نہیں ہے۔

س: أَمَةٌ تَزَوَّجَتْ رَجُلًا فَآلٰى مِنْهَا زَوْجُهَا فَمَا مُدَّةُ الْإِيْلَاءِ فِيْ حَقِّهَا ؟

ج: مُدَّةُ الْإِيْلَاءِ فِيْ حَقِّهَا شَهْرَانِ، وَإِنْ لَّمْ يَقْرُبْهَا زَوْجُهَا فِيْهِمَا تَبِيْنُ مِنْهُ بِتَطْلِيْقَةٍ وَّاحِدَةٍ۔

س: کسی لونڈی نے کسی سے شادی کی پس ایلاء کیا اسکے خاوند نے تو ایلاء کی مدت کیا ہے اسکے حق میں

ج: ایلاء کی مدت اس (لونڈی) کے حق میں دو مہینے ہیں اور اگر نہ قریب ہوا اسکا خاوند ان میں (تو) اس سے ایک طلاق کیساتھ بائنہ ہو جائے گی۔

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص نے لونڈی سے شادی کر لی، پھر اس کے شوہر نے اس سے ایلاء کر لیا تو اس (یعنی لونڈی) کے حق میں ایلاء کی مدت کیا ہوگی۔

جواب: یہ ہے کہ لونڈی کے حق میں ایلاء کی مدت دو ماہ ہے اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام۔ یہی قول ہے حضرت عمرؓ کا۔ پھر اگر شوہر دو ماہ اس کے قریب نہیں جاتا یعنی وطی نہیں کرتا تو وہ ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی۔

س: قَدْ عَلِمْنَا أَنَّ الْمُوْلِيْ إِذَا قَرُبَ زَوْجَتَهُ فِيْ مُدَّةِ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ يَلْزِمُهُ كَفَّارَةُ الْحِنْثِ ، وَإِنْ لَّمْ يَقْرُبْهَا حَتّٰى مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ بَانَتْ بِتَطْلِيْقَةٍ وَاحِدَةٍ ، لٰكِنْ يَخْتَلِجُ هٰهُنَا سُوَالٌ فِي الْقَلْبِ وَ هُوَ أَنَّهُ نَدِمَ بَعْدَ الْإِيْلَاءِ وَ أَرَادَ أَنْ يَفِيْءَ إِلَيْهَا فِيْ مُدَّةِ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ لٰكِنَّهُ مَرِيْضٌ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْجِمَاعِ أَوْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ مَرِيْضَةً أَوْ رَتْقَاءُ أَوْ صَغِيْرَةٌ لَا تُجَامَعُ مِثْلُهَا أَوْ كَانَتْ بَيْنَهُمَا مُسَافَةٌ لَا يَقْدِرُ أَنْ يَّصِلَ إِلَيْهَا فِيْ مُدَّةِ الْإِيْلَاءِ كَيْفَ يَفِيْءُ إِلَيْهَا ؟

ج: فَيْئُهُ فِيْ هٰذِهِ الْأَعْذَارِ أَنْ يَّقُوْلَ بِلِسَانِهِ: فِئْتُ إِلَيْهَا فَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ سَقَطَ الْإِيْلَاءُ

س: تحقیق جان لیا ہم نے بے شک مولی جب قریب آئے اپنی بیوی کے چار ماہ کی مدت میں لازم ہوگا اسپر قسم توڑنے کا کفارہ اور

Marfat.com

اگر نہ قریب ہوگا اسکے یہاں تک کہ چار ماہ گذر جائیں تو ایک طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی لیکن پیدا ہوتا ہے یہاں ایک سوال دل میں اور وہ یہ کہ نادم ہو گیا ایلاء کے بعد اور ارادہ کیا کہ پہنچے اسکی طرف چار ماہ کی مدت میں لیکن وہ مریض ہے نہیں قدرت رکھتا جماع پر یا عورت مریضہ ہے یا بند رحم والی یا چھوٹی بچی کہ نہیں جماع کیا جاتا اسکی مثل سے یا ان کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ ایلاء کی مدت میں (بیوی) تک پہنچنے کی قدرت نہیں رکھتا تو وہ اسکی طرف کیسے رجوع کرے

ج: اعذار میں اس کا رجوع کرنا یہ ہے کہ اپنی زبان سے کہے میں نے اس سے رجوع کیا پس جب یہ کہہ دیا تو یہ ایلاء ساقط ہو جائے گا۔

﴿حالت عذر میں ایلاء سے رجوع کا طریقہ﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ ہمیں (پیچھے) معلوم ہوا ہے کہ مولی جب چار ماہ کی مدت میں بیوی سے وطی کرلے (تو وہ حانث ہو جاتا ہے اور اس پر) کفارہ حنث لازم آتا ہے اور اگر وہ وطی نہیں کرتا یہاں تک کہ چار ماہ گزر جاتے ہیں تو اس کی بیوی ایک طلاق سے بائنہ ہو جاتی ہے۔ یہاں ایک مسئلہ دل میں کھٹک رہا ہے وہ یہ کہ مولی (ایلاء کرنے والا) ایلاء کرنے کے بعد نادم ہو گیا اور وہ چار ماہ کے اندر رجوع کرنا چاہتا ہے، لیکن وہ بیمار ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں ہے یا عورت بیمار ہے اس کا رحم بند ہے یا بچی ہے کہ اس سے جماع نہیں کیا جا سکتا یا دونوں میں اتنی دوری کی مسافت ہے کہ مدت ایلاء کے اندر بیوی تک پہنچ ہی نہیں سکتا تو خاوند اس سے رجوع کیسے کرے؟

جواب: یہ ہے کہ ان عذروں (یعنی ایلاء کرنے والا ایسا بیمار ہو کہ وہ جماع پر قادر نہ ہو یا عورت اس درجہ بیمار ہو یا عورت رتقاء ہو یعنی پیشاب کے راستہ کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ ہو یا ایسی چھوٹی بچی ہو جو جماع کے قابل نہ ہو یا میاں بیوی کے درمیان اتنی دوری ہو کہ شوہر چار ماہ کی مدت میں اس تک نہ پہنچ سکے تو ان تمام صورتوں میں شوہر کو رجوع بالقول کرنے کا اختیار ہے، چنانچہ شوہر نے اگر مدت ایلاء میں فئت الیھا (میں نے اس کی طرف رجوع کیا) کہہ دیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا۔

س: فَاءَ بِلِسَانِهٖ لٰكِنَّ زَالَ عُذْرُهٗ فِيْ مُدَّةِ الْاِيْلَاءِ مَاحُكْمُ ذٰلِكَ الْفَيْئِ؟

ج: بَطَلَ ذٰلِكَ الْفَيْءُ وَ تَعَيَّنَ فَيْئُهٗ بِالْجِمَاعِ۔

س: رجوع کیا اپنی زبان کے ساتھ لیکن اسکا عذر ایلاء کی مدت میں زائل ہو گیا تو اس رجوع کا کیا حکم ہے؟

ج: باطل ہو گیا یہ رجوع اور جماع کے ساتھ اسکا رجوع کرنا متعین ہو گیا۔

﴿قدرۃ علی الجماع حاصل ہو جائے تو رجوع بالقول باطل ہو جائے گا﴾

سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے ایلاء کیا پھر بیماری وغیرہ کی وجہ سے زبان سے رجوع کیا لیکن ایلاء کی مدت کے اندر اس کو جماع کرنے پر قدرت حاصل ہو گئی تو اس صورت میں گزشتہ رجوع کا کیا حکم ہو گا؟

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ زبان سے کیا ہوا رجوع باطل ہو جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رجوع بالقول عذر کی وجہ سے رجوع بالجماع کا خلیفہ تھا، مگر خلیفہ کے ذریعہ مقصود حاصل ہونے سے پہلے ہی وہ اصل پر قادر ہو گیا، پس یہ شخص ایسا ہو گیا جیسا تیمّم کرنے والا شخص نماز کے دوران پانی دیکھ لے تو اس کی یہ نماز باطل ہو جائے گی اور وضو کے ساتھ واجب ہوگی۔ اسی طرح اس شخص کا بھی رجوع بالقول باطل ہو جائے گا اور رجوع بالجماع متعین ہوگا۔

بَابُ الظِّهَار

﴿یہ باب ظہار کے بیان میں ہے﴾

س اَلظِّهَارُ مَاهُوَ لُغَةً وَ شَرْعًا ؟

ج هٰذِهِ الْكَلِمَةُ مَا خُوْذَةٌ مِنْ لَفْظِ وَ الظَّهْرُ فَاِذَا قَالَ الزَّوْجُ لِاِمْرَأَتِهٖ اَنْتِ عَلَىَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ فَقَدْ ظَاهَرَ مِنْهَا ظِهَارًا شَرْعِيًّا يَتَعَلَّقُ بِهٖ بَعْضُ الْاَحْكَامِ

س: لغت اور شریعت کے اعتبار سے ظہار کیا ہے؟

ج: یہ کلمہ ماخوذ ہے ظہر کے لفظ سے پس جب خاوند نے اپنی بیوی سے کہا تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو تحقیق اس نے اس سے ظہارِ شرعی کیا جس کے ساتھ بعض احکام متعلق ہوتے ہیں

﴿ظہار کے لغوی اور شرعی معنی﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ کہ ظہار کے لغوی اور شرعی معنی کیا ہیں؟

جواب یہ ہے کہ ظہار (جو کہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے) ظہر کے لفظ سے ماخوذ ہے لغوی معنی مرد کا اپنی بیوی سے انت علی کظھر امی کہنا ہے اور شریعت میں ظہار کہتے ہیں منکوحہ کو محرمہ ابدیہ کے ساتھ تشبیہ دینا، ظہار کی شرط مظاہر کا عاقل بالغ مسلمان ہونا ہے اور عورت کا منکوحہ ہونا، اور ظہار کا رکن مرد کا اپنی بیوی سے انت علی کظھر امی کہنا یا اس کے قائم مقام کوئی لفظ کہنا) تو جب خاوند اپنی بیوی سے اس طرح کہدے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو اس کہنے سے اس نے ظہار شرعی کیا، جس کے ساتھ بعض احکام متعلق ہیں۔

س :بَيِّنُوْا تِلْكَ الْاَحْكَامَ بِحَيْثُ يَتَّضِحُ الْمُرَامُ ؟

ج اِذَا ظَاهَرَ الزَّوْجُ مِنِ امْرَأَتِهٖ فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ لَا يَحِلُّ لَهٗ وَ طْئُهَا وَلَا مَسُّهَا وَلَا تَقْبِيْلُهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ عَنْ ظِهَارِهٖ، فَاِنْ وَطِئَهَا قَبْلَ اَنْ يُّكَفِّرَ اِسْتَغْفَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ غَيْرَ الْكَفَّارَةِ الْوَاحِدَةِ وَلَا يَعُوْدُ ثَانِيًا حَتّٰى يُكَفِّرَ

س: تم وہ احکام اس طرح بیان کرو کہ مقصود واضح ہو جائے؟

Marfat.com

ج: جب خاوند نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تو تحقیق وہ اس پر حرام ہوگئی (خاوند کیلئے) اسکی وطی حلال نہیں اور نہ چھونا اور نہ بوسہ لینا یہاں تک کہ کفارۂ ظہار ادا کرے پس اگر اس نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے وطی کرلی تو استغفار کرے اور کوئی چیز نہیں اس پر ایک ہی کفارہ کے علاوہ اور نہ اعادہ کرے دوبارہ یہاں تک کہ کفارہ ادا کرے

توضیح: سوال ان احکام کی وضاحت کریں کہ مقصد واضح ہو جائے۔

جواب: جب خاوند نے بیوی سے ظہار کیا تو وہ اس پر حرام ہوگئی، اس کے لئے وطی کرنا، بوسہ لینا، چھونا حلال نہیں ہے جب تک کہ اس نے کفارہ ظہار نہ دیا ہو، اور اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے ہی شوہر نے بیوی سے وطی کرلی تو وہ استغفار کرے اور اس پر پہلے ایک ہی کفارہ کے علاوہ کوئی اور چیز واجب نہ ہوگی، اور وطی کا اعادہ نہ کرے، جب تک کفارہ نہ دے کیونکہ سلمہ بن صخر بیاضی نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا، پھر چاندنی رات میں نے اس کے پازیب کو دیکھا تو اس سے جماع کر بیٹھا، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے رب سے استغفار کر اور دوبارہ (وطی) نہ کر یہاں تک کہ کفارہ دے دے۔ اس روایت میں آپ ﷺ نے صرف استغفار کا حکم فرمایا استغفار کے علاوہ کسی اور چیز کا حکم نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ پہلے کفارہ کے علاوہ اور کوئی چیز واجب نہیں ورنہ تو حضور اکرم ﷺ اس کا بھی حکم فرماتے۔

س: هَلْ تَجِبُ الْكَفَّارَةُ بِنَفْسِ لَفْظِ الظِّهَارِ اَوْ هُوَ مُتَقَيِّدٌ بِشَيْئٍ آخَرَ؟

ج: هُوَ مُقَيَّدٌ بِاَنْ يَعْزِمَ عَلٰى وَطْئِهَا، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى شَانُهٗ ﴿ وَالَّذِيْنَ يُظَاهِرُوْنَ مِنْ نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا ﴾ الاية۔

س: کیا کفارہ صرف لفظ ظہار سے واجب ہے یا وہ کسی اور چیز کے ساتھ مقید ہے؟

ج: وہ بیوی سے وطی کرنے کے عزم کے ساتھ مقید ہے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا اور وہ جو ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے پھر لوٹ آتے ہیں اپنے کہے ہوئے سے تو ایک گردن کا آزاد کرنا ہے چھونے سے پہلے۔

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کیا کفارہ صرف لفظ ظہار کے بولنے سے ہی واجب ہو جاتا ہے یا وہ اور کسی چیز کے ساتھ مقید ہے؟

جواب یہ ہے کہ وہ اس شرط پر مقید ہے کہ شوہر اس سے وطی کرنے کا پختہ عزم کرلے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والذین یظاھرون من منسائھم الخ

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ اَنَّهٗ اِذَا قَالَ لِاِمْرَأَتِهٖ (اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ يَكُوْنُ مُظَاهِرًا، فَلَوْ شَبَّهَهَا بِعُضْوٍ آخَرَ مَاعَدَا الظَّهْرِ مَاذَا حُكْمُهٗ؟

س: تحقیق ذکر کیا تم نے بے شک اسنے جب کہا اپنی بیوی کو تو میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے وہ ظہار کرنے والا ہوگا پس اگر اس کو تشبیہ دی کسی اور عضو کے ساتھ پیٹھ کے علاوہ تو اسکا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

ج لَوْ قَالَ :اَنْتِ عَلَیَّ کَبَطْنِ اُمِّیْ اَوْ کَفَخِذِ اُمِّیْ اَوْ کَفَرْجِ اُمِّیْ یَکُوْنُ مُظَاہِرًا اَیْضًا۔

ج:اگر کہا میرے اوپر میری ماں کے پیٹ کی طرح ہے یا میری ماں کے ران کی طرح یا میری ماں کے فرج کی طرح ہے وہ بھی ظہار کرنے والا ہوگا نیز۔

﴿پیٹھ کے علاوہ کسی اور عضو سے تشبیہ کا حکم﴾

توضیح :سوال کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے آپ نے ذکر کیا ہے کہ جب شوہر نے بیوی کو انت علی کظھر امی کہا تو وہ ظہار کرنے والا ہوگا،لیکن اگر وہ پیٹھ کے علاوہ کسی اور عضو سے تشبیہ دے دے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟

جواب:اگر اس نے لفظ ظہر (پیٹھ) کے علاوہ اس طرح کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کے پیٹ، یا ران یا فرج کی طرح ہے تو بھی یہ شخص ظہار کرنے والا ہوگا۔کیونکہ ظہار کہتے ہیں اپنی منکوحہ کو محرمہ ابدیہ کے ساتھ تشبیہ دینا اور یہ معنی ہر ایسے عضو سے تشبیہ دینے میں متحقق ہو جائیں گے جس کی طرف دیکھنا نا جائز ہے اور جن اعضاء کی طرف دیکھنا جائز ہے مثلاً ہاتھ پاؤں، بال ناخن وغیرہ ان کے ساتھ تشبیہ دینا ظہار نہ ہوگا۔

س اِنْ قَالَ رَأْسُكِ اَوْ فَرْجُكِ اَوْ وَجْهُكِ اَوْ رَقَبَتُكِ اَوْنِصْفُكِ اَوْ ثُلُثُكِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ مَاذَا حُکْمُهٗ ؟

ج :یَکُوْنُ مُظَاہِرًا اَیْضًا۔

س:اگر کہا تیرا سر یا تیرا فرج یا تیرا چہرہ یا تیری گردن یا تیرا نصف یا تیرا ثلث میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے اسکا کیا حکم ہے؟

ج:وہ بھی ظہار کرنے والا ہوگا۔

﴿سر چہرہ گردن وغیرہ سے تشبیہ دینے کا حکم﴾

توضیح :سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا کہ تیرا سر،فرج چہرہ، گردن، آدھا یا تہائی مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو ان کلمات کا کیا حکم ہے؟ جواب مظاہر ہوگا۔

س :هَلْ یَخْتَصُّ الظِّهَارُ بِمَا اِذَا شَبَّهَ بِاَعْضَاءِ اُمِّهٖ اَوْ هُوَ یَعُمُّ التَّشْبِیْهُ بِجَمِیْعِ الْمَحَارِمِ ؟

ج :اَلظِّهَارُ لَیْسَ بِمُخْتَصٍّ بِالتَّشْبِیْهِ بِالْاُمِّ فَقَطْ ، بَلْ اِذَا شَبَّهَ امْرَأَتَهٗ بِمَا لَا یَحِلُّ لَهُ النَّظْرُ اِلَیْهِ عَلٰی سَبِیْلِ التَّابِیْدِ مِنْ مَّحَارِمِهٖ مِثْلَ اُخْتِهٖ اَوْ عَمَّتِهٖ اَوْ اُمِّهٖ مِنَ الرَّضَاعِ مَثَلاً قَالَ :اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُخْتِیْ اَوْ کَفَخِذِهَا اَوْ فَرْجِهَا یَکُوْنُ مُظَاہِرًا۔

س:کیا مختص ہے ظہار اس کے ساتھ کہ وہ تشبیہ دے اپنی ماں کے اعضاء کے ساتھ یا عام ہے تشبیہ تمام محارم کے ساتھ؟

ج:ظہار مختص نہیں ہے ماں کے ساتھ تشبیہ دینے کے ساتھ صرف بلکہ جب تشبیہ دی اپنی بیوی کو اسکے ساتھ کہ نظر حلال نہیں اس کی

Marfat.com

طرف ہمیشہ کے لئے اس کے محارم سے جیسے اس کی بہن یا پھوپھی یا رضاعی ماں مثال کے طور پر کہا تو میرے اوپر میری بہن کی پیٹھ کی طرح یا اسکی ران کی طرح یا اسکے فرج کی طرح تو وہ ظہار کرنے والا ہوگا۔

﴿ماں کے علاوہ محرمات کے ساتھ تشبیہ سے بھی ظہار ہو جائے گا﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کیا ماں کے اعضاء کے ساتھ تشبیہ دینے کے ساتھ ظہار مختص ہے یا ماں کے علاوہ دیگر محرمات کے ساتھ تشبیہ دینے کو بھی شامل ہے؟

جواب: یہ ہے کہ ظہار صرف ماں کے اعضاء کے ساتھ تشبیہ دینے کے ساتھ ہی مختص نہیں ہے بلکہ بیوی کو ہر اس عورت کے ساتھ تشبیہ دینا جو اس کے ہمیشہ کے لئے حلال نہ ہو محارم میں سے جیسے بہن، پھوپھی یا رضاعی ماں۔ مثال کے طور پر اس طرح کہے تو مجھ پر میری بہن کی پیٹھ کی طرح ہے یا اس کے فرج یا ران کی طرح ہے تو یہ شخص مظاہر ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ تمام عورتیں دائمی حرام ہونے میں ماں کی طرح ہیں۔ لہٰذا جو حکم ظہار میں ماں کا ہے وہی ان عورتوں کا بھی ہے۔

س: قَالَ لِامْرَاتِهٖ اَنْتِ عَلَيَّ مِثْلُ اُمِّيْ اَوْ كَاُمِّيْ مَاذَا يُرَادُ بِهٖ ؟

ج: يُرْجَعُ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى نِيَّتِهٖ ، فَاِنْ قَالَ اَرَدْتُّ بِهِ الْكَرَامَةَ فَهُوَ كَمَا قَالَ وَ اِنْ قَالَ : اَرَدْتُّ بِهِ الظِّهَارَ فَهُوَ ظِهَارٌ ، وَ اِنْ قَالَ اَرَدْتُّ بِهِ الطَّلَاقَ فَهُوَ طَلَاقٌ بَائِنٌ ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ نِيَّةٌ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ .

س: اس نے اپنی بیوی کو کہا تو میرے اوپر میری ماں کی مثل یا میری ماں کی طرح ہے کیا مراد ہے اس سے؟

ج: رجوع کیا جائے اس صورت میں اسکی نیت کی طرف پس اگر کہے کہ میں نے اسکے ساتھ عزت کا ارادہ کیا ہے تو وہ ویسا ہی ہے اور اگر کہا ارادہ کیا میں نے اسکے ساتھ ظہار کا تو وہ ظہار ہے اور اگر کہے کہ میں نے ارادہ کیا اسکے طلاق کا تو وہ طلاق بائن ہے اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو وہ کچھ بھی نہیں ہے۔

﴿بیوی کو، تو میری ماں کی طرح ہے کہنے کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا میری ماں کی طرح ہے تو اس سے کیا مراد ہو گیا؟

جواب یہ ہے کہ اس قسم کی صورت میں خاوند کی نیت کو دیکھا جائے گا، اگر اس نے کہا کہ اس سے میری مراد عزت واحترام ہے تو وہی ہوگا، اور اگر اس سے ظہار کا ارادہ ہو تو ظہار ہی ہوگا۔ اور اگر نیت طلاق کی ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی، اور اگر کوئی بھی نیت نہ ہو تو کچھ بھی واقع نہ ہوگا۔ پہلی صورت میں چونکہ اس کا کلام التعظیم کا احتمال رکھتا ہے اگر اس نے کہا کہ میں نے تعظیم کی نیت کی ہے تو اس کی نیت درست ہوگی۔ دوسری صورت میں ظہار درست ہے اس لئے کہ اس نے اپنی پوری بیوی کو پوری ماں سے تشبیہ دی ہے جب عضو کے ساتھ تشبیہ دینے سے ظہار ہو جاتا تو پوری ماں کے ساتھ تشبیہ دینے سے بدرجہ اولی ظہار ہوگا۔

Marfat.com

اور تیسری صورت جس میں طلاق کی نیت کی ہے تو یہ بھی درست ہے دلیل یہ ہے کہ مذکورہ کلام گویا انت علی حرام معنی میں ہے اور شوہر نے طلاق کی نیت کی ہے اور سابق میں گزر چکا ہے انت علی حرام طلاق کے الفاظ کنایہ میں سے ہے اور لفظ کنایہ سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے بشرطیکہ نیت کی ہو۔ اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی تو شیخین کے نزدیک اس کا کلام لغو ہے لغو ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کلام مجمل ہے اور متکلم نے اپنی مراد بیان نہیں کی اس وجہ سے اس کا مصداق متعین نہیں کیا جا سکتا امام محمدؒ فرماتے ہیں عدم نیت کی صورت میں یہ کلام ظہار ہوگا دلیل اوپر بیان ہو چکی جواب یہ ہے کہ انت علی مثل امی میں تشبیہ صراحۃ نہیں ہے اس لئے نیت ضروری ہے،

س: رَجُلٌ لَهٗ نِسْوَةٌ فَقَالَ: اَنْتُنَّ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ مَاذَا حُكْمُهٗ ؟

ج: كَانَ مُظَاهِرًا مِّنْ جَمَاعَتِهِنَّ ، وَعَلَيْهِ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ كَفَّارَةٌ ـ

س: کسی آدمی کی کئی بیویاں ہیں اس نے کہا تم میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو کیا حکم ہے اسکا؟

ج: وہ ظہار کرنے والا ہے ان کی جماعت سے اور اس پر ان میں سے ہر ایک کا کفارہ ہے۔

﴿کئی بیویوں سے ایک ہی مرتبہ ظہار کرنے سے کفارہ کا حکم﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص کی کئی بیویاں ہیں اس نے ایک مرتبہ میں ہی سب سے کہہ دیا کہ انتن علی کظہر امی تم سب میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو تو اس صورت کا کیا حکم ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ اس صورت میں وہ تمام بیویوں سے ظہار کرنے والا ہوگا دلیل یہ ہے کہ اس شخص نے تمام عورتوں کی طرف ظہار منسوب کیا ہے لہذا تمام سے ظہار ثابت ہوگا، جیسے اگر یہ شخص تمام کی طرف طلاق کی نسبت کرتے ہوئے کہتا انتن طوالق تو سب پر طلاق واقع ہو جاتی، اس طرح سب سے ظہار بھی ثابت ہوگا۔ اور ہر ایک بیوی کی طرف سے اس پر کفارہ ظہار دینا لازم ہوگا۔ جتنی بیویاں ہوں گی اتنے ہی کفارے لازم آئیں گے، یہ ہمارا اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک ایک ہی کفارہ لازم ہوگا وہ کفارہ ظہار کو ایلاء پر قیاس کرتے ہیں کہ متعدد سے ایلاء کی صورت میں ایک ہی کفارہ لازم آتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوگا ہماری دلیل اور ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ظہار کی وجہ سے ہر ایک عورت کے حق میں حرمت ثابت ہوگی اور کفارہ حرمت کو ختم کرنے کے لئے ہوتا ہے لہذا جتنی حرمتیں ہوں گی اتنے ہی کفارے ہوں گے رہا ایلاء تو اس میں اللہ کے نام کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے کفارہ واجب ہوتا ہے اور چونکہ سب عورتوں سے ایک مرتبہ ایلاء کرنے میں اللہ تعالی کا نام متعدد بار مذکور نہیں ہوا ہے اس لئے ایک ہی کفارہ کا وجوب ہوگا متعدد کفاروں کا نہیں۔

س: كَفَّارَةُ الظِّهَارِ مَاهِيَ ؟

ج: بَيَّنَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ ابْتِدَاءِ سُوْرَةِ الْمُجَادِلَةِ وَهُوَ اَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً، فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ۔

Marfat.com

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعِ الصِّیَامَ یُطْعِمُ سِتِّیْنَمِسْکِیْنًا وَ کُلُّ ذٰلِکَ قَبْلَالْمَسِیْسِ۔

س: کفارہ ظہار کیا ہے؟

ج: بیان کر دیا اسکو اللہ تعالی نے سورہ مجادلہ کی ابتداء میں اور وہ یہ کہ آزاد کر دے گردن کو پس اگر نہ پائے روزے رکھے دو ماہ کے پے درپے جب روزوں کی طاقت نہ ہو کھانا کھلا دے ساٹھ مسکینوں کو اور یہ تمام چھونے سے پہلے ہے۔

﴿تو کفارہ ظہار کیا ہے﴾

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ اوپر سوالات میں بار بار کفارہ ظہار کا ذکر کیا ہے تو کفارہ ظہار کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ کفارہ ظہار کو اللہ جل مجدہ نے قرآن کریم کے اٹھائیسویں پارہ کی پہلی سورۃ المجادلہ میں بیان فرمایا ہے۔ (۱) غلام آزاد کرنا (۲) اگر غلام نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا (۳) اگر روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلا نا ان تینوں کفاروں میں سے جو بھی کفارہ ادا کیا جار ہا ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ پہلے کفارہ ادا کر لے اس کے بعد عورت سے جماع کرے۔ اگر پہلے جماع کر لیا تو اس کا جواب گزشتہ مسائل میں دیا جا چکا ہے۔

مَسَائِلُ الْاِعْتَاقِ فِیْ کَفَّارَۃِ الظِّھَارِ

﴿کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنے کے مسائل﴾

س: اَرَادَ اَنْ یُّعْتِقَ رَقَبَۃً فِیْ کَفَّارَۃِ الظِّھَارِ فَاَیُّ رَقَبَۃٍ تُجْزِءُ مِنْہُ؟

ج: یُجْزِئُ فِیْ ذٰلِکَ اِعْتَاقُ الرَّقَبَۃِ الْمُسْلِمَۃِ وَالْکَافِرَۃِ، وَ الذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی، وَ الصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ، وَلَا یُجْزِءُ اِعْتَاقُ الْعُمْیَاءِ وَلَا مَقْطُوْعَۃُ الْیَدَیْنِ، وَلَا مَقْطُوْعَۃُ الرِّجْلَیْنِ، وَلَا مَقْطُوْعُ رِجْلٍ وَ یَدٍ مِّنْ جَانِبٍ وَاحِدٍ، وَلَا مَقْطُوْعُ اِبْھَامِیِ الْیَدَیْنِ، فَاِنْ کَانَتْ اِحْدَی الْیَدَیْنِ وَاِحْدَی الرِّجْلَیْنِ مَقْطُوْعَۃٌ مِّنْ خِلَافٍ یُجْزِءُ مِنَ الْاِعْتَاقِ فِی الْکَفَّارَۃِ۔

س: اس نے ارادہ کیا کہ آزاد کرے گردن کفارہ ظہار میں پس کون سی گردن کافی ہوگی؟

ج: کافی ہے اس میں مسلمان اور کافر گردن کا آزاد کرنا اور مرد اور عورت اور بچے اور بڑے کا (آزاد کرنا) اور کافی نہیں نابینا کا آزاد کرنا اور نہ دونوں ہاتھ کٹے ہوئے اور نہ دونوں پاؤں کٹے ہوئے اور نہ ایک ہی طرف سے پاؤں اور ہاتھ کٹے ہوئے مرد کا آزاد کرنا اور نہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوؤں کا آزاد کرنا پس اگر دو ہاتھوں اور پاؤں میں سے ایک کٹا ہوا ہو (مخالف جانب سے) کافی ہوگا آزاد کرنا کفارہ میں۔

Marfat.com

﴿کفارہ ظہار میں کیسا غلام آزاد کرنا چاہئے؟﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی شخص کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو کفارہ ظہار میں اس کو کونسا غلام آزاد کرنا ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ کفارہ ظہار میں ہمارے نزدیک مسلم و کافر، مذکر ہو یا مونث بچہ ہو یا بڑا، ان کا آزاد کرنا جائز ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کافر غلام آزاد کرنے سے کفارہ ادا نہ ہوگا، کیونکہ کفارہ اللہ کا حق ہے پس اس کو اللہ کے دشمن پر صرف کرنا صحیح نہ ہوگا، جیسے کافر پر مال زکوۃ صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ آیت میں رقبہ کا لفظ مطلق ہے جس کا مصداق وہ ذات ہے جو ہر اعتبار سے مملوک ہو، اور یہ چیز رقبہ کافر میں موجود ہے، پس ایمان کی قید لگانا زیادتی علی الکتاب ہے جو جائز نہیں ہے۔ رہا کفارہ کا اللہ کا حق ہونا سو آزاد کرنے سے معتق کا مقصد یہ ہے کہ معتق اپنے آقا کی خدمات سے سبکدوش ہو کر حقیقی مولی کی طاعت میں لگ جائے اب اگر وہ اپنے کفر پر ہی ثابت رہتا ہے تو یہ اس کے سوء اعتقاد پر محمول ہوگا کفارہ میں ایسے غلام کا آزاد کرنا جائز نہیں ہے جس کی جنس منفعت فوت ہو چکی ہو، جیسے اندھا جو بالکل نہ دیکھتا ہو، یا اس کے دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کٹے ہوئے ہوں یا ایسا دیوانہ ہو کہ کبھی ہوش میں نہ آتا ہو، نیز مدبر، ام ولد اور مکاتب جس نے بدل کتابت کا کچھ مال ادا کر دیا ہو، اس کو آزاد کرنا بھی کافی نہ ہوگا کیونکہ وہ من وجہ آزادی کے مستحق ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان میں تحریر رقبہ کاملہ مفقود ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

س: فَاِنِ اعْتَقَ الْاَصَمَّ هَلْ يُجْزِءُ ذٰلِكَ ؟

ج: نَعَمْ يُجْزِىءُ ذٰلِكَ ۔

س: پس اگر آزاد کیا بہرے کو کیا کافی ہوگا یہ؟

ج: جی ہاں وہ کافی ہوگا۔

توضیح: بہرے غلام کو کفارۂ ظہار میں آزاد کرنا جائز ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ بہرا غلام آزاد کرنا بھی جائز نہ ہو نوادر کی روایت بھی یہی ہے۔ مگر استحسانا اس کو جائز قرار دیا گیا کیونکہ اس میں اصل منفعت باقی ہے یہی وجہ ہے کہ اگر بہرے سے چلا کر بات کی جائے تو وہ سن لیتا ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسا بہرا ہے کہ چلا کر بولنے سے بھی نہیں سنتا بایں طور کہ وہ مادر زاد بہرا اور گونگا ہے تو کفارۂ ظہار کے طور پر اس کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔

س: وَ لَوْ اَعْتَقَ الْمَجْنُوْنَ الَّذِىْ لَا يَعْقِلُ مَا حُكْمُهٗ ؟

ج: لَا يُجْزِىءُ ذٰلِكَ ۔

س: اور اگر آزاد کر دیا اس مجنون کو جو سمجھدار نہیں اس کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

ج: وہ کافی نہیں ہوگا۔

توضیح: وہ مجنون غلام یا باندی جن کو عقل نہ ہو کفارہ ظہار کے طور پر ان کو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ نا جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اعضاء سے بغیر دماغ کے نفع اٹھانا خالی از امکان ہے لہذا یہ شخص بھی فائت المنفعت ہو گیا اور فائت المنفعت غلام و باندی کو کفارہ میں آزاد ہونا جائز نہیں ہے۔ ھاں اگر کوئی مجنون ایسا ہے کہ اسکو کبھی جنون طاری ہو جاتا ہے اور کبھی افاقہ ہو جاتا ہے تو حالتِ افاقہ میں اس کو آزاد کر دینا جائز ہے (ھکذا فی شرح الھدایہ)

س: اَعْتَقَ فِی الْکَفَّارَۃِ الْمُدَبَّرِ اَوْ اُمِّ الْوَلَدِ اَوِ الْمُکَاتَبِ الَّذِیْ اَدّٰی بَعْضَ الْمَالِ هَلْ یَجُوْزُ ذٰلِكَ فِی الْکَفَّارَۃِ ؟

ج: لَا یَجُوْزُ۔

س: آزاد کر دیا کفارہ میں مدبر یا اس مکاتب کو جس نے بعض مال ادا کر دیا ہے تو کیا یہ جائز ہے کفارہ میں؟

ج: نہیں جائز ہے۔

توضیح: کفارہ ادا کرنے کے لئے مدبر، ام ولد، اور مکاتب جس نے کچھ بدل کتابت ادا کر دیا ہو تو آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ مدبر اور ام ولد کی اعتاق کے نا جائز ہونے کی دلیل قرآن مجید کی آیت میں ہے فتحریر رقبۃ اور رقبہ مطلق ہے اور ضابطہ یہ ہے کہ مطلق جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد فرد کامل ہوتا ہے اور ام ولد اور مدبر کا رقبہ کامل نہیں ہے اس لئے کہ مدبر اور ام ولد تدبیر و استیلاد کے سبب سے آزادگی کے پہلے مستحق ہو چکے ہیں۔

س: فَاِنْ اَعْتَقَ مُکَاتِبًا لَمْ یُؤَدِّ شَیْئًا مَا حُکْمُهٗ ؟

ج: هٰذَا جَائِزٌ۔

س: پس اگر مکاتب کو آزاد کر دیا جس نے کچھ ادا نہیں کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج: یہ جائز ہے۔

س: اِشْتَرٰی اَبَاهُ اَوِ ابْنَهٗ وَنَوٰی بِالشِّرَاءِ الْاِعْتَاقَ عَنِ الْکَفَّارَۃِ هَلْ یُجْزِئُ یُجْزِئُ ذٰلِكَ عَنْهَا؟

ج: نَعَمْ یُجْزِئُ۔

س: اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا اور خریدنے کے ساتھ نیت کی کفارہ ظہار میں آزاد کرنے کی کیا وہ کافی ہے اسکے بارے میں؟

ج: جی ہاں کافی ہے۔

﴿ کفارۂ ظہار میں باپ بیٹے وغیرہ کو آزاد کرنے کی نیت سے خریدنے کا حکم ﴾

توضیح: سوال کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنے قریبی رشتہ دار باپ، بیٹے وغیرہ کو کفارہ ادا کرنے کی نیت سے آزاد کرنے کے لئے خریدا تو کیا کفارہ ظہار کے لئے کافی ہو جائے گا یعنی کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

Marfat.com

جواب: جی ہاں کافی ہو جائے گا۔ یعنی کفارہ ادا ہو جائے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے لن یجزی ولد والدہ الاان یجدہ مملوکافیشتر یہ فیعتقہ ، امام زفرؒ اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک کفارہ ادا نہ ہوگا مگر ذکر کی گئی حدیث ان حضرات کے خلاف حجت ہے کیونکہ حدیث مبارکہ میں فاء کا حرف مذکور ہے جو تعقیب کے لئے آتا ہے، علاوہ ازیں آزادی یہاں دو وصفوں والی علت کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے یعنی قرابت اور خرید پس آزادی آخر والے وصف کی طرف مضاف ہوگی۔

س: وَيَخْتَلِجُ فِي الْقَلْبِ سُوَالٌ آخر وَهُوَانَّه، كَانَ بَيْنَه، وَبَيْنَ شَرِيْكِهٖ عَبْدٌ فَاَعْتَقَ نِصْفَهُ الَّذِىْ هُوَ فِيْ مِلْكِهٖ وَ ضَمِنَ قِيْمَةَ بَاقِيْهِ لِشَرِيْكِهٖ فَاَعْتَقَهُ الشَّرِيْكُ هَلْ يُجْزِئُ ذٰلِكَ الْاِعْتَاقُ عَنِ الْكَفَّارَةِ ؟

ج: لَا يُجْزِئُ ذٰلِكَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔ وَ قَالَ اَبُوْيُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى: يُجْزِئُهٗ اِنْ كَانَ الْمُعْتِقُ مُوْسِرًا وَ اِنْ كَانَ مُعْسِرًا لَا يُجْزِئُ

س: اور کھٹکتا ہے دل میں ایک اور سوال اور وہ یہ کہ اس کے درمیان اور اسکے شریک کے درمیان اور غلام پس آزاد کر دیا اسکے نصف کو جو اسکے ملک میں اور ضامن ہو گیا اسکی باقی قیمت کا اپنے شریک کے لئے پس آزاد کر دیا اسکو شریک نے کیا کافی ہے وہ آزاد کرنا کفارہ میں؟

ج: وہ کافی نہیں ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی اور محمد رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کافی ہے ان کو اگر ہو آزاد کرنے والا مالدار معسر ہو تو کافی نہ ہوگا

توضیح: سوال یہ ہے کہ کسی شخص پر کفارہ ظہار واجب ہوا تو اس نے کفارہ کی ادائیگی کیلئے ایسا غلام آزاد کیا جو آدھا تو اسی کا تھا مگر آدھا کسی اور کا تھا جو آدھا اس کا نہیں تھا اس کا یہ اپنے شریک کے لئے ضامن ہو گیا تو کیا اس صورت میں کفارہ ظہار ادا ہو جائے گا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ غلام کفارہ کی ادائیگی کے لئے ناکافی ہے حضرات صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ دیکھا جائے گا آزاد کرنے والا شخص مالدار ہے یا تنگدست اور غریب ہے، اگر مالدار ہے تو ادا ہو جائے گا اور اگر مالدار نہیں ہے تو پھر ادا نہ ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ مالدار ہونے کی صورت میں امام اعظم ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے مالدار نہ ہونے کی صورت میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ غلام کفارہ کے لئے ناکافی ہے۔

س: وَمَا تَقُوْلُوْنَ فِيْمَا اِذَا اَعْتَقَ الْمُظَاهِرُ نِصْفَ عَبْدِهٖ عَنْ كَفَّارَتِهٖ ثُمَّ اَعْتَقَ بَاقِيَهٗ عَنْهَا هَلْ تَتَاَدّٰى بِذٰلِكَ الْكَفَّارَةُ؟

ج: نَعَمْ تَتَاَدّٰى بِشَرْطِ اِنْ لَّمْ يُجَامِعِ الَّتِيْ ظَاهَرَ مِنْهَا بَيْنَ الْاِعْتَاقَيْنِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ۔

س: اور تم کیا کہتے ہو اس بارے میں کہ جب آزاد کر دے مظاہر اپنے آدھے غلام کو اپنے کفارے میں پھر آزاد کر دیا اس کے باقی کو اسمیں کیا ہو جائے گا اسکے ساتھ کفارہ؟

ج: جی ہاں ادا ہو جائیگا اس شرط کے ساتھ کہ وہ جماع کرے جس سے اس نے ظہار کیا ان سے دو اعتاقوں کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

Marfat.com

توضیح: حاصل سوال یہ ہے کہ کسی شخص نے کفارہ ظہار کے طور پر پہلے آدھا غلام آزاد کیا پھر باقی آدھا بھی آزاد کر دیا تو اس صورت میں کفارہ ظہار ادا ہو جائے گا؟

جواب یہ ہے کہ کفارہ ادا ہو جائے گا مگر اس شرط کے ساتھ کے، پہلے کہ آدھے آزاد کرنے اور دوسرے آدھے آزاد کرنے کے درمیان جس بیوی سے ظہار کیا ہے اس سے جماع نہ کیا ہو اور یہ جواز استحسانا ہے وگرنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جائز نہ ہو، وجہ استحسانا یہ ہے کہ اس شخص نے دو دفعہ کلام کر کے غلام آزاد کیا ہے اور جو نقصان دوسرے آدھے میں واقع ہوا ہے وہ اس کے ملک میں رہتے ہوئے کفارہ آزاد کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اس قسم کا نقصان کفارہ کی ادائیگی کے لئے مانع نہیں ہوتا۔ یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جائے گا۔

﴿ مَسَائِلُ الصِّيَامِ ﴾

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ اَنَّ الْمُظَاهِرَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يُّكَفِّرَ وَ لَمْ يَجِدْ مَايُعْتِقُهٗ مِنَ الرَّقَبَةِ فَاِنَّهٗ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَنَسْأَلُ اِنَّهٗ اِذَا صَامَ شَعْبَانَ وَ رَمَضَانَ هَلْ يُجْزِیءُ ذٰلِكَ عَنِ الْكَفَّارَةِ؟

ج: لَا يُجْزِئُ ذٰلِكَ عَنْهَا لِاَنَّ صِيَامَ رَمَضَانَ مَفْرُوْضَةٌ عَلَيْهِ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ لَامِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ مُظَاهِرٌ فَلَا تَتَدَاخَلُ صِيَامُ رَمَضَانَ فِيْ صِيَامِ الْكَفَّارَةِ۔

س: تحقیق آپ نے ذکر کیا ہے کہ مظاہر جب کفارہ ادا کرنے کا ارادہ کرے اور وہ رقبہ نہ پائے جس کو آزاد کرے تو وہ لگا تار دو ماہ روزے رکھے تو ہم سوال کرتے ہیں کہ جب وہ شعبان اور رمضان کے روزے رکھ لے تو وہ کافی ہو جائیں گے کفارہ سے؟

ج: نہ کافی ہوں گے وہ اس (کفارہ) میں اس لئے کہ رمضان کے روزے فرض ہیں اس پر اس حیثیت سے کہ وہ مسلمان ہے نہ کہ اس حیثیت سے کہ وہ ظہار کرنے والا ہے پس داخل نہیں ہونگے کفارے کے روزوں میں رمضان کے روزے۔

س: وَلَوْصَامَ شَوَّالَ وَذَا الْقَعْدَةِ اَوْذَا الْقَعْدَةِ وَذَ الْحَجَّةِ هَلْ يُجْزِئُ ذٰلِكَ عَنِ الْكَفَّارَةِ؟

ج: لَا يُجْزِئُ ذٰلِكَ اَيْضًا، لِاَنَّ الصَّوْمَ فِيْ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ النَّحْرِ وَ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ۔ مَنْهِيٌّ عَنْهُ فَلَايَنُوْبُ صَوْمُهَا عَنِ الْوَاجِبُ الْكَامِلِ۔

س: اور اگر روزے رکھے شوال کے یا ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے کیا کفایت کریں گے وہ کفارہ میں؟

ج: وہ بھی کفایت نہیں کرتے اسلیئے کہ روزہ عید الفطر اور دسویں ذوالحجہ اور ایام تشریق کا روزہ منع ہے۔ پس ان کے روزے واجب الکامل کے قائم مقام نہیں ہوں گے۔

س: فَاِنْ جَامَعَ الَّتِيْ ظَاهَرَ مِنْهَا فِيْ خِلَالِ الشَّهْرَيْنِ الَّذَيْنَ يَصُوْمُهُمَا مِنَ الْكَفَّارَةِ مَاحُكْمُهٗ؟

ج: اِنْ جَامَعَهَا خِلَالَهُمَا عَامِدًا اَوْ نَهَارًا نَاسِيًا اِسْتَاْنَفَ الصَّوْمَ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰى،

Marfat.com

وَقَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَسْتَأْنِفُ ۔

س: پس اگر جماع کرلیا اس عورت سے جس سے ظہار کیا دونوں مہینوں کے درمیان جن میں کفارہ کے روزہ رکھ رہا تھا کیا حکم ہے اسکا؟

ج اگر جماع کیا ان دو (مہینوں) کے درمیان دن میں جان بوجھ کر بھول کر نئے سرے سے روزے شروع کرے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور امام ابو یوسف نے فرمایا نئے سرے سے شروع نہیں کرے گا۔

توضیح: سوال کا حاصل یہ ہے کہ مظاہر روزوں کے ذریعہ سے کفارۂ ظہار ادا کر رہا تھا، دو ماہ کے روزوں کے دوران ہی اس نے اس بیوی سے وطی کرلی جس سے اس نے ظہار کیا تھا، تو اب (یہ نئے سرے سے روزے رکھے گا یا پہلی ترتیب ہی چلی رہے گی) کیا حکم ہے؟

جواب یہ ہے کہ وطی رات میں جان بوجھ کر کی ہو یا دن میں بھول کر ہر صورت میں ائمہ کا اختلاف ہے امام مالکؒ اور امام احمدؒ ہیں امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ از سر نو روزے رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسی کے قائل امام شافعیؒ ہیں۔ مذکورہ مسئلہ میں جماع کو اس عورت کے ساتھ مقید کیا ہے جس سے ظہار کیا ہے اس لئے کہ اگر جماع کسی اور عورت سے کیا اور وہ مفسد صوم نہیں ہے مثال کے طور پر دن میں بھول کر وطی کرلی یا رات میں کیف ما اتفق وطی کرلی تو اس صورت میں تتابع منقطع نہیں ہوگا اور نہ ہی نئے سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے یہ مسئلہ متفقہ ہے اس میں اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر یہ جماع مفسد صوم ہے بایں طور کر دن میں جان بوجھ کر وطی کرلی تو اس صورت میں بالاتفاق استیناف واجب ہے۔

س: اَفْطَرَ مِنَ الشَّهْرَيْنِ يَوْمًا بِعُذْرٍ اَوْ بِغَيْرِ عُذْرٍ مَاذَا حُكْمُهٗ ؟

ج: يَسْتَأْنِفُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ اَيْضًا لِاَنَّهٗ فَاتَهُ التَّتَابُعُ ۔

س: افطار کیا دو مہینوں میں کسی ایک دن عذر کی وجہ سے یا بغیر کسی عذر کے تو اسکا کیا حکم ہے۔

ج: نئے سرے سے شروع کرے گا اس صورت میں بھی اس لئے کہ تتابع فوت ہوگیا۔

مَسَائِلُ الْاِطْعَامِ

﴿مسائل الاطعام﴾

س: قَدْ ذَكَرْتُمْ اَنَّ الْمُظَاهِرَ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ صِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَاِنَّهٗ يُطْعِمُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا فَمَا صُوْرَةُ الْاِطْعَامِ؟

س: تحقیق تم نے ذکر کیا کہ ظہار کرنے والا جب نہ طاقت رکھتا ہو دو ماہ کے روزوں کی پے در پے تو وہ کھانا کھلائے ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو تو کھانا کھلانے کی کیا صورت ہے؟

ج: صُوْرَتُهٗ اَنْ يُّعْطِيَ كُلَّ مِسْكِيْنٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ اَوْ قِيْمَةَ ذٰلِكَ فَاِنْ غَدَّاهُمْ وَعَشَّاهُمْ مُشْبِعِيْنَ جَازَ، قَلِيْلًا كَانَ مَا اَكَلُوْا اَوْ كَثِيْرًا ۔

Marfat.com

ج:صورت اس کی یہ ہے کہ دیا جائے ہر مسکین کو آدھا صاع گندم کا یا دو صاع کھجور کا یا جو کے یا اسکی قیمت پس اگر انکو صبح وشام پیٹ بھر کھانا کھلایا جائز ہے تھوڑا ہو جو انہوں نے کھایا یا زیادہ ہو۔

س:اِنْ اَطْعَمَ مِسْكِيْنًا وَاحِدًا سِتِّيْنَ يَوْمًا مَاحُكْمُهٗ ؟

ج :اَجْزَاهُ عَنِ الْكَفَّارَةِ ۔

س:اور اگر ایک مسکین کو کھانا کھلایا ساٹھ دن تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج:کافی ہوگا اسکو کفارہ میں (یعنی اسکا کفارہ ادا ہو جائے گا)

س:اَعْطىٰ مِسْكِيْنًا وَّاحِدًا فِيْ يَوْمٍ وَّاحِدٍ ثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِنْ بُرٍّ اَوْمِائَةً وَّ عِشْرِيْنَ صَاعًامِنْ شَعِيْرٍ هَلْ يُجْزِئُ ذٰلِكَ عَنِ الْكَفَّارَةِ ؟

ج :لَا يُجْزِئُ ذٰلِكَ اِلَّا عَنْ يَوْمِهٖ، وَ يَلْزِمُهٗ اَنْ يُطْعِمَ تِسْعًا وَّ خَمْسِيْنَمِسْكِيْنًا ۔

س:ایک مسکین کو ایک ہی دن میں تیس صاع گندم کے دیئے یا ایک سو بیس صاع جو کے کیا وہ کفارہ میں کافی ہونگے؟

ج:وہ کافی نہیں ہوسکتا مگر ایک ہی دن (کے کفارہ) میں اور اس پر لازم ہوگا ۵۹ مسکینوں کو کھانا کھلانا

س :كَانَ يُعْطِيْ كُلَّ اَيَّامٍ مِسْكِيْنًا نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّمَثَلاً وَ قَرُبَ الَّتِيْ ظَاهَرَ مِنْهَا قَبْلَ اَنْ يُكْمِلَ اِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا هَلْ يَلْزِمُهٗ اَنْ يَّسْتَأْنِفَ ۔

ج :لَا يَلْزِمُهُ الْاِسْتِئْنَافُ ،لِاَنَّ النَّصَّ وَرَدَ فِي الْاِطْعَامِ غَيْرُ مُقَيَّدٍ۔

س:دیتا تھا ہر دن ایک مسکین کو آدھا صاع گندم کا مثال کے طور پر اور جماع کیا اس نے ایسی بیوی سے جس سے ظہار کیا ساٹھ مسکینوں کا کھانا کھلانا مکمل کرنے سے پہلے کیا لازم ہوگا اس پر نئے سرے سے شروع کرنا۔

ج:لازم نہ ہوگا اس پر نئے سرے سے شروع کرنا اس لئے کہ نص بغیر قید کے وارد ہوئی ہے کھانا کھلانے میں

مسائل شتیٰ

﴿متفرق مسائل﴾

اِنْ ظَاهَرَ الْعَبْدُ مِنِ امْرَأَتِهٖ لَمْ يُجْزِئْهُ فِي الْكَفَّارَةِ اِلَّا الصَّوْمُ ، لِاَنَّهٗ لَا يَمْلِكُ شَيْئًا ، فَاِنِ اَعْتَقَ الْمَوْلىٰ عَنْهُ رَقَبَةً اَوْ اَطْعَمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًالَمْ يُجْزِئْهُ۔ (٢) رَجُلٌ وَ جَبَتْ عَلَيْهِ كَفَّارَتَا ظِهَارٍ فَاَعْتَقَ رَقَبَتَيْنِ لَايَنْوِيْ لِاَحَدٍ هُمَا بِعَيْنِهَا جَازَ عَنْهُمَا۔ (٣) وَ كَذٰلِكَ لَوْ كَانَ عَلَيْهِ كَفَّارَتَانِ مِنَ الظِّهَارِ فَصَامَ اَرْبَعَةَاَشْهُرٍ اَوْ اَطْعَمَ مِائَةً وَّ عِشْرِيْنَ مِسْكِيْنًا مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنٍ يُجْزِئُ ذٰلِكَ عَنِ الْكَفَّارَتَيْنِ (٤) وَاِنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً وَاحِدَةً عَنِ الْكَفَّارَتَيْنِ اَوْ صَامَ شَهْرَيْنِ كَانَ لَهٗ اَنْ يَّجْعَلَ ذٰلِكَ عَنْ اَيَّتِهِمَا شَاءَ

Marfat.com

اگر ظہار کیا غلام نے اپنی بیوی سے نہیں کافی ہوگا اسکو کفارہ میں مگر روزہ رکھنا، اسلئے کہ وہ مالک نہ ہوگا کسی چیز کا پس اگر آزاد کردی مولی نے اسکی طرف سے گردن یا کھانا کھلا دیا (۶۰) مسکینوں کو تو اسکو کافی نہ ہوگا (یعنی غلام کا کفارہ ادا نہ ہوگا) (۲) کسی آدمی پر دو کفارے واجب ہوگئے ظہار کے پس اس نے دو گردنیں آزاد کیں نیت نہیں کی کے آزاد کردیں کافی ہوجائے گا ان دونوں سے۔ (۳) اور اسی طرح اگر اس پر دو کفارے ہوں ظہار کے پس اس نے چار ماہ روزے رکھے یا کھانا کھلایا ایک سو بیس (۱۲۰) مسکینوں کو بغیر تعین کے کافی ہوجائے گا وہ دونوں کفاروں سے۔ (۴) اور اگر ایک گردن کو آزاد کردیا دونوں کفاروں سے یا روزے رکھے دو ماہ کے اسکو اختیار ہے کہ بنائے اسکو ان دو میں سے جس کے لئے چاہے۔

كتاب النفقات

﴿یہ کتاب النفقات ہے﴾

س :مَاالتَّفْصِيْلُ فِي الْاِنْفَاقِ مِنْ حَيْثُ الْوُجُوْبِ ؟

ج :اَلنَّفْقَةُ وَاجِبَةٌ لِلزَّوْجَاتِ وَالْاَوْلَادِ وَ الْمُطَلَّقَاتِ ، وَلِلْوَالِدَيْنِ وَلِذَوِى الْاَرْحَامِ ـ

س: کیا تفصیل ہے وجوب کے اعتبار سے خرچ کرنے میں؟

ج: نفقہ واجب ہے بیویوں کا اور اولاد کا اور مطلقات کا، اور والدین کا اور ذوی الارحام کا۔

﴿نَفْقَةُ الْاَزْوَاجِ﴾

س :بَيِّنُوْا اَوَّلاً اَلْاَحْكَامَ الْمُتَعَلِّقَةَ بِنَفَقَاتِ الزَّوْجَاتِ ؟

ج :اِحْفَظِ الْمَسَائِلَ كَمَا يَلِىْ ـ

(۱) اَلنَّفْقَةُ وَاجِبَةٌ لِلزَّوْجَةِ عَلٰى زَوْجِهَا مُسْلِمَةً كَانَتْ اَوْكِتَابِيَّةً اِذَا سَلَّمَتْ نَفْسَهَافِيْ مَنْزِلِهٖ، وَيَلْزِمُهٗ كِسْوَتُهَا وَ سُكْنَا هَا اَيْضًا ، وَ يُعْتَبَرُ ذٰلِكَ بِحَالِهِمَاجَمِيْعًا مُوْسِرًا كَانَ الزَّوْجُ اَوْ مُعْسِرًا۔

س: تم بیان کرو (سب سے) پہلے وہ احکام جو بیویوں کے خرچوں سے متعلق ہیں؟

ج: محفوظ کرآنے والے مسائل کو۔

(۱) خرچہ واجب ہے بیوی کا خاوند پر مسلمان ہو وہ یا کتابیہ ہو جب سپرد کردے اپنے نفس کو اس کے گھر میں اور لازم ہے اس پر ان کا لباس اور ان کی رہائش بھی اور معتبر ہے یہ ان دونوں کی حالت پر مالدار ہو خاوند یا تنگ دست۔

Marfat.com

﴿خاوند پر بیوی کے نفقہ کا وجوب﴾

توضیح: خاوند پر بیوی کا نفقہ واجب ہے بیوی خواہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو۔ بشرطیکہ وہ اپنی ذات کو شوہر کے گھر سپرد کر دے تو شوہر پر اس کا نفقہ اس کا کپڑا اور اس کی سکونت واجب ہے، وجوب نفقہ کی دلیل قرآن کریم کی آیت (لِیُنفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ) ہے، اس آیت مبارکہ میں لینفق امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ پھر نفقہ میں میاں بیوی میں سے کس کے حال کا اعتبار ہوگا مفتی بہ قول کے مطابق میاں بیوی دونوں قسمیں ہیں (۱) میاں بیوی دونوں خوشحال ہوں گے (۲) دونوں تنگدست ہوں گے (۳) شوہر مالدار بیوی تنگدست (۴) شوہر تنگدست بیوی مالدار۔ ان چار قسموں میں سے پہلی صورت میں خاوند پر خوشحالی کا نفقہ واجب ہوگا اور دوسری قسم میں تنگدستی کا نفقہ واجب ہوگا، اور تیسری اور چوتھی قسم میں بیوی کے لئے اوسط درجہ کا نفقہ واجب ہو گا۔

(۲) فَإِنْ نَشَزَتْ وَ لَمْ تُسَلِّمْ نَفْسَهَا فِيْ مَنْزِلِهٖ فَلَا نَفْقَةَ لَهَا حَتّٰى تَعُوْدَ۔

(۲) پس اگر نافرمانی کی اور نہیں سپرد کیا اپنے نفس کو اسکے گھر میں تو اسکا خرچ نہیں یہاں تک کہ لوٹ آئے

﴿ناشزہ کے نفقہ کا حکم﴾

توضیح: اگر عورت ناشزہ ہو جاتی ہے خود کو شوہر کے گھر خاوند کے حوالے نہیں کرتی تو خاوند کے ذمہ اس وقت تک اس کا نفقہ واجب نہیں ہوگا جب تک کہ وہ خود کو شوہر کے گھر اس کے سپرد نہ کر دے۔ ہاں جب وہ خاوند کے گھر لوٹ آئے تو اب شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہوگا۔ کیونکہ احتباس کی وجہ سے نفقہ کا وجوب ہوتا ہے پہلے جب اس نے اپنا محبوس ہونا اپنی طرف سے دور کر دیا تو اس کے نفقہ کا وجوب بھی ختم ہو گیا اور جب وہ لوٹ کر شوہر کے گھر آئی تو محبوس ہوگئی اور نفقہ کا وجوب بھی شوہر پر ہو گیا۔ واضح رہے کہ اگر بیوی شوہر کے گھر رہتے ہوئے شوہر کو وطی نہیں کرنے دیتی تو نفقہ واجب ہوگا کیونکہ احتباس موجود ہے اور خاوند زبردستی اس سے وطی کر سکتا ہے۔

(۳) اِنِ امْتَنَعَتْ مِنْ تَسْلِيْمِ نَفْسِهَا حَتّٰى يُعْطِيَهَا مَهْرَهَا فَلَهَا النَّفَقَةُ۔

(۳) اگر روک لے اپنے نفس کو سپرد کرنے سے یہاں تک کہ وہ اسکو اسکا مہر دے تو اس کیلئے نفقہ ہے۔

﴿بیوی مہر معجّل کی وجہ سے خود کو سپرد نہ کرے تو نفقہ کا حکم﴾

توضیح: اگر عورت اپنا معجّل مہر وصول کرنے کی غرض سے خود کو شوہر کے حوالے کرنے سے روک دیتی ہے تو اس صورت میں عورت کا نفقہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ شوہر پر واجب ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ عورت کو خود کا روکنا اپنے حق کی وجہ سے ہے تو احتباس کا فوت ہونا ایسی وجہ سے ہے جو شوہر کی طرف سے پیدا ہوئی ہے اس لئے یہ ایسا ہو گیا کہ احتباس فوت ہی نہیں ہوا لہذا نفقہ ساقط نہ ہو

Marfat.com

گا۔

(٤) اِنْ کَانَتِ الزَّوْجَۃُ صَغِیْرَۃً لَا یَسْتَمْتِعُ بِھَا فَلَا نَفَقَۃَ لَھَا وَ اِنْ سَلَّمَتْ اِلَیْہِ نَفْسَھَا ۔

(۴) اگر بیوی چھوٹی ہو نہ فائدہ اٹھا سکے اس سے تو اسکے لئے نفقہ نہیں ہے اور اگر چہ سپرد کر دے اسکی طرف اپنا نفس

﴿صغیرہ کے لئے نفقہ کا حکم﴾

توضیح: اگر بیوی اتنی چھوٹی بچی ہے کہ وہ جماع کے قابل نہیں ہے۔تو وہ خواہ خاوند کے مکان میں رہے یا نہ رہے، دونوں صورتوں میں جب تک کہ جماع کے قابل نہ ہو جائے شوہر پر نفقہ واجب نہیں ہے۔جمہور علماء اسی کے قائل ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ جماع کا ممتنع ہونا ایسی وجہ سے ہے کہ جو عورت میں موجود ہے یعنی صغیرہ کا خود کو اپنی شوہر کے سپرد نہ کرنا پس صغیرہ ناشزہ کی طرح ہوگئی، اور جو احتباس نفقہ کے وجوب کا سبب ہے وہ وہ ہے جو مقصود نکاح (جماع دواعی جماع) حاصل ہونے کا سبب ہو۔اور ایسا احتباس پایا نہیں گیا اس لئے شوہر پر نفقہ واجب نہ ہوگا۔

(٥) سَلَّمَتْ اِلَیْہِ نَفْسَھَا لٰکِنَّہٗ صَغِیْرٌ لَا یَقْدِرُ عَلَی الْوَطْیِ وَ ھِیَ کَبِیْرَۃٌ فَلَھَا النَّفَقَۃُ مِنْ مَّالِہٖ ۔

(۵) سپرد کر دا س کو اپنا نفس لیکن وہ چھوٹا ہے نہیں قدرت رکھتا وطی پر اور وہ عورت بڑی ہے تو اسکے لئے اسکے مال سے نفقہ ہے۔

﴿خاوند چھوٹا بچہ ہو تو نفقہ کا حکم﴾

توضیح: اگر شوہر نابالغ ہے جماع پر قادر نہیں ہے اور اس کی بیوی بالغہ ہے شوہر کے مہر سے اس کا نفقہ واجب ہوگا۔کیونکہ عورت کی طرف سے اپنے آپ کو سپرد کرنا پایا گیا۔اور عذر صرف شوہر کی طرف سے ہے۔لہذا جس طرح مقطوع الذکر اور نامرد کی بیوی کا نفقہ واجب ہوتا ہے، اسی طرح اس نابالغ کی بیوی کا نفقہ بھی واجب ہوگا۔

(٦) اِذَا حُبِسَتِ الْمَرْاَۃُ فِیْ دَیْنٍ اَوْ غَصَبَھَا رَجُلٌ کَرْھًا وَ ذَھَبَ بِھَا فَلَا نَفَقَۃَ لَھَا ۔

(٦) جب عورت قید کر دی گئی قرض میں یا اغواء کیا اسکو کسی آدمی نے زبردستی اور اسکو لے گیا تو اسکے لئے نفقہ نہیں ہے۔

﴿عورت دین اور قرض کی وجہ سے محبوس ہوگئی وجوب نفقہ کا حکم﴾

توضیح: اگر عورت دین اور قرض کی وجہ سے قید کر لی گئی تو اس کے واسطے نفقہ واجب نہیں ہوگا دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں احتباس زائل کرنا عورت کی جانب سے متحقق ہوا ہے کیونکہ اس نے قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کی جس کی وجہ سے اس کو قید کیا گیا پس یہ ایسا ہو گیا گویا اس نے اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کرنے سے روک لیا اور جو عورت بلا وجہ اپنے آپ کو شوہر کے حوالہ نہ کرے وہ ناشزہ (نافرمان) ہوتی ہے اور چونکہ ناشزہ کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے اس لئے اس عورت کا نفقہ بھی ساقط ہو جائے گا اور اگر احتباس زائل کرنا عورت کی جانب سے نہ ہو اس طرح پر کہ وہ قرضہ ادا کرنے سے عاجز ہے تب بھی شوہر کی جانب سے نہیں ہے لہذا شوہر

Marfat.com

سے نفقہ کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔

(۷) سَافَرَتْ لِلْحَجِّ مَعَ غَيْرِ الزَّوْجِ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا۔

(۷) سفر کیا عورت نے حج کا زوج کے علاوہ تو اس کے لئے نفقہ نہیں ہے۔

﴿بیوی شوہر کے علاوہ کسی محرم کے ساتھ حج کرے تو نفقہ واجب نہیں﴾

توضیح: اور اگر عورت نے بغیر شوہر کے علاوہ کسی اور اپنے محرم کے ساتھ حج کیا تو بھی اس کے لئے نفقہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں احتباس زائل کرنا عورت کی جانب سے ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ عورت کے لئے اس صورت میں نفقہ واجب ہوگا کیونکہ فریضہ حج ادا کرنا ایک عذر ہے مگر یہ واضح رہے کہ اس صورت میں شوہر پر حضر کا نفقہ واجب ہے سفر کا نفقہ واجب نہیں یعنی کھانے پر حضر میں جو اخراجات آتے ہیں وہی شوہر پر واجب ہوں گے اس لئے کہ سفر کے مصارف اقامت کے مصارف سے زیادہ ہوتے ہیں۔

(۸) مَرِضَتْ فِي مَنْزِلِ الزَّوْجِ فَلَهَا النَّفَقَةُ۔

(۸) مریض ہوگئی خاوند کے گھر میں تو اس کے لئے خرچہ ہے۔

﴿بیمار عورت کے لئے نفقہ واجب ہے﴾

توضیح: بیوی اگر اپنے شوہر کے گھر بیمار ہوگئی تو اس کے لئے نفقہ واجب ہے مرد خواہ مانع جماع ہو یا نہ ہو مگر یہ احتسانا ہے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اگر مانع جماع ہو عورت کا نفقہ واجب نہ ہونا چاہئے کیونکہ احتباس جماع کے لئے تھا جو بوجہ بیماری فوت ہوگیا اور چونکہ نفقہ احتباس کا عوض ہے اس لئے احتباس کے فوت ہونے سے نفقہ ساقط ہو جانا چاہئے وجہ احتسانا یہ ہے کہ احتباس ابھی بھی موجود ہے کیونکہ شوہر مریضہ بیوی سے بھی انس پاتا ہے اور اسے چھو کر لطف اندوز ہوتا ہے نیز وہ اس کے گھر کی حفاظت کرتی ہے اور مانع وطی اعرض کی وجہ سے ہے تو یہ مرض حیض کے مشابہ ہو گیا اور حیض میں نفقہ واجب ہوتا ہے اس لئے مرض میں بھی واجب ہوگا۔

(۹) تَزَوَّجَ الرَّجُلُ اَمَتَهٗ فَبَوَّأَهَا مَعَهٗ مَوْلَاهَا مَنْزِلًا فَعَلَيْهِ النَّفَقَةُ۔

(۱۰) تَزَوَّجَ الْعَبْدُ حُرَّةً بِإِذْنِ مَوْلَاهُ فَنَفَقَتُهَا دَيْنٌ عَلَيْهِ يُبَاعُ فِيهَا اِلَّا اِذَا اَنْفَقَ عَلَيْهَا مَوْلَاهُ مِنْ مَالِهٖ۔

(۹) شادی کی کسی آدمی نے لونڈی سے پس ٹھکانا دیا اسکو اس کے ساتھ اسکے مولی نے تو اس پر نفقہ ہے

(۱۰) شادی کی غلام نے آزاد عورت سے اپنے مولی کی اجازت کے ساتھ تو اسکا نفقہ اس پر لازم ہے جس میں وہ بیچا جائے گا مگر یہ کہ آقا اپنی طرف سے اس عورت پر خرچ کرے۔

س: اِمْرَأَةٌ كَانَ لَهَا خَادِمٌ فِي بَيْتِ اَبِيهَا قَبْلَ زَوَاجِهَا هَلْ يَجِبُ عَلَى زَوْجِهَا نَفَقَةُ خَادِمِهَا؟

ج: نَعَمْ يَجِبُ اِذَا كَانَ مُوْسِرًا وَلَا تَجِبُ النَّفَقَةُ لِاَكْثَرَ مِنْ خَادِمٍ وَّاحِدٍ۔

Marfat.com

س: کسی عورت کا خادم ہو اسکے باپ کے گھر میں اسکی شادی سے پہلے کیا واجب ہے اسکے خاوند پر اسکے خادم کا خرچہ؟

ج: ہاں واجب ہے جب مال دار ہو اور نہیں واجب ہوگا نفقہ ایک خادم سے زیادہ کا۔

توضیح: اگر شوہر مالدار ہو تو اس پر اس کی بیوی کے نفقہ کے ساتھ خادم کا نفقہ بھی واجب ہوگا، خادم کا نفقہ واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شوہر پر عورت کی کفایت واجب ہے اور عورت کی پوری کفایت خادم کا نفقہ واجب کرنے سے ہوگی، اس لئے عورت کے لئے اس کے خاوند کا نفقہ بھی ضروری ہے۔ پھر صرف ایک خادم کا نفقہ واجب ہے ایک سے زائد کا نفقہ واجب نہیں ہے یہ طرفین کے نزدیک ہے اور یہی قول جمہور علماء اور امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ تعالی کا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ شوہر پر عورت کے دو خادموں کا نفقہ فرض کیا جائے گا (کذا فی شرح الھدایہ)

س: رَجُلٌ اَعْسَرَ مِنْ نَّفْقَةِ امْرَأَتِهٖ هَلْ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا؟

ج: لَا يُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا، وَ يُقَالُ لَهَا: اِسْتَدِيْنِيْعَلَيْهِ فَاِذَا اَيْسَرَ يُؤَدِّيْهِ۔

س: کوئی آدمی تنگ دست ہو گیا اپنی بیوی کے خرچہ سے کیا انکے درمیان تفریق کی جائے گی؟

ج: انکے درمیان تفریق نہیں کی جائیگی اور عورت کو کہا جائیگا کہ تو قرض لے اسپر پس جب مالدار ہوگا تو ادا کرے گا۔

توضیح: اگر شوہر اپنی بیوی کے نفقہ سے عاجز ہو گیا تو اس وجہ سے ان کے درمیان تفریق نہ کی جائے، بلکہ قاضی عورت کو کہے گا کہ اپنے شوہر کے ذمہ پر قرض حاصل کرلے یعنی کسی سے اس شرط پر کھانے کا سامان لے لے کہ اس کی قیمت شوہر ادا کرے گا یا مالدار ہونے پر اس کے مال سے ادا کی جائے گی۔

س: قَضَى الْقَاضِيْ لَهَابِنَفْقَةِ الْاِعْسَارِ ثُمَّ اَيْسَرَ فَخَا صَمَتْهُ هَلْ يُتَمِّمُ لَهَا نَفْقَةُ الْاِيْسَارِ؟

ج: نَعَمْ يُتَمِّمُ لَهَاذٰلِكَ۔

س: فیصلہ کر دیا قاضی نے عورت کیلئے تنگ دستی کے خرچ کا پھر وہ مالدار ہو گیا پس اسنے اس سے جھگڑا کیا کیا پورا کرے گا اسکے لئے مال داری کا خرچہ؟

ج: ہاں پورا کر دے گا اس کے لئے۔

توضیح: اگر قاضی نے کسی عورت کے لئے خاوند کے تنگدست ہونے کی وجہ سے تنگی اور غربت کا نفقہ مقرر کیا پھر اس کے شوہر کو اللہ جل جلالہ نے خوشحال بنا دیا تو عورت نے قاضی کے پاس خوشحالی کے نفقہ کا دعوی کیا تو قاضی اس کے لئے خوشحالی والا نفقہ مقرر کر دے گا۔ دلیل یہ ہے کہ تنگی و فراخی کے مطابق نفقہ بدلتا رہتا ہے کیونکہ نفقہ پوری زندگی کے لئے یکبارگی واجب نہیں ہوتا بلکہ ہر روز تھوڑا تھوڑا واجب ہوتا ہے، اس لئے ہر دن شوہر اور بیوی کے حال اعتبار کیا جائے گا۔

س: مَضَتْ مُدَّةٌ لَمْ يُنْفِقِ الزَّوْجُ فِيْهَا عَلٰى زَوْجَتِهٖ وَ طَالَبَتْهُ بِمَا اَنْفَقَتْ عَلٰى نَفْسِهَا هَلْ يَجِبُ عَلَى الزَّوْجِ اَدَاءُ تِلْكَ النَّفْقَةِ؟

Marfat.com

ج :لَا شَيْئَ لَهَا فِي هٰذِهِ الصُّوْرَةِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الْقَاضِيْ فَرَضَ لَهَاالنَّفْقَةَ اَوْ صَالَحَتِ الزَّوْجُ عَلٰى مِقْدَارِ مَّا فَيَقْضِيْ لَهَا بِنَفْقَةِ مَامَضٰى ۔

س:ایک مدت گزرگئی کہ خاوند نے اس میں بیوی پرخرچ نہیں کیا مطالبہ کیا اس سے اس کا جوخرچ کیا عورت نے اپنے نفس پر کیا ادا جب ہوگا خاوند پر اس خرچ کا ادا کرنا؟

ج:اسکے لئے کچھ بھی نہیں اس صورت میں مگر یہ کہ قاضی نے مقرر کردیا ہو اس کیلئے خرچ یا مصالحت کرلے خاوند سے کسی مقدار پر تو قاضی اس کیلئے گزرے ہوئے (زمانہ) کے خرچ کا فیصلہ کرے گا۔(گزشتہ)

توضیح: ایک مدت تک شوہر نے بیوی کو خرچہ نہ دیا کچھ عرصہ گزرنے پر گزری ہوئی مدت کے نفقہ کا بھی بیوی نے خاوند سے مطالبہ کیا تو ہمارے نزدیک بیوی کو کچھ بھی نہیں دیا جائے گا، کیونکہ مدت گزرجانے کی وجہ سے شوہر کے ذمہ نفقہ قرض نہیں ہوتا، اس لئے قاضی گذشتہ نفقہ ادا کرنے کا حکم بھی نہیں دے گا سوائے دوصورتوں کے ایک تو یہ کہ قاضی نے عورت کے لئے نفقہ کی کوئی مقدار مقرر کردی ہو دوسری یہ کہ میاں سے اپنے نفقہ کی مقدار پر عورت سے صلح کرلی ہو تو قاضی گذشتہ نفقہ کا حکم دے گا۔

س :قَضٰى عَلَيْهِ بِالنَّفْقَةِ وَ لَمْ يُؤَدِّهَا حَتّٰى مَضَتْ شُهُوْرٌ ثُمَّ مَاتَ مَاحُكْمُ النَّفْقَةِ الَّتِيْ قَضٰى بِهَا عَلَيْهِ ؟

ج :سَقَطَتِ النَّفْقَةُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ ۔

س:فیصلہ کیا اس پرخرچ کا اور نہیں ادا کیا اس کو یہاں تک کہ گزرگئے کئی ماہ پھرفوت ہوگیا کیا حکم ہے اس نفقہ کا جس کا فیصلہ کیا اس پر؟

ج:ساقط ہوجائے گا خرچ اس صورت میں۔

س :اَعْطَاهَا نَفْقَةَ سَنَةٍ لِتُنْفِقَ عَلٰى نَفْسِهَا ثُمَّ مَاتَ اَحَدُهُمَا قَبْلَ تَمَامِ النَّفْقَةِهَلْ يُسْتَرَدُّمِنْهَا مَابَقِيَ ؟

ج :لَا يُسْترَ دُّ مِنْهَا بِشَيْئٍ ، وَهٰذَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَرَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ، وَ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى : يُحْتَسَبُ لَهَانَفْقَةُ مَا مَضٰى، وَمَا بَقِيَ مِنْهَا فَهُوَ لِزَوْجِهَا ۔

س:دیا اسکو خرچ ایک سال کا تاکہ اپنی ذات پر خرچ کرے پھر ان میں سے ایک فوت ہوگیا نفقہ کے تمام ہونے سے پہلے کیا واپس لیا جائے گا اس سے جو کچھ باقی ہے؟

ج:واپس نہیں لیا جائے گا اس سے کچھ اور یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور فرمایا امام محمدؒ نے حساب کرے اس سے پہلے گزرے ہوئے وقت کے نفقہ کا اور جو کچھ باقی رہے گا تو وہ خاوند کا

مسائل السکنیٰ

﴿رہائش کے مسائل﴾

توضیح: بیوی کے نفقہ کو بیان کرنے کے بعد سکنی کے احکام بیان کررہے ہیں۔

Marfat.com

س :قَدْ ذَكَرْتُمْ اَنَّهٗ يَجِبُ عَلَى زَوْجِ النَّفَقَةِ وَالسُّكْنٰى لِزَوْجَتِهٖ فَفِي اَيِّ بَيْتٍ يُسْكِنُهَا ؟

س:تحقیق تم نے ذکر کیا کہ نفقہ خاوند پر واجب ہے اور رہائش اس کی بیوی کے لئے پس کس گھر میں اس کو ٹھہرائے؟

ج :عَلَيْهِ اَنْ يُّسْكِنَهَا فِيْ بَيْتٍ مُفْرَدٍ لَيْسَ فِيْهِ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِهٖ اِلَّا اَنْ تَخْتَارَ ذٰلِكَ ۔

ج:اس پر لازم ہے کہ وہ اس کو اکیلے کمرہ میں ٹھہرائے جس میں اس کے اہل سے کوئی بھی نہ ہو مگر یہ کہ عورت پسند کر لے اسکو۔

توضیح :شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کو رہائش کے لئے ایسا گھر دے جس میں اس کے اہل سے کوئی رہائش رکھے ہوئے نہ ہو، ہاں اگر عورت خود شوہر کے اہل کے پاس رہنا پسند کرے تو پھر کوئی حرج نہیں اس کو اختیار ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ عورت کی ضروریات میں سے سکونت بھی ہے لہذا نفقہ کی طرح وہ بھی واجب ہے۔

س :اَسْكَنَهَا فِيْ بَيْتٍ وَّ يَاْتِيْهَا وَالِدَاهَا وَاَهْلُهَا وَاَوْلَادُهَا مِنْ غَيْرِهٖ هَلْ يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يَّمْنَعَهُمْ مِنَ الدُّخُوْلِ عَلَيْهَا؟

ج :يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يَّمْنَعَهُمْ مِنَ الدُّخُوْلِ عَلَيْهَا ، وَلٰكِنْ لَا يَمْنَعُهُمْ مِنَ النَّظْرِ اِلَيْهَا وَلَامِنْ كَلَامِهِمْ مَعَهَا فِيْ اَيِّ وَقْتٍ اخْتَارُوْا ۔

س:اسکو ٹھہرادیا اکیلے مکان میں اور آتے ہیں اسکے پاس اسکے والدین اور دوسرے رشتہ دار اور اولادہ اسکے علاوہ کی کیا جائز ہے اس کے لئے کہ ان کو روکے اس پر داخل ہونے سے؟

ج:اسکے لئے جائز ہے کہ اسکو منع کرے اس پر داخل ہونے سے اور لیکن نہیں منع کرے گا ان کو اسکی طرف دیکھنے سے اور نہ ان کو بات کرنے سے ان کے ساتھ جس وقت بھی وہ چاہیں۔

توضیح: شوہر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے مکان میں بیوی کے پاس اس کے رشتہ داروں کو آنے کی اجازت نہ دے خواہ وہ بیوی کے والدین یا دوسرے شوہر سے اس کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو،اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ گھر شوہر کی ملکیت ہے لہذا اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ذاتی ملکیت میں کسی کو داخل نہ ہونے دے البتہ اگر بیوی کے والدین وغیرہ اس کو دیکھنا یا بات کرنا چاہیں تو شوہر ان کو اس سے منع نہیں کر سکتا، کیونکہ اس سے قطع رحمی لازم آتی ہے جو کہ حرام ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد مبارک (لا یدخل الجنۃ قاطع) قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔

مَسَائِلُ النَّفَقَةِ وَالسُّكْنٰى لِلْمُعْتَدَّةِ

﴿معتدہ کے لئے خرچ اور رہائش کے مسائل﴾

س :اَلْمُعْتَدَّةُ مَنْ يُّنْفِقُ عَلَيْهَا فِيْ عِدَّتِهَا ؟

ج :اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ فَلَهَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى عَلٰى زَوْجِهَا الَّذِيْ طَلَّقَهَا رَجْعِيًّا كَانَ الطَّلَاقُ اَوْ بَائِنًا، وَاَمَّا الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا فَلَا تَجِبُ لَهَا النَّفَقَةُ فِيْ مَالِ زَوْجِهَا وَ تُنْفِقُ مِمَّا نَالَتْ مِنْ مِّيْرَاثِهَا ۔

Marfat.com

س: معتدہ پر اس کی عدت میں کون خرچ کرے گا؟

ج: جب طلاق دے دی خاوند نے اپنی بیوی کو تو اسکے لئے نفقہ اور رہائش اس خاوند پر جس نے اسکو طلاق دی ہے خواہ وہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو اور بہر حال جس عورت کا خاوند فوت ہو گیا تو اسکے لئے نفقہ واجب نہیں ہے اسکے خاوند کے مال میں اور خرچ کرے گی اس سے جو اس نے پایا اسکی میراث سے۔

توضیح: اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی خواہ طلاق رجعی دی ہو یا طلاق بائن تو عورت کی عدت میں اس کے لئے نفقہ اور سکنی واجب ہوگا دلیل یہ ہے کہ طلاق رجعی کے بعد عدت تک نکاح قائم رہتا ہے رہی مطلقہ بائنہ اس کے لئے بھی احتباس کی وجہ سے سکنی واجب ہے کیونکہ عدت بچہ کی حفاظت کے لئے واجب ہوتی ہے احتباس موجود ہے اس لئے نفقہ بھی واجب ہوگا اور سکنی بھی۔

س :هَلْ تَسْقُطُ نَفْقَةُ الْمُطَلَّقَةِ فِيْ وَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ ؟

ج :اِذَا جَاءَتِ الْفُرْقَةُ مِنْ جِهَةِ الْمَرْأَةِ بِمَعْصِيَّةٍفَلَا نَفْقَةَ لَهَا ، كَمَا اِذَا ارْتَدَّتْ عَنِ الْاِسْلَامِ (والعياذ بالله) اَوْ مَكَّنَتِ ابْنَ زَوْجِهَا قَبْلَ الطَّلَاقِ فَاِنَّ نَفْقَتَهَا تَسْقُطُ ۔

س: کیا ساقط ہو جائے گا نفقہ مطلقہ کا وجہوں میں سے کسی وجہ میں؟

ج: جب فرقت آ گئی عورت کی جہت سے کسی گناہ کی وجہ سے تو اسکے لئے نفقہ نہیں ہے جیسا کہ اسلام سے مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ) یا اپنے خاوند کے بیٹے کو قدرت دے طلاق سے پہلے پس بے شک اس کا خرچہ ساقط ہو جائے گا۔

توضیح: اگر عورت طلاق سے پہلے اپنے شوہر کے بیٹے کو خود پر قدرت علی الجماع دے دیتی ہے تو وہ نفقہ کی حقدار نہ ہوگی، خاوند سے اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

س :فَاِنْ مَكَّنَتِ ابْنَ زَوْجِهَابَعْدَ الطَّلَاقِ مَاذَا حُكْمُهٗ؟

ج :لَهَا النَّفْقَةُ فِيْ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ ۔

س: پس اگر قوت دے اپنے خاوند کے بیٹے کو طلاق کے بعد اس کا کیا حکم ہے؟

ج: اسکے لئے خرچہ ہے اس صورت میں۔

توضیح: اگر خاوند نے طلاق دے دی طلاق کے بعد عورت خاوند کے بیٹے کو خود پر قدرت علی الجماع دیتی ہے تو اس صورت میں خاوند سے اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا۔

نَفْقَةُ الْاَوْلَادُ

اولاد کا خرچ

س :اِذَا كَانَ وَلَدٌبَيْنَ زَوْجَيْنِ ذَكَرًا كَانَ اَوْ اُنْثٰى عَلٰى مَنْ تَجِبُ نَفْقَتُهٗ ؟

Marfat.com

ج :نَفَقَةُ الْاَوْلَادِ الصِّغَارِ عَلَى الْاَبِ لَا يُشَارِكُهٗ فِيْهَا اَحَدٌ ، كَمَا لَا يُشَارِكُ الرَّجُلَ فِيْ نَفَقَةِ زَوْجَتِهٖ اَحَدٌ ۔

س: جب ہو بچہ میاں بیوی کے درمیان خواہ مذکر ہو یا مؤنث کس پر نفقہ واجب ہوگا؟

ج: چھوٹی اولاد کا خرچہ باپ کے ذمہ ہے نہیں شریک ہوگا اسکا اس میں کوئی ایک جیسا کہ نہیں شریک ہوگا آدمی کے ساتھ اسکی بیوی کے خرچ میں کوئی ایک۔

س :لِمَ قَيَّدْتُمُ الْاَوْلَادَ بِالصِّغَارِ ؟

ج :لِاَنَّ الْكُبَّارَ مِنَ الْاَوْلَادِ الذُّكُوْرِ لَا يَجِبُ نَفَقَتُهُمْ عَلٰى اَبِيْهِمْ ، لِكَوْنِهِمْ قَادِرِيْنَ عَلَى الْكَسْبِ بِاَنْفُسِهِمْ ، اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الْاِبْنُ الْكَبِيْرُ زَمِنًا فَاِنَّ نَفَقَتَهٗ يَجِبُ عَلٰى اَبَوَيْهِ اَثْلَاثًا ، عَلَى الْاَبِ الثُّلُثَانِ وَ عَلَى الْاُمِّ الثُّلُثُ ، وَ تَجِبُ نَفَقَةُ الْاِبْنَةِ الْبَالِغَةِ الَّتِيْ لَا زَوْجَ لَهَا عَلٰى اَبَوَيْهَا اَثْلَاثًا اَيْضًا ، هٰذَا اِذَا كَانَ الْاِبْنُ الْكَبِيْرُ الزَّمِنُ وَالْاِبْنَةُ الْكَبِيْرَةُ مُسْلِمَيْنِ ۔

س: کیوں قید لگائی تم نے چھوٹی اولاد کی؟

ج: اسلئے کہ بڑی مذکر اولا کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہے کیونکہ وہ کمانے پر قادر ہیں خود بخود مگر یہ کہ بالغ لڑکا بیمار ہو پس بے شک اس کا نفقہ تین حصوں میں ماں باپ پر واجب ہوگا باپ پر دو تہائی اور ماں پر ایک تہائی اور بالغہ بیٹی کا نفقہ واجب ہے جس کا خاوند نہ ہو اسکے ماں باپ پر تین حصوں میں نیز یہ جب ہے کہ بالغ اپاہج ہو اور بالغہ مسلماں ہو۔

س :تَجِبُ نَفَقَةُ الْاَوْلَادِ الصِّغَارِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ اَمْ فِيْ ذٰلِكَ تَفْصِيْلٌ ؟

ج :نَفَقَتُهُمْ تَجِبُ عَلٰى اَبِيْهِمْ اِذَا لَمْ يَمْلِكُوْا الْمَالَ لِاَنْفُسِهِمْ فَاِنْ كَانَ فِيْ مِلْكِهِمْ مَالٌ يُنْفَقُ عَلَيْهِمْ مِنْ مَّالِهِمْ۔

س: کیا واجب ہوگا چھوٹی اولاد کا نفقہ تمام احوال میں یا اس میں کوئی تفصیل ہے؟

ج: انکا خرچہ واجب ہوگا انکے باپ پر جب وہ مال کے مالک نہ ہوں اپنے نفسوں کے لئے پس اگر ہو ان کے ملک میں مال ان کے مال سے خرچ ان پر کیا جائے گا۔

س : كَيْفَ يُتَصَوَّرُ اَنْ يَّكُوْنَ لِلصَّغِيْرِ مَالٌ اِنَّهٗ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْكَسْبِ ؟

ج :هٰذَا يُمْكِنُ فِيْمَا اِذَا وَهَبَ وَاهِبٌ لِلصَّغِيْرِ مَالًا فِيْ حَيَاتِهٖ ، اَوْ اَوْصٰى لَهٗ بِالْمَالِ اَنْ يُّعْطٰى لَهٗ بَعْدَ وَفَاتِهٖ ،اَوْ يَحْصُلَ لَهُ الْمَالُ بِالْاِرْثِ ۔

س: کیسے تصور ہو سکتا ہے کہ بچہ کے لئے مال ہوگا باوجود اس کے کہ وہ کمانے پر قادر نہیں ہے؟

ج: یہ ممکن ہے اس صورت میں کہ کوئی ہبہ کردے بچہ کو مال اپنی زندگی میں یا وصیت کردے اسکے لئے مال کی کہ دیا جائے اسکو اسکی وفات کے بعد یا حاصل ہو جائے اسکو مال وراثت کے ساتھ۔

Marfat.com

نَفَقَةُ الْوَالِدَيْنِ

﴿والدین کا خرچہ﴾

س :عَلٰى مَنْ تَجِبُ نَفَقَةُ الْوَالِدَيْنِ ؟

ج :اِذَا كَانَ لِاَحَدٍ مَالٌ يَمْلِكُه، فَهُوَيُنْفِقُ مِنْهُ عَلٰى نَفْسِهٖ شَابًّا كَانَ اَوْشَيْخًا رَجُلًا كَانَ اَوِ امْرَأَةً وَ يَدْخُلُ فِيْ هٰذَا الْعُمُوْمِ الْوَالِدَانِ وَغَيْرِهِمَا اِلَّا الزَّوْجَة فَاِنْ نَفَقَتُهَا تَجِبُ عَلٰى زَوْجِهَا وَاِنْ كَانَتْ غَنِيَّةً ، فَاِنْ كَانَ اَحَدُ الْوَالِدَيْنِ فَقِيْرًا اَوْ كِلَاهُمَا فَقِيْرَيْنِ يَجِبُ نَفَقَتُهُمَا عَلَى الْاَوْلَادِ وَلَا يُشَارِكُ الْوَلَدَ فِيْ نَفَقَةِ اَبَوَيْهِ اَحَدٌ، وَ كَمَا تَجِبُ نَفَقَةُ الْوَالِدَيْنِ تَجِبُ نَفَقَةُ الْاَجْدَادِ وَالْجَدَّاتِ اَيْضًا اِذَا كَانُوْ فُقَرَاء

س: والدین کا خرچہ کس پر واجب ہوگا؟

ج: جب ہو کسی کے لئے مال کہ مالک ہو اسکا تو خرچ کرے اس سے اپنی ذات پر جوان ہو یا بوڑھا ہو مرد ہو یا عورت ہو اور داخل ہونگے اس کے عموم میں والدین اور ان کے علاوہ مگر بیوی کا خرچہ اسکے خاوند پر واجب ہوتا ہے اور اگر چہ وہ مال دار ہو پس اگر والدین میں سے ایک فقیر ہو یا دونوں فقیر ہوں واجب ہوگا انکا خرچہ اولاد پر اور والدین کے خرچہ (کرنے) میں کوئی اولاد کا شریک نہ ہوگا اور جیسا کہ والدین کا خرچہ واجب ہوتا ہے واجب ہوگا دادا کا خرچہ اور دادیوں کا بھی جب وہ فقیر ہوں۔

س :رَجُلٌ غَائِبٌ وَلَه، مَالٌ فِيْ يَدِاَبَوَيْهِ فَاَنْفَقَا مِنْهُ عَلٰى اَنْفُسِهِمَاهَلْ يَضْمَنَانِ ذٰلِكَ ؟

ج :لَايَضْمَنَانِ ۔

س: کوئی آدمی غائب ہے اور اسکا مال اسکے والدین کے ہاتھ میں ہے پس خرچ کیا انہوں نے اس سے خود پر کیا وہ ضامن ہونگے ؟

ج: نہیں ضامن ہونگے۔

س :كَانَ لِلْغَائِبِ مَالٌ فَبَاعَ اَبَوَاهُ مَتَاعَه، اَوْ عِقَارَه، لِيَنْفَقَا عَلٰى اَنْفُسِهِمَا هَلْ يَجُوْزُ لَهُمَا ذٰلِكَ ؟

ج :اِنْ بَاعَا مَتَاعَه، لِاَ حْتِيَاجِهِمَا اِلَى النَّفَقَةِ جَازَ ذٰلِكَ لَهُمَا عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى ، وَاِنْ بَاعَا الْعِقَارَ لَمْ يَجُزْ ۔

س: کسی غائب کیلئے مال تھا تو اس کے والدین نے اسکے سامان کو بیچ دیا یا اسکی زمین کو تا کہ خرچ کریں اپنے اوپر کیا انکے لئے یہ جائز ہے؟

ج: اگر ان دونوں نے بیچ دیا اس سامان کو نفقہ کی طرف محتاج ہونے کی وجہ سے تو جائز ہے انکے لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اگر انہوں نے زمین بیچی تو جائز نہیں۔

س :رَجُلٌ غَائِبٌ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ اَبَوَاهُ لِنَفَقَتِهِمَا هَلْ يَقْضِى الْقَاضِيْ اَنْ يُنْفِقَا عَلَيْهِمَا مِن مَّالِه ؟

Marfat.com

س: ایک آدمی غائب ہے اس کے نفقہ کی طرف اس کے والدین محتاج ہیں کیا فیصلہ کرے گا قاضی کہ والدین خود اس کے مال سے خرچ کریں؟

ج: نَعَمْ يَقْضِي الْقَاضِيْ بِذٰلِكَ۔

ج: جی ہاں فیصلہ کرے گا قاضی۔

س: لِلْاِبْنِ الْغَائِبِ مَالٌ فِيْ يَدِ اَجْنَبِيٍّ فَاَنْفَقَ ذٰلِكَ الْاَجْنَبِيُّ عَلٰى وَالِدَيْهِ هَلْ يَضْمَنُ؟

ج: اِنْ اَنْفَقَ بِاِذْنِ الْقَاضِيْ لَا يَضْمَنُ، وَاِنْ اَنْفَقَ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ يَضْمَنُ۔

س: غائب بیٹے کا مال کسی اجنبی کے ہاتھ میں ہے پس خرچ کرتا ہے وہ اجنبی اسکے والدین پر کیا ضامن ہوگا وہ؟

ج: اگر خرچ کیا قاضی کی اجازت کے ساتھ نہیں ضامن ہوگا اور اگر خرچ کیا اسکی اجازت کے بغیر تو ضامن ہوگا۔

س: هَلْ يَجِبُ النَّفَقَةُ لِاَحَدٍ مَعَ اخْتِلَافِ الدِّيْنِ؟

ج: لَا تَجِبُ النَّفَقَةُ عَلٰى اَحَدٍ مَعَ اخْتِلَافِ الدِّيْنِ اِلَّا لِلزَّوْجَةِ وَالْاَبَوَيْنِ وَالْاَجْدَادِ وَ الْجَدَّاتِ وَالْوَلَدِ وَوَلَدِ الْوَلَدِ، وَ نَفَقَةِ غَيْرِ هٰؤُلَاءِ مِنَ الْاَقَارِبِ لَا يَجِبُ مَعَ اخْتِلَافِ الدِّيْنِ كَمَا لَا تَجِبُ عَلَى الْفَقِيْرِ لِغَيْرِهِمْ۔

س: کیا واجب ہوگا نفقہ کسی ایک کے لئے اختلاف دین کے ساتھ؟

ج: نفقہ واجب نہیں ہے کسی ایک پر اختلاف دین ہونے میں مگر بیوی اور والدین اور دادے اور دادیاں اور اولاد اور اولاد کی اولاد اور ان کے علاوہ اقارب کا نفقہ واجب نہیں اختلاف دین کی وجہ سے جیسا کہ نہیں واجب ہوتا فقیر پر ان کے علاوہ کا۔

س: كَيْفَ يُتَصَوَّرُ اَنْ يَّكُوْنَ دِيْنُ الْوَلَدِ الصَّغِيْرِ مُخَالِفًا لِدِيْنِ اَبِيْهِ؟

ج: صُوْرَتُهٗ اَنْ يَّتَزَوَّجَ ذِمِّيٌّ ذِمِّيَّةً فَوَلَدَتْ وَلَدًا ثُمَّ اَسْلَمَتْ وَ لَمْ يُسْلِمْ اَبُوْهُ فَهٰذَا الْوَلَدُ يَكُوْنُ مُسْلِمًا تَبَعًا لِاُمِّهِ الْمُسْلِمَةِ فِيْ دِيْنِهَا، وَ نَفَقَةُ ذٰلِكَ الْوَلَدِ يُقْضٰى بِهٖ عَلٰى اَبِيْهِ الْكَافِرِ۔

س: کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ ہو چھوٹے بیٹے کا دین مخالف اس کے والدین کے دین سے؟

ج: اسکی صورت یہ ہے کہ شادی کی ذمی نے ذمیہ عورت سے پس بچہ پیدا ہوا پھر وہ مسلمان ہوگئی اور اسکا باپ مسلمان نہ ہوا تو یہ بچہ ہوگا مسلمان اپنی مسلمان ماں کے دین کے تابع ہوگا اور اس بچہ کے نفقہ کا فیصلہ کیا جائے گا اس کے کافر باپ پر۔

﴿ فائدة ﴾

اِذَا غَابَ الرَّجُلِ وَلَهٗ مَالٌ فِيْ يَدِ رَجُلٍ يَعْتَرِفُ بِهٖ وَ بِاَنَّ فُلَانَةً زَوْجَتُهٗ فَرَضَ الْقَاضِيْ فِيْ ذٰلِكَ الْمَالِ نَفَقَةُ الزَّوْجَةِ وَاَوْلَادِهِ الصِّغَارِ وَ وَالِدَيْهِ، وَ يَأْخُذُ مِنَ الزَّوْجَةِ كَفِيْلًا بِهَا، وَلَا يَقْضِيْ بِالنَّفَقَةِ فِيْ مَالِ الْغَائِبِ اِلَّا هٰؤُلَاءِ۔

اگر غائب ہو آدمی اور اسکا مال کسی آدمی کے ہاتھ میں ہو وہ اسکا اقرار کرتا ہو کہ فلاں اس کی بیوی ہے مقرر کردے گا قاضی اس مال

Marfat.com

میں بیوی اور اسکی چھوٹی اولاد کا خرچہ اور اس کے والدین اور لے گا زوجہ سے کفیل اس کا اور نہ فیصلہ کرے گا خرچہ کا غائب کے مال میں مگر انہی کا۔

نفقة ذوى الارحام

﴿ذوی الارحام کا نفقہ﴾

س :هَلْ تَجِبُ النَّفَقَةُ لِغَيْرِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَوْلَادِ مِنَ الْاَقَارِبِ ؟

ج :يَجِبُ النَّفْقَةُ عَلَى الْاَقَارِبِ بِقَدْرِ اِرْثِهِمْ لِكُلِّ ذِيْ رَحْمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ اِذَا كَانَ صَغِيْرًا فَقِيْرًا اَوْ كَانَتْ اِمْرَأَةً بَالِغَةً فَقِيْرَةً اَوْ كَانَ ذَكَرًا زَمِنًا اَوْ اَعْمٰى فَقِيْرًا

س: کیا نفقہ واجب ہے والدین اور اولاد کے علاوہ رشتہ داروں کا؟

ج: رشتہ داروں کے ذمہ ان کے ہر ذی رحم محرم کا خرچہ بقدر ارث واجب ہوگا۔ جب چھوٹا ہو فقیر ہو یا عورت بالغہ فقیرہ ہو یا لڑکا اپاہج ہو یا نابینا فقیر ہو۔

﴿ فائدة ﴾

اِذَا قَضَى الْقَاضِيْ عَلٰى رَجُلٍ بِالنَّفَقَةِ لِلْوَلَدِ وَالْوَالِدَيْنِ وَ لِذَوِى الْاَرْحَامِ فَمَضَتْ مُدَّةٌ لَمْ يُنْفِقْ عَلَيْهِمْ سَقَطَتِ النَّفَقَةُ اِلَّا اَنْ يَأْذَنَ لَهُمُ الْقَاضِيْ فِي الْاِسْتِدَانَةِ عَلَيْهِ ۔

جب قاضی نے کسی آدمی پر فیصلہ کر دیا خرچ کا اولاد اور والدین اور ذوی الارحام کے خرچ کا پس گزر گئی مدت نہ خرچ کیا ان پر ساقط ہو جائے گا نفقہ مگر یہ کہ اجازت دے انکو قاضی اس پر قرض لینے میں۔

نَفَقَةُ الْمَمَالِيْكِ

﴿غلاموں لونڈیوں کا خرچہ﴾

س :رَجُلٌ فِيْ مِلْكِه عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ هَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ نَفَقَتُهُمَا ؟

ج :عَلَيْهِ اَنْ يُنْفِقَ عَلٰى عَبْدِهٖ وَاَمَتِهٖ ، فَاِنِ امْتَنَعَ مِنْ ذٰلِكَ وَ كَانَ لَهُمَا كَسْبٌ اِكْتَسَبَا وَ اَنْفَقَا مِنْهُ ، وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُمَا كَسْبٌ اَجْبَرَ الْقَاضِيُ الْمَوْلٰى عَلٰى بَيْعِهِمَا ۔

س: کسی آدمی کے ملک میں غلام ہے یا لونڈی کیا اس پر ان دونوں کا نفقہ واجب ہے؟

ج: اس پر لازم ہے کہ خرچ کرے اپنے غلام اور لونڈی پر پس اگر وہ رک جائے اس سے اور انکے لئے کوئی کام ہو تو کام کریں اور

Marfat.com

اس پر خرچ کریں اور اگر نہ ہوں انکے لئے کوئی کام مجبور کرے قاضی مولی کو انکے بیچ دینے پر۔

اِرْضَاعُ الْاَوْلَادِ وحِضَانَتِهِمْ

(اولاد کے دودھ پلانے اور ان کی پرورش کا بیان)

س :رَضِيْعٌ بَيْنَ اَبَوَيْنِ مَنْ يُّرْضِعُهٗ وَ مَنْ يَّسْتَرْضِعُهٗ ؟

ج :لَوْ رَضِيَتْ اُمُّهٗ بِاِرْضَاعِهٖ فَهٰذَا اَحْسَنُ لِلْوَلَدِ وَ اَطْيَبُ ، لٰكِنْ لَّايَجِبُ عَلَيْهَا ذٰلِكَ ، فَاِنْ اَبَتْ يَسْتَأْجِرُ لَهُ الْاَبُ مَنْ تُرْضِعُهٗ عِنْدَ اُمِّهٖ۔

س:دودھ پینے والا بچہ ماں اور باپ کے درمیان ہے کون اسکو دودھ پلائے گا اور کون اسکو دودھ پلوائے گا (دایہ دودھ پلانے والی سے)

ج:اگر راضی ہو جائے اس کی ماں اس کے دودھ پلانے پر تو یہ بچہ کے لئے بہت اچھا اور پاکیزہ ہے لیکن اس پر واجب نہیں ہے یہ پس اگر انکار کردے تو اجرت پر لے اسکا باپ دودھ پلانے والی کو اسکی ماں کے پاس۔

س :اَلَا يَجُوْزُ لِاُمِّهٖ اَنْ تُرْضِعَهٗ بِالْاُجْرَةِ كَمَا تُرْضِعُهُ امْرَأَةٌ اُخْرٰى ؟

ج :اِنْ كَانَتِ الْمُرْضِعَةُ زَوْجَةُ اَبِيْهِ اَوْ مُعْتَدَّتُهُ الَّتِيْ تَأْخُذُ نَفَقَتَهَا لَايَجُوْزُ لَهُمَا اَخْذُ الْاُجْرَةِعَلٰى اِرْضَاعِ وَلَدِهِمَا، لِاَنَّ نَفَقَتَهُمَا وَاجِبَةٌ عَلٰى اَبِيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ اُخْرٰى ، فَاِنْ اَرْضَعَتُ الْمُطَلَّقَةُ عَلَى الْاُجْرَةِ وَلَدَهَا بَعْدَ اِنْقِضَاءِ عِدَّتِهَا جَازَ لَهَاذٰلِكَ ۔

س: کیا جائز نہیں ہے ماں کیلئے کہ وہ اجرت کے ساتھ دودھ پلائے جیسا کہ دوسری عورت دودھ پلائے گی؟

ج:اگر مرضعہ اسکے باپ کی بیوی یا وہ معتدہ ہو جب اپنا خرچ لے رہی ہے تو جائز نہیں ہے ان کے لئے اجرت لینا اپنے بچہ کو دودھ پلانے پر اس لئے کہ نفقہ واجب ہے اس کے باپ پر دوسری جہت سے پس اگر دودھ پلایا مطلقہ نے اجرت پر اپنے بچوں کو اپنی عدت پوری کر لینے کے بعد اس کے لئے یہ جائز ہے۔

س :جَاءَ الْاَبُ بِمُرْضِعَةٍ عَلَى الْاُجْرَةِفَرَضِيَتُ الْاُمُّ الَّتِيْ اِنْقَضَتْ عِدَّتُهَا بِمِثْلِ اُجْرَةِ الْاَجْنَبِيَّةِ مَنْ تَكُوْنُ اَحَقُّ بِالْاِرْضَاعِ ؟

ج :كَانَتِ الْاُمِّ اَحَقُّ بِاِرْضَاعِ وَلَدِهَا ۔

س:اجرت پر لایا باپ دودھ پلانے والی پس وہ ماں راضی ہوگئی جس کی عدت ختم ہو چکی اجنبیہ کی اجرت کے برابر کون زیادہ حق دار ہوگی دودھ پلانے کی؟

ج:ماں زیادہ حق دار ہوگی اپنے بچہ کو دودھ پلانے کی۔

Marfat.com

س :وَلَوْ طَلَبَتِ الْاُمُّ اُجْرَةً زَائِدَةً عَلٰى مَارَضِيَتْ بِهِ الْاَجْنَبِيَّةُ هَلْ يُجْبَرُ الْوَالِدُ عَلَى الْاِسْتِرْضَاعِ مِنَ الْاُمِّ ؟

ج :لَا يُجْبَرُ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

س:اوراگر مطالبہ کیاماں نے زیادہ اجرت کااس پرجس کے ساتھ اجنبیہ راضی ہوگئی تو کیا مجبور کرے گاوالد ماں کودودھ پلانے پر؟

ج: مجبورنہیں کیاجائے گااس پر۔

س :وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ فَمَنْ اَحَقُّ بِالْوَلَدِ ؟

ج :اَلْاُمُّ اَحَقُّ بِالْوَلَدِ فَاِنْ لَّمْ تَكُنِ الْاُمُّ فَاُمُّ الْاُمِّ اَوْلٰى مِنْ اُمِّ الْاَبِ ، فَاِذَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ اُمُّ الْاُمِّ فَاُمُّ الْاَبِ اَوْلٰى مِنَ الْاَخَوَاتِ ، فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ اُمُّ الْاَبِ فَالْاَخَوَاتُ اَوْلٰى مِنَ الْعَمَّاتِ وَالْخَالَاتِ ، وَتُقَدَّمُ الْاُخْتُ مِنَ الْاَبِ وَالْاُمِّ ثُمَّ الْاُخْتُ مِنَ الْاُمِّ ثُمَّ الْاُخْتُ مِنَ الْاَبِ، ثُمَّ الْخَالَاتُ اَوْلٰى مِنَ الْعَمَّاتِ ،ثُمَّ الْعَمَّاتُ، وَتنزل العمات و الْخَالَاتُ كَمَا نَزَلَتِ الْاَخَوَاتُ فِي الْمَرَاتِبِ الثَّلَاثِ ۔

س:فرقت واقع ہوگئی میاں بیوی کے درمیان تو اولاد کا زیادہ حق دار کون ہے؟

ج:ماں اولاد کی زیادہ حق دار ہے پس اگر ماں نہ ہو تو نانی زیادہ حق دار ہے دادی سے پس جب نہ ہو اس کی نانی تو دادی زیادہ حق دار ہے بہنوں سے پس اگر نہ ہو دادی تو بہنیں زیادہ حق دار ہیں پھوپھیوں اور خالاؤں سے اور مقدم ہوگی حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر علاتی بہن پھر خالائیں زیادہ حق دار ہونگی پھوپھیوں سے اور اتریں گی پھوپھیاں اور خالائیں جیسا کہ اتریں بہنیں تینوں مرتبوں میں۔

س :هَلْ يَسْقُطُ حَقُّ الْحِضَانَةِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْهِ ؟

ج : كُلُّ مَنْ تَزَوَّجَتْ مِنْ هٰؤُلَاءِ سَقَطَتْ حَقُّهَا فِي الْحِضَانَةِ اِلَّا الْجَدَّةَ اِذَا كَانَ زَوْجُهَا الْجَدُّ ، وَكَذَا الْاُمُّ لَا يَسْقُطُ حَقُّهَا اِذَا تَزَوَّجَتْ بِمَنْ هُوَ مَحْرَمٌ مِّنَ الْوَلَدِ كَمَا اِذَا تَزَوَّجَتْ عَمَّهٗ ۔

س: کیاساقط ہو جائے گاحضانت (پرورش) کاحق وجوہ میں سے کسی وجہ کے ساتھ؟

ج: ہر وہ جو شادی کرے گی ان سے تو ساقط ہو جائے گا اس کا حق حضانت مگر دادی جب ہو اسکا خاوند دادا اور اسی طرح ماں ساقط نہیں ہوتا اس کا حق جب شادی کرے اس شخص کے ساتھ جو محرم ہے جیسا کہ شادی کرے اس (بچہ) کے چچا سے۔

س :اَلْاُمُّ لَاتَاخُذُ الْوَلَدَ فِي حِضَانَتِهَا وَ لَيْسَ غَيْرُهَا مَنْ يُّحْضِنُ الْوَلَدَ مِنَ النِّسْوَةِ كَيْفَ يُحْكَمُ فِي ذٰلِكَ ؟

ج :تُجْبَرُ الْاُمُّ عَلٰى حِضَانَتِهٖ ۔

س:ماں بچہ نہیں لیتی اپنی پرورش میں اور اسکے علاوہ کوئی نہیں جو پرورش کرے بچہ کی عورتوں میں سے کیسے فیصلہ ہوگا اس میں؟

ج: مجبور کی جائے گی ماں اس کی پرورش پر۔

س :اِنْ لَّمْ يَكُنِ امْرَاَةٌ تَحْضِنُ الْوَلَدَ مِنْ اَهْلِهٖ وَ اخْتَصَمَ فِيْهِ الرِّجَالُ فَمَنْ يُّحْضِنُهٗ مِنْهُمْ ؟

ج :اَوْلٰهُمْ بِهٖ اَقْرَبُهُمْ تَعْصِيْبًا ۔

Marfat.com

س: اگر نہ ہو کوئی عورت کہ پرورش کرے بچہ کی اس کے اہل میں سے اور جھگڑے اس میں آدمی پس کون پرورش کرے گا اس کی ان میں سے؟

ج: ان میں زیادہ حق دار سب سے زیادہ قریبی عصبہ، ہے۔

س :اِلٰی کَمْ مُدَّۃٍ تَسْتَحِقُّ النِّسَاءُ الْحِضَانَۃَ ؟

ج :اَلْاُمُّ وَالْجَدَّۃُ اَحَقُّ بِالْغُلَامِ حَتّٰی یَاْکُلَ وَحْدَہٗ وَ یَشْرِبَ وَ حْدَہٗ وَ یَلْبِسَ وَ حْدَہٗ وَ یَسْتَنْجِیْ وَحْدَہٗ وَ تَسْتَحِقَّانِ حِضَانَۃَ الْجَارِیَۃِ حَتّٰی تَحِیْضَ وَ مَنْ سِوَی الْاُمِّ وَ الْجَدَّۃِ مِنَ النِّسَاءِ تَسْتَحِقُّ حِضَانَۃَ الْجَارِیَۃِ اِلٰی اَنْ تَبْلُغَ حَدًّا تَشْتَھٰی ۔

س: کتنی مدت تک مستحق ہونگی عورتیں پرورش کی؟

ج: ماں اور دادی زیادہ حق دار ہیں بچہ کی یہاں تک کہ خود کھانے اور پینے لگ جائے اور لباس پہنے خود استنجاء کرے خود اور مستحق ہونگی لڑکی کی پرورش کی بالغ ہونے تک اور جو ماں اور دادی کے علاوہ عورتیں ہیں مستحق ہونگی لڑکی کی پرورش کی حد شہوت کے پہنچنے تک۔

س :مَاحُکْمُ الْکِتَابِیَۃِ الَّتِیْ وَلَدَتْ تَحْتَ مُسْلِمٍ فِیْ اسْتِحْقَاقِ وَلَدِھَا الْمُسْلِمِ ؟

ج :ھِیَ اَحَقُّ بِہٖ مَالَمْ یَعْقِلُ الْاَدْیَانَ اَوْ یَخَافُ عَلَیْہِ اَنْ یَّاْلِفَ الْکُفْرَ۔

س: کیا حکم ہے اس کتابیہ عورت کا جو مسلمان کے نیچے ہو اپنے مسلمان بچے کے استحاق میں؟

ج: وہ زیادہ حق دار ہیں جب تک کہ وہ ایمان کو سمجھنے نہ لگے یا اس پر خوف کرے کہ وہ کفر سے الفت کرنے لگے گا۔

س :مَاحُکْمُ اسْتِحْقَاقِ الْاَمَۃِ فِیْ حِضَانَۃِ وَلَدِھَا ؟

ج :لَیْسَ لِلْاَمَۃِ وَاُمِّ الْوَلَدِ قَبْلَ الْعِتْقِ حَقُّ الْحِضَانَۃِ فَاِذَا اعْتِقَا فَھُمَا کَالْحُرَّۃِ فِیْ ذٰلِکَ ۔

س: کیا حکم ہے لونڈی کے، مستحق ہونے کا اپنے بچہ کی پرورش میں؟

ج: لونڈی اور ام ولد کے لئے آزاد ہونے سے پہلے پرورش کا حق نہیں ہے پس جب آزاد کردیں تو وہ آزاد عورت کی طرح ہیں اس میں

س :اِمْرَاَۃٌ طُلِّقَتْ وَ اَخَذَتْ وَلَدَھَا لِلْحِضَانَۃِ لِکَوْنِھَا اَحَقّ بِہٖ وَ تُرِیْدُ اَنْ تَخْرُجَ بِوَلَدِھَا مِنَ الْمِصْرِ الَّذِیْ یَسْکُنُ فِیْہِ اَبُوْہُ ھَلْ لَھَا ذٰلِکَ ؟

ج :لَیْسَ لَھَاذٰلِکَ ، اِلَّا اَنْ تَخْرُجَہٗ اِلٰی وَ طِنِھَا الَّذِیْ تَزَوَّجَھَا فِیْہِ اَبُوْہُ ۔

س: کسی عورت کو طلاق دے دی گئی اور اس نے اپنے بچہ کو پرورش کے لئے لے لیا اس کی زیادہ حقدار ہونے کی وجہ سے اور وہ ارادہ رکھتی ہے کہ اپنے بچہ کو اس شہر سے لے کر چلی جائے (جس میں) اس کا باپ رہتا ہے کیا اس کو اختیار ہے اسکا؟

ج: اسکو یہ اختیار نہیں ہے مگر یہ کہ اس کو اس وطن کی طرف لے جائے جس میں اسکے باپ نے شادی کی۔

Marfat.com

خواتین کا فِقہی اِنسائیکلوپیڈیا

عقائد، عبادات، نکاح طلاق اور روزمرہ پیش
آنے والے خواتین کے مسائل کا مستند علمی شاہکار

مُرتِّب

مولانا محمد عبدالمعبود
جامع مسجد پھولوں والی، رحمٰن پورہ راولپنڈی

مکتبہ رحمانیہ
اِقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743
MAKTABA-E-REHMANIA

Marfat.com

فَقِیہٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

احسن الہدایہ

ترجمہ و شرح اردو

ہدایہ

جلد اول

از کتاب الطہارات تا باب شروط الصلوٰۃ التی تتقدمہا

تصنیف

شیخ الاسلام برہان الدین ابوالحسن علی ابن ابی بکر فرغانی مرغینانی

مترجم و شارح
مفتی عبدالحلیم قاسمی بستوی معین مفتی دارالعلوم دیوبند

تسہیل عنوانات و تخریج
مولانا صہیب اشفاق صاحب

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون:042-37224228-37355743

MAKTABA-E-REHMANIA

Marfat.com

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

انعامات المنعم

لِطالِباتِ المُسلِم

۲-۱

مُرتّب

مولانا محبوب احمد صاحب دامت برکاتہم
فاضل جامعہ دار العلوم کبیر والا۔ خطیب جامع مسجد نور
مدرس معہد الخلیل الاسلامی و مدرسہ زینت البنات

MAKTABA-E-REHMANIA
مکتبہ رحمانیہ
اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743

Marfat.com

إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

الحمد لله الذي وفقني لطبع هذا الكتاب الجامع الصحاح الستة وغيرها بعد ان رأيت أهل المطابع قد كسلوا في صحة كتابته وطباعته فشمرت لأداء حقوقه من صحة الكتابة والطباعة ما لا مزيد عليه فاتى بعون الله العظيم بحيث يسر الناظرين فاستبقوا الخيرات وفي ذلك فليتنافس المتنافسون

مشكوة المصابيح

مع

حواشيه الصحيحة النادرة المعتبرة المستندة

وفي اخره

الاكمال في اسماء الرجال لصاحب المشكوة

مكتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37221395

MAKTABA-E-REHMANIA

Marfat.com